سنن ابی داؤد
کی جامع اور مکمل شرح
مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث وتخریج
الجزء السادس
الدُّرُّ المنضود
علیٰ
سُننِ أبی داود
کتاب الجہاد
(باب فی الاسیر یکرہ علی الکفر)
تا آخر کتاب الجنائز
افادات درسیہ مع اضافات ونظر ثانی
حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ
صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور
تلمیذ رشید
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر
مکتبۃ الشیخ
۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی ۵ فون: 021-34935493

سنن ابی داود کی جامع اور مکمل شرح مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث وتخریج

الدُّرُّ المَنضُود

علی

سُنَنِ أبي داود

کتاب الجہاد (باب فی الاسیر یکرہ علی الکفر) تا آخر کتاب الجنائز

افادات درسیہ مع اضافات ونظر ثانی

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ

صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور

تلمیذ رشید

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی ۵ فون: 021-34935493

مؤلف دامت برکاتہم کی طرف سے تصحیح اغلاط اور اضافات کے ساتھ،
احادیث کے مکمل متن، ترجمہ اور تخریج کے ساتھ منفرد ایڈیشن

نام کتاب : الدر المنضود علی سنن أبي داؤد ﴿الجزء السادس﴾

افادات درسیہ : حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ
صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ترجمہ : مولانا محمد زکریا مدنی مدظلہ (استاذ معہد الخلیل الاسلامی، کراچی)

تخریج و ترتیب جدید : اراکین الخلیب اکیڈمی
معراج منزل علامہ بنوری ٹاؤن،
کراچی۔ 0321-235 7 200

ناشر : مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵، بہادر آباد کراچی ۵

اشاعت طبع جدید : ربیع الاول ۱۴۳۸ھ دسمبر 2016ء

فہرست مضامین

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(سنن أبي داود — كتاب العلم — باب في فضل نشر العلم 3660)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے مجھ سے حدیث سنا پھر اس کو محفوظ کیا یہاں تک کہ اس کو آگے لوگوں تک پہنچایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۰۷۔ بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الْكُفْرِ

قیدی کو کلمۂ کفر پر مجبور کئے جانے کا بیان

اسیر سے مراد اسیر مسلم کما ھو ظاھر، بخلاف اس ترجمۃ الباب کے جو چند صفحات بعد آرہا ہے بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، یہاں اسیر سے اسیر کافر مراد ہے، لہٰذا یہ دونوں ترجمۃ الباب آپس میں متقابلین ہیں، نیز کفر سے مراد یہاں حقیقت کفر نہیں بلکہ اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان مراد ہے، یعنی یہ جائز ہے یا ناجائز؟ جواب یہ ہے کہ اسمیں تفصیل ہے اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ اکراہ کیلئے ذریعہ اور صورت کیا اختیار کی جارہی ہے، پس اگر اکراہ علی الکفر ایسی شئ کے ذریعہ سے ہے جس سے جان جانے کا خطرہ ہو یا اعضاء میں سے کسی عضو کے تلف اور ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کیلئے گنجائش ہے اظہار کفر کی، اور اس کو چاہئے کہ توریہ کرے، پس اگر اس نے ایسا کیا اور حال یہ کہ اس کا قلب مطمئن بالایمان ہو فلا إثم علیه، اور اگر صبر و استقلال سے کام لے اور اظہار کفر نہ کرے حتی کہ قتل کر دیا جائے کان مأجوراً، کذا فی الھدایۃ[1]، اس سے معلوم ہوا کہ اظہار کفر کی گنجائش اور اس کی رخصت اس قسم کے اکراہ میں ہے جس میں جان جانے یا کم از کم کسی عضو کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔ جس کو اصولیین اکراہ ملجئی سے تعبیر کرتے ہیں یعنی ایسا اکراہ جس میں الجاء اور اضطرار کے معنی پائے جائیں، اور اگر اکراہ اس سے کم درجہ کی چیز پر ہو، مثلاً ضرب، حبس وغیرہ تو پھر اظہار کفر کی اجازت نہیں۔

جاننا چاہیئے کہ احکام شرعیہ دو طرح کے ہیں: عزیمت اور رخصت، عزیمت تو حکم اصلی کو کہتے ہیں جو مقصود ہوتا ہے اور کسی عارض پر مبنی نہیں ہوتا۔ اسی سے رخصت کی تعریف بھی سمجھ میں آگئی، یعنی وہ حکم جو کسی عارض پر مبنی ہو جیسے سفر یا مرض یا اکراہ، پھر اصولیین نے اکراہ کی دو قسمیں قرار دی ہیں: اکراہ ملجئ اور غیر ملجئ، اکراہ ملجئ وہی ہے کہ جس میں آدمی کے نفس یا عضو کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، اور جہاں ایسا نہ ہو جیسے اکراہ بالقید یا بالضرب جس میں نفس یا عضو کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو، نیز اکراہ جو کہ سبب رخصت ہے اس کی انواع مختلف ہیں۔ کہیں اس فعل کو کرنا جس پر اکراہ کیا جارہا ہے فرض ہوتا ہے اور کسی جگہ ممنوع ہوتا ہے اور بعض جگہ اس کام کو کرنا رخصت کے درجہ میں ہوتا ہے یعنی اولیٰ عزیمت کو ہی اختیار کرنا ہوتا ہے۔

یہ تفصیلات اصولِ فقہ کی کتابوں نور الانوار وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں جہاں رخصت پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اس کی مثال دیتے ہیں اکل میتہ کے ساتھ اگر اکل میتہ پر اکراہ ملجئ پایا جائے تو وہاں پر اس مردار کو کھانا فرض ہو جائے گا، اور اگر اس کو نہ کیا

---

[1] الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی ــ ج ٦ ص ٤٢٢ ـ ٤٢٤

بلکہ صبر کیا تو مستحق عقاب ہوگا، اور بعض جگہ اس کام کو جس پر اکراہ کیا جارہا ہے حرام ہوتا ہے جیسے زنا اور قتل نفس، اور بعض جگہ اس کام کو کرنا صرف جواز کے درجہ میں ہوتا ہے، اور عزیمت اختیار کرنا اولیٰ ہوتا ہے اس کی مثال یہی اجراء کلمۃ الکفر ہے۔

٢٦٤٩ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، وَخَالِدٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ فَقُلْنَا: أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا، أَلَا تَدْعُو اللهَ لَنَا؟ فَجَلَسَ مُحْمَرًّا وَجْهُهُ فَقَالَ: «قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَيُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ، ثُمَّ يُؤْتَى بِالْمِنْشَارِ فَيُجْعَلُ عَلَى رَأْسِهِ، فَيُجْعَلُ فِرْقَتَيْنِ مَا يَصْرِفُهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ عَظْمِهِ مِنْ لَحْمٍ وَعَصَبٍ مَا يَصْرِفُهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللهِ لَيُتِمَّنَّ اللهُ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مَا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَحَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ إِلَّا اللهَ تَعَالَى، وَالذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ وَلَكِنَّكُمْ تَعْجَلُونَ».

ترجمہ: حضرت خباب بن الارتؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضور پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کعبہ شریف کے سائے میں ایک چادر کو تکیہ بنائے ہوئے (تشریف فرما) تھے تو ہم لوگوں نے (مشرکین کی ایذاؤں کی) آپ ﷺ سے شکایت کی۔ ہم نے عرض کیا: آپ ﷺ ہمارے لئے اللہ سے مدد کی دُعا نہیں فرماتے؟ آپ ﷺ یہ بات سن کر بیٹھ گئے اس حال میں کہ آپ ﷺ کا چہرۂ انور (غصہ کی وجہ سے) سرخ ہوگیا اور فرمایا: تم سے پہلے ایک شخص کی یہ حالت ہوتی کہ وہ (ایمان کی وجہ سے) پکڑا جاتا اور ایک گڑھا کھود کر اس کے سر پر آرار کھ کر دو ٹکڑے کردیا جاتا لیکن یہ سزا بھی اس کو دین سے نہ پھیرتی اور بعض لوگوں کو اس طرح سزا دی جاتی کہ لوہے کی کنگھیاں اس کی ہڈی گوشت اور پٹھوں میں چلاتے یہ مصیبت بھی اس کو اس کے دین سے نہ پھیرتی۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس کام کو (یعنی دین کو) پورا کرے گا یہاں تک کہ آدمی (مقام) صنعاء سے (مقام) حضر موت تک چلا جائے گا اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گا یا اپنی بکریوں پر بھیڑیوں سے ڈرے گا۔ لیکن تم لوگ جلد بازی کرتے ہو (پس صبر سے کام لو اللہ تمہاری مدد کرے گا)۔

تخریج: صحيح البخاري - المناقب (٣٤١٦) صحيح البخاري - المناقب (٣٦٣٩) صحيح البخاري - الإكراه (٦٥٤٤) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٤٩) مسند أحمد - من مسند القبائل (٣٩٥/٦)

شرح الحدیث: اس حدیث کے راوی حضرت خبابؓ ہیں جو قدیم الاسلام صحابہؓ میں سے ہیں، حضور ﷺ کی ہجرت سے پہلے اسلام لانے والوں میں ہیں، جنہیں اسلام کی خاطر کفار کی طرف سے بڑی مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں، جس مضمون کو وہ اس وقت بیان کر رہے ہیں وہ اسی قسم کا ہے، وہ فرماتے ہیں، ہم حضور ﷺ کی خدمت میں آئے جبکہ آپ کعبۃ اللہ کے سائے میں اپنی چادر کو تکیہ بنائے لیٹے تھے، ہم نے آپ ﷺ سے اپنا عرض حال کیا اور عرض کیا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے نصرت کیوں نہیں طلب کرتے، ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں فرماتے، ان صحابیؓ کا یہ طرز سوال آپ ﷺ کیساتھ آپ کی اس شفقت اور رأفت کی بنا پر تھا جس کا یہ حضرات مشاہدہ کرتے تھے جس طرح اولاد پریشان ہو کر مصیبت کے وقت میں اپنے ماں باپ سے شکوہ کیا کرتی ہے، اور آپ کی شفقت تو امت پر ماں باپ سے کہیں زائد تھی، فَجَلَسَ

مُحْمَرًّا وَجْهُهُ اس سوال کے جواب میں آپ کا طرزِ عمل بھی وہی رہا جو ایک شفیق مربی و مرشد کا ہونا چاہئے، چنانچہ آپ ﷺ غصہ میں بیٹھ گئے، آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ تم سے پہلے گذشتہ امتوں کے بعض مؤمن ایسے گزرے ہیں کہ ان کو دشمن پکڑتے تھے پھر گڑھا کھود کر اس میں اس کو کھڑا کر دیتے تھے اور پھر آرہ لایا جاتا اور اس کے سر پر اس کو چلایا جاتا جس سے اس کے سر کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے، یہ مصیبت بھی اس کو اس کے دین سے نہیں ہٹاتی تھی، اور ایسے ہی بعض لوگوں کے جسموں پر لوہے کی کنگھیاں پھیری جاتیں جو ہڈی کے علاوہ باقی سب گوشت اور پٹھوں تک کو کاٹ ڈالتیں، اس شخص کو بھی یہ مصیبت اس کے دین سے نہیں ہٹاتی تھی، یہ تو گذشتہ اہل ایمان کے صبر و استقلال کا بیان صحابہ کی تشجیع اور ان کی ہمت افزائی کیلئے ہے آگے آپ ﷺ تسلی کیلئے پیش گوئی کے طور پر ان کو یقین دلا رہے ہیں کہ واللہ! اللہ تعالیٰ ہمارے اس دین کو پھیلا کر رہیں گے یہاں تک کہ تنہا ایک سوار صنعاء اور حضر موت کے درمیان کی مسافت طے کرے گا جس کو کسی کافر دشمن کا خوف نہ ہو گا، بجز اللہ تعالیٰ کے خوف کے اور بھیڑیئے کے خوف کے اپنی بکریوں پر وَلٰكِنَّكُمْ تَعْجَلُونَ لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو، شراح نے لکھا ہے کہ صنعاء سے مراد بظاہر صنعاء الیمن ہے جس میں اور حضر موت کے درمیان پانچ دن کی مسافت ہے اسلئے کہ حضر موت اقصائے یمن میں ہے اور ہو سکتا ہے کہ صنعاء سے صنعاء الشام ہی مراد ہو۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بھی ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں گذشتہ امتوں کے اہل ایمان جو اکراہ کیا گیا ہے اسکا بیان ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری والنسائی قاله المنذری۔

۱۰۸۔ بَابٌ فِي حُكْمِ الْجَاسُوسِ إِذَا كَانَ مُسْلِمًا

اس مسلمان کا حکم جو کہ کفار کے لئے جاسوسی کرے

یعنی اگر کوئی شخص باوجود مسلمان ہونے کے، مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: جواب یہ ہے کہ عند الجمہور و منہم الحنفیہ والشافعیہ ایسے شخص کی تعزیر کی جائے گی اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اس میں امام کو اختیار ہے جیسا وہ مناسب سمجھے گویا ان کے نزدیک قتل بھی کیا جا سکتا ہے، امام خطابیؒ نے معالم السنن میں امام شافعیؒ سے اس میں تفصیل نقل کی ہے کہ اگر وہ شخص صاحب حیثیت اور ذی الہیۃ ہے اور نادانی میں اس نے ایسا کیا ہے جیسا کہ حضرت حاطب سے اس کا صدور ہوا تو میں بہتر سمجھتا ہوں کہ اس سے درگزر کیا جائے، اور اگر وہ شخص غیر ذی ہیئت ہے تو امام کو اس کی تعزیر کا اختیار ہے اھ[1] اور امام عینیؒ نے داؤدی سے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ اور ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ جاسوس مسلم کی تعزیر کی جائے، ولا یجوز قتله، اور اگر ذی ہیئۃ ہے تو اس کو معاف کیا جائے قصہ حاطب کے پیش نظر اور امام ابو حنیفہؒ اور اوزاعیؒ سے منقول ہے کہ اس کو سخت سزا دی

[1] معالم السنن۔ ج ۲ ص ۲۷٤

جائے، اور دیر تک قید میں رکھا جائے اور بعض علماء سے منقول ہے کہ اگر اس کی عادت یہی ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے وبہ قال ابن ماجشون اھ مختصراً[1]، حضرت امام شافعیؒ نے جو اس میں ذی الھیئۃ اور غیر ذی الھیئۃ کا فرق کیا ہے غالباً اس حدیث کی بنا پر جو ابوداؤد میں آگے آئے گی: أَقِيلُوا ذَوِي الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ إِلَّا الْحُدُودَ[2].

۲۶۵۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، حَدَّثَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، أَخْبَرَهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ، وَكَانَ كَاتِبًا لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالزُّبَيْرُ، وَالْمِقْدَادُ، فَقَالَ: «انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً[3] مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوهُ مِنْهَا» . فَانْطَلَقْنَا تَتَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ فَقُلْنَا: هَلُمِّي الْكِتَابَ. قَالَتْ: مَا عِنْدِي مِنْ كِتَابٍ. فَقُلْتُ: لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ. فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا، فَأَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَا هَذَا يَا حَاطِبُ؟» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ فَإِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا، وَإِنَّ قُرَيْشًا لَهُمْ بِهَا قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ بِمَكَّةَ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَلِكَ أَنْ أَتَّخِذَ فِيهِمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي بِهَا، وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، مَا كَانَ بِي مِنْ كُفْرٍ وَلَا ارْتِدَادٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صَدَقَكُمْ». فَقَالَ عُمَرُ: دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ؟» فَقَالَ: «اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ».

ترجمہ حضرت عبید اللہ بن ابی رافع جو کہ حضرت علیؓ کے کاتب تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت علیؓ سے کہ وہ فرماتے تھے کہ مجھ کو اور زبیرؓ اور مقدادؓ کو نبی کریم ﷺ نے (مقام) روضہ خاخ روانہ فرمایا اور آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ چلتے رہو یہاں تک کہ روضہ خاخ تک پہنچو اس لئے کہ وہاں اُونٹ پر سوار (اُونٹ کے) کجاوے میں ایک عورت ہے اور اس کے پاس ایک خط ہے تم لوگ اس سے وہ خط لے لو۔ چنانچہ ہم لوگ جلدی چلے اور ہمارے گھوڑے ہمیں دوڑائے لیجا رہے تھے یہاں تک کہ ہم مقام روضہ خاخ پہنچ گئے اور اس عورت کو جالیا۔ ہم نے اس عورت سے کہا وہ خط نکال۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں۔ ہم لوگوں نے کہا: نہیں، ضرور خط نکال ورنہ ہم تمہاری جامہ تلاشی لیں گے اس نے وہ خط اپنی چوٹی سے نکال کر دے دیا۔ ہم لوگ اس کو خدمت نبوی میں لے کر حاضر ہوئے۔ وہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی جانب سے مشرکین مکہ کے نام تحریر کیا گیا تھا اور اس میں نبی کریم ﷺ کے بعض اُمور کی اطلاع دی گئی تھی۔ آپ ﷺ نے ان سے

---

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ١٤ ص ٢٥٦

[2] سنن أبي داود — كتاب الحدود — باب في الحد يشفع فيه ٤٣٧٥

[3] "هي المرأة في الهودج" ثم قيل للمرأة وحدها، والهودج وحده، وذكر ابن إسحاق أن اسمها سارة، والواقدي أن اسمها كنود، وفي رواية أم سارة اهـ. من البذل (ج ١٢ ص ١٦٦-١٦٧)

فرمایا اے حاطب! یہ کیا معاملہ ہے؟ حاطب نے کہا: آپ (مجھے سزا دینے میں) عجلت نہ فرمائیں۔ میں ایسا شخص ہوں جو کہ قریش کا حلیف ہونے کی حیثیت سے ان سے جڑا ہوا ہوں مگر میں قریش خاندان سے نہیں ہوں اور جو لوگ قریش خاندان میں سے ہیں وہاں پر ان کے رشتہ دار (رہتے) ہیں اور وہ مشرک مکّہ میں اس رشتہ داری کی بنا پر ان کے مال اور ان کے اہل وعیال کی نگرانی کرتے ہیں۔ چونکہ میری ان سے رشتہ داری نہیں تو میں نے یہ چاہا کہ ان لوگوں پر ایسا احسان کروں کہ جس کی بنا پر وہ کفار میرے بیوی بچوں کی حفاظت کریں اللہ کی قسم یارسول اللہ! میں نے یہ کام کفر اور ارتداد کی بنا پر نہیں کیا یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: حاطب نے سچ کہا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا مجھ کو اس منافق کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو غزوۂ بدر میں شریک رہے ہیں۔ تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر پر جھانک کر (متوجہ ہو کر) فرمادیں جو دل چاہے کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔

٢٦٥١ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: انْطَلَقَ حَاطِبٌ فَكَتَبَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَارَ إِلَيْكُمْ، وَقَالَ فِيهِ: قَالَتْ: مَا مَعِي كِتَابٌ فَانْتَحَيْنَاهَا فَمَا وَجَدْنَا مَعَهَا كِتَابًا، فَقَالَ عَلِيٌّ: وَالَّذِي يُحْلَفُ بِهِ لَأَقْتُلَنَّكِ أَوْ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ علیؓ سے روایت ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکّہ کو تحریر لکھی کہ نبی کریم ﷺ تم لوگوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ اس روایت میں اس طرح ہے کہ اس عورت نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ ہم لوگوں نے اس عورت کا اُونٹ بٹھا کر دیکھا تو اس کے پاس کوئی خط نہ پایا میں نے کہا: اس ذات کی قسم کہ جس کی قسم کھائی جاتی ہے میں تمہیں قتل کر دوں گا ورنہ مجھے وہ خط نکال کر دے پھر اخیر تک مذکورہ واقعہ بیان کیا۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٤٥) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٩١٥) صحيح البخاري - المغازي (٣٧٦٢) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٢٥) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦٠٨) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٤٩٤) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٣٠٥) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٥٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٨٠)

شرح الأحاديث مصنف نے اس باب میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کا واقعہ ذکر فرمایا ہے جس کے راوی حضرت علیؓ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اور زبیرؓ اور مقدادؓ[1] کو آپ ﷺ نے بھیجا اور فرمایا کہ مکہ کی طرف چلے جاؤ یہاں تک کہ روضۂ خاخ تک جب پہنچو گے تو تم وہاں ایک ہودج نشین عورت کو پاؤ گے جسکے پاس ایک تحریر ہے، اس سے وہ لے کر آؤ، حضرت علیؓ فرماتے کہ ہم اس طرف چل دیئے، ہمارے گھوڑے ہمیں دوڑائے لیجا رہے تھے، یہاں تک کہ جب ہم اس مقام تک پہنچے

---

[1] هكذا في البخاري في كتاب الجهاد في باب الجاسوس وغيره، ووقع في البخاري في كتاب المغازي في باب فضل من شهد بدرا، قال بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبا مرثد الغنوي والزبير بن العوام (٣٧٦٢)، یعنی مقدادؓ کے بجائے اس دوسری جگہ ابو مرثدؓ واقع ہوا ہے، حافظؒ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے حضرت علیؓ کے ساتھ جانے والے یہ تینوں ہوں، زبیر بن العوامؓ، اور مقدادؓ اور ابو مرثدؓ، فذكر أحد الراويين عنه ما لم يذكره الآخر. اهـ من البذل بزيادة.
(فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٧ ص ٥٢٠، وبذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٢ ص ١٦٦)

جسکو روضۂ خاخ کہتے ہیں تو ہم نے وہاں حضور ﷺ کی خبر کے مطابق ایک ہودج نشین عورت کو پایا، تو ہم نے اس سے کہا کہ تیرے پاس جو تحریر ہے وہ لا، اس نے انکار کیا کہ میرے پاس کوئی تحریر نہیں، میں نے کہا کہ یا تو وہ تحریر نکال کہاں ہے ورنہ پھر ہم تیرے کپڑے اتاریں گے، یعنی تلاشی کے لئے قال: فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا، کہ اس نے وہ پرچہ اپنی چوٹی میں سے نکالا، اور ایک روایت میں ہے: فَأَخْرَجَتْ مِنْ حُجْزَتِهَا، یعنی اس نے نکالا اسکو اپنی ازار کے نیفہ میں سے، اور جمع بین الروایتین اسطرح کیا گیا ہے کہ ممکن ہے اس نے اولاً اس پرچہ کو اپنی چوٹی کے بل میں داخل کیا ہو اور اسکی چوٹی چونکہ طویل تھی اسلئے اس نے اسکے سرے کو نیفہ میں لگالیا ہو، آگے روایت میں ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم وہ تحریر لیکر حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے جسکے شروع میں یہ لکھا تھا: مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اور پھر آگے حضور ﷺ نے جو غزوۂ الفتح کا ارادہ فرمار کھا تھا اس کی خبر دی گئی تھی، اور اسکے بعد والی روایت میں اس تحریر کے یہ الفاظ منقول ہیں: أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَارَ إِلَيْكُمْ اور ایک روایت میں ہے، کما فی البذل: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَكُمْ بِجَيْشٍ كَاللَّيْلِ يَسِيرُ كَالسَّيْلِ [1]، یعنی محمد ﷺ مکہ پر چڑھائی کرنے والے ہیں اپنے بڑے لشکر کے ساتھ جو رات کی طرح ہے یعنی اسکے چلنے سے زمین ایسی تاریک ہو جاتی ہے جیسے رات میں ہوتی ہے، اور جو تیز رفتاری اور سرعت سیر میں پانی کے رو کی طرح ہے۔

اور الأبواب والتراجم میں حضرت شیخؒ نے علامہ عینیؒ سے اس تحریر کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں أما بعد: يَا معشر قُرَيْش، فَإِن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، جَاءَكُم بِجَيْش كالليل، يسير كالسيل، فوالله لَو جَاءَكُم وَحده نَصره الله عَلَيْكُم، وأنجز لَهُ وعده، فانظروا لأنفسكم وَالسَّلَام اهـ [2]، امام بخاریؒ نے اس قصہ کو کتاب الجهاد میں بَاب الْجَاسُوسِ وغیرہ کے تحت اور کتاب المغازی میں بَاب غَزْوَةِ الْفَتْحِ وَمَا بَعَثَ حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ میں ذکر کیا ہے، اور کتاب التفسیر وغیرہ میں بھی فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذَا يَا حَاطِبُ قَالَ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ الخ۔

جب حضور ﷺ کے پاس یہ تحریر پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے حاطبؓ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنے کسی فیصلہ میں جلدی نہ فرمایئے گا پہلے میری بات صاف صاف سن لیجئے وہ یہ کہ آپ ﷺ کے پاس جو صحابہؓ خاندان قریش سے ہیں تو چونکہ مکہ مکرمہ میں قریش کا خاندان موجود ہے، لہذا آپ ﷺ کے صحابہؓ کے جو بعض اعزہ مکہ میں موجود ہیں تو وہ ان کی اس قرابت کی بناپر ان کے اہل وعیال کی حمایت وحفاظت کرتے ہیں اور بندہ تو اصالۃً قریش سے نہیں ہے بلکہ میں تو ان کے ساتھ حلیف ہونیکی حیثیت سے جڑا ہوا تھا تو میرے جو اعزہ مکہ میں ہیں ان کی حمایت وحفاظت کی صورت میں نے یہ سوچی کہ کفار قریش پر میں کوئی احسان رکھوں جس کی وجہ سے وہ میرے اعزہ کا خیال رکھیں،

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۷ ص ۵۲۰، وبذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۲ ص ۱۶۸

[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ۱۷ ص ۲۷۳، والأبواب والتراجم — ج ۲ ص ۷

اور انہوں نے قسم کھاکر عرض کیا کہ واللہ یارسول اللہ! اس منشأ کے علاوہ کوئی اور بات کفر یا ارتداد میرے اندر نہیں پایا جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کلام بغور سنکر صحابہؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: صَدَقَكُمْ کہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معذور سمجھتے ہوئے درگزر فرمادیا۔

شراح حدیث نے اس واقعہ سے جو جو احکام اور فوائد مستفاد ہوتے ہیں ان کو تفصیل سے لکھا ہے جو چاہے وہاں دیکھ لے، ینظر العینی باب الجاسوس [1]۔

فَقَالَ عُمَرُ: دَعْنِي أَضْرِبُ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ [2] اللهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ؟» فَقَالَ: «اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ»: اس پر حضرت عمرؓ جن کی شدت امر دین میں معروف ومشہور ہے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے اس بات کی کہ میں اس منافق کو قتل کرڈالوں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جنگ بدر میں شریک تھے اور تمہیں خبر بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کیسی رحمت کے ساتھ اہل بدر پر متوجہ ہوئے ہیں اور انکے بارے میں یہ فرمایا ہے: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ، اس جملہ پر جو اشکال ہوتا ہے وہ ظاہر ہے اس لئے کہ اس سے اہل بدر کیلئے ہر قسم کے عمل کی اباحت سمجھ میں آتی ہے، جو منشأ شارع کے خلاف ہے، اس کی ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اس حدیث کا تعلق گذشتہ اعمال سے ہے کہ وہ سب معاف کردیئے گئے، اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگر اس کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہوتا تو بجائے لفظ ماضی کے یوں کہا جاتا فاغفرہ لکم، لیکن اس توجیہ پر ایک قوی اشکال یہ ہے کہ اگر یہ حکم صرف ماضی سے متعلق ہوتا تو پھر قصۂ حاطب میں اس سے استدلال کیسے درست ہے کیونکہ قصۂ حاطب بدر کے تقریباً چھ سال بعد فتح مکہ سے قبل پیش آیا ہے، دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ خصوصیت ہے اہل بدر کی اور اللہ تعالیٰ شانہ کو اختیار ہے اپنی وعیدات کے نافذ کرنے اور نہ کرنے میں: لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ [3]، ففی العینی: وفیہ الحجۃ لترك إنفاذ الوعید من اللہ لمن شاء ذلك اھ (ج ١٤ ص ٢٥٧) یعنی دراصل اس سے مقصود اہل بدر کی تشریف وتکریم ہے نہ کہ اباحت ذنوب یعنی اہل بدر کے اس عظیم کارنامہ کی وجہ سے ان کے گذشتہ ذنوب معاف کردیئے گئے ہیں اور آئندہ بھی اگر وقوع ہو تو وہ اس کے اہل اور مستحق ہیں کہ ان کو بھی معاف کردیا جائے جیسا کہ دنیوی حکومتوں میں بھی بعض لوگوں کے کارناموں کی وجہ سے ان کے حق میں بطور انعام حق وفاداری..... بعض خون معاف کردیئے جاتے ہیں، یعنی بالفرض اگر ان سے ایسا ہو تو ان

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری — ج ١٤ ص ٢٥٣-٢٥٧

[2] ولفظ "لعل" وإن كان للترجي، لكن قال العلماء إن الترجي في كلام الله وكلام رسوله للوقوع (بذل ج ١٢ ص ١٧٠) قوله "إِطَّلَعَ": بتشديد الطاء، أي أقبل "على أهل بدر": ونظر إليهم نظر الرحمة والمغفرة. (عون المعبود — ج ٧ ص ٣١٢)

[3] اس سے پوچھا نہ جائے گا جو وہ کرے اور ان سے پوچھا جائے (سورۃ الأنبیاء ٢٣)

سے گرفت نہیں کی جائیگی اور یہ مقصد نہیں کہ ان کو قتل کی اجازت یا ترغیب دی جارہی ہے، اور بھی بعض توجیہات بذل [1] وغیرہ شروح میں مذکور ہیں۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

حاطب بن ابی بلتعہؓ کا کچھ حال بذل (ج۱۲ ص۱٦۸) میں مذکور ہے ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: " يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ " [2]۔

۱۰۹۔ بَابٌ فِي الْجَاسُوسِ الذِّمِّيِّ

ذمی کافر کی جاسوسی کرنے کا بیان

جاسوسی کرنیوالوں کا حکم: ذمی اگر مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے تو اس کا یہ فعل نقض عہد شمار ہوتا ہے یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک شمار نہیں ہوتا، امام مالکؒ کے نزدیک یہ نقض عہد ہے لہٰذا ان کے نزدیک اس بناء پر اس کا قتل جائز ہے اور جمہور کے نزدیک اسکا قتل جائز نہیں، کذا فی البذل عن النووی آگے امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ایک صورت میں شافعیہ کے نزدیک بھی جاسوسی سے انتقاض عہد ہوجاتا ہے یعنی اگر اس کی شرط لگائی گئی ہو، اور اگر جاسوس کافر حربی ہو تو اس کا قتل بالا جماع جائز ہے [3]، جاسوس مسلم کا حکم تو شروع باب میں گزر ہی چکا، ذکر هذه الأحكام الإمام النووي لكن لم يتعرض لحكم الجاسوس المستأمن والظاهر والله تعالى أعلم عدم الجواز فإنه أشبه بالذمي۔

۲٦۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُحَبَّبٍ أَبُو هَمَّامٍ الدَّلَّالُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، عَنْ فُرَاتِ بْنِ حَيَّانَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِهِ وَكَانَ عَيْنًا لِأَبِي سُفْيَانَ، وَكَانَ حَلِيفًا لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَمَرَّ بِحَلْقَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: إِنِّي مُسْلِمٌ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ يَقُولُ: إِنِّي مُسْلِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ مِنْكُمْ رِجَالًا نَكِلُهُمْ إِلَى إِيمَانِهِمْ، مِنْهُمْ فُرَاتُ بْنُ حَيَّانَ».

ترجمہ حضرت فرات بن حیانؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے میرے قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ وہ فرات ابو سفیان کے جاسوس تھے اور وہ ایک مسلمان انصاری کے حلیف تھے۔ چنانچہ فرات انصار کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے اور کہنے لگے میں مسلمان ہوں۔ ایک انصاری نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ شخص خود کو مسلمان کہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بعض لوگ تم میں سے ایسے ہیں کہ ہم انہیں ان کے ایمان کے سپرد کرتے ہیں ان میں سے فرات بن حیان ہیں۔

تخریج سنن أبي داود - الجهاد (۲٦۵۲) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/۳۳٦)

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۱۷۰ - ۱۷۱

[2] اے ایمان والو نہ پکڑو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست تم ان کو پیغام بھیجتے ہو دوستی سے (سورۃ الممتحنة ۱)

[3] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ۱۲ ص ٦۷، وبذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۱۷۸

شرح الحديث: فرات بن حیانؓ جو اس واقعہ مذکورہ فی الحدیث کے بعد اسلام لے آئے تھے وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے قتل کا حکم صادر فرمادیا تھا جبکہ میں ابوسفیان کی طرف سے جاسوس بن کر آیا تھا، اور یہ اس وقت ایک انصاری صحابی کے حلیف تھے، چنانچہ انصار کی ایک جماعت پر ان کا گزر ہوا تو کہنے لگے میں مسلمان ہوں تو ایک انصاری شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو یوں کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں حالانکہ آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم فرمار کھا ہے، تو آپ ﷺ نے یہ سنکر فرمایا کہ بے شک تم میں سے بعض رجال ایسے ہیں کہ ہم ان کے معاملہ کو سپرد کرتے ہیں ان کے ایمان کی طرف، یعنی ان کے دعویٰ ایمان کو قبول کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ان ہی میں سے فرات بن حیانؓ بھی ہے۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقۃ: یہ حدیث بظاہر ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں، اسلئے کہ فرات بن حیانؓ ذمی کہاں تھے، یہ تو ابوسفیانؓ کی جانب سے جاسوسی کیا کرتے تھے، لہذا کافر حربی ہوئے، اسکی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہاں روایت میں تصریح ہے اس بات کی کہ وہ بعض انصار کے حلیف تھے، لہذا بمنزلہ ذمی کے ہوئے۔

١١٠ - بَابٌ فِي الْجَاسُوسِ الْمُسْتَأْمَنِ

جو مشرک مسلمانوں سے امان حاصل کر کے جاسوسی کرے؟

٢٦٥٣ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عُمَيْسٍ، عَنِ ابْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ، فَجَلَسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ، ثُمَّ انْسَلَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اطْلُبُوهُ فَاقْتُلُوهُ». قَالَ: فَسَبَقْتُهُمْ إِلَيْهِ فَقَتَلْتُهُ وَأَخَذْتُ سَلَبَهُ، فَنَفَّلَنِي إِيَّاهُ.

ترجمہ: حضرت ابن سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں مشرکین کا ایک جاسوس آیا اور آپ ﷺ (اس وقت) سفر میں تھے وہ آپ ﷺ کے صحابہ کے پاس بیٹھ گیا پھر وہ کھسک گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو تلاش کر کے قتل کر دو۔ سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے میں نے اس کو پکڑا اور اس کو قتل کر کے اس کا سامان لے لیا۔ آپ ﷺ نے وہ سامان مجھ کو بطور نفل عنایت فرمادیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٨٦)، صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٥٤)، سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٥٣)، مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤٦/٤)، مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤٩/٤)، مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٥١/٤)، مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٥١/٤)

٢٦٥٤ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ هَاشِمَ بْنَ الْقَاسِمِ، وَهِشَامًا حَدَّثَاهُمْ، قَالَا: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَوَازِنَ، قَالَ: فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَتَضَحَّى وَعَامَّتُنَا مُشَاةٌ وَفِينَا ضَعَفَةٌ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ أَحْمَرَ فَانْتَزَعَ طَلَقًا مِنْ حَقْوِ الْبَعِيرِ فَقَيَّدَ بِهِ جَمَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ يَتَغَدَّى مَعَ الْقَوْمِ، فَلَمَّا رَأَى

ضعفتهم ورقة ظهرهم خرج يعدو إلى جمله فأطلقه، ثم أناخه فقعد عليه، ثم خرج يركضه، واتبعه رجل من أسلم على ناقة ورقاء هي أمثل ظهر القوم قال: فخرجت أعدو. فأدركته ورأس الناقة عند ورك الجمل، وكنت عند ورك الناقة، ثم تقدمت حتى كنت عند ورك الجمل، ثم تقدمت حتى أخذت بخطام الجمل فأنخته، فلما وضع ركبته بالأرض اخترطت سيفي فأضرب رأسه فندر، فجئت براحلته وما عليها أقودها، فاستقبلني رسول الله صلى الله عليه وسلم في الناس مقبلا فقال: «من قتل الرجل؟» فقالوا: سلمة بن الأكوع. فقال: «له سلبه أجمع» قال هارون: «هذا لفظ هاشم».

ترجمہ حضرت ایاس بن سلمہ اپنے والد سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہو کر (قبیلہ) ہوازن کے مقابلہ کیلئے جہاد میں شرکت کی ایک روز چاشت کے وقت ہم لوگ کھانا کھارہے تھے اور ہم میں سے زیادہ تر لوگ پیدل اور بعض کمزور تھے۔ اتنے میں ایک شخص سرخ اُونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اُونٹ کی (ترگاہ) سے چمڑہ کا تسمہ نکال کر اُونٹ کو باندھ دیا اور ہمارے ساتھ کھانا کھانے لگا۔ جب اس نے ہم لوگوں کی کمزوری اور سواریوں کی کمی کو دیکھا تو وہ اپنے اُونٹ کی جانب دوڑتا ہوا گیا اس کی رسی کھول دی اور بٹھا کر اس پر سوار ہو کر دوڑتا ہوا چل پڑا (اب ہم کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص جاسوس ہے) تو قبیلہ اسلم سے ایک شخص اپنی خاکی رنگ کی اُونٹنی پر جو کہ ہم لوگوں کی سب سواریوں میں اعلیٰ تھی سوار ہو کر اس کے پیچھے چلا۔ سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ اور میں پیدل دوڑتا ہوا اس کے پیچھے گیا پھر میں نے اس مشرک کو پایا کہ قبیلہ اسلم کی اُونٹنی کا سر اس مشرک کے اُونٹ کے سرین کے پاس تھا اور میں قبیلہ اسلم کی اونٹنی کی سرین کے پاس تھا۔ میں آگے بڑھا یہاں تک کہ میں نے اُونٹ کی نکیل پکڑ کر اسکو (نیچے) بٹھایا۔ جب اُونٹ نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا تو میں نے میان سے تلوار نکال لی اور اس مشرک کے سر پر مار دی (تلوار سے) اس کا سر اڑ گیا (کٹ گیا) میں اس شخص کے اُونٹ کو بھی لے آیا اور اس پر جو سامان تھا اس کو بھی گھسیٹتا ہوا آپ ﷺ کی خدمت میں لایا۔ آپ ﷺ لوگوں کے درمیان میری جانب چہرہ کئے ہوئے سامنے تشریف لائے اور دریافت کیا کہ اس شخص کو کس نے مارا؟ لوگوں نے کہا سلمہ بن اکوع نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کا سارا سامان سلمہ کو ملے گا۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٨٦) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٥٤) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٥٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤٦/٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤٩/٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٥١/٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٥١/٤)

شرح الأحاديث اس باب کی پہلی حدیث مختصر ہے، دوسری مفصل ہے، حدیثیں دونوں ایک ہی ہیں جس کے راوی سلمۃ بن الاکوع کے بیٹے ایاس بن سلمہ ہیں۔ حضور ﷺ جب غزوۂ حنین کیلئے تشریف لیجارہے تھے تو اس سفر کے درمیان کا یہ واقعہ ہے جس کو سلمہ بن الاکوع بیان کر رہے ہیں۔

اس غزوہ میں جو کہ قبیلہ ہوازن کے ساتھ ہوا تھا حضور ﷺ کے ساتھ میں بھی تھا، ایک روز کا واقعہ ہے کہ ہم سب قافلہ والے صبح کا کھانا کھارہے تھے، اکثر ہم میں پیادہ پا تھے اور بہت سے ہم میں ضعیف اور کمزور لوگ تھے (ضَعَفَةٌ جمع ہے ضعیف

کی، اور ہو سکتا ہے یہ لفظ ضَعْفَةٌ ہو سکون عین کے ساتھ أي حالة الضعف) تو اچانک ایک شخص کافر سرخ اونٹ پر سوار آپہنچا، اور اس پر سے اترنے کے بعد اس نے اس اونٹ کی تہی گاہ سے ایک چمڑہ کا تسمہ نکالا، اسکے ذریعہ سے اپنے اونٹ کو باندھا پھر آکر ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا (کھانے کے درمیان اس نے پورے لشکر پر نظر ڈال کر) لوگوں کے ضعف کی حالت اور سواریوں کی کمی کا اندازہ لگالیا، پھر اٹھ کر دوڑ کر جانے لگا اپنے اونٹ کی طرف، چنانچہ اس پر سوار ہو گیا اور اس کو ایڑ مار کر بھگانے لگا، سلمہ بن الاکوعؓ کہتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اسکا پیچھا کیا، اور یہ اونٹنی پورے لشکر کی اونٹنیوں میں سب سے افضل تھی، یعنی تیز دوڑنے میں، سلمہ کہتے ہیں، میں بھی اس کے تعاقب میں چلا پیدل دوڑتا ہوا (یہ تیز رفتاری میں بڑے مشہور و معروف تھے پیدل دوڑنے میں شہ سوار کو پیچھے کر دیتے تھے) چنانچہ آگے وہ اسی کو بیان کر رہے ہیں: فَأَدْرَكْتُهُ وَرَأْسُ النَّاقَةِ عِنْدَ وَرِكِ الْجَمَلِ، وَكُنْتُ عِنْدَ وَرِكِ النَّاقَةِ، سلمہ جو صورت حال بیان کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ دوڑنے میں سب سے آگے تو وہ مشرک تھا جو اونٹ پر سوار تھا، اور اس کے پیچھے قبیلہ اسلم کے وہ صحابیؓ تھے جو اپنی اونٹنی پر سوار تھے، سلمہ فرما رہے ہیں کہ دوڑتے دوڑتے ان صحابی کی ناقہ کا سر مشرک کی سواری کے سرین کے قریب پہنچ چکا تھا اور میں ان صحابی کی ناقہ کے سرین کے پاس بھاگتا بھاگتا پہنچ چکا تھا: ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ وَرِكِ الْجَمَلِ ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتَّى أَخَذْتُ بِخِطَامِ الْجَمَلِ یعنی میں نے ہمت کر کے ایک چھلانگ اور لگائی یہاں تک کہ میں ان صحابی کی جگہ آگیا یعنی اونٹ کے سرین کے قریب، پھر میں اور قوت سے آگے بڑھا حتی کہ میں نے مشرک سوار سے آگے نکل کر اس کے اونٹ کی نکیل پکڑلی اور اس اونٹ کو میں نے زمین پر بٹھا دیا اور اسی اثناء میں میں نے اپنی تلوار نیام میں سے نکال کر اس کافر کے رسید کی جس سے اس کا سر کٹ گیا اور وہ مشرک سواری پر سے گر گیا، پھر میں اس کی سواری کو مع اس کے ساز و سامان کے لے کر چل رہا تھا پس حضور ﷺ کو میں نے دیکھا کہ آپ مع اپنے چند اصحابؓ کے میری طرف چلے آرہے ہیں، اور آکر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس مشرک کو کس نے قتل کیا ہے لوگوں نے میرا نام لیا کہ سلمہ بن الاکوعؓ نے کیا ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: لَهُ سَلَبُهُ أَجْمَعُ کہ اس کافر کا تمام سلب ابن الاکوعؓ ہی کے لئے ہے۔

حدیث کی ترجمة الباب کیساتھ مطابقت: اس حدیث پر بھی ترجمۃ الباب کے ساتھ عدم مطابقت کا اشکال ہوتا ہے اس لئے کہ جمل احمر والا مشرک مستأمن کہاں تھا، چنانچہ اس حدیث پر امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے: بَابُ الْحَرْبِيِّ إِذَا دَخَلَ دَارَ الْإِسْلَامِ بِغَيْرِ أَمَانٍ، اس کی زائد سے زائد توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ روایت میں یہ ہے کہ یہ مشرک صحابہ کے ساتھ کھانے میں آکر شریک ہو گیا، اور ظاہر ہے کسی نے اس کو ٹوکا نہیں گویا یہ ایک طرح کا استیمان ہو گیا لیکن یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ توجیہ حدیث اور ترجمۃ الباب میں مناسبت پیدا کرنے کیلئے ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں کا حکم ایک ہی ہو، أي حكم الجاسوس الحربي والمستأمن، اس حدیث میں سلب مقتول کا ذکر ہے کہ وہ قاتل کیلئے ہے کما في الحديث: مَنْ

قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلَبُهُ [1]، لیکن یہ سلب کا مسئلہ اختلافی اور وسیع الذیل ہے یعنی اس کے تحت میں بہت سارے مسائل اور جزئیات ہیں جو عنقریب اپنے محل میں کتاب الجہاد ہی میں آنے والے ہیں۔ حديث الباب المختصر أخرجه البخاري والنسائي، والمفصل أخرجه مسلم، قاله المنذري۔

۱۱۱ ۔ بَابٌ فِي أَيِّ وَقْتٍ يُسْتَحَبُّ اللِّقَاءُ

دشمن پر حملہ کرنے کے لئے کونسا وقت اچھا ہے؟

یعنی کس وقت دشمن پر حملہ کرنا اور مقابلہ کرنا بہتر ہے۔

۲۶۵۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ. حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ النُّعْمَانَ يَعْنِي ابْنَ مُقَرِّنٍ، قَالَ: «شَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ، وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ، وَيَنْزِلَ النَّصْرُ».

ترجمہ حضرت نعمان بن مقرن نے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک جنگ کے موقع پر حاضر ہوا تو اگر آپ ﷺ شروع دن میں قتل و قتال نہ کرتے تو دشمن سے مقابلہ میں (یعنی جنگ میں) تاخیر فرماتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا اور ہوائیں چلنے لگتیں اور مدد (الٰہی) نازل ہوتی۔

تخریج صحيح البخاري - الجزية (۲۹۸۹) جامع الترمذي - السير (۱۶۱۲) جامع الترمذي - السير (۱۶۱۳) سنن أبي داود - الجهاد (۲۶۵۵)

شرح الحدیث نعمان بن مقرن فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے بعض مغازی میں شریک ہوا ہوں تو میں نے دیکھا کہ اگر آپ کسی وجہ سے دن کی شروع میں قتال نہیں کر سکے تو پھر قتال کو مؤخر فرماتے تھے زوال شمس تک کے لئے۔

یعنی اول تو آپ ﷺ دن کے شروع میں قتال فرمایا کرتے تھے اور اگر کسی وجہ سے اس وقت لڑائی شروع نہ ہو سکے تو پھر دن چڑھے لڑائی کی ابتداء نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ ظہر کے وقت کا انتظار فرمایا کرتے اور پھر نماز کے بعد جو خیر و برکت کا وقت ہوتا ہے اور نصرت کی ہوائیں چلتی ہیں اس وقت لڑائی شروع کرتے۔ حافظ لکھتے ہیں: فائدہ تاخیر قتال کا یہ ہے کہ اوقات صلاۃ محل ہیں اجابت دعا کا اور ہوا کے چلنے کا وقت ہے اور نشاط کے پیدا ہونے کا، ترمذی شریف میں نعمان بن مقرن کی یہ حدیث ذرا تفصیل سے ہے ولفظه: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ أَمْسَكَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَإِذَا طَلَعَتْ قَاتَلَ، فَإِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ أَمْسَكَ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ، فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ قَاتَلَ حَتَّى الْعَصْرِ، ثُمَّ أَمْسَكَ حَتَّى يُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ يُقَاتِلُ الحديث [2]۔ قلت: وقد تقدم في باب دعاء المشركين من حديث أنس: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] شرح معاني الآثار - كتاب السير - باب الرجل يقتل قتيلا في دار الحرب، هل يكون له سلبه أم لا؟ ۵۱۹۳

[2] جامع الترمذي - أبواب السير - باب ما جاء في الساعة التي يستحب فيها القتال ۱۶۱۲

كَانَ «يُغِيرُ عِنْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَكَانَ يَتَسَمَّعُ، فَإِذَا سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِلَّا أَغَارَ» [1]. وحديث الباب أخرجه البخاري والترمذي والنسائي، قاله المنذري.

١١٢ ـ بَابٌ فِي مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الصَّمْتِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

لڑائی کے وقت خاموش رہنے کا حکم

٢٦٥٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: «كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُونَ الصَّوْتَ عِنْدَ الْقِتَالِ».

ترجمہ حضرت قیس بن عباد سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کے صحابہؓ جنگ کے وقت آواز سے گفتگو کرنے کو بُرا سمجھتے تھے۔

٢٦٥٧ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ هَمَّامٍ، حَدَّثَنِي مَطَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمِثْلِ ذَلِكَ.

ترجمہ عبید اللہ بن عمر دوسری سند سے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح کی روایت بیان کرتے ہیں۔

شرح الأحاديث یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، کفار پر حملہ کے وقت شور وپکار کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ خاموشی کے ساتھ قتال کرتے تھے، شراح نے لکھا ہے کہ اس وقت میں شور وپکار سے شبہ ہوتا ہے گھبراہٹ، بے صبری، اور خوف کا، بخلاف متانت اور خاموشی کے کہ وہ دلیل ہے ثبات اور پختگی کی، بذل میں ہے کہ ملا علی قاریؒ نے یہاں پر ذکر اللہ کا استثناء کیا ہے لیکن اس استثناء کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی اس لئے کہ لڑائی کے وقت ذکر اللہ کے ساتھ آواز بلند کرنا کہاں ثابت ہے [2]۔

١١٣ ـ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَرَجَّلُ عِنْدَ اللِّقَاءِ

بوقتِ جنگ سواری سے اُتر کر پاپیادہ جنگ لڑنے کا بیان

٢٦٥٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: «لَمَّا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَانْكَشَفُوا نَزَلَ عَنْ بَغْلَتِهِ فَتَرَجَّلَ».

ترجمہ حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کی جب (غزوہ) حنین کے روز مشرکین سے جنگ میں مڈبھیڑ

---

[1] سنن أبي داود — كتاب الجهاد — باب في دعاء المشركين ٢٦٣٤

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ٧ ص ٤٥٥، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ١٨١

ہوئی اور مسلمان بھاگنے لگے تو آپ ﷺ خچر سے اُتر گئے اور آپ ﷺ (مصلحت کی بناپر) پیدل روانہ ہو گئے۔

شرح الحدیث یعنی یہ کہ غازی پہلے سے تو سوار ہو اور پھر عین لڑائی اور حملہ کے وقت اپنی سواری سے نیچے اتر کر قتال کرے مطلب یہ ہے کہ اگر اس میں مصلحت سمجھے تو ایسا کر سکتا ہے، جیسا کہ حدیث الباب میں ہے: لَمَّا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَانْكَشَفُوا نَزَلَ عَنْ بَغْلَتِهِ فَتَرَجَّلَ۔

کہ غزوہ حنین میں جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، مشرکین کے تیروں کی کثرت سے منتشر ہونے لگے تو آنحضرت ﷺ اپنی سواری سے نیچے اتر کر پیدل دشمن کی طرف چلے، ایسا کرنے میں بہت سی مصلحتیں تھیں، مثلاً یہ کہ مشرکین کے تیروں کی وجہ سے آپ ﷺ کی سواری بدک کر پیچھے نہ ہٹنے لگے، اور یہ کہ آپ ﷺ کفار پر اپنی ثبات قدمی ظاہر کرتے تھے، نیز صحابہ کرام کی حوصلہ افزائی، کہ جو ان میں منتشر ہو گئے تھے آپ ﷺ کو پاپیادہ دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر مجتمع ہو جائیں، وغیرہ، اور اس سے آپ ﷺ کی کمال شجاعت کا ثابت ہونا تو ظاہر ہے ہی کہ آپ ﷺ اپنی سواری پر سے اتر کر باوجود صحابہ کے منتشر ہو جانے کے أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ [1] کہتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے، أوشرف وکرم وعلی آله وصحبه أجمعين۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي اتم منه في اثناء الحديث الطويل، قاله المنذري۔

١١٤۔ بَابٌ فِي الْخُيَلَاءِ فِي الْحَرْبِ

جنگ میں تکبر کرنا

٢٦٥٩ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: «مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللهُ، فَأَمَّا الَّتِي يُحِبُّهَا اللهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيبَةِ، وَأَمَّا الْغَيْرَةُ الَّتِي يُبْغِضُهَا اللهُ فَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ رِيبَةٍ، وَإِنَّ مِنَ الْخُيَلَاءِ مَا يُبْغِضُ اللهُ، وَمِنْهَا مَا يُحِبُّ اللهُ، فَأَمَّا الْخُيَلَاءُ الَّتِي يُحِبُّ اللهُ فَاخْتِيَالُ الرَّجُلِ نَفْسَهُ عِنْدَ الْقِتَالِ، وَاخْتِيَالُهُ عِنْدَ الصَّدَقَةِ، وَأَمَّا الَّتِي يُبْغِضُ اللهُ فَاخْتِيَالُهُ فِي الْبَغْيِ» قَالَ مُوسَى: «وَالْفَخْرِ»۔

ترجمہ حضرت جابر بن عتیکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ غیرت دو طرح کی ہے: ① ایک تو وہ جو کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے ② دوسری وہ جو کہ اللہ کو پسند نہیں۔ وہ غیرت جو کہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ہے وہ یہ ہے کہ شبہ اور تہمت کی جگہ پر ہو (اور قوی قرائن موجود ہوں جیسے کہ کسی شخص کی بیوی سے کوئی شخص خلوت میں آکر ہنسی مذاق کرے بذل المجہود) اور وہ غیرت جو کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں وہ یہ کہ شبہ اور تہمت کے بغیر ہو اسی طرح تکبر کی بھی ایک قسم اللہ تعالیٰ کو

[1] صحیح مسلم – کتاب الجهاد والسير – باب في غزوة حنين ١٧٧٦

ناپسند ہے اور ایک پسندیدہ ہے۔ جو (تکبر) پسندیدہ ہے وہ یہ کہ انسان، کفار سے جہاد کے وقت غرور کرے اور راہ الٰہی میں (صدقہ) دیتے وقت (یعنی بخوشی صدقہ دیتے وقت اپنے صدقے کو حقیر جانے) اور جو (تکبر) ناپسندیدہ ہے یہ ہے کہ ظلم اور تعدی میں غرور کرے اور نسب میں فخر کرے اور لوگوں کو گھٹیا سمجھے۔

تخريج سنن النسائي - الزكاة (٢٥٥٨) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٥٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٤٤٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٤٤٦) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٢٦)

شرح الحديث: اس حدیث میں دو جزء ہیں: ① ایک غیرت سے متعلق ② اور ایک فخر اور خیلاء سے جزء ثانی ہی کو ترجمۃ الباب سے مطابقت ہے، وہ یہ کہ آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ بعض قسمیں تکبر کی ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ ہیں، اور بعض قسمیں اسکی ایسی بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، قسم ثانی کا مصداق وہ فخر اور بڑائی کا اظہار جو دشمن کے سامنے لڑائی کے وقت کیا جائے، دشمن کو مرعوب کرنے کیلئے اپنی بہادری جتلائے، زبان سے بھی اور نقل و حرکت سے بھی، اور ایسے ہی وہ خیلاء جو صدقہ خیرات کے وقت ہو، اور صدقہ میں خیلاء یہ ہے کہ چاہئے جتنی بڑی مقدار صدقہ کی ہو اس کو کثیر نہ سمجھے بلکہ اس کی قلت کا اظہار کرے، نیز بہت خوش دلی کے ساتھ اور انبساط کیساتھ صدقہ کرے، اور اختیال کی قسم اول جو مبغوض عند اللہ ہے وہ آدمی کا اکڑنا اور خوش ہونا ہے دوسروں پر ظلم اور زیادتی کرنے ہیں۔

اور حدیث کا دوسرا جزء جو غیرت سے متعلق ہے اس کے بارے میں آپ ﷺ یہی فرمارہے ہیں کہ اس کی بھی دو قسمیں ہیں محبوب عند اللہ، اور مبغوض عند اللہ، غیرت کہتے ہیں کراهة المشاركة في أمر محبوب کو یعنی آدمی کا اپنی محبوب اور پسندیدہ چیز میں دوسرے شخص کی شرکت کو پسند نہ کرنا، جیسے عاشق اپنے معشوق کے بارے میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا اس سے تعلق قائم کرے، اور یہ کہ وہ معشوق کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہو، علی ہذا القیاس اپنی بیوی ہے، یہ کون چاہے گا کہ کوئی دوسرا اس کی طرف دیکھے یا رغبت کرے، پس آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ جو صفت غیرت کی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے وہ غیرت ہے جو واقعی محل شک اور محل تہمت میں ہو جس کو آپ ﷺ فرمارہے ہیں: الْغَيْرَةُ فِي الرِّيبَةِ اور وہ غیرت جو مبغوض ہے وہ وہ ہے جو بے محل ہو، خواہ مخواہ اور بلاوجہ، بات بالکل صحیح ہے اس لئے کہ جو غیرت بلاوجہ اور بے محل ہوگی وہ تو سراسر سوء ظن ہے، لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے اسی لئے اس کو مبغوض فرمارہے ہیں اور جو غیرت واقعی محل شک میں ہو وہ مطلوب اور پسندیدہ [1] ہے، والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

---

[1] مثلاً اگر کسی شخص کو اپنی بیوی کے بارے میں اس وجہ سے غصہ اور غیرت آئے کہ وہ فلاں اجنبی کو جھانکتی ہے یا کوئی اجنبی اس کو دیکھتا ہے تو یہ بات اگر کسی قرینہ کی وجہ سے ہے تب تو یہ اس کی غیرت محبوب ہے اور اگر بلاوجہ ہو تو مبغوض ہے۔

١١٥ ـ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسْتَأْسَرُ

اگر کوئی دشمن کے ہاتھوں قید ہو جائے تو؟

ترجمة الباب کی شرح: یستأسر کو معروفاً و مجہولاً دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان لڑائی وغیرہ میں کفار کے گھیرے میں آجائے تو اس کو کیا کرنا چاہئے، اپنے آپ کو ان کے حوالہ کر دے، اور ان کی قید کو قبول کرے، یا یہ کہ ان کے ساتھ مزاحمت کرے، اور ان کی قید قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو، امام بخاریؒ نے بھی اس مضمون پر باب باندھا ہے: بَابٌ هَلْ يَسْتَأْسِرُ الرَّجُلُ وَمَنْ لَمْ يَسْتَأْسِرْ، میرا ذوق یہ کہتا ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں جز ثانی (وَمَنْ لَمْ يَسْتَأْسِرْ) بڑھا کر عدم استیسار کو افضل قرار دیا ہے، یعنی یہ کہ گو ایسے آڑے وقت میں کافر کی قید قبول کرنا جائز ہے، لیکن اولیٰ یہی ہے کہ کافر کی بات پر اعتماد نہ کرے، اور اس کی قید کو قبول نہ کرے۔

٢٦٦٠ ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةً عَيْنًا، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ فَنَفَرُوا لَهُمْ هُذَيْلٌ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ، فَلَمَّا أَحَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ لَجَئُوا إِلَى قَرْدَدٍ، فَقَالُوا لَهُمْ: انْزِلُوا فَأَعْطُوا بِأَيْدِيكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا، فَقَالَ عَاصِمٌ: أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةِ نَفَرٍ، وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ: مِنْهُمْ خُبَيْبٌ، وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ، وَرَجُلٌ آخَرُ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا، فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هَذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ، وَاللهِ لَا أَصْحَبُكُمْ إِنَّ لِي بِهَؤُلَاءِ لَأُسْوَةً، فَجَرُّوهُ فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَقَتَلُوهُ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا قَتْلَهُ، فَاسْتَعَارَ مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا، فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ لِيَقْتُلُوهُ قَالَ لَهُمْ: خُبَيْبٌ دَعُونِي أَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: وَاللهِ لَوْلَا أَنْ تَحْسَبُوا مَا بِي جَزَعًا لَزِدْتُ".

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دس افراد کو جاسوسی کیلئے روانہ فرمایا اور ان لوگوں کا امیر عاصم بن ثابت کو مقرر فرمایا۔ چنانچہ (قبیلہ) ہذیل کے سو تیر انداز افراد ان کے (مقابلے کیلئے) نکلے۔ عاصم نے جب ان کو دیکھا تو ان کے دس ساتھی ٹیلہ پر چھپ گئے (لیکن مشرکین نے ان کو گھیرے میں لے لیا) کفار نے ان لوگوں سے کہا کہ نیچے آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم لوگ تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تم لوگوں میں سے کسی شخص کو ہلاک نہیں کریں گے۔ حضرت عاصم نے کہا کہ میں کسی بھی قیمت پر مشرک کی پناہ میں نہیں آؤں گا۔ اس بات پر مشرکین نے ان کو تیروں سے قتل کر دیا۔ عاصم اور ان کے ساتھی سات افراد کو مشرکین نے قتل کر دیا اور تین اشخاص مشرکین کے اقرار پر اعتماد کر کے نیچے آ گئے ان لوگوں میں سے حضرت خبیب، حضرت زید بن دثنہ اور ایک دوسرا شخص (جس کا نام عبد اللہ بن طارق تھا) جب یہ لوگ

مشرکین کے قبضہ میں آگئے تو ان لوگوں نے اپنی کمانوں کے تانت کھول کر ان لوگوں کو باندھ دیا۔ تیسرے آدمی نے کہا (یعنی عبداللہ بن طارق نے) کہ یہ پہلی عہد شکنی ہے اللہ کی قسم میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ میرے لئے ان لوگوں میں بہترین نمونہ ہے (یعنی میری خواہش ہے کہ میں بھی شہید ہو کر اپنے ساتھیوں سے ملوں) مشرکین نے ان کو گھسیٹا انہوں نے کفار کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا تو کفار نے ان کو بھی شہید کر دیا اب خبیب کفار کے پاس گرفتار رہے اور کافروں نے انہیں بھی شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا انہوں نے کافروں سے موئے زیر ناف کی صفائی کیلئے ایک اُسترا مانگا جس وقت مشرکین ان کو شہید کرنے کیلئے چل پڑے تو خبیبؓ نے ان لوگوں سے کہا مجھے ذرا مہلت دو میں دو رکعت ادا کر لوں۔ پھر کہا: اللہ کی قسم اگر تم لوگ یہ گمان نہ کرتے کہ میں قتل کئے جانے کے ڈر سے نماز ادا کر رہا ہوں تو میں مزید نماز پڑھتا۔

۲۶۶۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ، وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي زُهْرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ حضرت عمرو بن ابوسفیان بن اسید بن جاریہ جو کہ قبیلہ بنوزہرہ کا حلیف تھا اور نبی کریم ﷺ کے صحابی حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ رہنے والا تھا اس نے اسی طرح حدیث ذکر کی۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٨٠) صحيح البخاري - المغازي (٣٧٦٧) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٥٨) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٦٧) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٦٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٩٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣١١)

شرح الاحادیث مصنف نے اس باب میں سریۃ الرجیع کا واقعہ ذکر فرمایا ہے، یہ اصحاب سریہ دس اصحاب تھے جن کو حضور ﷺ نے عین یعنی جاسوس بنا کر خبر قریش لانے کیلئے مکہ مکرمہ کی جانب بھیجا تھا جن کا امیر آپ ﷺ نے عاصم بن ثابتؓ کو مقرر فرمایا تھا جیسا کہ یہاں حدیث میں تصریح ہے۔

فَنَفَرُوا لَهُمْ هُذَيْلٌ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ: یعنی جب یہ سریہ مکہ کی جانب جا رہا تھا تو راستہ ہی میں ان کی طرف قبیلہ ہذیل کے تقریباً سو آدمی تیر انداز قسم کے ان کے مقابلہ کیلئے نکل آئے، اور ظاہر بات ہے کہ یہ اصحاب سریہ تو خالی ہاتھ تھے، غیر مسلح، کیونکہ یہ تو صرف جاسوسی کیلئے جا رہے تھے نہ کہ لڑائی کیلئے، اب جب اچانک سو تیر انداز ان کے مقابلہ کیلئے آگئے تو یہ لوگ اپنی جان بچانے کیلئے ایک پہاڑی پر چڑھ گئے، جس کو راوی کہہ رہا ہے: فَلَمَّا أَحَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ لَجَئُوا إِلَى قَرْدَدٍ، الحاصل جب یہ لوگ پہاڑی پر چڑھ گئے تو ان تیر انداز مشرکین نے ان سے کہا انْزِلُوا کہ نیچے اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالہ کر دو اس طور پر کہ ہم تم سے معاہدہ کرتے ہیں، یعنی اس بات پر کہ تم میں سے کسی کو قتل نہ کریں گے، اس پر امیر سریہ عاصم بن ثابتؓ نے کہا: أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ، کہ میں تو کسی کافر کے ذمہ کے اعتبار کر کے نیچے اتروں گا نہیں (جو تم سے ہو سکے کر لو) اس پر ان مشرکین نے تیر اندازی کے ذریعہ عاصمؓ امیر سریہ اور ان کے سات عدد ساتھیوں کو ختم کر دیا وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ اب جو تین باقی رہ گئے تھے وہ ان کا عہد قبول کرتے ہوئے نیچے اتر آئے وہ...... یہ ہیں، خبیب بن عدیؓ، زید بن الدثنہؓ،

ور جل آخر (عبد اللہ بن طارقؓ) جب ان مشرکین نے ان تین پر قابو پالیا تو اپنی کمانوں کے او تار کھولنے لگے، اور ان او تار کے ذریعہ سے ان تین کو باندھنے لگے، خبیبؓ اور زیدؓ کو تو انہوں نے باندھ لیا، جب تیسرے شخص کو باندھنے لگے تو اس نے کہا: هَذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ. وَاللهِ لَا أَصْحَبُكُمْ، کہ یہ غدر اور نقض عہد کی ابتداء ہے یعنی باندھتے کیوں ہو واللہ میں تمہارے ساتھ ہر گز نہ جاؤں گا، اور یہ جو میرے ساتھی شہید کر دیئے گئے ہیں یہ میرے لئے بہترین اسوہ اور نمونہ ہیں، مشرکین ان کو کھینچ کر زبردستی لیجانے لگے لیکن انہوں نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا، تب مشرکین نے ان کو بھی قتل کر دیا، اب ذو باقی رہ گئے خبیبؓ اور زید بن الدثنہؓ ان دونوں کو وہ مشرک ہاتھ باندھنے کے بعد اپنے ساتھ لے گئے فَلَبِثَ خُبَيْبٌ أَسِيرًا روایت میں اختصار ہے، صرف خبیبؓ کا ذکر کیا حَتَّى أَجْمَعُوا قَتْلَهُ یہاں بھی اختصار ہے، بخاری کی روایت میں تفصیل ہے، چنانچہ اس میں اس طرح ہے: فَانْطَلَقُوا بِخُبَيْبٍ وَابْنِ دَثِنَةَ حَتَّى بَاعُوهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ، فَابْتَاعَ خُبَيْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا فَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عِيَاضٍ أَنَّ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُمْ حِينَ اجْتَمَعُوا اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوسَى یعنی وہ مشرکین حضرت خبیبؓ اور حضرت زید بن الدثنہؓ دونوں کو لے کر چلے گئے، اور ان دونوں کو مکہ میں لیجا کر فروخت کر دیا ان دو میں سے خبیبؓ کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا، اور حال یہ کہ خبیبؓ نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا، اب ظاہر ہے کہ خبیبؓ اب ایسے شخص کے ہاتھ میں پہنچ گئے جس کے باپ کے قاتل خبیبؓ ہیں تو وہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا، جو بھی سخت سے سخت معاملہ کرے کم ہے، بہر حال روایت میں یہ ہے کہ یہ خبیبؓ انکے یہاں چند روز تک رہے، آخر کار بنو الحارث نے جب خبیبؓ کے قتل کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنی موت اور شہادت کی تیاری میں اس گھر والوں سے استرہ طلب کیا زیر ناف بالوں کو صاف کرنے کیلئے فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ لِيَقْتُلُوهُ یہاں بھی اختصار ہے، اس روایت کا بقیہ حصہ خود ابو داؤد کی کتاب الجنائز میں بَابُ الْمَرِيضِ يُؤْخَذُ مِنْ أَظْفَارِهِ وَعَانَتِهِ میں آرہا ہے، وہاں یہ ہے: فَأَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ الحديث [1]، یعنی جس وقت خبیبؓ استحداد کر رہے تھے تو ایک چھوٹا سا بچہ کھیلتا کھیلتا انکے پاس پہنچ گیا، جسکو انہوں نے اپنی ران پر بٹھالیا، اتفاق سے اس منظر کو اس بچہ کی ماں نے دیکھ لیا وہ دیکھ کر گھبرا گئی، خبیبؓ نے جب یہ دیکھا تو انہوں نے اسکو سمجھایا کہ کیوں ڈرتی ہے اللہ نہ کرے میں اسکو قتل تھوڑا ہی کروں گا، بخاریؒ کی روایت میں اسکے بعد مزید تفصیل ہے، فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ لِيَقْتُلُوهُ الحاصل جب بنو الحارث انکو قتل کیلئے لے جانے لگے تو حضرت خبیبؓ نے ان سے فرمایا کہ مجھے ذرا مہلت دو دو رکعت پڑھنے کی چنانچہ انہوں نے اسکی مہلت دیدی، انہوں نے دو رکعت مختصر سی پڑھ کر سلام پھیر کر یہ کہا: واللہ! اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم میرے بارے میں موت کی گھبراہٹ کا گمان کرو گے تو میں اس نماز کو اور دراز کرتا، روایت میں ہے کہ انہوں نے ان لوگوں کیلئے کچھ بد دعائیں کیں: اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا

[1] سنن أبي داود – كتاب الجنائز – باب المريض يؤخذ من أظفاره وعانته ٣١١٢

وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا ، یااللہ! ان سب کو ایک ایک کرکے ہلاک کردے، روایت میں ہے، راوی کہتا ہے کہ وہ سال پورا نہیں ہونے پایا تھا کہ وہ سب ہلاک کردیئے گئے، ایک بھی ان میں سے زندہ باقی نہیں رہا۔ اس موقعہ پر حضرت خبیبؓ نے چند اشعار بھی کہے تھے شہادت کے ذوق وشوق میں:

فَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا ۔۔۔ عَلَى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي

وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ ۔۔۔ يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ [1]

صحیح بخاری کی روایت میں تو صرف دو ہی بیت ہیں باقی قصیدہ طویل ہے، جو دوسری سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے جس کو ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے بتامہا "لامع الدراری" کے حاشیہ میں اردو ترجمہ کے ساتھ طلبہ کی سہولت کیلئے تحریر فرمادیا ہے، اس کو ضرور دیکھا جائے۔

حضرت خبیبؓ کا قصیدہ: ہم ناظرین کی سہولت کیلئے یہیں نقل کرتے ہیں، اصل قصیدہ کی ابتداء اس طرح ہے حاشیہ لامع میں ہر ہر بیت کے بعد اس کا ترجمہ مذکور ہے:

لَقَدْ جَمَّعَ الْأَحْزَابُ حَوْلِي وَأَلَّبُوا ۔۔۔ قَبَائِلَهُمْ وَاسْتَجْمَعُوا كُلَّ مَجْمَعِ

میرے گرد بہت سے گروہ جمع ہورہے ہیں، اور انہوں نے بہت سے قبائل کو جمع کررکھا ہے اور زیادہ سے زیادہ مجمع اکٹھا ہورہا ہے۔

وَكُلُّهُمْ مُبْدِي الْعَدَاوَةَ جَاهِدٌ ۔۔۔ عَلَيَّ لِأَنِّي فِي وِثَاقٍ بِمَضْيَعِ

ہر ایک ان میں دشمنی کرنے والا ہے، اور میرے خلاف کوشش کرنیوالا ہے اسلئے کہ میں رسیوں میں جکڑا ہوا ہوں، اور بربادی کی جگہ پڑا ہوا ہوں۔

وَقَدْ جَمَّعُوا أَبْنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ ۔۔۔ وَقُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِيلٍ مُمَنَّعِ

اور ان لوگوں نے (میرا تماشہ دیکھنے کے واسطے) اپنی سب عورتوں اور بچوں کو جمع کررکھا ہے اور (سولی دینے کیلئے) قریب لایا گیا ہوں ایک بہت بڑے (درخت کے) تنے کے جو محفوظ ہے، یا بہت زیادہ طویل ہے۔

إِلَى اللّٰهِ أَشْكُو غُرْبَتِي ثُمَّ كُرْبَتِي ۔۔۔ وَمَا أَرْصَدَ الْأَحْزَابُ لِي عِنْدَ مَصْرَعِي

اللہ ہی سے شکوہ کرتا ہوں اپنی بے کسی کا اور اپنی مصیبت کا اور اس چیز کا جو ان کافر جماعتوں نے میرے قتل کے وقت میرے لئے تیار کررکھی ہے۔

فَذَا الْعَرْشِ ، صَبِّرْنِي عَلَى مَا يُرَادُ بِي ۔۔۔ فَقَدْ بَضَعُوا لَحْمِي وَقَدْ يَاسَ مَطْمَعِي

پس اے عرش کے مالک تو مجھے صبر عطا فرما اس چیز پر جس کا یہ لوگ میرے ساتھ ارادہ کررہے ہیں اور ان لوگوں نے میرے

---

[1] صحيح البخاري — كتاب المغازي — باب فضل من شهد بدرا ٣٧٦٧

گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں اور مجھے ہر اس چیز سے مایوسی ہو گئی ہے جسکی مجھے خواہش ہو (بڑی خواہش تو قید سے چھوٹ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری ہے اور زندگی کی خواہش بھی اس میں داخل ہو سکتی ہے)۔

وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَإِنْ يَشَأْ ... يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ شانہ کی پاک ذات کے سلسلہ میں ہو رہا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو برکت عطا فرمادے ٹکڑوں پر میرے اور اس بدن کے جو ٹکڑے کر دیا گیا ہے۔

وَقَدْ خَيَّرُونِي الْكُفْرَ وَالْمَوْتُ دُونَهُ ... وَقَدْ هَمَلَتْ عَيْنَايَ مِنْ غَيْرِ مَجْزَعِ

اور ان لوگوں نے مجھے اختیار دیا ہے کفر کا، اور بغیر اس کے موت کا (یعنی یا کفر اختیار کروں ورنہ موت کو) اور میری دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہیں بغیر کسی گھبراہٹ کے (اور گھبراہٹ نہ ہونیکی وجہ آگے آرہی ہے)۔

وَمَا بِي حِذَارُ الْمَوْتِ، إِنِّي لَمَيِّتٌ ... وَلَكِنْ حِذَارِي جَحْمُ نَارٍ مُلَفَّعِ

مجھے موت کا ڈر نہیں ہے اس لئے کہ (بہر حال میں ایک دن) ضرور مرنے والا ہوں، لیکن مجھے خوف اس آگ کی جسامت کا ہے جو بہت شعلوں والی ہے یا (انسانوں کو) کھاجانے والی ہے، مراد جہنم کی آگ ہے۔

تنبیہ: "آگ کی جسامت" یہ ترجمہ اس پر مبنی ہے کہ جَحْم کو تقدیم الحاء المہملہ علی الجیم کے ساتھ پڑھا گیا، لیکن صحیح "جَحم" بتقدیم الجیم علی الحاء ہے جو جحیم کا ماخذ ہے، اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا، (لیکن مجھے خوف اس دہکتی آگ کا ہے)۔

فَوَاللهِ مَا أَرْجُو إِذَا مِتُّ مُسْلِمًا ... عَلَى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ فِي اللهِ مَصْرَعِي

پس خدا کی قسم...... اگر میں بحالت اسلام قتل کر دیا جاؤں تو مجھے ذرا پرواہ نہیں کہ میں اللہ کے بارے میں کس کروٹ گرا۔

فَلَسْتُ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ تَخَشُّعًا ... وَلَا جَزَعًا إِنِّي إِلَى اللهِ مَرْجِعِي [1]

پس نہیں ہوں میں دشمن کے سامنے ظاہر کرنے والا کسی قسم کی عاجزی کو اور نہ کسی قسم کی گھبراہٹ کو، اس لئے کہ اللہ کی طرف مجھے لوٹنا ہے (إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ کی طرف اشارہ ہے) بعض نسخوں میں اس طرح ہے کہ

فَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا ... عَلَى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلَّهِ مَصْرَعِي

بخاری کی روایت میں ہے وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا، کہ حضرت خبیبؓ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قتل صبراً کے وقت ادائے رکعتین کی سنت جاری کی۔

یہ سریۃ الرجیع کا قصہ جنگ بدر کے بعد ۳ھ کا واقعہ ہے، اس قصہ سے معلوم ہوا کہ امیر سریہ عاصم بن ثابتؓ نے اسر مشرکین کو قبول نہیں کیا بلکہ شہادت کو اس پر ترجیح دی، البتہ باقی دو صحابیوں نے اسر کافر کا قبول کیا، علامہ عینیؒ اس حدیث کے فوائد کے ذیل

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام — ج ۲ ص ۱۷۶ - ۱۷۷ (ت مصطفى السقا وآخرون)

میں لکھتے ہیں کہ حضرت خبیبؓ اور ان کے دو ساتھیوں کے نزول میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے وقت میں کافر کی قید قبول کرنا جائز ہے، مہلب کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی جان بچانے کیلئے رخصت پر عمل کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، حضرت حسن سے بھی یہی منقول ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں، اور امام اوزاعیؒ سے فعل عاصمؓ کی ترجیح منقول ہے، یعنی ایسے وقت میں بجائے اسر کافر کے قبول کرنے کے شدت اختیار کرنا اولیٰ ہے (بذل [1])، والحديث أخرجه البخاري والنسائي، قاله المنذري۔

۱۱۶۔ بَابٌ فِي الْكُمَنَاءِ

کمین گاہ میں چھپ کر بیٹھنے کا بیان

کمناء جمع ہے کمین کی، کمین وہ شخص جو دشمن کی تاک اور گھات میں ہو، تاکہ موقع پر اس پر اچانک حملہ کر دے، کمین کا اطلاق اردو اور فارسی میں اس جگہ پر بھی ہوتا ہے جہاں چھپ کر بیٹھا جاتا ہے یعنی کمین گاہ پر جس کو فارسی میں دامگاہ بھی کہا جاتا ہے، دراصل یہ ماخوذ ہے کمون سے جو مقابل ہے بروز کا، بظاہر مصنف کا یہ مقصد ہے کہ تدابیر حرب میں سے ایک تدبیر کمین گاہ میں بیٹھنا بھی ہے جیسا کہ غزوہ احد میں ہوا جو حدیث الباب میں مذکور ہے۔

۲۶۶۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ، قَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرُّمَاةِ يَوْمَ أُحُدٍ وَكَانُوا خَمْسِينَ رَجُلًا عَبْدَ اللهِ بْنَ جُبَيْرٍ، وَقَالَ: «إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ، فَلَا تَبْرَحُوا مِنْ مَكَانِكُمْ هَذَا حَتَّى أُرْسِلَ لَكُمْ، وَإِنْ رَأَيْتُمُونَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَأَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ» . قَالَ: فَهَزَمَهُمُ اللهُ. قَالَ: فَأَنَا وَاللهِ رَأَيْتُ النِّسَاءَ يُسْنِدْنَ عَلَى الْجَبَلِ، فَقَالَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُبَيْرٍ الْغَنِيمَةَ - أَيْ قَوْمِ الْغَنِيمَةَ - : ظَهَرَ أَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُونَ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جُبَيْرٍ: أَنَسِيتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوا: وَاللهِ لَنَأْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيبَنَّ مِنَ الْغَنِيمَةِ، فَأَتَوْهُمْ فَصُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ وَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ.

ترجمہ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ احد میں تیر اندازوں پر جو کہ پچاس افراد تھے عبداللہ بن جبیر کو امیر مقرر فرمایا اور فرمایا: اگر تم لوگ یہ دیکھو کہ ہم لوگوں کو پرندے اُچک رہے ہیں جب بھی تم لوگ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا یہاں تک کہ تمہیں بلایا نہ جائے۔ اگر تم لوگ دیکھو کہ ہم نے مشرکین کو شکست دے دی اور ان کو روند ڈالا جب بھی تم لوگ اس جگہ سے نہ ہٹو جب تک کہ تمہیں بلایا نہ جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دے دی اور میں نے ان لوگوں کی عورتوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑوں پر چڑھنے لگیں (یعنی فرار ہونے لگیں) حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھیوں نے کہا کہ مالِ غنیمت لے لو تمہارے ساتھی (مسلمان) غالب آ گئے ہیں۔ اب کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟

---

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ۱٤ ص ۲۹٤ ، و بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۲ ص ۱۸۸

حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ نے کہا کہ کیا تم لوگ بھول گئے جو آنحضرت ﷺ نے تم سے کہا تھا (کہ اپنی جگہ سے ہر گز نہ ہٹنا)؟ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ تو جائیں گے اور مالِ غنیمت حاصل کریں گے۔ وہ لوگ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے پھیر دیئے اور ان لوگوں کو شکست ہوئی۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٧٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٧٦٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٨١٧) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٤٠) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٨٥) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٦٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٩٣/٤)

شرح الحدیث: یعنی حضور اقدس ﷺ نے جنگ احد کے موقع پر پچاس ایسے صحابہؓ کو جو تیر انداز تھے ایک ٹیلہ (جبل رماۃ جو جبل احد کے سامنے ہے) پر بٹھا کر عبد اللہ بن جبیرؓ کو ان پر امیر بنا دیا، اور ان کو تاکید یہ ہدایت فرمائی کہ اگر تم یہ بھی دیکھو کہ ہمیں یعنی مسلمانوں کے لشکر کو پرند نوچ رہے ہیں تب بھی تو لوگ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا جب تک میں تمہارے پاس قاصد نہ بھیجوں، اور چاہے ہم لوگ مشرکین کو پچھاڑ دیں، شکست دے دیں ان کو روند دیں تب بھی قَالَ: فَهَزَمَهُمُ اللهُ. قَالَ: فَأَنَا وَاللهِ رَأَيْتُ النِّسَاءَ، راوی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست دی اور میں نے دیکھا مشرکین کی عورتوں کو جان بچانے کیلئے پہاڑ پر چڑھتے ہوئے، اس صورت حال کو دیکھ کر عبد اللہ بن جبیرؓ کے اصحاب نے الْغَنِيمَةَ - أَيْ قَوْمِ الْغَنِيمَةَ کہا، اے ساتھیو! چلو غنیمت کو لوٹیں، ہمارا لشکر غالب آ گیا پھر کس چیز کا انتظار کر رہے ہو، اس پر عبد اللہ بن جبیرؓ نے فرمایا کہ تم نے اس بات کو بھلا دیا جو حضور ﷺ نے تم سے فرمائی تھی، لیکن وہ اس کے باوجود رکے نہیں اور نیچے اتر آئے فَصُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ وَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ ان کے اترنے کے بعد سب لوگ حیران اور پریشان ہو گئے، کیونکہ دوسری جانب سے بھی کفار چڑھ آئے اور مسلمان بیچ میں ہو گئے اور شکست کی صورت پیدا ہو گئی، والحديث أخرجه البخاري والنسائي، قاله المنذري۔

١١٧ - بَابٌ فِي الصُّفُوفِ

جنگ میں صف بندی کرنے کا بیان

یعنی قتال کیلئے صف بندی پہلے سے کرنا، امام ترمذیؒ کا ترجمہ اس میں زیادہ صاف اور واضح ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّفِّ وَالتَّعْبِئَةِ عِنْدَ الْقِتَالِ، تعبئه یعنی ترتیب...... لشکر کے دستوں میں سے ہر ایک دستہ کے لئے مناسب جگہ تجویز کر دینا اور اس کو اس سے آگاہ کر دینا تاکہ قتال شروع ہونے کے وقت ہر ایک دستہ اپنی متعین جگہ پر پہنچ جائے، امام ترمذیؒ نے اس باب کے تحت میں عبد الرحمن بن عوفؓ کی یہ حدیث ذکر کی ہے: عَبَّأَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَدْرٍ لَيْلًا[1] یعنی جنگ بدر کے موقعہ پر حضور ا نے ہم سب کی جگہیں رات ہی میں متعین فرما دی تھیں۔

٢٦٦٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْغَسِيلِ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ

[1] جامع الترمذي - كتاب الجهاد - باب ما جاء في الصف والتعبئة عند القتال ١٦٧٧

أَبِي أُسَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اصْطَفَفْنَا يَوْمَ بَدْرٍ: "إِذَا أَكْثَبُوكُمْ [1] - يَعْنِي: إِذَا غَشُوكُمْ - فَارْمُوهُمْ بِالنَّبْلِ وَاسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ".

ترجمہ حضرت ابو اُسید مالک بن ربیعہ سے روایت ہے کہ غزوۂ بدر کے دن جب ہم نے صف بندی کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب وہ کفار تمہارے قریب پہنچیں تو ان پر تیر پھینکو اور اپنے تیر بچا کے رکھو۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٤٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٧٦٣) صحيح البخاري - المغازي (٣٧٦٣) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٦٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٤٩٨)

شرح الحدیث حضرت ابو اسیدؓ صحابی فرماتے ہیں کہ جب جنگ بدر میں ہم لوگ اپنی اپنی صفوں میں آ گئے تو آپ ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی کہ جب یہ کفار تمہارے قریب آ جائیں تب تیر اندازی شروع کرنا، یعنی تم میں اور مشرکین میں جب اتنا فاصلہ رہ جائے کہ تمہارے تیر ان تک پہنچ سکیں تب تیر اندازی شروع کرنا، اور اگر اس سے پہلے تیر اندازی شروع کی جائیگی تو ظاہر ہے کہ تیر ضائع ہوں گے، کوئی دشمن تک پہنچے گا کوئی نہیں پہنچے گا اسی لئے آگے فرما رہے ہیں کہ اپنے تیروں کو بچا کر رکھو، بچانے کا مطلب یہی ہے کہ دور سے مار کر ان کو ضائع نہ کیا جائے، والحديث أخرجه البخاري، قاله المنذري۔

١١٨ - بَابٌ فِي سَلِّ السُّيُوفِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

﴿دشمن جس وقت نزدیک آ جائے اس وقت تلواریں کھینچ لی جائیں﴾

٢٦٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَجِيحٍ، - وَلَيْسَ بِالْمَلْطِيِّ - عَنْ مَالِكِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ: «إِذَا أَكْثَبُوكُمْ فَارْمُوهُمْ بِالنَّبْلِ، وَلَا تَسُلُّوا السُّيُوفَ حَتَّى يَغْشَوْكُمْ».

ترجمہ مالک بن حمزہ بن ابی اُسید ساعدی اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا جب مشرکین تم لوگوں کے نزدیک آ جائیں تو ان کو تیر مارو اور جب تک وہ تم لوگوں کے بالکل قریب نہ آ جائیں اور تم پر چھا نہ جائیں اپنی تلواروں کو نہ نکالو۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٤٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٧٦٣) صحيح البخاري - المغازي (٣٧٦٣) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٦٤) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٤٩٨)

شرح الحدیث یہ پہلی ہی حدیث کا دوسرا طریق ہے، اس میں سل سیوف کی زیادتی ہے جو پہلے طریق میں نہیں تھی، اسمیں استعمال سیف کا طریقہ بتلایا گیا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ جب مشرکین تھوڑے قریب ہوں تب تیر اندازی کی جائے،

---

[1] أي قربوا كم من كثب، وأكثب إذا قارب والكثب القرب، وفي نسخة إذا كثبوكم. (بذل ج ١٢ ص ١٩٢)

اور جب زیادہ قریب آجائیں تو اس وقت سیوف کا استعمال کیا جائے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صحابہ کرامؓ کو استعمال اسلحہ کے بارے میں ضروری ہدایات ہیں۔

۱۱۹۔ بَابٌ فِي الْمُبَارَزَةِ

جنگ کے لئے صف سے نکلنے کا بیان

ترجمة الباب کی شرح ومذاہب ائمہ: قتال اور مقابلہ کی دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک اجتماعی دوسری انفرادی یعنی پوری جماعت، جماعت پر حملہ کرے اور یا مقابلہ فرداً فرداً ہو، فرداً فرداً مقابلہ پر آنے کو مبارزۃ کہتے ہیں، یعنی صف قتال سے ایک بہادر نکل کر سامنے میدان میں آئے اور کہے: هل من مبارز ہے کوئی میرے مقابلہ پر آنے والا؟ اس باب میں مصنف اسی کو بیان کر رہے ہیں کہ آیا ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز، سو اگر مبارزۃ بإذن الإمام ہو تب تو اسکے جواز میں کوئی کلام ہی نہیں، عند الأكثر ومنهم الأئمة الأربعة سوى الحسن فانه لم يجزها مطلقا، اور اگر بدون اذن الإمام ہو تب بھی عند الجمهور، ومنهم مالك والشافعي جائز ہے، ففي المغني: وأما المبارزة فيجوز بإذن الامير في قول عامة أهل العلم إلا الحسن فانه لم يعرفها وكرهها، إلى آخر ماذكر [1]، لیکن اس میں حنابلہ کا اختلاف ہے انکے یہاں اس میں تفصیل ہے، ابن قدامہؒ نے اسکی تین صورتیں لکھی ہیں: ① ایک صورت میں مستحب ہے، ② ایک میں مباح ③ اور ایک میں مکروہ، مستحب اس صورت میں ہے جب اسکی ابتداء کفار کی جانب سے ہو، اور مقابلہ پر آنے والا قوی شجاع ہو، بإذن الإمام، اور مباح اس صورت میں ہے جبکہ اسکی ابتداء ایسے مرد مسلم کی طرف سے ہو جو شجاع قوی ہو، اور مکروہ اس صورت میں جبکہ اسکی ابتداء مسلم ضعیف کی طرف سے ہو۔

٢٦٦٥ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ. أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: تَقَدَّمَ - يَعْنِي عُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ - وَتَبِعَهُ ابْنُهُ وَأَخُوهُ فَنَادَى مَنْ يُبَارِزُ؟ فَانْتَدَبَ لَهُ شَبَابٌ مِنَ الْأَنْصَارِ. فَقَالَ: مَنْ أَنْتُمْ؟ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ: لَا حَاجَةَ لَنَا فِيكُمْ إِنَّمَا أَرَدْنَا بَنِي عَمِّنَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قُمْ يَا حَمْزَةُ، قُمْ يَا عَلِيُّ، قُمْ يَا عُبَيْدَةُ بْنَ الْحَارِثِ». فَأَقْبَلَ حَمْزَةُ إِلَى عُتْبَةَ، وَأَقْبَلْتُ إِلَى شَيْبَةَ، وَاخْتُلِفَ بَيْنَ عُبَيْدَةَ وَالْوَلِيدِ ضَرْبَتَانِ فَأَثْخَنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ، ثُمَّ مِلْنَا عَلَى الْوَلِيدِ فَقَتَلْنَاهُ، وَاحْتَمَلْنَا عُبَيْدَةَ.

ترجمہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ عتبہ بن ربیعہ مقابلہ کے لئے آگے بڑھا اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ اور بھائی (یعنی شیبہ بن ربیعہ) اس کے پیچھے آیا، پھر عتبہ نے آواز لگائی کون ہمارے مقابلہ کیلئے آتا ہے؟ تو انصار میں سے کئی نوجوانوں (عبداللہ بن رواحہ، عوف بن عفراء اور معوذ بن عفراء) نے جواب دیا تو عتبہ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ انصار کے جوانوں نے

---

[1] المغني والشرح الكبير ج ١٠ ص ٣٩٤

اپنا قبیلہ، نام ونسب کا تعارف کرایا۔ اس نے یہ سن کر کہا کہ مجھے تم لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہم لوگ تو صرف اپنے چچا کی اولاد سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حمزہ! کھڑے ہو جاؤ اور اے علی! کھڑے ہو جاؤ اور اے حارث کے لڑکے عبیدہ! کھڑے ہو جاؤ۔ تو حضرت حمزہ عتبہ کی جانب لڑائی کرنے کیلئے متوجہ ہوئے اور اس کو قتل کر دیا اور میں شیبہ کی جانب متوجہ ہوا تو اتنے میں عبیدہ اور ولید کے درمیان شمشیر زنی کا تبادلہ ہوا اور دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کر دیا۔ پھر ہم نے بھی ولید پر حملہ کر دیا اور اس کو قتل کر دیا اور عبیدہ کو میدانِ جہاد سے اُٹھا لائے۔

سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٦٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١١٧)

شرح احادیث: حضرت علیؓ سے روایت ہے (کہ جنگ بدر میں) تین کافر عتبہ بن ربیعہ اور اس کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عتبہ، اور عتبہ کا بھائی شیبہ بن ربیعہ یہ تین میدان جنگ میں آگے بڑھے اور ہر ایک نے للکار کر کہا: مَنْ يُبَارِزُ؟ تو ان کے جواب میں تین نوجوان انصاری میدان میں آئے (عبد اللہ بن رواحہ، عوف بن عفراء، معوذ بن عفراء) جب یہ مقابلہ پر آئے تو عتبہ نے سوال کیا: مَنْ أَنْتُمْ؟ انہوں نے بتلا دیا کہ ہم فلاں فلاں ہیں یعنی انصار، تو بڑے فخر اور تکبر سے کہنے لگا تمہاری ہم کو ضرورت نہیں، إِنَّمَا أَرَدْنَا بَنِي عَمِّنَا، ہمیں تو مقابلہ کیلئے اپنے خاندان قریش کے آدمی چاہئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان یہ سارا منظر دیکھ ہی رہے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قُمْ يَا حَمْزَةُ، قُمْ يَا عَلِيُّ، قُمْ يَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْحَارِثِ، چنانچہ یہ تینوں حضرات میدان میں آگئے چونکہ مقابلہ فرداً فرداً تھا اس لئے حضرت حمزہؓ عتبہ کی طرف متوجہ ہوئے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں: اور میں شیبہ کی طرف متوجہ ہوا (ان دونوں نے اپنے مقابل کو بحمد اللہ تعالیٰ نمٹا دیا) آگے حضرت علیؓ فرماتے ہیں: عبیدہؓ اور انکے مقابل ولید کے درمیان مقابلہ ہوتا رہا، ہر ایک نے دوسرے کو زخمی کر دیا (ہم چونکہ فارغ ہو چکے تھے اس لئے) مائل ہوئے ولید کی طرف اور اس کو قتل کر ڈالا، اور اپنے ساتھی عبیدہؓ کو میدان میں سے اٹھا کر لے آئے، حافظؒ نے لکھا ہے کہ یہ سب سے پہلی مبارزة ہے جو اسلام میں پیش آئی [1]، ابن قدامہ نے جواز مبارزة بإذن الإمام میں اس واقعہ کو بھی پیش کیا ہے اسکے علاوہ بھی اور بعض دوسری مثالیں اُسکی لکھی ہیں جن میں سے بعض میں اذن امام بھی ثابت نہیں، جو چاہے وہاں دیکھ لے، حدیث الباب سے معلوم ہو رہا ہے کہ مبارزة بإذن الإمام وبغير إذن الإمام دونوں جائز ہیں کما هو مسلك الجمهور، اس لئے کہ حمزہؓ و علیؓ کی مبارزة اگرچہ بالاذن تھی لیکن انصار کی مبارزة بدون إذن الإمام تھی، ولم ينكر عليهم النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم، قاله الخطابي [2]، یہاں ایک مسئلہ اور اختلافی ہے، وہ یہ کہ مبارز کی اعانت جائز ہے یا نہیں؟ قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ جائز نہ ہو کیونکہ مقابلہ فرد کا فرد سے ہے، چنانچہ امام اوزاعی اور سحنون مالکی کے نزدیک یہ اعانت مکروہ ہے لکن عند الجمهور تجوز لهذا الحديث

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٧ ص ٢٩٧

[2] معالم السنن ج ٢ ص ٢٧٩

(اوجز ❶) اس حدیث پر منذری نے سکوت کیا ہے اور اسکی تخریج نہیں کی، صحیح بخاری میں مختصراً یہ ہے، قیس بن عباد کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ: هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ❷ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے جنگ بدر میں مبارزۃ کی تھی حمزہؓ و علیؓ و عبیدہؓ اھ، فتح الباری میں حافظؒ لکھتے ہیں کہ اس روایت میں مبارزۃ کی تفصیل مذکور نہیں ہے اور پھر اس کے بعد حافظؒ نے سیرۃ ابن اسحاق وغیرہ سے اس مبارزین کی تفصیل ذکر کی ❸۔

۱۲۰۔ بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمُثْلَةِ

مثلہ کرنے کی ممانعت

مثلہ اسم مصدر ہے، اس کا مصدر مَثْل ہے یقال: مثلت بالحیوان مثلاً ومثلت بالقتیل، اور مثلت بالتشدید مبالغہ کیلئے ہے، کسی جانور یا انسان کو بری طرح قتل کرنا، اعضاء کو الگ الگ کر کے، لیکن روایت میں مجرد ہی آیا ہے (مجمع البحار ❹)۔

۲۶۶۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا مُغِيرَةُ، عَنْ شِبَاكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هُنَيِّ بْنِ نُوَيْرَةَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَعَفُّ النَّاسِ قِتْلَةً أَهْلُ الْإِيمَانِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بہتر طور پر قتل کرنے والے اہل ایمان ہوتے ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود – الجهاد (۲۶۶۶) سنن ابن ماجه – الديات (۲۶۸۱) سنن ابن ماجه – الديات (۲۶۸۲) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (۱/۳۹۳)

شرح الحدیث: مثلہ ابتداء اسلام میں جائز تھا بعد میں اس پر نہی وارد ہوئی اور اس کا جواز منسوخ ہو گیا جیسا کہ احادیث الباب سے معلوم ہو گا۔

أَعَفُّ النَّاسِ قِتْلَةً أَهْلُ الْإِيمَانِ: یعنی قتل کرنے میں سب سے زیادہ عفیف اور محتاط اہل ایمان ہوتے ہیں اس حدیث میں گویا اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اہل ایمان کسی کو قتل کرنے میں مثلہ نہیں کرتے اور اس سے بعد والی حدیث میں مثلہ سے صراحتہً نہی وارد ہے: كَانَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ، وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ، یعنی آپ ﷺ ہم کو صدقہ کی ترغیب دیتے تھے اور مثلہ سے منع کرتے تھے اور در مختار میں ہے کہ مثلہ ممنوع ہے کفار کے ساتھ بعد الظفر بهم أما قبله فلا بأس بها یعنی کسی کافر کا مثلہ کرنا اس پر قابو پانے کے بعد ناجائز ہے، اور قابو پانے سے پہلے اس پر قابو پانے کیلئے جیسے بھی ممکن

---

❶ أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ۹ ص ۲۲۰

❷ یہ دو مدعی ہیں جھگڑے ہیں اپنے رب پر (سورۃ الحج ۱۹)

❸ فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۷ ص ۲۹۷

❹ النهاية في غريب الحديث والأثر — ج ٤ ص ۲۹٤، مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار — ج ٤ ص ۵۳٦

ہو قتل کر سکتے ہیں، اس پر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: قال الزيلعي وهذا حسن ونظيره الإحراق بالنار[1]، یعنی احراق بالنار کا حال بھی یہی ہے کہ کسی کافر کا احراق اس پر قابو پانے کے بعد ناجائز ہے، اور قابو پانے سے پہلے جائز ہے، کر سکتے ہیں، تعذیب بالا حراق کا مسئلہ مستقل آگے آنیوالا ہے، حديث عبد الله أخرجه ابن ماجه قاله المنذري، وحديث سمرة سكت عليه المنذري۔

٢٦٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ الْهَيَّاجِ بْنِ عِمْرَانَ، أَنَّ عِمْرَانَ أَبَقَ لَهُ غُلَامٌ، فَجَعَلَ لِلَّهِ عَلَيْهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيْهِ لَيَقْطَعَنَّ يَدَهُ، فَأَرْسَلَنِي لِأَسْأَلَ لَهُ فَأَتَيْتُ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: «كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ، وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ» . فَأَتَيْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ».

ترجمہ: ہیاج بن عمران سے روایت ہے کہ عمران کا ایک غلام فرار ہو گیا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے نذر کی کہ اگر میں اس غلام کو پکڑ سکا تو اس کے ہاتھ کاٹ دوں گا۔ پھر عمران نے مجھے یہ مسئلہ معلوم کرنے کیلئے بھیجا تو میں نے سمرہ بن جندبؓ سے معلوم کیا انہوں نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو صدقہ دینے کی ترغیب دیتے تھے اور ہاتھ، پاؤں، ناک، کان کاٹنے سے منع فرماتے تھے۔ پھر میں عمران بن حصینؓ کے پاس آیا اور ان سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور مثلہ کرنے سے منع فرماتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٦٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٢٨) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٥٦)

١٢١ - بَابٌ فِي قَتْلِ النِّسَاءِ

عورتوں کو قتل کرنے کی ممانعت

جہاد میں نساء وصبیان اور شیخ فانی ان سب کو قتل کرنا جائز نہیں، فقہاء احناف نے اس کی تصریح کی ہے مگر بعض صورتوں میں ان کا قتل جائز ہے وہ یہ کہ یہ عورت یا صبی قتال میں شریک ہو یا وہ عورت مشرکین کی ملکہ ہو، اسی طرح صبی ملک، اور ایسے ہی وہ شیخ فانی جو تجربہ کار اور ذورائے ہو اس لئے کہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا درید بن الصمہ کے قتل کا غزوۂ حنین میں اس کے ذی رائے ہونے کی وجہ سے، حالانکہ اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی، لیکن اس میں امام مالکؒ اور اوزاعیؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک نساء اور صبیان کا قتل مطلقاً ناجائز ہے، ایسے ہی شیوخ کے بارے میں شافعیہ کا اختلاف ہے جو آئندہ حدیث میں آرہا ہے، یہاں تک کہ اگر مشرکین اپنی عورتوں اور بچوں کو بطور ڈھال کے استعمال کریں تب بھی ان پر تیر اندازی وغیرہ جائز نہیں، حتى لو تترس أهل الحرب بالنساء والصبيان لم يجز رميهم[2]۔

---

[1] رد المحتار على الدر المختار - ج ٦ ص ٢١٢

[2] حتى لو تترس أهل الحرب بالنساء والصبيان أو تحصنوا بحصن أو سفينة وجعلوا معهم النساء والصبيان لم يجز رميهم (الأبواب والتراجم لصحيح البخاري - ج ١ ص ٢٠٢ . ولفتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٦ ص ١٤٧)

۲۶۶۸ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ، وَقُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، «أَنَّ امْرَأَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُولَةً، فَأَنْكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت کو نبی کریم ﷺ نے کسی جنگ میں دیکھا اس کو قتل کر دیا گیا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۸۵۱) صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۸۵۲) صحيح مسلم - الجهاد والسير (۱۷٤٤) جامع الترمذي - السير (۱۵٦۹) سنن أبي داود - الجهاد (۲٦٦۸) سنن ابن ماجه - الجهاد (۲۸٤۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۲۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۲۳) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۷٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۹۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۰۰) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۱۵) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۲۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۲۳) موطأ مالك - الجهاد (۹۸۱) سنن الدارمي - السير (۲٤٦۲)

۲۶۶۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْمُرَقَّعِ بْنِ صَيْفِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّهِ رَبَاحِ بْنِ رَبِيعٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ فَرَأَى النَّاسَ مُجْتَمِعِينَ عَلَى شَيْءٍ فَبَعَثَ رَجُلًا، فَقَالَ: «انْظُرْ عَلَامَ اجْتَمَعَ هَؤُلَاءِ؟» فَجَاءَ فَقَالَ: عَلَى امْرَأَةٍ قَتِيلٍ. فَقَالَ: «مَا كَانَتْ هَذِهِ لِتُقَاتِلَ» قَالَ: وَعَلَى الْمُقَدِّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَبَعَثَ رَجُلًا، فَقَالَ: «قُلْ لِخَالِدٍ لَا يَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا عَسِيفًا».

ترجمہ: حضرت رباح بن ربیع سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک جنگ میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے آپ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ کسی چیز کے گرد جمع ہیں تو آپ ﷺ نے ایک شخص کو روانہ فرمایا کہ جاکر دیکھو کہ یہ کیسا مجمع ہے؟ تو وہ شخص آیا اور اس نے کہا کہ ایک عورت کو قتل کر دیا گیا ہے اس پر لوگوں کا ہجوم (ہو رہا) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عورت تو لڑائی نہیں کرتی تھی (پھر اسکو کس وجہ سے قتل کر دیا گیا)۔ راوی کہتا ہے کہ لشکر کے مقدمہ اگلے حصے پر خالد بن ولیدؓ تھے۔ تو آپ ﷺ نے ایک شخص کے ذریعے خالد بن ولیدؓ کو کہلوادیا کہ نہ کسی عورت کو قتل کرو اور نہ ہی کسی خدمت گار کو (جو کہ صرف خادم ہی ہو)۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (۲٦٦۹) سنن ابن ماجه - الجهاد (۲۸٤۲)

شرح الحدیث: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ فَرَأَى النَّاسَ مُجْتَمِعِينَ عَلَى شَيْءٍ الخ: رباح بن ربیع کہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ میں تھے (غزوۃ الفتح) تو آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو ایک جگہ جمع دیکھا، آپ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا کہ دیکھ کر آؤ یہ لوگ مجتمع کیوں ہیں، اس نے آکر جواب دیا کہ ایک کافرہ مقتول پڑی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: مَا كَانَتْ هَذِهِ لِتُقَاتِلَ کہ عورت تو قتال کرتی نہیں، مطلب یہ کہ پھر اس کو کیوں قتل کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت قتال کرے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے جیسا کہ جمہور کہتے ہیں خلافاً للإمام مالك، قاله الحافظ۔

قُلْ لِخَالِدٍ لَا يَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا عَسِيفًا: عسیف یعنی اجیر اور خادم جو مجاہد کے ساتھ اسکی خدمت کیلئے ہوتا ہے، اجیر کے بارے میں حضرتؒ نے بذل میں یہ لکھا ہے لم أر له ذكرا في كتب فقه الأحناف اه[1]، میں کہتا ہوں مغني المحتاج شرح المنهاج میں شافعیہ کی اس میں دو روایتیں لکھی ہیں جواز قتل اور عدم جواز، ولفظه: ويحل قتل راهب وأجير وشيخ وأعمى وزمن لا قتال فيهم ولا رأي في الأظهر، اور اس کی شرح میں ہے: لعموم قوله تعالى: { فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ [2] }. والثاني المنع؛ لأنهم لا يقاتلون فأشبهوا النساء والصبيان[3].

٢٦٧٠ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْتُلُوا شُيُوخَ الْمُشْرِكِينَ وَاسْتَبْقُوا شَرْخَهُمْ».

ترجمہ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بڑی عمر والے یعنی زیادہ طاقتور مشرک کو قتل کر ڈالو اور کم عمر نابالغ مشرکین کو رہنے دو۔

تخریج جامع الترمذي - السير (١٥٨٣) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٧٠)

شرح الحدیث ومذاهب الائمة شرخ شارخ کی جمع ہے یعنی صبی، اس حدیث سے شیوخ اور صبیان کے حکم کے درمیان فرق مستفاد ہو رہا ہے کہ اول کا قتل جائز ہے ثانی کا ناجائز لیکن حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک دونوں کا حکم یکساں ہے جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا، یعنی عدم جواز، لہذا حدیث حنفیہ اور مالکیہ کے خلاف ہوئی، اور شافعیہ کے موافق ہوئی اسلئے کہ ان کا قول اصح جواز قتل شیوخ ہے جیسا کہ ابھی مغني المحتاج سے اوپر گزرا ہے ہو کذا قال النووی، ہماری طرف سے حدیث کا جواب یہ ہے کہ شیخ کا استعمال کبھی شاب کے مقابلہ میں ہوتا ہے، اور کبھی صغیر و صبی کے مقابلہ میں، جیسا کہ یہاں حدیث میں صغیر کے مقابلہ میں ہو رہا ہے، اور جب شیخ کا استعمال صغیر کے مقابلہ میں ہوتا ہے تو اس سے مراد شاب ہوتا ہے، لہذا مطلب یہ ہوا کہ مشرکین کے بڑوں کو یعنی جوانوں کو قتل کیا جائے، اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے، یہ بات مشہور ہے کہ شیخ کا اطلاق کبھی کبیر یعنی اسن اور ضعیف پر ہوتا ہے اور کبھی اس کا اطلاق کامل فی الرجولیہ یعنی جوان اور بہادر اور گاہے کامل فی العلم یعنی استاد اور ماہر فی العلم پر ہوتا ہے، اور ہماری دلیل حضرت انسؓ کی وہ حدیث مرفوع بھی ہے جو بَابٌ فِي دُعَاءِ الْمُشْرِكِينَ میں گزر چکی لَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً الحديث[4]، وفي الأوجز: قوله "ولا صبيا ولا كبيرا هرما"، قال الباجي: يريد الشيخ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٢٠٠

[2] پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے: تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ اور پکڑو اور گھیرو اور بیٹھو ہر جگہ ان کی تاک میں (سورة التوبة ٥)

[3] مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج — ج ٤ ص ٢٩٥

[4] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب في دعاء المشركين ٢٦١٤

الهرم الذي بلغ من السن مالا يطيق القتال ولا ينتفع به في رأي، ولا مدافعة، فهذا مذهب جمهور الفقهاء أن لا يقتل، وبه قال أبو حنيفة ومالك، وللشافعي قولان، أحدهما: مثل قول الجماعة، والثاني: يقتل، والدليل مانقوله قول أبي بكر هذا ولا مخالف له، فثبت أنه إجماع اه[1]، اس میں حنابلہ کا مذہب نہیں آیا، وہ بھی اس میں جمہور ہی کے ساتھ ہیں ففی شرح العمدۃ ولا یقتل منهم صبي ولا مجنون ولا امرأة ولا راهب ولا شيخ فان ولا زمن ولا اعمى ولا من لا رأي لهم إلا أن يقاتلوا؟ الخ[2]، حديث عبد الله بن عمر أول حديث الباب أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي واما حديث رباح بن ربيع فأخرجه النسائي وابن ماجه والحديث الثالث حديث سمرة بن جندب أخرجه الترمذي، قاله المنذري۔

۲۶۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "لَمْ يُقْتَلْ مِنْ نِسَائِهِمْ - تَعْنِي بَنِي قُرَيْظَةَ - إِلَّا امْرَأَةٌ، إِنَّهَا لَعِنْدِي تُحَدِّثُ تَضْحَكُ ظَهْرًا وَبَطْنًا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتُلُ رِجَالَهُمْ بِالسُّيُوفِ، إِذْ هَتَفَ هَاتِفٌ بِاسْمِهَا أَيْنَ فُلَانَةُ؟ قَالَتْ: أَنَا. قُلْتُ: «وَمَا شَأْنُكِ؟» قَالَتْ: حَدَثٌ أَحْدَثْتُهُ. قَالَتْ: «فَانْطَلَقَ بِهَا فَضُرِبَتْ عُنُقُهَا، فَمَا أَنْسَى عَجَبًا مِنْهَا أَنَّهَا تَضْحَكُ ظَهْرًا وَبَطْنًا وَقَدْ عَلِمَتْ أَنَّهَا تُقْتَلُ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو قریظہ کی خواتین میں سے کوئی خاتون قتل نہیں کی گئی لیکن ایک خاتون جو کہ میرے پاس بیٹھی ہوئی گفتگو کر رہی تھی اور وہ ہنستی جارہی تھی اور ہنسی کی وجہ سے اسکی پشت اور اسکے پیٹ میں بل پڑ رہے تھے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں اسکے مردوں کو قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ ایک آواز دینے والے نے اسکا نام لے کر آواز دی کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں ہوں۔ اماں عائشہؓ فرماتی ہیں: میں نے معلوم کیا کہ یہ تم کو کیا ہو گیا (یعنی کس وجہ سے تمہارا نام پکارا جارہا ہے) اس نے کہا کہ میں نے ایک نیا کام کیا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی ہیں)۔ اماں عائشہؓ نے فرمایا کہ پھر وہ پکارنے والا شخص اسکو لے گیا اور اس عورت کو قتل کر ڈالا۔ اماں عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں ابھی تک فراموش نہیں کر سکی کہ اس وقت مجھ کو تعجب ہوا تھا کہ وہ عورت اس قدر ہنستی جارہی تھی کہ اسکی پشت اور پیٹ میں بل پڑتے تھے حالانکہ اسکو علم تھا کہ وہ قتل کی جانے والی ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الجهاد (۲۶۷۱) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۷۷/۶)

شرح الحدیث: اس حدیث میں قتل بنو قریظہ کا ذکر ہے جو کہ مشہور واقعہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود بنی قریظہ کے رجال کو قتل کیا تھا اور عورتوں بچوں کو قید کیا تھا، مگر ایک عورت جسکا ذکر حضرت عائشہؓ فرمارہی ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ یہود بنو قریظہ کی ایک عورت (قیل اسمها نباتہ) میرے پاس بیٹھی بات چیت کر رہی تھی، اور بات کرتے وقت ایسی ہنس رہی تھی کہ بہت زیادہ، جیسے کہتے ہیں ہنسی میں لوٹ پوٹ ہونا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مردوں کو باہر قتل کر رہے تھے، اسی اثناء میں ایک آواز

---

1. أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۹ ص ۷۹
2. عمدة الفقه في المذهب الحنبلي - ص ۱۴۲

دینے والے نے اس عورت کا نام لیکر آواز دی: أَيْنَ فُلَانَةُ؟ وہ بولی: أَنَا یعنی ہاں میں موجود ہوں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ (تجھے کیوں پکارا جارہا ہے) تو اس نے جواب دیا: حَدَثٌ أَحْدَثْتُهُ کہ میں نے ایک حرکت کر رکھی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ اس کو میرے پاس سے لیجایا گیا اور اس کی گردن ماردی گئی، عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے اس بات پر ہمیشہ تعجب ہوتا رہا کہ وہ اس قدر بے اختیار ہو کر ہنس رہی تھی حالانکہ وہ جانتی تھی کہ میرے قتل کا نمبر آنے والا ہے، کہا گیا ہے کہ اس عورت نے خلاد بن سویدؓ کو قتل کر دیا تھا، کمبخت نے ان پر چکی کا پاٹ الٹ دیا تھا، وقیل كانت شتمت النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم [1]، شاتم نبی کا مسئلہ ہمارے یہاں کتاب الحدود میں ایک باب کے تحت ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا، اور بذل [2] میں یہاں اس جگہ مذکور ہے دیکھ سکتے ہیں۔

٢٦٧٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ ابْنِ جَثَّامَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّارِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُبَيَّتُونَ فَيُصَابُ مِنْ ذَرَارِيِّهِمْ وَنِسَائِهِمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هُمْ مِنْهُمْ» وَكَانَ عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ دِينَارٍ يَقُولُ: «هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ» قَالَ الزُّهْرِيُّ: «ثُمَّ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت صعب بن جثامہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے مشرکین کے اہل خانہ کے متعلق دریافت کیا کہ شب خون مارتے وقت ان کی عورتیں اور بچے بھی قتل کر دیئے جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بھی انہی میں سے ہیں۔ عمرو بن دینار نے کہا کہ ان کے والد کی اولاد میں سے ہیں۔ زہری نے کہا کہ پھر آپ ﷺ نے خواتین اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٥٠) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٤٥) جامع الترمذي - السير (١٥٧٠) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٧٢) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٣٩) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٣٨) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٧٢) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٧٣)

شرح الحدیث آپ ﷺ سے سوال کیا گیا مشرکین کے اہل خانہ کے بارے میں جن پر شب خون مارا جارہا ہو، اور اس شب خون میں انکی عورتیں اور بچے مارے جائیں، حاصل سوال یہ ہے کہ نساء مشرکین اور ذراری مشرکین کے قتل کی تو اصالۃً ممانعت ہے، اور رات کی لڑائی میں ظاہر ہے کہ عورتوں اور بچوں کے مارے جانے کا قوی امکان ہے، تو آپ ﷺ سے اس کا حکم دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: هُمْ مِنْهُمْ یعنی مشرکین کی عورتوں اور بچے اس صورت میں رجال مشرکین ہی کے حکم میں ہیں، یعنی ممانعت تو بالقصد ان کے مارنے سے ہے، قَالَ الزُّهْرِيُّ: ثُمَّ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

---

[1] معالم السنن — ج ٢ ص ٢٨١

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٢٠٢-٢٠٣

وسلم زہری راوی حدیث کہہ رہے ہیں کہ پھر بعد میں حضور ﷺ نے نساء اور ذراری کے قتل سے منع فرمادیا تھا، یہ زہری کی اپنی رائے ہے، نساء اور ذراری کے قتل کی ممانعت تو پہلے سے ہے اسی لئے سائل کو سوال کی ضرورت پیش آئی، لیکن اس سے یہ معلوم ہورہا ہے کہ ممانعت گو ہے لیکن اس صورت میں نہیں، بلکہ یہ صورت معفوعنہ ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه قاله المنذری۔

۱۲۲۔ بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ حَرْقِ الْعَدُوِّ بِالنَّارِ

دشمن کو آگ سے جلانے کی ممانعت

مسئلة الباب پر کلام: یہ تعذیب بالنار کا مسئلہ ہے، اس میں تفصیل یہ ہے کما قال ابن قدامة کہ دشمن پر قابو پانے کے بعد اسکی تحریق بالنار بالاتفاق ناجائز ہے، اور قابو پانے اور ان کو قید کرنے سے پہلے، اس صورت میں حکم یہ ہے کہ اگر بدون تحریق کے ان پر قابو پانا ممکن ہو تب تو ان کی تحریق جائز نہیں، البتہ جس صورت میں بدون تحریق کے قابو پانا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اکثر اہل علم کے نزدیک تحریق جائز ہے [1]۔ امام بخاری کا ترجمہ ہے: بَابُ لَا يُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللهِ اس ترجمہ کے تحت حافظ فرماتے ہیں کہ تحریق کے مسئلہ میں سلف کا اختلاف رہا ہے بعض صحابہ جیسے حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ اس کو مطلقا مکروہ کہتے تھے سواء کان ذلك بسبب کفر أو في حال مقاتلة أو کان قصاصا، اور بعض صحابہ جیسے حضرت علیؓ اور خالد بن الولیدؓ اس کو جائز قرار دیتے تھے، الی آخر ماذکر [2]، اور ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ ابو بکر صدیقؓ نے اہل ردۃ کی تحریق کا حکم فرمایا تھا اور ان کے اس حکم کی تعمیل خالد بن الولیدؓ نے کی تھی لیکن اب اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں رہا، یعنی اس کے عدم جواز پر اتفاق ہو گیا، (أي بعد أخذهم والقدرة عليهم) میں کہتا ہوں، کتاب الحدود کا پہلا باب "الْحُكْمِ فِيمَنِ ارْتَدَّ" کے تحت یہ روایت آرہی ہے أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَام أَحْرَقَ نَاسًا ارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ. فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ. فَقَالَ: لَمْ أَكُنْ لِأُحْرِقَهُمْ بِالنَّارِ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللهِ» الحديث [3]، یہ لوگ جن کی حضرت علیؓ نے تحریق کی تھی اس کا مصداق فرقہ سبائیہ ہے جو عبداللہ بن سبا یہودی کی طرف منسوب ہیں ان لوگوں نے حضرت علیؓ کے بارے میں الوہیت کا دعوی کیا تھا، کما هو مذکور في البذل في کتاب الحدود [4]۔

۲۶۷۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِزَامِيُّ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَمْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ،

[1] المغني والشرح الكبير — ج ۱۰ ص ۵۰۲، والأبواب والتراجم لصحيح البخاري — ج ۱ ص ۲۰۲

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٦ ص ۱۵۰

[3] سنن أبي داود - كتاب الحدود - باب الحكم فيمن ارتد ۴۳۵۱

[4] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۷ ص ۲۸۳

عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّرَهُ عَلَى سَرِيَّةٍ قَالَ: فَخَرَجْتُ فِيهَا، وَقَالَ: «إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا فَأَحْرِقُوهُ بِالنَّارِ». فَوَلَّيْتُ فَنَادَانِي فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ: «إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا فَاقْتُلُوهُ وَلَا تُحْرِقُوهُ، فَإِنَّهُ لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ».

ترجمہ حضرت حمزہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ان کو ایک چھوٹے لشکر کا سپہ سالار مقرر فرمایا انہوں نے بیان کیا کہ میں (جہاد کیلئے) نکلا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر فلاں مشرک ملے تو اس کو آگ میں ڈال کر جلا دینا میں جب پشت پھیر کر چل دیا تو رسول کریم ﷺ نے پھر آواز دی۔ میں واپس ہوا آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم فلاں شخص کو پاؤ تو اس کو قتل کر دینا (لیکن) آگ میں نہ جلانا کیونکہ آگ کا عذاب وہی دے گا کہ جو آگ کا مالک ہے۔

٢٦٧٤ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ، وَقُتَيْبَةُ، أَنَّ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ حَدَّثَهُمْ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ فَقَالَ: «إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا». فَذَكَرَ مَعْنَاهُ.

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں کو رسول کریم ﷺ نے ایک لشکر میں روانہ فرمایا اور فرمایا اگر تمہیں فلاں فلاں مشرک ملے اور اوپر والی روایت کی طرح بیان کیا۔

تخریج سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٧٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٤٩٤)

شرح الاحادیث حمزہ بن عمرو الاسلمیؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ کو ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا، چلتے وقت آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا فَأَحْرِقُوهُ بِالنَّارِ کہ اگر فلاں شخص کو پالو تو اسکو آگ میں جلا دینا جب میں جانے لگا تو آپ ﷺ نے مجھے آواز دے کر بلایا اور بلا کر یہ فرمایا کہ اس شخص کو اگر تم پاؤ تو قتل کرنا، اس کی تحریق نہ کرنا فَإِنَّهُ لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ گویا آپ ﷺ نے حکم سابق سے رجوع فرمالیا، فلاں سے مراد...... جیسا کہ بعض روایات میں تصریح ہے، ھبار بن الاسود ہے، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ھبار کا ایک رفیق بھی تھا جو ھبار کے ساتھ ہولیا تھا، ان دونوں کو اس سزا کا حکم اسلئے دیا گیا تھا کہ آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو جب انکے شوہر ابو العاص بن الربیع نے حضور ﷺ سے معاہدہ کے مطابق مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف سواری پر بٹھا کر روانہ کیا تھا، تو اس ھبار نے جس کے ساتھ ایک اور شخص بھی ہو لیا تھا، ان دونوں نے حضرت زینبؓ کی سواری اونٹ کے نیزہ مار کر ان کو گرا دیا تھا جبکہ وہ حاملہ بھی تھیں، اور وہیں سے ان کی بیماری شروع ہو گئی تھی، بعض کتابوں میں ھبار بن الاسود کے رفیق کا نام نافع بن عبد قیس آیا ہے۔ بذل میں بعض کتب سے نقل کیا ہے کہ اس سریہ کو جس کا ذکر یہاں حدیث الباب میں ہے، ھبار سے ملاقات کی نوبت نہیں آئی، لہٰذا وہ قتل بھی نہ ہو سکا، بلکہ روایت میں یہ آتا ہے کہ ھبار بعد میں اسلام لے آیا تھا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، حضرت زینبؓ کا یہ واقعہ کتاب النکاح میں بھی رد زینب الی ابی العاص بن الربیع والی حدیث کے ذیل میں گزر چکا۔

٢٦٧٥ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ ابْنِ سَعْدٍ -

قَالَ: غَيْرُ أَبِي صَالِحٍ - عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ فَرَأَيْنَا حُمَرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا، فَجَاءَتِ الْحُمَرَةُ فَجَعَلَتْ تَفْرِشُ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا» . وَرَأَى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا فَقَالَ: «مَنْ حَرَّقَ هَذِهِ؟» قُلْنَا: نَحْنُ. قَالَ: «إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ قضاءِ حاجت کیلئے تشریف لے گئے، ہم لوگوں نے ایک چڑیا کے مشابہ چھوٹا پرندہ دیکھا کہ جس کے دو بچے تھے۔ ہم نے بچوں کو پکڑ لیا وہ پرندہ زمین پر آکر اپنے پروں کو پھیلانے لگا اسی وقت رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: اس پرندہ کو کس نے بے چین کیا کہ اس کا بچہ لے لیا؟ اس کو اس کا بچہ دے دو اور آپ ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک بل دیکھا، ہم لوگوں نے اسکو جلا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس بل کو کس نے آگ لگائی؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم لوگوں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آگ سے عذاب دینا آگ پیدا کرنے والے کے بغیر کسی کیلئے مناسب نہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٧٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٤٠٤)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے عبد اللہ بن مسعودؓ فرمارہے ہیں کہ ہم حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے جب راستہ میں ایک منزل پر اترے تو آپ ﷺ تو قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے، ہم لوگوں کی نظر ایک پرندپر پڑی جس کے ساتھ اس کے دو چوزے بھی تھے، تو ہم نے اس کے چوزوں کو پکڑ لیا، تھوڑی دیر بعد وہ پرند یعنی چوزوں کی ماں آئی، اور جس شخص کے ہاتھ میں وہ چوزے تھے اس پر پھڑ پھڑانے لگی بیٹھنے لگی، کچھ دیر بعد آپ ﷺ تشریف لائے اور جب آپ نے وہ پرند اور چوزوں کا منظر دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کس نے تکلیف پہنچائی ہے اس چڑیا کو اس کے بچوں کی وجہ سے ان بچوں کو ان کی ماں کی طرف لوٹاؤ (اس سفر میں ایک واقعہ تو یہ پیش آیا، اور دوسرا واقعہ وہ جس کو راوی آگے بیان کر رہا ہے) اور آپ ﷺ نے چیونٹیوں کے بل کو دیکھا کہ ہم لوگوں نے اس کو جلا ڈالا تھا تو اس پر آپ ﷺ نے سوال فرمایا مَنْ حَرَّقَ هَذِهِ؟ إلى آخره، یہ پرند اور اس کے چوزوں کا واقعہ ایک دوسرے سیاق سے کتاب الجنائز کے شروع میں بھی آرہا ہے، اس میں کچھ اور اضافہ بھی ہے، نیز کتاب الأدب کے اخیر میں بَابٌ فِي قَتْلِ الذَّرِّ میں بھی یہ حدیث آرہی ہے۔

١٢٣ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُكْرِي دَابَّتَهُ عَلَى النِّصْفِ أَوِ السَّهْمِ

جو شخص جہاد میں مالِ غنیمت کے آدھے یا پورے حصہ پر اپنے جانور کرائے پر دے

یہ مسئلہ یہاں پر تو اپنے محل میں ہے اور اس سے پہلے یہ کتاب الطهارة میں بَابُ مَا يُنْهَى عَنْهُ أَنْ يُسْتَنْجَى بِهِ میں حدیث کے ذیل میں تبعاً آچکا ہے، اس کی طرف رجوع کیا جائے، اس قسم کا اجارہ امام احمدؒ اور اوزاعیؒ کے نزدیک جائز ہے، عند الجمہور جائز

نہیں، جمہور کی طرف سے جواب گذشتہ مقام میں گزر چکا۔

۲۶۷۶ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو زُرْعَةَ يَحْيَى بْنُ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَخَرَجْتُ إِلَى أَهْلِي فَأَقْبَلْتُ، وَقَدْ خَرَجَ أَوَّلُ صَحَابَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَفِقْتُ فِي الْمَدِينَةِ أُنَادِي أَلَا مَنْ يَحْمِلُ رَجُلًا لَهُ سَهْمُهُ؟ فَنَادَى شَيْخٌ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ: لَنَا سَهْمُهُ عَلَى أَنْ نَحْمِلَهُ عُقْبَةً وَطَعَامُهُ مَعَنَا. قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَسِرْ عَلَى بَرَكَةِ اللهِ تَعَالَى. قَالَ: فَخَرَجْتُ مَعَ خَيْرِ صَاحِبٍ حَتَّى أَفَاءَ اللهُ عَلَيْنَا، فَأَصَابَنِي قَلَائِصُ فَسُقْتُهُنَّ حَتَّى أَتَيْتُهُ، فَخَرَجَ فَقَعَدَ عَلَى حَقِيبَةٍ مِنْ حَقَائِبِ إِبِلِهِ، ثُمَّ قَالَ: سُقْهُنَّ مُدْبِرَاتٍ، ثُمَّ قَالَ: سُقْهُنَّ مُقْبِلَاتٍ فَقَالَ: مَا أَرَى قَلَائِصَكَ إِلَّا كِرَامًا. قَالَ: إِنَّمَا هِيَ غَنِيمَتُكَ الَّتِي شَرَطْتُ لَكَ. قَالَ: خُذْ قَلَائِصَكَ يَا ابْنَ أَخِي فَغَيْرَ سَهْمِكَ أَرَدْنَا".

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے (مجاہدین کے جمع کرنے کیلئے) غزوۂ تبوک میں منادی کرائی۔ میں اپنے گھر گیا، میں وہاں سے ہو کر آیا تو آپ ﷺ کے صحابہ پہلے ہی نکل چکے تھے۔ میں نے شہر میں آواز دینی شروع کر دی کہ ایسا کوئی شخص ہے جو کسی شخص کو سوار کرے اور مالِ غنیمت میں سے جو حصہ مجھے ملے وہ وصول کرلے۔ ایک انصاری بوڑھے شخص نے کہا کہ اچھا اسکا حصہ ہم لے لیں گے اور اسکو اپنے ساتھ باری باری سوار کریں گے اور ساتھ کھانا کھلائیں گے میں نے کہا: جی ہاں قبول ہے۔ اس بوڑھے نے کہا: تو پھر چلو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے۔ انہوں نے کہا کہ البتہ میں بہترین ساتھی کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو مالِ غنیمت عطا فرمایا اور میرے حصہ میں کچھ جوان اُونٹنیاں آئیں۔ میں ان اُونٹنیوں کو ہنکاتا ہوا اپنے دوست کے پاس لایا وہ نکلا اور ان اُونٹوں میں سے ایک اُونٹ کے پالان پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کہا کہ ان اُونٹوں کو میری جانب پشت کر کے چلاؤ۔ پھر کہا کہ ان اُونٹوں کو میری جانب رُخ کر کے ہانک دو اسکے بعد اس نے کہا: تمہاری اُونٹنیاں میری رائے میں بہت اچھی ہیں۔ میں نے یہ کہا کہ یہ تو تمہارا مال ہے جسکی میں نے شرط کی تھی۔ انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے تم اپنی اُونٹنیاں لے لو ہمارا مقصد تمہارے حصہ کے علاوہ ہے (ثواب آخرت کرنا ہے)۔

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت واثلہ بن الاسقعؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی طرف سے غزوۂ تبوک میں جانے کا اعلان ہوا، میں اعلان سنکر اپنے گھر گیا اور وہاں جا کر میں بھی اس طرف متوجہ ہوا، لیکن بہت سے صحابہؓ نکل چکے تھے (ان کے پاس چونکہ سواری نہیں تھی اسلئے وہ کہہ رہے ہیں کہ) میں مدینہ کی گلیوں میں اعلان کرتا ہوا پھر رہا تھا: أَلَا مَنْ يَحْمِلُ رَجُلًا لَهُ سَهْمُهُ؟ رجل سے مراد خود ان کی ذات ہے، کہ کوئی ہے ایسا شخص جو مجھے اپنی سواری پر سوار کرلے اس طور پر کہ میرا حصہ مال غنیمت کا اس کیلئے ہوگا، گویا سہم غنیمت کو سواری کی اجرت قرار دیا (اور ظاہر ہے کہ سہم غنیمت معلوم نہیں کہ حاصل ہوگا یا نہیں اور نہ اس کی مقدار معلوم ہے) لہٰذا یہ (اجارہ باجرۃ مجہولہ ہوا) میرے اس اعلان پر ایک شیخ انصاریؓ نے لبیک کہا، یعنی وہ

اس کیلئے تیار ہو گیا اور اس نے کہا کہ میرے لئے اس کا سہم ہو گا اس طور پر کہ میں اس کو اپنی سواری پر سوار کرتا رہوں گا باری باری، اور اس کا کھانا بھی ہماری ساتھ ہی ہو گا، واثلہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ بہتر ہے، شیخ انصاریؓ نے کہا کہ پھر چلو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر، واثلہؓ کہتے ہیں: میں بہت اچھے ساتھی کے ساتھ نکلا، مطلب یہ ہے کہ میں نے اس کو بہت اچھا پایا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال غنیمت عطا فرمایا جس میں مجھ کو چند اونٹنیاں ملیں، میں ان کو ہانک کر شیخ انصاری کے پاس لایا وہ بھی اندر سے نکل کر آیا، وہ ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ کے پالان پر بیٹھا اور بیٹھنے کے بعد اس انصاری نے مجھ سے کہا کہ ان کو ذرا چلاؤ پیچھے کی طرف، پھر کہا ذرا ان کو آگے کی طرف چلاؤ (یعنی ان اونٹنیوں کو آزمانے کیلئے) پھر وہ انصاری کہنے لگا مجھ سے تیری یہ اونٹنیاں تو بہت عمدہ ہیں، واثلہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ تو آپ ہی کی ہیں جیسا کہ میں نے شرط لگائی تھی، اس انصاری نے جواب دیا کہ میرے پیارے! پکڑ اپنی اونٹنیوں کو فَغَيْرَ سَهْمِكَ أَرَدْنَا ہمارا مطلوب تیری یہ اونٹنیاں تھوڑا ہی ہیں، ہماری مراد تو کچھ اور ہے یعنی ثواب آخرت۔

اجارہ کی جو صورت یہاں پائی گئی ہے وہ من حیث المسئلۃ والفقہ، ائمہ ثلاث اور جمہور کے خلاف ہے، اس کا ایک جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ فعل صحابی ہے، حدیث مرفوع نہیں، فلاحجۃ فیہ، امام احمدؒ اس کے جواز کے قائل ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب: اسکے بعد سمجھئے کہ یہاں ایک اشکال ظاہر ہے وہ یہ کہ غزوہ تبوک میں نہ تو قتال کی نوبت آئی تھی اور نہ ہی مال غنیمت حاصل ہوا تھا، تو پھر یہ کیسی غنیمت ہے اسکی کیا صورت ہوئی، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بسا اوقات بڑے غزوات میں یہ ہوتا تھا کہ ایک لشکر کسی جگہ جنگ کیلئے جا رہا ہے جس کا سفر طویل ہے، راستہ میں امیر لشکر کی رائے ہوتی ہے کہ قریب میں جو بستی ہے وہاں اس لشکر میں سے ایک دستہ بنا کر اس کو فتح کرنے کیلئے بھیج دیا جائے، اسکی نوبت بسا اوقات آتی رہتی تھی، چنانچہ لکھا ہے کہ غزوہ تبوک میں بھی ایسا ہی ہوا کہ تبوک کے قریب ایک قریہ واقع ہے دومۃ الجندل کے نام سے، جس کا رئیس اور امیر "اکیدر" نامی شخص تھا، حاشیہ نسائی میں لکھا ہے کہ یہ بڑا زمیندار اور نواب تھا، الحاصل حضور ﷺ نے قیام تبوک کے دوران خالد بن الولید کو ایک دستہ کا امیر بنا کر اسکی طرف روانہ فرمایا حضرت خالدؓ نے اس اکیدر پر قابو پا کر اسکو قید کر لیا تھا، اسکا طویل قصہ ہے، سیرۃ کی کتابوں میں دیکھ لیا جائے، غرضیکہ دومۃ الجندل کو فتح کرنے کے بعد اکیدر سے مصالحت ہو گئی تھی، جو مال مصالحت میں طے ہوا تھا اس کی مقدار کتابوں میں یہ لکھی ہے، ابل دو ہزار، فرس آٹھ سو، دروع (زرہیں) چار سو، رمح چار سو، تو حصول مال غنیمت کی یہ صورت ہوئی تھی، اس واقعہ کا ذکر ابو داود میں آگے کتاب الخراج میں بَابٌ فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ کے تحت اس طرح آرہا ہے: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى أُكَيْدِرِ دُومَةَ فَأُخِذَ فَأَتَوْهُ بِهِ، فَحَقَنَ لَهُ دَمَهُ وَصَالَحَهُ عَلَى الْجِزْيَةِ[1] اور اسکی تفصیل وہاں بذل[2] میں حضرت نے لکھی ہے جس کا ملخص سیرۃ المصطفیٰ میں اس طرح لکھا ہے، تبوک سے

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الخراج والإمارة والفيء - باب في أخذ الجزية ۳۰۳۷

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۳۷۷-۳۷۸

آپ ﷺ نے خالد بن الولیدؓ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ اکیدر کی طرف روانہ فرمایا جو ہرقل کی طرف سے دومۃ الجندل کا حاکم اور فرماں روا تھا، آپ ﷺ نے روانگی کے وقت خالد بن الولیدؓ سے فرمایا کہ وہ تم کو شکار کھیلتا ہوا ملے گا اسکو قتل نہ کرنا گرفتار کر کے میرے پاس لے آنا، ہاں وہ اگر انکار کرے تو قتل کر دینا، خالد چاندنی رات میں پہنچے، گرمی کا موسم تھا اکیدر اور اسکی بیوی قلعہ کی فصیل پر بیٹھے ہوئے گانا سن رہے تھے، اچانک ایک نیل گائے نے قلعہ کے پھاٹک سے آکر ٹکر ماری (نیل گائے کا شکار بہت مشکل کام ہے وہ بہت تیز دوڑتی ہے ہر ایک شکاری کے قابو میں بھی نہیں آتی، اسکے شکار کیلئے وہاں کے شکاری لوگ گھوڑوں کی تضمیر کرتے ہیں مگر اس وقت اللہ تعالیٰ کی شان کہ اللہ تعالیٰ کو اس سریہ کے فتح کا انتظام مقصود تھا وہ نیل گائے خود ہی آکر قلعہ کے دروازہ سے ٹکرانے لگی) اکیدر فوراً ہی مع اپنے بھائی اور چند عزیزوں کے شکار کیلئے اترا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اس نیل گائے کے پیچھے دوڑنے لگا، تھوڑی ہی دور نکلے تھے کہ خالد بن الولیدؓ آپہنچے، اکیدر کے بھائی حسان نے مقابلہ کیا وہ مارا گیا اور اکیدر جو شکار کرنے کیلئے نکلا تھا وہ خود خالد بن الولیدؓ کا شکار ہو گیا، خالدؓ نے کہا میں تم کو قتل سے پناہ دے سکتا ہوں بشرطیکہ تم میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا منظور کرو، اکیدر نے اسکو منظور کر لیا، خالد بن الولید اکیدر کو لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اکیدر نے دو ہزار اونٹ اور آٹھ سو گھوڑے اور چار سو زرہیں اور چار سو نیزے دیکر صلح کی اھ[1]۔

ایک اور سوال وجواب: پھر یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ غزوہ تبوک کے لشکر کی تعداد تو تقریباً تیس ہزار تھی اور یہ قلائص جو اکیدر سے حاصل ہوئے تھے ان کی تعداد صرف دو ہزار تھی تو واثلہ کے حصہ میں چند اونٹ کیسے آگئے اس لئے کہ مال غنیمت تو برابر تقسیم ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ آئندہ بعض احادیث میں آنے والا ہے کہ جب کسی جیش میں سے کوئی سریہ نکال کر بھیجا جاتا تھا تو حاصل ہونے والی غنیمت میں سے خاص اصحاب سریہ کو مال غنیمت کا ثلث یا ربع دیا جاتا تھا، اور باقی کو جیش پر رد کیا جاتا تھا، لہٰذا ہو سکتا ہے اس ثلث غنیمت میں سے واثلہ کے حصہ میں جو اس سریہ میں شریک ہوں گے اتنے اونٹ آگئے۔

١٢٤ ـ بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُوثَقُ

قیدی کو باندھنے کا بیان

یعنی کافر قیدی کو باندھ جوڑ سکتے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ حدیث الباب سے اس کا جواز معلوم ہو رہا ہے۔

٢٦٧٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «عَجِبَ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يُقَادُونَ إِلَى الْجَنَّةِ فِي السَّلَاسِلِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ہمارے

[1] سیرت مصطفیٰ ﷺ ـ ج ٣ ص ٩٨

پروردگار نے اس قوم سے تعجب کیا کہ جو زنجیروں میں جنت کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۸۴۸) سنن أبي داود - الجهاد (۲۶۷۷) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۰۲/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۰۶/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۴۸/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۵۷/۲)

شرح الحديث: یعنی اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں ان لوگوں کو جن کو جنت کی طرف لے جایا جاتا ہے زنجیروں اور بیڑیوں میں باندھ کر، حدیث میں اس سے مراد وہ کافر ہیں جن کو مسلمان پکڑ کر دارالاسلام کی طرف لاتے ہیں اور پھر وہ یہاں آکر مشرف با سلام ہو جاتے ہیں، تو گویا ان کو باندھ جوڑ کر اسلام کی طرف لایا جارہا تھا اور اسلام کی طرف آنا جنت میں داخل ہونا ہے، لہذا کہہ سکتے ہیں کہ انکو باندھ جوڑ کر جنت میں لیجایا جارہا تھا، اس حدیث سے کافر قیدی کے ربط کا جائز ہونا ثابت ہو رہا ہے، والحديث أخرجه البخاري، قاله الشيخ محمد عوامه۔

۲۶۷۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ جُنْدُبِ بْنِ مَكِيثٍ، قَالَ: «بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللَّهِ [1] بْنَ غَالِبٍ اللَّيْثِيَّ فِي سَرِيَّةٍ وَكُنْتُ فِيهِمْ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَشُنُّوا الْغَارَةَ عَلَى بَنِي الْمُلَوِّحِ بِالْكَدِيدِ» . فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْكَدِيدِ لَقِينَا الْحَارِثَ بْنَ الْبَرْصَاءِ اللَّيْثِيَّ، فَأَخَذْنَاهُ فَقَالَ: إِنَّمَا جِئْتُ أُرِيدُ الْإِسْلَامَ، وَإِنَّمَا خَرَجْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا: إِنْ تَكُنْ مُسْلِمًا لَمْ يَضُرَّكَ رِبَاطُنَا يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَإِنْ تَكُنْ غَيْرَ ذَلِكَ نَسْتَوْثِقْ مِنْكَ، فَشَدَدْنَاهُ وِثَاقًا.

ترجمہ: حضرت جندب بن مکیثؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عبداللہ بن غالب اللیثیؓ کو ایک چھوٹے لشکر کا سردار بنا کر روانہ فرمایا میں بھی انہیں لوگوں میں تھا اور آپ ﷺ نے ان لوگوں کو حکم فرمایا کہ کئی اطراف سے قبیلہ بنی الملوح پر (مقام) کدید میں حملہ آور ہوں۔ چنانچہ ہم لوگ نکل پڑے اور مقام کدید میں پہنچے تو ہم لوگوں کو حارث بن برصاء لیثی مل گیا۔ ہم نے اس کو پکڑ لیا اس نے کہا کہ میں تو اسلام قبول کرنے کیلئے نکلا تھا اور خدمت نبوی میں حاضر ہونے کا ارادہ تھا۔ ہم نے کہا کہ اگر تو مسلمان ہے تو ایک دن، رات بندھے رہنے میں تیرا کوئی نقصان نہیں اور اگر مسلمان نہیں ہے تو ہم تجھ کو مضبوط باندھیں گے پھر ہم نے اس کو مضبوطی سے باندھ دیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (۲۶۷۸) مسند أحمد - مسند المكيين (۴۶۸/۳)

شرح الحديث: جندب بن مکیث فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عبداللہ بن غالب لیثیؓ کو ایک سریہ کا امیر بنا کر بنوالملوح سے قتال کے لئے مقام کدید کی طرف بھیجا، جندب کہتے ہیں ہم کدید کی جانب چلدیئے تو جب ہم وہاں پہنچے تو ہمارا سامنا حارث [2] بن البرصاء لیثی سے ہوا، ہم نے اس کو پکڑ لیا، اس نے کہا: میں تو اسلام ہی کے ارادہ سے آیا ہوں، اور اب میں

---

[1] قيل هو الصحيح: الصواب غالب بن عبد الله، وإليه ميل الحافظ، وقبله المنذري، حيث قال: الصواب غالب بن عبد الله.

[2] یہ فاعل ہونیکی بناء پر مرفوع بھی ہو سکتا ہے اور منصوب بھی بنا پر مفعولیت، اس لئے کہ اس سے پہلے جو فعل ہے لقینا اگر اس کو صیغہ مفرد پڑھا جائے تو الحارث فاعل ہوگا، اور اگر لقینا بصیغہ جمع متکلم پڑھا جائے تو اس صورت میں الحارث مفعول بہ ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ ہی کی خدمت میں جانے کیلئے نکلا ہوں (اور ان لوگوں نے اس کو باندھنے کا ارادہ کیا) پس ہم نے اس سے کہا کہ اگر تو واقعی مسلمان ہو چکا ہے تو ہمارا تجھ کو صرف ایک دن اور ایک رات کیلئے باندھنا کیا نقصان پہنچا سکتا ہے، اور اگر ایسا نہیں ہے، یعنی واقعی میں تیرا ارادہ اسلام کا نہیں ہے تو ہم اپنا اطمینان چاہتے ہیں اسلئے کہ اس صورت میں یہ باندھنا یقیناً مفید اور قرین قیاس ہے، چنانچہ ہم نے اسکو اچھی طرح جکڑ دیا۔

اس واقعہ سے بھی جیسا کہ ظاہر ہے جواز ربط الاسیر ثابت ہو رہا ہے۔

٢٦٧٩ - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ، وَقُتَيْبَةُ - قَالَ قُتَيْبَةُ: - حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟» قَالَ: عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ إِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ، فَتَرَكَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَ الْغَدُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: «مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟» فَأَعَادَ مِثْلَ هَذَا الْكَلَامِ، فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ، فَذَكَرَ مِثْلَ هَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ» . فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ فِيهِ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ سَاقَ الْحَدِيثَ، قَالَ عِيسَى: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ وَقَالَ: «ذَا ذِمٍّ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر گھڑ سواروں کا نجد کی جانب روانہ فرمایا تو لشکر کے لوگ (قبیلہ) بنی حنیفہ میں سے ایک شخص کو پکڑ لائے جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا اور وہ اہل یمامہ کا سردار تھا۔ لوگوں نے اسکو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا اور آپ ﷺ اسکے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے ثمامہ! تمہارے ذہن میں کیا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: اے محمد! میرے پاس خیر و خوبی ہے تم اگر مجھ کو قتل کر دو گے تو میری قوم میرے خون کا بدلہ لے لے گی اور اگر احسان کرو گے تو تمہارا ایک قدردان پر احسان ہو گا اور اگر آپ مال کے طلب گار ہوں تو جس قدر چاہے لے لو آپ ﷺ نے اس شخص کو چھوڑ دیا (یعنی اسکو اسی حالت پر چھوڑ دیا) یہاں تک کہ اگلا دن ہو گیا پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تمہارے ذہن میں کیا ہے؟ پھر اس نے دوبارہ وہی کہا آپ ﷺ نے اسکو اسی حال میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ تیسرا دن ہو گیا پھر آپ ﷺ نے اس سے ویسا ہی سوال کیا جیسا پہلے کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ثمامہ کو چھوڑ دیا جائے۔ ثمامہ مسجد کے قریب کھجوروں کے جھنڈ میں گیا، غسل کیا اور مسجد میں آیا پھر کہا کہ میں اسکی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد ﷺ اسکے بندے اور رسول ہیں پھر قتیبہ نے حدیث اخیر تک بیان فرمائی۔ عیسیٰ نے کہا کہ لیث کی روایت میں (ذَا دَمٍ کے بجائے) ذَا ذِمٍّ یعنی اگر تم ہلاک کرو گے تو بڑی عزت والے کو ہلاک کرو گے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٥٠) صحيح البخاري - الصلاة (٤٥٧) صحيح البخاري - الخصومات (٢٢٩٠) صحيح البخاري - الخصومات (٢٢٩١) صحيح البخاري - المغازي (٤١١٤) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٦٤) سنن النسائي - الطهارة (١٨٩) سنن النسائي - المساجد (٧١٢) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٧٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٥٢)

شرح حدیث یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ نجد کی جانب بھیجا (اس سے مراد سریہ محمد بن مسلمہ ہے) تو وہ سریہ قبیلۂ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو پکڑ کر لایا جس کا نام ثمامۃ بن اثال تھا جو اہل یمامہ کا سردار تھا ان لوگوں نے اس کو مدینہ میں لاکر مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا (اس سے ربط الاسیر کا ثبوت ہو گیا لہذا ترجمۃ الباب کی مطابقت اسی جزء سے ہے) آگے روایت میں یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کو گزرے تو آپ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر استفسار فرمایا: مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ کہ اے ثمامہ تیرے ذہن میں کیا ہے یعنی اسلام لانے کا ارادہ ہے یا نہیں؟ اور یا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تیرا گمان ہمارے بارے میں کیا ہے، کہ ہم تیرے ساتھ کیا کریں گے، تو اس نے جواب دیا: عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ إِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ ثمامہ نے سنجیدگی کیساتھ بہت مناسب جواب دیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس خیر ہے، یعنی اسلام لانے کا ارادہ ہے، اور آگے عرض کیا کہ اگر آپ مجھ کو قتل کرتے ہیں تو آپ قتل کریں گے ایسے شخص کو جو ذودم ہے، اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ میں واقعی مستحق قتل ہوں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اصول پر، اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قتل کرتے ہیں تو ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کا خون بہالینے والے موجود ہیں، یعنی وہ جتھے والا شخص ہے اسلئے کہ یہ اہل یمامہ کا سردار تھا کما تقدم فی الروایۃ، اس کے بعد اس نے کہا: اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر انعام فرماتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص پر انعام فرمائینگے جو آپ کا شکر گزار ہو گا، پھر آگے اس نے ایک اور بات کہی گھٹیا سی کہ اگر آپ کو مال کی ضرورت ہے تو آپ فرمایئے عطا کیا جائے گا جتنا آپ چاہیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ اس کا سارا جواب سن کر اس کو چھوڑ کر آگے چلدیئے، آگے روایت میں یہ ہے کہ اگلا روز ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح اس کے پاس کو گزرے، اس دن بھی یہی سوال جواب ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے، یہاں تک کہ جب تیسرا روز ہوا تب بھی یہی سوال وجواب ہوا، مگر اس مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ کو ثمامہ کو رہا کر دیا جائے، وہ بیڑی سے کھلتے ہی مسجد کے قریب ایک باغ میں گئے جہاں پانی تھا وہاں جاکر غسل کیا اور پھر مسجد میں آکر کلمۂ شہادت پڑھا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ (صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم)۔

عیسٰی بن حماد، استاذ مصنف کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ذَا دَمٍ کے بجائے ذَا ذِمٍّ ہے، ذمہ بمعنی ذمہ وحرمۃ، ای ذی حرمۃ عند قومہ یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو قتل کرتے ہیں تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جو اپنی قوم کا معزز اور محترم ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی قاله المنذری۔

٢٦٨٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ، قَالَ: قُدِمَ بِالأُسَارَى حِينَ قُدِمَ بِهِمْ وَسَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ عِنْدَ آلِ عَفْرَاءَ فِي مَنَاخِهِمْ عَلَى عَوْفٍ، وَمُعَوِّذٍ ابْنَيْ عَفْرَاءَ - قَالَ: وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُضْرَبَ عَلَيْهِنَّ الْحِجَابُ - قَالَ: تَقُولُ سَوْدَةُ: "وَاللَّهِ إِنِّي لَعِنْدَهُمْ إِذْ أُتِيتُ فَقِيلَ: هَؤُلاَءِ الأُسَارَى قَدْ أُتِيَ بِهِمْ فَرَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ، وَإِذَا أَبُو يَزِيدَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِي نَاحِيَةِ الْحُجْرَةِ مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ بِحَبْلٍ". ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيثَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُمَا قَتَلَا أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَكَانَا انْتَدَبَا لَهُ وَلَمْ يَعْرِفَاهُ، وَقُتِلَا يَوْمَ بَدْرٍ».

ترجمہ حضرت یحیٰ بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن سعد بن زرارہؓ سے روایت ہے کہ جب (غزوۂ بدر میں) قیدی لائے گئے تو حضرت سودہ بنت زمعہ، عفراء کی اولاد کے پاس تھیں جہاں پر ان کے اُونٹ بٹھائے جاتے تھے یعنی عوف بن عفراء اور معوذ بن عفراء کے پاس۔ یہ واقعہ نزولِ حجاب سے پہلے کا ہے۔ سودہؓ بیان کرتی تھیں میں ان ہی کے پاس تھی کہ دفعتاً میرے پاس ایک شخص آیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ قیدی ہے جو گرفتار ہو کر آئے ہیں۔ میں اپنے گھر میں آئی تو رسول کریم ﷺ وہاں موجود تھے اور ابو یزید سہیل بن عمرو حجرے کے ایک کونے میں بیٹھا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ گردن سے ایک رسّی سے بندھے ہوئے تھے۔ پھر باقی حدیث بیان کی۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا: عوف بن عفرا اور معوذ بن عفراء نے ابو جہل بن ہشام کو قتل کر دیا اور اس کو نہیں پہچانتے تھے (لیکن انہوں نے اس پر حملہ کیا جب عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے ان کو بتلایا) اور غزوۂ بدر کے روز انہوں نے ابو جہل کو قتل کیا تھا۔

شرح الحدیث راوی کہتا ہے: جس وقت اساریٔ بدر کو مدینہ میں لایا گیا تو اس وقت اتفاق سے ام المؤمنین حضرت سودہؓ آل عفراء کے ہاں ان کے اونٹوں کے باندھنے کی جگہ، یعنی آل عفراء کی قیام گاہ میں، عوف بن عفراء اور معوذ بن عفراء کے قریب بیٹھی تھیں، لیکن اس ترجمہ پر یہ اشکال ہے کہ عوف اور معوذ یہ دونوں تو خود جنگ بدر میں شہید ہو چکے تھے لہذا علی عوف ومعوذ کو اس کے ظاہر سے ہٹاتے ہوئے دوسرے معنی مراد لئے جائیں، یعنی حضرت سودہؓ اس وقت آل عفراء کے یہاں گئی ہوئی تھیں عوف ومعوذ کے سلسلہ میں یعنی تعزیت وغیرہ، اس خلاف ظاہر تاویل کی حاجت ہمارے موجودہ نسخہ (یعنی نسخہ بذل) کے اعتبار سے ہے جس میں فی مناخهم خائے معجمہ کے ساتھ ہے، اور بعض نسخوں (جیسا کہ محمد محيي الدين عبد الحميد کا نسخہ جس کو یہاں بطور متن اختیار کیا گیا ہے) میں یہ لفظ بجائے خائے معجمہ کے حائے مہملہ کے ساتھ ہے "فی مناحهم" یعنی محل نوح اور نوحہ خوانی کی مجلس اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہ ہوگا[1]۔ قَالَ: وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُضْرَبَ عَلَيْهِنَّ الْحِجَابُ یہاں چونکہ یہ سوال ہو سکتا تھا کہ حضرت سودہؓ آل عفراء کے یہاں گئیں اسکا جواب راوی نے دیا کہ یہ واقعہ حجاب سے پہلے کا ہے، سودہؓ کہتی

---

[1] نبه على اختلاف النسخ الشيخ محمد عوامه في تحقيقه "لسنن أبي داود" جزاه الله تعالى.

ہیں کہ جب میں انکے ہاں بیٹھی ہوئی تھی تو کسی کہنے والے نے کہا کہ دیکھو یہ اساری بدر ہیں جن کو لایا گیا، میں یہ جملہ سن کر اپنے گھر لوٹی، اس وقت حضور ﷺ گھر میں تشریف فرما تھے، تو میں وہاں جا کر کیا دیکھتی ہوں کہ جنگ بدر کا ایک کافر قیدی ابو یزید، سہیل بن عمرو، حجرہ کے گوشہ میں باندھا ہوا پڑا ہے، جس کے ہاتھوں کو گردن کے ساتھ رسی سے باندھ گیا تھا، اس حدیث کے آخری جملہ سے ترجمۃ الباب یعنی ربط الاسیر کا ثبوت ہو رہا ہے ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيثَ، مصنف فرما رہے ہیں آگے حدیث میں اور کچھ بھی ہے جس کو ہم نے اختصاراً حذف کر دیا۔ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُمَا قَتَلَا أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَكَانَا انْتَدَبَا لَهُ وَلَمْ يَعْرِفَاهُ، وَقُتِلَا يَوْمَ بَدْرٍ» امام ابوداؤد کبھی کبھی حدیث کے بعد تبعاً واستطراداً کوئی علمی فائدہ ذکر کر دیا کرتے ہیں جس کی نظیریں آئندہ بھی آئیں گی اور منجملہ ان کے یہ مقام بھی ہے۔

بہر حال حدیث الباب میں عوف بن عفراء اور معوذ بن عفراء کا ذکر تھا تو ان دونوں شخصوں کے بارے میں مصنف یہ فرما رہے ہیں کہ ان دونوں ہی نے جنگ بدر میں مشرکین کے سردار ابو جہل کو قتل کیا تھا، اور ان دونوں نے اس کے قتل کی ٹھانی تھی لیکن اس کو پہچانتے نہ تھے، فقط چنانچہ قصہ مشہور ہے کہ ان دونوں انصاری لڑکوں نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ سے جنگ بدر میں پوچھا کہ ابو جہل کہاں ہے، انہوں نے پوچھا کیا کرو گے اس کو پوچھ کر؟ انہوں نے کہا ہم اس کو نمٹائیں گے، ان کو ان کی دلیری پر بڑا تعجب ہوا کہ دو نو عمر انصاری لڑکے سردار قریش کو قتل کرنے کی سوچ رہے ہیں، خیر بہر حال انہوں نے فرمایا کہ جب مجھے نظر آئے گا تو بتلاؤں گا، چنانچہ جب ان کی اس پر نظر پڑی تو انہوں نے اس کی خبر ان کو دے دی الی آخر القصہ۔

قاتلین ابو جہل کی تعیین: امام ابوداؤدؒ نے اپنے اس کلام میں قاتلین ابو جہل کی نشاندہی کی ہے، عوف اور معوذ کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان دو نے اس کو قتل کیا، یہ خلاف مشہور ہے، صحیحین کی روایات میں قاتلین ابو جہل میں یہ تین نام ملتے ہیں: معاذ ابن عفراء، معوذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن الجموح [1]، عوف بن عفراء کا نام نہیں ہے، حضرتؒ نے بذل میں ذکر عوف کو شاذ قرار دیا ہے، حضرت لکھتے ہیں: ولم أر أحداً ذكر عوفاً فيمن قتل أبا جهل إلا أبا داود وابن سعد [2]، میں کہتا ہوں اسی طرح اسکے قاتلین میں عبد اللہ بن مسعودؓ کا نام بھی صحیحین وغیرہ کی روایات میں موجود ہے خود ابوداؤد میں بھی آگے ان کا ذکر آرہا ہے، لیکن ابتداء میں اس پر حملہ کرنے والے وہی تین ہیں جن کا اوپر ذکر آیا، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بعد میں اسکا کام تمام کرنے والے ہیں، ویسے اس سلسلہ کی روایات میں کافی اختلاف وانتشار ہے جیسا کہ شروح بخاری سے معلوم ہوتا ہے، نیز ان روایات مختلفہ میں تطبیق پر بھی حافظؒ وغیرہ نے تفصیلی کلام کیا ہے، لیکن عوف بن عفراء کا ذکر جسکو امام ابوداؤدؒ کہہ رہے ہیں، حافظ ابن حجرؒ اسی طرح علامہ عینیؒ نے اس ذیل میں نہیں کیا ہے، لامع الدراری اور الحل المفہم میں بھی اس پر قدرے

---

[1] اس میں ایک قول یہ ہے کہ معاذ بن عمرو اور معاذ بن عفراء ایک ہی شخص ہے، ایک جگہ ماں کیطرف نسبت ہے دوسری جگہ باپ کی طرف۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۲ ص ۲۲۰

بحث کی گئی ہے۔

۱۲۵۔ بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُنَالُ مِنْهُ وَيُضْرَبُ وَيُقَرَّرُ

قیدی کو بُرا بھلا کہہ کر مار پیٹ کر اقرار لینے کا بیان

یعنی کیا کافر قیدی کی پٹائی اور اس کی زجر و توبیخ یا کسی بات پر اس سے اقرار لینا یہ کیسا ہے؟

۲۶۸۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَدَبَ أَصْحَابَهُ فَانْطَلَقُوا إِلَى بَدْرٍ، فَإِذَا هُمْ بِرَوَايَا قُرَيْشٍ فِيهَا عَبْدٌ أَسْوَدُ لِبَنِي الْحَجَّاجِ، فَأَخَذَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلُوا يَسْأَلُونَهُ أَيْنَ أَبُو سُفْيَانَ؟ فَيَقُولُ: وَاللَّهِ مَالِي بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ عِلْمٌ، وَلَكِنْ هَذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ جَاءَتْ فِيهِمْ أَبُو جَهْلٍ، وَعُتْبَةُ، وَشَيْبَةُ ابْنَا رَبِيعَةَ، وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ، فَإِذَا قَالَ لَهُمْ ذَلِكَ ضَرَبُوهُ، فَيَقُولُ: دَعُونِي، دَعُونِي أُخْبِرْكُمْ، فَإِذَا تَرَكُوهُ قَالَ: وَاللَّهِ مَالِي بِأَبِي سُفْيَانَ مِنْ عِلْمٍ، وَلَكِنْ هَذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ أَقْبَلَتْ فِيهِمْ أَبُو جَهْلٍ، وَعُتْبَةُ، وَشَيْبَةُ ابْنَا رَبِيعَةَ، وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ قَدْ أَقْبَلُوا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ يَسْمَعُ ذَلِكَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّكُمْ لَتَضْرِبُونَهُ إِذَا صَدَقَكُمْ، وَتَدَعُونَهُ إِذَا كَذَبَكُمْ، هَذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ أَقْبَلَتْ لِتَمْنَعَ أَبَا سُفْيَانَ». قَالَ أَنَسٌ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا». وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ، «وَهَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا». وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ، «وَهَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا». وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ". فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا جَاوَزَ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَمَرَ بِهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُخِذَ بِأَرْجُلِهِمْ فَسُحِبُوا فَأُلْقُوا فِي قَلِيبِ بَدْرٍ.

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو جنگ بدر کے لئے طلب فرمایا وہ تمام حضرات (مقام) بدر کی جانب روانہ ہو گئے۔ اچانک قریش کے پانی کے مشکیزے لانے والے اُونٹ مل گئے ان ہی میں سیاہ رنگ کا ایک غلام (قبیلہ) بنی الحجاج کا ملا۔ صحابہ کرامؓ نے اس کو پکڑ لیا اور معلوم کیا کہ (مشرکین کا سپہ سالار) ابو سفیان کہاں ہے؟ وہ کہنے لگے کہ بخدا میں ابو سفیان کے بارے میں نہیں جانتا لیکن یہ قریش کے لوگ آگے ہیں اور ان میں ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، اُمیہ بن خلف ہیں۔ اس نے جب یہ بات کہی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو مارنے لگے۔ اس نے کہا کہ تم لوگ مجھ کو چھوڑ دو میں (ابھی) بتلاتا ہوں۔ جب اس کو چھوڑ دیا گیا تو اس نے کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم مجھ کو ابو سفیان کے بارے میں علم نہیں البتہ قریش آئے ہیں ان لوگوں میں ابو جہل، عتبہ، شیبہ، اور اُمیہ بن خلف ہیں۔ آپ ﷺ اس وقت نماز ادا فرما رہے تھے اور آپ ﷺ (یہ باتیں) سنتے جا رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم جب وہ سچ بولتا ہے تو تم لوگ اس کو مارتے ہو اور جب جھوٹ بولتا ہے تو اس کو چھوڑ دیتے ہو یہ قریش ابو سفیان کے قافلے کو

بچانے ہی تو آئے ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ فلاں (کافر) کے گرنے (قتل ہونے کی) جگہ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک رکھا کہ یہ فلاں شخص کے کل کے دن گرنے کی جگہ ہے اور آپ ﷺ نے اس جگہ اپنا دست مبارک رکھا حضرت انسؓ قسم کھا کر کہتے تھے کہ جس جگہ آپ ﷺ نے ہاتھ رکھ کر بتایا تھا کہ یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے، اس میں ذرا سا بھی فرق نہ آیا۔ پھر آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ان مردار کافروں کے پاؤں پکڑ کر گھسیٹے گئے اور (مقام) بدر کے کنوئیں میں پھینک دیئے گئے۔

شرح الحدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ نے دعوت دی اپنے اصحاب کو بدر کی طرف چلنے کی وہ بدر پہنچ گئے چنانچہ مسلم کی روایت میں ہے: فَانْطَلَقُوا حَتّٰى نَزَلُوا بَدْرًا[1]، وہاں جا کر صحابہ نے قریش کی آبکش اونٹنیاں دیکھیں (زوایا جمع ہے راویہ کی، راویہ دراصل تو پانی کے مشکیزہ کو کہتے ہیں پھر بعد میں اس کا استعمال اس اونٹ پر ہونے لگا جس پر پانی کے مشکیزے لاد کر لیجاتے ہیں) ان اونٹوں میں قبیلہ بنو حجاج کا ایک سیاہ غلام یعنی ان کا چرواہا تھا، صحابہ نے اس کو پکڑا اور پکڑ کر پوچھنے لگے أَيْنَ أَبُو سُفْيَانَ؟ کہ ابو سفیان رئیس قافلہ، یعنی جو قافلہ شام سے مال تجارت لے کر آرہا تھا وہ کہاں ہے، صحابہ کے پوچھنے پر وہ جواب دیتا: واللہ اس کے بارے میں تو مجھے کچھ علم نہیں، لیکن میں تم کو ایک اور بات کی خبر دیتا ہوں کہ یہ قریش کا لشکر مکہ سے آچکا ہے اس میں ابو جہل وغیرہ بہت سارے رؤساء قریش کے اس نے نام لئے یعنی عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف، صحابہ اس غلام کے اس جواب پر اس کی پٹائی کرنے لگتے، اور وہی سوال کرتے کہ بتا ابو سفیان کہاں ہے، وہ کہتا اچھا مجھے چھوڑو چھوڑو ابھی بتلاتا ہوں جب وہ اس کو چھوڑ دیتے، وہ پھر یہی کہتا کہ ابو سفیان کی تو مجھے خبر نہیں لیکن کفار قریش کا مجھے علم ہے جو مکہ سے آئے ہوئے یہاں جمع ہیں اور اس میں فلاں فلاں مشرکین بھی ہیں، جب یہ سوال جواب ہو رہے تھے اس وقت حضور ﷺ نماز میں مشغول تھے لیکن آپ ﷺ نماز میں یہ سب باتیں سن رہے تھے، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے واقعی بات یہ ہے کہ جب وہ غلام تم سے سچ بات کہتا ہے یعنی یہ کہ مجھے ابو سفیان کی خبر نہیں، تب تو تم اس کو مارتے ہو اور جب وہ تم سے جھوٹی بات کہتا ہے تو تم اسے چھوڑ دیتے ہو، جھوٹ سے مراد اس کا یہ کہنا کہ اچھا میں ابھی بتاتا ہوں لیکن اس کا یہ جھوٹ بولنا صحابہ کو دھوکہ دینے کیلئے نہیں تھا، صحابہ کو تو وہ صحیح بات بتلا رہا تھا بلکہ یہ اپنی جان بچانے کیلئے تھا، پھر حضور ﷺ نے اس غلام والی بات کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو یہ کفار قریش ہیں قریب میں جو عیر ابو سفیان کو بچانے کیلئے آئے ہیں، پھر آپ نے بطور پیشین گوئی کے فرمایا، کیونکہ آپ ﷺ کو معلوم ہو چکا تھا کہ لڑائی کی نوبت آئے گی اور اس میں مسلمانوں کو فتح ہو گی هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا، وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا، آپ ﷺ زمین پر ہاتھ رکھ کر فرماتے کہ آئندہ کل کو یہ جگہ فلاں کافر کے گرنے اور پچھڑنے کی

---

[1] صحیح مسلم — کتاب الجهاد والسیر — باب غزوة بدر، ۱۷۷۹

ہو گی، اس کافر کا نام لے کر فرماتے، اور یہ جگہ فلاں کافر کے بچھڑنے کی ہو گی، تین مرتبہ آپ ﷺ نے اسی طرح نام لے لے کر فرمایا، آگے راوی قسم کھا کر کہتا ہے کہ جس کافر کے بچھڑنے کی جو جگہ آپ نے متعین کی تھی وہ خاص اسی جگہ گرا، اور پھر ان بچھڑنے والوں کو ان کی ٹانگیں پکڑ کر کھینچ کر قلیب بدر میں ڈال دیا گیا، حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے یعنی کافر قیدی کو کسی مصلحت سے مار پٹائی کرنا، قلیب اس کنویں کو کہتے ہیں جس پر منڈیر نہ ہو، یہ کنواں اس وقت مقام بدر میں تھا جو اب نہیں رہا والحدیث أخرجه مسلم اتم منه قاله المنذری۔

۱۲۶۔ بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ

اسلام قبول کرنے کے لئے کافر قیدی کو مجبور کرنے کا بیان

یہ باب بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الْكُفْرِ کا مقابل ہے جو پہلے گزر چکا، وہاں بھی ہم نے اس آنے والے باب کی طرف اشارہ کیا تھا، یعنی کسی کافر قیدی کو اسلام پر مجبور کرنا کیسا ہے جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے، پھر کافر قیدیوں کیساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے؟ وہ کتب فقہ اور حدیث میں مشہور ہے عند الجمہور اس کیساتھ چار طرح معاملہ کیا جاسکتا ہے، قتل، استرقاق، من، فداء، یعنی قتل کر دینا، یا اس کو غلام بنالینا، یا اس پر احسان کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دینا، یا فدیہ لیکر چھوڑ نا یہ چاروں اختیارات ائمہ ثلاث کے نزدیک مشروع ہیں، حنفیہ کے نزدیک یہ چار اختیارات شروع میں تھے بعد میں ان کے نزدیک ان چار میں سے دو یعنی من اور فداء، منسوخ ہو گئے، اور قتل واسترقاق یہ دو باقی رہ گئے۔

۲۶۸۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي السِّجِسْتَانِيَّ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ - وَهَذَا لَفْظُهُ - ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "كَانَتِ الْمَرْأَةُ تَكُونُ مِقْلَاتًا فَتَجْعَلُ عَلَى نَفْسِهَا إِنْ عَاشَ لَهَا وَلَدٌ أَنْ تُهَوِّدَهُ. فَلَمَّا أُجْلِيَتْ بَنُو النَّضِيرِ كَانَ فِيهِمْ مِنْ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ، فَقَالُوا: لَا نَدَعُ أَبْنَاءَنَا. فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: {لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ[1]} " قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الْمِقْلَاتُ: الَّتِي لَا يَعِيشُ لَهَا وَلَدٌ".

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اسلام سے پہلے اوس اور خزرج کے قبیلہ میں جس عورت کا بچہ زندہ نہ رہتا تو وہ عورت یہ نذر مانتی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہا تو وہ اس کو یہودی بنائے گی۔ جس وقت قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں کو ملک چھوڑ دینے کا حکم ہوا تو ان میں انصار کے کچھ لڑکے بھی تھے۔ انصار نے کہا کہ ہم لوگ اپنے لڑکوں کو نہیں جانے دیں گے (اور ان کو اسلام لانے پر مجبور کریں گے)۔ اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا دین میں زور زبردستی نہیں (یعنی وہ لڑکے اگر تم لوگوں کے پاس بخوشی مسلمان رہنا چاہیں تو ان کو رہنے دو ورنہ ان کو اسلام پر مجبور نہ کرو۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ مقلات اس

[1] زبردستی نہیں دین کے معاملہ میں بیشک جدا ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے (سورۃ البقرۃ ۲۵۶)

عورت کو کہتے ہیں جس کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو۔

شرح الحدیث: مدینہ منورہ میں دو قبیلے مشرکین کے اوس وخزرج آباد تھے، یہ لوگ جب اسلام میں داخل ہوئے اور مہاجرین کا انہوں نے ایواء اور نصرۃ کی تو ان ہی کو انصار کہا جانے لگا، ان کے علاوہ مدینہ میں اہل کتاب یعنی یہود بڑی کثرت سے آباد تھے، مشرکین مدینہ اہل کتاب کی اپنے اوپر فوقیت اور فضیلت مانتے تھے، ان کے اہل علم ہونے کی وجہ سے اس لئے کہ مشرکین تو جاہل مطلق تھے، باب کی اس روایت میں یہ ہے کہ اسلام لانے سے پہلے جو انصاری عورت (مشرکہ) مقلاۃ ہوتی تھی، یعنی جس کا بچہ زندہ نہیں رہتا تھا تو بسا اوقات اس قسم کی عورتیں اپنے حمل کے زمانہ میں یہ نذر مانتی تھیں کہ اگر میرا یہ بچہ پیدا ہونے کے بعد زندہ رہا تو میں اس کو یہودی بنادوں گی، چنانچہ اس قسم کے بہت سے بچے یہودی بن کر یہود میں شامل ہو گئے، روایت میں ہے: فَلَمَّا أُجْلِيَتْ بَنُو النَّضِيرِ كَانَ فِيهِمْ مِنْ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ الخ یعنی جب یہود بنو نضیر کو حضور ﷺ کے زمانہ میں مدینہ سے جلاوطن کیا جارہا تھا تو اس میں مذکورہ بالا قسم کے ابناء الانصار بھی تھے، تو ان ابناء الانصار کے آباء نے یہ بات کہی کہ ہم اپنے بیٹوں کو نہیں جانے دیں گے، یعنی ان کو روکیں گے اور زبردستی اسلام میں داخل کریں گے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" گویا اس آیت میں ان انصار کو اس بات سے روکا گیا کہ وہ زبردستی اپنی اولاد کو مسلمان بنا کر مدینہ میں رکھیں۔

ترجمۃ الباب میں جو مسئلہ مذکور تھا، اس کا حکم معلوم ہو گیا یعنی: لا يجوز إكراه الأسير على الإسلام، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الْمِقْلَاتُ: الَّتِي لَا يَعِيشُ لَهَا وَلَدٌ"، امام ابوداودؒ بھی امام ترمذیؒ کی طرح حدیث کے بعض الفاظ غریبہ کی تفسیر کیا کرتے ہیں اس لئے کہہ رہے ہیں کہ مقلاۃ کا جو لفظ روایت میں آیا ہے اس کے معنی یہ ہیں، ایسی عورت کو ہندی میں مرت بیائی کہتے ہیں، والحدیث أخرجه النسائي. قاله المنذري۔

کیا جہاد مع الکفار میں اکراہ فی الدین نہیں ہے؟ اس آیت کے پیش نظر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا کفار کے ساتھ جو جہاد کیا جاتا ہے اس میں اکراہ نہیں ہے بظاہر تو ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو صحیح ہے کہ جہاد کی ابتداء میں اسلام کی بات رکھی جاتی ہے لیکن پھر اسکے بعد جزیہ کا بھی تو نمبر آتا ہے اسلام نہ لانے کی صورت میں، قبول جزیہ پر کفار کے ساتھ قتال ختم کر دیا جاتا ہے، لیکن یہ جواب حنفیہ، مالکیہ کے مسلک پر تو درست ہے کہ ان کے نزدیک قبول جزیہ کی صورت عام ہے، اہل کتاب اور مشرکین سب سے لیا جاسکتا ہے، لیکن شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک چونکہ جزیہ کا حکم اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے، مشرکین سے نہیں لیا جاتا، لہذا ان دونوں اماموں کے مسلک کے پیش نظر اشکال باقی رہا، ان حضرات نے اس کا یہ جواب دیا کہ لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ کا نزول اہل کتاب کے واقعہ میں ہے جیسا کہ حدیث الباب میں مذکور شان نزول سے معلوم ہو رہا ہے؛ لہذا اس آیت کا تعلق مشرکین سے نہ ہوا، گویا مشرکین کے بارے میں اکراہ کی ممانعت نہیں ہے، اسی لئے ان سے جہاد کیا جاتا

ہے اور جزیہ قبول نہیں کیا جاتا لیکن حنفیہ کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ گو آیت شان نزول کے اعتبار سے خاص ہے لیکن عموم الفاظ کے پیش نظر تو اس کا حکم عام ہے العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المورد مذکورہ بالا اشکال کے اور بھی بعض جواب دیئے گئے ہیں، مثلاً یہ کہ اکراہ کی تعریف یہ ہے الزام الغیر بما لیس فیہ خیر...... کہ کسی شخص کو ایسی بات پر مجبور کرنا جسمیں کوئی خیر اور بھلائی نہ ہو، اور اسلام تو سراسر خیر ہی خیر ہے، لہٰذا اکراہ علی الاسلام یہ اکراہ ہی نہیں ہے۔ ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یہ آیت آیات قتال وجہاد سے منسوخ ہے۔

١٢٧ - بَابُ قَتْلِ الْأَسِيرِ وَلَا يُعْرَضُ عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ

قیدیوں کو اسلام پیش کئے بغیر قتل کرنے کا بیان

یعنی کافر قیدی کو اس پر بغیر اسلام پیش کئے قتل کرنا، اور اس دعوت پر اکتفاء کرنا جو قتال سے پہلے دی جاتی ہے۔

٢٦٨٣ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: زَعَمَ السُّدِّيُّ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ أَمَّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَّا أَرْبَعَةَ نَفَرٍ وَامْرَأَتَيْنِ وَسَمَّاهُمْ. - وَابْنُ أَبِي سَرْحٍ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - قَالَ: وَأَمَّا ابْنُ أَبِي سَرْحٍ فَإِنَّهُ اخْتَبَأَ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَلَمَّا دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَى الْبَيْعَةِ جَاءَ بِهِ حَتَّى أَوْقَفَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ بَايِعْ عَبْدَ اللَّهِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثَلَاثًا كُلُّ ذَلِكَ يَأْبَى فَبَايَعَهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: «أَمَا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلَى هَذَا حَيْثُ رَآنِي كَفَفْتُ يَدِي عَنْ بَيْعَتِهِ فَيَقْتُلُهُ؟» فَقَالُوا: مَا نَدْرِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا فِي نَفْسِكَ أَلَا أَوْمَأْتَ إِلَيْنَا بِعَيْنِكَ. قَالَ: «إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ الْأَعْيُنِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «كَانَ عَبْدُ اللَّهِ أَخَا عُثْمَانَ مِنَ الرَّضَاعَةِ، وَكَانَ الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ أَخَا عُثْمَانَ لِأُمِّهِ، وَضَرَبَهُ عُثْمَانُ الْحَدَّ إِذْ شَرِبَ الْخَمْرَ».

ترجمہ: حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو رسول کریم ﷺ نے تمام لوگوں کو امن و امان عطا فرمایا لیکن چار مردوں اور دو عورتوں کو اس امن عام سے مستثنیٰ قرار دیا اور راوی نے ان کا نام لیا جن میں ابن ابی سرح بھی تھا۔ ابن ابی سرح حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس (کیونکہ یہ حضرت عثمان کا رضاعی بھائی تھا) روپوش ہو گیا۔ (کیونکہ ابن ابی سرح مسلمان ہو کر بعد میں مرتد ہو گیا تھا) جب نبی کریم ﷺ نے بیعت کیلئے لوگوں کو بلایا تو حضرت عثمانؓ نے ابن ابی سرح کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! عبد اللہ سے بیعت لے لیجئے۔ آپ ﷺ نے اپنا سر اُٹھا کر اسکی جانب دیکھا اور آپ ﷺ نے بیعت نہ لی۔ تین مرتبہ اسی طرح کیا، پھر تین مرتبہ کے بعد آپ ﷺ نے بیعت کر لی۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا تم لوگوں میں کوئی شخص بھی سمجھ دار نہیں ہے کہ جو کھڑا ہوتا اور جب میں نے اس کی طرف سے ہاتھ کھینچ لیا (تھا) اور اس سے بیعت نہیں لی تھی تو اس کو قتل کر ڈالتا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم لوگوں کو

آپ کے دل کی حالت کا علم نہیں تھا لیکن اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آنکھ سے اشارہ فرمادیتے تو ہم لوگ اسی وقت تعمیل حکم کرتے اور اسکو قتل کرڈالتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نبی کے یہ شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ کن انکھیوں سے اشارے کرے۔ (یعنی دل میں کچھ چھپائے جو لوگوں میں ظاہر نہ کرنا چاہتا ہو۔ یہ تو خیانت ہے بذل)۔ امام ابوداودؒ نے فرمایا ابن ابی سرح حضرت عثمانؓ کا رضاعی بھائی تھا اور ولید بن عقبہ ان کا ماں شریک بھائی تھا اس نے شراب پی تو حضرت عثمانؓ نے اسکو حد لگائی تھی۔

تخریج سنن النسائي۔ تحريم الدم (٤٠٦٧) سنن أبي داود۔ الجهاد (٢٦٨٣)

شرح الحدیث حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرمارہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز لوگوں یعنی اہل مکہ کو امن دیدیا تھا (لیکن یہ امن دینا مطلقاً نہیں تھا بلکہ بعض شرائط کے ساتھ تھا، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ [1]) سوائے چار مرد اور دو عورتوں کے، جن کے نام راوی نے بیان کئے تھے جن میں ابن ابی سرح کا نام بھی تھا، اس روایت میں تو یہی ہے یعنی چار مردوں کا استثناء، حضرتؒ نے اس میں دوسری روایات کے پیش نظر اضافہ کرکے گیارہ مرد اور چھ عورتیں تفصیل کے ساتھ سب کو بیان کیا ہے [2]، مطلب یہ ہے کہ بعض مشرکین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف نہیں کیا تھا بلکہ ان کے خون کو ہر حال میں مباح قرار دیا تھا، آگے روایت میں عبداللہ بن ابی سرح کے بارے میں تفصیل ہے، یہ دراصل حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے، ان کے بارے میں یہ لکھاہے کہ یہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے تھے ثم ارتد ثم أسلم، حدیث الباب میں ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کے یہاں جاکر چھپ گئے تھے، پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو بیعت علی الاسلام کیلئے طلب فرمایا تو حضرت عثمانؓ، ابن ابی سرح کو لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، اور اس کو آپ کے سامنے لیجاکر کھڑا کردیا، اور عرض کیا: یارسول اللہ! اس کو بھی بیعت کرلیجئے، حضور نے اپنا سر مبارک اٹھاکر اس کو دیکھا تین مرتبہ ایسا ہی کیا، ہر بار میں آپ اس کو بیعت کرنے سے انکار فرماتے تھے، یعنی اس کی طرف بیعت کیلئے ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے، تیسری مرتبہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیعت کرلیا، اور پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں کوئی سمجھدار آدمی نہیں تھا، کہ جب میں اس کو بیعت کرنے سے اپنے ہاتھ کو روکتا تھا تو وہ کھڑا ہوکر اس کو قتل کردیتا، اس پر بعض صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں معلوم نہیں تھا کہ آپ کے جی میں کیا ہے اور یہ بھی عرض کیا: أَلَا أَوْمَأْتَ إِلَيْنَا بِعَيْنِكَ کہ آپ نے اپنی آنکھ سے کیوں نہ اشارہ فرمادیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ الْأَعْيُنِ، یعنی یہ بات نبی کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اس طرح کے موقع پر آنکھوں سے اشارہ کرے، یعنی نبی کا کوئی کام کچا اور سرسری نہیں ہوتا، اس کا تو ہر کام اور ہر بات واضح اور محکم ہوتی کن انکھیوں سے وہ کام نہیں کرتا۔

---

[1] صحيح مسلم – كتاب الجهاد والسير – باب فتح مكة ١٧٨٠

[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٢ ص ٢٢٩

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ أَخَا عُثْمَانَ مِنَ الرَّضَاعَةِ إلخ: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی سرح حضرت عثمانؓ کا رضاعی بھائی تھا، آگے ایک اور بات استطراداً افادۂ علمی کے طور پر مقام کے مناسب بیان کرتے ہیں وَكَانَ الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ الخ یعنی عبد اللہ بن ابی سرح تو آپ کا رضاعی بھائی تھا جو کہ گڑبڑ قسم کا آدمی تھا ایسے ہی ولید بن عقبہ کا بھی حال ہے، وہ حضرت عثمانؓ کا اخیافی بھائی تھا وہ بھی بڑا گڑبڑ تھا شراب کا عادی تھا اسی لئے حضرت عثمانؓ نے اس پر حد خمر بھی جاری کی تھی، حضرتؒ نے بذل میں یہاں ایک سوال وجواب تحریر فرمایا ہے۔

حدیث میں ایک اشکال اوراسکاجواب: وہ یہ کہ عبد اللہ بن ابی سرح کو جب حضرت عثمانؓ نے پناہ دیدی تھی تو پھر اسکا قتل کہاں جائز تھا، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اس کے ترک قتل پر کیوں تنبیہ فرمائی؟ جواب اسکا ظاہر ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مہدر الدم (مباح الدم) قرار دیدیا تھا تو حضرت عثمانؓ کے پناہ دینے سے کیا ہوتا ہے (من البذل [1]) میں کہتا ہوں یہاں اس اشکال کے علاوہ ایک قوی اشکال اور ہوتا ہے اور وہ اشکال یہ ہے، انه كيف جاز قتله وقد اسلم؟ یعنی بیعت علی الاسلام کیلئے آیا تھا اور اسلام میں دخول کا پختہ ارادہ کر لیا تھا، اس کا جواب علامہ سندھیؒ نے حاشیہ نسائی میں یہ دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آدمی کا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور قبول کرنے پر موقوف تھا، جس شخص کے اسلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منظور فرمالیتے تھے اسی کا اسلام معتبر تھا والا فلا، ابوداود کی کتاب الجنائز میں اسی قسم کا ایک واقعہ حدیث میں آیا ہے وہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کرنے سے اپنے ہاتھ کو روکا تھا، اس کی شرح میں حضرت سہارنپوریؒ نے اشکال مذکور کا یہی جواب تحریر فرمایا ہے، نیز عبد اللہ بن ابی سرح کا بعینہ یہ واقعہ کتاب الحدود میں بھی آرہا ہے، وہاں حضرتؒ نے اس اشکال اور جواب سے تعرض کیا ہے۔ والحديث أخرجه النسائي قاله المنذري۔

٢٦٨٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ يَرْبُوعٍ الْمَخْزُومِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: «أَرْبَعَةٌ لَا أُؤَمِّنُهُمْ فِي حِلٍّ وَلَا حَرَمٍ فَسَمَّاهُمْ» . قَالَ: «وَقَيْنَتَيْنِ كَانَتَا لِمِقْيَسٍ، فَقُتِلَتْ إِحْدَاهُمَا وَأَفْلَتَتِ الْأُخْرَى فَأَسْلَمَتْ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَمْ أَفْهَمْ إِسْنَادَهُ مِنِ ابْنِ الْعَلَاءِ كَمَا أُحِبُّ».

ترجمہ: حضرت سعید بن یربوع مخزومی سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا چار شخص ہیں کہ میں ان کو نہ تو حل میں اور نہ ہی حرم میں پناہ دیتا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام لیا اور دو باندیوں کا جو کہ مقیس بن صبابہ کی تھیں (وہ اشعار کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتی تھیں) ان میں سے ایک باندی ہلاک کر دی گئے اور دوسری فرار ہوگئی پھر وہ اسلام لے آئی۔ امام ابوداودؒ نے فرمایا کہ میں ابن العلاء سے اس حدیث کی اسناد صحیح طریقہ پر نہیں سمجھ سکا۔ (بلکہ ابن العلاء

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٢ ص ٢٣٠ .

کے کسی شاگرد نے اس حدیث کی سند مصنف کو سمجھائی ہو گی)۔

شرح الحدیث یہ بھی گذشتہ روایت کی طرح ہی ہے وہاں چار مرد اور امرأتین کا ذکر آیا تھا، یہاں بجائے امرأتین کے قَيْنَتَيْنِ ہے قینۃ امۃ مغنیہ کو کہتے ہیں، اور مطلق امۃ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جو مقیس بن صبابہ کی تھیں، اور کہا گیا ہے کہ ابن خطل کی تھیں جن میں سے ایک تو قتل کر دی گئی تھی، اور دوسری بھاگ گئی تھی اور پھر بعد میں اسلام بھی لے آئی تھی۔

٢٦٨٥ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ: «اقْتُلُوهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «ابْنُ خَطَلٍ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ، وَكَانَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ قَتَلَهُ».

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے آپ ﷺ کے سر پر (لوہے وغیرہ کا) خود تھا۔ جب آپ ﷺ نے خود اُتارا تو ایک شخص آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ابن خطل (جو کہ ایک مباح الدم مشرک تھا) وہ کعبۃ اللہ کے پردے سے چمٹا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو قتل کر ڈالو۔ ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ ابن خطل کا نام عبد اللہ تھا اور اس کو ابو برزہ اسلمی نے قتل کیا تھا۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٧٤٩) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٧٩) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٣٥) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٧١) صحيح مسلم - الحج (١٣٥٧) جامع الترمذي - الجهاد (١٦٩٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٦٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٦٨) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٨٥) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٠٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١١٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٦٤) موطأ مالك - الحج (٩٦٤) سنن الدارمي - المناسك (١٩٣٨) سنن الدارمي - السير (٢٤٥٦)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تھے اس حال میں کہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر خود (لوہے کی ٹوپی) تھی جب آپ ﷺ نے اس کو اتار کر رکھدیا یعنی ضرورت پورا ہو جانے کے بعد تو ایک شخص نے آپ ﷺ سے آکر عرض کیا کہ ابن خطل (جس کو آپ ﷺ نے مباح الدم قرار دے رکھا تھا) کعبہ کے غلاف سے چمٹا کھڑا ہے، یعنی اسکے ذریعہ سے پناہ چاہنے کیلئے (پھر بھی) آپ ﷺ نے فرمایا اس کو قتل کر دو، مصنفؒ فرماتے ہیں: ابن خطل کا نام عبد اللہ ہے اور جس شخص نے اس کو قتل کیا تھا اس کا نام ابو برزۃ الاسلمی ہے، میں کہتا ہوں اور کہا گیا ہے کہ اس کو شریک بن عبدہ العجلانی نے قتل کیا تھا، بذل میں تاریخ خمیس سے نقل کیا ہے کہ جاہلیت میں ابن خطل کا نام پہلے عبد العزی تھا، حضور ﷺ نے اسلام لانیکے بعد اسکا نام بدل کر عبد اللہ رکھدیا تھا[1] اور خطل اس کے باپ کا لقب تھا نام اس کا عبد مناف تھا کما فی القسطلانی، ابن خطل کے قتل کا منشا امام خطابیؒ نے یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے اسکو ایک انصاری کے ساتھ کسی کام سے بھیجا تھا اور اس انصاری کو اسکا امیر بنایا تھا راستہ میں جب جا رہے تھے تو ابن خطل نے ان انصاری کو قتل کر

---

[1] تاريخ الخميس في أحوال أنفس النفيس - ج ٢ ص ٩٠، وبذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٢ ص ٢٣٤

ڈالا، اور ان کے سامان کو لوٹ لے گیا، اس لئے حضور ﷺ نے باوجود اس کے غلاف کعبہ پکڑنے کے اس کو امان نہیں دیا، اور اس کو قصاص میں قتل کرادیا[1]، اور بعض شراح نے لکھا ہے کما فی القسطلانی کہ ابن خطل میں متعدد موجبات قتل جمع ہو گئے تھے، اول جنایت قتل اور کفر وارتداد، حضور ﷺ کی ایذاء اور ہجو، چنانچہ وہ خود بھی شعر میں حضور ﷺ کی ہجو کرتا تھا اور اپنی دو باندیوں سے بھی غنا میں آپ ﷺ کی ہجو کراتا تھا[2]۔

حدیث میں دو اختلافی فقہی مسئلے: ① ایک قصاص فی الحرم سے متعلق اور ② ایک دخول حرم بغیر احرام سے متعلق، احرام والا مسئلہ کتاب الحج میں گزر چکا، شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کا ارادہ دخول حرم کا حج وعمرہ کے علاوہ کسی اور حاجت سے ہو خواہ وہ حاجت متکررہ ہو یا غیر متکررہ، اس پر احرام واجب نہیں، حنفیہ کے نزدیک مطلقاً واجب ہے، بعض شافعیہ اپنی تائید میں اس حدیث کو بھی پیش کرتے ہیں، ہماری طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ حدیث میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ[3]، کہ میرے لئے مکہ مختصر سے وقت کیلئے حلال کر دیا گیا تھا، لہذا اسی لئے آپ بغیر احرام داخل ہوئے، ہمارے اس جواب کو حافظؒ وغیرہ نے بھی تسلیم کیا ہے، اور دوسرا مسئلہ یعنی قصاص فی الحرم وہ یہ ہے کہ اگر جنایت کا وقوع خود حرم میں ہوا ہو تو اس صورت میں قصاص فی الحرم بالاتفاق جائز ہے، اور اگر کوئی شخص خارج حرم جنایت کر کے حرم میں داخل ہو جائے تو اگر اس جنایت کا تعلق نفس سے نہیں بلکہ اطراف سے ہے یعنی اعضاء سے تب بھی حکم یہی ہے، یعنی اس کا بدلہ حرم میں جائز ہے، اور اگر وہ جنایت فی النفس ہے یعنی کسی کو خارج حرم قتل کر کے قاتل حرم میں داخل ہو جائے، یہ صورت اختلافی ہے، اس صورت میں حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک قصاص فی الحرم جائز نہیں، شافعیہ ومالکیہ کے یہاں اس صورت میں بھی جائز ہے، لہذا یہ حدیث حنفیہ وحنابلہ کے خلاف ہو سکتی ہے جواب اس کا بھی یہی ہے جو اس سے پہلے مسئلہ میں گزرا کہ فتح مکہ کے روز آپ کیلئے مکہ میں قتال جائز کر دیا گیا تھا، لہذا یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ہو سکتی اور دوسرا احتمال یہاں پر یہ بھی تو ہے کہ ابن خطل کی جنایت بھی حرم ہی میں واقع ہوئی ہو فجاز قتله بالاتفاق۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

۱۲۸ - بَابٌ فِي قَتْلِ الْأَسِيرِ صَبْرًا

کافر قیدی کو حالتِ گرفتاری میں قتل کرنے کا بیان

صبر کے معنی حبس اور قید کے ہیں، قتل کافر کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کا قتل میدان جنگ اور لڑائی میں ہو دوسری قسم کا

---

[1] معالم السنن۔ ج ۲ ص ۲۸۸

[2] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري۔ ج ۳ ص ۳۱۷

[3] صحيح مسلم - كتاب الحج - باب تحريم مكة وصيدها وخلاها وشجرها ولقطتها، إلا لمنشد على الدوام ۱۳۵۵

کافر قیدی کا قتل ہے، یعنی جو کافر ہمارے پاس اور قبضہ میں ہے اس کو قتل کرنا اسی کو قتل صبر اً کہتے ہیں۔

قال السیوطی: كُلُّ مَنْ قُتِلَ فِي غَيْرِ مَعْرَكَةٍ وَلَا حَرْبٍ وَلَا خَطأً فَإِنَّهُ مَقْتُولٌ صَبْراً [1]، اور بذل میں اس طرح ہے کہ جس شخص کو اسکے ہاتھ پاؤں باندھ کر اور پکڑ کر قتل کیا جائے، یہ قتل صبر اً ہے [2]، اس کے بعد جو باب آرہا ہے وہ ہے بَابٌ فِي قَتْلِ الْأَسِيرِ بِالنَّبْلِ دونوں بابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے باب میں قتل صبر اً سے مراد وہ قتل صبر اً ہے جو بغیر النبل ہو یعنی بالسیف اور دوسرے باب میں قتل صبر اً سے وہ قتل مراد ہے جو بالنبل ہو قتل صبر اً بالسیف، بالاتفاق جائز ہے جو پہلے باب میں مذکور ہے اور بالنبل کی ممانعت آئی ہے وہ ناجائز ہے، جیسا کہ دونوں بابوں کی حدیثوں سے معلوم ہو رہا ہے۔

۲۶۸۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الرَّقِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَرَادَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ أَنْ يَسْتَعْمِلَ مَسْرُوقًا فَقَالَ لَهُ عُمَارَةُ بْنُ عُقْبَةَ: أَتَسْتَعْمِلُ رَجُلًا مِنْ بَقَايَا قَتَلَةِ عُثْمَانَ؟ فَقَالَ لَهُ مَسْرُوقٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَكَانَ فِي أَنْفُسِنَا مَوْثُوقَ الْحَدِيثِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَرَادَ قَتْلَ أَبِيكَ قَالَ: «مَنْ لِلصِّبْيَةِ؟» قَالَ: النَّارُ، فَقَدْ رَضِيتُ لَكَ مَا رَضِيَ لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ ضحاک بن قیس نے مسروق کو (کسی مقام کا) عامل بنانا چاہا تو عمارہ بن عقبہ نے اس سے کہا کہ تم ایسے شخص کو عامل بنانا چاہتے ہو جو کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں میں سے ہے۔ مسروق نے اس سے کہا کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حدیث بیان کی اور وہ ہم لوگوں میں بہت معتبر شخص تھے کہ جب آپ ﷺ نے تمہارے والد عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا میرے بچوں کی کون خبر گیری کرے گا آپ ﷺ نے فرمایا: آگ۔ مسروقؒ نے کہا کہ میں تیرے لئے وہی پسند کرتا ہوں جسے رسول اللہ ﷺ نے تیرے لئے پسند کیا (آگ کا مطلب ہے ضائع ہونا یعنی اگر آگ تیرے بچوں کی کفالت کر سکتی تو آگ ہی تیرے بچوں کی کفیل بنے گی)۔

شرح الحدیث: ضحاک بن قیسؓ جو کہ صغار صحابہ میں سے ہیں اور امیر دمشق تھے انہوں نے ایک مرتبہ ارادہ کیا مسروق کو کسی جگہ کے عامل بنانے کا، تو اس پر عمارہ بن عقبہ نے ضحاکؓ سے کہا کہ ایسے شخص کو عامل بنا رہے ہو جو قاتلین عثمان میں سے ایک باقی رہنے والا ہے (ان دونوں میں کسی وجہ سے اختلاف اور ناچاقی ہوگئی) تو اس کے جواب میں مسروق نے کہا (کہ ٹھہر جا اپنے بارے میں بھی سن لے) مجھ سے عبداللہ بن مسعودؓ نے حدیث بیان کی جو ہمارے نزدیک نہایت قابل اعتماد تھے کہ حضور ﷺ نے جب تیرے باپ کو قتل کا ارادہ فرمایا تھا یعنی عقبہ بن ابی معیط (جو کہ اساری بدر میں سے تھا) تو اس نے بہت بے کسی

---

[1] النهاية في غريب الحديث والأثر — ج ۳ ص ۸

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۲ ص ۲۳٤

کے عالم میں حضور ﷺ سے عرض کیا: مَنْ لِلصِّبْيَةِ؟ کہ آپ مجھ کو قتل کر رہے ہیں تو میرے بچوں کا کیا ہوگا، ان کی کون کفالت کرے گا، قَالَ: النَّارُ آپ ﷺ نے فرمایا ان کی کفالت آگ کرے گی پھر آگے مسروق نے کہا میں بھی تیرے لئے وہی چیز پسند کرتا ہوں جو تیرے لئے حضور ﷺ نے پسند کی۔

اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے مطابقت اس طرح ہے کہ عمارہ کے والد عقبہ بن ابی معیط کا قتل صبر اً تھا جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی تصریح کی ہے کما فی العون [1]۔

۱۲۹۔ بَابٌ فِي قَتْلِ الْأَسِيرِ بِالنَّبْلِ

قیدی کو مار کر تیروں سے مار ڈالنا

اس پر کلام پہلے باب میں آچکا۔

۲۶۸۷ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنِ ابْنِ تِعْلَى، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، «فَأُتِيَ بِأَرْبَعَةِ أَعْلَاجٍ مِنَ الْعَدُوِّ فَأَمَرَ بِهِمْ فَقُتِلُوا صَبْرًا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ لَنَا غَيْرُ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: «بِالنَّبْلِ صَبْرًا»، فَبَلَغَ ذَلِكَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَنْهَى عَنْ قَتْلِ الصَّبْرِ»، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَتْ دَجَاجَةٌ مَا صَبَرْتُهَا، فَبَلَغَ ذَلِكَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَأَعْتَقَ أَرْبَعَ رِقَابٍ.

ترجمہ حضرت عبید بن تعلی (تاء کے زیر کے ساتھ ہے) سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ ان لوگوں کے سامنے چار طاقتور عجمی مشرک دشمنوں میں سے لائے گئے۔ انہوں نے حکم دیا اور وہ (چاروں) باندھ کر قتل کر دیئے گئے۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا: سعید بن منصور کے علاوہ اور حضرات نے اس طرح روایت کیا کہ تیروں سے قتل کر دیئے گئے۔ یہ خبر حضرت ابوایوب انصاریؓ کو ملی تو انہوں نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا۔ اللہ کی قسم میری جان جس کے قبضہ میں ہے اگر مرغی بھی ہو تو میں اسکو اس طرح قتل نہ کروں (یعنی باندھ کر) یہ خبر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کو پہنچی تو انہوں نے (بطور کفارہ احتیاطاً) چار غلام آزاد کئے۔

تخریج سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٨٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/ ٤٢٢) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٧٤)

شرح الحدیث أَعْلَاجٍ، علج کی جمع ہے یعنی بھاری بھرکم آدمی، خاص کر کفار عجم میں سے۔

مضمون حدیث یہ ہے کہ کسی غزوہ میں خالد بن الولیدؓ کے بیٹے عبدالرحمن کے پاس چار دشمن کافر لائے گئے انہوں نے ان کا قتل صبراً کرادیا یعنی بالنبل، جب حضرت ابوایوب انصاریؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ

[1] عون المعبود علی سنن أبي داود — ج ۷ ص ۳۵۰

سے خود سنا ہے کہ آپ ﷺ اس طرح کے قتل صبر اُسے منع کرتے تھے، واللہ انسان تو انسان اگر کوئی پرندہ بھی ہو مرغی وغیرہ تو میں اس کو اس طرح قتل نہ کروں جب ابو ایوب انصاریؓ کی یہ بات عبد الرحمن کو پہنچی تو انہوں نے اپنی اس غلطی کی تلافی اور تدارک میں چار غلام آزاد کئے۔

اس دوسرے باب کی حدیث کے تقابل سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے باب کی حدیث میں جو قتل صبر تھا وہ بالسیف تھا جو جائز اور ثابت ہے، کتاب الأطعمة کی حدیث میں آئے گا نھی عن المصبورة اور ایک روایت میں ہے عن المجثمة اس حدیث میں بھی اسی قتل صبر ا کا ذکر ہے، یعنی پرند کو مرغی وغیرہ کو باندھ کر اپنے سامنے بٹھا کر ذبح کرنے کے بجائے تیر سے مارنا۔

١٣٠ - بَابٌ فِي الْمَنِّ عَلَى الْأَسِيرِ بِغَيْرِ فِدَاءٍ

قیدی پر احسان کر کے اسکو فدیہ لئے بغیر چھوڑ دینا

اس سے پہلے بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ میں گزر چکا کہ کافر قیدی کے ساتھ کیا کیا معاملے کر سکتے ہیں اور اس میں جو اختلاف ہے وہ بھی گزر چکا، من کی دو صورتیں ہیں ایک بغیر الفدیہ اور دوسری بالفدیہ، حنفیہ کے یہاں یہ دونوں منسوخ ہیں، مالکیہ کی ایک روایت یہ ہے کہ من اگر بالفدیہ ہو تو جائز ہے اور بغیر الفدیہ ناجائز۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ فدا کی دو قسمیں ہیں: ① فداء الاسیر بالمال یعنی کافر قیدی کو مال لے کر چھوڑ دینا، ② اور فداء الاسیر بالاسیر یعنی مسلمان قیدی کے بدلہ میں جو کفار کے یہاں پھنسا ہوا ہے، کافر قیدی کو چھوڑنا، حنفیہ کی ظاہر الروایۃ میں تو دونوں صورتیں ناجائز اور منسوخ ہیں اور صاحبین کے نزدیک فداء الاسیر بالاسیر جائز ہے، گذشتہ باب میں ائمہ اربعہ کے مذاہب مجملاً گزر چکے ہیں یہ اس میں مزید تفصیل ہے، حنفیہ کے نزدیک فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً [1] جس کے جمہور قائل ہیں یہ آیت منسوخ الحکم ہے، اور ناسخ اس کیلئے آیت السیف ہے یعنی فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ [2] سورۂ براءۃ کی آیت، اور من وفداء والی آیت سورۂ محمد ﷺ میں ہے، نزول میں آیت السیف یعنی آیت براءۃ بالاتفاق مؤخر ہے۔

٢٦٨٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ ثَمَانِينَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ هَبَطُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ مِنْ جِبَالِ التَّنْعِيمِ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ لِيَقْتُلُوهُمْ، فَأَخَذَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِلْمًا، "فَأَعْتَقَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ {وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ [3]} إِلَى آخِرِ الْآيَةِ".

---

[1] پھر یا احسان کیجیو اور یا معاوضہ لیجیو (سورۃ محمد ٤)

[2] تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ اور پکڑو (سورۃ التوبۃ ٥)

[3] اور وہی ہے جس نے روک رکھا انکے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے بیچ شہر مکہ کے (سورۃ الفتح ٢٤)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ (حدیبیہ کے سال) اہل مکہ کے اسی آدمی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے قتل کے ارادہ سے نماز فجر کے وقت مقام تنعیم کے پہاڑ سے اتر آئے۔ آپ ﷺ نے ان کو زندہ پکڑ لیا پھر آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ یعنی وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے ان لوگوں کا ہاتھ تم لوگوں سے بطن مکہ مکرمہ میں روک لیا یعنی تم لوگوں کو ان سے بچایا وہ تمہیں قتل نہیں کر سکے اور کافروں کو تم سے بچایا۔

تخریج: صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٨٠٨) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٢٦٤) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٨٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٢٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٠/٣)

شرح الحدیث: یہ عام الحدیبیہ کا واقعہ ہے کہ جب آپ ﷺ حدیبیہ میں ٹھہرے ہوئے تھے تو ایک دن صبح کی نماز کے وقت اچانک اسی (٨٠) کفار مکہ صحابہ کو قتل کرنے کیلئے اتر آئے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب ہی نے ان کو قید کر لیا، روایت میں ہے اخذهم سلماً، کسر سین اور فتح سین دونوں کے ساتھ ہے یعنی قیل صلحاً وانقیاداً، یعنی بہت سہولت سے وہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے بغیر مزاحمت کے، مگر حضور ﷺ نے ان کو بجائے قتل کرنے کے رہا کر دیا، تو اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی: وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ الخ، گویا حضور ﷺ کے اس طرز عمل کی جو آپ ﷺ نے اختیار فرمایا اس کی تصویب اور تحسین ہے، اور یہ کہ حکمت اور مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ ان کو رہا کر دیا جائے، بیان القرآن میں ہے یعنی ورنہ لڑائی طول پکڑ جاتی۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے، والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٢٦٨٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأُسَارَى بَدْرٍ: «لَوْ كَانَ مُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا، ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ النَّتْنَى لَأَطْلَقْتُهُمْ لَهُ».

ترجمہ: محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد جبیر بن مطعمؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے (غزوہ بدر) کے قیدیوں کے سلسلے میں فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتے اور ان ناپاک قیدیوں کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتے تو میں ان کی وجہ سے ان لوگوں کو رہا کر دیتا۔

تخریج: صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٧٠) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٠٠) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٨٩) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٨٠/٤)

شرح الحدیث: یعنی حضور اقدس ﷺ نے جبیر بن مطعمؓ سے فرمایا (جبکہ وہ آپ ﷺ کے پاس اساری بدر کیلئے سفارشی بنکر آئے تھے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تیرا باپ یعنی مطعم بن عدی آج زندہ ہوتا اور پھر ان گندوں کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتا تو میں اس کی سفارش پر ان کو چھوڑ دیتا۔

نتنیٰ جمع ہے نَتِن کی جیسے زَمِن کی جمع زَمنیٰ، اور یا جمع ہے نتین کی جیسے جریح کی جمع جرحیٰ، نَتِن یعنی سڑی ہوئی اور بدبو دار چیز، اساریٰ بدر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کفر کی وجہ سے اس طرح تعبیر کیا، قال اللہ تعالیٰ: إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ [1]، کہا گیا ہے کہ مطعم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک احسان تھا وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر طائف سے واپس لوٹ رہے تھے، اور اہل طائف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچا رہے تھے تو اس وقت اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت فرمائی تھی، اور کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات جبیر کی تطییب قلب اور اس کی تالیف کیلئے فرمائی تھی، کیونکہ اس وقت تک وہ اسلام نہیں لائے تھے، والحدیث أخرجه البخاری ومسلم، قاله المنذری۔

۱۳۱۔ بَابٌ فِي فِدَاءِ الْأَسِيرِ بِالْمَالِ

قیدیوں کو مال کے بدلہ رہا کرنا

اس باب میں فداء کی دو قسموں میں سے ایک قسم کا بیان ہے، اس باب میں مصنفؒ نے اساریٰ بدر کا واقعہ ذکر کیا ہے جن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فداء الاسیر بالمال ہی کا معاملہ فرمایا تھا کہ بدر کے قیدیوں میں سے ہر ہر قیدی سے فدیہ لے کر اس کو آزاد کر دیا گیا تھا۔

۲۶۹۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُوحٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ فَأَخَذَ - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الْفِدَاءَ أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: { مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ } إِلَى قَوْلِهِ: { لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ [2] } مِنَ الْفِدَاءِ، ثُمَّ أَحَلَّ لَهُمُ اللهُ الْغَنَائِمَ " قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يُسْأَلُ عَنِ اسْمِ أَبِي نُوحٍ، فَقَالَ: «إِيشْ تَصْنَعُ بِاسْمِهِ؟ اسْمُهُ اسْمٌ شَنِيعٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «اسْمُ أَبِي نُوحٍ قُرَادٌ، وَالصَّحِيحُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ غَزْوَانَ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت عمر فاروقؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب غزوۂ بدر کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى الخ نازل فرمائی (یعنی اللہ تعالیٰ کو مال کے عوض قیدیوں کو رہا کرنا ناپسندیدہ معلوم ہوا حضرت عمر فاروقؓ کی رائے یہ تھی کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے مالِ غنیمت حلال قرار دیا۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ ابو نوح کا نام احمد بن حنبلؒ سے دریافت سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم ان کا نام دریافت کر کے کیا کرو گے ان کا نام بہت خراب ہے۔ امام ابو داودؒ فرماتے

---

[1] مشرک جو ہیں سو پلید ہیں (سورۃ التوبۃ ۲۸)

[2] نبی کو نہیں چاہیے کہ اپنے ہاں رکھے قیدیوں کو جب تک خوب خونریزی نہ کرلے ملک میں تم چاہتے ہو اسباب دنیا کا اور اللہ کے ہاں چاہیے آخرت اور اللہ زور آور ہے حکمت والا اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے سے تو تم کو پہنچتا اس لینے میں بڑا عذاب (سورۃ الأنفال ۶۷۔۶۸)

ہیں کہ ان کا نام قراد ہے جس کے معنی چیچڑی کے ہیں اور ان کا صحیح نام عبد الرحمٰن بن غزوان ہے۔

تخریج صحیح مسلم - الجهاد والسير (١٧٦٣) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٩٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٣١/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٣٣/١)

شرح الحدیث حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس آیت کریمہ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ أَسْرٰى کا شان نزول یہ بیان فرمایا کہ اسکا نزول اسوقت ہوا جب اسیران بدرؓ کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تھا، اس آیت میں اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے اساری بدر کے ساتھ جو معاملہ کیا کہ انکو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا، آپ ﷺ کیلئے تو اثخان فی الأرض مناسب تھا، یعنی کفار کی خونریزی کرنا ابطال کفر کیلئے، روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے اساری بدر کے بارے میں صحابہؓ سے مشورہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے اور یہ اب تمہارے قابو میں آگئے ہیں اب بتاؤ کہ انکے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مناسب یہ ہے کہ ان سب کی گردن اڑا دی جائے، آپ ﷺ کو یہ رائے پسند نہ آئی اسلئے آپ ﷺ نے دوبارہ پھر وہی سوال فرمایا کہ انکے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے، حضرت عمرؓ نے پھر وہی عرض کیا، تیسری بار آپ ﷺ نے پھر وہی سوال فرمایا اس پر صدیق اکبرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگ فدیہ لے کر چھوڑ دیے جائیں، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کرے، علی کو حکم دیں کہ وہ اپنے بھائی عقیل کی گردن ماریں، اور مجھ کو اجازت دیں کہ میں اپنے فلاں عزیز کی گردن ماروں اسلئے کہ یہ لوگ کفر کے پیشوا اور سردار ہیں آپ ﷺ نے صدیق اکبرؓ کی رائے کو پسند کیا اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا فیصلہ فرمایا، اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی، جس پر حضور ﷺ اور صدیق اکبرؓ رونے لگے، حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس عذاب کی وجہ سے رو رہا ہوں جو تیرے ساتھیوں پر فدیہ لینے کے وجہ سے من جانب اللہ پیش کیا گیا ہے، اور فرمایا میرے سامنے انکا عذاب اس درخت کے قریب پیش کیا گیا اسکے بعد آپ نے فرمایا اگر اس وقت عذاب آتا تو سوائے عمرؓ کے کوئی نہ بچتا، اور ایک روایت میں ہے کہ اور سوائے سعد بن معاذؓ کے اسلئے کہ سعد بن معاذؓ کی بھی وہی رائے تھی جو حضرت عمرؓ کی تھی، تیسرے عبد اللہ بن رواحہؓ ہیں وہ بھی فدیہ لینے کے مخالف تھے [1]۔

ثُمَّ أَحَلَّ لَهُمُ اللهُ الْغَنَائِمَ: آیت مذکورہ میں چونکہ اخذ فدیہ پر نکیر کی گئی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ مال غنیمت مسلمانوں کیلئے حلال نہ ہو، اس لئے راوی کہہ رہا ہے کہ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو مسلمانوں کیلئے حلال کر دیا تھا۔

مشہور اشکال اور اس کا جواب: اسکے بعد جاننا چاہیے کہ اس مقام پر ایک مشہور اشکال ہے وہ یہ کہ ترمذی [2] وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جس کے راوی حضرت علیؓ ہیں کہ اساری بدر کے قصہ میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام

---

[1] سیرت مصطفیٰ ملخصًا - ج ۲ ص ۱۰۷ - ۱۱۴

[2] جامع الترمذي - كتاب السير - باب ما جاء في قتل الأسارى والفداء ١٥٦٧

نے مجھ سے آکر یہ فرمایا کہ آپ اپنے اصحاب کو اساریٰ بدر کے بارے میں اختیار دیجئے ان دو باتوں میں سے ایک بات کا کہ یا تو وہ ان قیدیوں کو قتل کر دیں اور یا ان سے فدیہ لیکر ان کو چھوڑ دیں اس طور پر کہ مسلمانوں میں سے اسی تعداد کے برابر آئندہ سال قتل کئے جائیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ فرمایا تو انہوں نے اس تخییر کے بعد فدیہ لینے کا مشورہ دیا اس طور پر کہ اتنے ہی مسلمان آئندہ سال شہید کئے جائیں، اس پر اشکال ظاہر ہے کہ جب فدیہ لینے کی اجازت دیدی گئی تھی تو پھر اس کے اختیار کرنے پر اس آیت کریمہ میں فدیہ لینے پر عتاب کیوں نازل ہوا، اس اشکال کا ایک مشہور جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ اختیار صرف ظاہری اور صوری تھا اور فی الواقع اس اختیار سے مقصود اختبار تھا یعنی امتحان کہ دیکھیں صحابہ کرام اعداء اللہ کے قتل کو اختیار کرتے ہیں یا سامان دنیا کو، اور حضرت ؒ نے بذل میں اس جواب کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس سے بہتر جواب یہ ہے کہ بعض صحابہ اس موقع پر مال کی طرف مائل ہوئے تھے، تو دراصل اس عتاب کا مورد وہی اصحاب ہیں جیسا کہ آیت کریمہ میں بھی اس طرف اشارہ موجود ہے: تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ، اور بعض علماء نے حدیث تخییر جس کو امام ترمذیؒ نے کتاب السیر میں بَابُ مَا جَاءَ فِي قَتْلِ الْأُسَارَىٰ وَالْفِدَاءِ میں ذکر کیا ہے، کو وہم رواۃ قرار دیا ہے، علامہ تورپشتیؒ حدیث تخییر کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ حدیث بوجہ اس کے کہ ظاہر قرآن اور ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جو اساریٰ بدر کے بارے میں وارد ہیں جن میں یہ ہے کہ فدیہ کا لینا صحابہ کرام کی رائے اور اجتہاد سے تھا چنانچہ اس پر عتاب نازل ہوا، اگر اس سلسلہ میں کسی وحی سماوی کے ذریعہ سے تخییر ثابت ہوتی تو اس پر عتاب متوجہ نہ ہوتا، فهذا الحديث مشكل جدا، الی آخر ما ذکر من تضعیف الحدیث، اسی طرح حافظ ابن کثیرؒ نے مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ کے ذیل میں متعدد روایات صحیحہ جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ سے اساریٰ بدر کے بارے میں مشورہ مذکور ہے، اور یہ کہ اخذ فداء باہمی مشورہ سے تھا جس پر آیت کا نزول ہوا، ذکر کی ہیں اور پھر آخر میں حضرت علیؓ کی تخییر والی حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں، رواه الترمذي والنسائي وابن حبان في صحيحها من حديث الثوري به وهذا حديث غريب جدا[1]۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ الخ: امام ابو داودؒ فرماتے ہیں، میرے استاذ احمد بن حنبلؒ سے کسی نے ابو نوح (جو یہاں سند میں مذکور ہے) کا نام دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا، اس کا نام پوچھ کر کیا کرے گا، اس کا نام اچھا نہیں بہت برا ہے اور نام بتایا نہیں، اس پر امام ابو داودؒ کہتے ہیں کہ اس کا نام قراد ہے، اور صحیح یہ ہے کہ اس کا نام عبد الرحمن بن غزوان ہے، قراد واقعی نام اچھا نہیں، اس لئے کہ قراد تو چیچڑی کو کہتے ہیں، والحديث أخرجه مسلم نحوه في اثناء حديث طويل، قاله المنذري۔

۲۶۹۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ الْعَيْشِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ فِدَاءَ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعَ مِائَةٍ».

---

[1] تفسير القرآن العظيم لابن كثير — ج ۷ ص ۱۱۹ - ۱۲۱

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جاہلیت کے لوگوں (کفار مکہ) کا جنگ بدر میں چار سو درہم فدیہ مقرر فرمایا تھا۔

شرح الحدیث: اس حدیث میں اساریٰ بدر سے جو فدیہ لیا گیا تھا اس کا بیان ہے کہ وہ چار سو درہم تھا، لیکن حضرتؒ نے بذل میں سیرت کی کتابوں سے نقل کیا ہے کہ فدیہ کی مقدار مختلف تھی ہر ایک کی حسب حیثیت، بعض سے چار ہزار درہم، کسی سے تین ہزار، اور بعض سے دو ہزار، اور جن کے پاس نقد دینے کیلئے کچھ نہ تھا تو اس سے کوئی خدمت لی گئی، مثلاً جو کتابت اچھی جانتا تھا تو غلمان مدینہ میں دس غلام اسکے حوالہ کر دیئے گئے تا کہ ان کو کتابت سکھائے [1] ۔ والحديث أخرجه النسائي قاله المنذري۔

٢٦٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا بَعَثَ أَهْلُ مَكَّةَ فِي فِدَاءِ أَسْرَاهُمْ بَعَثَتْ زَيْنَبُ فِي فِدَاءِ أَبِي الْعَاصِ بِمَالٍ، وَبَعَثَتْ فِيهِ بِقِلَادَةٍ لَهَا كَانَتْ عِنْدَ خَدِيجَةَ أَدْخَلَتْهَا بِهَا عَلَى أَبِي الْعَاصِ قَالَتْ: فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقَّ لَهَا رِقَّةً شَدِيدَةً، وَقَالَ: «إِنْ رَأَيْتُمْ أَنْ تُطْلِقُوا لَهَا أَسِيرَهَا، وَتَرُدُّوا عَلَيْهَا الَّذِي لَهَا» . فَقَالُوا: نَعَمْ. وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ عَلَيْهِ أَوْ وَعَدَهُ أَنْ يُخَلِّيَ سَبِيلَ زَيْنَبَ إِلَيْهِ، وَبَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ وَرَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: «كُونَا بِبَطْنِ يَأْجِجَ حَتَّى تَمُرَّ بِكُمَا زَيْنَبُ فَتَصْحَبَاهَا حَتَّى تَأْتِيَا بِهَا» .

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کے فدیے روانہ کئے تو آپ ﷺ کی صاحبزادی زینبؓ نے حضرت ابو العاصؓ کے فدیہ میں کچھ مال روانہ فرمایا اور اس مال میں انہوں نے ایک ہار روانہ کیا تھا جو کہ حضرت خدیجہؓ کا تھا۔ خدیجہؓ نے زینبؓ کو یہ ہار جہیز میں دیا تھا۔ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے جب ہار دیکھا تو آپ ﷺ پر شدید رقت طاری ہو گئی آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا: تم لوگ اگر مناسب سمجھو تو زینبؓ کی خاطر انکے قیدی یعنی انکے شوہر کو رہا کر دوں، اور جو مال اسکا ہے (یعنی زینبؓ نے حضرت ابو العاص کے فدیہ میں روانہ کیا ہے) وہ واپس کر دوں؟ تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ابو العاص کو رہا کرتے وقت وعدہ لیا کہ زینبؓ کو میرے پاس آنے سے منع نہ کرنا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو اور انصار میں سے ایک شخص کو (زینبؓ کو لانے کیلئے) روانہ فرمایا اور آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: جب تک زینب تم لوگوں کے پاس نہ آجائے تم مقام بطن یاجج (جو کہ مکرمہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے) میں ٹھہرے رہنا اور جب زینبؓ آجائیں تو ان کے ساتھ رہنا اور یہاں لے کر آنا۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٩٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٧٦)

شرح الحدیث: اس روایت کا مضمون کتاب النکاح میں اس حدیث کے ذیل میں جس میں یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٢٤٦

فاطمہؓ کے نکاح میں ہوتے ہوئے بنت ابی جہل سے نکاح کا ارادہ کیا تھا، اس حدیث کی شرح میں اس جلد کے شروع میں گزر چکا، اس کے بعد بھی ایک دو مرتبہ اسکا حوالہ آچکا ہے۔ بہر حال اس واقعہ میں فداء الاسیر بالا سیر پایا جارہا ہے جو صاحبین کے نزدیک بھی جائز ہے، کما تقدم۔

۲۶۹۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا عَمِّي يَعْنِي سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: وَذَكَرَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ مَرْوَانَ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَعِي مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِمَّا السَّبْيَ، وَإِمَّا الْمَالَ» . فَقَالُوا: نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ، ثُمَّ قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ جَاءُوا تَائِبِينَ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ» . فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ» . فَرَجَعَ النَّاسُ وَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، فَأَخْبَرُوهُمْ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا.

ترجمہ: حضرت مروان اور مسور بن مخرمہؓ نے عروہ بن زبیر کو بتلایا کہ حضور اکرم ﷺ نے خطبہ دیا جس وقت کہ (قبیلہ) ہوازن کی قوم کے افراد اسلام قبول کر کے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے اپنے قیدی اور مال واپس کرنے کی درخواست کی۔ تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں، جنہیں تم دیکھ رہے ہو اور میرے نزدیک پسندیدہ بات وہ ہے جو سچی ہو۔ تم لوگ دو چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کر لو یا قیدی یا مال۔ قبیلہ ہوازن کے لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدی واپس لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کے بعد فرمایا: بے شک تمہارے بھائی کفر وغیرہ گناہوں سے تائب ہو کر آئے ہیں اور میں نے تو ان لوگوں کے قیدیوں کو واپس کرنا مناسب سمجھا تم لوگوں میں سے جو شخص اپنی خوشی سے لوٹا دے تو ایسا کر لے اور تم لوگوں میں سے جو شخص اپنا حصہ وصول کرنے پر قائم رہے تو جب بھی اللہ تعالیٰ ہمیں مالِ غنیمت عطا فرمائے گا ہم اسکا بدلہ اس میں سے دے دیں گے۔ اُسے بھی ایسا کرنے کا حق حاصل ہے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اس بات پر بخوشی راضی ہیں۔ یعنی قیدیوں کے واپس کرنے پر تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم لوگ نہیں جانتے کہ تم لوگوں میں سے کس نے رضامندی ظاہر کی اور کس نے نہیں۔ اسلئے تم لوگ واپس جاؤ تاکہ تمہارے سردار اس معاملہ کو ہمارے پاس لائیں۔ اس طرح تمام لوگ واپس ہو گئے اور انکے سرداروں نے اس سلسلہ میں ان لوگوں سے بات کی پھر سردار دوبارہ لوٹ کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور آپکو خبر دی کہ وہ قیدیوں کے واپس کرنے پر راضی ہیں اور انہوں نے اس کی خوشی سے اجازت دی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الوكالة (۲۱۸۴) صحيح البخاري - العتق (۲۴۰۲) صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها

(٢٤٤٤) صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٦٦) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٦٣) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٦٤) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٥٥) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٩٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٢٧/٤)

شرح الحدیث **جعرانہ میں وفدہوازن کی آمد:** غزوۂ حنین میں مسلمانوں کو جب فتح حاصل ہوئی اور وہ غنائم حنین کو لیکر مقام جعرانہ میں آکر ٹھہرے تو آپ ﷺ کی خدمت میں قبیلہ ہوازن کا ایک وفد جس میں اس قبیلہ کے آٹھ دس اشراف اور سردار بھی تھے جو حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام میں داخل ہو گئے تھے تو انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپکے قبضہ میں جو ہمارے قیدی ہیں ان میں بعض ہماری مائیں ہیں اور بعض ہم میں سے بعض کی بہنیں ہیں اور بعض عمات وخالات، لہذا آپ ﷺ برائے مہربانی ان کو واپس کر دیجئے، تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: مَعِي مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ کہ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جن کو تم دیکھ رہے ہو، یعنی آپ کے صحابہ جو اس مال کے اصولاً مستحق ہو چکے ہیں، اور دیکھو میں صحیح بات کو پسند کرتا ہوں (اور وہی تمہارے سامنے رکھتا ہوں) وہ یہ کہ تم دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرو، یا صرف قیدیوں کی بات رکھو یا مال کی، صرف جانیں لو، یا صرف مال یعنی میں ان میں سے صرف ایک ہی کی سفارش کر سکتا ہوں (آخر میرے اصحاب کا بھی حق ہے، ان کی بھی رعایت ضروری ہے) انہوں نے عرض کیا کہ ہم صرف اپنے قیدیوں کو چاہتے ہیں (مال کی کوئی بات نہیں)۔

آپ ﷺ کی سفارش صحابہ سے قبیلہ ہوازن کیلئے: بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی یہ بات سن کر فرمایا: "اما الذي لبني هاشم فلكم" یعنی بنو ہاشم کے حصہ میں جتنے قیدی آئے ہیں ان کا تو میں فی الحال فیصلہ کرتا ہوں کہ وہ تمہارے لئے ہیں، اور پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد اس وفد ہوازن کے آنے کا اور مطالبہ کا صحابہ کرامؓ سے ذکر فرمایا، اور اپنی طرف سے یہ سفارش فرمائی کہ ان کے قیدیوں کو ان کی طرف لوٹا دیا جائے اور فرمایا کہ جو شخص تم میں سے بغیر عوض کے واپس کرنا چاہئے وہ اس طرح واپس کر دے، اور جو عوض لے کر واپس کرنا چاہے تو ایسا کر لے، اور اس کا عوض ہمارے ذمہ ہوگا، اس واقعہ کے بعد سب سے پہلے جو مال غنیمت حاصل ہوگا اس میں سے اس کو اس کا عوض دیا جائیگا صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی بات سنکر عرض کیا: قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ کہ ہاں ہم خوش دلی کے ساتھ ان کے قیدی ان کو واپس کرتے ہیں یعنی بغیر عوض کے، اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس اجتماعی بات میں ہم یقینی طور پر نہیں جان سکتے کہ کون واقعی خوش دلی سے دینے کو تیار ہوا اور کون نہیں، لہذا اس وقت آپ لوگ اپنی اپنی جگہ پہنچ کر اپنے اپنے ذمہ داروں کو میرے پاس بھیجیں جو تمہاری صحیح صحیح بات مجھ سے بیان کرے، چنانچہ سب صحابہ اٹھ کر اپنی اپنی جگہ چلے گئے اور ہر قبیلہ کے چودھری نے اپنے قبیلہ والوں سے اس بارے میں بات کی اور پھر سب ان ذمہ داروں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا: أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا کہ واقعی یہ سب لوگ خوش دلی سے قیدیوں کو لوٹانے کی اجازت دے رہے ہیں یعنی بلا عوض، اس روایت میں تو اتنا ہی ہے لیکن بعض دوسری روایات میں آتا ہے إلا قليلا

من الناس [1] یعنی بجز چند لوگوں کے کہ جو بغیر عوض لئے لوٹانے پر تیار نہیں ہوئے، ان ہی میں سے اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن بھی تھے، کما فی البذل [2]۔ والحدیث أخرجه البخاري والنسائي مختصراً ومطولاً قاله المنذري۔

٢٦٩٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «رُدُّوا عَلَيْهِمْ نِسَاءَهُمْ وَأَبْنَاءَهُمْ، فَمَنْ مَسَكَ بِشَيْءٍ مِنْ هَذَا الْفَيْءِ، فَإِنَّ لَهُ بِهِ عَلَيْنَا سِتَّ فَرَائِضَ مِنْ أَوَّلِ شَيْءٍ يُفِيئُهُ اللَّهُ عَلَيْنَا» ثُمَّ دَنَا - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مِنْ بَعِيرٍ، فَأَخَذَ وَبَرَةً مِنْ سَنَامِهِ، ثُمَّ قَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّهُ لَيْسَ لِي مِنْ هَذَا الْفَيْءِ شَيْءٌ، وَلَا هَذَا - وَرَفَعَ أُصْبُعَيْهِ - إِلَّا الْخُمُسَ، وَالْخُمُسُ مَرْدُودٌ عَلَيْكُمْ، فَأَدُّوا الْخِيَاطَ وَالْمَخِيطَ». فَقَامَ رَجُلٌ فِي يَدِهِ كُبَّةٌ مِنْ شَعْرٍ فَقَالَ: أَخَذْتُ هَذِهِ لِأُصْلِحَ بِهَا بَرْذَعَةً لِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَّا مَا كَانَ لِي وَلِبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَهُوَ لَكَ». فَقَالَ: أَمَّا إِذْ بَلَغَتْ مَا أَرَى فَلَا أَرَبَ لِي فِيهَا وَنَبَذَهَا.

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان (قبیلہ ہوازن) کی عورتوں اور بچوں کو واپس کر دو اور جو ان لوگوں میں سے کسی کو رکھنا چاہے بدلے کے بغیر تو ہم اسکو بدلہ بھی دیں گے اور وہ یہ ہے کہ ہم اسکے عوض جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے اس میں سے ہم چھ چھ اُونٹ دیں گے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اُونٹ کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے کوہان میں سے بال لے کر فرمایا: اے لوگو! حالت یہ ہے کہ اس فیٔ کے مال میں سے میرے لئے کچھ نہیں ہے اور نہ یہ (اور آپ نے ان بالوں کی طرف اشارہ فرمایا اور اپنی دو انگلیوں کو بلند فرمایا جس میں یہ بال تھے) مگر خمس اور خمس بھی تمہارے ہی لئے خرچ کیا جاتا ہے تو سوئی اور دھاگہ کو بھی ادا کرو ایک شخص کھڑا ہوا جس کے ہاتھ میں بالوں کا ایک گچھا تھا اس نے کہا کہ میں نے اسکو پالان کے نیچے کی کملی درست کرنے کیلئے لیا تھا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں سے جو حصہ میرا اور بنی عبد المطلب کا بنتا ہے وہ تیرے لئے ہے تو اس شخص نے کہا جب یہ چند بال اس حد کو پہنچے یعنی اسکا گناہ اس درجہ کو پہنچا جو میں دیکھتا ہوں تو مجھے اسکی ضرورت نہیں اور ان بالوں کو پھینک دیا۔

تخریج: سنن النسائي-الهبة(٣٦٨٨)سنن النسائي-قسم الفيء(٤١٣٩)سنن أبي داود-الجهاد(٢٦٩٤)موطأ مالك-الجهاد(٩٩٤)

شرح الحدیث: رُدُّوا عَلَيْهِمْ نِسَاءَهُمْ وَأَبْنَاءَهُمْ: حنین میں جو مال غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوا تھا وہ بہت بڑی مقدار میں تھا جس کی تفصیل یہ ہے قیدیوں میں چھ ہزار نساء وصبیان، اور مال میں چوبیس ہزار اونٹ، چار ہزار اوقیہ چاندی، چالیس ہزار سے زائد بھیڑ بکریاں۔

سِتَّ فَرَائِضَ مِنْ أَوَّلِ شَيْءٍ يُفِيئُهُ اللَّهُ عَلَيْنَا: یعنی جو شخص عوض لینا چاہے گا تو ہم اس کو سب سے پہلی غنیمت میں سے چھ اونٹ دیں گے، یعنی ہر شخص کی غنیمت کا عوض چھ اونٹ قرار دیا گیا جو لینا چاہے۔

---

[1] في رواية موسى بن عقبة فأعطى الناس ما بأيديهم إلا قليلا من الناس سألوا الفداء (فتح الباري شرح صحيح البخاري-ج٨ص٣٤)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود-ج١٢ص٢٥١

إِنَّهُ لَيْسَ لِي مِنْ هَذَا الْفَيْءِ شَيْءٌ، وَلَا هَذَا - وَرَفَعَ أُصْبُعَيْهِ - إِلَّا الْخُمُسَ، وَالْخُمُسُ مَرْدُودٌ عَلَيْكُمْ: پھر آپ ﷺ نے ایک اونٹ کے کوہان کے بال مٹھی میں پکڑ کر فرمایا کہ دیکھو میرے لئے اس مال غنیمت میں سے کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور نہ یہ بال جو میری مٹھی میں ہیں بجز خمس غنیمت کے، اور اس خمس کا بھی کیا ہوتا ہے وہ بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جاتا ہے، یعنی مصالح مسلمین اور جہاد وغیرہ کی ضروریات میں خرچ کر دیا جاتا ہے۔

فَأَدُّوا الْخِيَاطَ وَالْمَخِيطَ: یہ ماقبل پر متفرع ہے، یعنی جب میرا اس میں سوائے خمس کے کچھ نہیں تو اسی طرح تمہارا بھی بطریق اولیٰ سوائے حق واجب کے اس میں کچھ نہیں، لہذا کوئی شخص اپنے معینہ حصہ سے زائد کوئی چیز خواہ وہ دھاگہ یا سوئی ہی کیوں نہ ہو نہ لے، اگر لی ہو تو اس کو واپس کر دے کچھ دیر بعد ایک شخص کھڑا ہوا جس کے ہاتھ میں اون کا ایک گچھا تھا، اس نے اسکی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ اون میں نے اپنے نمدہ کی اصلاح کیلئے لی تھی، لیکن چونکہ اس وقت تک مال غنیمت تقسیم ہو چکا تھا اور یہ شخص وہ صوف تقسیم کے بعد لیکر آیا تھا، اس کو چاہئے تھا کہ تقسیم سے پہلے لیکر آتا، اسلئے آپ ﷺ نے اسکو قبول کرنے سے یہ کہہ کر عذر فرمادیا کہ أَمَّا مَا كَانَ لِي وَلِبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَهُوَ لَكَ الخ یعنی اس صوف میں جتنا حصہ میرا اور میرے خاندان والوں کا بیٹھتا ہے اسکی اجازت تو میں تجھ کو دیتا ہوں کیونکہ ان بالوں میں پورے لشکر کا حصہ تھا اسلئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے حصہ کی تو اجازت دے سکتا ہوں، اور اس میں جو دوسروں کا حصہ ہے اسکی اجازت تو خود ان سے لے، وہ آپ ﷺ کی اس احتیاط اور اصولی بات کو سنکر کہنے لگا: أَمَّا إِذْ بَلَغَتْ مَا أَرَى الخ اچھا یہ معمولی چیز اس درجہ کو پہنچ گئی، یہ کہہ کر اسکو پھینک کر چلا گیا۔

بیان حصته ﷺ فی مال الغنیمة: یہاں اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مال غنیمت میں میرا کچھ حصہ نہیں سوائے خمس کے، حالانکہ یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کیلئے مال غنیمت میں تین حصے ہوتے تھے، سہم کسہم احد الغانمین، یعنی غازیوں کی طرح آپ ﷺ کا ایک حصہ، وخمس الخمس، اور سہم صفی، اس تیسرے کا مستقل باب آگے آنیوالا ہے اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی مراد نفی سے عام نہیں ہے بلکہ موجود اور مخصوص مال غنیمت سے اس کا تعلق ہے، لہذا اب کوئی اشکال نہیں رہا، وینظر بَابٌ فِي الْإِمَامِ يَسْتَأْثِرُ بِشَيْءٍ مِنَ الْفَيْءِ لِنَفْسِهِ، والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

١٣٢ - بَابٌ فِي الْإِمَامِ يُقِيمُ عِنْدَ الظُّهُورِ عَلَى الْعَدُوِّ بِعَرْصَتِهِمْ

حاکم جس وقت دشمن پر غالب آجائے تو وہ میدان جنگ میں قیام کرے

٢٦٩٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، ح وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَلَبَ عَلَى قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلَاثًا»

قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: «إِذَا غَلَبَ قَوْمًا أَحَبَّ أَنْ يُقِيمَ بِعَرْصَتِهِمْ ثَلَاثًا». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «كَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ يَطْعَنُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ قَدِيمِ حَدِيثِ سَعِيدٍ لِأَنَّهُ تَغَيَّرَ سَنَةَ خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ، وَلَمْ يُخْرِجْ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا بِأَخَرَةٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «يُقَالُ إِنَّ وَكِيعًا حَمَلَ عَنْهُ فِي تَغَيُّرِهِ».

ترجمہ: حضرت ابو طلحہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ جب کسی قوم پر غالب ہوتے تو میدانِ جنگ میں تین رات قیام فرماتے اور ابن مثنیٰ کی روایت میں ہے کہ تین رات وہاں پر قیام کرنا آپ ﷺ اچھا سمجھتے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید اس حدیث میں طعن کرتے تھے کیونکہ یہ سعید بن ابی عروبہ کی پہلی حدیث میں سے نہیں ہے اس لئے کہ ۴۵ ہجری میں ان کے حافظہ میں تغیر پیدا ہوگیا تھا اور یہ حدیث بھی اخیر عمر کی ہے جب ان کے حافظہ میں تغیر ہو چکا تھا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ وکیع نے سعید سے ان کے حافظہ کے اختلاط کے زمانے میں ہی یہ حدیث حاصل کی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (۳۰۰۹) صحيح البخاري - المغازي (۳۷۵۷) جامع الترمذي - السير (۱۵۵۱) سنن أبي داود - الجهاد (۲۶۹۵) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (۲۹/۴) سنن الدارمي - السير (۲۴۵۹)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں بھی یہی مضمون ہے کہ حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب آپ ﷺ کسی قوم پر غلبہ حاصل کرتے اور کسی سرزمین کو فتح کرتے تو وہاں اسی میدان میں فتح کے بعد تین روز تک قیام فرماتے، جس کی علماء نے مختلف مصالح لکھی ہیں مثلاً اس زمین کے حق کی ادائیگی کہ جس پر اب تک غیر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی گئی، اب اس فتح کے بعد چند روز اس پر معبود حقیقی کی عبادت ہو جائے، نیز اس لئے بھی کہ آثار فتح ظاہر ہوں، اور سواریوں اور رفقاء کی استراحت کہ ان کو آرام کا موقع ملے، اور اپنی قوت اور بے پرواہی کا اظہار، کہ اب بھی اگر کسی میں مقابلہ کی ہمت ہو تو آجائے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ يَطْعَنُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ: یحییٰ بن سعید اس حدیث کی سند میں طعن کرتے تھے، اس لئے کہ اس کی سند میں سعید بن ابی عروبہ ہیں جو مختلطین میں سے ہیں، یعنی آخر عمر میں آکر ان کو اختلاط ہونے لگا تھا اور حافظہ میں کمزوری آگئی تھی جبکہ مختلط کا حکم یہ ہے کہ اس کی روایت قبل الاختلاط کی معتبر ہے، اور اس کے بعد کی نہیں، اور یہ حدیث ان کی آخر عمر ہی کی ہے یعنی بعد الاختلاط کی۔

آگے مصنفؒ کہتے ہیں کہ وکیع کی روایت سعید سے بعد الاختلاط کی ہے لیکن یہاں ان سے روایت کرنے والے وکیع نہیں ہیں بلکہ روح بن عبادہ اور معاذ بن معاذ ہیں، اسکے علاوہ عبد الاعلیٰ بھی ہیں، چنانچہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو روح بن عبادہ کے طریق سے روایت کر کے فرمایا: تَابَعَهُ مُعَاذٌ وَعَبْدُ الْأَعْلَى، اور وکیع کا تحمل اگرچہ ان سے بعد الاختلاط ہے لیکن ان تین کے بارے میں یہ ثابت نہیں کہ ان کا تحمل فی حال الاختلاط ہے، اور پھر ویسے بھی یہ حدیث متفق علیہ ہے، بخاری اور مسلم [1] نے

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها - باب عرض مقعد الميت من الجنة أو النار عليه، وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه ۲۸۷۵

اسکی تخریج کی ہے: والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

۱۳۳۔ بَابٌ فِي التَّفْرِيقِ بَيْنَ السَّبْيِ

قیدیوں میں آپس میں جدائی کرنے کا بیان

مال غنیمت میں جو قیدی حاصل ہوتے ہیں اگر کسی شخص کے حصہ میں جو قیدی آئے ہیں ان میں باہمی قرابت ہو اور ان میں کبیر کے ساتھ صغیر بھی ہو، مثلاً کسی شخص کے حصہ میں دو غلام آئے اخوین، ایک بالغ اور ایک طفل صغیر تو ان میں تفریق کر سکتے ہیں یا نہیں، بایں طور کہ وہ شخص جس کے حصہ میں یہ دو آئے ہیں وہ ان دو میں سے کسی ایک کی بیع کر دے یا کسی کو ہبہ کر دے، حدیث میں اسکی ممانعت آئی ہے۔

مسئلہ مترجم بہا میں مذاہب ائمہ: اب یہ کہ ان میں کون کون سی قرابتیں معتبر ہیں اور کب تک یہ تفریق ممنوع ہے؟ اس تفصیل میں ائمہ کا اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک اس تفریق کی کراہت اسکے بلوغ تک ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک سات یا آٹھ سال تک، یعنی اگر وہ صغیر سات یا آٹھ سال سے چھوٹا ہے تب منع ہے اسکے بعد منع نہیں وقال مالك اذا اثغر، یعنی جب اس بچہ کے دانت نکل آئیں، اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ولد اور والدہ کے درمیان تفریق کبھی بھی جائز نہیں اگرچہ بالغ ہو جائے۔

اب یہ کہ کون سے رشتے اس میں معتبر ہیں، بین الولد والوالدۃ کے عدم جواز پر تو اجماع ہے، پھر حنفیہ کے نزدیک ہر ذی رحم کا یہی حکم ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک جیسا کہ انکی کتب سے معلوم ہوتا ہے یہ تحریم قرابت والد کیساتھ خاص ہے ولد اور والدہ، اور ایسے ہی والد اور جد اور جدہ، خواہ جدہ لاب ہو یا لام، ففی مغنی المحتاج: ویحرم التفریق بین الأم والولد حتی یمیز، وفی قول حتی یبلغ، ولا یحرم التفریق بینه وبین سائر المحارم کالأخ والعم وإن قوى السبكي التحريم بينه وبينهم اه[1]، وفي شرح السنة وكذلك حكم الجدة وحكم الأب والجد اه[2]۔

۲۶۹۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَ جَارِيَةٍ وَوَلَدِهَا «فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنْ ذَلِكَ وَرَدَّ الْبَيْعَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَمَيْمُونٌ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيًّا قُتِلَ بِالْجَمَاجِمِ، وَالْجَمَاجِمُ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَثَمَانِينَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَالْحَرَّةُ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ، وَقُتِلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ».

ترجمہ: حضرت میمون بن ابی شبیب سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک باندی اور اسکے بچے میں علیحدگی کر دی۔

---

[1] مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج — ج ۲ ص ۵۱ ـ ۵۲

[2] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي — ج ٤ ص ٥٠٤

رسول اکرم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا اور بیع کو رد کر دیا۔ امام ابو داودؒ نے فرمایا کہ میمون بن ابی شبیب نے حضرت علیؓ کو نہیں پایا کیونکہ میمون جنگِ جماجم میں ۸۳ھ میں قتل کیا گیا۔ ابو داودؒ نے کہا کہ واقعہ حرہ ۶۳ھ ہجری اور ابن زبیر کی شہادت ۷۳ھ ہجری میں ہوئی۔

شرح الحدیث یہ تفریق چونکہ بین الوالدۃ والولد ہے، اور وہ بالاتفاق ممنوع ہے، آگے روایت میں ہے ورد البیع اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کی یہ تفریق بالبیع تھی کہ انہوں نے ان دو میں سے کسی ایک کی بیع کر دی تھی، دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ اگر اس قسم کی تفریق بیع کے ذریعہ سے کر دی جائے تو وہ بیع فاسد ہے، امام شافعیؒ اور ابو یوسفؒ کا یہی مذہب ہے، اس حدیث سے اسی کی تائید ہو رہی ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص اسطرح کی بیع کرے تو وہ مع الکراہۃ صحیح ہے فاسد نہیں۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَمَيْمُونٌ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيًّا: لہذا حدیث منقطع ہے، آگے فرماتے ہیں کہ میمون جنگ جماجم میں قتل ہو گئے، یعنی وہ جنگ جو دیر جماجم میں واقع ہوئی تھی، اور جنگ جماجم ۸۳ھ میں پیش آئی، یہ ماقبل یعنی عدم ادراک علیؓ کی دلیل نہیں بلکہ مستقل افادہ ہے، اس لئے کہ حضرت علیؓ کی شہادت کا قصہ ۴۰ھ میں پیش آیا اور یہ بات ممکن ہے کہ یہ اس وقت چار پانچ سال یا اس سے زائد عمر کے ہوں، جس عمر میں سماع صغیر صحیح ہوتا ہے (بذل [1]) لہذا اس صورت میں ادراک ہو سکتا ہے، اسی لئے ہم نے کہا کہ یہ عدم ادراک کی دلیل نہیں ہے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَالْحَرَّةُ ۶۳ھ: **وقعة الحره کا ذکر:** مصنفؒ نے یہاں دو مشہور تاریخی لڑائیوں کا تبعاً بطور افادہ ذکر کیا ہے، ایک وقعۃ الحرۃ کہ یہ لڑائی ۶۳ھ میں پیش آئی تھی، دوسرا واقعہ قتل ابن الزبیرؓ کا، اس کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ یہ ۷۳ھ میں پیش آیا، وقعۃ الحرہ مشہور لڑائی ہے جو امارت یزید کے زمانہ میں پیش آئی جس میں عسکر یزید نے مسلم بن عقبہ کی امارت میں مدینہ پر چڑھائی کی تھی جس میں سینکڑوں صحابہؓ اور تابعینؒ شہید ہوئے تھے، اور قتل ابن الزبیرؓ کا بیان الدر المنضود جلد ثالث باب الاحصار میں مذکور ہے۔

وقعۃ الحرۃ کا جوڑ تو فتنہ ابن الزبیرؓ ہی سے ہے وہ یہ کہ جب عبد اللہ بن الزبیرؓ یزید کی بیعت سے انکار کر کے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلے آئے، اور اہل مکہ نے انکا ساتھ دیا تو اس بناء پر یزید چونکہ مکہ پر چڑھائی کی کوشش کرتا رہا گو وہ اس میں ناکام رہا لیکن اسکی ان حرکتوں کو دیکھ کر اہل مدینہ بھی یزید کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے اپنی بیعت کو فسخ کر دیا، اور مدینہ میں جو بنو امیہ تھے ان کا محاصرہ کر لیا...... مروان امیر مدینہ نے اس کی اطلاع یزید کو کی اور اس سے استغاثہ کیا، اس پر یزید نے ایک لشکر جرار جو کہ بارہ ہزار افراد پر مشتمل تھا، اور کہا گیا ہے بیس ہزار مسلم بن عقبہ کو اسکا امیر بنا کر مدینہ کی طرف بھیجا اور اس کو یہ ہدایت کی کہ اہل مدینہ کو تین دن تک فہمائش کر کے اگر وہ رجوع کر لیں فبہا ورنہ ان سے قتال کیا جائے غرضیکہ وہاں جا کر

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۲ ص ۲۵۷ ـ ۲۵۸

قتال کی نوبت آئی اہل مدینہ کو شکست ہوئی تین دن مسلسل مدینہ میں قتال ہوتا رہا، یہ لڑائی چونکہ حرۂ مدینہ میں ہوئی تھی اسی لئے اسکو وقعۃ الحرۃ کہتے ہیں جس جگہ یہ لڑائی ہوئی وہ حرۂ راقم کے ساتھ مشہور ہے جو مسجد نبوی سے ایک میل پر ہے، اس لڑائی میں بقایا مہاجرین وانصار، اور تابعین میں سے ڈیڑھ ہزار سے زائد قتل ہوئے اور اس کے علاوہ عام مسلمانوں کی تعداد عورتوں بچوں کے علاوہ دس ہزار بتلائی جاتی ہے[1]۔

۱۳۴ ـ بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْمُدْرِكِينَ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمْ

بالغ قیدیوں میں علیحدگی درست ہے

یعنی تفریق بین السبایا اس وقت ممنوع ہے جبکہ وہ صغیر اور نابالغ ہوں، اور اگر وہ بالغ ہوں تو تفریق کی رخصت اور اجازت ہے۔

۲۶۹۷ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ، وَأَمَّرَهُ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَغَزَوْنَا فَزَارَةَ فَشَنَنَّا الْغَارَةَ، ثُمَّ نَظَرْتُ إِلَى عُنُقٍ مِنَ النَّاسِ فِيهِ الذُّرِّيَّةُ وَالنِّسَاءُ، فَرَمَيْتُ بِسَهْمٍ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْجَبَلِ فَقَامُوا، فَجِئْتُ بِهِمْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فِيهِمُ امْرَأَةٌ مِنْ فَزَارَةَ، وَعَلَيْهَا قَشْعٌ مِنْ أَدَمٍ مَعَهَا بِنْتٌ لَهَا مِنْ أَحْسَنِ الْعَرَبِ، فَنَفَّلَنِي أَبُو بَكْرٍ ابْنَتَهَا فَقَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَلَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي: «يَا سَلَمَةُ، هَبْ لِي الْمَرْأَةَ» فَقُلْتُ: وَاللهِ لَقَدْ أَعْجَبَتْنِي وَمَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا، فَسَكَتَ حَتَّى إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ لَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوقِ فَقَالَ: «يَا سَلَمَةُ هَبْ لِي الْمَرْأَةَ لِلَّهِ أَبُوكَ» . فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ مَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا وَهِيَ لَكَ، فَبَعَثَ بِهَا إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ وَفِي أَيْدِيهِمْ أَسْرَى فَفَادَاهُمْ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ.

ترجمہ: سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ابو بکرؓ کے ساتھ جہاد کیلئے نکلے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہمارا امیر مقرر فرمایا تھا، ہم لوگوں نے قبیلہ فزارہ کے خلاف جہاد کیا تھا تو ہم نے ان پر غارت ڈالی اس کے بعد میں نے چند لوگوں کو دیکھا جن میں بچے اور عورتیں تھیں۔ میں نے ان کے ایک تیر مار دیا وہ ان کے اور پہاڑ کے درمیان گرا۔ وہ کھڑے ہوگئے۔ پھر میں ان کو پکڑ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس لایا ان میں قبیلہ فزارہ کی ایک خاتون تھی جو کہ خشک کھال کا بہترین لباس پہنے ہوئے تھی اور اس کے ساتھ عرب کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے وہ لڑکی مجھے بطور نفل دے دی۔ میں مدینہ منورہ میں آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھ سے ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمہ! وہ لڑکی مجھ کو ہبہ کردے میں نے کہا: اللہ کی قسم وہ لڑکی مجھ کو پسند آگئی اور میں نے ابھی تک اس کا کپڑا نہیں کھولا (ہمبستری نہیں کی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ جب دوسرا دن ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر مجھ سے ملاقات ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] الحل المفہم — ج ۲ ص ۷۵

اے سلمہ! اللہ کی رضا کیلئے وہ لڑکی مجھے ہبہ کر دے، تجھے اپنے والد کی قسم میں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے ابھی تک اس کا کپڑا نہیں کھولا اور وہ آپ ﷺ کیلئے ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے اہلِ مکہ کے ہاں بھیج دیا اور مکہ والوں کے یہاں جو قیدی تھے اس کے بدلہ میں ان کو رہا کرالیا۔

تخریج صحیح مسلم - الجهاد والسير (١٧٥٥) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٩٧) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٤٦) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤٧/٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٥١/٤)

شرح الحدیث اس حدیث کے راوی سلمہ بن الاکوعؓ ہیں جو سریہ فزارہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جسکے امیر صدیق اکبرؓ تھے، ابن الاکوع کہتے ہیں کہ ہم نے صدیق اکبرؓ کے ساتھ نکل کر قبیلۂ فزارہ سے غزوہ اور ان پر حملہ کیا، جب ہم نے ان پر حملہ اور چڑھائی کی (تو مسلمانوں کو فتح ہوئی، بہت سوں کو قتل کیا اور بہت سوں کو قید کیا بعض ان میں سے بھاگ رہے تھے، جس کو وہ آگے بیان کر رہے ہیں) پھر میں نے لوگوں کی ایک جماعت کی طرف دیکھا جس میں عورتیں، بچے بھی تھے جو پہاڑ پر چڑھنے کیلئے بھاگ جارہے تھے جان بچا کر، میں نے ایک تیر چلایا (ان کے مارنے کیلئے نہیں بلکہ ان کو روکنے کیلئے [1]۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: میرا تیر پہاڑ اور ان لوگوں کے درمیان جاکر گرا جس سے ڈر کر وہ وہیں رک گئے اور میں جاکر انکو پکڑ لایا، اور صدیق اکبرؓ کی خدمت میں پیش کیا ان میں قبیلۂ فزارہ کی ایک ایسی عورت تھی جس کے بدن پر پوستین تھی، اسکے ساتھ ایک بہت خوبصورت لڑکی تھی، صدیق اکبرؓ نے وہ بنت بطور نفل اور انعام کے مجھ کو دیدی (اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہو گیا، کیونکہ یہاں بنت اور اسکی ماں میں تفریق ہوگئی اور ظاہر ہے کہ دونوں مدرکہ اور بالغہ تھیں) جب میں لوٹ کر مدینہ آیا تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے سلمہ! یہ جاریہ تو مجھ کو ہبہ کر دے، میں نے عرض کیا: واللہ! مجھ کو پسند آرہی ہے، اور میں ابھی تک اس کے قریب بھی نہیں گیا، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اس پر خاموش ہو رہے، وہ کہتے ہیں اگلے روز پھر حضور ﷺ کی مجھ سے ملاقات ہوئی اور حضور ﷺ نے مجھ سے پھر وہی بات فرمائی اور میں نے بھی وہی بات عرض کر کے، عرض کیا کہ یہ آپ کی خدمت میں ہدیہ ہے، وہ کہتے ہیں، حضور ﷺ نے اس کو اہل مکہ کی طرف بھیج دیا جن کے پنجے میں بعض مسلمان پھنسے ہوئے تھے، آپ ﷺ کا یہ بھیجنا ان مسلمان قیدیوں کے فدیہ کے طور پر تھا (یعنی پھر اس پر بحمد اللہ تعالیٰ وہ مسلمان قیدی چھوٹ کر آگئے) والحديث أخرجه مسلم قاله المنذري وابن ماجه (محمد عوامه)۔

١٣٥ - بَابٌ فِي الْمَالِ يُصِيبُهُ الْعَدُوُّ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ يُدْرِكُهُ صَاحِبُهُ فِي الْغَنِيمَةِ

جنگ میں اگر مشرکین کسی مسلمان کا مال لے جائیں پھر اس مال کا مسلمان مالک اس کو مالِ غنیمت میں پائے؟

مسئلہ مترجم بہا کی تشریح مع اختلاف ائمہ: اس ترجمۃ الباب میں ایک مشہور اختلافی مسئلہ مذکور ہے،

[1] اس لئے کہ نساء وصبیان کو جہاد میں قتل کرنا ممنوع ہے۔

جس کی بناء ایک مشہور مسئلہ اصولیہ اختلافیہ پر ہے، وہ یہ کہ استیلاء الکافر علی مال المسلم سبب ملک ہے یا نہیں؟ (یہ مسئلہ آپ سب سے پہلے اصول الشاشی میں پڑھ چکے) حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں سبب ملک ہے، مالکیہ کے یہاں تو مطلقاً اور حنفیہ کے نزدیک استیلاء کا سبب ملک ہونا بعد الاحراز ہے، احراز سے پہلے نہیں اسکی وضاحت یہ ہے کہ اگر کوئی کافر کسی مسلمان کا کوئی مال کسی طرح دارالاسلام سے اٹھا کر اپنے ملک لیجائے تو اس استیلاء کی وجہ سے وہ کافر اس مال مسلم کا مالک ہوگا یا نہیں، مالکیہ کے نزدیک تو وہ اس پر قابض ہوتے ہی مالک ہو جائے گا، اور حنفیہ کے نزدیک صرف قبضہ سے ملک ثابت نہیں ہوگی جبتک احراز نہ پایا جائے یعنی وہ اسکو یہاں سے دارالحرب نہ لیجائے، حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک استیلاء سبب ملک نہیں لہذا انکے نزدیک وہ کافر اس مال مسلم کا مالک نہ ہوگا، وعن أحمد روايتان، الأول كالشافعي والثاني كمذهبنا الحنفية وهو الراجح عندهم [1]۔ اس اصولی اختلاف جاننے کے بعد اب حدیث الباب کو لیجئے۔

۲۶۹۸ - حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ سُهَيْلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ غُلَامًا لِابْنِ عُمَرَ أَبَقَ إِلَى الْعَدُوِّ، فَظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ، «فَرَدَّهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ وَلَمْ يَقْسِمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَقَالَ غَيْرُهُ رَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ».

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کا غلام دشمنوں کی طرف یعنی کافروں میں بھاگ کر چلا گیا۔ پھر جب مسلمان ان پر غالب آگئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ غلام ابن عمرؓ کو لوٹا دیا اور اسکو تقسیم نہیں فرمایا یعنی اسے مالِ غنیمت کے مال میں داخل نہیں کیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۹۰۳) سنن أبي داود - الجهاد (۲۶۹۸) سنن ابن ماجه - الجهاد (۲۸۴۷)

شرح الحديث من حيث الفقه: ترجمۃ الباب میں ہم نے جو اصولی اختلافی مسئلہ بیان کیا ہے اس کے پیش نظر اب آپ یہ سمجھئے کہ اگر اس قسم کا مال، مال غنیمت میں حاصل ہو تو اس کا کیا ہونا چاہئے؟ آیا اسکو اس مسلم کی طرف رد کر دیا جائے جس کا وہ پہلے تھا، یا اس کو مال غنیمت ہی قرار دیا جائے؟ حنفیہ و مالکیہ کے مسلک کا تقاضا یہ ہے کہ اسکو مال غنیمت قرار دیا جائے کیونکہ وہ مال کفار کا ہو چکا تھا، اور شافعیہ کے مسلک کا تقاضا یہ ہے کہ اس مال کو اسی مسلم کی طرف رد کر دیا جائے اور اس کو مال غنیمت نہ قرار دیا جائے۔

مسئلہ مترجم بہا میں ائمہ اربعہ کے مذاہب: پھر جاننا چاہئے کہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ اس قسم کا مال جب مال غنیمت میں حاصل ہو تو اگر تقسیم غنیمت سے پہلے یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں فلاں چیز فلاں مسلمان کی ہے تو اس صورت میں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس مال کو اس مسلم کی طرف رد کر دیا جائیگا، اور اگر اس بات کا علم تقسیم غنیمت کے بعد ہو تو اس صورت میں حنفیہ اور مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ اب رد نہیں کیا جائے گا اور شافعیہ کے نزدیک بعد القسمۃ بھی اسکی طرف

[1] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري - ج ١ ص ٢٠٤

رد کیا جائے گا ان کے نزدیک اس مال کو مال غنیمت قرار دینا ہی صحیح نہیں۔

اس تفصیل کے جاننے کے بعد آپ سمجھئے کہ اگر کسی حدیث میں اس قسم کے مال کے بارے میں اس کا رد الی المالک وارد ہو تو اس کو حنفیہ و مالکیہ قبل تقسیم الغنیمۃ پر محمول کرتے ہیں (اس لئے کہ ان کے مسلک کا تقاضا ہی یہ ہے) لیکن اگر کسی حدیث میں تصریح ہو تقسیم کی اور پھر بھی اس مال کو رد کیا گیا ہو تو شافعیہ کے تو یہ موافق ہوگا لیکن حنفیہ، مالکیہ ایسی صورت میں تاویل کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ وہ رد بالعوض ہوگا، یعنی اس مسلمان سے اس کا عوض لے کر وہ اس پر لوٹایا گیا ہوگا، ویسے ہی نہیں۔

عبد آبق کے بارے میں امام صاحب اور صاحبین کی رائے: اسکے بعد پھر یہ جانئے کہ اگر کسی مسلمان کا غلام کفار کی طرف از خود بھاگ کر چلا جائے اور پھر ان کفار سے لڑائی میں مال غنیمت میں وہ عبد آبق حاصل ہو تو اس کے بارے میں خود امام صاحب اور صاحبین میں اختلاف ہے، صاحبین کے نزدیک کفار اس قسم کے عبد آبق کے مالک ہو جاتے ہیں جس طرح اور دوسری قسم کے مال کے مالک ہو جاتے ہیں، لیکن امام صاحب عبد آبق کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ کفار اس کے مالک نہیں ہوتے بظاہر اس وجہ سے کہ یہاں استیلاء کہاں پایا گیا اس لئے کہ وہ عبد تو از خود بھاگ کر گیا تھا لہذا استیلاء کا ضابطہ اس پر نافذ نہیں ہوگا، امام صاحب کی بات واقعی قرین قیاس ہے، لہذا عبد آبق میں امام صاحب اور امام شافعی دونوں کی رائے متحد ہوگی، جس طرح امام شافعی کے یہاں اس کو رد کیا جائے گا اسی طرح امام صاحب کے یہاں بھی، باب کی اس پہلی حدیث میں عبد آبق ہی کا قصہ مذکور ہے...... کہ ابن عمر کا ایک غلام تھا وہ کفار کی طرف بھاگ کر چلا گیا پھر جب مسلمانوں کو ان کفار پر غلبہ ہوا اور وہ غلام بھی مال غنیمت میں آیا تو اس غلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر ہی کی طرف لوٹا دیا، مال غنیمت میں شامل کر کے اسکو تقسیم نہیں کیا، باب کی حدیث اول کا یہی مضمون ہے، لیکن یہ حدیث کسی کے بھی خلاف نہیں اس لئے کہ یہ رد قبل القسمۃ تھا، اور یہ اوپر آچکا کہ قبل تقسیم الغنیمۃ اگر علم ہو جائے تو اس صورت میں سبھی کے نزدیک اس شئ کا رد الی المالک ہوگا۔

۲۶۹۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «ذَهَبَ فَرَسٌ لَهُ فَأَخَذَهَا الْعَدُوُّ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ فَرُدَّ عَلَيْهِ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَقَ عَبْدٌ لَهُ فَلَحِقَ بِأَرْضِ الرُّومِ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ ان کا گھوڑا بھاگ گیا تو ان کے دشمنوں یعنی مشرکین نے اس کو پکڑ لیا۔ پھر مسلمان مشرکین پر غالب آگئے تو وہی گھوڑا دورِ نبوی میں حضرت ابنِ عمر کو واپس کیا گیا (یعنی دورِ نبوی میں وہ گھوڑا مالِ غنیمت میں داخل نہیں کیا گیا) اور ان کا ایک غلام فرار ہو کر سرزمین روم میں چلا گیا جب مسلمان ان پر یعنی روم کے مشرکین پر غالب آگئے تو وہی غلام حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابن عمر کو واپس کر دیا یہ واقعہ دورِ نبوی کے بعد کا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۹۰۳) صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۹۰۴) سنن أبي داود - الجهاد (۲۶۹۹) سنن ابن ماجه - الجهاد (۲۸۴۷)

شرح الحديث: اس کے بعد جو دوسری حدیث آرہی ہے اسکا مضمون یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابن عمرؓ ہی کا ایک گھوڑا ان کے قبضہ سے نکل گیا تھا جسکو دشمنوں نے پکڑ کر اس پر قبضہ کر لیا تھا، پھر جب ان کفار پر مسلمان غالب آئے تو اس فرس کو ابن عمرؓ پر رد کر دیا گیا تھا، یہ رد امام شافعیؒ کے نزدیک تو مطلقاً ہی ہے، اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک قبل القسمۃ پر محمول ہے، اور اگر یہ رد بعد القسمۃ تھا تو پھر اس کو محمول کیا جائے گا رد بالعوض والقیمۃ پر یعنی ان سے اسکا عوض لیکر ان پر لوٹایا گیا۔

پھر آگے اس حدیث ثانی میں حضرت ابن عمرؓ کے عبد آبق کا بھی ذکر ہے اور اسکے بارے میں بھی یہی ہے کہ اسکو ان پر رد کر دیا گیا تھا۔

امام بخاریؒ نے بھی اس مسئلہ کو لیا ہے بَاب إِذَا غَنِمَ الْمُشْرِكُونَ مَالَ الْمُسْلِمِ ثُمَّ وَجَدَهُ الْمُسْلِمُ، اور پھر اس میں یہی حدیث ابن عمرؓ مختلف طرق سے ذکر کی ہے، حديث الباب الثاني أخرجه البخاري وابن ماجه، قاله المنذري۔

١٣٦ - بَابٌ فِي عَبِيدِ الْمُشْرِكِينَ يَلْحَقُونَ بِالْمُسْلِمِينَ فَيُسْلِمُونَ

اگر مشرکین کے غلام فرار ہو کر مسلمانوں کے پاس آجائیں اور اسلام قبول کر لیں؟

یعنی اگر مشرکین کے غلام ان سے چھوٹ کر بھاگ کر دار الاسلام میں آجائیں، پھر یہاں آکر مسلمان بھی ہو جائیں تو ان کا کیا حکم ہے؟ جواب ظاہر ہے کہ وہ آزاد ہو جائیں گے[1]، عبید مشرکین رقیق تو جب ہوں گے جب وہ مسلمانوں کے پاس مال غنیمت بن کر آئیں گے جہاد اور قتال کے ذریعہ۔

٢٧٠٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: خَرَجَ عِبْدَانٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْنِي يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ الصُّلْحِ - فَكَتَبَ إِلَيْهِ مَوَالِيهِمْ فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدُ وَاللَّهِ مَا خَرَجُوا إِلَيْكَ رَغْبَةً فِي دِينِكَ، وَإِنَّمَا خَرَجُوا هَرَبًا مِنَ الرِّقِّ. فَقَالَ نَاسٌ: صَدَقُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ رُدَّهُمْ إِلَيْهِمْ، فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: «مَا أُرَاكُمْ تَنْتَهُونَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ حَتَّى يَبْعَثَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ رِقَابَكُمْ عَلَى هَذَا». وَأَبَى أَنْ يَرُدَّهُمْ وَقَالَ: «هُمْ عُتَقَاءُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ».

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ صلح حدیبیہ کے دن صلح سے قبل چند غلام رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگ آئے۔ غلاموں کے مالکوں نے آپ ﷺ کو تحریر کیا کہ اے محمد! اللہ کی قسم یہ غلام تم لوگوں کے مذہب کی طرف رغبت کر کے تمہارے ہاں نہیں آئے یہ تو صرف غلامی سے بچ کر بھاگے ہیں (یعنی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کیلئے) بعض کفار قریش نے کہا: یارسول اللہ! ان کے مالکوں نے سچ کہا ہے۔ ان غلاموں کو مالکوں کے ہاں بھیج دیجئے تو آپ ﷺ

---

[1] علی ہذا القیاس خود مشرکین بھی اگر اسلام لا کر دار الحرب سے دار الاسلام آجائیں تو وہ بھی آزاد ہی رہیں گے۔

ناراض ہوئے اور فرمایا: اے قریش کے لوگو (مراد مذکورہ بالا کفار ہیں)! میرا نہیں خیال کہ تم لوگ اپنی روش سے باز آؤ جب تک کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر ایسے شخص کو مسلط نہ کر دے جو تمہیں اس کام پر قتل کر دے۔ آپ ﷺ نے ان غلاموں کو واپس کرنا قبول نہیں کیا اور فرمایا: یہ غلام اللہ تعالیٰ کے آزاد کئے ہوئے ہیں۔

جامع الترمذي - المناقب (٣٧١٥) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٠٠)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر صلح سے پہلے مشرکین کے چند غلام انکی طرف سے ادھر مسلمانوں کی طرف آگئے تو ان کے مالکوں نے حضور ﷺ کی طرف لکھ کر بھیجا کہ ہمارے یہ غلام آپکی طرف، آپکے دین کی طلب اور رغبت کی وجہ سے نہیں گئے ہیں بلکہ یہ تو غلامی سے بچ کر ہماری طرف سے آپکی طرف چلے گئے ہیں، روایت میں ہے: فَقَالَ نَاسٌ: صَدَقُوا يَا رَسُولَ اللهِ رُدَّهُمْ إِلَيْهِمْ یعنی اس پر بعض مسلمانوں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ جن مشرکین کا پیام آپ ﷺ کے پاس آیا ہے ان کی بات صحیح ہے لہٰذا ان غلاموں کو ان کی ہی طرف لوٹا دیجئے، تو ان کی اس بات پر حضور ﷺ بہت ناراض ہوئے، اور آپ ﷺ نے بہت سخت بات فرمائی کہ اے معشر قریش! تم اپنی ان حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر ایسا دشمن مسلط نہیں کرے گا جو تمہاری گردنیں مارے، راوی کہتا ہے! اور آپ نے ان غلاموں کے واپس کرنے سے صاف انکار فرما دیا، اور فرمایا: هُمْ عُتَقَاءُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

حدیث الباب میں دو امر قابل تحقیق: اس حدیث میں دو باتیں قابل تحقیق ہیں، اول یہ کہ اس روایت میں اس واقعہ کو یوم الحدیبیہ کی طرف منسوب کیا ہے حضرتؒ نے بذل المجهود [1] میں روایات حدیثیہ اور کتب تاریخ سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ یہ غزوہ طائف کا ہے، لہٰذا ابو داؤد کی اس روایت میں لفظ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ کسی راوی کا وہم ہے، دوسری بات یہ، حضرتؒ فرماتے ہیں: فَقَالَ نَاسٌ کا مصداق مولانا علی قاریؒ نے بعض صحابہ کو قرار دیا ہے [2]، لیکن یہ بعید ہے، اول تو صحابہؓ ہی سے بعید ہے یہ بات کہ وہ اپنے مسلم بھائیوں کے مقابلہ میں مشرکین کی تصدیق کریں، ثانیاً حضور اقدس ﷺ کا اس پر یہ طرز رد اور وعید شدید یا معشر قریش کے ساتھ، یہ صحابہؓ کے حق میں ہونا بعید ہے بلکہ اس سے مراد بعض کفار قریش ہی ہیں [3]، اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ یہ واقعہ حدیبیہ ہی کا ہے، ورنہ اصل تو یہی ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ طائف کا ہے اور یہ کہنے والے اور تصدیق کرنے والے بعض طلقاء یا بعض مؤلفۃ القلوب تھے، اور صحابہؓ طلقاء سے اس چیز کا صدور کچھ زیادہ بعید نہیں ہے، اور علی

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٢٦٤-٢٦٥

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ٧ ص ٤٨٥. وبذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٢٦٧

[3] لیکن اس پر یہ اشکال ہوگا کہ روایت میں یہ ہے کہ کہنے والوں نے یہ بات آپ ﷺ سے "یا رسول اللہ" کے ساتھ خطاب کر کے کہی اسکی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ مقام مقام تملق تھا خوشامدی کے طور پر انہوں نے یہ خطاب کیا ہوگا، اور بعض طلبہ نے مجھ سے اس کی یہ توجیہ ذکر کی کہ ہو سکتا ہے کہنے والے منافق ہوں اس لئے یا رسول اللہ کے ساتھ خطاب کیا ہو، لیکن منافقین کا وہاں ہونا سمجھ میں نہیں آتا ۱۲۔

بذا القیاس اس پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وعید، اور طلقاء کا غزوۂ طائف میں ہونا قرین قیاس بھی ہے اور ثابت بھی ہے، واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔ والحدیث أخرجه الترمذی أتم منه قاله المنذری، وفی البذل: وأخرجه الحاکم فی المستدرك۔

۱۳۷۔ بَابٌ فِي إِبَاحَةِ الطَّعَامِ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ

دشمن کی سرزمین میں مالِ غنیمت کی تقسیم سے قبل کھانے پینے کی اشیاء کے استعمال کا بیان

یہاں سے ابواب کا رخ بدل رہا ہے، چنانچہ یہ چند باب مال غنیمت سے متعلق ہیں، مال غنیمت میں تصرف سے متعلق مصنفؒ نے کئی باب مسلسل باندھے ہیں اصل اس میں یہ ہے کہ مال غنیمت میں تصرف قبل القسمۃ جائز نہیں لیکن بعض اشیاء اس سے مستثنیٰ ہیں جن میں تصرف قبل القسمۃ کی اباحت وارد ہے، یہ چند ابواب اسی سے متعلق ہیں، یہ پہلا باب طعام سے متعلق ہے کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں تو علماء کا اتفاق ہے کہ ان میں تصرف عند الضرورت بقدر الضرورۃ مجاہدین کیلئے جائز ہے، اگرچہ بغیر اذن امام ہی کے ہو عند الجمہور کما قال عیاض، وعند الزہری الاباحۃ بشرط إذن الإمام۔

۲۷۰۱۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ الزُّبَيْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ جَيْشًا غَنِمُوا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا وَعَسَلًا فَلَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُمُ الْخُمُسُ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ دورِ نبوی میں ایک لشکر نے اناج اور شہد مالِ غنیمت میں حاصل کیا تو ان لوگوں سے پانچواں حصہ یعنی خمس نہیں لیا گیا۔

تخریج: صحیح البخاري - فرض الخمس (۲۹۸۵) سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۰۱)

شرح الحدیث: طعام اور عسل سے خمس نہ نکالنے کی وجہ یہی ہے کہ مجاہدین نے اسکو دارالحرب میں کھا پی کر خرچ کر دیا تھا، غنیمت کے طور پر اسکو محفوظ رکھا ہی نہیں گیا کہ اسکو تقسیم کیا جاتا اور اس میں خمس نکالا جاتا، اخراج خمس تو تقسیم کے وقت ہوتا ہے۔

۲۷۰۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَالْقَعْنَبِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: دُلِّيَ جِرَابٌ مِنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ قَالَ: فَأَتَيْتُهُ فَالْتَزَمْتُهُ قَالَ: ثُمَّ قُلْتُ: لَا أُعْطِي مِنْ هَذَا أَحَدًا الْيَوْمَ شَيْئًا. قَالَ: فَالْتَفَتُّ، «فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ إِلَيَّ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ خیبر کے دن ایک چربی کا تھیلا لٹکا ہوا تھا۔ حضرت عبد اللہؓ نے کہا کہ میں نے اسکو بغل میں دبا لیا اور میں نے کہا کہ اس میں سے تو میں آج کسی شخص کو نہیں دوں گا۔ پھر جو میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جانب مڑ کر دیکھا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجھ پر یعنی میرے اس کام پر تبسم فرما رہے تھے۔

تخریج: صحیح البخاري - فرض الخمس (۲۹۸٤) صحیح البخاري - المغازي (۳۹۷۷) صحیح البخاري - الذبائح والصید (۵۱۸۹) صحیح مسلم - الجهاد والسیر (۱۷۷۲) سنن النسائي - الضحایا (٤٤۳۵) سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۰۲) مسند أحمد - أول مسند المدنیین رضي الله

عنهم أجمعين (٨٦/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٥/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٦/٥) سنن الدارمي - السير (٢٥٠٠)

شرح الحديث حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ فرمارہے ہیں کہ جنگ خیبر میں، یعنی جب اس کو فتح کیا جارہا تھا اور مال غنیمت لوٹا جارہا تھا تو چربی کا ایک تھیلا لٹکا ہوا مجھے دکھائی دیا، تو میں اس تک پہنچا اور اس کو قبضا لیا اور کہنے لگا (کہ یہ سارا میں لوں گا) اور کسی کو اس میں سے نہیں دوں گا (یہ سارا منظر پیچھے کھڑے ہوئے حضور ﷺ دیکھ اور سن رہے تھے جس کی خبر ان کو نہیں تھی) وہ کہتے ہیں: میں نے جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ میری طرف دیکھ کر تبسم فرمارہے ہیں۔ اس روایت میں تو اتنا ہی ہے، مسند ابو داؤد طیالسی کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: هُوَ لَكَ کہ اچھا یہ تم ہی لے لو[1]۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

١٣٨ - بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ النُّهْبَى إِذَا كَانَ فِي الطَّعَامِ قِلَّةٌ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ

﴿غلّہ کی جب قلت ہو جائے تو دشمن کی سرزمین میں غلّہ لوٹ کر اپنے لئے رکھ لینا ممنوع ہے﴾

النُّهْبَى بروزن عمریٰ مصدر ہے، یعنی لوٹ مار، اور یہاں پر مراد اسکے وہ چیز ہے جو مال غنیمت میں قبل القسمۃ لے لی جائے اس ترجمۃ الباب کا حاصل یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیز کا لینا اگرچہ مباح ہے لیکن اگر طعام میں قلت اور تنگی ہو تو پھر قبل القسمۃ کسی کو بھی نہیں لینا چاہئے۔

٢٧٠٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي لَبِيدٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ بِكَابُلَ فَأَصَابَ النَّاسُ غَنِيمَةً فَانْتَهَبُوهَا فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ: «سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ النُّهْبَى» فَرَدُّوا مَا أَخَذُوا فَقَسَمَهُ بَيْنَهُمْ.

ترجمہ حضرت ابولبید سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ساتھ کابل میں تھے، وہاں پر لوگوں کو مالِ غنیمت ملا۔ ان لوگوں نے وہ مال لوٹ لیا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور کہا کہ میں نے تو حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ لوٹ مار (مالِ غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے لینے) سے منع فرماتے تھے پھر تمام حضرات نے جو کچھ لیا تھا وہ واپس کر دیا اور عبدالرحمٰن نے تمام غلّہ سب لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

تخریج سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٠٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٦٢/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٦٣/٥) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٩٥)

شرح الحديث اس روایت میں لوگوں کے مال غنیمت کے لوٹنے کا ذکر ہے کہ قبل التقسیم لوگوں نے اس کو لینا شروع کر دیا اس پر عبدالرحمٰن بن سمرہؓ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو حضور ﷺ کی حدیث سنائی، اس پر لوگوں نے جو کچھ لیا تھا سب

---

[1] مسند أبي داود الطيالسي رقم الحديث ٩٥٩ - ج٢ ص ٢٣٢ (هجر للطباعة والنشر، الطبعة: الأولى، سنة الطبع: ١٤١٩ھ)

واپس کر دیا، پھر انہوں نے اس کو باقاعدہ تقسیم کیا، اس روایت میں جس مال غنیمت کے بانٹنے کا ذکر ہے اگر اس سے مراد غیر طعام ہے، مختلف اشیاء تب تو ظاہر ہے کہ اس کا لینا جائز نہیں تھا اور اگر وہ از قبیل طعام تھا جیسا کہ ترجمۃ الباب کا تقاضا بھی ہے، تو اگرچہ اخذ طعام کی اباحت ہے لیکن قلت کی صورت اباحت نہیں جیسا کہ مصنفؒ نے ترجمۃ الباب سے اشارہ کیا۔

۲۷۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: قُلْتُ: "هَلْ كُنْتُمْ تُخَمِّسُونَ - يَعْنِي الطَّعَامَ - فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: «أَصَبْنَا طَعَامًا يَوْمَ خَيْبَرَ، فَكَانَ الرَّجُلُ يَجِيءُ فَيَأْخُذُ مِنْهُ مِقْدَارَ مَا يَكْفِيهِ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ».

ترجمہ: محمد بن ابی مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی سے کہا کہ کیا عہدِ نبوی میں آپ لوگ کھانے پینے کی چیزوں میں سے پانچواں حصہ نکالا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو غزوۂ خیبر کے روز غلّہ ملا تو ہر ایک شخص آتا اور اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لیتا اور اسے لے کر گھر چلا جاتا۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۰۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۵۵/۴)

شرح الحدیث: عبد اللہ بن اوفی نے بعض صحابہ سے طعام تخمیس طعام کے بارے میں سوال کیا کہ کیا حضور ﷺ کے زمانہ میں طعام کی تخمیس ہوتی تھی، انہوں نے جواب دیا کہ جنگ خیبر ہمیں طعام حاصل ہوا تھا تو وہاں یہ صورت تھی کہ ہر شخص اس میں سے بقدر ضرورت لیکر چلا جاتا تھا، بقدر ضرورت تو لینا جائز ہے لیکن اس کے بعد بھی اگر باقی رہے گا تو ظاہر ہے کہ اس کو مال غنیمت کیطرح تقسیم کیا جائیگا بعد التخمیس، نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال غنیمت میں کھانے پینے کی چیز اگر کثیر مقدار میں ہو تو پھر اس میں سے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، نھی عن الأخذ قلت کی صورت میں ہے۔

۲۷۰۵ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ عَاصِمٍ يَعْنِي ابْنَ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَصَابَ النَّاسَ حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ وَجَهْدٌ، وَأَصَابُوا غَنَمًا فَانْتَهَبُوهَا، فَإِنَّ قُدُورَنَا لَتَغْلِي إِذْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي عَلَى قَوْسِهِ، فَأَكْفَأَ قُدُورَنَا بِقَوْسِهِ، ثُمَّ جَعَلَ يُرَمِّلُ اللَّحْمَ بِالتُّرَابِ، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ النُّهْبَةَ لَيْسَتْ بِأَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ» أَوْ «إِنَّ الْمَيْتَةَ لَيْسَتْ بِأَحَلَّ مِنَ النُّهْبَةِ» الشَّكُّ مِنْ هَنَّادٍ.

ترجمہ: عاصم بن کلیب اپنے والد سے اور وہ ایک انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے۔ لوگوں کو اس سفر میں بہت سخت ضرورت (بھوک) اور انتہائی دشواری پیش آئی پھر ان لوگوں کو کچھ بکریاں ملیں تو صحابہ نے اس ریوڑ کو لوٹ لیا بغیر تقسیم کئے (اور اسکو پکالیا اور تقسیم نہیں کیا) ابھی ہم لوگوں کی ہانڈیاں اُبل رہی تھیں کہ اس وقت آپ ﷺ اپنی کمان کے سہارے تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اپنی کمان سے ہماری ہانڈیوں کو اُلٹ دیا اور گوشت کی بوٹیوں کو مٹی سے ملنا شروع فرما دیا اور فرمایا کہ لوٹ مار کا مال مردار سے کچھ کم نہیں ہے یا یہ فرمایا کہ مردار

لوٹ کے مال سے کچھ کم نہیں ہے۔ اس حدیث کے راوی ہناد کو (آخری جملوں میں) شک ہوا ہے۔

شرح الحدیث: ایک انصاری صحابیؓ آپ ﷺ کے کسی غزوہ کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اس لڑائی میں لوگوں کو بڑی مشقت اٹھانی پڑی اور بھوک برداشت کرنی پڑی، اس حالت میں ان کو کچھ بکریاں حاصل ہوگئیں، مجاہدین نے بھوک کی شدت میں ان کو ذبح وغیرہ کر کے گوشت کو تیار کرنے کیلئے آگ پر ہانڈیاں چڑھادیں، کچھ دیر بعد حضور ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک کمان تھی، اس کے ذریعہ آپ ﷺ نے ان سب ہانڈیوں کو اوندھا کر دیا، ثُمَّ جَعَلَ يُرَمِّلُ اللَّحْمَ بِالتُّرَابِ یعنی ان ہانڈیوں کے گوشت کو ریت اور مٹی میں ملا دیا اور یہ فرمایا، یہ لوٹ مار کا مال مردار سے کچھ کم نہیں ہے یعنی حرمت میں۔

حدیث کی توجیہ وتشریح: جاننا چاہئے کہ اباحت طعام کا مسئلہ مهيا للاكل کیساتھ خاص نہیں ہے، یعنی تیار شدہ کھانے کیساتھ بلکہ اس میں جانور وغیرہ بھی داخل ہیں وہ بھی طعام ہی کے حکم میں ہیں، ان کو لے کر اور ذبح کر کے کھاسکتے ہیں صرح به الفقهاء، لیکن اس واقعہ میں حضور ﷺ نے جو تشدد اختیار فرمایا اور اس کو حرام قرار دیا اس کی دو وجہ میں سے ایک ہو سکتی ہے یا تو یہ کہا جائے کہ غنم میں قلت تھی (كما في ترجمة الباب) اور یا یہ کہ ان حضرات کا لینا بقدر حاجت نہ تھا بلکہ اس سے زائد لے لیا تھا جو جائز نہیں، والله تعالیٰ اعلم۔

اس واقعہ میں یہ اشکال ہوتا ہے اکفاء قدور اور اس کے بعد جو آپ ﷺ نے گوشت کے ساتھ ترمیل بالتراب کیا ہے اس میں اضاعت مال ہے، اور مال بھی وہ جس سے دوسروں کا حق متعلق ہے یعنی مجاہدین کا، اس کا ایک جواب حضرتؒ نے بھی بذل [1] میں بعض شراح سے نقل کیا ہے، اور دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ شارع ہیں آپ نے جو کچھ کیا سراسر دینی مصلحت کے پیش نظر کیا، یعنی ایک حرام چیز جس کے استعمال کا صحابہ کرام ارادہ کر رہے تھے تو اس فعل کی قباحت اور شناعت کو ثابت کرنے کیلئے یہ عملی شکل آپ ﷺ نے اختیار فرمائی۔

۱۳۹۔ بَابٌ فِي حَمْلِ الطَّعَامِ مِنْ أَرْضِ الْعَدُوِّ

دار الحرب سے کھانے پینے کی اشیاء اُٹھالانے کا بیان

ترجمة الباب کی شرح: اس ترجمہ میں دو احتمال ہیں من ارض العدو کی غایت یا تو الی محل اقامتهم ہوگی یا الی المدينة اگر اول مراد ہے تب تو یہ جائز ہے یعنی میدان جنگ میں سے بعض کھانے کی چیزیں اٹھا کر اپنے خیموں میں لیجا کر ان کو کھانا اور اگر ثانی مراد ہو تو پھر یہ جائز نہیں اس لئے کہ اخذ طعام کی اباحت صرف دار الحرب تک محدود ہے، یعنی اس کو اٹھا کر وہیں کھالینا لاجل الحاجة، اور اس کو وہاں سے اٹھا کر دار الاسلام منتقل کرنا اس کی کوئی گنجائش نہیں، جواز انتقال تو بعد القسمة ہی ہوسکتا ہے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۲ ص ۲۷٤

٢٧٠٦ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ ابْنَ حَرْشَفٍ الْأَزْدِيَّ حَدَّثَهُ، عَنِ الْقَاسِمِ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُنَّا «نَأْكُلُ الْجَزَرَ فِي الْغَزْوِ وَلَا نَقْسِمُهُ حَتَّى إِنْ كُنَّا لَنَرْجِعُ إِلَى رِحَالِنَا، وَأَخْرِجَتُنَا مِنْهُ مُمْلَاةٌ».

ترجمہ: حضرت نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی سے مروی ہے کہ ہم لوگ جہاد میں اُونٹ کا گوشت (یا گاجر) کھاتے تھے اور اسکو تقسیم نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ ہم لوگ جب خیموں کی جانب واپس ہوتے تو ہماری سواریوں پر لٹکے تھیلے اس (گوشت یا پھل) سے بھرے ہوتے تھے۔

شرح الحدیث: ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ لڑائیوں میں ہم لوگ اونٹوں کا گوشت کھالیتے تھے اور اس کو وہاں باقاعدہ تقسیم نہیں کرتے تھے (اور مقدار میں اتنا زائد لیتے تھے) یہاں تک کہ ہم اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹتے تھے اس حال میں کہ ہمارے تھیلے اس گوشت سے پر ہوتے تھے۔

اس حدیث میں رحال سے مراد اگر محل اقامت فی الغزو ہے تب تو کوئی خاص اشکال کی بات ہے نہیں اس لئے کہ اس صورت میں اس گوشت کا نقل کرنا نہیں پایا گیا بلکہ دار الحرب ہی کا قصہ رہا، اور اگر رحال سے مراد الی منازلهم فی المدینه ہے تو یہ احتمال صحیح نہیں، اس لئے کہ مال غنیمت کو منتقل کرنا دار الحرب سے قبل التقسیم جائز نہیں، اور یہاں تصریح ہے ولا نقسمه کی ورنہ احتمال ثانی کو لے کر ہم یہ کہتے کہ بعد القسمۃ مراد ہے۔ اس حدیث میں لفظ الجزر آیا ہے، بعض شرح میں ہے کہ الجزر جمع ہے جزور کی بمعنی اونٹ اور اس کے معنی شاۃ مذبوحہ کے بھی لکھے ہیں، اور حضرتؒ نے بذل میں احتمالاً اس کے معنی گاجر کے بھی لکھے ہیں جو مشہور سبزی ہے [1]، اخرجۃ جمع ہے خرج کی یعنی تھیلا، دراصل دابہ کی پشت پر جو ٹاٹ کی بوری ڈالی جاتی ہے جس کے دو حصے ہوتے ہیں دائیں بائیں اس کو خرج کہتے ہیں، خرجی کا لفظ اسی معنی میں اردو میں بھی مستعمل ہے۔

١٤٠ - بَابٌ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ إِذَا فَضَلَ عَنِ النَّاسِ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ

جب دار الحرب میں کھانے کی اشیاء لوگوں کی ضرورت سے زائد ہوں تو ان کو فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟

بظاہر ترجمۃ الباب کا مطلب یہ ہے کہ اگر مجاہدین کھانے پینے کی چیز قبل التقسیم دار الحرب میں مال غنیمت میں سے لیں یعنی حسب ضابطہ جس کا لینا جائز ہے، اس میں سے اگر کچھ مقدار بچ جائے کھانے کی تو اس کو اسی جگہ، یعنی دار الحرب میں فروخت کرسکتے ہیں یا نہیں؟ مسئلہ یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے کسی شئ کی بیع قبل القسمۃ خواہ وہ طعام ہو یا غیر طعام جائز نہیں، اور اگر کسی نے بیع کی تو رد الثمن الی الغنیمۃ بالاتفاق واجب ہے، البتہ مبادلۃ الطعام بالطعام، ضرورۃً جائز ہے۔

٢٧٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الْعَزِيزِ شَيْخٌ مِنْ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٢٧٧

أَهْلِ الْأُرْدُنِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ، قَالَ: رَابَطْنَا مَدِينَةَ قِنَّسْرِينَ مَعَ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ، فَلَمَّا فَتَحَهَا أَصَابَ فِيهَا غَنَمًا وَبَقَرًا، فَقَسَمَ فِينَا طَائِفَةً مِنْهَا وَجَعَلَ بَقِيَّتَهَا فِي الْمَغْنَمِ، فَلَقِيتُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ مُعَاذٌ: «غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ فَأَصَبْنَا فِيهَا غَنَمًا، فَقَسَمَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَائِفَةً، وَجَعَلَ بَقِيَّتَهَا فِي الْمَغْنَمِ».

ترجمہ عبد الرحمٰن بن غنم سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے شرحبیل بن سمط (ان کو علماء کی ایک جماعت نے صحابی قرار دیا ہے اور یہ امیر معاویہؓ کی طرف سے بیس سال تک حمص کے گورنر رہے) کے ساتھ شہر قنسرین کا محاصرہ کیا۔ جب ان لوگوں نے اس شہر کو فتح کیا تو وہاں پر بکریاں اور گائیں مالِ غنیمت میں ملیں تو شرحبیل بن سمط نے ان میں سے کچھ ہم لوگوں میں تقسیم کردی تھیں (جتنی مجاہدین کو ضرورت تھی) اور باقی کو مالِ غنیمت میں شامل کر دیا۔ عبد الرحمٰن بن غنم فرماتے ہیں: پھر میں معاذ بن جبلؓ سے ملا اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت معاذؓ نے کہا کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ (کفار سے) خیبر کا جہاد کیا۔ ہم لوگوں کو وہاں پر مالِ غنیمت میں بکریاں ملیں۔ آپ ﷺ نے ان میں سے کچھ ہم لوگوں کو تقسیم کر دیں اور باقی کو مالِ غنیمت میں شامل کر دیا۔

شرح الحدیث عبد الرحمن بن غنم کہتے ہیں کہ ہم لوگ شرحبیل بن السمط کے ساتھ شہر قنسرین کو فتح کرنے کیلئے مرابطہ کئے ہوئے تھے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسکو فتح کرا دیا (قنسرین شام کے ساحلی شہروں میں سے ایک شہر ہے، حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں فتح ہوا) تو اس میں مسلمانوں کو بہت سے اغنام و ابقار حاصل ہوئے، تو انہوں نے کچھ حصہ بقر و غنم کا ہمارے درمیان وہیں تقسیم کر دیا، اور باقی حصہ کو مالِ غنیمت میں جمع کر دیا، عبد الرحمن کہتے ہیں کہ اسکے بعد میری ملاقات حضرت معاذ بن جبلؓ سے ہوئی تو میں نے ان سے اسکا اس طرح تقسیم کرنے کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ غزوۂ خیبر میں تھے تو ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا کہ کچھ بکریوں کو لشکر کے درمیان وہاں کی ضرورت کیلئے تقسیم فرمادیا تھا، اور باقی کو غنیمت میں رکھدیا تھا۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقة: مضمون حدیث تو سامنے آگیا مگر سوال یہ ہے کہ اسکو ترجمۃ الباب سے کیا مطابقت، ترجمۃ الباب میں تو بیع الطعام کا ذکر ہے، طعام کے بارے میں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے مراد غیر مہیا للاکل ہے جو بقر اور غنم پر صادق آتا ہے، لیکن اس واقعہ میں بیع کہاں پائی گئی، حضرتؒ نے بھی بذل میں عدم مطابقۃ الحدیث للترجمہ کا اشکال لکھ کر حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے اسکا جواب دینے کی کوشش فرمائی ہے اسکو بذل میں دیکھ لیا جائے[1]، احقر کی سمجھ میں بہت عرصہ کے بعد اسکا یہ جواب ذہن میں آیا ہے کہ اس حدیث پر مصنف نے جو ترجمۃ بیع کا قائم کیا ہے وہ فقہ المصنف کے قبیل

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۲ ص ۲۷۹

سے ہے لہذا حدیث اور ترجمہ کے درمیان صریح مطابقت تلاش کرنا بے سود ہے، میرے خیال میں مصنفؒ کی غرض یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ قبل القسمۃ مال غنیمت کی بیع، طعام ہو یا غیر طعام جائز نہیں، صرف حسب ضرورت طعام اور بقدر ضرورت لے سکتے ہیں اس میں سے بھی اگر کچھ بچے تو اسکو مال غنیمت کی طرف لوٹانا ضروری ہے، لیکن مصنفؒ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر دارالحرب میں کھانے پینے کی چیز کی تقسیم امام کی جانب سے ہو تو اسکی نوعیت دوسری ہے اسکی بیع جائز ہے، کیونکہ امام کا دینا بطور تملیک کے ہے نہ بطریق اباحت، بخلاف اسکے کہ لشکر کھانے پینے کی چیز قبل القسمۃ از خود مال غنیمت میں سے اٹھائے سو اگرچہ اسکا اٹھانا جائز ہے حسب قاعدہ لیکن اس صورت میں اسکی بیع جائز نہیں، اخذ لینے کا جواز بطریق اباحت ہے، بطریق تملیک نہیں، اور یہاں حدیث الباب میں طعام کی تقسیم امیر کی جانب سے ہوئی تھی، اس صورت میں وہ لوگ اس چیز کے مالک ہو گئے اسلئے اسکو وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں، خواہ کسی کو ہبہ کریں یا بیع، ھذا ما عندی، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

١٤١ ـ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَنْتَفِعُ مِنَ الْغَنِيمَةِ بِالشَّيْءِ

کوئی شخص مال غنیمت میں اگر کسی شے کو اپنے استعمال میں لائے؟

مال غنیمت میں سے جن اشیاء میں تصرف قبل القسمۃ جائز ہے ان اشیاء کا بیان چل رہا ہے، سب سے شروع میں مصنفؒ نے طعام کو بیان کیا ہے، اور اس ترجمہ میں طعام کے علاوہ دوسری بعض اشیاء یعنی مرکوب اور ملبوس کو بیان کرتے ہیں، اور اس سے اگلے باب میں استعمال سلاح کو بیان کر رہے ہیں۔

ترجمة الباب والے مسئلہ میں مذاہب ائمہ: ان اشیاء کا استعمال عند الجمہور اگر بلا ضرورت ہے یا اپنی ذاتی ضرورت کیلئے ہے تب تو نا جائز ہے، اور اگر حرب اور قتال کی ضرورت سے ان کو استعمال کیا جا رہا ہو تو جائز ہے، اور ملبوس کے بارے میں یہ ہے کہ اگر شدید ضرورت کے وقت استعمال کیا جائے تب جائز ہے، کذا یستفاد من البذل، ومغنی المحتاج للشافعیۃ، والمغنی لابن قدامۃ، اور جو چیز دواء استعمال کی جائے اس میں اختلاف ہے، حنفیہ حنابلہ کے یہاں عند تحقق الحاجۃ والضرورۃ اس کا استعمال جائز ہے، شافعیہ کے یہاں استعمال ادویہ جائز نہیں الا بالقیمۃ، اور اکل فواکہ کا جواز شافعیہ حنابلہ کی کتابوں میں مصرح ہے، اسی طرح بذل میں حنفیہ کا مذہب لکھا ہے، اور امام مالکؒ سے مرکوب وملبوس وغیرہ کے استعمال میں جبکہ وہ بضرورت قتال ہو دو روایتیں ہیں، جواز اور عدم جواز صرح بہ الباجی کما فی الأوجز [1]، مذکورہ بالا مسائل میں مذاہب ائمہ بہت تتبع اور مراجعت کتب کے بعد لکھے ہیں، أوجز میں یہاں حافظؒ پر مذاہب کے سلسلہ میں تعقب کیا ہے جس میں بظاہر تسامح ہے (ج ٩ ص ١٢٢)۔

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٩ ص ١٣١

٢٧٠٨ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَنَا لِحَدِيثِهِ أَتْقَنُ - قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ مَوْلَى تُجِيبَ، عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى إِذَا أَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَلْبَسْ ثَوْبًا مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى إِذَا أَخْلَقَهُ رَدَّهُ فِيهِ».

ترجمہ: حضرت رویفع بن ثابت انصاریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو مسلمانوں کے غنیمت کے کسی جانور پر ایسے سوار نہ ہو کہ اس جانور کو دبلا پتلا کر کے پھر غنیمت میں واپس کر دے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو وہ مسلمانوں کے مالِ غنیمت سے کوئی کپڑا ایسے نہ پہنے کہ جس وقت اس کپڑے کو (استعمال کر کے) پرانا کر دے تو پھر مالِ غنیمت کے مال میں اس کو لوٹا دے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٠٨) سنن الدارمي - السير (٢٤٨٨)

شرح الحديث: جس شخص کا اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہو (یہ تعلیق ایمان باللہ کیساتھ تاکید اور اہتمام کے طور پر ہے) تو اسکو چاہئے کہ مالِ غنیمت کی کسی سواری پر اس طرح سوار نہ ہو کہ جب اس سے سواری لے لے کر اسکو لاغر کر دے تو پھر اسکو مالِ غنیمت میں واپس کر دے، اسی طرح آگے استعمالِ ثوب کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ اسکو استعمال کرتا رہے اور جب وہ بوسیدہ اور پرانا ہو جائے تو اسکو مالِ غنیمت میں لوٹا دے، ابن قدامہؒ نے اسی حدیث سے عدمِ جواز مرکوب وملبوس پر استدلال کیا ہے، ان حدیث کا سیاق اس بات کو مشعر ہے کہ اس استعمال سے مراد وہ استعمال ہے جو بلا ضرورت ہو یا اپنی ذاتی ضرورت میں ہو کما هو مذهب الجمهور۔

١٤٢ - بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي السِّلَاحِ يُقَاتَلُ بِهِ فِي الْمَعْرَكَةِ

مالِ غنیمت میں اگر ہتھیار مل جائیں تو جنگ میں ان کا استعمال درست ہے

مصنفؒ کے اس ترجمہ میں اشارہ ہے کہ استعمالِ سلاح کا جواز اسوقت ہے جب وہ بضرورت قتال ہو یعنی اپنی ذاتی ضرورت نہ ہو۔

٢٧٠٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ يُوسُفَ، قَالَ: - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيُّ - عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَرَرْتُ فَإِذَا أَبُو جَهْلٍ صَرِيعٌ قَدْ ضُرِبَتْ رِجْلُهُ فَقُلْتُ: «يَا عَدُوَّ اللهِ، يَا أَبَا جَهْلٍ قَدْ أَخْزَى اللهُ الْآخِرَ». قَالَ: وَلَا أَهَابُهُ عِنْدَ ذَلِكَ فَقَالَ: أَبْعَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ، فَضَرَبْتُهُ بِسَيْفٍ غَيْرِ طَائِلٍ، فَلَمْ يُغْنِ شَيْئًا حَتَّى سَقَطَ سَيْفُهُ مِنْ يَدِهِ، فَضَرَبْتُهُ بِهِ حَتَّى بَرَدَ.

ترجمہ: ابو عبیدہ اپنے والد، عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں غزوۂ بدر میں دورانِ جنگ جا رہا تھا تو میں نے ابو جہل کو دیکھا کہ پچھڑا ہوا پڑا ہے جس کے پاؤں پر تلوار کی ضرب تھی تو میں نے کہا: اے اللہ کے دشمن اے ابو جہل! اللہ

تعالیٰ نے اس شخص کو ذلیل کیا جو کہ بھلائی کے کاموں سے بعید تھا۔ عبد اللہ نے کہا کہ اس وقت میں اس سے نہیں ڈر رہا تھا۔ اس نے کہا کہ اس سے زیادہ کچھ نہ ہوا کہ ایک شخص کو اسکی قوم نے مار ڈالا پھر میں نے اس پر تلوار کا وار کیا پر وہ کارگر نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ اسکی تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ میں نے اسی کی تلوار سے اس کو قتل کر دیا یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

شرح الحديث: عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: جنگ بدر میں میرا گزر رئیس المشرکین ابو جہل پر ہوا جو میدان جنگ میں پچھڑا ہوا پڑا تھا، جس کی ٹانگ کٹ چکی تھی، میں نے اس کی طرف رخ کر کے کہا (اس کو رسوا اور ذلیل کرنے کیلئے): يَا عَدُوَّ اللهِ، يَا أَبَا جَهْلٍ، اور یہ بھی کہا: آج تو اللہ نے ذلیل شخص کو اچھی طرح ذلیل کر دیا، الأَخِرَ فتح ہمزہ بدون المد، اور کسر خا کے ساتھ ہے بمعنی ذلیل، عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں، اور اس وقت میں اس کو یہ کہتا ہوا کچھ ڈر نہیں رہا تھا (کیونکہ اس وقت تو وہ مجبور پڑا ہوا تھا اور نہ اس سے پہلے تو اس کو اس طرح خطاب کرنا واقعی مشکل تھا کہ کفار اور مشرکین کا سردار تھا) اس پر وہ بولا: اس سے زائد کچھ نہیں ہوا ایک مرد تھا اس کو اس کی قوم نے مار ڈالا، یعنی کون سا تو نے کمال کیا، کس چیز پر فخر کرتا ہے، یہاں چونکہ اس کے مخاطب حضرت عبد اللہ بن مسعود ہذلی تھے، اونچے خاندان اور قبیلہ کے تھے، اس لئے اس وقت تو اس نے یہ بات کہی اور اس میں بھی اسکی اپنی تسلی ملحوظ ہے، جیسا کہہ دیا کرتے ہیں:

ع گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں

لیکن شروع میں جب دو انصاری لڑکوں نے اس پر حملہ کر کے اسکو گرایا تھا تو اسوقت اسکی زبان سے افسوس اور قلق کی وجہ سے یہ نکلا تھا: فَلَوْ غَيْرُ أَكَّارٍ قَتَلَنِي [1] (كما في مغازي البخاري في باب بلا ترجمة بعد، باب شهود الملائكة بدرا) کاش مجھے کاشتکار کے لڑکے کے علاوہ کوئی اور قتل کرتا، یعنی جیسے میں خود بڑا آدمی ہوں ایسے ہی میرا قتل کرنے ولا بھی مجھ جیسا ہوتا، اس کا دونوں جگہ کا تأثر مختلف ہے اختلاف مخاطب کیوجہ سے [2]، آگے روایت میں یہ ہے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: پھر میرے ہاتھ میں جو تلوار تھی میں نے اسکے ماری، جو معمولی ہونیکی وجہ سے کارگر نہ ہوئی اور اس سے اسکا کام تمام نہ ہوا، یہاں تک کہ اسکے ہاتھ سے اسکی تلوار گری (جو بہت عمدہ اور تیز تھی) تو پھر میں نے اس کو اس پر استعمال کیا جس سے وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

اس آخری جملہ کیوجہ سے حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہو گئی کہ اس میں استعمال سلاح غنیمت پایا گیا اس میں مذاہب ائمہ گذشتہ باب میں بالتفصیل گزر گئے، ابو داؤد کی روایت میں لفظ أَبْعَدُ واقع ہوا ہے جس کی شرح ہم نے اوپر کر دی ہے اور خطابیؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ لفظ اس طرح صحیح نہیں، صحیح أَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ ہے [3]، جس کے معنی أعجب کے ہیں، بخاری کا لفظ بھی

---

[1] صحيح البخاري - كتاب المغازي - باب شهود الملائكة بدرا ۳۷۹۵

[2] اور قسطلانیؒ میں ہے کہ اس کا قول أَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ الخ اپنی تسلی کیلئے ہے، اور اس کا قتل کی نسبت اپنی قوم کی طرف کرنا (حالانکہ قاتل ان کی قوم سے نہیں تھا) یہ مجازا ہے باعتبار سببیت کے، یعنی اس کی قوم سبب بنی اس کے قتل کا (إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري - ج ٦ ص ۲۷۳).

[3] معالم السنن - ج ۲ ص ۲۹۹

أَغْمَدُ ہی ہے۔ والحديث أخرجه النسائي مختصراً، قاله المنذري۔

۱۴۳۔ بَابٌ فِي تَعْظِيمِ الْغُلُولِ

مالِ غنیمت میں سے چوری کرنا سخت گناہ ہے

۲۷۱۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، وَبِشْرَ بْنَ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَاهُمْ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ يَوْمَ خَيْبَرَ، فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ». فَتَغَيَّرَتْ وُجُوهُ النَّاسِ لِذَلِكَ، فَقَالَ: «إِنَّ صَاحِبَكُمْ غَلَّ فِي سَبِيلِ اللهِ». فَفَتَّشْنَا مَتَاعَهُ فَوَجَدْنَا خَرَزًا مِنْ خَرَزِ يَهُودَ لَا يُسَاوِي دِرْهَمَيْنِ.

ترجمہ: زید بن خالدؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے صحابہ میں سے ایک شخص نے خیبر کے دن وفات پائی۔ صحابہ کرامؓ نے رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے اس بات کا تذکرہ کیا یعنی صحابی کی وفات کا تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنے ساتھی پر (خود) نماز پڑھو یعنی میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا تم پڑھ لو اس کی وجہ سے لوگوں کے چہرے بدل گئے۔ پھر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تمہارے ساتھی نے اللہ کے راستہ میں خیانت کی یعنی مالِ غنیمت میں سے تو ہم لوگوں نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو ہمیں اس کے سامان سے یہود کے پتھر موتی وغیرہ میں سے کچھ موتی ملے جس کی قیمت دو درہم بھی نہ تھی۔

تخریج: سنن النسائي - الجنائز (۱۹۵۹) سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۱۰) سنن ابن ماجه - الجهاد (۲۸۴۸) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۵/۱۹۲) موطأ مالك - الجهاد (۹۹۵)

شرح الحدیث: یعنی اس بات کے بیان میں کہ غلول جرم عظیم ہے، غلول کے معنی مطلق خیانت، اور کہا گیا ہے کہ وہ خیانت جو مال غنیمت میں ہو، مضمون حدیث واضح ہے کہ غزوہ خیبر کے موقعہ پر ایک صحابیؓ کا انتقال ہوا جس کا ذکر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ اپنے ساتھی کی نماز تم ہی پڑھ لو، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی اس ناگواری اور طرز سے لوگ بہت گھبرائے، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہے، راوی کہتے ہیں ہم نے اس کے سامان کی تفتیش کی تو اس کے سامان میں چند پتھر موتی وغیرہ نکلے، یہود کے جواہر میں سے جو قیمت میں دو درہم کے مساوی بھی نہ تھے، اس کے بعد والی روایت کا مضمون بھی اسی نوع کا ہے، والحديث أخرجه ابن ماجه. قاله المنذري۔

۲۷۱۱۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيلِيِّ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ فَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا وَرِقًا إِلَّا الثِّيَابَ وَالْمَتَاعَ وَالْأَمْوَالَ قَالَ: فَوَجَّهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ وَادِي الْقُرَى وَقَدْ أُهْدِيَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدٌ أَسْوَدُ يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِوَادِي الْقُرَى، فَبَيْنَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ فَقَتَلَهُ. فَقَالَ النَّاسُ: هَنِيئًا لَهُ

الْجَنَّةُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا». فَلَمَّا سَمِعُوا ذَلِكَ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ أَوْ شِرَاكَيْنِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ» أَوْ قَالَ: «شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ خیبر کے سال نکلے تو مالِ غنیمت میں سونا اور چاندی نہ ملا بلکہ کپڑے اور دیگر سامان اور مال مویشی ہاتھ لگا رسول اللہ ﷺ وادیٔ القریٰ کی طرف روانہ ہوئے اور آپ ﷺ کو ایک غلام سیاہ رنگ کا ہدیتاً دیا گیا جس کا نام مدعم تھا۔ پھر جب ہم وادیٔ القریٰ میں پہنچے مدعم آنحضرت ﷺ کے اُونٹ کا پالان اُتار رہا تھا اتنے میں اسکے ایک تیر لگ گیا اور وہ ہلاک ہو گیا لوگوں نے کہا کہ اس کیلئے جنت مبارک ہو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ چادر جو کہ اس نے خیبر کے جہاد میں غنیمت کے مال سے تقسیم سے قبل لے لیا تھا آگ ہو کر اس پر بھڑک رہا ہے۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو ایک شخص ایک یا دو تسمہ لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ تسمہ آگ کا ہے یا فرمایا: یہ دو تسمہ آگ کے ہیں۔

تخریج صحيح البخاري - المغازي (٣٩٩٣) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٣٢٩) صحيح مسلم - الإيمان (١١٥) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٨٢٧) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧١١) موطأ مالك - الجهاد (٩٩٧)

شرح الحدیث «شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ» أَوْ قَالَ: «شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ»: یعنی جب آپ ﷺ نے غلول کے بارے میں سخت وعید بیان فرمائی تو اس وعید کو سننے کے بعد ایک شخص چمڑہ کا ایک تسمیہ یا دو تسمے لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں آیا (جو اس نے مال غنیمت میں سے اٹھالیا ہوگا) تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تسمہ آگ کا ہے، اور اگر دو تسمہ لایا تھا تو فرمایا ہوگا یہ دونوں تسمے آگ کے ہیں شک راوی ہے۔

اس فقرہ کے مطلب میں دو احتمال ہیں: ① اول یہ کہ آپ ﷺ کی مراد اس سے یہ ہے کہ اگر تو اس تسمہ کو واپس نہ کرتا تو یہ تیرے حق میں آگ میں جانے کا ذریعہ ہوتا، اور گویا یہ فرما کر آپ ﷺ نے اس کو رکھ لیا، ② دوسرا احتمال یہ ہے کہ چونکہ وہ شخص یہ تسمہ تقسیم غنیمت کے بعد لایا تھا، لانا چاہئے تھا اس کو اس سے پہلے، اب کس کے حصہ میں اسکو لگایا جائے؟ اسلئے آپ ﷺ نے اس کو یہ فرما کر واپس کر دیا کہ یہ تسمہ اب تیرے حق میں موجب نار ہو گیا۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی، قاله المنذری۔

١٤٤ - بَابٌ فِي الْغُلُولِ إِذَا كَانَ يَسِيرًا يَتْرُكُهُ الْإِمَامُ وَلَا يُحَرِّقُ رَحْلَهُ

جب مالِ غنیمت میں سے کوئی معمولی سی شے چوری کرے تو اس کو حاکم وقت چھوڑے اور چوری کرنے والوں کا سامان نہ جلائے

ترجمۃ الباب کی تشریح: اس ترجمۃ الباب میں دو جزء ہیں: ① پہلا جزء یہ کہ مال غلول اگر کوئی معمولی سی چیز ہو جیسے

تسمہ وغیرہ جو باب سابق میں گزرا تو اس کے ساتھ بھی معاملہ کیا جائے جو حدیث میں گزر چکا، لیکن اگر وہ مال غلول کثیر اور بڑی مقدار میں ہو تو پھر اصول کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو رد نہ کیا جائے کیونکہ غانمین کا حق ہے، بلکہ اس کو لے کر باقاعدہ تقسیم کیا جائے، ② اور دوسرا اجزء ترجمہ کا عقوبت غال سے متعلق ہے جس پر مستقل ترجمہ آگے آرہا ہے، لہذا یہاں اس کو ذکر کرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، اور ایسے ہی حدیث الباب میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، ویسے مطلب اس جزء کا یہ ہے کہ آگے حدیث میں یہ آرہا ہے کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہے تو اس کا سارا سامان اور متاع نذر آتش کر دو، تو یہاں مصنفؒ یہ فرمارہے ہیں کہ اس غال کی سواری کو نذر آتش نہیں کیا جائے گا باقی سامان کو کیا جائے، اذلا یجوز تعذیب الحیوان بالنار۔

٢٧١٢- حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَوْذَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَامِرٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَ غَنِيمَةً أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ فَيَجِيئُونَ بِغَنَائِمِهِمْ فَيُخَمِّسُهُ وَيُقَسِّمُهُ، فَجَاءَ رَجُلٌ بَعْدَ ذَلِكَ بِزِمَامٍ مِنْ شَعَرٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَذَا فِيمَا كُنَّا أَصَبْنَاهُ مِنَ الْغَنِيمَةِ. فَقَالَ: «أَسَمِعْتَ بِلَالًا يُنَادِي ثَلَاثًا؟» قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: «فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَجِيءَ بِهِ؟» فَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ. فَقَالَ: «كُنْ أَنْتَ تَجِيءُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَنْ أَقْبَلَهُ عَنْكَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس جب مال غنیمت پہنچتا تھا یعنی جمع ہوتا تھا اور آپ ﷺ اسکی تقسیم کرنے کا ارادہ فرماتے تو بلالؓ کو اعلان کرنے کا حکم فرماتے پھر بلالؓ لوگوں میں اعلان کرتے یعنی تقسیم کی خبر کرتے تو لوگ اپنی اپنی غنیمتیں آپ ﷺ کے پاس لے آتے پھر آپ ﷺ اس میں سے پانچواں حصہ نکال دیتے اور باقی مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم فرماتے۔ تو ایک شخص اس تقسیم کے بعد یعنی پانچواں حصہ نکالنے کے بعد بالوں سے بنی ہوئی ایک لگام لایا اور کہا: یارسول اللہ! یہ غنیمت کے مال میں سے میں نے لی تھی آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے بلالؓ کو تین مرتبہ اعلان کرتے ہوئے سنا تھا؟ اس نے کہا: ہاں یعنی سنا تھا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ کو کس چیز نے اسکے لانے سے منع کیا تھا؟ اس نے معذرت کی یعنی مجھ سے تاخیر ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسکو قیامت کے دن لائے گا اب میں تجھ سے قبول نہیں کرتا۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (٢٧١٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١٣)

شرح الحدیث: حدیث الباب کا مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب کسی جگہ مال غنیمت حاصل ہوتا تو آپ ﷺ حضرت بلالؓ سے لوگوں میں یہ اعلان کراتے کہ جس کے پاس جو مال غنیمت ہے وہ یہاں لا کر جمع کر دے، چنانچہ ایک روایت میں اس طرح ہے: ضُمُّوا غَنَائِمَكُمْ [1]، چنانچہ لوگ مال غنیمت کو لا کر ایک جگہ جمع کر دیتے آپ ﷺ اس کی

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب في دعاء المشركين ٢٦١٤

حسب قاعدہ تخمیس فرماتے، یعنی کل مال غنیمت سے ایک خمس نکال کر باقی اربعۃ اخماس کو غانمین میں تقسیم فرمادیتے، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک شخص تقسیم غنیمت کے بعد بالوں کی بنی ہوئی ایک رسی (لگام) لے کر آیا اور آکر یہ عرض کیا کہ یہ میں نے مال غنیمت میں سے لے لی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے بلال کے اعلان کو سنا تھا جو اس نے تین بار کیا تھا؟ اس نے عرض کیا جی ہاں سنا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر کیا چیز مانع ہوئی تھی اس کے لانے سے وہ شخص اس پر کچھ معذرت کرنے لگا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات نہیں سنی اور یہ فرمایا کہ اب تو، تو اس کو بروز قیامت ہی لے کر آئے گا۔

١٤٥ - بَابٌ فِي عُقُوبَةِ الْغَالِّ

مالِ غنیمت میں سے چوری کرنے والے کی سزا کا بیان

٢٧١٣ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: النُّفَيْلِيُّ الْأَنْدَرَاوَرْدِيُّ، عَنْ صَالِحِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَائِدَةَ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَصَالِحٌ هَذَا أَبُو وَاقِدٍ» - قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ مَسْلَمَةَ أَرْضَ الرُّومِ فَأُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ غَلَّ فَسَأَلَ سَالِمًا عَنْهُ فَقَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا وَجَدْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فَأَحْرِقُوا مَتَاعَهُ وَاضْرِبُوهُ» قَالَ: فَوَجَدْنَا فِي مَتَاعِهِ مُصْحَفًا، فَسَأَلَ سَالِمًا عَنْهُ فَقَالَ: «بِعْهُ وَتَصَدَّقْ بِثَمَنِهِ».

ترجمہ: حضرت ابو واقد صالح بن محمد زائد سے روایت ہے کہ میں مسلمہ بن عبد الملک بن مروان کے ساتھ روم گیا وہاں ایک شخص کو لایا گیا جس نے مالِ غنیمت میں چوری کی تھی تو مسلمہ بن عبد الملک نے سالمؒ سے اس کا حکم معلوم کیا انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے سنا وہ حضرت عمرؓ سے نقل کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جب کسی کو دیکھو کہ اس نے مالِ غنیمت میں چوری کی ہے تو اسکا سامان جلادو! پھر اسکی پٹائی کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے سامان میں ایک قرآن بھی تھا۔ مسلمہ نے سالمؒ سے دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کریم کو فروخت کردو اور اس کی قیمت صدقہ کردو۔

تخریج: جامع الترمذي - الحدود (١٤٦١) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧١٣) سنن الدارمي - السير (٢٤٩٠)

شرح الحدیث: اس باب کے تحت جو حدیث مصنفؒ لائے ہیں وہ یہ ہے: إِذَا وَجَدْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فَأَحْرِقُوا مَتَاعَهُ، اس حدیث کا مضمون اوپر والے باب کی حدیث میں گزر چکا۔

ترجمۃ الباب والے مسئلہ میں اختلاف علماء: بعض علماء اس حدیث کی بنا پر تحریق متاع غال کے قائل ہیں، جیسے حسن بصریؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور امام اوزاعیؒ، اور یہی ایک روایت امام احمدؒ سے ہے، مگر جمہور علماء کا عمل اس حدیث پر نہیں ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ جمہور محدثین نے اس حدیث پر کلام کیا ہے چنانچہ امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ سے اسکی تضعیف بلکہ عدم ثبوت نقل کیا ہے، ایسے ہی امام دار قطنیؒ نے بھی اسکی تضعیف کی ہے، ایسے ہی امام ابو داودؒ نے بھی اس حدیث کی سند

میں اختلاف اور اضطراب ثابت کیا ہے، اور امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو پھر جواب یہ ہوگا کہ ممکن ہے یہ اس وقت کی بات ہو جب اسلام میں عقوبت مالیہ جائز تھی جو بعد میں منسوخ ہوگئی[1]، امام ابو داؤدؒ نے اس حدیث کے موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے، اس حدیث کی طرف اشارہ در منضود جلد ثانی کتاب الصلاۃ میں ترک جماعت پر وعید والی حدیث میں بھی کیا گیا ہے، اور بعض شراح نے کہا کہ اگر اس حدیث کو ثابت مان بھی لیا جائے تو یہ زجر اور توبیخ پر محمول ہوگی، اس لئے کہ حضور ﷺ سے کسی طرح بھی یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے متاع غال کی تحریق کی ہو۔

باب کی حدیث اول کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمہ جو عبد الملک بن مروان کا بیٹا ہے اس نے اس حدیث کی بنا پر تحریق متاع غال کیا ہے، اور چونکہ اس غال کے متاع میں ایک مصحف بھی تھا تو اس کے بارے میں اس نے حضرت سالم سے معلوم کیا کہ کیا کیا جائے؟ انہوں نے فرمایا: بِعْهُ وَتَصَدَّقْ بِثَمَنِهِ۔

٢٧١٤ - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى الْأَنْطَاكِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ الْوَلِيدِ بْنِ هِشَامٍ وَمَعَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَغَلَّ رَجُلٌ مَتَاعًا فَأَمَرَ الْوَلِيدُ بِمَتَاعِهِ فَأُحْرِقَ وَطِيفَ بِهِ وَلَمْ يُعْطِهِ سَهْمَهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا أَصَحُّ الْحَدِيثَيْنِ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ أَنَّ: الْوَلِيدَ بْنَ هِشَامٍ أَحْرَقَ رَحْلَ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ، وَكَانَ قَدْ غَلَّ وَضَرَبَهُ.

ترجمہ: صالح بن محمد سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے ولید بن ہشام بن عبد الملک بن مروان کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور ہمارے ساتھ سالم بن عبد اللہ بن عمرؒ اور عمر بن عبد العزیزؒ تھے۔ ایک شخص نے مالِ غنیمت میں سے چوری کرلی تو ولید نے حکم دیا اور اس کا سامان جلا دیا گیا پھر اسے تمام لوگوں میں گھمایا گیا اور اس کو اس کا حصہ بھی نہیں ملا۔ ابو داؤدؒ نے کہا کہ یہ روایت زیادہ صحیح ہے (جس میں ولید نے غال کا سامان جلایا تھا تو غال کا سامان جلانے کا حکم راجح قول میں ولید نے دیا نہ کہ نبی کریم ﷺ نے) کیونکہ متعدد راویوں نے اس کو روایت کیا ہے کہ ولید بن ہشام بن عبد الملک بن مروان بن الحکم نے زیاد بن سعد کا سامان جلا دیا کیونکہ اس نے مالِ غنیمت میں چوری کرلی تھی اور اس کی پٹائی بھی کی۔

شرح الحدیث: اور باب کی (مذکورہ) حدیث ثانی کا مضمون یہ ہے، صالح بن محمد کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں ولید بن ہشام کے ساتھ تھے اور اس سفر میں ہمارے ساتھ سالم بن عبد اللہ بن عمر، اور عمر بن عبد العزیز بھی تھے تو ولید بن ہشام نے اس شخص کے سامان کے جلانے کا حکم دیا جس نے مال غنیمت میں غلول کیا تھا، اور اس کو پورے لشکر میں پھرایا گیا اور اس کو غنیمت میں سے حصہ بھی نہیں دیا۔

تحریق متاع الغال حدیث کے بارے میں مصنفؒ کی رائے: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا أَصَحُّ الْحَدِيثَيْنِ الخ مصنفؒ فرما

---

[1] شرح مشکل الآثار ــ ج ١٠ ص ٤٥٠

رہے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث (إِذَا وَجَدْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فَأَحْرِقُوا مَتَاعَهُ) ثابت نہیں بلکہ موقوفاً ثابت ہے، موقوف سے بھی موقوف تابعی یعنی مقطوع مراد ہے۔

۲۷۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ حَرَّقُوا مَتَاعَ الْغَالِّ وَضَرَبُوهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَزَادَ فِيهِ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، عَنِ الْوَلِيدِ، وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْهُ» وَمَنَعُوهُ سَهْمَهُ " قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وحَدَّثَنَا بِهِ الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، قَوْلَهُ، «وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ الْحَوْطِيُّ» مَنْعَ سَهْمِهِ ".

ترجمہ حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے، انہوں نے شعیب دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے کا سامان جلا دیا اور اسکو مارا۔ امام ابو داودؒ کہتے ہیں کہ میرے استاد علی بن بحر نے ولید کے واسطے سے اس میں یہ اضافہ کیا کہ اس خیانت کرنے والے کو اسکے حصہ سے بھی محروم کر دیا لیکن میں نے علی بن بحر سے یہ اضافہ نہیں سنا۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ ولید بن عتبہ اور عبد الوہاب نے اپنی سند سے مذکورہ بالا واقعہ کو عمرو بن شعیب کا مقولہ کر کے بیان کیا ہے اسکو حدیث مرفوع نہیں کہا عبد الوہاب بن نجدہ نے مَنْعَ سَهْمِهِ بھی ذکر نہیں کیا۔

۱۴۶ - بَابُ النَّهْيِ عَنِ السَّتْرِ عَلَى مَنْ غَلَّ

مالِ غنیمت چوری کرنے والے کی پردہ پوشی نہ کی جائے

۲۷۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: أَمَّا بَعْدُ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ كَتَمَ غَالًّا فَإِنَّهُ مِثْلُهُ».

ترجمہ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے شخص کی خیانت کو چھپائے یعنی امام سے اظہار نہ کرے کہ فلاں شخص نے خیانت کی ہے تو وہ بھی خیانت کرنے والے جیسا ہے یعنی گناہ میں دونوں برابر ہیں۔

شرح الحدیث یہ أَمَّا بَعْدُ والی پانچویں حدیث ہے جس کا تعارف ہمارے یہاں درمنضود کے مقدمہ میں اور اس کے علاوہ بھی کئی جگہ آچکا، یہ کل چھ حدیثیں ہیں جس میں سے ایک باقی رہ گئی جو کتاب الجہاد کی آخری حدیث ہے، بذل المجہود میں ہے کہ یہ سند ضعیف ہے، قابل استدلال نہیں، وبکل حال: ھذا إسناد مظلم لاینھض بحکم اھ [1]۔ اس حدیث میں یہ ہے

[1] بذل المجہود في حل أبي داود ج ۱۲ ص ۲۹۷

کہ جو شخص غلول کرنے والے کے غلول کو چھپائے، یعنی اسکی پردہ پوشی کرے تو وہ بھی اسکی طرح غال ہی ہے، اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا غلول معلوم ہو جائے تو امیر سے جا کر اس کی اطلاع کرنا ضروری ہے، اب یا تو یہ کہا جائے کہ مسئلہ غلول، مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ [1] کے عموم سے مستثنیٰ ہے، اور یا یہ کہا جائے کہ حدیث الباب ضعیف ہے۔

۱۴۷ ـ بَابٌ فِي السَّلَبِ يُعْطَى الْقَاتِلَ

جو شخص کسی مشرک کو قتل کرے اس کا سامان اسی قاتل کو دینے کا بیان

احکام سلب کی ابتداء: یہاں سے چند ابواب احکام سلب سے متعلق شروع ہوتے ہیں، سلب کہتے ہیں کافر مقتول کے ساتھ جو سامان ہوتا ہے لباس، ہتھیار، سواری وغیرہ، سلب سے متعلق بہت سے مسائل اختلافی ہیں، حضرت شیخؒ نے أوجز المسالك میں ان سب کو کتب فقہیہ اور شروح حدیث سے جمع فرمایا ہے جو اٹھارہ مسائل ہیں [2]، منجملہ ان مسائل کے ایک بہت مشہور اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ مقتول کا سلب جو قاتل کو دیا جاتا ہے یہ من حیث الاستحقاق ہے یا من حیث التنفیل؟ امام شافعیؒ اور احمد کے نزدیک من حیث الاستحقاق ہے، یعنی امام کی رائے اور اس کی عطا پر موقوف نہیں، وہ اسی کا اپنا حق ہے اور وہ جو حدیث میں آتا ہے: مَنْ قَتَلَ قَتِيلاً فَلَهُ سَلَبُهُ، ان دونوں اماموں کے نزدیک یہ کوئی وقتی فیصلہ اور انعام نہیں ہے بلکہ قاعدہ کلیہ کے طور پر ہے، اور امام ابو حنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک سلب از قبیل تنفیل ہے، یعنی امام کی طرف سے کسی غازی کو اسکے کارنامہ پر بطور حصہ زائدہ اور انعام کے دیا جاتا ہے، جب یہ بات ہے تو پھر سلب کا قاتل کیلئے ہونا امام کی رائے اور اسکے فیصلہ پر موقوف ہوگا، اگر اس کی جانب سے یہ اعلان ہوا ہے مَنْ قَتَلَ قَتِيلاً فَلَهُ سَلَبُهُ یا بغیر ہی اعلان کے وہ کسی کو دینا چاہے تب اس کیلئے ہوگا ورنہ نہیں۔

دوسرا اختلافی مسئلہ یہ ہے اس میں کہ سلب کس قاتل کیلئے ہوتا ہے، امام مالکؒ کے نزدیک اس قاتل کیلئے جو ذو سہم ہو یعنی جس کا با قاعدہ غنیمت میں حصہ لگتا ہو، فلا سلب للصبي والمرأة عنده بخلاف الجمهور، ان کے یہاں یہ قید نہیں۔

ایک مشہور اختلافی مسئلہ سلب سے متعلق یہ ہے جو آگے مستقل باب میں آئے گا کہ جس طرح مال غنیمت کی تخمیس ہوتی ہے کہ اس میں سے خمس نکالا جاتا ہے بیت المال وغیرہ کیلئے تو کیا اسی طرح سلب کی بھی تخمیس ہوگی یا نہیں، وغیرہ وغیرہ مسائل۔

۲۷۱۷ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَامِ حُنَيْنٍ، فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ قَالَ: فَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلَا رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَالَ: فَاسْتَدَرْتُ لَهُ حَتَّى أَتَيْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ فَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ، فَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ، ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ، فَأَرْسَلَنِي فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ

---

[1] سنن ابن ماجه - كتاب الحدود - باب الستر على المؤمن ودفع الحدود بالشبهات ٢٥٤٤

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٩ ص ١٨٣ - ٢٠٦

لَهُ: مَا بَالُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَمْرُ اللَّهِ، ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ رَجَعُوا وَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: «مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ». قَالَ: فَقُمْتُ، ثُمَّ قُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ الثَّانِيَةَ: «مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ». قَالَ: فَقُمْتُ، ثُمَّ قُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ: ذَلِكَ الثَّالِثَةَ، فَقُمْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ؟» قَالَ: فَاقْتَصَصْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: صَدَقَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَسَلَبُ ذَلِكَ الْقَتِيلِ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنْهُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ: لَاهَا اللَّهِ إِذًا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللَّهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللَّهِ وَعَنْ رَسُولِهِ فَيُعْطِيكَ سَلَبَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صَدَقَ فَأَعْطِهِ إِيَّاهُ» فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ: «فَأَعْطَانِيهِ فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ، فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ».

ترجمہ: حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ حنین میں نکلے۔ ہم جب کفار کے مقابلہ پر آئے تو مسلمانوں میں افرا تفری ہوئی میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ اس نے ایک مسلمان کو مغلوب کر لیا ہے تو میں نے گھوم کر پیچھے سے اسکی گردن پر تلوار ماردی وہ میری جانب آیا اور مجھے اس طرح بھینچا کہ مجھے موت کی بُو محسوس ہوئی پھر خود مر گیا اور مجھ کو چھوڑ دیا پھر میری حضرت عمر فاروقؓ سے ملاقات ہوئی اور میں نے کہا کہ آج لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کا حکم اسی طرح تھا پھر مسلمان واپس آئے اور نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی کو قتل کیا اس کا سامان اسی کا ہے بشرطیکہ اس پر دو گواہ ہوں۔ ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ سنا تو اٹھ کھڑا ہوا پھر میں نے یہ سوچا کہ میری گواہی کون دے گا تو میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی کو قتل کیا اس کا سامان اسی کو ملے گا بشرطیکہ اس کے پاس گواہ ہوں تو میں کھڑا ہوا پھر میں نے یہ خیال کیا کہ گواہ کون ہو گا؟ پھر میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ یہی فرمایا تو پھر میں اٹھ کھڑا ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کو کیا ہوا اے ابو قتادہ! میں نے پورا واقعہ سنایا اتنے میں ایک شخص بولا۔ اس نے سچ کہا یا رسول اللہ! اس کافر کا سامان میرے پاس ہے وہ سامان مجھے دلا دیجئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم نبی کریم ﷺ ایسا ارادہ کبھی نہیں فرمائیں گے کہ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر اللہ اور رسول کی طرف سے لڑے اور سامان تم کو مل جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: صدیق اکبرؓ درست کہتے ہیں تم وہ سامان ابو قتادہؓ کو دے دو۔ انہوں نے مجھے دے دیا۔ میں نے زرہ فروخت کر کے قبیلہ بنی سلمہ کے محلے میں ایک باغ خرید ا اور یہ مال میں نے اسلام میں سب سے پہلے حاصل کیا تھا۔

تخریج جامع الترمذي- السير (١٥٦٢) سنن أبي داود- الجهاد (٢٧١٧) موطا مالك- الجهاد (١٦٥٦)

شرح الحدیث: ابو قتادہؓ فرما رہے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں تھے، جب ہمارا مشرکین کے ساتھ مقابلہ ہوا تو لشکر کے بعض لوگوں میں بھگدڑ پڑ گئی ابو قتادہؓ کہتے ہیں میں نے ایک مشرک کو دیکھا کہ ایک مسلمان کو پچھاڑ کر اس پر مسلط تھا، وہ کہتے ہیں: جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں گھوم پھر کر اس کے پیچھے سے اس کی طرف آیا اور میں نے اس

کی گردن کے قریب تلوار ماری، وہ اس کو چھوڑ کر مجھ پر حملہ آور ہوا، اور اس نے مجھے اس شدت کے ساتھ دبوچا کہ اس سے مجھے اپنی موت کی بو آنے لگی (مگر ہوا اس کے برعکس) پھر اس کو موت لاحق ہو گئی اور مجھے اس نے چھوڑ دیا، اسی اثناء میں، میں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا اور میں نے ان سے دریافت کیا: مَا بَالُ النَّاسِ؟ کہ لوگوں کو کیا ہوا کیوں بھاگ رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: أَمْرُ اللهِ، اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں یعنی ایسا اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کے حکم سے ہوا جس کا ظاہری سبب اور منشأ اعجاب ہے کما ہو مذکور فی القرآن، اور یا أَمْرُ اللهِ کا مطلب یہ ہے کہ گھبراؤ مت اللہ کے فیصلہ اور اس کی مدد کا انتظار کرو۔ ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ رَجَعُوا وَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یہاں پر روایت میں اختصار ہے اس روایت کے باقی حصہ کو حضرتؒ نے بذل میں مسلم [1] کی روایت سے نقل کیا ہے اس کو دیکھ لیا جائے، روایت میں ہے کہ جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگ کر منتشر ہو گئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا، جو بڑے جہوری الصوت تھے (وَكَانَ رَجُلًا صَيِّتًا) نادیا معشر الأنصار، یا اصحاب السمرة کہ یہ نداء لگاؤ کہ اے انصار کی جماعت، اے اصحاب الشجرہ حضرت عباسؓ نے یہ ندا لگائی صحابہؓ سمجھ گئے کہ یہ نداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے، چنانچہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میری آواز پر لوگ اس طرح مائل ہوئے اور دوڑ کر آئے جس طرح گائے اپنے گمشدہ بچہ کی آواز سنکر اس کی طرف دوڑ کر جاتی ہے، وہ یہ کہتے ہوئے دوڑ رہے تھے يَا لَبَّيْكَ، يَا لَبَّيْكَ، اور سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لوٹ آئے، یہاں تک جب سو کے قریب آپ کے پاس مجاہدین جمع ہو گئے تو اب وہ کفار کی طرف متوجہ ہوئے لڑنے کیلئے اور زوردار لڑائی شروع ہوئی، آپ نے اس وقت لڑائی کو دیکھ کر فرمایا: الْآنَ حَمِيَ الْوَطِيسُ کہ اب لڑائی گرم ہوئی (یعنی ٹھنڈا ہونے اور بھاگنے کے بعد) اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر سے کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھائی اور اس کو مشرکین کی طرف یہ کہتے ہوئے پھینکا شاهت الوجوه (جھلس جائیں یہ چہرے) راوی کہتا ہے: وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مٹھی مٹی کی سب مشرکین کی آنکھوں میں جا کر بھر گئی، اور مشرکین پشت موڑ کر بھاگنے لگے، اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

یہ ہے وہ حصہ اس روایت کا جو یہاں ابو داؤد میں مختصر کر دیا گیا تھا۔

وَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: یعنی لڑائی سے فارغ ہو کر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سکون سے بیٹھے تو آپ نے یہ اعلان فرمایا: مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ کہ جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو اور اسکے پاس اس پر شاہد بھی ہو تو اس مقتول کا سلب قاتل کیلئے ہوگا (ابو قتادہ بھی چونکہ ایک کافر کو قتل کر چکے تھے جس کا ذکر روایت کے شروع میں تھا مگر چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بینہ کی بھی قید لگائی تھی اسلئے وہ کہہ رہے ہیں کہ) میں کھڑا ہوا اور کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر یہ کہا مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ کہ میرے معاملہ میں کوئی گواہی دینے والا ہے؟ جب کوئی نہیں بولا تو میں بیٹھ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے پھر وہی اعلان ہوا،

---

[1] صحیح مسلم - کتاب الجهاد والسیر - باب فی غزوة حنین ١٧٧٥، بذل المجهود فی حل أبي داود — ج ١٢ ص ٢٩٩

اس پر میں بھی دوبارہ کھڑا ہوا اور میں نے پھر یہی کہا کہ میرا کوئی گواہ ہے، تین مرتبہ اسی طرح ہوتا رہا میری گواہی کیلئے کوئی اٹھا ہی نہیں، حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ابو قتادہ کیا بات ہے (کیوں بار بار اٹھ رہے ہو) وہ کہتے ہیں میں نے اس قتل کافر کا سارا قصہ آپ ﷺ کو سنا دیا، اب ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ سچ کہہ رہا ہے، اور اس کافر قتیل کا سلب میرے پاس ہے فَأَرْضِهِ مِنْهُ، پس آپ ابو قتادہؓ کو اس کا کچھ عوض دے کر راضی کر دیجئے، یعنی وہ سلب میرے ہی پاس رہنے دیجئے، اس وقت مجلس میں صدیق اکبرؓ بھی موجود تھے، ان کو اس شخص کی یہ بات سن کر بہت طیش آیا اور انہوں نے فرمایا: لَاهَا اللهِ إِذًا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسُدِ اللهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللهِ وَعَنْ رَسُولِهِ فَيُعْطِيكَ سَلَبَهُ، یعنی اللہ کی قسم ایسا نہیں ہوگا، تو یہ چاہتا ہے کہ حضور ﷺ قصد کریں اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کیلئے قتال کر رہا ہے (اشارہ ہے ابو قتادہؓ کی طرف) اور تجھ کو اس کا سلب دیدیں؟ (ایسا ہرگز نہیں ہوگا) آپ ﷺ نے صدیق اکبرؓ کی تائید فرمائی کہ ان کی بات بالکل ٹھیک ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اس شخص سے جس کے پاس وہ سلب تھا فرمایا کہ ابو قتادہؓ کو یہ سلب دے دو، ابو قتادہؓ کہتے ہیں (وہ سلب اتنا کثیر مقدار میں تھا کہ) میں نے اس میں سے ایک زرہ کو فروخت کر کے اس کے عوض میں بنو سلمہ میں ایک باغ خریدا، فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ پس یہ باغ سب سے پہلا میرا وہ مال ہے جو مجھے اسلام میں داخل ہونے کے بعد حاصل ہوا۔

تأثل أثل سے ہے وأثل كل شئ أصله، لاها الله میں لفظ "الله" مجرور ہے "أي لا والله" لفظ "ها" واو قسم کا بدل ہے، اس حدیث کی شرح میں حضرتؒ نے بھی "بذل" میں بہت سے مسائل سلب سے متعلق کتب فقہیہ سے نقل فرمائے ہیں، والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي ابن ماجه۔

٢٧١٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ يَعْنِي يَوْمَ حُنَيْنٍ: «مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهُ سَلَبُهُ». فَقَتَلَ أَبُو طَلْحَةَ يَوْمَئِذٍ عِشْرِينَ رَجُلًا وَأَخَذَ أَسْلَابَهُمْ، وَلَقِيَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سُلَيْمٍ وَمَعَهَا خِنْجَرٌ فَقَالَ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا هَذَا مَعَكِ؟ قَالَتْ: أَرَدْتُ وَاللهِ إِنْ دَنَا مِنِّي بَعْضُهُمْ أَبْعَجُ بِهِ بَطْنَهُ، فَأَخْبَرَ بِذَلِكَ أَبُو طَلْحَةَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَرَدْنَا بِهَذَا الْخِنْجَرَ وَكَانَ سِلَاحَ الْعَجَمِ يَوْمَئِذٍ الْخِنْجَرُ».

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن فرمایا کہ جو شخص کسی مشرک کو قتل کر دے گا اس کا سامان اسی شخص کو ملے گا۔ اس دن حضرت ابو طلحہؓ نے بیس مشرکین کو قتل کیا اور ان کا سامان بھی لے لیا۔ حضرت ابو طلحہؓ نے اپنی بیوی (امّ سلیم) کو دیکھا کہ ان کے پاس خنجر ہے انہوں نے کہا: اے امّ سلیم! تمہارے پاس یہ کیا ہے؟ امّ سلیم نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آئے تو میں اس خنجر سے اُس کا پیٹ پھاڑ

ڈالوں گی۔ حضرت ابو طلحہؓ نے اس بات کی خبر نبی کریم ﷺ کو دی۔ امام ابو داودؒ نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔ انہوں نے کہا ہماری مراد اس سے معروف ہتھیار خنجر ہے۔ خنجر اس زمانے میں اہل عجم کا ہتھیار تھا۔

تخریج صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٨٠٩) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧١٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٩٠/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٩٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨٦/٣) سنن الدارمي - السير (٢٤٨٤)

شرح الحديث یعنی حضرت ابو طلحہؓ نے غزوۂ حنین میں بیس کافروں کو قتل کیا اور ان سب کے اسلاب انہوں نے حاصل کئے۔

وَلَقِيَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سُلَيْمٍ وَمَعَهَا خِنْجَرٌ: ابو طلحہؓ نے اس لڑائی میں اپنی زوجہ ام سلیم کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک خنجر ہے، ابو طلحہ نے پوچھا کہ یہ کس لئے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر ان لوگوں میں سے (کافروں میں سے) کوئی میرے قریب آئے گا تو اس کے پیٹ میں یہ گھسادوں گی، راوی کہتا ہے: ابو طلحہ نے ان کی اس بہادری کا ذکر حضور ﷺ سے کیا۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ: حسن سے یا تو اصطلاحی معنیٰ مراد ہیں جیسا امام ترمذیؒ کہا کرتے ہیں لیکن مصنف کی تو یہ عادت نہیں، میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ مصنفؒ کی مراد معنیٰ لغوی ہے کہ یہ حدیث بہت اچھی ہے، یعنی امام ابو داودؒ کو بہت پسند آئی، ابو طلحہؓ کا بیس کافروں کو قتل کر دینا، ان سب کے سامان حاصل کر لینا، اور پھر مزید بر آں ام سلیمؓ کا یہ عجیب سا واقعہ ایک نئی سی بات، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مصنف کے کلام کا مطلب: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَرَدْنَا بِهَذَا الْخَنْجَرَ: اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ① ایک یہ کہ اس حدیث میں خنجر سے اس کے معروف معنیٰ ہی مراد ہیں، کوئی اور چیز نہیں ہے خنجر، ② دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ہماری مراد اس حدیث کو ذکر کرنے سے جواز استعمال خنجر ہے، اور آگے یہ ہے کہ اس زمانہ میں خنجر عجمیوں کا ہتھیار تھا وہی اس کو زیادہ تر استعمال کرتے تھے، یعنی عربوں میں اس کے استعمال کا رواج نہیں تھا، گویا اسی لئے اس کے بیان جواز کی ضرورت پیش آئی۔ أخرج مسلم قصة أم سليم في الخنجر بنحوه، قاله المنذري۔

١٤٨ - بَابٌ فِي الْإِمَامِ يَمْنَعُ الْقَاتِلَ السَّلَبَ إِنْ رَأَى وَالْفَرَسُ وَالسِّلَاحُ مِنَ السَّلَبِ

اگر امام چاہے تو قاتل کو مشرک مقتول کا سامان نہ دے ہتھیار اور گھوڑا بھی سامان حرب میں داخل ہے

ترجمۃ الباب میں دو جز ہیں: ① اول یہ کہ اگر امام کی رائے قاتل کو سلب نہ دینے کی ہو تو وہ ایسا کر سکتا ہے، حنفیہ و مالکیہ کے مسلک کے تو یہ مطابق ہے، لیکن شافعیہ حنابلہ کے خلاف پڑتا ہے کما یظہر ذلك من المذاهب المذكورة قبل، ② اور ترجمہ کا جزء ثانی یہ ہے کہ فرس اور سلاح ان دونوں کا شمار سلب میں ہے، یہ بھی فی الجملہ ایک اختلافی مسئلہ ہے کہ سلب کا مصداق مقتول کا کون کون سا سامان ہے، سلاح کا سلب سے ہونا تو اجماعی ہے، اور فرس اور دابہ بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سلب میں

داخل ہے البتہ امام احمدؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں۔

٢٧١٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ فِي غَزْوَةِ مُؤْتَةَ فَرَافَقَنِي مَدَدِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ لَيْسَ مَعَهُ غَيْرُ سَيْفِهِ، فَنَحَرَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ جَزُورًا فَسَأَلَهُ الْمَدَدِيُّ طَائِفَةً مِنْ جِلْدِهِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، فَاتَّخَذَهُ كَهَيْئَةِ الدَّرَقِ وَمَضَيْنَا فَلَقِينَا جُمُوعَ الرُّومِ وَفِيهِمْ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ لَهُ أَشْقَرَ عَلَيْهِ سَرْجٌ مُذْهَبٌ وَسِلَاحٌ مُذْهَبٌ، فَجَعَلَ الرُّومِيُّ يُغْرِي بِالْمُسْلِمِينَ، فَقَعَدَ لَهُ الْمَدَدِيُّ خَلْفَ صَخْرَةٍ فَمَرَّ بِهِ الرُّومِيُّ فَعَرْقَبَ فَرَسَهُ فَخَرَّ وَعَلَاهُ فَقَتَلَهُ وَحَازَ فَرَسَهُ وَسِلَاحَهُ، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمُسْلِمِينَ بَعَثَ إِلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَأَخَذَ مِنَ السَّلَبِ. قَالَ عَوْفٌ: فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: يَا خَالِدُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ؟ قَالَ: بَلَى، وَلَكِنِّي اسْتَكْثَرْتُهُ. قُلْتُ: لَتَرُدَّنَّهُ عَلَيْهِ أَوْ لَأُعَرِّفَنَّكَهَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَبَى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِ قَالَ عَوْفٌ: فَاجْتَمَعْنَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ قِصَّةَ الْمَدَدِيِّ وَمَا فَعَلَ خَالِدٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا خَالِدُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟» قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدِ اسْتَكْثَرْتُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا خَالِدُ رُدَّ عَلَيْهِ مَا أَخَذْتَ مِنْهُ» . قَالَ عَوْفٌ: فَقُلْتُ لَهُ: دُونَكَ يَا خَالِدُ، أَلَمْ أَفِ لَكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَمَا ذَلِكَ؟» فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «يَا خَالِدُ لَا تَرُدَّ عَلَيْهِ، هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي أُمَرَائِي؟ لَكُمْ صَفْوَةُ أَمْرِهِمْ وَعَلَيْهِمْ كَدَرُهُ» .

ترجمہ عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے کہ میں زید بن حارثہؓ کے ساتھ غزوۂ موتہ میں نکلا تو اہل یمن کا ایک شخص میری مدد کیلئے میرا ساتھی بن گیا اس کے پاس ایک تلوار کے سوا کچھ نہ تھا۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ایک اُونٹ ذبح کیا۔ مددی (میری مدد کرنے والے ساتھی) نے اس کی تھوڑی سی کھال مانگ لی اور اس نے دے دی۔ مددی نے اس کھال کی ڈھال بنائی۔ جب ہم لوگ چلے یہاں تک کہ روم کی فوجوں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ ان فوجوں میں ایک شخص اشقر (سرخ) گھوڑے پر سوار تھا جس کی زین سنہری اور اسکے ہتھیار بھی سنہرے تھے۔ وہ مسلمانوں پر خوب حملے کر رہا تھا۔ تو مددی اس سوار کی تاڑ میں ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھ گیا۔ جب وہ سوار وہاں سے گزرا تو مددی نے اس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے وہ رومی گر گیا۔ مددی اس پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اس کو قتل کر دیا اور گھوڑا اور اسکے ہتھیار لے لئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائی تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے (جو کہ اس وقت فوج کے سپہ سالار تھے) مددی کے پاس کسی شخص کو بھیجا اور اس سامان میں سے کچھ حصہ لے لیا۔ عوف نے کہا کہ میں خالد بن ولیدؓ کے پاس آیا اور کہا کہ اے خالد کیا تم نہیں جانتے ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کیلئے مقتول کا سامان مقرر کر دیا ہے۔ خالد نے کہا کہ مجھ کو علم ہے لیکن میں نے اس سامان کو زیادہ سمجھا میں نے کہا تم یہ سامان اسکو دے دو ورنہ میں تم کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بتلاؤں گا مگر خالدؓ نے سامان دینے سے انکار کر دیا۔ عوف نے کہا کہ پھر

ہم سب لوگ رسول کریم ﷺ کے گرد جمع ہوئے تو میں نے مددی کا واقعہ بیان کیا اور خالد نے جو اس کے ساتھ کیا وہ بھی بتایا۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے خالد! تم نے ایسا کام کیوں کیا؟ خالد نے کہا: یا رسول اللہ! اس سامان کو میں نے زیادہ سمجھا (اسلئے میں نے اس میں سے کچھ لے لیا) رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اے خالد! جو تم نے لیا ہے وہ دے دو عوف نے کہا کہ اے خالد! میں نے تم سے جس چیز کا وعدہ کیا تھا وہ اب پورا کیا ہے (یہ سن کر) رسول کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا معاملہ ہے؟ میں نے پورا واقعہ سنا دیا۔ رسول کریم ﷺ غصہ ہو گئے اور فرمایا: اے خالد! اسکو ہرگز نہ دو کیا تم میری وجہ سے میرے امراء سے باز رہ سکتے ہو؟ ان امراء کے عمدہ کام تمہارے لئے نفع مند ہیں اور ان کے گدلے معاملہ کا وبال ان پر ہی ہوگا۔

٢٧٢٠ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ: سَأَلْتُ ثَوْرًا عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِي عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ [1] عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، نَحْوَهُ.

ترجمہ عوف بن مالک اشجعی سے گزشتہ حدیث کی طرح روایت ہے۔

تخریج صحیح مسلم - الجهاد والسير (١٧٥٣) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧١٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٨/٦)

شرح الأحاديث عوف بن مالکؓ جو غزوۂ موتہ میں شریک تھے وہ اس غزوہ کا اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ جب میں غزوۂ موتہ میں جارہا تھا تو ایک یمنی شخص راستہ سے بطور مدد کے میرے ساتھ ہو گیا، جس شخص کا باقاعدہ جہاد میں نام نہ ہو اور وہ از خود لشکر کی مدد کیلئے ساتھ ہو جائے غالباً اسی کو مددی کہتے ہیں، عوف کہتے ہیں کہ اس یمنی کے ساتھ سوائے تلوار کے اور کوئی چیز نہیں تھی، حتی کہ اس کے پاس ڈھال بھی نہیں تھی، جس کی بڑی ضرورت ہوتی ہے لڑائی میں، تو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے ڈھال کا انتظام اس طور پر کرایا کہ راستہ میں کسی لشکری نے اپنا اونٹ ذبح کیا (زاد راہ کیلئے) تو اس مددی نے اس سے کھال کا ایک ٹکڑا لے لیا، اور پھر اس سے ڈھال بنالی، (ڈھال چمڑے ہی کی ہوتی ہے، دشمن کے حملہ سے بچنے کیلئے ہوتی ہے) عوف کہتے ہیں! جب ہم لڑائی کے مقام پر پہنچے تو رومیوں کے بہت بڑے لشکر سے مقابلہ ہوا، ان رومیوں میں ایک رومی اپنے سرخ گھوڑے پر سوار تھا جس پر ایسا زین کسا ہوا تھا جو مذہب تھا، یعنی اس پر سونا جڑا ہوا تھا، اور اس کے ہتھیار تلوار وغیرہ بھی مذہب اور بڑے قیمتی تھے وہ کہتے ہیں، یہ رومی شخص مسلمانوں میں بہت تیزی سے کشت وخون کر رہا تھا (اس مددی نے یہ ٹھان لی کہ مجھے اس رومی کا کام ان شاء اللہ تعالیٰ تمام کرنا ہے) چنانچہ وہ مددی ایک چٹان کی آڑ میں اس کے پیچھے بیٹھ گیا، جب رومی اس کے سامنے کو گزرا تو اس نے تلوار چلائی جس سے اس رومی کے گھوڑے کی ٹانگ کٹ گئی، وہ رومی اپنے گھوڑے سے گرا ادھر یہ مددی اس پر

---

[1] یہاں اختلاف نسخ ہے جس کی طرف شیخ عوامہ نے اشارہ فرمایا ہے، وہ لکھتے ہیں: جبير بن نفير، عن عوف: هكذا في الأصول كلها، وتحفة الأشراف ٨: ٢١٠ (١٠٩٠٢)، وبذل المجهود ١٢: ٣١٣، وفي عون المعبود ٧: ٣٩١ وطبعة حمص زيادة: عن أبيه. قبل: عن عوف. خطأ. (كتاب السنن ـج٣ص٣١٩)

چڑھا اور اس رومی کو قتل کر ڈالا، اور اس کا گھوڑا اور ہتھیار اس نے سمیٹ لئے جب مسلمانوں کو مکمل فتح ہو گئی (اور خالد بن ولیدؓ امیر لشکر کو معلوم ہوا کہ اس مددی یمنیؓ کے پاس رومی کا بڑا قیمتی سلب موجود ہے) تو خالدؓ نے اسکے پاس آدمی بھیج کر بعض حصہ سلب کا اس سے لے لیا، (اس یمنی نے کچھ نہیں کہا لیکن عوفؓ کو اس پر ناگواری ہوئی چنانچہ عوفؓ کہتے ہیں کہ) میں خالد بن الولیدؓ کے پاس گیا، اور ان سے اس سلسلہ میں بات کی اور یہ کہ سلب تو قاتل کیلئے ہوا کرتا ہے، آپ کو معلوم نہیں حضور ﷺ کا فیصلہ، حضرت خالد بن الولیدؓ نے فرمایا کہ ہاں معلوم ہے لیکن میں نے اس سلب کی مقدار کو بہت کثیر سمجھا اس لئے اس میں سے کچھ لے لیا، اور سارا اس کو دینا مناسب نہیں سمجھا۔ قُلْتُ: لَتَرُدَّنَّهُ عَلَيْهِ أَوْ لَأُعَرِّفَنَّكَهَا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عوفؓ کہتے ہیں: میں نے خالدؓ سے کہا یا تو آپ اس سلب کو ضرور بالضرور اسکی طرف لوٹا دیں ورنہ میں آپ کو اس کا مزا چکھاؤں گا، حضور ﷺ کے پاس جاکر، حضرت خالدؓ نے عوفؓ کے اس کہنے کی پرواہ نہیں کی اور دینے سے انکار کر دیا، عوفؓ کہتے ہیں: جب ہم حضور ﷺ کے پاس پہنچے تو میں نے آپ سے مددی کا پورا قصہ بیان کیا، یعنی اس کا کارنامہ، اور جو کچھ خالدؓ نے اس کیساتھ کیا تھا وہ بھی حضور ﷺ سے بیان کیا، حضور ﷺ نے پوچھا خالدؓ سے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اس سلب کو بہت زائد سمجھا، حضور ﷺ نے فرمایا: اے خالد! جو کچھ تم نے ان سے لیا وہ سب لوٹا دو، حضرت خالدؓ نے حضور ﷺ کے حکم کی فوراً تعمیل کر دی عوفؓ کہتے ہیں: میں نے اس پر خالدؓ سے کہا: دُونَكَ يَا خَالِدُ، أَلَمْ أَفِ لَكَ؟ کہ اے خالدؓ لے، یعنی اس چیز کو جسکا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا، اور آگے یہ بھی کہا، دیکھ کیا میں نے جو تجھ سے کہا تھا اسے پورا نہیں کر دیا، حضرت خالدؓ تو کچھ نہیں بولے مگر حضور ﷺ نے پوچھا عوفؓ سے کہ یہ کیا بات تم کہہ رہے ہو، عوفؓ کہتے ہیں میں نے (بڑی خوشی خوشی) حضور ﷺ کو ساری بات بتلا دی (یہ یوں سمجھ رہے تھے کہ میں نے بڑا اچھا کام کیا، ایک حقدار کو اسکا حق پہنچانے کی کوشش کی، اور یہ نہ سوچا کہ امیر کی اطاعت اور اسکا احترام بھی بہت ضروری ہے) اس پر حضور ﷺ بہت ناراض ہوئے عوفؓ پر (یعنی مجھ پر کیونکہ راوی وہی ہیں) اور اب حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ اے خالدؓ اب مت لوٹانا اس پر، گویا آپ ﷺ نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور آپ ﷺ نے عوفؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي أُمَرَائِي؟ لَكُمْ صَفْوَةُ أَمْرِهِمْ وَعَلَيْهِمْ كَدَرُهُ تم میرے امراء کو چھوڑ دو گے کہ نہیں؟ یعنی چھوڑ دینا چاہئے ان پر نقد نہیں کرنا چاہئے، انکی صاف بات اور انصاف والا معاملہ تمہارے حق میں مفید ہے ہی، اور ان کا گدلا معاملہ ان پر ہوگا اس کا وبال (تم ان کی اصلاح کیوں کرتے ہو)۔

دیکھئے! حضرت عوف بن مالک اشجعی نے اپنا یہ واقعہ جس پر حضور ﷺ ان سے ناراض بھی ہوئے اور ان پر ڈانٹ بھی پڑی لیکن وہ اس واقعہ کو خود بڑی رغبت کیساتھ تفصیل سے بیان کر رہے ہیں، یہ ان صحابیؓ کی کمال دیانت فی النقل ہے کہ جو واقعہ حضور ﷺ کے سامنے پیش آیا خواہ وہ اپنے خلاف ہی ہو اس کو لوگوں سے بیان کرنا ہے ضرور، اور عوفؓ ہی کیا تمام صحابہ کا یہی حال تھا، حدیث کی کتابوں میں اس کے اور بھی نظائر ہیں، اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت دیکھ لی جائے، ظاہر ہے، اس

حدیث سے ایک یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ سلب کی تخمیس نہیں کیجائیگی اس لئے کہ حضور ﷺ نے پورے سلب کا فیصلہ قاتل کیلئے فرمایا تھا بلاتخمیس کے، چنانچہ اس مسئلہ کو مصنف اگلے باب میں بیان کر رہے ہیں اور اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، والحدیث أخرجه مسلم. قاله المنذری۔

١٤٩ ـ بَابٌ فِي السَّلَبِ لَا يُخَمَّسُ

مقتول کا پورا سامان غازی کو ملے گا اور اس میں سے پانچواں حصہ نہیں نکالا جائے گا

٢٧٢١ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «قَضَى بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ، وَلَمْ يُخَمِّسِ السَّلَبَ».

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی اور حضرت خالد بن ولید سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مقتول کے سامان کے بارے میں فرمایا کہ اسکا سامان اسکے قاتل کو ملے گا اور آپ ﷺ نے اس سامان میں سے پانچواں حصہ نہیں نکالا۔

تخریج: صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٥٣) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٢١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٨)

شرح الحدیث: **اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ**: تخمیس سلب کا مسئلہ بھی اختلافی ہے، مصنف نے تو ترجمۃ الباب میں تخمیس کی نفی کی ہے امام شافعیؒ اور احمدؒ کا مسلک یہی ہے، اور حنفیہ کے نزدیک بھی یہی ہے کہ اسکی تخمیس نہیں کی جائیگی الا ان قید الامام یعنی مگر یہ کہ امام اعلان کے وقت قید لگادے تخمیس کی، مثلاً وہ یوں اعلان کرے من قتل قتیلا فله سلبه بعد التخمیس تو پھر اس صورت میں ہمارے یہاں اسکی تخمیس ہوگی، حافظؒ نے امام مالکؒ سے تخمیس سلب کے مسئلہ میں تخیر نقل کی ہے، یعنی یہ کہ امام کو اختیار ہے تخمیس اور عدم تخمیس کا، اس باب کے تحت میں مصنف نے اوپر والی حدیث ہی ذکر کی ہے۔

١٥٠ ـ بَابُ مَنْ أَجَازَ عَلَى جَرِيحٍ مُثْخَنٍ يُنَفَّلُ مِنْ سَلَبِهِ

انتہائی زخمی مشرک کے کام تمام کرنے والے کو بھی اسکے سامان میں سے بطور انعام کچھ ملے گا

ترجمۃ الباب کی شرح: اس ترجمۃ الباب کی شرح اور جو مصنفؒ فرما رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر یہ صورت پیش آئے کہ کسی کافر کو اولاً ایک مجاہد صرف زخمی کر دے، دوسرا غازی آکر اسکا کام تمام کر دے تو اس صورت میں سلب کس کیلئے ہوگا، آیا من اجاز کیلئے یا پہلے شخص کیلئے؟ اس میں مذاہب ائمہ ان شاء اللہ تعالیٰ..... اس طرح ہیں کہ امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک سلب

اول ہی کیلئے ہو گا، اور حنفیہ کے نزدیک اس کا مدار نوعیت جرح پر ہے اگر اول حملہ کرنے والے نے اس کافر کو بالکل معذور اور نکما کر دیا تب تو سلب اول ہی کیلئے ہو گا ورنہ آخر کیلئے، وعند مالك على رأي الإمام (من حاشية الشيخ على البذل [1])۔

۲۷۲۲ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: «نَفَّلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ سَيْفَ أَبِي جَهْلٍ كَانَ قَتَلَهُ».

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن مجھے ابو جہل کی تلوار بطور نفل کے دی عبد اللہ بن مسعودؓ نے ابو جہل کو قتل کیا تھا۔

شرح الحديث من حيث الفقه ومذاهب الأئمة: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرما رہے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھ کو ابو جہل کی تلوار، جنگ بدر میں، بطور انعام و حصہ زائدہ کے عطا فرمائی، راوی کہتا ہے، اس لئے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس کو قتل کیا تھا، حضرت عبد اللہؓ کے ابو جہل کو قتل کرنے کا ذکر چند باب پہلے گزر چکا، جس میں یہ تھا کہ اولاً میں نے اس پر تلوار چلائی مگر اس تلوار نے کام نہ کیا تو پھر میں نے ابو جہل ہی کی تلوار سے اس کا کام تمام کیا۔

یہ حدیث بظاہر امام شافعیؒ و احمدؒ کے خلاف ہے جیسا کہ مذاہب مذکورہ کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے تو اسکا جواب شافعیہ کی طرف سے امام بیہقیؒ نے یہ دیا کہ یہ واقعہ بدر کا ہے اور غنائم بدر کا مسئلہ جداگانہ ہے، غنائم بدر کا کامل و مکمل اختیار حضور ﷺ کو تھا نص قرآنی کیوجہ سے یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ [2]، یہ آیت غنائم بدر ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ ابو داود ہی میں آگے چل کر اسکی تصریح آئے گی بَابٌ فِي النَّفَلِ میں۔

اسکے بعد سمجھئے کہ یہ حدیث حنفیہ کے ایک حیثیت سے خلاف ہے اور ایک حیثیت سے ان کے موافق، ترجمۃ الباب والے مسئلہ کے لحاظ سے تو یہ ہمارے خلاف ہے، اس کا جواب تو یہی ہو جائے گا جو ابھی بیہقیؒ نے دیا، اور دوسرا مسئلہ اس میں یہ ہے جس کو ہم کہہ رہے ہیں کہ اس میں یہ ہمارے موافق ہے کہ حنفیہ و مالکیہ کا مسلک سلب کے بارے میں یہ گزرا ہے کہ سلب مقتول کا قاتل کیلئے ہونا بطریق استحقاق نہیں بلکہ بطریق تنفیل ہے، یعنی امام کے فیصلہ پر موقوف ہے، تو یہ حدیث اس مسئلہ میں ہمارے موافق اس حیثیت سے ہے کہ دیکھئے صحیح [3] بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن الجموح ان دونوں کی تلواروں کو دیکھ کر فرمایا: كِلَاكُمَا قَتَلَهُ کہ بے شک تم دونوں ہی نے اسکو قتل کیا ہے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے سلب کا فیصلہ معاذ بن عمرو بن الجموح کے لئے فرمایا، اگر سلب کا مدار امام کی عطا پر نہ ہوتا تو پھر وہ سلب

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۲ ص ۳۱٤

[2] تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا تو کہہ دے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا (سورة الأنفال ۱)

[3] في باب من لم يخمس الأسلاب من كتاب فرض الخمس برقم الحديث ۲۹۷۲۔

دونوں کو ملنا چاہئے تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵۱۔ بَابٌ فِيمَنْ جَاءَ بَعْدَ الْغَنِيمَةِ لَا سَهْمَ لَهُ

﴿جو شخص مالِ غنیمت کے تقسیم ہونے کے بعد پہنچے اس کو حصہ نہیں ملے گا﴾

یہاں سے سہام غنیمت اور ان کے مستحقین کے ابواب شروع ہوتے ہیں، مصنفؒ یہ فرمارہے ہیں کہ جو شخص تقسیم غنیمت کے بعد میدان جہاد میں پہنچے اس کیلئے سہم غنیمت نہیں ہے۔

اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ: اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ اس طرح ہیں کہ جمہور علماء ومنهم الأئمة الثلاث کے نزدیک سہم غنیمت کا مدار قتال اور انقضاء قتال پر ہے لہذا جو شخص قتال کے دوران وہاں پہنچ جائے گا اس کیلئے سہم غنیمت ہوگا، اور جو انقضاء قتال کے بعد پہنچے گا اس کیلئے نہیں ہوگا، اور حنفیہ کے نزدیک اس کا مدار احراز اور قسمۃ پر ہے احراز یعنی مال غنیمت کو سمیٹ کر دارالاسلام منتقل کر لینا، تو جو شخص احراز سے پہلے پہنچے گا اور ایسے ہی تقسیم سے بھی پہلے، یعنی ابھی تک مال غنیمت دارالحرب ہی میں ہے اور تقسیم بھی نہیں ہوا ہے تب تو مستحق غنیمت ہوگا اگرچہ انقضاء قتال ہو چکا ہو اور اگر بعد الاحراز پہنچایا قبل الاحراز لیکن بعد تقسیم الغنیمۃ تو ان دونوں صورتوں میں مستحق غنیمت نہ ہوگا، اس کے بعد حدیث الباب کو لیجئے۔

۲۷۲۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ عَنْبَسَةَ بْنَ سَعِيدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يُحَدِّثُ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَانَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ عَلَى سَرِيَّةٍ مِنَ الْمَدِينَةِ قِبَلَ نَجْدٍ، فَقَدِمَ أَبَانُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَصْحَابُهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ أَنْ فَتَحَهَا، وَإِنَّ حُزُمَ خَيْلِهِمْ لِيفٌ، فَقَالَ أَبَانُ: اقْسِمْ لَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَقُلْتُ: لَا تَقْسِمْ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ أَبَانُ: أَنْتَ بِهَا يَا وَبْرُ تَحَدَّرَ عَلَيْنَا مِنْ رَأْسِ ضَالٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اجْلِسْ يَا أَبَانُ». وَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت سعید بن عاصؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابان بن سعید بن العاص کو مدینہ منورہ سے نجد کی جانب ایک لشکر کا سردار بنا کر روانہ فرمایا۔ پھر ابان بن سعید اور ان کے ساتھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قلعہ (خیبر) فتح فرما چکے تھے اور ان کے گھوڑوں کی پیٹی کھجور کی چھال کی تھی۔ ابان نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں بھی مالِ غنیمت کی تقسیم میں حصہ دیجئے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان لوگوں کیلئے تقسیم میں حصہ نہ نکالئے ابان نے کہا کہ اے وبر یہ بات کہہ رہے ہو (وبر ایک قسم کا جانور ہوتا ہے جو کہ بلی جیسا ہوتا ہے یہ لفظ طنز کے طور پر کہا) جو ہمارے پاس جنگلی بیری سے ابھی نیچے اتر کر آیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابان! بیٹھو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابان کو اور ان کے ساتھیوں کو حصہ نہ دیا۔

تخریج: صحیح البخاري - الجهاد والسير (٢٦٧٢) صحیح البخاري - المغازي (٣٩٩٦) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٢٣)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے آپ ﷺ نے ابان بن سعیدؓ کو ایک سریہ پر امیر بنا کر مدینہ منورہ سے نجد کی جانب بھیجا (اس اثناء میں حضور ﷺ اور صحابہ خیبر کو فتح کرنے کیلئے وہاں پہنچ چکے تھے) ابان بن سعیدؓ اور ان کے اصحاب جو لوٹے تو سیدھے خیبر پہنچے جب کہ خیبر فتح ہو چکا تھا۔ اس کے بعد روایت میں ہے: وَإِنَّ حُزُمَ خَيْلِهِمْ لِيفٌ، حزم جمع حزام یعنی پٹی، اور لیف کھجور کے درخت کی چھال، یعنی ان آنے والوں کے گھوڑوں کے کمر کے پٹکے کھجور کی چھال کے تھے، ممکن ہے راوی کی غرض اس سے ان کا فقر بیان کرنا ہو، اور ہو سکتا ہے اس سے مقصود محض بیان واقع ہو، اب صورت حال یہ پیش آئی کہ ابانؓ نے حضور ﷺ سے یہ عرض کیا: یا رسول اللہ! غنیمت خیبر میں ہمارا بھی حصہ لگائیے گا، ابوہریرہؓ جو راوی حدیث ہیں وہ کہتے ہیں، میں بھی اس وقت وہاں موجود تھا تو میں نے حضور ﷺ سے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان لوگوں کا حصہ نہ لگائیے (اس پر ابانؓ کو ظاہر ہے کہ ناگواری ہوئی ہو) پس ابانؓ نے کہا: أَنْتَ بِهَا يَا وَبْرُ تَحَدَّرَ عَلَيْنَا مِنْ رَأْسِ ضَالٍ یعنی ابانؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کو۔ جل کر۔ یوں کہا اے گھونس! تو یہ بات کہہ رہا ہے، أَنْتَ بِهَا أي أنت تقول بهذه الكلمة، انہوں نے ابوہریرہؓ کو وبر تحقیراً کہا ہے (وبر ہماری زبان کے اعتبار سے مؤنث ہے اسلئے آگے ترجمہ اسی کے مطابق ہے) جو اتر آئی ہے ہمارے پاس کسی جنگل سے، ضَالٍ کی تفسیر امام بخاریؒ نے السدر البری کے ساتھ کی ہے، یعنی جنگل بیری اس پر حضور ﷺ نے ابانؓ سے یہ فرمایا: بیٹھ جا اے ابان، یعنی لڑمت، آگے راوی کہتا ہے، حضور ﷺ نے ان لوگوں کا مال غنیمت میں حصہ نہیں لگایا تھا۔

حدیث کی توجیہ حنفیہ کی طرف سے: یہ حدیث بظاہر جمہور کے موافق اور حنفیہ کے خلاف ہے، اسلئے کہ مال غنیمت کا نہ ابھی تک احراز ہوا تھا اور نہ وہ تقسیم ہوا تھا، لیکن انقضاء قتال ہو چکا تھا، اس کا جواب حنفیہ کیطرف سے بعض حضرات نے یہ دیا ہے کہ جب خیبر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تو یہ سمجھو کہ وہ دار الاسلام ہی ہو گیا تھا، لہٰذا احراز غنیمت پایا گیا۔

اس حدیث کے دوسرے طریق (یعنی آئندہ حدیث برقم ٢٧٢٤) میں مضمون اسکے برعکس ہے، اس میں اسطرح ہے عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ حِينَ افْتَتَحَهَا فَسَأَلْتُهُ أَنْ يُسْهِمَ لِي، فَتَكَلَّمَ الخ۔

٢٧٢٤ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى الْبَلْخِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، وَسَأَلَهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ. فَحَدَّثَنَاهُ الزُّهْرِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ عَنْبَسَةَ بْنَ سَعِيدٍ الْقُرَشِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ حِينَ افْتَتَحَهَا فَسَأَلْتُهُ أَنْ يُسْهِمَ لِي. فَتَكَلَّمَ بَعْضُ وُلْدِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، فَقَالَ: لَا تُسْهِمْ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: فَقُلْتُ: هَذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ. فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ: «يَا عَجَبًا لِوَبْرٍ قَدْ تَدَلَّى عَلَيْنَا مِنْ قَدُومِ ضَالٍ يُعَيِّرُنِي بِقَتْلِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ أَكْرَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى يَدَيَّ، وَلَمْ يُهِنِّي عَلَى يَدَيْهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَؤُلَاءِ كَانُوا نَحْوَ عَشَرَةٍ فَقُتِلَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ وَرَجَعَ مَنْ بَقِيَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ میں آیا اور رسول کریم ﷺ خیبر میں تھے جب

آپ ﷺ نے اس کو فتح کیا تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے کہا: میرا بھی حصہ دیجئے تو سعید بن العاص کے لڑکوں میں سے ایک لڑکے (ابان بن سعیدؓ) نے کہا کہ اے رسول اللہ! اسکو ہرگز حصہ نہ دیں۔ میں نے کہا کہ یہی شخص ابن قوقلؓ کا قاتل ہے۔ سعید بن العاص نے کہا کہ ہم کو ایک وبر (جانور) پر حیرت ہے کہ جو ہمارے پاس جنگلی بیری سے اتر کر آیا ہے جو کہ مجھ کو ایک مسلمان کے قتل پر عار دلاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے ہاتھ پر عزت دی اور اس نے مجھے اس کے ہاتھوں ذلیل نہیں کیا۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٦٧٢) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٩٦) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٢٤)

شرح الحدیث: ابوہریرہؓ فرماتے ہیں؛ میں اسلام لانے کی غرض سے مدینہ آیا، وہاں آکر معلوم ہوا کہ آپ ﷺ تو غزوۂ خیبر میں تشریف لے گئے، میں وہاں پہنچا جبکہ آپ ﷺ اس کو فتح کر چکے تھے، میں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ میرا بھی حصہ لگائیے گا، تو اس پر ابان بن سعیدؓ بولا: یا رسول اللہ! ابوہریرہؓ کا حصہ مت لگائیے گا، ابوہریرہؓ کہتے ہیں: میں نے اس کی جوابی کاروائی میں حضور ﷺ سے عرض کیا: هَذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ کہ یارسول اللہ! ابان تو نعمان بن قوقل صحابیؓ کا قاتل ہے یعنی یہ بڑا غلط آدمی ہے، فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ، یہاں پر روایت میں سعید بن العاصؓ ہی ہے لیکن سیاق روایت کا تقاضایہ ہے کہ ابان بن سعیدؓ ہونا چاہئے، جب ابوہریرہؓ نے ابانؓ کو ایک صحابی کا قاتل قرار دیا، اور ان پر قتل کا الزام لگایا تو اس کے جواب میں ابانؓ نے کہا کہ تعجب ہے اس گھونس سے جو ہمارے پاس کسی جنگلی بیری سے اتر آئی کہ مجھے عار دلا رہا ہے ایک مسلمان آدمی کے قتل کے ساتھ، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے ہاتھوں عزت بخشی (کہ میری وجہ سے اس کو مرتبہ شہادت ملا) اور مجھ کو اس کے ہاتھوں ذلیل اور رسوا نہیں کیا۔

ان دونوں روایتوں کے مضمون میں جو فرق ہے سوال وجواب کی ترتیب کے اعتبار سے اس کا جواب بعض محدثین جیسے امام ذہلیؒ نے تو اس طرح دیا کہ پہلی روایت کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیا، اور بعضوں نے جمع بین الروایتین اس طرح کیا کہ ہوسکتا ہے دونوں باتیں پائی گئی ہوں، ابوہریرہؓ کی طلب پر ابانؓ نے یہ کہا، اور ابانؓ کی طلب پر ابوہریرہؓ نے یہ کہا، حدیث الباب الأول أخرجه البخاري تعليقا، والثاني أخرجه البخاري (مسند) قاله المنذري.

٢٧٢٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا بُرَيْدٌ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: "قَدِمْنَا فَوَافَقْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَأَسْهَمَ لَنَا - أَوْ قَالَ: فَأَعْطَانَا مِنْهَا - وَمَا قَسَمَ لِأَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهُ إِلَّا أَصْحَابَ سَفِينَتِنَا جَعْفَرٌ وَأَصْحَابُهُ فَأَسْهَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ.

ترجمہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ یمن سے آئے اور ہم رسول کریم ﷺ کے پاس اس وقت آئے جب آپ ﷺ نے خیبر (قلعہ) فتح فرمایا تو آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو غزوۂ خیبر کے (مال) غنیمت میں حصہ عطا فرمایا یا کہا کہ ہمیں کچھ عطا فرمایا اور اس میں سے کسی ایسے شخص کیلئے حصہ نہ نکالا جو اس وقت حاضر نہ تھا۔ سوائے اسکے جو کہ

آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک تھا البتہ ہماری کشتی کے لوگوں یعنی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور انکے ساتھیوں کو دیگر مجاہدین کے ساتھ حصہ عطا فرمایا۔

تخریج صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٦٧) صحيح البخاري - المناقب (٣٦٦٣) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٩٠) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٩٢) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٥٠٣) جامع الترمذي - السير (١٥٥٩) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٢٥)

شرح الحدیث ابو موسیٰ اشعریؓ اصحاب الہجرتین سے ہیں، ان کی ہجرت ثانیہ حبشہ سے جو مدینہ منورہ کی طرف ہوئی اس کا حال بیان فرمارہے ہیں اور چونکہ مدینہ اور حبشہ کے درمیان سمندر رہے کشتی سے آنا جانا ہوتا ہے اسلئے انکو اور ان کے ساتھیوں کو اصحاب السفینہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، چنانچہ وہ فرمارہے ہیں کہ جب ہم حبشہ سے آئے ظاہر ہے کہ اولاً مدینہ پہنچے ہوں گے، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ آپ ﷺ تو فتح خیبر میں مشغول ہیں تو یہ بھی ابو ہریرہؓ کی طرح وہیں پہنچ گئے، ابو موسیٰؓ یوں فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہم سب ساتھیوں کا خیبر کی غنیمت میں حصہ لگایا، اور ہمارے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں جو فتح خیبر کے وقت موجود نہ ہو اور اس کا حصہ آپ ﷺ نے لگایا ہو، اصحاب سفینہ میں وہ جعفر بن ابی طالبؓ کا نام بھی لے رہے ہیں۔

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ابو ہریرہؓ اور ابان بن سعیدؓ کیلئے خیبر کی غنیمت میں حصہ نہیں لگایا اور اصحاب سفینہ کیلئے حصہ لگایا جبکہ دونوں کی نوعیت ایک ہے، اس کا جواب سننے سے پہلے یہ سمجھئے کہ ابو ہریرہؓ اور ابانؓ کے ساتھ جو معاملہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جمہور کے مسلک کے موافق تھا اور حنفیہ کے مسلک کے خلاف تھا، اور اصحاب سفینہ کے ساتھ جو معاملہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ حنفیہ کے مسلک کے تو مطابق ہے لیکن جمہور کے خلاف ہے، ہمارے موافق اس لئے ہے کہ مال غنیمت کا نہ ابھی تک احراز ہوا تھا اور نہ وہ تقسیم ہوا تھا، اور اس صورت میں ہمارے یہاں اسہام ہوتا ہے، لہذا آپ ﷺ کا یہ معاملہ اصحاب سفینہ کے ساتھ حنفیہ کے تو اصول کے مطابق ہے جمہور کے البتہ خلاف ہے، لیکن چونکہ حنفیہ پہلی حدیث میں یعنی ابو ہریرہؓ کے قصہ میں یہ کہہ چکے ہیں اشکال سے بچنے کیلئے کہ وہاں احراز ہو گیا تھا اسی لئے آپ ﷺ نے ان کا حصہ نہیں لگایا کما تقدم منا آنفاً، اب اس جواب کی رو سے اصحاب سفینہ کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ ہمارے مسلک کے خلاف ہو جاتا ہے، اس توضیح کے جاننے کے بعد اب اصل اشکال کا جواب سنئے، یعنی دونوں قصوں میں وجہ فرق، وہ وجہ فرق علماء نے احتمالاً یہ بیان کی ہے کہ ممکن ہے اصحاب سفینہ کا اسہام برضا الغانمین ہو، یا اصل غنیمت سے نہ ہو بلکہ خمس سے ہو جو بیت المال کیلئے ہوتا ہے، دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے: لعل اصحاب السفينة بلغوا قبل تمام الفتح، یعنی اس وقت تک کامل طور پر فتح نہیں ہوئی تھی، بخلاف ابو ہریرہؓ کے کہ ان کے پہنچنے تک کامل فتح ہو چکی تھی، (وهذا التوجيه الأخير من قبل الجمهور دون الحنفية) والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي مختصراً ومطولاً. قاله المنذري.

٢٧٢٦ - حَدَّثَنَا مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ كُلَيْبِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ هَانِئِ بْنِ قَيْسٍ،

عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ - يَعْنِي يَوْمَ بَدْرٍ - فَقَالَ: «إِنَّ عُثْمَانَ انْطَلَقَ فِي حَاجَةِ اللهِ وَحَاجَةِ رَسُولِ اللهِ، وَإِنِّي أُبَايِعُ لَهُ». فَضَرَبَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَهْمٍ، وَلَمْ يَضْرِبْ لِأَحَدٍ غَابَ غَيْرَهُ.

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ خطبہ دینے کیلئے غزوۂ بدر کے دن کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت عثمانؓ بلاشبہ اللہ اور اسکے رسول کے کام کیلئے گئے ہیں اور میں ان کی جانب سے بیعت کرتا ہوں۔ پھر رسول کریم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کیلئے حصہ مقرر فرمایا یعنی مالِ غنیمت میں سے اور حضرت عثمانؓ کے علاوہ کسی غیر حاضر شخص کیلئے حصہ مقرر نہیں فرمایا۔

شرح الحديث ابن عمرؓ فرمارہے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے یوم بدر میں تقسیم غنیمت سے پہلے کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ بیشک عثمانؓ اللہ اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے ہیں، اور میں ان کو بیعت کرتا ہوں، یعنی آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو ان کا ہاتھ قرار دے کر بیعت کے طریقہ پر ہاتھ سے ہاتھ ملایا، اور پھر غنائم بدر کو تقسیم فرمایا اور باقاعدہ حضرت عثمانؓ کا بھی اس میں حصہ لگایا۔

حضرت عثمانؓ کو آپ ﷺ نے ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کیلئے مدینہ ہی میں چھوڑ دیا تھا، یہی مراد ہے آپ ﷺ کی اس سے کہ "وہ اللہ اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے ہیں"، چنانچہ فقہاء نے اسی واقعہ سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ اگر کوئی شخص جہاد میں اس وجہ سے شریک نہ ہو سکے کہ اسکو امام نے امور مسلمین میں سے کسی امر میں لگا رکھا ہے، تو اس کا مال غنیمت میں حصہ ہوگا۔

آگے روایت میں یہ ہے، راوی کہہ رہا ہے کہ آپ ﷺ نے عثمانؓ کے علاوہ کسی ایسے شخص کا اس غنیمت میں حصہ نہیں لگایا جو جنگ میں شریک نہ ہوا ہو، اس پر حضرتؒ نے بذل المجهود میں لکھا ہے کہ یہ بات راوی اپنے علم کے اعتبار سے کہہ رہا ہے ورنہ بعض اشخاص اور بھی ایسے ہیں جن کا حصہ لگا ہے[1]۔

اس روایت پر یہ اشکال ہے کہ جنگ بدر میں بیعت کا قصہ کہاں پیش آیا، وہ تو غزوۂ حدیبیہ میں پیش آیا تھا جس کو بیعۃ الرضوان کہتے ہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ غالباً یہ کسی راوی کا وہم ہے (كذا في العون[2] ولم يتعرض له في البذل)۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۲ ص ۳۲٤

[2] عون المعبود على سنن أبي داود — ج ۷ ص ۳۹۷

۱۵۲ - بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ وَالْعَبْدِ يُحْذَيَانِ مِنَ الْغَنِيمَةِ

عورت اور غلام کو مالِ غنیمت میں سے کچھ معمولی سی چیز دے دینا

اس باب کا تعلق مواضع تقسیم غنیمت سے ہے، اس کا کلی اور جامع باب تو آگے آئے گا باب في مواضع قسم الغنيمة، یہ اسی جامع باب کی ایک کڑی ہے، وہ یہ کہ عورت اور عبد اگر جہاد میں شرکت کرتے ہیں تو ان کیلئے سہم غنیمت ہو گا یا نہیں؟ ائمہ اربعہ کے نزدیک ذکورۃ اور حریۃ سہم غنیمت کے شرائط میں سے ہے، لہٰذا ان دونوں کا باقاعدہ حصہ نہ ہو گا، لیکن حذوہ یعنی بخشش اور عطیہ کے طور پر کوئی معمولی چیز ان کو دیدی جائے گی، اس معمولی چیز کو حذوہ اور رضخ دونوں سے تعبیر کرتے ہیں مراۃ اور عبد کیلئے رضخ کا ہونا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہے، امام مالکؒ اسکے بھی قائل ہیں، اصل مسئلہ میں امام اوزاعیؒ اور حسن بن صالحؒ کا اختلاف ہے، اوزاعیؒ کا صرف مراۃ کے بارے میں، اور حسن بن صالحؒ کا صرف عبد کے بارے میں، یہ دونوں حصے کے قائل ہیں، لیکن حنفیہ کے نزدیک عبد سے عبد غیر ماذون مراد ہے جس کیلئے حصہ نہیں بخلاف العبد الماذون فانه في حكم الحرفي هذه المسئلة، ترجمۃ الباب میں لفظ يُحْذَيَانِ مضارع مجہول کا صیغہ ہے احذى يحذى احذاء سے، جس کے معنی عطا کرنے کے ہیں خاص کر مال غنیمت سے۔

۲۷۲۷ - حَدَّثَنَا مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ، قَالَ: كَتَبَ نَجْدَةُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنْ كَذَا وَكَذَا، وَذَكَرَ أَشْيَاءَ وَعَنِ الْمَمْلُوكِ أَلَهُ فِي الْفَيْءِ شَيْءٌ؟ وَعَنِ النِّسَاءِ هَلْ كُنَّ يَخْرُجْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَهَلْ لَهُنَّ نَصِيبٌ"؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «لَوْلَا أَنْ يَأْتِيَ أُحْمُوقَةً مَا كَتَبْتُ إِلَيْهِ، أَمَّا الْمَمْلُوكُ فَكَانَ يُحْذَى، وَأَمَّا النِّسَاءُ فَقَدْ كُنَّ يُدَاوِينَ الْجَرْحَى وَيَسْقِينَ الْمَاءَ».

ترجمہ: حضرت یزید بن ہرمز سے روایت ہے کہ نجدہ حروری نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف لکھا اور ان سے بہت سی چیزیں دریافت کیں اور یہ بھی معلوم کیا کہ اگر غلام جہاد میں شریک ہو تو اسکو بھی کچھ حصہ ملے گا (یا نہیں؟) اور خواتین بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد میں جایا کرتی تھیں کیا انکو بھی حصہ دیا جاتا تھا یا نہیں؟ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا: اگر مجھ کو اس چیز کا اندیشہ نہ ہوتا کہ وہ بے وقوفی کرے گا تو میں ان کو جواب تحریر نہ کرتا۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے جواب تحریر کیا کہ غلام کو بطور انعام کچھ دے دیا جاتا تھا اور خواتین زخمیوں کا علاج کرتیں اور ان کو پانی پلاتی تھیں۔

تخریج: صحيح مسلم - الجهاد والسير (۱۸۱۲) جامع الترمذي - السير (۱۵۵٦) سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۲۷) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۲٤/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۰۸/۱)

شرح الحديث: نجدہ حروری رئیس الخوارج نے ابن عباسؓ سے چند مسائل دریافت کئے جن میں ایک سوال مملوک کے بارے میں تھا کہ اس کا مال غنیمت میں حصہ ہے یا نہیں، اور دوسرا سوال نساء سے متعلق تھا کہ کیا وہ حضور ﷺ کے زمانہ میں

جہاد کیلئے نکلتی تھیں، اور کیاان کیلئے باقاعدہ حصہ ہوتا تھا؟ تو اسکے سوال پر ابن عباسؓ فرمانے لگے: لَوْلَا أَنْ يَأْتِيَ أُحْمُوقَةً مَا كَتَبْتُ إِلَيْهِ کہ اگر مجھ کو اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ نہ معلوم وہ کیا حماقت کر بیٹھے گا تو میں اسکی طرف جواب نہ لکھتا، بظاہر ابن عباسؓ اس نجدہ کے فاسد العقیدہ ہونے پر اظہار نفرت فرمارہے ہیں، مگر چونکہ دینی مسئلہ کی بات ہے اس لئے مجبوراً لکھنی پڑرہی ہے، بہر حال انہوں نے جواب میں لکھا کہ ہاں مملوک کو بخشش کے طور پر کچھ دے دیا جاتا تھا، اور عورتیں بھی مجروحین کی تیمار داری اور خدمت کی نیت سے جہاد میں جاتی تھیں۔

اسکے بعد والی روایت میں ابن عباسؓ کے جواب میں عورتوں سے متعلق یہ ہے: وَقَدْ كَانَ يُرْضَخُ لَهُنَّ کہ ہاں ان کو رضخ دیا جاتا تھا، رضخ کا ذکر الدر المنضود جلد اول "باب الغسل من الحيض" میں ضمناً حدیث کے تحت آچکا ہے، اور وہاں ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ اس کا اصل محل کتاب الجہاد ہے فتذکر. والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي مختصراً ومطولاً، قاله المنذري.

٢٧٢٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ يَعْنِي الْوَهْبِيَّ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، وَالزُّهْرِيِّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ، قَالَ: كَتَبَ نَجْدَةُ الْحَرُورِيُّ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنِ النِّسَاءِ هَلْ كُنَّ يَشْهَدْنَ الْحَرْبَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَهَلْ كَانَ يَضْرِبُ لَهُنَّ بِسَهْمٍ؟ قَالَ: فَأَنَا كَتَبْتُ كِتَابَ ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَى نَجْدَةَ: «قَدْ كُنَّ يَحْضُرْنَ الْحَرْبَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا أَنْ يُضْرَبَ لَهُنَّ بِسَهْمٍ فَلَا، وَقَدْ كَانَ يُرْضَخُ لَهُنَّ».

ترجمہ حضرت یزید بن ہرمز سے روایت ہے کہ نجدہ حروری نے حضرت ابن عباسؓ کو لکھ کر یہ دریافت کیا کہ دورِ نبوی ﷺ میں خواتین جہاد میں جاتی تھیں اور کیا ان کو حصہ بھی ملتا تھا؟ میں نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف سے اس کا جواب تحریر کیا کہ دورِ نبوی ﷺ میں خواتین جہاد میں شریک ہوتی تھیں لیکن ان کا کچھ حصہ مقرر نہیں ہوتا تھا بلکہ ان کو بطور انعام کچھ مل جاتا تھا۔

تخریج صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٨١٢) جامع الترمذي - السير (١٥٥٦) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٢٨) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٤/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٠٨/١)

٢٧٢٩۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ وَغَيْرُهُ قَالَا: أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَافِعُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ زِيَادٍ، حَدَّثَنِي حَشْرَجُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ أَبِيهِ أَنَّهَا خَرَجَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ سَادِسَ سِتِّ نِسْوَةٍ، فَبَلَغَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَ إِلَيْنَا فَجِئْنَا فَرَأَيْنَا فِيهِ الْغَضَبَ فَقَالَ: «مَعَ مَنْ خَرَجْتُنَّ، وَبِإِذْنِ مَنْ خَرَجْتُنَّ؟» فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ خَرَجْنَا نَغْزِلُ الشَّعَرَ وَنُعِينُ بِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَمَعَنَا دَوَاءُ الْجَرْحَى، وَنُنَاوِلُ السِّهَامَ وَنَسْقِي السَّوِيقَ. فَقَالَ: «قُمْنَ». حَتَّى إِذَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ خَيْبَرَ «أَسْهَمَ لَنَا كَمَا أَسْهَمَ لِلرِّجَالِ». قَالَ: قُلْتُ لَهَا: يَا جَدَّةُ وَمَا كَانَ ذَلِكَ؟ قَالَتْ: تَمْرًا.

ترجمہ حضرت حشرج بن زیاد نے اپنی دادی اُمّ زیاد اشجعیہ سے روایت کیا ہے کہ وہ غزوۂ خیبر میں رسول کریم ﷺ

کے ساتھ نکلیں ہم چھ خواتین تھیں۔ اُمّ زیاد کہتی ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو بلا بھیجا ہم لوگ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم کس کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئیں اور کس کی اجازت سے آئیں؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم جہاد میں اس لئے آئی ہیں تاکہ اون کاتیں اور اس کے ذریعہ راہِ الٰہی میں امداد پہنچائیں اور ہمارے ساتھ زخمیوں کی دوا ہے اور ہم مجاہدین کو تیر (پکڑا) دیتی ہیں اور ان لوگوں کو ستو گھول کر پیش کرتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے کھڑی ہو جاؤ یہاں تک کہ خیبر (کا قلعہ) فتح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو بھی اس طرح حصہ عنایت فرمایا کہ جس طرح مردوں کو عنایت فرمایا۔ حشرج بن زیاد نے کہا کہ ان سے میں نے معلوم کیا (یعنی اپنی دادی سے) وہ کیا حصہ تھا؟ انہوں نے کہا کہ وہ کھجور تھی۔

تخریج سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٢٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٧١)

شرح الحدیث: حشرج بن زیاد اپنی دادی ام زیاد الاشجعیہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں ہم چھ عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ خیبر میں نکلیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آدمی بھیج کر بلایا، جب ہم سب آپ کے پاس پہنچیں تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ تم کس کے ساتھ نکلی ہو اور کس کی اجازت سے نکلی ہو؟ وہ کہتی ہیں ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نکلی ہیں اس لئے تاکہ اون بانٹیں (الغزل بالفارسية بمعنى رشتن، کاتنا) تاکہ وہ جہاد میں کام آئے، اور ہمارے ساتھ دوا ہے مجروحین کیلئے اور تاکہ ہم مجاہدین کو تیر پکڑائیں، اور ان کو ستو وغیرہ پلائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا جواب سنکر فرمایا اچھا کھڑی ہو جاؤ، یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خیبر کو فتح کرا دیا أَسْهَمَ لَنَا كَمَا أَسْهَمَ لِلرِّجَالِ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کی طرح ہمارا بھی غنیمت میں حصہ لگایا۔

یہی حدیث امام اوزاعیؒ کا مستدل ہے، جمہور کہتے ہیں کہ اس سے مراد رضخ ہے، حشرج کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ حصہ میں کیا ملا؟ تو انہوں نے کہا: کھجوریں۔ والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٢٧٣٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرٌ مَوْلَى آبِي اللَّحْمِ، قَالَ: «شَهِدْتُ خَيْبَرَ مَعَ سَادَتِي، فَكَلَّمُوا فِيَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِي فَقُلِّدْتُ سَيْفًا، فَإِذَا أَنَا أَجُرُّهُ فَأُخْبِرَ أَنِّي مَمْلُوكٌ، فَأَمَرَ لِي بِشَيْءٍ مِنْ خُرْثِيِّ الْمَتَاعِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «مَعْنَاهُ أَنَّهُ لَمْ يُسْهِمْ لَهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: «كَانَ حَرَّمَ اللَّحْمَ عَلَى نَفْسِهِ فَسُمِّيَ آبِي اللَّحْمِ».

ترجمہ: مولیٰ آبی اللحم سے روایت ہے کہ میں غزوۂ خیبر میں اپنے مالکوں کے ساتھ گیا انہوں نے میرے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا (کہ جہاد میں ان کو ساتھ لے جائیں یا نہیں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت عطا فرمائی اور مجھ کو ہتھیار اُٹھا کر چلنے کا حکم فرمایا تو ایک تلوار میری کمر میں لٹکائی گئی جو کہ زمین پر لگتی ہوئی جاتی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا

کہ میں غلام ہوں تو آپ ﷺ نے مجھ کو گھر کے سامانوں میں سے بطور انعام کچھ عطا فرمایا۔

جامع الترمذي-السير (١٥٥٧) سنن أبي داود-الجهاد (٢٧٣٠) سنن ابن ماجه-الجهاد (٢٨٥٥) سنن الدارمي-السير (٢٤٧٥)

شرح الحدیث: عمیرؓ صحابی جو کہ آزاد کردہ غلام ہیں، ایک دوسرے صحابیؓ کے جن کا لقب آبی اللحم مشہور ہے، اور نام میں اختلاف ہے، عبد اللہ یا خلف یا الحویرث الغفاری، ابو داؤد کے بعض نسخوں میں ہے: قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: «كَانَ حَرَّمَ اللَّحْمَ عَلَى نَفْسِهِ فَسُمِّيَ آبِي اللَّحْمِ»، ابو عبید قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ ان کو آبی اللحم اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اسلام لانے سے قبل جو جانور اصنام کے نام پر ذبح کئے جاتے تھے اس گوشت کو اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا، یعنی اس سے پرہیز کرتے تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے آقاؤں کے ساتھ خیبر کی لڑائی میں شریک ہوا، جسکی صورت یہ ہوئی تھی کہ میرے سادات نے میرے بارے میں حضور ﷺ سے یہ بات کی تھی تو آپ نے میرے بارے میں اجازت دیدی تھی، وہ کہتے ہیں کہ میرے گلے میں ایک تلوار ڈالدی گئی (جیسا کہ مجاہدین کے گلے میں ہوتی ہی ہے) تو میں اسے گھسیٹے لیجا رہا تھا، یعنی وہ زمین پر لگتی ہوئی جارہی تھی (ان کی کم سنی اور قد کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے) آگے کہہ رہے ہیںؓ کہ تقسیم غنیمت کے وقت میرے بارے میں آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ مملوک ہے، پس آپ ﷺ نے میرے لئے گھر کے استعمال کا معمولی سامان دینے کا حکم فرمایا یعنی ہانڈی برتن وغیرہ، الاوانی المنزلیة اس سے معلوم ہوا کہ مملوک کیلئے باقاعدہ حصہ نہیں ہوتا، مگر یہاں ایک اشکال ہوگا کہ یہ گو عبد تھے لیکن عبد ماذون للقتال تھے جو کہ حنفیہ کے نزدیک فی حکم الحر ہے، اس کا جواب شاید یہ ہو کہ یہ صرف عبد ہی نہیں بلکہ صغیر بھی تھے جیسا کہ ابو داؤد کے بعض نسخوں میں ہے قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «مَعْنَاهُ أَنَّهُ لَمْ يُسْهِمْ لَهُ» انما لم يسهم له لصغره.

والحديث أخرجه الترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٢٧٣١ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «كُنْتُ أَمِيحُ أَصْحَابِي الْمَاءَ يَوْمَ بَدْرٍ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ بدر کے دن میں اپنے ساتھیوں کو ڈول بھر بھر کر پانی پلاتا تھا۔

شرح الحدیث: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں جنگ بدر میں ڈول میں پانی بھر بھر کر اپنے اصحاب کو دیتا تھا بعض نسخوں میں یہ زیادتی ہے: مَعْنَاهُ لَمْ يُسْهِمْ لَهُ، جابرؓ کے عدم اسہام کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ اس وقت صبی تھے جس کا قرینہ خود روایت میں موجود ہے کہ میں ڈول میں پانی بھرتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ پانی بھرتے تھے اور پانی کھینچنے والے دوسرے تھے، مَاحَ يَمِيحُ مَيْحًا کے معنی یہی ہیں کہ پانی کے اندر اتر کر اس کو برتن میں بھرنا، ظاہر ہے کہ یہ کام بچہ بھی کر سکتا ہے، ڈول میں بھرنے کے بعد اس کو کھینچنا یہ بڑے کا کام ہو سکتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ بھرنے والے کو مائح اور کھینچنے والے کو ماتح کہتے ہیں، فقد قال الخطابي: المائح هو الذي ينزل إلى أسفل البئر

فيملأ الدلو ويرفعها إلى الماتح وهو الذي ينزع الدلو اه[1].

١٥٣ ـ بَابٌ فِي الْمُشْرِكِ يُسْهَمُ لَهُ

﴿اگر جنگ میں کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ ہو تو اس کو حصہ دیا جائے یا نہیں؟﴾

٢٧٣٢ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْفُضَيْلِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نِيَارٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ -قَالَ يَحْيَى:- إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ لَحِقَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُقَاتِلَ مَعَهُ فَقَالَ: «ارْجِعْ». ثُمَّ اتَّفَقَا فَقَالَ: «إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ».

ترجمہ اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ مشرکین میں سے ایک شخص رسول کریم ﷺ کے ساتھ مل گیا اور وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہو کر (میدانِ جنگ میں) لڑتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: واپس ہو جاؤ ہم لوگ مشرک کی امداد نہیں چاہتے۔

تخریج صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٨١٧) جامع الترمذي - السير (١٥٥٨) جامع الترمذي - السير (١٥٥٨) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٣٢) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٣٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٤٩/٦) سنن الدارمي - السير (٢٤٩٦)

شرح الحدیث **استعانة بالمشرک میں مذاہب ائمہ:** یہاں پر دو مسئلے ہیں: ① ایک استعانۃ بالمشرک جو کہ حدیث الباب میں مذکور ہے یعنی مسلمان کسی مشرک کو اپنے ساتھ جہاد میں لیجا سکتے ہیں تاکہ وہاں کام آئے؟ ② اور دوسرا مسئلہ یہ کہ اگر اس کو ساتھ لیجایا گیا تو اس کیلئے غنیمت میں حصہ ہو گا یا نہیں؟ دونوں مسئلے اختلافی ہیں، پہلا مسئلہ جو کہ حدیث الباب میں بھی مذکور ہے إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ، اس میں امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں، جواز و عدم جواز، اور حنفیہ کے مطلقاً جواز ہے، اور شافعیہ کے نزدیک جواز بشرطین ہے ایک یہ کہ وہ مسلمانوں کے بارے میں حسن الرائے ہو، دوسرے حاجت الی الاستعانۃ[2]، یعنی ایک تو یہ کہ اس مشرک کے اندر تعصب نہ ہو اور وہ شری نہ ہو، دوسرے یہ کہ واقعی استعانۃ کی حاجت بھی ہو، حاجت ہی نہ ہو یا تعصب ہو تو پھر جائز نہیں، اور امام مالکؒ کے نزدیک استعانت کا جواز اس صورت میں ہے جبکہ وہ لیجانے والے کے خدام میں ہو، یہ مذاہب تو ہوئے مسئلہ اولیٰ میں، اور رہا دوسرا مسئلہ اسہام کا سو ایسے شخص کیلئے اسہام صرف امام احمدؒ کے یہاں ہے فی الراجح عندہ، اس لئے کہ ان کے نزدیک اسلام شرائط اسہام میں سے نہیں بلکہ صرف یہ چار چیزیں ہیں

---

[1] معالم السنن ـ ج ٢ ص ٣٠٧

[2] فقد ترجم النووي (باب كراهة الاستعانة في الغزو بكافر إلا لحاجة (أو كونه حسن الرأي في المسلمين) عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ بَدْرٍ، فَلَمَّا كَانَ بِحَرَّةِ الْوَبَرَةِ أَدْرَكَهُ رَجُلٌ قَدْ كَانَ يُذْكَرُ مِنْهُ جُرْأَةٌ وَنَجْدَةٌ، فَفَرِحَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَوْهُ، فَلَمَّا أَدْرَكَهُ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جِئْتُ لِأَتَّبِعَكَ، وَأُصِيبَ مَعَكَ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ؟» قَالَ: لَا. قَالَ: «فَارْجِعْ، فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ». (صحيح مسلم كتاب الجهاد والسير باب كراهة الاستعانة في الغزو بكافر ١٨١٧ والمنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ـ ج ١٢ ص ١٩٨)

بلوغ، عقل، حریۃ، ذکورۃ، کمافی الأوجز [1]، اور عند الجمهور، ومنهم الأئمة الثلاثة اس کیلئے سہم غنیمت نہیں ہے، اور مسئلہ اولیٰ میں حنفیہ کی دلیل وہ ہے جو اسی کتاب میں باب فی تضمین العاریۃ میں آرہا ہے کہ حضور ﷺ نے جنگ حنین میں استعانت فرمائی تھی صفوان بن امیہ سے استعارۂ اسلحہ کے ساتھ ان کے اسلام لانے سے پہلے [2]، وحدیث الباب أخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه بنحوه، قاله المنذری۔

۱۵۴ ـ بَابٌ فِي سُهْمَانِ الْخَيْلِ

گھوڑے کے لئے حصہ کا بیان

سہم خیل پر توسب کا اتفاق ہے کہ گھوڑے کا باقاعدہ حصہ مال غنیمت میں ہوتا ہے لیکن اسکی مقدار میں اختلاف ہے ائمہ خمسہ یعنی ائمہ ثلاثہؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک فرس کے لئے دو سہم ہیں، لہذا فرس اور فارس دونوں کو ملا کر تین حصے ہوئے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک فرس کیلئے سہم واحد ہے، لہذا فارس کے دو حصے ہوں گے ایک اس کا اور ایک اس کے فرس کا۔

۲۷۳۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْهَمَ لِرَجُلٍ وَلِفَرَسِهِ ثَلَاثَةَ أَسْهُمٍ: سَهْمًا لَهُ وَسَهْمَيْنِ لِفَرَسِهِ".

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے سوار کو تین حصہ دلوائے ایک اس کا اپنا حصہ اور دو حصہ اس کے گھوڑے کے لئے۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۷۰۸) صحيح البخاري - المغازي (۳۹۸۸) صحيح مسلم - الجهاد والسير (۱۷۶۲) جامع الترمذي - السير (۱۵۵٤) سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۳۳) سنن ابن ماجه - الجهاد (۲۸۵٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۶۲/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۷۲/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۸۰/۲) سنن الدارمي - السير (۲٤۷۲)

شرح الحدیث یہ حدیث ائمہ ثلاثہؒ اور صاحبینؒ کی دلیل ہے، اور امام صاحبؒ کی دلیل آئندہ باب میں آرہی ہے، جس پر مصنفؒ نے مستقل ترجمہ قائم کیا ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث مجمل ہے، اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کب کا واقعہ ہے؟ ہو سکتا ہے کہ خیبر سے پہلے کا واقعہ ہو، لہذا منسوخ ہے، اور امام صاحبؒ کی دلیل یعنی مجمع بن جاریہ انصاری کی حدیث وہ غنائم خیبر کی ہے، نیز اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ ان تین میں ایک سہم بطور تنفیل کے ہو، او كانت القسمة اذ ذاك مفوضة الى رأي الإمام، والله تعالى اعلم۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۲۷۳٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي الْمَسْعُودِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ:

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ۹ ص ۱۳٦ - ۱۳۷

[2] سنن أبي داود - كتاب الإجارة - باب في تضمين العور ۳۵٦۳، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۵ ص ۲٤۰

«أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةَ نَفَرٍ، وَمَعَنَا فَرَسٌ فَأَعْطَى كُلَّ إِنْسَانٍ مِنَّا سَهْمًا، وَأَعْطَى لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ».

ترجمہ حضرت ابو عمرہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ہم چار افراد رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ہمارے پاس ایک گھوڑا تھا آپ ﷺ نے ہم لوگوں میں سے ہر ایک شخص کو ایک ایک حصہ عطا فرمایا اور گھوڑے کو دو حصے دیئے۔

۲۷۳۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ آلِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ أَبِي عَمْرَةَ بِمَعْنَاهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: «ثَلَاثَةُ نَفَرٍ» زَادَ «فَكَانَ لِلْفَارِسِ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ».

ترجمہ حضرت ابی عمرہ گزشتہ روایت کی طرح روایت کرتے ہیں لیکن اس روایت میں اس طرح ہے کہ ہم تین افراد تھے اور گھوڑے سوار شخص کے لئے تین حصہ تھے۔

تخریج سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٣٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣٨/٤)

١٥٥ - بَابٌ فِيمَنْ أَسْهَمَ لَهُ سَهْمًا

باب جن حضرات کے نزدیک گھوڑے کو ایک حصہ دیا جائے؟

۲۷۳۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُجَمِّعُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ مُجَمِّعِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَعْقُوبَ بْنَ مُجَمِّعٍ، يَذْكُرُ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمِّهِ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ أَحَدَ الْقُرَّاءِ الَّذِينَ قَرَءُوا الْقُرْآنَ، قَالَ: شَهِدْنَا الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا انْصَرَفْنَا عَنْهَا إِذَا النَّاسُ يَهُزُّونَ الْأَبَاعِرَ، فَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: مَا لِلنَّاسِ قَالُوا: أُوحِيَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجْنَا مَعَ النَّاسِ نُوجِفُ، فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا عَلَى رَاحِلَتِهِ عِنْدَ كُرَاعِ الْغَمِيمِ، فَلَمَّا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ قَرَأَ عَلَيْهِمْ: {إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا[1]} فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ أَفَتْحٌ هُوَ؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّهُ لَفَتْحٌ». فَقُسِمَتْ خَيْبَرُ عَلَى أَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ، فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا، وَكَانَ الْجَيْشُ أَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةٍ فِيهِمْ ثَلَاثُ مِائَةِ فَارِسٍ فَأَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ، «وَأَعْطَى الرَّاجِلَ سَهْمًا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "حَدِيثُ أَبِي مُعَاوِيَةَ أَصَحُّ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ، وَأَرَى الْوَهْمَ فِي حَدِيثِ مُجَمِّعٍ أَنَّهُ قَالَ: «ثَلَاثَ مِائَةِ فَارِسٍ». وَكَانُوا مِائَتَيْ فَارِسٍ".

ترجمہ حضرت مجمع بن جاریہ انصاری سے روایت ہے کہ عبد الرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ یہ قاریوں میں سے تھے جو کہ قرآن کریم تلاوت فرماتے تھے انہوں نے کہا کہ ہم لوگ صلح حدیبیہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم جس وقت وہاں سے واپس ہوئے تو لوگ اپنے اُونٹ جلدی جلدی دوڑانے لگے۔ اس دوران لوگوں نے ایک دوسرے سے

[1] ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح (سورۃ الفتح ۱)

معلوم کیا کہ اُونٹوں کو جلدی دوڑانے کی کیا وجہ ہے؟ معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے (اور لوگ اس وحی کو سننے کی غرض سے دوڑے جا رہے ہیں) تو ہم لوگ بھی لوگوں کے ساتھ بھاگتے ہوئے نکل پڑے۔ ہم لوگوں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کے آپ اپنی سواری پر ٹھہرے ہوئے ہیں (مقام) کراع الغمیم کے نزدیک۔ جب تمام حضرات آپ ﷺ کے نزدیک جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا تلاوت فرمائی۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں اس ذات اقدس کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ بڑی فتح ہے۔ پھر غزوۂ خیبر کے جہاد میں جو مال حاصل ہوا تھا وہ صلح حدیبیہ کے حضرات پر تقسیم ہوا۔ آپ ﷺ نے اس مال کے اٹھارہ حصے مقرر کئے اور لشکر کے تمام حضرات ایک ہزار پانچ سو تھے جن میں تین سو سوار تھے (اور ایک ہزار دو سو حضرات پیدل تھے)۔ آپ ﷺ نے سواروں کو دو حصے عنایت فرمائے اور جو لوگ پیدل تھے ان کو ایک ایک حصہ۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں: گزشتہ باب کی ابو معاویہ کی حدیث اصح ہے اور اسی پر جمہور کا عمل ہے حضرت مجمع کی حدیث میں وہم ہے کہ گھڑ سواروں کی تعداد تین سو ذکر کی گئی ہے حالانکہ گھڑ سوار دو سو تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۳٦) مسند أحمد - مسند المكيين (۳/۴۲۰)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے کہ مجمع بن جاریہؓ کہتے ہیں کہ جب ہم حدیبیہ سے لوٹ رہے تھے تو بعض لوگ اونٹوں کو دوڑا رہے تھے، جب اس کا منشا دریافت کیا گیا تو لوگوں نے جواب دیا کہ حضور ﷺ پر وحی اتر رہی ہے، وہ کہتے ہیں ہم نے بھی اپنی سواریوں کو دوڑایا، جب ہم حضور ﷺ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ آپ اپنی سواری پر اس کو روکے کھڑے ہیں کراع الغمیم کے نزدیک، لوگوں کے جمع ہونے کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا تو اس پر ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ! کہ یہ جو کچھ پیش آیا یہ فتح ہے؟ آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا کہ ہاں فتح ہے، یعنی انجام اور مآل کے اعتبار سے وہ اس لئے کہ حدیبیہ میں دس سال تک عدم قتال پر بہت سی شرائط کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا مگر کفار نے کچھ ہی مدت گزرنے کے بعد نقض عہد کر دیا جس کی بنا پر بہت جلد فتح مکہ کی نوبت آگئی، اس رجل سے مراد حضرت عمرؓ ہیں، جو حدیبیہ میں ہونے والی صلح پر راضی نہ تھے بلکہ اصل رائے ان کی مقابلہ کی تھی، حضور ﷺ نے ان کے جذبات کو دبایا، جس پر وہ خاموش ہو گئے، لیکن اس کے باوجود وہ بڑے متاثر اور رنجیدہ تھے، اسی لئے جب حضور ﷺ نے ان کو یہ آیت سنائی: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا تو انہوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا بطور تعجب کے کہ کیا یہی فتح ہے۔

مجمع بن جاریہ کی حدیث حنفیہ کی دلیل ہے: آگے روایت میں ترجمۃ الباب والا مسئلہ مذکور ہے، وہ یہ کہ چونکہ صلح حدیبیہ کے فوراً بعد فتح خیبر کا قصہ پیش آیا تھا تو راوی غنائم خیبر کی تقسیم کو اس روایت میں بیان کر رہا ہے، وہ یہ کہ حضور ﷺ نے غنائم خیبر کو اہل حدیبیہ پر اٹھارہ سہام پر تقسیم فرمایا اہل حدیبیہ اسلئے کہا کہ فتح خیبر میں شریک ہونے والے

صحابہؓ وہی تھے جو اس سے پہلے آپ ﷺ کے ساتھ صلح حدیبیہ میں تھے اٹھارہ سہام پر تقسیم کرنے کی تفصیل راوی اس طرح بیان کر رہا ہے کہ لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی جس میں تین سو فارس اور بارہ سو راجل تھے، اور ان اٹھارہ سہام میں ہر سہم سو حصوں پر مشتمل تھا اس صورت میں راجل کے حصہ میں ایک سہم اور فارس کے حصہ میں دو سہم بیٹھتے ہیں، اور اگر فارس کے تین حصے ہوتے کما قال الجمہور، تو پھر اس غنیمت کو بجائے اٹھارہ سہام کے اکیس سہام پر تقسیم کیا جاتا (آپ حساب لگا کر دیکھ لیجئے)۔

غنائم خیبر کی تقسیم کی بارے میں دو مختلف روایتیں: آگے بعض روایات میں اس طرح بھی آئے گا آپ ﷺ نے غنائم خیبر کو چھتیس سہام پر تقسیم کیا لیکن اس میں کوئی تعارض والی بات نہیں ہے، اس لئے کہ جہاں اٹھارہ سہام آیا ہے وہاں راوی کی مراد یہ ہے کہ نصف غنائم خیبر کو آپ ﷺ نے اٹھارہ سہام پر تقسیم کیا، اور اٹھارہ کا دوگنا چھتیس ہی ہوتا ہے، لہذا حساب برابر ہو گیا، دراصل آپ ﷺ نے غنائم خیبر میں سے نصف ہی کو غانمین کے درمیان تقسیم فرمایا تھا اور نصف کو اپنی ضرورت کے لئے اور نوائب مسلمین ...... کیلئے رکھ چھوڑا تھا

جہاں پر یہ آتا ہے کہ آپ ﷺ نے چھتیس سہام پر تقسیم کیا اس سے مراد لوگوں پر تقسیم کرنا نہیں بلکہ باعتبار حساب کے اور پھر اس کے بعد اس چھتیس میں سے نصف یعنی اٹھارہ کو لوگوں کے درمیان تقسیم کیا گیا جیسا کہ یہاں روایت میں ہے۔

جمہور کی طرف سے دلیل حنفیہ کا جواب: جمہور اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ بات کہ اصحاب حدیبیہ پندرہ سو تھے جس میں تین سو فارس تھے، یہ خلاف تحقیق ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اصحاب حدیبیہ کل چودہ سو تھے جس میں بارہ سو راجل اور دو سو فارس تھے اور دو سو فارس قائم مقام چھ سو راجل کے، بارہ اور چھ اٹھارہ ہوتے ہیں، چنانچہ ابوداؤد کے بعض نسخوں میں ہے کہ حَدِیثُ أَبِي مُعَاوِيَةَ أَصَحُّ ہے حدیث مجمع سے، حدیث مجمع وہم ہے [1]، فارس تین سو نہیں تھے بلکہ دو سو تھے، حدیث ابی معاویہؓ سے مراد گذشتہ باب کی حدیث اول ہے، جو جمہور کے موافق اور ان کی دلیل ہے، میں کہتا ہوں کہ اصحاب حدیبیہ کی تعداد میں اختلاف روایات ہے، بعض روایات میں پندرہ سو آیا ہے، بعض میں چودہ سو اور بعض میں تیرہ سو، وكل هذه الروايات فی صحیح البخاری، حنفیہ نے مجمع بن جاریہؓ کی اس حدیث کے پیش نظر ان روایات ثلاثہ میں سے پندرہ سو کی روایت کو ترجیح دی، اور وجہ ترجیح مجمع بن جاریہؓ کی اسی روایت کو قرار دیا، جمہور کہتے ہیں کہ مجمع بن جاریہؓ کی روایت ضعیف ہے، کما تقدم فی کلام المصنف، اسی طرح بعض دوسرے محدثین نے بھی حدیث مجمع پر کلام کیا ہے، چنانچہ ابن القطان کہتے ہیں کہ اس حدیث میں یعقوب بن مجمع راوی مجہول ہے، ان سے سوائے ان کے بیٹے کے کسی اور کا روایت کرنا معلوم نہیں گویا وہ من لم یروعنه الا واحد کے قبیل سے ہیں اور مجہول العین ہیں مگر انہوں نے ان کے بیٹے مجمع کے بارے میں اعتراف کیا کہ وہ ثقہ ہیں۔

جمہور کے نقد کا جواب: اس پر حضرتؒ بذل میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابن القطان کی یہ بات صحیح نہیں کہ یعقوب سے

---

[1] جیسا کہ یہاں لمحمد محیی الدین عبد الحمید کے نسخہ میں موجود ہے۔

ان کے بیٹے کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا، چنانچہ حافظؒ لکھتے ہیں: روی عنه ابنه، مجمع وابن أخيه إبراهيم بن إسماعيل بن مجمع وعبد العزيز عبيد بن صهيب، ذكره ابن حبان في الثقات، فارتفع الجهالة وثبت التوثيق ❶، اس کے بعد حضرتؒ نے بذل میں اس سند کے دوسرے راوی یعقوب ہی کے بیٹے مجمع بن یعقوب کے بارے میں امام شافعیؒ کا کلام نقل فرمایا، چنانچہ خلاصہ میں ہے: قال الشافعي شيخ لا يعرف، اس پر حضرتؒ فرماتے ہیں قال الحافظ: روي عنه يونس بن محمد المؤدب ويحيي بن حسان، وإسماعيل ابن أبي أويس والقعنبي وقتيبة ومحمد بن عيسى بن الطباع وغيرهم، اس کے بعد حضرتؒ فرماتے ہیں جس سے روایت کرنے والے اس قدر ہوں وہ مجہول کیسے ہوگا، پھر یہ کہ ابن معینؒ اور نسائیؒ سے ان کے بارے میں منقول ہے لیس به بأس، اسی طرح ابو حاتمؒ نے بھی کہا لا بأس به، ابن سعدؒ کہتے ہیں کان ثقة اور اس سے پہلے ابن القطانؒ کے کلام میں گزر چکا کہ انہوں نے اس کے باپ یعقوب کے بارے میں تو کہا لا یعرف اور خود مجمع کے بارے میں کہا ثقة، اسی طرح ابن الترکمانیؒ نے الجوهر النقي میں کہا کہ امام شافعیؒ سے منقول ہے مجمع کے بارے میں کہ انہوں نے کہا شیخ لا یعرف، پھر وہ کہتے ہیں هذا الحديث أخرجه الحاكم في المستدرك، وقال: حديث كبير صحيح الإسناد، ومجمع بن يعقوب معروف، وروى له أبو داود والنسائي اه مختصراً، ایسے ہی علامہ ذہبیؒ نے مستدرک کی تلخیص میں اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا حدیث صحیح اه ❷۔

١٥٦ ـ بَابٌ فِي النَّفَلِ

مالِ غنیمت میں سے انعام مقرر کرنا

ترجمة الباب کی شرح: نفل تو دراصل کہتے ہیں حصۂ زائدہ اور انعام کو اور اسی سے ہے تنفیل، مگر یہاں مراد نفل سے غنیمت ہے جیسا کہ احادیث الباب سے معلوم ہوتا ہے، مصنف نے اس باب میں غنائم بدر کی احادیث ذکر کی ہیں جس کا پورا پورا اختیار حضور ﷺ کو تھا جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا، اور غنائم بدر ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ، جب اس آیتِ کریمہ میں غنائم بدر کو نفل سے تعبیر کیا تو اسی کی اتباع میں مصنفؒ نے بھی غنیمت کو نفل ہی سے تعبیر کر دیا۔

٢٧٣٧ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ: «مَنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا، فَلَهُ مِنَ النَّفَلِ كَذَا وَكَذَا» . قَالَ: فَتَقَدَّمَ الْفِتْيَانُ وَلَزِمَ الْمَشْيَخَةُ الرَّايَاتِ فَلَمْ يَبْرَحُوهَا. فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِمْ قَالَ الْمَشْيَخَةُ: كُنَّا رِدْءًا لَكُمْ لَوِ انْهَزَمْتُمْ لَفِئْتُمْ إِلَيْنَا. فَلَا تَذْهَبُوا بِالْمَغْنَمِ وَنَبْقَى، فَأَبَى الْفِتْيَانُ وَقَالُوا: جَعَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا، فَأَنْزَلَ اللهُ {يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ

❶ تهذيب التهذيب — ج ١١ ص ٣٩٥. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٣٤٢
❷ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٣٤٢-٣٤٣

لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ} إِلَى قَوْلِهِ: {كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ [1]} يَقُولُ: «فَكَانَ ذَلِكَ خَيْرًا لَهُمْ، فَكَذَلِكَ أَيْضًا فَأَطِيعُونِي فَإِنِّي أَعْلَمُ بِعَاقِبَةِ هَذَا مِنْكُمْ».

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا کہ جو شخص یہ کام انجام دے تو اس کیلئے یہ انعام ہے تو جوان آگے بڑھے اور بوڑھے حضرات جھنڈوں کے نزدیک کھڑے رہے اور اسی جگہ جمے رہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے اہلِ اسلام کو کامیابی سے نوازا تو بوڑھے حضرات نے کہا کہ ہم لوگ تمہارے معاون اور پشت پر تھے اگر تم لوگوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑتا تو تم ہماری جانب واپس ہوتے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ تم لوگ سارا مالِ غنیمت لے لو اور ہم لوگ دیکھتے ہی رہ جائیں۔ نوجوانوں نے یہ بات نہیں مانی اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مالِ غنیمت ہم لوگوں کو عطا فرمایا ہے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ نازل فرمائی۔ یعنی اے نبی لوگ آپ سے انفال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ انفال اللہ اور رسول کیلئے ہے۔ جس طرح آپ کے پروردگار نے آپ کو آپ کے ہی گھر سے نکالا مقررہ وقت پر اور مسلمانوں کا ایک طبقہ اس کو مذموم سمجھتا تھا یعنی جہاد کو پسند نہیں کرتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو اسی طریقہ پر منظور تھا۔ راوی کہتا ہے کہ جس طرح جہاد کیلئے نکلنا تمہاری کراہت کے باوجود تمہارے لئے بہترین ثابت ہوا ہے اسی طرح مالِ غنیمت کی تقسیم میں بھی اللہ پاک فرما رہے ہیں کہ میری تابعداری کرو کیونکہ انجام کے اعتبار سے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔

٢٧٣٨ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ: «مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ كَذَا وَكَذَا، وَمَنْ أَسَرَ أَسِيرًا فَلَهُ كَذَا وَكَذَا» ثُمَّ سَاقَ نَحْوَهُ. «وَحَدِيثُ خَالِدٍ أَتَمُّ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مشرک کو قتل کرے تو اس کیلئے یہ انعام ہے اور جو کسی کافر کو قید کرے گا اس کو یہ انعام ملے گا۔ اسکے بعد راوی نے مذکورہ روایت کی طرح بیان کیا اور خالد کی ہشیم کی اس حدیث سے مکمل ہے۔

شرح الأحاديث: یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں اعلان فرمایا کہ جو جس کافر کو قتل کرے گا اس کا سارا ساز و سامان قاتل کو ملے گا (یہ اعلان بعض مغازی میں ہوا ہے جہاں مصلحت سمجھی گئی، اس سے مقصود تشجیع ہوتی ہے اور ترغیب، تاکہ ہر

---

[1] حدیث میں سورۃ الأنفال کی ابتدائی پانچ آیات کی طرف اشارہ ہے، جن کا ترجمہ یہ ہے: تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا تو کہہ دے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس میں اور حکم مانو اللہ کا اور اسکے رسول کا اگر ایمان رکھتے ہو○ ایمان والے وہی ہیں کہ جب نام آئے اللہ کا تو ڈر جائیں ان کے دل اور جب پڑھا جائے ان پر اس کا کلام تو زیادہ ہو جاتا ہے ان کا ایمان اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں○ وہ لوگ جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور ہم نے جو ان کو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں○ وہی ہیں سچے ایمان والے ان کیلئے درجے ہیں اپنے رب کے پاس اور معافی اور روزی عزت کی○ جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام کے واسطے اور ایک جماعت اہل ایمان کی راضی نہ تھی○

شخص خوب ہمت سے لڑے) راوی کہتا ہے حضور ﷺ سے اس اعلان کے بعد جوان طبقہ تو آگے بڑھا قتال کیلئے اور بوڑھے اور ضعیف قسم کے لوگ جھنڈوں کے پاس رہے ان کو سنبھالنے کیلئے، وہ ان کے پاس سے نہیں ہٹے، پس جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی تو ان بوڑھوں نے یہ بات کہی جوانوں سے کہ ہم تمہاری مدد اور سہارا تھے (تمہارے پشت پناہ) اگر تمہیں خدانخواستہ شکست ہوتی تو تم لوٹ کر ہماری ہی طرف تو آتے، لہذا ساری غنیمت خود ہی نہ لے لینا، جوانوں نے سنکر دینے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ تو حضور ﷺ کی طرف سے ہمارے لئے ہے، تو اس اختلاف کے موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِلَى قَوْلِهِ: كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ، كَمَآ اَخْرَجَكَ کی تفسیر خود روایت میں یہاں موجود ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بعض صحابہؓ شروع میں بدر کی طرف لڑائی کیلئے جانے کو تیار نہ تھے اور اس کو پسند نہ کرتے تھے، لڑائی کی تیاری نہ کرنے کی وجہ سے، بلکہ یہ چاہتے تھے کہ عیر قریش ہی کا پیچھا کیا جائے جو ملک شام سے آرہا ہے، جو طریق ساحل اختیار کر کے دوسری طرف چلا گیا تھا، لیکن بعد میں جب لڑائی کی نوبت آئی اور مسلمانوں کو شاندار فتح ہوئی تب انہیں احساس ہوا کہ نہیں، قتال ہی میں ہماری خیر وخوبی تھی جس کو شروع میں وہ ناپسند کر رہے تھے، تو اس آیت کریمہ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ میں اسی بدر کے واقعہ کے ساتھ اس مال غنیمت کی تقسیم اور عدم تقسیم کو تشبیہ دی جارہی ہے کہ دیکھو جس طرح رسول اللہ ﷺ غنیمت کے بارے میں فیصلہ فرمائیں اسی کو تم اختیار کرو اور اپنے حق میں خیر سمجھو، اور اپنی رائے پر مصر نہ ہو، باعتبار انجام کے اسی میں خیر ہے جیسا کہ بدر میں، جس چیز کو تم ناگوار سمجھ رہے تھے بعد میں ثابت ہوا کہ وہ چیز ناگوار نہیں ہونی چاہئے تھی بلکہ اسی میں خیر تھی۔ والحديث أخرجه النسائي قاله المنذري۔

۲۷۳۹ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارِ بْنِ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي دَاوُدُ: بِهَذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ: «فَقَسَّمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّوَاءِ». «وَحَدِيثُ خَالِدٍ أَتَمُّ».

ترجمہ: یحیٰی بن ابی زائدہ نے اسی سند کے ساتھ داؤد سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے حضور ﷺ نے تمام حضرات کو مال غنیمت برابر (برابر) تقسیم فرمایا اور خالد کی حدیث یحیٰی بن زائدہ کی حدیث سے مکمل ہے۔

شرح الحدیث: اس کے بعد والی روایت میں ہے: فَقَسَّمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّوَاءِ یعنی آپ ﷺ نے غنائم بدر کو تمام مجاہدین کے درمیان برابر تقسیم فرمایا، یعنی سلب کے علاوہ، سلب کے بارے میں تو اعلان ہو چکا تھا کہ وہ صرف قاتل کے لئے ہوگا، اس کے علاوہ جو باقی غنیمت تھی اس کو بیشک برابر تقسیم کیا گیا۔

۲۷۴۰ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ بِسَيْفٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ قَدْ شَفَى صَدْرِي الْيَوْمَ مِنَ الْعَدُوِّ، فَهَبْ لِي هَذَا السَّيْفَ. قَالَ:

«إِنَّ هَذَا السَّيْفَ لَيْسَ لِي وَلَا لَكَ» . فَذَهَبْتُ وَأَنَا أَقُولُ يُعْطَاهُ الْيَوْمَ مَنْ لَمْ يُبْلِ بَلَائِي، فَبَيْنَمَا أَنَا إِذْ جَاءَنِي الرَّسُولُ فَقَالَ: «أَجِبْ» . فَظَنَنْتُ أَنَّهُ نَزَلَ فِيَّ شَيْءٌ بِكَلَامِي فَجِئْتُ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّكَ سَأَلْتَنِي هَذَا السَّيْفَ، وَلَيْسَ هُوَ لِي وَلَا لَكَ، وَإِنَّ اللهَ قَدْ جَعَلَهُ لِي فَهُوَ لَكَ» . ثُمَّ قَرَأَ: " { يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ } " إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قِرَاءَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ: «يَسْأَلُونَكَ النَّفَلَ» .

ترجمہ حضرت مصعب بن سعد سے روایتؓ ہے کہ انہوں نے اپنے والد سعد بن أبی وقاصؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ غزوۂ بدر کے دن ایک تلوار (جو سعید بن العاص کو قتل کر کے حاصل کی تھی) لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج اللہ تعالیٰ نے دشمن سے میرے دِل کو شفا بخشی ہے یہ تلوار مجھے عنایت فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہ تو یہ تلوار میری ہے اور نہ تمہاری میں یہ بات سُن کر چل دیا اور یہ بات کہتا ہوا جارہا تھا کہ یہ تلوار اسی شخص کو ملے گی جس کو میری طرح آزمائش سے دوچار نہیں ہونا پڑا ہو گا اچانک آپ ﷺ کی طرف سے مجھے بلانے کیلئے ایک شخص آیا اور اس نے کہا چل۔ میں یہ سمجھا کہ ہو سکتا ہے کہ میرے اس بات کے کہنے پر کوئی حکم نازل ہوا ہو جب میں حاضر خدمتِ نبوی ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تلوار تم نے مجھ سے مانگی تھی (اس وقت تک یہ تلوار) نہ میری تھی اور نہ تمہاری تھی اب اللہ تعالیٰ نے وہ تلوار مجھے عنایت فرمادی اور میں نے وہ تمہیں دے دی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ۔ امام ابوداوُدؒ نے فرمایا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت اس طرح ہے: يَسْأَلُونَكَ النَّفَلَ۔

تخریج صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٤٨) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٠٧٩) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٤٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٧٨/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٨٠/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٨١/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٨٦/١)

شرح الحدیث: سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں میں حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک تلوار لے کر آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! بیشک اللہ تعالیٰ نے آج میرا سینہ ٹھنڈا کر دیا دشمن سے یعنی ان کو قتل کر کے لہٰذا یہ تلوار مجھے دیدیجئے (تاکہ آئندہ اس کو جہاد میں استعمال کروں) آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تلوار نہ میری ہے نہ تیری (دراصل اس وقت تک مال غنیمت کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اور غنیمت بدر سب سے پہلی غنیمت ہے، تقسیم غنیمت کی آیت کا نزول اس کے بعد ہوا تھا) تو وہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کا جواب سنکر خالی ہاتھ جانے لگا، اور یہ سوچتا ہوا جارہا تھا کہ يُعْطَاهُ الْيَوْمَ مَنْ لَمْ يُبْلِ بَلَائِي کہ شاید یہ تلوار ایسے شخص کو دی جائے گی جس نے مجھ جیسی محنت اور مشقت برداشت نہ کی ہو، میں جا ہی رہا تھا یہ سوچتا ہوا اسی اثناء میں حضور ﷺ کا قاصد میرے پاس پہنچا کہ حضور ﷺ کے پاس چلو، بلایا ہے میں نے یہ سوچا کہ میرے اس وسوسہ اور خیال کی وجہ سے (جو نامناسب تھا) میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہو گا، خیر میں حاضر ہو گیا، حاضر ہونے پر حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ تلوار تو نے مجھ سے مانگی تھی، اس وقت تو نہ تیرے لئے تھی نہ میرے لئے، لیکن

اب اللہ تعالیٰ نے اسکو میرے لئے کر دیا لہذا تو اس کو لے جا، اور آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ الآية، امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں: ابن مسعودؓ کی قرأۃ يَسْأَلُونَكَ النَّفَلَ ہے۔ والحديث أخرجه مسلم مطولا بنحوه، وأخرجه الترمذي والنسائي. قاله المنذري۔

۱۵۷ - بَابٌ فِي نَفْلِ السَّرِيَّةِ تَخْرُجُ مِنَ الْعَسْكَرِ

بطور انعام مجاہدین کی ایک مختصر جماعت کو کچھ زیادہ حصہ دینے کا بیان

یہ ایک مرتبہ پہلے بھی آچکا ہے ہمارے کلام میں کہ بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ جو بڑا لشکر کسی جگہ جہاد کیلئے جا رہا ہو تو راستہ ہی میں اس میں سے ایک مختصر جماعت کسی بستی کو فتح کرنے کیلئے بھیج دی جاتی تھی، وہ جماعت اس بستی اور قریہ کو فتح کرنے کے بعد پھر اس عسکر میں جاکر شریک ہو جاتی تھی، تو اس وقت قانون یہ تھا کہ جو غنیمت یہ سریہ حاصل کرتا تھا اس غنیمت میں سے کچھ حصہ ثلث یا ربع اصحاب سریہ کو دیا جاتا تھا، اور باقی غنیمت اس لشکر کی طرف منتقل کی جاتی تھی، اور پھر تمام لشکر پر تقسیم ہوتی تھی۔ تو یہاں دو چیزیں ہوئیں: ① اول یہ کہ اصحاب سریہ کو بطور نفل کے کچھ دیا جائے، اور دوسری بات یہ کہ باقی غنیمت کو عسکر پر لوٹا یا جائے، اس ترجمہ میں مصنف نے امر اول کو ذکر کیا ہے، ② اور امر ثانی کا ذکر چند ابواب کے بعد مستقل ترجمہ میں آرہا ہے: بَابٌ فِي السَّرِيَّةِ تَرُدُّ عَلَى أَهْلِ الْعَسْكَرِ دیکھئے یہ وہ جزء ثانی ہے، کتاب اس طرح سمجھی جاتی ہے اور حل کی جاتی ہے، بغیر محنت و مشقت اٹھائے کسی کتاب کا بھی حل ہونا آسان نہیں ہے، اب حدیث الباب کو لیجئے۔

۲۷۴۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْطَاكِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، أَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَهُمُ الْمَعْنَى، كُلُّهُمْ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَيْشٍ قِبَلَ نَجْدٍ، وَانْبَعَثَتْ سَرِيَّةٌ مِنَ الْجَيْشِ، فَكَانَ سُهْمَانُ الْجَيْشِ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا، اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا، وَنَفَّلَ أَهْلَ السَّرِيَّةِ بَعِيرًا بَعِيرًا، فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمْ ثَلَاثَةَ عَشَرَ، ثَلَاثَةَ عَشَرَ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہم لوگوں کو ایک چھوٹے لشکر کے ساتھ نجد کی جانب روانہ فرمایا اور دشمن سے مقابلہ کے لئے اس لشکر میں سے ایک دستہ روانہ فرمایا پھر لشکر کے افراد کو بارہ بارہ اُونٹ ملے اور دستہ کے افراد کو ایک ایک اُونٹ زیادہ ملا تو ان کے حصہ میں تیرہ تیرہ اُونٹ آئے۔

شرح الحدیث: ابن عمرؓ فرمارہے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں بھیجا ایک بڑے لشکر میں نجد کی جانب، اور اس بڑے لشکر میں سے مختصر جماعت نکال کر دوسری جگہ بھیجی، لشکر والوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے، اور اہل سریہ کو ایک ایک اونٹ بطور نفل دیا گیا، اس لئے اہل سریہ میں سے ہر ایک کے حصہ میں تیرہ تیرہ اونٹ آئے۔

تنبیه: یہ حدیث صحیح مسلم بھی ہے اس کی شرح میں امام نووی تحریر فرماتے ہیں کہ بعض شراح یہ سمجھے کہ تمام غانمین کے حصہ میں مجموعی طور پر بارہ اونٹ آئے اور یہ غلط ہے اس لئے کہ ابوداؤد کی بعض روایات میں تصریح ہے اس بات کی کہ جیش میں سے ہر ہر شخص کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے اور اہل سریہ کو بارہ کے علاوہ مزید ایک ایک اونٹ بطور نفل کے بھی دیا گیا اھ، کذا فی البذل [1]، حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہے کماھو ظاهر، لیکن یہاں بعض چیزیں محتاج بیان ہیں۔

سریۂ ابوقتادہ کاذکر: اول یہ کہ اس سریہ کا نام سریۂ ابوقتادہ ہے، اور یہ پندرہ یا سولہ آدمی تھے، اور یہ واقعہ شعبان ۸ھ فتح مکہ سے پہلے کا ہے، سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ سریہ قبیلۂ غطفان سے مقابلہ کیلئے بھیجا گیا، یہ لوگ خضرہ میں آباد تھے، خضرہ علاقہ نجد میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوقتادہ کو سولہ رفقاء کی معیت میں بھیجا، مقابلہ میں ان کو فتح ہوئی، غنیمت دوسو اونٹ، دو ہزار بکریاں حاصل ہوئی۔

ایک قوی اشکال اوراسکاجواب: دوسری بات یہ سمجھئے کہ سیرت کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بڑا لشکر چار ہزار پر مشتمل تھا، اس پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ جب حاصل ہونے والی غنیمت میں اونٹ صرف دوسو تھے، تو پورے لشکر کے حصہ میں جو چار ہزار ہے، بارہ بارہ اونٹ کیسے آگئے، اشکال ظاہر ہے، پھر اس اشکال کے دو جواب دیئے گئے ہیں، ایک یہ کہ یہ مقدار غنیمت کی تو وہ ہے جو اصحاب سریہ کو حاصل ہوئی تھی انکی فتح میں اور بڑے لشکر کو جو غنیمت حاصل ہوئی ہوگی وہ اس کے علاوہ ہے لہذا دونوں غنیمتیں ملا کر ہر ایک کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے، اور دوسرا جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ جس کو مصنف نے بھی آگے چل کر ثابت کیا ہے کہ اس حدیث میں ذکر جیش وہم ہے، لہذا اشکال کی بنیاد ہی منہدم ہوگئی، اب آگے خود کتاب میں آرہا ہے کہ یہ وہم کس راوی سے ہوا اور کون اس سے محفوظ رہا۔

٢٧٤٢ - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ الدِّمَشْقِيُّ، قَالَ: قَالَ الْوَلِيدُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ، حَدَّثْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قُلْتُ: وَكَذَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: لَا تَعْدِلُ مَنْ سَمَّيْتَ بِمَالِكٍ، هَكَذَا، أَوْ نَحْوَهُ يَعْنِي مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ.

ترجمہ: ولید بن عتبہ دمشقی بیان کرتے ہیں کہ ولید بن مسلم نے ابن مبارکؒ سے یہ حدیث بیان کی کہ ہمیں ابن ابی فروہ نے بھی نافع سے یہ روایت بیان کی ہے تو ابن مبارک نے جواب دیا کہ جن لوگوں کا تم نام لیتے ہو، مالک بن انس کے برابر نہیں ہوسکتے (اشارہ امام مالکؒ کی حدیث کے راجح ہونے کی طرف ہے)۔

تخریج: صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٦٥) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٨٣) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٤٩) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٤١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٦/٢) موطأ مالك - الجهاد (٩٨٧) سنن الدارمي - السير (٢٤٨١)

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٢ ص ٥٥، وبذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٣٥٢

شرح الحدیث غور سے سنئے! پہلی حدیث کی سند میں آیا تھا حدثنا ابن مسلم انکا نام ولید ہے، اسکے بعد دو تحویلیں تھیں اور پھر یہ تھا: كُلُّهُمْ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ، كُلُّهُمْ کا مصداق ولید بن مسلم اور مبشر اور حکم ابن نافع ہیں، یہ تینوں روایت کرتے ہیں شعیب بن ابی حمزہ سے اور شعیب نافع سے۔

اب اس دوسری سند میں ولید بن مسلم کہتے ہیں جو حدیث میں شعیب سے روایت کرتا تھا وہ میں نے ابن المبارکؒ سے بھی بیان کیا، اور ان سے میں نے یہ کہا کہ جس طرح یہ حدیث مجھ سے شعیب نے بیان کی عن نافعؒ اسی طرح یہ حدیث مجھ سے ابن ابی فروہ نے بھی بیان کی عن نافع "اور اسی طرح" کا مطلب ہے ذکر جیش کے ساتھ، یعنی جس طرح شعیب بن ابی حمزہ کی روایت میں ذکر جیش ہے اسی طرح ابن ابی فروہ کی روایت میں بھی ذکر جیش ہے تو اس پر ابن المبارکؒ نے فرمایا کہ جن دو استادوں کے تم نام لے رہے ہو یعنی شعیب اور ابن ابی فروہ، جن کی روایت میں ذکر جیش ہے وہ برابر نہیں ہو سکتے مالک بن انس کے یعنی مالک بن انس دونوں سے بہت اونچے ہیں اور ان کی روایت میں ذکر جیش ہے نہیں، لہذا ابن مبارکؒ کے کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ اس حدیث میں ذکر جیش وہم ہے۔

اب اسکے بعد مصنفؒ نے اس روایت کے جتنے بھی طرق ذکر کئے ہیں جن میں ایک طریق مالک کا بھی ہے ان سب میں ذکر جیش نہیں ہے، چنانچہ محمد بن اسحاق عن نافع کی روایت میں ذکر جیش نہیں ہے اور اسکے بعد روایت آرہی ہے مالک کی اور پھر حاء تحویل کے بعد لیث کی اس میں بھی ذکر جیش نہیں ہے، اور پھر اسکے بعد روایت آرہی ہے عبید اللہ عن نافع اس میں بھی ذکر جیش نہیں ہے، لہذا تحقیقی جواب اس اشکال کا جو شروع میں ذکر کیا گیا یہی ہے کہ اس روایت میں ذکر جیش ہے ہی نہیں۔

۲۷۴۳ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ الْكِلَابِيَّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى نَجْدٍ فَخَرَجْتُ مَعَهَا، فَأَصَبْنَا نَعَمًا كَثِيرًا، فَنَفَّلَنَا أَمِيرُنَا بَعِيرًا بَعِيرًا لِكُلِّ إِنْسَانٍ، ثُمَّ قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَسَمَ بَيْنَنَا غَنِيمَتَنَا، فَأَصَابَ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا بَعْدَ الْخُمُسِ» وَمَا حَاسَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالَّذِي أَعْطَانَا صَاحِبُنَا، وَلَا عَابَ عَلَيْهِ بَعْدَ مَا صَنَعَ، فَكَانَ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنَّا ثَلَاثَةَ عَشَرَ بَعِيرًا بِنَفْلِهِ.

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کے ایک دستہ کو نجد کی جانب بھیجا۔ میں بھی اسی دستہ میں شامل تھا۔ پھر ہم لوگوں نے مالِ غنیمت میں بہت سارے اُونٹ حاصل کئے اور ہمارے دستہ کے سردار نے ہم میں سے ہر ایک کو ایک ایک مزید اُونٹ بطور انعام دیا۔ اس کے بعد ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت کو ہم لوگوں میں تقسیم فرمایا ہم میں سے ہر ایک شخص کو بارہ بارہ اونٹ پانچواں حصہ نکال کر ملے اور ہمارے امیر نے جو اُونٹ ہم کو عنایت کئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حساب میں شامل نہیں فرمایا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امیر لشکر کے

عمل پر ناپسندیدگی ظاہر فرمائی تو اس طرح ہم لوگوں میں سے ہر ایک کو بشمول انعام تیرہ تیرہ اُونٹ ملے۔

تخریج صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٦٥) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٨٣) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٤٩) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٤٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٦/٢) موطأ مالك - الجهاد (٩٨٧) سنن الدارمي - السير (٢٤٨١)

٢٧٤٤ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ الْمَعْنَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً فِيهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوا إِبِلًا كَثِيرَةً، فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا، وَنُفِّلُوا بَعِيرًا بَعِيرًا» زَادَ ابْنُ مَوْهَبٍ: «فَلَمْ يُغَيِّرْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک لشکر نجد کی طرف روانہ کیا اس لشکر میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بھی تھے تو غنیمت میں کافی اُونٹ حصہ میں آئے ہر ایک شخص کو بارہ بارہ اُونٹ ملے اور ایک ایک اُونٹ مزید عنایت کیا گیا پھر نبی کریم ﷺ نے اس تقسیم کو تبدیل نہیں فرمایا۔

تخریج صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٦٥) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٨٣) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٤٩) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٤٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٦/٢) موطأ مالك - الجهاد (٩٨٧) سنن الدارمي - السير (٢٤٨١)

٢٧٤٥ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَبَلَغَتْ سُهْمَانُنَا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا، وَنَفَّلَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا بَعِيرًا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ بُرْدُ بْنُ سِنَانٍ، عَنْ نَافِعٍ، مِثْلَ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ، وَرَوَاهُ أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: «وَنُفِّلْنَا بَعِيرًا بَعِيرًا» لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہم لوگوں کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا تو ہمیں مالِ غنیمت سے بارہ بارہ اُونٹ ملے اور آپ ﷺ نے ایک ایک اُونٹ مزید عطا فرمایا۔ امام ابو داودؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کو برد بن سنان نے نافع سے عبید اللہ کی مانند روایت کیا اور ایوب نے نافع سے اسی روایت کی طرح بیان کیا لیکن اس روایت میں اس طرح ہے کہ ہم لوگوں کو مزید ایک ایک اُونٹ دیا گیا اور اس ایوب کی روایت میں نبی کریم ﷺ کا تذکرہ نہیں ہے۔

تخریج صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٦٥) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٨٣) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٤٩) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٤٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٥/٢) مسند أحمد -

مسند المكثرين من الصحابة (٢/ ٨٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٦/٢) موطأ مالك - الجهاد (٩٨٧) سنن الدارمي - السير (٢٤٨١).

٢٧٤٦ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، ح وحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي حُجَيْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِأَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً النَّفَلِ سِوَى قَسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ، وَالْخُمُسُ فِي ذَلِكَ وَاجِبٌ كُلُّهُ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ لشکر کے کچھ دستوں کو (جو لشکر سے الگ کر کے مقابلہ کیلئے روانہ کئے جاتے تھے) زیادہ حصہ عنایت فرماتے تھے جو صرف انہی کو ملتا تھا نہ کہ تمام لشکر کیلئے البتہ مال میں سے پانچواں حصہ نکالا جاتا۔

تخریج: صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٦٦) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٥٠) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٤٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤٠/٢)

٢٧٤٧ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا حُيَيٌّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ بَدْرٍ فِي ثَلَاثِ مِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُمَّ إِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ، اللَّهُمَّ إِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ، اللَّهُمَّ إِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَأَشْبِعْهُمْ». فَفَتَحَ اللَّهُ لَهُ يَوْمَ بَدْرٍ، فَانْقَلَبُوا حِينَ انْقَلَبُوا، وَمَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَقَدْ رَجَعَ بِجَمَلٍ أَوْ جَمَلَيْنِ وَاكْتَسَوْا وَشَبِعُوا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوۂ بدر کے دن تین سو پندرہ افراد لے کر نکلے۔ آپ ﷺ نے دُعا مانگی اللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ إلخ اے اللہ! یہ لوگ پاپیادہ ہیں ان کو سواری عطا فرما۔ یہ لوگ برہنہ ہیں ان کو لباس عطا فرما دیجئے اے اللہ یہ لوگ بھوکے ہیں ان کو سیر فرما دے پھر اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو غزوۂ بدر کے دن فتح عطا فرمائی جب وہ حضرات واپس ہوئے تو ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو ایک اُونٹ یا دو اُونٹ (مالِ غنیمت میں سے) نہ لے کر آیا ہو اور ان حضرات کے پاس کپڑے بھی آ گئے اور وہ حضرات سیر بھی ہو گئے۔

شرح الحدیث: **اصحاب بدر کی تعداد:** مضمون حدیث تو واضح ہے کہ آپ ﷺ جنگ بدر کیلئے صرف تین سو پندرہ[1] کو لے کر نکلے اور اس وقت آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگیں کہ..... اے اللہ یہ سب لوگ جو میرے ساتھ جا رہے ہیں ننگے پاؤں ہیں یعنی پیادہ پا ہیں بے سواری کے، پس تو ان کو سواری عطا فرما، اور..... اے اللہ یہ سب برہنہ بدن ہیں یعنی پورے

---

[1] اہل بدر کی تعداد میں روایات مختلف ہیں، مسلم کی ایک روایت میں تین سو انیس ہے اور مسند بزار میں تین سو سترہ اور مسند احمد اور بزار اور طبرانی کی ایک حدیث میں تین سو تیرہ ہے، حافظؒ کہتے ہیں: وهو المشهور عند أهل المغازي (بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٢ ص ٣٥٩)

بدن پر کپڑا بھی نہیں ہے تو ان کو لباس عطا فرما، اے اللہ یہ بھوکے ہیں تو ان کو شکم سیر کر، (نبی کی دعا کا مستجاب ہونا تو امر یقینی ہے) چنانچہ آگے راوی کہتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کیلئے اس لڑائی میں فتح عطا فرمائی، پس جس وقت یہ لوٹ رہے تھے تو اس طرح لوٹ رہے تھے کہ کسی کے پاس ایک اونٹ تھا سواری کا اور کسی کے پاس دو اونٹ تھے، ایسی ہی لباس اور کھانا وغیرہ سب کچھ، اس روایت میں صحابہ بدریین کی تعداد تو مذکور ہے جن کی تعداد میں اختلاف ہے جو حاشیہ میں لکھدیا گیا، اور مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی اور کہا گیا ہے کہ سات سو پچاس تھی جن کے ساتھ سات سو اونٹ تھے اور سو گھوڑے (بذل)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت: یہاں پر سوال یہ ہے کہ اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے کیا مطابقت ہے اور کس لشکر میں سے یہ سریہ نکالا گیا تھا، جواب یہ ہے کہ اسکی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ بدر تو مدینہ کے قریب ہی ہے زیادہ دور نہیں ہے جہاں یہ لڑائی ہوئی تھی تو یہ سمجھئے کہ مدینہ منورہ جہاں بہت سے صحابہ موجود تھے وہ معسکر ہوا، اور یہ تین سو پندرہ صحابہ بدر میں جانے والے بمنزلہ سریہ کے ہوئے، مگر اس مطابقت میں ایک کسر رہ گئی وہ یہ کہ ترجمۃ الباب سے تو یہ سمجھ میں آتا تھا کہ اصحاب سریہ جو غنیمت حاصل کریں اس کا کچھ حصہ بطور نفل کے انکو دیا جائے اور باقی عسکر پر تقسیم کیا جائے، یہاں یہ دوسری چیز نہیں پائی گئی، اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے غنائم بدر عام غنائم کے حکم سے خارج ہے جیسا کہ اس سے قبل بھی گزر چکا ہے۔

۱۵۸۔ بَابٌ فِيمَنْ قَالَ الْخُمُسُ قَبْلَ النَّفَلِ

باب پانچواں حصہ (خمس) انعام سے قبل نکالے جانے کا بیان

محل تنفیل میں ائمہ کے مذاہب: اس ترجمہ میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ محل التنفیل ہے، یعنی امام کسی غازی کو بطور نفل حصہ سے زائد جو کچھ دیتا ہے وہ کس مال میں سے دیا جائے گا؟ صورت حال یہ ہے کہ اولاً کل مال غنیمت کو جمع کیا جاتا ہے اور اس میں سے ایک خمس جدا کر لیا جاتا ہے، اور اربعۃ اخماس الگ ہو جاتا ہے، یہ جو اربعۃ اخماس ہے یہ غانمین میں تقسیم ہوتا ہے، اور وہ جو خمس غنیمت ہے اسکے بارے میں قرآن میں یہ ہدایت ہے کہ اسکو پانچ جگہ تقسیم کیا جائے، للرسول، ذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنَ السَّبِيْلِ [1] جب خمس کو پانچ جگہ تقسیم کیا جائے گا تو ہر ایک کے حصہ میں...... ان پانچ میں سے خمس الخمس آئے گا، اب سمجھئے کہ یہ نفل ان مالوں میں سے کون سے مال سے دیا جائے گا، امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ اربعۃ اخماس ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک خمس سے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک خمس الخمس سے، یعنی امام کا جو اپنا حصہ ہے اس میں سے، اور حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر امام کی جانب سے تنفیل قبل الاحراز ہو رہی ہے تب تو اربعۃ اخماس سے، اور اگر بعد الاحراز ہے تو پھر خمس سے (من الأوجز [2])۔

---

[1] رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو (سورۃ البقرۃ ۱۷۷)۔

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ۹ ص ۲۴۶

اس سب تفصیل کو جاننے کے بعد اب ترجمۃ الباب کے الفاظ میں غور کیجئے کہ اس ترجمہ میں کس کا مسلک مذکور ہے بظاہر ترجمہ سے یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ مال غنیمت میں سے خمس نکالنے کے بعد تب نفل دیا جائے، خمس کو پہلے نکال لیا جائے، لہذا بظاہر مطلب یہ ہوا کہ اربعۃ اخماس سے دیا جائے جو کہ امام احمدؒ کا مذہب ہے اور مصنف بھی حنبلی المسلک ہیں، علی ماھو المشہور، اسکے بعد حدیث الباب کو لیجئے۔

۲۷۴۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ الشَّامِيِّ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جَارِيَةَ التَّمِيمِيِّ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ الْفِهْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَفِّلُ الثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ».

ترجمہ: حضرت حبیب بن مسلمہ فہری سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ پانچواں حصہ نکالنے کے بعد مال غنیمت کا تہائی حصہ بطور نفل عنایت فرماتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۴۸) سنن ابن ماجه - الجهاد (۲۸۵۱) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۰۹/۴) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۶۰/۴) سنن الدارمي - السير (۲۴۸۳)

شرح الحدیث: یہ روایت مختصر اور مجمل ہے اور اس کے بعد والی روایت میں ہے: كَانَ يُنَفِّلُ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ، وَالثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ إِذَا قَفَلَ یہ دوسری روایت مفصل اور واضح ہے۔

اس کا مضمون یہ ہے کہ ابتداء غزوہ میں اصحاب سریہ کو آپ بطور نفل کے مال غنیمت کا ربع دیتے تھے خمس نکالنے کے بعد، اور غزوہ سے واپسی میں غنیمت کا ثلث دیتے تھے اسی طرح یعنی بعد الخمس خلاصہ یہ ہوا کہ جاتے وقت ربع دیتے تھے اور واپسی میں ثلث، اسکی توضیح یہ ہے کہ جیش میں سے جو سریہ بنا کر راستہ میں سے بھیجا جاتا تھا تو یہ سریہ کا بھیجنا اگر جاتے وقت ہوتا اور وہ سریہ مال غنیمت حاصل کرتا تب تو اس غنیمت میں سے اس سریہ کو اس کا ربع دیا جاتا، اور اگر غزوہ سے واپسی میں یہ سریہ بھیجا جاتا تو اس صورت میں اسکو اس غنیمت میں سے اس غنیمت کا ثلث دیا جاتا، نفل کی مقدار میں اس کمی زیادتی کا منشأ یہ ہے کہ جاتے وقت تو لشکر تازہ دم ہوتا ہے اس میں مشقت کم ہے اس لئے اس صورت میں ربع دیا جاتا، اور واپسی چونکہ سب تھکے ہارے ہوتے اس میں محنت مشقت زیادہ ہوتی ہے کہ ہر شخص گھر پہنچنے کی فکر میں ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں بجائے ربع کے ثلث دیا جاتا۔ والحدیث رواہ ابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۲۷۴۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْجُشَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنِ ابْنِ جَارِيَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ، وَالثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ إِذَا قَفَلَ».

ترجمہ: حضرت حبیب بن مسلمہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ خمس نکالنے کے بعد چوتھائی حصہ نفل کے طور پر دیتے تھے (بسا اوقات شروع جہاد میں) اور خمس نکالنے کے بعد تہائی حصہ انعام کے طور پر عنایت فرماتے تھے جب

لوگ جہاد سے واپس ہوتے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٤٩) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٥١) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٥٩/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٦٠/٤) سنن الدارمي - السير (٢٤٨٣)

٢٧٥٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَشِيرِ بْنِ ذَكْوَانَ، وَمَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيَّانِ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَهْبٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ مَكْحُولًا، يَقُولُ: كُنْتُ عَبْدًا بِمِصْرَ لِامْرَأَةٍ مِنْ بَنِي هُذَيْلٍ فَأَعْتَقَتْنِي، فَمَا خَرَجْتُ مِنْ مِصْرَ وَبِهَا عِلْمٌ إِلَّا حَوَيْتُ عَلَيْهِ فِيمَا أُرَى، ثُمَّ أَتَيْتُ الْحِجَازَ فَمَا خَرَجْتُ مِنْهَا وَبِهَا عِلْمٌ إِلَّا حَوَيْتُ عَلَيْهِ فِيمَا أُرَى، ثُمَّ أَتَيْتُ الْعِرَاقَ فَمَا خَرَجْتُ مِنْهَا وَبِهَا عِلْمٌ إِلَّا حَوَيْتُ عَلَيْهِ فِيمَا أُرَى، ثُمَّ أَتَيْتُ الشَّامَ فَغَرْبَلْتُهَا كُلُّ ذَلِكَ أَسْأَلُ عَنِ النَّفَلِ فَلَمْ أَجِدْ أَحَدًا يُخْبِرُنِي فِيهِ بِشَيْءٍ، حَتَّى لَقِيتُ شَيْخًا يُقَالُ لَهُ زِيَادُ بْنُ جَارِيَةَ التَّمِيمِيُّ، فَقُلْتُ لَهُ: هَلْ سَمِعْتَ فِي النَّفَلِ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ سَمِعْتُ حَبِيبَ بْنَ مَسْلَمَةَ الْفِهْرِيَّ يَقُولُ: «شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَّلَ الرُّبُعَ فِي الْبَدْأَةِ، وَالثُّلُثَ فِي الرَّجْعَةِ».

ترجمہ: مکحول سے روایت ہے کہ میں قبیلہ بنی ہذیل کی ایک عورت کا مصر میں غلام تھا۔ اس عورت نے مجھ کو آزاد کر دیا تو میں مصر سے نہیں نکلا جب تک کہ میں نے اپنی دانست میں وہاں کا سارا علم حاصل نہ کر لیا۔ پھر میں حجاز آیا اور وہاں سے نہیں نکلا یہاں تک کہ میری دانست (بساط) کے مطابق وہاں جس قدر علم تھا وہ میں نے حاصل کیا۔ پھر میں عراق آیا اور وہاں سے نہیں نکلا یہاں تک کہ میری دانست کے مطابق وہاں جتنا علم تھا میں نے حاصل کیا۔ پھر میں ملک شام آیا اور میں نے ملک شام میں خوب تحقیق کی اور ہر ایک شخص سے نفل کے بارے میں معلوم کرتا رہا لیکن میں نے کسی شخص کو نہیں پایا جو کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث بیان کرے یہاں تک کہ میری ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جن کا نام زیاد بن جاریہ تمیمی تھا، میں نے ان سے کہا: کیا آپ نے نفل کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے حبیب بن مسلمہ فہری سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس حاضر تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جہاد کی ابتداء میں چوتھائی مال بطور نفل دیا اور واپس ہوتے وقت تہائی مال بطور نفل دیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٥٠) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٥١) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٥٩/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٦٠/٤) سنن الدارمي - السير (٢٤٨٣)

شرح الحدیث: **مکحول شامیؒ کے تحصیل علم کا عجیب حال:** مکحول شامی جو بڑے مشہور فقیہ اور محدث ہیں، سندوں میں بھی بکثرت ان کا نام آتا ہے، وہ اپنا کچھ حال بیان کر رہے ہیں کہ شروع میں، میں قبیلہ بنو ہذیل کی ایک عورت کا مصر کے اندر غلام تھا اس نے مجھے آزاد کر دیا (اللہ کے لطف و کرم سے اور شاید یہ تحصیل علم کے انتظار ہی میں تھے جیسا کہ آگے فرما رہے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آزاد ہوتے ہی تحصیل علم میں لگ گئے تھے) فرماتے ہیں، نہیں نکلا میں مصر سے مگر اس

حال میں کہ اس میں جو کچھ علم تھا علماء کے پاس مگر یہ کہ میں اس پر حاوی ہو گیا، یعنی وہاں کے تمام علماء سے علم حاصل کر لیا اپنی دانست کے اعتبار سے، پھر حجاز میں داخل ہوا اسی طرح وہاں بھی کیا اپنے خیال اور علم میں، پھر عراق آیا وہاں بھی ایسا ہی کیا، پھر اسکے بعد ملک شام آیا (وہاں تو میں نے اپنی تحصیل میں کوئی کسر نہیں چھوڑی) پس اسکو میں نے چھان ڈالا غَرْبَلْتُهَا، غربال سے ماخوذ ہے، غربال یعنی چھلنی، اسکے بعد کہہ رہے ہیں: كُلُّ ذَلِكَ أَسْأَلُ عَنِ النَّفَلِ ہر عالم سے میں یہی سوال کرتا تھا (چھوٹا ہو یا بڑا) نفل کے بارے میں، بظاہر نفل کے بارے میں سوال یہ کرتے ہوں گے کہ یہ جو بعض روایات میں نفل میں ثلث دینا آتا ہے اور بعض میں ربع دینا آتا ہے اس اختلاف کی کیا تشریح ہے، یا ہو سکتا ہے مطلق نفل کے بارے میں سوال کرنا مراد ہو کہ آپ سریہ کو نفل میں کتنی مقدار دیتے تھے، والله تعالى اعلم بمراده۔

آگے وہ فرمارہے ہیں: کسی شخص نے میرے سوال کا پورا جواب نہیں دیا یہاں تک کہ میں ایک بڑے میاں سے ملا جن کا نام زیاد بن جاریہ تھا تو میں نے ان سے بھی یہی سوال کیا کہ آپ نے نفل کے بارے میں کسی سے کوئی حدیث سنی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا نَعَمْ سَمِعْتُ حَبِيبَ بْنَ مَسْلَمَةَ الْفِهْرِيَّ يَقُولُ: «شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَّلَ الرُّبُعَ فِي الْبَدْأَةِ، وَالثُّلُثَ فِي الرَّجْعَةِ» یہاں آکر امام مکحول کی مراد پوری ہوئی کہ ان شیخ نے نفل کے بارے میں حضور ﷺ کے عمل کی تفصیل بیان کر دی، تفصیل وہی ہے جو ہم نے شروع باب میں لکھی ہے۔ والحديث أخرجه ابن ماجة بمعناه، قاله المنذري۔

١٥٩ - بَابٌ فِي السَّرِيَّةِ تَرُدُّ عَلَى أَهْلِ الْعَسْكَرِ

اُس دستہ کا بیان جو غنیمت حاصل کر کے آکر لشکر میں مل جائے

تردکا مفعول بہ محذوف ہے أي ترد الغنيمة الحاصلة لها، یہ باب چند ابواب پہلے جو ایک باب آیا تھا بَابٌ فِي نَفَلِ السَّرِيَّةِ تَخْرُجُ مِنَ الْعَسْكَرِ اس کا تتمہ اور تکملہ ہے، جس کی وضاحت ہم پہلے باب میں کر چکے ہیں لا حاجة الى الاعادة۔

٢٧٥١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ هُوَ مُحَمَّدٌ بِبَعْضِ هَذَا، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنِي هُشَيْمٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، جَمِيعًا عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ. يَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ، وَيُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ، وَهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ يَرُدُّ مُشِدُّهُمْ عَلَى مُضْعِفِهِمْ، وَمُتَسَرِّيهِمْ عَلَى قَاعِدِهِمْ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ» وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ إِسْحَاقَ: "الْقَوَدَ وَالتَّكَافُؤَ".

ترجمہ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ شعیب کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اہل اسلام کے خون برابر ہیں (یعنی سزا میں کسی کیلئے کوئی امتیاز نہیں قانون اسلام کی نظر میں سب مجرم برابر ہیں) معمولی

مسلمان امن دے سکتا ہے اور اسکے (معاہدہ) امن کو پورا کرنا لازم ہے۔ اسی طرح دور جگہ کا مسلمان پناہ دے سکتا ہے اگرچہ اس سے قریب والا موجود ہو اور اپنے مخالفین کے مقابلہ میں مسلمان یکمشت ہوتے ہیں اور اور طاقتور مجاہدین جو صحت کے اعتبار سے اور سواری کے اعتبار سے فوقیت رکھتے ہیں کمزور مجاہدین پر غنیمت لوٹائیں گے۔ اور جہاد میں نکلنے والے مجاہدین ان ساتھیوں پر غنیمت لوٹائیں گے جو لشکر میں دار الحرب میں بیٹھے ہوئے ہوں اور مسلمان شخص کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے اور نہ اُس ذمی شخص کو قتل کیا جائے جس سے معاہدہ ہو گیا ہو۔

تخریج سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٥١) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٨٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٩٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢١١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢١٥/٢)

شرح الحديث: حدیث میں چھ اجزاء مذکور ہوئے، ہر جزء کا مطلب سمجھئے: ① تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں، شریف اور وضیع، اونچی قوم اور نیچی قوم کا کوئی فرق نہیں، جان کا بدلہ جان ہے کوئی ہو، ② مسلمانوں کی طرف سے پناہ اور امن دینے میں ادنی درجہ کا مسلمان بھی سعی کر سکتا ہے، یعنی اگر ادنی درجہ کا مسلمان کسی کافر کو امن دیدے تو پھر یہ امن ہر مسلمان کو تسلیم کرنا ہوگا، ادنی خواہ عدد کے اعتبار سے ہو جیسے صرف ایک آدمی، یا مرتبہ کے لحاظ سے، جیسے عبد اور مرأة، چنانچہ ائمہ اربعہ کے نزدیک عبد کا امان معتبر ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک اس شرط کے ساتھ کہ وہ ماذون فی القتال ہو یعنی عند الشیخین، امام محمدؒ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے، انکے نزدیک عبد محجور عن القتال کا امان بھی معتبر ہے ایسے ہی امان المرأة بھی ائمہ اربعہ کے نزدیک معتبر ہے، اس میں سحنون مالکیؒ اور ابن ماجشون مالکی کا اختلاف ہے، عندهما يتوقف أمان المرأة على إذن الإمام، لیکن صبی کا امان عند الجمہور جائز نہیں البتہ امام مالکؒ کے نزدیک جائز ہے، ③ مسلمانوں پر امان دے سکتا ہے کم سے کم درجہ کا آدمی بھی، حضرتؒ نے بذل میں لکھا ہے کہ بظاہر یہ جملہ جملۂ اولیٰ ہی کی تاکید ہے، اس کے علاوہ اس جملہ کا کوئی دوسرا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا انتھی کلامه، میں کہتا ہوں: بعض حواشی میں اس کا دوسرا مطلب لکھا ہے وہ یہ کہ أقصاهُمْ سے مراد أبعدهم دارا یعنی جو مسلمان دار الحرب سے بہت دور رہتا ہے وہ بھی اگر کسی کافر حربی کو امان دیدے تو وہ امان سب کو ماننا پڑے گا یعنی جو أقربهم دارا ہے اس کو بھی ماننا پڑے گا، ④ مسلمان ایک دوسرے کے معاون ہیں ہر ایک کو دوسرے کی امر حق میں معاونت کرنی چاہئے اور اس اعانت میں امان دینا بھی داخل ہے لہذا اس کی بھی رعایت کرنی چاہئے جس کا حکم نمبر ۳ میں گزر چکا، ⑤ ان میں کا قوی ضعیف پر غنیمت کو لوٹائے، قوی اور ضعیف ہونا خواہ اپنی ذات کے اعتبار سے ہو کہ ایک بوڑھا اور ایک جوان ہے، یا سواری کے اعتبار سے ہو کہ ایک کی سواری بہت قوی اور عمدہ ہے دوسرے کی ضعیف اور گھٹیا ہے، استحقاق غنیمت میں سب برابر ہوں گے، ⑥ سریہ میں جانے والا حاصل ہونے والی غنیمت کو اس لشکر پر لوٹائے جو دار الحرب میں بیٹھا ہے، اسی جزء میں ترجمۃ الباب کی مطابقت ہے، ایسے موقع پر بین السطور میں لکھ دیا جاتا ہے، فیه الترجمة، یہ تو اصل مسئلہ ہی ہے

اس کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں، پہلے آگئی۔

مسلم کو ذمی کے بدلہ میں قصاصاً قتل کیا جائیگا یا نہیں؟ اسمیں مذاہب ائمہ: لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ: اس جملہ کی تشریح سے پہلے اختلافی مسئلہ سن لیجئے، یہ قصاص کا مسئلہ ہے، اس پر سب کا اتفاق ہے کہ کافر حربی کے بدلہ میں مؤمن کو قتل نہیں کیا جائے گا اسی طرح اس پر بھی اتفاق ہے کہ کافر حربی کے بدلہ میں ذمی کو قتل نہیں کیا جائیگا، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ ذمی کے بدلہ میں ذمی کو قتل کیا جائے گا لیکن اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ کافر ذمی کے بدلہ میں مسلم کو بھی قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ عند الجمہور نہیں قتل کیا جائے گا اور حنفیہ کے نزدیک ذمی کے بدلہ میں مسلم کو قتل کیا جائے گا، حنفیہ کے نزدیک قصاص کے مسئلہ میں ذمی اور مسلم دونوں برابر ہیں۔

یہ حدیث دلیل حنفیہ ہے اور کیسے؟ اس کے بعد اب آپ سمجھئے اس حدیث کی شرح، جمہور کہتے ہیں اس حدیث میں کافر سے مراد مطلق ہے حربی ہو یا ذمی، کہ مسلم کو نہ کافر حربی کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا نہ ذمی کے، اگر کوئی مسلم کسی ذمی کو قتل کر دے تو عند الجمہور اس مسلم سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اس مسئلہ میں جمہور کے نزدیک سب کافر برابر ہیں حربی ہوں یا ذمی، بظاہر جمہور کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ حدیث میں بِكَافِرٍ مطلق مذکور ہے۔ حنفیہ نے جو اس کا جواب دیا اس کو غور سے سنیئے، وہ یوں کہتے ہیں کہ حدیث میں بِكَافِرٍ سے کافر حربی مراد ہے نہ کہ مطلق کافر، جس کی دلیل اور قرینہ یہ ہے کہ آگے اس حدیث میں آرہا ہے: وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ، اس ذو عہد کا عطف مومن پر ہو رہا ہے، تقدیر عبارت یہ ہوگی: لا يقتل مؤمن بكافر، ولا ذو عهد في عهده بكافر، اب یہ دیکھئے کہ کافر کا لفظ دو جگہ ہے معطوف میں اور معطوف علیہ میں، معطوف میں کافر سے بالاتفاق کافر حربی مراد ہے کیونکہ اگر مطلق کافر مراد لیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ذمی کو نہ کافر حربی کے مقابلہ میں قتل کیا جائے نہ خود ذمی کے، حالانکہ ذمی، ذمی کے مقابلہ میں بالاتفاق قتل کیا جاتا ہے، تو جب یہ ثابت ہو گیا کہ معطوف میں کافر سے مراد کافر حربی ہے تو اسی طرح معطوف علیہ میں بھی کافر سے کافر حربی مراد ہوگا، کیونکہ نحوی قاعدہ مشہور ہے کہ معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے فثبت ما ادعيناه ان المراد في الحديث بالكافر، الكافر الحربي، لا مطلق الكافر فتدبر وتشكر، اب یہ کہ جمہور ہماری اس تقریر کا کیا جواب دیتے ہیں، بظاہر وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ جملہ ثانیہ ولا ذو عهد في عهده ماقبل پر عطف نہیں ہے بلکہ یہ استیناف ہے اور مستقل ہی جملہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو ذمی اپنے عہد پر قائم ہو اس کو قتل نہ کیا جائے، بس بات ختم ہوئی۔ والحديث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

٢٧٥٢ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَغَارَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُيَيْنَةَ عَلَى إِبِلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلَ رَاعِيَهَا، فَخَرَجَ يَطْرُدُهَا هُوَ وَأُنَاسٌ مَعَهُ فِي خَيْلٍ، فَجَعَلْتُ وَجْهِي قِبَلَ الْمَدِينَةِ، ثُمَّ نَادَيْتُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَا صَبَاحَاهُ، ثُمَّ اتَّبَعْتُ الْقَوْمَ فَجَعَلْتُ أَرْمِي، وَأَعْقِرُهُمْ، فَإِذَا

رَجَعَ إِلَيَّ فَارِسٌ جَلَسْتُ فِي أَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى مَا خَلَقَ اللهُ شَيْئًا مِنْ ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا جَعَلْتُهُ وَرَاءَ ظَهْرِي، وَحَتَّى أَلْقَوْا أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِينَ رُمْحًا وَثَلَاثِينَ بُرْدَةً يَسْتَخِفُّونَ مِنْهَا، ثُمَّ أَتَاهُمْ عُيَيْنَةُ مَدَدًا، فَقَالَ: لِيَقُمْ إِلَيْهِ نَفَرٌ مِنْكُمْ، فَقَامَ إِلَيَّ أَرْبَعَةٌ مِنْهُمْ فَصَعِدُوا الْجَبَلَ، فَلَمَّا أَسْمَعْتُهُمْ قُلْتُ: أَتَعْرِفُونِي؟ قَالُوا: وَمَنْ أَنْتَ؟ قُلْتُ: أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ وَالَّذِي كَرَّمَ وَجْهَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْلُبُنِي رَجُلٌ مِنْكُمْ فَيُدْرِكُنِي، وَلَا أَطْلُبُهُ فَيَفُوتُنِي، فَمَا بَرِحْتُ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى فَوَارِسِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُونَ الشَّجَرَ: أَوَّلُهُمُ الْأَخْرَمُ الْأَسَدِيُّ، فَيَلْحَقُ بِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُيَيْنَةَ، وَيَعْطِفُ عَلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَاخْتَلَفَا طَعْنَتَيْنِ فَعَقَرَ الْأَخْرَمُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ، وَطَعَنَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَقَتَلَهُ فَتَحَوَّلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَلَى فَرَسِ الْأَخْرَمِ فَيَلْحَقُ أَبُو قَتَادَةَ، بِعَبْدِ الرَّحْمَنِ، فَاخْتَلَفَا طَعْنَتَيْنِ فَعَقَرَ بِأَبِي قَتَادَةَ، وَقَتَلَهُ أَبُو قَتَادَةَ، فَتَحَوَّلَ أَبُو قَتَادَةَ، عَلَى فَرَسِ الْأَخْرَمِ، ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمَاءِ الَّذِي جَلَّيْتُهُمْ عَنْهُ ذُو قَرَدٍ، «فَإِذَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَمْسِمِائَةٍ فَأَعْطَانِي سَهْمَ الْفَارِسِ وَالرَّاجِلِ».

ترجمہ: ایاس بن سلمہ نے اپنے والد سلمہ بن اکوعؓ سے روایت کیا ہے کہ عبد الرحمن بن عیینہ فزاری نے نبی کریم ﷺ کے اُونٹوں کو لوٹ لیا اور آپ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر ڈالا اور وہ اور اس کے گھوڑ سوار ساتھی اُونٹوں کو ہنکاتے ہوئے چل دیئے۔ تو میں نے مدینہ منورہ کی جانب اپنا رُخ کیا اور تین مرتبہ پُکارا: یاصباحاہ! اس کے بعد میں لوٹنے والے لوگوں کے پیچھے چل پڑا اور ان کے تیر مار کر ان کو زخمی کرتا جاتا تھا۔ جب ان میں سے کوئی سوار میری جانب رُخ کرتا تو میں کسی درخت کی جڑ میں چھپ جاتا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے جتنے اُونٹ تھے میں نے وہ تمام اپنے پیچھے کر لئے۔ (یعنی آپ ﷺ کے تمام اُونٹ ڈاکوؤں سے آزاد کرا لئے) اور ان لوگوں نے اپنے تیس سے زیادہ نیزے اور تیس سے زیادہ چادریں پھینک دیں تاکہ انکا بوجھ ہلکا ہو جائے (اور فرار ہونے میں سہولت ہو) اتنے میں عبد الرحمن کا والد عیینہ مدد کیلئے پہنچ گیا اس نے کہا تم لوگوں میں سے کچھ افراد اس شخص کی جانب جائیں (یعنی سلمہ بن اکوع کی جانب جاؤ اور اس کو قتل کر ڈالو) سلمہ کہتے ہیں ان لوگوں میں سے چار افراد میری جانب بڑھے اور وہ پہاڑ پر چڑھ گئے جب وہ لوگ اس قدر فاصلہ پر ہو گئے کہ ان کو میری آواز پہنچے تو میں نے کہا تم لوگ مجھے پہچانتے ہو انہوں نے کہا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ اس ذاتِ اقدس کی قسم کہ جس نے حضرت محمد ﷺ کے چہرۂ انور کو بزرگی عطا فرمائی تم میں سے کوئی شخص مجھ کو پکڑنا چاہے تو کبھی بھی پکڑ نہ پائے گا اور میں جسے چاہوں گا وہ نہیں بچ سکے گا پھر کچھ دیر ہوئی تھی کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے سواروں کو دیکھا کہ وہ درختوں میں سے چلے آرہے ہیں۔ ان میں سب سے آگے اخرم اسدی تھے وہ عبد الرحمن بن عیینہ فزاری سے (یعنی ڈاکوؤں کے سردار) تک پہنچ گئے عبد الرحمن نے ان کو دیکھا دونوں میں مڈ بھیڑ ہوئی اور اخرم نے عبد الرحمن کے گھوڑے کو ہلاک کر دیا اور عبد الرحمن نے اخرم کو قتل کر ڈالا۔ پھر عبد الرحمن اخرم کے گھوڑے پر سوار ہوا اسکے بعد ابو قتادہ (آپ کے خاص سوار) نے عبد الرحمن کو جا لیا اور

اس سے مڈبھیڑ ہوئی اور ابو قتادہ کا گھوڑا عبد الرحمٰن نے قتل کر دیا اور ابو قتادہ نے عبد الرحمٰن کو قتل کر دیا۔ پھر ابو قتادہ اخرم کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اسکے بعد میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت اس پانی کے پاس تھے کہ جس کا نام ذو قرد تھا جہاں سے میں نے ڈاکوؤں کو مار بھگایا تھا اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ پانچ سو آدمیوں پر مشتمل لشکر تھا۔ اور آپ ﷺ نے مجھے گھوڑ سوار اور پا پیادہ دونوں کا حصہ عطا فرمایا۔

تخریج سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٥٢) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤٨/٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٥٤/٤)

شرح الحديث **قصة غزوة الغابة:** یہ قصہ غزوۃ الغابہ اور غزوۂ ذی قرد سے مشہور ہے، غابہ ایک جگہ کا نام ہے احد کی جانب اس سے آگے مدینہ سے ایک برید یعنی ایک منزل کے فاصلہ پر، یہ کس سنہ میں پیش آیا اس میں اختلاف ہے، تمام اہل سیر نے تو اس کو قبل الحدیبیہ لکھا ہے اور بخاری کی روایت میں: قبل خيبر بثلاثة أيام [1] ہے یعنی ۷ھ میں، اس غزوہ کا منشا خود اس روایت میں مذکور ہے، حضور اقدس ﷺ کی بیس اونٹنیاں دودھ والی وہاں چرتی تھیں، حضرت ابو ذر غفاریؓ کے بیٹے ان کے نگران اور راعی تھے خود ابو ذرؓ اور ان کی اہلیہ بھی وہاں مقیم تھیں، عبد الرحمٰن بن عیینہ نے جو کہ کافر تھا (نام اگرچہ اسلامی ہے) چالیس سواروں کے ساتھ ان اونٹنیوں پر غارت گری کی، چرواہے کو قتل کیا اور وہ سب ان اونٹنیوں کو ہنکا لے گئے تو حضور ﷺ پانچ سو صحابہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہو گئے غابہ کی طرف اور سلمہ بن الاکوعؓ جن کی دوڑ ضرب المثل تھی وہ سنتے ہی آپ ﷺ سے بھی پہلے اس طرف کو دوڑ پڑے اور چلتے وقت مدینہ کی طرف رخ کر کے تین مرتبہ آواز لگائی: يا صباحاه یہ جملہ استغاثہ کیلئے ہوتا ہے، لوگوں کو باخبر اور متوجہ کرنے کیلئے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کا بہت قوت سے پیچھا کیا تیروں کے ذریعہ ان کی سواریوں کو زخمی کرتا چلا گیا، جب ان میں سے کوئی میری طرف متوجہ ہوتا تھا تو میں درخت کی آڑ میں ہو جاتا تھا اور پھر تیر چلاتا ہوا آگے دوڑنے لگتا تھا یہاں تک کہ حضور ﷺ کی جتنی اونٹنیاں تھیں وہ ایک ایک کر کے پیچھے رہ گئیں اور میں ان کے پیچھے دوڑتا ہی رہا، اس دوڑنے میں ان مشرکین نے اپنے اوپر سے تقریباً تیس چادریں اور اتنے ہی نیزے راستہ میں پھینک دیئے بوجھ ہلکا کرنے کیلئے تا کہ دوڑنا آسان ہو، اب ایک جگہ پہنچ کر عبد الرحمٰن کا باپ عیینہ خبر سن کر ان لٹیروں کی حمایت کیلئے آپہنچا، یہ لٹیرے بھی اب تک تو ان کے حواس باختہ تھے غالباً یہ سمجھ رہے تھے نہ جانے ہمارے پیچھے تعاقب میں کتنے لوگ آرہے ہیں، لیکن عیینہ کے پہنچنے پر یہ لوگ سنبھلے، اور میں بھی اب ذرا سنبھلا کہ اب شاید مقابلہ کی نوبت آئے گی اس لئے ایک دم ایک پہاڑی پر چڑھ گیا، پہاڑی کے نیچے یہ سب مشرکین کھڑے تھے اور میں اوپر پہنچ چکا تھا تو عیینہ نے کہا: اپنے ساتھیوں سے کہ تم میں چند اشخاص پہاڑ پر چڑھو، چنانچہ چار آدمیوں نے میری طرف رخ کیا اور پہاڑ پر چڑھنے لگے، جب وہ

---

[1] قال البخاري: وهي الغزوة التي أغاروا [فيها] على لقاح النبي ﷺ قبل خيبر بثلاث (صحيح البخاري - كتاب المغازي - باب غزوة ذات القرد)

پہاڑ پر چڑھتے چڑھتے مجھ سے اتنے قریب ہوگئے کہ وہ میری آواز سن سکیں (یہی ترجمہ ہے فَلَمَّا أَسْمَعْتُهُمْ کا) تو میں نے اب ان سے بات چیت شروع کی، مقصود ان کو باتوں میں بھی لگانا تھا اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف کچھ مددی بھیجیں گے جس طرح ان کے پاس مدد پہنچی اور انہیں للکار کے کہا: أَتَعْرِفُونِي؟ ارے تم لوگ مجھے پہچانتے بھی ہو میں کون ہوں؟ انہوں نے پوچھا کہ تو ہی بتلا کہ تو کون ہے، میں نے کہا: میں ابن الاکوع ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عزت عطا فرمائی ہے تم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں کہ دوڑ کر مجھے پکڑ سکے، اور تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ میں اس کو پکڑنا چاہوں اور وہ میرے ہاتھ سے نکل جائے، سلمہ کہتے ہیں: میں ان سے اسی قسم کی بات کرتا رہا (اور وہ بھی باتوں میں لگ کر اوپر چڑھنے سے رک گئے) یہاں تک کہ میں نے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھڑ سواروں کو جو درختوں کے بیچ میں سے دوڑتے ہوئے آرہے تھے ان آنے والوں میں سب سے پہلے اخرم اسدیؓ تھے، اس کے بعد اس واقعہ کا جو حصہ باقی رہ گیا وہ ہمارے یہاں باب الرجل یعرف دابته کے ذیل میں گزر گیا اس کو وہاں دیکھا جائے اس کے بعد پھر اس واقعہ میں یہ ہے: ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمَاءِ الَّذِي جَلَّيْتُهُمْ عَنْهُ ذُو قَرَدٍ یعنی پھر میں صحیح سالم لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آرہا تھا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس چشمہ پر پہنچ چکے تھے جہاں سے میں نے ان لٹیروں کو ہانکا تھا یعنی ذو قرد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت پانچ سو صحابہ کے ساتھ تھے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک حصہ تو فارس کا دیا اور ایک راجل کا، راجل کا تو اسلئے کہ یہ راجل تو تھے ہی، اور فارس کا بطریق نفل کے۔

اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے مناسبت اس طرح ہو سکتی ہے کہ جن پانچ سو صحابہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذو قرد پہنچے تھے مدینہ سے ان کو تو جیش تصور کیا جائے اور سلمہ بن الاکوعؓ اور ان کے ساتھیوں کو اصحاب سریہ، اور غنیمت کا عسکر کی طرف لوٹانا بھی یہاں پر پایا گیا کہ سلمہؓ نے وہ سب کچھ سامان لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا، اور سریہ کو بطور نفل کے دیا جانا وہ بھی یہاں پایا گیا، لہٰذا حدیث کا ترجمۃ الباب پر انطباق ہو گیا یہ قصہ صحیح مسلم میں اس سے زائد تفصیل سے مذکور ہے۔ والحدیث أخرجه مسلم [1] اتم من هذا۔

١٦٠ ۔ بَابٌ فِي النَّفَلِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمِنْ أَوَّلِ مَغْنَمٍ

(مالِ غنیمت میں سے سونے چاندی بطور نفل دینے اور پہلی غنیمت میں سے نفل دینے کا بیان)

ترجمۃ الباب کی تشریح: یہ ترجمۃ الباب دقیق ہے، اس میں دو جزء ہیں: ① اول یہ کہ کیا امام کیلئے جائز ہے کہ وہ سونا چاندی بطور نفل کسی غازی کو دے؟ عند الجمہور جائز ہے، اس میں امام اوزاعیؒ کا اختلاف منقول ہے، ان کے نزدیک نفل میں

[1] صحیح مسلم - کتاب الجهاد والسير - باب غزوة ذي قرد وغيرها ١٨٠٧

سونا چاندی نہیں دیا جائے گا، بلکہ اور دوسرا سامان اسلحہ وغیرہ، ② اور ترجمہ کا جزء ثانی ہے النفل من أول مغنم، أَوّلِ مَغْنَمٍ کے مفہوم میں اختلاف ہے، صاحب عون المعبود نے اس کا مصداق لکھا ہے: مایحصل ابتداء بسبب الجهاد والقتال، یعنی دارالحرب میں داخل ہونے سے پہلے میدان جنگ میں جہاد وقتال کے ذریعہ جو مشرکین کا مال حاصل ہو یعنی وہی جس کو مال غنیمت کہتے ہیں نیز انہوں نے لکھا کہ یہ مقابل ہے مباحات دارالحرب کا یعنی دارالحرب کے اندر کی چیزیں جو مسلمانوں کو حاصل ہوئی ہیں اس کو فتح کرنے کے بعد [1]، اور حضرتؒ نے بذل میں أَوّلِ مَغْنَمٍ کے معنی احتمالاً یہ لکھے ہیں: مایحصل من الغنيمة قبل القتال إذا دخل عسكر الإسلام دار الحرب، فحصلت لهم غنيمة من قبل أن يقاتلوا بقوة الجيش، یعنی کفار کا وہ مال جو حاصل ہو دارالحرب میں داخل ہونیکے بعد بغیر قتال کے نوبت آئے محض قوت جیش سے [2]، جس کا حاصل بظاہر مال فیٔ ہوا، اور پھر آگے حضرتؒ نے لکھا ہے کہ غالباً اس سے اوزاعیؒ کے قول کی طرف اشارہ ہے چنانچہ حافظؒ نے فتح الباری میں امام اوزاعیؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ اول غنیمت سے نفل نہ دیا جائے اور نہ ذہب وفضہ کو بطور نفل دیا جائے، وخالفه الجمهور [3]، حضرتؒ فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ مصنف کا میلان بھی دونوں مسئلوں میں اسی طرف ہے، اب خلاصہ اس سب کا یہ ہوا کہ حضرتؒ کے نزدیک أَوّلِ مَغْنَمٍ سے مراد مال فیٔ ہے اور یہ کہ مصنف کا میلان امام اوزاعیؒ کے مسلک کی طرف ہے، یعنی دونوں مسئلوں میں عدم جواز نفل۔ یعنی لایجوز النفل من الذهب والفضة ولا من مال الفئ، اور صاحب عون کی رائے یہ ہے کہ أَوّلِ مَغْنَمٍ سے مراد غنیمت، اور مصنفؒ کا میلان مسلک جمہور کی طرف ہے مسئلتین میں، یعنی جواز نفل، سونے چاندی سے بھی اور مال غنیمت سے بھی، اور احقر کی رائے یہ ہے جو شارحین کی رائے اور حدیث الباب میں غور کر کے ہوئی ہے کہ أَوّلِ مَغْنَمٍ سے مراد تو وہی ہے جو حضرتؒ فرما رہے ہیں مایحصل بدون القتال، یعنی مال فیٔ، لیکن مصنفؒ کی رائے یہ سمجھ میں آتی ہے کہ نفل من الذهب والفضة میں تو ان کی رائے مثل جمہور کے ہے، یعنی جواز، اور أَوّلِ مَغْنَمٍ یعنی مال فیٔ میں عدم جواز نفل، کیونکہ وہ تمام غانمین کا حق ہے، جب وہاں قتال ہی کی نوبت نہیں آئی تو پھر نفل کے کیا معنی، نفل تو تشجیع علی القتال کے لئے دیا جاتا ہے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ حدیث الباب سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ آگے آئیگا۔

۲۷۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِي الْجُوَيْرِيَةِ الْجَرْمِيِّ، قَالَ: أَصَبْتُ بِأَرْضِ الرُّومِ جَرَّةً حَمْرَاءَ فِيهَا دَنَانِيرُ فِي إِمْرَةِ مُعَاوِيَةَ وَعَلَيْنَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ يُقَالُ لَهُ: مَعْنُ بْنُ يَزِيدَ فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَعْطَانِي مِنْهَا مِثْلَ مَا أَعْطَى رَجُلًا مِنْهُمْ. ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا أَنِّي

[1] عون المعبود على سنن أبي داود — ج ۷ ص ۴۳۲

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۲ ص ۳۷۴

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٦ ص ۲۴۱

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا نَفْلَ إِلَّا بَعْدَ الْخُمُسِ» لَأَعْطَيْتُكَ. ثُمَّ أَخَذَ يَعْرِضُ عَلَيَّ مِنْ نَصِيبِهِ فَأَبَيْتُ.

ترجمہ: حضرت ابو الجویریہ جرمی سے مروی ہے کہ میں نے خلافت معاویہؓ میں سرزمین روم میں سے ایک لال رنگ کا مٹکا پایا اس میں دینار تھے۔ اس وقت قبیلہ بنی سلیم میں سے نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی ہم لوگوں کے امیر تھے ان کو معن بن یزید کہا جاتا تھا۔ میں وہ مٹکا انکی خدمت میں لایا تو انہوں نے دینار مسلمانوں میں تقسیم کر دیے اور مجھے بھی اُسی قدر دیا کہ جتنا حصہ ہر شخص کو دیا پھر انہوں نے کہا کہ اگر میں نے نبی کریم ﷺ جو فرماتے تھے وہ نہ سنا ہوتا کہ زیادہ حصہ نہیں نکالنا ہے مگر پانچواں حصہ نکالنے کے بعد تو میں دیگر حضرات کی بہ نسبت تمہیں زیادہ دیتا۔ اس کے بعد وہ اپنے حصہ میں سے مجھے دینے لگے میں نے لینے سے انکار کر دیا۔

۲۷۵۴ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ.

ترجمہ: عاصم بن کلیب سے اسی طرح پر روایت بیان کی گئی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۵۳) مسند أحمد - مسند المكيين (۳/۴۷۰)

شرح الاحادیث: ابو الجویریہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ کی خلافت کے زمانہ میں سرخ رنگ کی گھڑیا ارض روم میں ملی، جس میں دنانیر تھے، اور اس وقت ہمارے امیر ایک صحابیؓ تھے قبیلہ بنو سلیم کے جن کا نام معن بن یزیدؓ تھا، میں وہ گھڑیا لیکر ان کے پاس آیا، انہوں نے جب ہی وہ دنانیر مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیئے اور میرا حصہ بھی اتنا ہی لگایا جتنا سب کا لگایا یعنی مجھے بطریق نفل کے کچھ زائد نہیں دیا اور پھر مجھ سے بطور معذرت کے یہ کہا کہ اگر میں نے حضور ﷺ سے یہ حدیث سنی نہ ہوتی: لَا نَفْلَ إِلَّا بَعْدَ الْخُمُسِ تو میں تم کو ضرور کچھ زائد دیتا، اور پھر اس کے بعد اپنے حصہ میں سے کچھ مجھ کو پیش کرنے لگے کہ یہ لیلو تو میں نے لینے سے انکار کیا، معن بن یزیدؓ نے عدم جواز نفل پر اس حدیث سے استدلال کیا لَا نَفْلَ إِلَّا بَعْدَ الْخُمُسِ کیونکہ اس حدیث سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نفل اس مال میں سے ہوا کرتا ہے جس میں خمس واجب ہوتا ہو، اور یہ جو مال تھا گھڑیا والا اس میں خمس ہے نہیں کیونکہ یہ تو مال فیٔ تھا خمس تو مال غنیمت میں سے لیا جاتا ہے نہ کہ مال فیٔ سے، لہٰذا اس میں سے نفل بھی نہیں ہو گا۔

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت: ہم نے اوپر یہ لکھا تھا کہ مصنف کا میلان [1] أَوَّلِ مَغْنَمٍ والے مسئلہ میں عدم جواز نفل کی طرف ہے، یہ تو بظاہر ثابت ہو گیا اور ذہب وفضہ والے مسئلہ میں ہم نے یہ کہا تھا کہ اس میں مصنفؒ جواز نفل کے قائل ہیں، یہ دوسرا مسئلہ بھی بظاہر حدیث الباب سے ثابت ہو رہا ہے کیونکہ معن بن یزیدؓ نے اس مال میں سے عدم نفل کے سبب کو منحصر کیا ہے اس بات میں کہ یہ مال فیٔ ہے مال غنیمت نہیں معلوم ہوا........ اگر یہی مال، مال

[1] یہ جو ہم نے کہا کہ مصنفؒ کا میلان اسطرف ہے یہ اس بناء پر کہ حدیث الباب سے ہمارے نزدیک یہی ثابت ہو رہا ہے، لیکن مسئلہ چونکہ اجتہادی ہے اس لئے ضروری نہیں کہ مصنفؒ کی رائے یہی ہو، اور ترجمۃ الباب میں مصنفؒ نے اپنی رائے کا اظہار فرمایا نہیں، ۱۲۔

غنیمت سے ہوتا تو اس میں سے بطور نفل دیدیتے، اور انکا ذہب ہونا مانع نہ ہوتا نفل سے، لہذا ثابت ہو گیا کہ ذہب وفضہ سے نفل دیا جا سکتا ہے، میرے نزدیک یہ ترجمۃ الباب اور پھر مصنفؒ کی اس سے غرض اور پھر حدیث الباب کی اس غرض سے مطابقت یہ اچھی خاصی دقیق بحث ہے، بعض تراجم ہر کتاب میں مشکل ہوا ہی کرتے ہیں، اور بخاری کے تراجم کی باریکی اور دقت اور غموض تو مشہور بات ہے۔

یہ حدیث اس کتاب کے علاوہ بظاہر صحاح ستہ میں تو کہیں اور ہے نہیں، شیخ محمد عوامہؒ نے لکھا ہے کتاب السیر للفزاری میں اسی متن وسند کے ساتھ ہے۔

۱۶۱ - بَابٌ فِي الْإِمَامِ يَسْتَأْثِرُ بِشَيْءٍ مِنَ الْفَيْءِ لِنَفْسِهِ

﴿مشرکین سے جو مال ہاتھ آئے امام اس میں سے اپنے لئے کچھ رکھ لے﴾

فئ کا اطلاق غنیمت پر بھی ہوتا ہے، اس ترجمۃ الباب میں فئ سے غنیمت ہی مراد ہے، یعنی مال غنیمت میں سے امام اپنے لئے کسی خاص چیز کا انتخاب کر سکتا ہے؟ سہم غنیمت کے علاوہ؟ جواب یہ ہے: لیس لاحد بعدہ علیہ الصلوۃ والسلام حضور ﷺ کو تو اس بات کا حق تھا کہ آپ ﷺ مال غنیمت میں سے کوئی سی ایک چیز جو پسند ہو وہ لے سکتے تھے، جس کا نام سہم صفی ہے، اور اس پر آگے مستقل باب بھی آرہا ہے، لیکن آپ ﷺ کے بعد کسی امام کے لئے بالاتفاق اس طرح لینا جائز نہیں۔

۲۷۵۵ - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ الْأَسْوَدَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَبَسَةَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَعِيرٍ مِنَ الْمَغْنَمِ، فَلَمَّا سَلَّمَ أَخَذَ وَبَرَةً مِنْ جَنْبِ الْبَعِيرِ، ثُمَّ قَالَ: «وَلَا يَحِلُّ لِي مِنْ غَنَائِمِكُمْ مِثْلُ هَذَا إِلَّا الْخُمُسُ، وَالْخُمُسُ مَرْدُودٌ فِيكُمْ».

ترجمہ حضرت عمرو بن عبسہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہم لوگوں کو مالِ غنیمت کے ایک اُونٹ کی جانب رُخ کر کے نماز پڑھائی یعنی آپ ﷺ نے اُونٹ کو سترہ بنالیا۔ پھر جب آپ ﷺ نے نماز کا سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے اُونٹ کے پہلو میں سے ایک بال لیا اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے اموالِ غنیمت میں سے اس بال کے برابر بھی میرے لئے حلال نہیں ہے۔ بجز خمس کے اور وہ خمس بھی تم لوگوں کی ضرورت میں استعمال کیا جاتا ہے۔

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ نے ایک مرتبہ غنیمت کے اونٹوں میں سے کسی اونٹ کو سترہ بنا کر اسکی طرف رخ کر کے نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد اونٹ کی کمر سے اپنی مٹھی میں بال پکڑنے کے بعد فرمایا کہ خمس کے علاوہ میرے لئے مال غنیمت میں سے ایک مٹھی بھی لینا جائز نہیں ہے، اور وہ خمس جو لیتا ہوں وہ بھی تم پر ہی خرچ کر دیا جاتا ہے، اس حدیث میں خمس سے مراد خمس الخمس ہے، جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا کہ کل مال غنیمت میں خمس نکال کر پھر خمس کو پانچ حصوں تقسیم کیا جاتا ہے جس میں ایک حصہ آپ ﷺ کا ہے، لہذا آپ ﷺ کا حصہ خمس الخمس ہوا، لیکن مجازاً اس کو خمس سے تعبیر کر دیا۔

آپ ﷺ کیلئے مال غنیمت میں تین حصے ہوتے تھے: لیکن اسکے بعد آپ سمجھئے کہ آپ ﷺ کیلئے مال غنیمت میں سے تین حصے ہوتے تھے ایک یہی جو ابھی مذکور ہوا، دوسرا سھم کسھم احد الغانمین، اور تیسرا سھم صفی جو اس ترجمۃ الباب میں مذکور ہے، تو جب آپ ﷺ کیلئے غنیمت میں تین قسم کے حصے تھے تو پھر آپ ﷺ نے اس حدیث میں صرف ایک میں کیوں انحصار فرمایا؟ اسکا جواب بذل میں حضرت ؒ نے یہ دیا ہے کہ اس روایت میں اختصار ہے، مسند أحمد [1] کی روایت میں اس پر زیادتی ہے: إِلَّا نَصِيبِي مَعَكُمْ کی، یعنی ایک وہ حصہ جو سبھی کیلئے ہوتا ہے، حضرت ؒ نے تو بذل میں اتنا ہی لکھا ہے، لیکن میرے خیال میں ابھی اشکال باقی ہے، وہ یہ کہ آپ ﷺ کیلئے ایک تیسرا حصہ بھی تو تھا یعنی سھم صفی، اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ سھم صفی کے بارے میں یہ اختلاف ہو رہا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے لئے ہر غنیمت میں ہوتا تھا یا صرف اس صورت میں جب آپ ﷺ اس غزوہ میں خود بھی شریک ہوں، بخلاف سہم غنیمت کے کہ وہ آپ ﷺ کیلئے ہر صورت میں ہوتا تھا، اگر آپ ﷺ غزوہ میں شریک نہ ہوں تب بھی۔ والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه من حديث عبادة بن الصامت بنحوه، وروى أيضا من حديث جبير بن مطعم، والعرباض سارية. قاله المنذري۔

١٦٢ ـ بَابٌ فِي الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ

معاہدہ پورا کرنا لازم ہے

٢٧٥٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ [2]".

ترجمہ حضرت ابن عمر ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عہد شکنی کرنے والے شخص کیلئے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے (تاکہ تمام لوگ اس کی ذلت دیکھیں)۔

تخریج صحيح البخاري - الجزية (٣٠١٦) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٢٣) صحيح البخاري - الحيل (٦٥٦٥) صحيح البخاري - الفتن (٦٦٩٤) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٣٥) جامع الترمذي - السير (١٥٨١) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٥٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٦/٢)

شرح الحديث جہاد میں مشرکین کے ساتھ چالبازی اور دھوکہ سے کام لینا تو جائز ہے بلکہ نافع ہے، اور اسکی ترغیب ہے، لیکن کسی مشرک کے ساتھ کوئی معاہدہ ہو جائے تو اسکی خلاف ورزی قطعاً جائز نہیں، وہ غدر ہے، اور غدر پر حدیث میں سخت وعید آئی ہے، چنانچہ حدیث الباب میں ہے کہ غدر کرنے والے کے ساتھ قیامت میں یہ معاملہ کیا جائے گا کہ وہ جس جگہ ہو گا

---

[1] مسند أحمد - تتمة مسند الأنصار - حديث عبادة بن الصامت ٢٢٦٩٨ (ج ٣٧ ص ٣٧١)

[2] أي هذه الهيئة الحاصلة له بجزاء غدرته (عون المعبود على سنن أبي داود - ج ٧ ص ٤٣٦)

وہاں ایک علم (جھنڈا) قائم کیا جائے گا (علم اس لئے قائم کیا جائے گا تاکہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو کر دیکھیں کہ یہ کون شخص ہے) اور اس وقت میں یہ اعلان کیا جائے گا کہ دیکھو اس شخص نے جو فلاں کا بیٹا ہے، فلاں وقت دنیا میں فلاں غدر کیا تھا، یعنی اس کے غدر کی تشہیر کر کے اس کو رسوا کیا جائے گا، شراح نے تو اس حدیث پر ہمارے خیال میں اتنا ہی لکھا ہے، لیکن حضرت گنگوہیؒ کی تقریر ترمذی، المعروف بالکوکب الدری، اس میں یہ لکھا ہے کہ اس غادر کو اس لمبی سی لکڑی پر بٹھایا جائے گا جو اس کے سرین میں داخل ہوتی چلی جائیگی [1]، والله تعالى أعلم بمراد الحديث، ويؤيده ما في بعض الروايات عند استه، والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

١٦٣ ـ بَابٌ فِي الْإِمَامِ يُسْتَجَنُّ بِهِ فِي الْعُهُودِ

امام کو صلح ناموں اور معاہدہ ناموں میں ڈھال بنایا جاتا ہے

٢٧٥٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ بِهِ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام ایک ڈھال ہے کہ جس کے سہارے جنگ کی جاتی ہے۔

تخریج صحيح مسلم - الإمارة (١٨٤١) سنن النسائي - البيعة (٤١٩٦) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٥٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٢٣/٢)

شرح الحدیث ترجمۃ الباب کا لفظ، لفظ حدیث سے ماخوذ ہے اسلئے کہ حدیث الباب میں ہے: إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ، جُنَّةٌ کہتے ہیں ڈھال کو، ڈھال ذریعہ اور وسیلہ ہوتی ہے دشمن کے حملہ سے بچنے کا، کیونکہ وہ درمیان میں حائل ہو جاتی ہے، تو ترجمۃ الباب کا مطلب یہ ہوا کہ امام ہی کے ذریعہ آڑ حاصل کی جاتی ہے معاہدوں اور صلحوں میں، یعنی عمومی صلح بین المسلمین والمشرکین اور قتال کا تعلق امام المسلمین سے ہے، ظاہر بات ہے، حکومتوں میں جو معاہدے ہوتے ہیں وہ صلح ہو یا قتال اس کا تعلق بادشاہوں ہی سے ہوتا ہے نہ کہ رعایا سے، إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ بِهِ آپ ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں کہ جز این نیست امام بمنزلہ ڈھال کے ہوتا ہے اور رعایا کے حق میں وہ وقایہ کا ذریعہ ہوتا ہے، دشمنوں کے حملوں سے اور انکی اذیتوں سے بچنے کیلئے، آگے آپ ﷺ فرما رہے ہیں: يُقَاتَلُ بِهِ، أي بأمره ورأيه، یعنی مشرکین کیساتھ قتال میں اسی کی رائے چلتی ہے اور لوگوں کو اسی کی رائے پر چلنا بھی چاہئے جو بھی وہ فیصلہ کرے قتال کا یا صلح کا، رعایا کو اس میں اس کی موافقت کرنی چاہئے..... آگے امام کو خود اختیار ہے کہ وہ جس سے مناسب سمجھے اسکے بارے میں رائے اور مشورہ لے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

---

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٤١٣

۲۷۵۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّ أَبَا رَافِعٍ أَخْبَرَهُ، قَالَ: بَعَثَتْنِي قُرَيْشٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُلْقِيَ فِي قَلْبِي الْإِسْلَامُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي وَاللهِ لَا أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي لَا أَخِيسُ بِالْعَهْدِ، وَلَا أَحْبِسُ الْبُرُدَ، وَلَكِنِ ارْجِعْ فَإِنْ كَانَ فِي نَفْسِكَ الَّذِي فِي نَفْسِكَ الْآنَ فَارْجِعْ». قَالَ: فَذَهَبْتُ، ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمْتُ قَالَ: بُكَيْرٌ وَأَخْبَرَنِي: «أَنَّ أَبَا رَافِعٍ كَانَ قِبْطِيًّا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا كَانَ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا يَصْلُحُ».

ترجمہ: حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر سے پہلے قریش نے مجھے نبی کریم ﷺ کی جانب بھیجا میں نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو میرے قلب میں اسلام ڈال دیا گیا یعنی اسلام کی عظمت میرے دِل میں قائم ہو گئی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پروردگار کی قسم کہ میں کبھی ان لوگوں کی طرف لوٹ کر نہ جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ ہی سفیروں کو قید کرتا ہوں، لہٰذا تم واپس جاؤ۔ اگر تمہارے دِل میں وہی شے قائم رہے جو کہ اس وقت (قائم) ہے یعنی اسلام کی سچائی تو تم واپس آجانا۔ ابورافع کہتے ہیں کہ میں لوٹ گیا یعنی قریش کے پاس واپس آگیا اور پھر خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوا۔ بکیر نے کہا مجھے یہ معلوم ہوا کہ ابورافع قبطی غلام تھے۔ امام ابوداوٗدؒ نے فرمایا یہ اس دور میں تھا (کہ قاصد کو مشرکین کی طرف اسلام لانے کے بعد واپس لوٹا دیا)۔ آج کے زمانہ میں (اگر قاصد مسلمان ہو جائے تو اس کو کافروں کی طرف واپس لوٹانا) صحیح نہیں ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۵۸) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۸/٦)

شرح الحدیث: ابورافعؓ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو قریش نے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا، تو گویا یہ حضور ﷺ کی خدمت میں وافد ہونے کی حیثیت سے آئے تھے، وہ کہتے ہیں جب میں نے روئے انور کی زیارت کی تو میرے دل میں فوراً اسلام کی حقانیت آگئی تو میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ! واللہ میں کفار کی طرف لوٹ کر اب نہیں جاؤں گا (وہ جس کام کیلئے آئے تھے اس سب کو بھول بھال گئے اور آپکے گرویدہ ہو گئے) آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھو! میں عہد کو نہیں توڑا کرتا (جس کے ساتھ بھی ہو) اور نہ میں ان کو جو قاصد اور ایلچی ہوتے ہیں، روکا کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تو تم لوٹ جاؤ، پس اگر جانے کے بعد تمہارے دل میں پھر وہی بات ہوئی جو اب ہے تو لوٹ آنا وہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت تو چلا گیا اور پھر موقع دیکھ کر آپ ﷺ کی طرف چلا آیا اور اسلام لے آیا، آگے روایت میں یہ ہے کہ ابورافع شروع میں قبطی غلام تھے، قبط کہتے ہیں قوم فرعون کو، بذل میں لکھا ہے کہ شروع میں یہ حضرت عباسؓ کے غلام تھے انہوں نے ان کو آزاد کر دیا تھا[1] (بظاہر قبل الاسلام مراد ہے)۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۲ ص ۳۸۰

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا كَانَ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ الخ: مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ اس طرح قاصد کو مشرکین کی طرف لوٹا دینا اس زمانہ کی بات ہے اس زمانہ میں مناسب نہیں، یعنی کفار کی طرف سے آنیوالا قاصد دارالاسلام میں پہنچنے کے بعد اگر اسلام لے آئے تو پھر اس کو لوٹانا نہیں چاہئے اگرچہ عام قاعدہ اور ضابطہ یہی ہے کہ قاصد کو نہیں روکنا چاہئے لیکن یہ صورت مستثنیٰ ہے، اور اس صورت میں اس کو لوٹانا صرف حضور ﷺ کے زمانہ میں تو جائز تھا کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی اس کے رجوع کا زبردست محرک تھی، لیکن آپ ﷺ کے بعد اس قاعدہ پر عمل نہیں ہوگا۔

روایت میں ہے لَا أَخِيسُ بِالْعَهْدِ، یہ خاء معجمہ اور یائے تحتانیہ کے ساتھ ہے، خاس یخیس کے معنی نقض کے ہیں، اور اس کے بعد جو لفظ ہے لَا أَحْبِسُ الْبُرُدَ، یہ حبس سے ہے بمعنی روکنا اور البرد جمع ہے برید کی، قاصد وایلچی۔ والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

١٦٤ ـ بَابٌ فِي الْإِمَامِ يَكُونُ بَيْنَهُ، وَبَيْنَ الْعَدُوِّ عَهْدٌ فَيَسِيرُ إِلَيْهِ

جس مدت میں حاکم وقت اور مشرکین کے درمیان معاہدہ ہو اس مدت میں امام المسلمین انکی طرف سفر کر سکتا ہے

٢٧٥٩ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْفَيْضِ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ رَجُلٍ مِنْ حِمْيَرَ قَالَ: كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ الرُّومِ عَهْدٌ وَكَانَ يَسِيرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتَّى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ غَزَاهُمْ، فَجَاءَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ أَوْ بِرْذَوْنٍ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدَرٌ، فَنَظَرُوا فَإِذَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَشُدُّ عُقْدَةً وَلَا يَحُلُّهَا حَتَّى يَنْقَضِيَ أَمَدُهَا أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ» فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ.

ترجمہ حضرت سلیم بن عامر (جو کہ قبیلہ حمیر کے ایک شخص ہیں) سے مروی ہے کہ حضرت معاویہؓ اور رومی لوگوں کے درمیان اس بات کا معاہدہ تھا (کہ ایک وقت مقررہ تک جنگ نہ کی جائے) اور معاویہؓ نے ان لوگوں کے شہروں کی جانب سفر کرنا شروع کر دیا کہ جب صلح کی مدت ختم ہو گی تو ان پر حملہ کر دیں گے۔ اتنے میں عربی گھوڑے یا ترکی گھوڑے پر سوار ہو کر ایک شخص آیا اور وہ کہتا تھا: اللہ اکبر اللہ اکبر (معاہدہ) پورا کرو عہد شکنی نہ کرو اس شخص کو جب غور سے دیکھا گیا تو وہ شخص عمرو بن عبسہؓ صحابی تھے تو معاویہؓ نے ان کے پاس ایک آدمی یہ دریافت کرنے کیلئے بھیجا (کہ اس میں عہد شکنی کیا ہے؟) تو انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جب کسی شخص اور کسی قوم کے درمیان کوئی معاہدہ ہو تو جب تک اس معاہدہ کی مدت پوری نہ ہو جائے تب تک نہ کوئی معاہدہ کرے اور نہ ہی عہد کو توڑے یا برابری کی بنیاد پر ختم کر دے۔ حضرت معاویہؓ یہ بات سن کر وہاں سے واپس آگئے۔

تخریج: جامع الترمذي - السير (١٥٨٠) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٥٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١١/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٣/٤)

شرح الحدیث: یعنی حضرت معاویہؓ اور نصاریٰ روم کے درمیان عہد تھا، اور وہ ان کے شہر کی طرف جارہے تھے، یعنی عہد پورا ہونے سے پہلے ہی جارہے تھے، اس نیت سے کہ وہاں پہنچتے پہنچتے عہد کی مدت پوری ہو جائے گی تو فوراً حملہ کریں گے تو پیچھے سے ایک شخص آیا گھوڑے سوار (بِرْذَوْنٍ کہتے ہیں غیر عربی گھوڑے کو، یعنی ترکی) یہ کہتا ہوا اور تنبیہ کرتا ہوا اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ معاہدہ کو پورا کرو، غداری نہ کرو، لوگوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پتہ چلا کہ کہنے والے عمرو بن عبسہؓ ہیں، حضرت معاویہؓ نے ان کے پاس آدمی بھیج کر معلوم کرایا تو انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی حدیث بیان کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو وہ عہد کی گرہ کو باندھے نہ کھولے، مراد یہ ہے کہ اس معاہدہ میں کوئی فرق نہ آنے دے، یہ جملہ اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے، اس کے لفظی ترجمہ کی طرف التفات نہ کیا جائے، "یہاں تک کہ معاہدہ کی مدت نہ پوری ہو جائے، یا پھر یہ کہ معاہدہ کو کھلم کھلا توڑ دیا جائے"، یعنی واضح طور پر کہہ دیا جائے کہ ہم اس معاہدہ کو ختم کرتے ہیں عَلَى سَوَاءٍ کا مطلب یہی ہے کہ معاہدہ باقی نہ رہنے کہ علم میں دونوں برابر ہوں، ایک کو دوسرے کی رائے اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ اب آئندہ کیلئے معاہدہ نہیں رکھا جاتا، گویا فسخ معاہدہ، فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ حضرت معاویہؓ یہ سن کر اپنی جگہ لوٹ آئے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت معاویہؓ کا مقصود غدر اور معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں تھی، مدت عہد پورا ہونے پر ہی وہ ان پر چڑھائی کرتے، لیکن یہ فی الجملہ خلاف احتیاط تھا، صریح عہد کے خلاف تو نہ ہوتا لیکن کہہ سکتے ہیں کہ لازم عہد کے خلاف ہوتا، کیونکہ دوسرے فریق کے ذہن میں یہ ہو سکتا ہے کہ گو مدت عہد پوری ہو گئی لیکن ہمارا خصم مدت پوری ہونے کے بعد ہی اپنے مقام سے چلے گا، هكذا في البذل عن القاري [1]، لیکن ہمارے حضرت شیخ سبق میں فرماتے تھے کہ میرے خیال میں تو اس میں نقض عہد نہیں تھا۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وقال الترمذي: حسن صحيح، قاله المنذري۔

١٦٥ - بَابٌ فِي الْوَفَاءِ لِلْمُعَاهِدِ وَحُرْمَةِ ذِمَّتِهِ

ذمی مشرک سے وفاداری اور اس کے عہد و پیمان کے قابل احترام ہونے کا بیان

٢٧٦٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ».

ترجمہ: حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے معاہدہ والے شخص کو بلاوجہ (شرعی) قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر جنت کو حرام کر دے گا (اس سے مراد ایسے مشرک کا قتل ہے جو کہ

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ٧ ص ٤٩٠، وبذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٣٨٣

دارالاسلام میں جزیہ یا ٹیکس ادا کر کے رہ رہا ہو)۔

تخریج: سنن النسائي - القسامة (٤٧٤٧) سنن النسائي - القسامة (٤٧٤٨) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٦٠) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٣٦/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٣٨/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٦/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٠/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥١/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٢/٥) سنن الدارمي - السير (٢٥٠٤)

شرح الحدیث: معاہد سے مراد ذمی، یعنی ذمی کے ساتھ وفاداری کرنا، اس کے ذمہ اور عہد کے خلاف معاملہ نہ کرنا، حدیث الباب میں ہے: جو شخص کسی ذمی کو بغیر وجہ جواز کے قتل کر دے تو اللہ تعالیٰ اس قاتل پر جنت کو حرام کر دیتے ہیں، اس قسم کی حدیثیں اپنے ظاہر پر نہیں ہوتیں، بلکہ اہل سنت کے نزدیک مؤول ہوتی ہیں، مثلاً یہ کہ دخول اولی کی نفی ہے کہ اس کیلئے ابتداءً دخول جنت کو حرام کر دیا سزا بھگتنے کے بعد جائے گا، یا یہ کہ مستحل پر محمول ہے، یا اس سے مقصد مبالغہ فی الزجر والتوبیخ ہے، واللہ تعالیٰ أعلم۔ والحدیث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

١٦٦ - بَابٌ فِي الرُّسُلِ

قاصدوں کے بارے میں

رسول سے مراد قاصد اور ایلچی، یعنی کفار کی طرف سے آنے والا وفد، اور کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ان کو قتل نہیں کیا جائیگا اگرچہ وہ کافر ہیں۔

٢٧٦١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: كَانَ مُسَيْلِمَةُ كَتَبَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَقَدْ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَشْجَعَ يُقَالُ لَهُ سَعْدُ بْنُ طَارِقٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُعَيْمِ بْنِ مَسْعُودٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ أَبِيهِ نُعَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُمَا حِينَ قَرَأَ كِتَابَ مُسَيْلِمَةَ: «مَا تَقُولَانِ أَنْتُمَا؟» قَالَا: نَقُولُ كَمَا قَالَ. قَالَ: «أَمَا وَاللهِ لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا».

ترجمہ: محمد بن اسحٰق کہتے ہیں مسیلمہ نے آنحضرت ﷺ کو خط لکھا اور دوسری روایت میں حضرت نعیم بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے مسیلمہ کذاب کے قاصدوں سے اس کا خط پڑھ کر دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیا کہتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا ہم وہی بات کہتے ہیں جو مسیلمہ نے کہی (یعنی ہم لوگ مسیلمہ کے رسول ہونے کے قائل ہیں، نعوذباللہ) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پروردگار کی قسم اگر یہ بات نہ ہوتی کہ پیغام لانے والے کو قتل نہیں کرنا چاہیے تو میں تم دونوں کی گردن مار دیتا۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٦١) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٨٨/٣)

شرح الحدیث: اس حدیث کو محمد بن اسحاق سے روایت کرنے والے ان کے شاگرد سلمہ ہیں، سلمہ یوں کہتے ہیں کہ ابن اسحاق نے مجھ سے یہ روایت ایک مرتبہ تو تعلیقاً بغیر سند کے بیان کی تھی اور ایک مرتبہ سنداً یعنی سند کے ساتھ، چنانچہ وہ سند

یہاں کتاب میں مذکور ہے۔

حدیث کا مضمون یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اس نے اپنے دو قاصدوں کے ذریعہ ایک تحریر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی، راوی حدیث نعیم بن مسعود کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تحریر کو پڑھوا کر، جس میں ظاہر ہے اس نے اپنی نبوت کی بات لکھی ہو گی، تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان دونوں قاصدوں سے پوچھا کہ تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ جو وہ کہتا ہے وہی ہم کہتے ہیں یعنی اس کی تصدیق کرتے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واللہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تمہاری گردنیں مروا دیتا۔

یہ دو قاصد جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے ان کا نام مسند أحمد کی روایت میں ابن النواحہ، اور ابن اثال آیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: جَاءَ ابْنُ النَّوَّاحَةِ وَابْنُ أُثَالٍ رَسُولَا مُسَيْلِمَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمَا: "أَتَشْهَدَانِ أَنِّي رَسُولُ اللهِ؟"، قَالَا: نَشْهَدُ أَنَّ مُسَيْلِمَةَ رَسُولُ اللهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "آمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهِ، لَوْ كُنْتُ قَاتِلًا رَسُولًا لَقَتَلْتُكُمَا" قَالَ عَبْدُ اللهِ: "قَالَ: فَمَضَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ"[1]، پوری حدیث بذل میں مذکور ہے۔

۲۷۶۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللهِ فَقَالَ: مَا بَيْنِي وَبَيْنَ أَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ حِنَةٌ، وَإِنِّي مَرَرْتُ بِمَسْجِدٍ لِبَنِي حَنِيفَةَ، فَإِذَا هُمْ يُؤْمِنُونَ بِمُسَيْلِمَةَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ عَبْدُ اللهِ فَجِيءَ بِهِمْ فَاسْتَتَابَهُمْ، غَيْرَ ابْنِ النَّوَّاحَةِ قَالَ لَهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَوْلَا أَنَّكَ رَسُولٌ لَضَرَبْتُ عُنُقَكَ» فَأَنْتَ الْيَوْمَ لَسْتَ بِرَسُولٍ"، فَأَمَرَ قَرَظَةَ بْنَ كَعْبٍ فَضَرَبَ عُنُقَهُ فِي السُّوقِ، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى ابْنِ النَّوَّاحَةِ قَتِيلًا بِالسُّوقِ».

ترجمہ حضرت حارثہ بن مضرب سے روایت ہے کہ وہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیان کیا کہ میرے اور کسی عرب کے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں قبیلہ بنی حنیفہ کی ایک مسجد کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ لوگ مسیلمہ کذاب پر ایمان لائے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے یہ بات سن کر ان لوگوں کو طلب کیا اور ان سے توبہ استغفار کرنے کیلئے فرمایا۔ تو ابن نواحہ کے علاوہ سب نے اس غلط عقیدے سے توبہ کی عبد اللہؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اگر تم قاصد نہ ہوتے تو میں تمہاری گردن مار ڈالتا پس آج کے دن تم قاصد نہیں ہو۔ پھر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے قرظہ بن کعب کو حکم دیا انہوں نے بازار میں اس کو قتل کر ڈالا اسکے بعد حضرت عبد اللہ بن

---

[1] مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة - مسند عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه ٣٧٦١ (ج٦ ص٣٠٦)، وبذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٢ ص ٣٨٥

مسعودؓ نے کہا جو شخص ابن نواحہ کو دیکھنا چاہے تو وہ بازار میں جاکر مشاہدہ کرلے کہ وہ قتل کیا ہوا پڑا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٦٢) سنن الدارمي - السير (٢٥٠٣)

شرح الحدیث ایک شخص نے آکر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جبکہ وہ کوفہ کے والی تھے یہ کہا کہ دیکھو میرے اور اہل عرب کے درمیان کوئی عداوت اور دشمنی نہیں ہے (یعنی جو بات میں کہنے آیا ہوں کسی دشمنی کی وجہ سے نہیں بلکہ صحیح بات ہے) اور پھر اس نے یہ کہا کہ میں قبیلہ بنو حنیفہ کی ایک مسجد میں کو گزرا تو میں نے دیکھا اس مسجد والوں کو کہ وہ مسیلمہ کی تصدیق کرتے ہیں، حضرت عبداللہؓ نے ان کو آدمی بھیج کر بلوایا، آنے کے بعد ان سے استتابۃ کرائی تو ان سب نے توبہ کرلی، سوائے ابن النواحہ کے، تو اس پر عبداللہ بن مسعودؓ نے ابن النواحہ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تیری گردن مروادیتا، اسکے بعد عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ تو اس وقت قاصد نہیں ہے اور یہ کہہ کر اسکو سربازار قتل کرادیا، اور یہ اعلان کرادیا جو ابن النواحہ کو مقتول دیکھنا چاہئے دیکھ لے۔ والحدیث أخرجه النسائي۔

١٦٧ - بَابٌ فِي أَمَانِ الْمَرْأَةِ

اگر کوئی عورت کسی مشرک کو پناہ دے؟

یہ مسئلہ اس سے پہلے يَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ [1] کے ذیل میں گزرچکا کہ عورت کا امان معتبر ہے عند الأئمة الأربعة سحنون اور ابن ماجشون مالکیان کے نزدیک امان المرأة اذن امام پر موقوف ہے۔

٢٧٦٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّهَا أَجَارَتْ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ. فَقَالَ: «قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ، وَأَمَّنَّا مَنْ أَمَّنْتِ».

ترجمہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اُمّ ہانیؓ بنت ابی طالب سے مروی ہے کہ انہوں نے مکّہ معظمہ کے فتح کے دن ایک کافر کو امان دی۔ پھر آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہم نے اُس کو پناہ دی جس کو تم نے پناہ دی اور جس کو تم نے امن دیا ہم نے بھی اُسے امن دیا۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٣٥٠) صحيح البخاري - الجزية (٣٠٠٠) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٠٦) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٣٣٦) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٦٣) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٢٣) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٢٥) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٥٩) سنن الدارمي - الصلاة (١٤٥٣)

شرح الحدیث ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ام ہانیؓ (حضرت علی کی بہن) نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے فتح مکہ کے دن

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب في السرية ترد على أهل العسكر ٢٧٥١

ایک مشرک کو امن دے دیا تھا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اس کا ذکر میں نے آپ سے کیا تو وہ کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں جس کو تو نے امان دیا ہم نے بھی اس کو امان دیا (اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرر فرمایا)۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي بنحوه، قاله المنذري۔

٢٧٦٤ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «إِنْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ لَتُجِيرُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فَيَجُوزُ».

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ بیشک عورت کسی مشرک کو مسلمانوں سے امان دیتی وہ امان جائز ہوتی تھی۔

١٦٨ - بَابٌ فِي صُلْحِ الْعَدُوِّ

دشمن سے صلح کرنا

ترجمة الباب کی تشریح ومذاہب علماء: جہاد اور قتال کے ابواب چل رہے ہیں یہ باب صلح کے بارے میں ہے کہ دشمن سے صلح بھی کی جاسکتی ہے اور اصل اس میں باری تعالیٰ کا قول: وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا[1] ہے کہ اگر مشرکین صلح کی طرف مائل ہو رہے ہوں تو ان سے صلح کر لیجئے، چنانچہ جمہور کا مسلک یہی ہے کہ اگر امام کفار کے ساتھ صلح میں مصلحت سمجھے تو صلح کر سکتا ہے، اس میں بعض صحابہؓ اور تابعینؒ کا اختلاف ہے جیسے ابن عباسؓ، عطاءؒ اور مجاہدؒ وحسن بصریؒ وغیرہ، یہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے سورۂ توبہ کی آیت سے: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ[2]، اسکو آیت السیف بھی کہتے ہیں، اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ اس میں نسخ وغیرہ کچھ نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر مقابلہ کی طاقت نہ ہو اور مصالحت ممکن ہو تو پھر مصالحت کی جاسکتی ہے ورنہ اصل حکم قتال اور جہاد تو ہے ہی، مصالحت کی ضرورت ہو تو وہ بھی کر سکتے ہیں (ابن کثیر[3])۔

٢٧٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ ثَوْرٍ حَدَّثَهُمْ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ - وَسَاقَ الْحَدِيثَ - قَالَ: وَسَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِي يَهْبِطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا بَرَكَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ. فَقَالَ النَّاسُ: حَلْ، حَلْ خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا خَلَأَتْ، وَمَا ذَلِكَ لَهَا بِخُلُقٍ، وَلَكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ». ثُمَّ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يَسْأَلُونِي الْيَوْمَ خُطَّةً يُعَظِّمُونَ بِهَا حُرُمَاتِ

---

[1] اور اگر وہ جھکیں صلح کی طرف تو تو بھی جھک اسی طرف (سورة الأنفال ٦١)

[2] لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر (سورة التوبة ٢٩)

[3] تفسير القرآن العظيم لابن كثير — ج ٧ ص ١١٤

اللهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا» . ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ، فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتَّى نَزَلَ بِأَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ عَلَى ثَمَدٍ قَلِيلِ الْمَاءِ، فَجَاءَهُ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ، ثُمَّ أَتَاهُ - يَعْنِي عُرْوَةَ بْنَ مَسْعُودٍ - فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكُلَّمَا كَلَّمَهُ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ، وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ، فَضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ، وَقَالَ: أَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَتِهِ، فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَأْسَهُ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَقَالَ: أَيْ غُدَرُ، أَوَلَسْتُ أَسْعَى فِي غَدْرَتِكَ، وَكَانَ الْمُغِيرَةُ صَحِبَ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَتَلَهُمْ وَأَخَذَ أَمْوَالَهُمْ، ثُمَّ جَاءَ فَأَسْلَمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَّا الْإِسْلَامُ فَقَدْ قَبِلْنَا، وَأَمَّا الْمَالُ فَإِنَّهُ مَالُ غَدْرٍ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ» - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اكْتُبْ هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ» وَقَصَّ الْخَبَرَ - فَقَالَ سُهَيْلٌ: وَعَلَى أَنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: «قُومُوا فَانْحَرُوا، ثُمَّ احْلِقُوا» . ثُمَّ جَاءَ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ مُهَاجِرَاتٌ - الْآيَةَ - فَنَهَاهُمُ اللهُ أَنْ يَرُدُّوهُنَّ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَرُدُّوا الصَّدَاقَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَجَاءَهُ أَبُو بَصِيرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَعْنِي، فَأَرْسَلُوا فِي طَلَبِهِ فَدَفَعَهُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ، فَخَرَجَا بِهِ حَتَّى إِذْ بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ نَزَلُوا يَأْكُلُونَ مِنْ تَمْرٍ لَهُمْ، فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ لِأَحَدِ الرَّجُلَيْنِ: وَاللهِ إِنِّي لَأَرَى سَيْفَكَ هَذَا يَا فُلَانُ جَيِّدًا، فَاسْتَلَّهُ الْآخَرُ فَقَالَ: أَجَلْ قَدْ جَرَّبْتُ بِهِ. فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ: أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْهِ فَأَمْكَنَهُ مِنْهُ، فَضَرَبَهُ حَتَّى بَرَدَ، وَفَرَّ الْآخَرُ حَتَّى أَتَى الْمَدِينَةَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يَعْدُو فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْ رَأَى هَذَا ذُعْرًا» . فَقَالَ: قَدْ قُتِلَ وَاللهِ صَاحِبِي، وَإِنِّي لَمَقْتُولٌ، فَجَاءَ أَبُو بَصِيرٍ فَقَالَ: قَدْ أَوْفَى اللهُ ذِمَّتَكَ فَقَدْ رَدَدْتَنِي إِلَيْهِمْ، ثُمَّ نَجَّانِي اللهُ مِنْهُمْ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَيْلُ أُمِّهِ مِسْعَرَ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ". فَلَمَّا سَمِعَ ذَلِكَ عَرَفَ أَنَّهُ سَيَرُدُّهُ إِلَيْهِمْ. فَخَرَجَ حَتَّى أَتَى سِيفَ الْبَحْرِ وَيَنْفَلِتُ أَبُو جَنْدَلٍ فَلَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ حَتَّى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ.

ترجمہ: مسور بن مخرمہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ حدیبیہ کے سال میں ایک ہزار سے زائد صحابہؓ ہمراہ لے کر نکلے یہاں تک کہ آپ ﷺ ذوالحلیفہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ہدی کے (جانور کے) قلادہ باندھا، اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھا اور آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب گھاٹی پر پہنچے جہاں سے مکہ میں داخل ہونے کیلئے اترتے ہیں تو آپ ﷺ کی اُونٹنی آپ ﷺ کو لے کر بیٹھ گئی۔ لوگوں نے حَلْ، حَلْ کہا (یہ اُونٹ کو اُٹھانے کیلئے بولا جاتا ہے) لیکن آپ کی اُونٹنی قصوٰی نہ اُٹھی، دو مرتبہ کہا کہ قصوٰی بگڑ گئی۔ آپ نے فرمایا قصوٰی (اُونٹنی) نے ضد نہیں کی اور نہ اس کی عادت جم کر کھڑے ہونے کی ہے لیکن اسکو ہاتھی کے روکنے والے نے روک دیا (یعنی اللہ تعالیٰ نے کہ جس نے بیت اللہ کے شہید کرنے کے ارادہ والے ابرہہ کے ہاتھی کو روک دیا تھا) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذاتِ اقدس کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے آج کے دن قریش مجھ سے جو چیز بھی طلب کریں جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کا احترام ہو میں وہی چیز ان کو دونگا پھر آپ نے اُونٹنی کو کھڑا کیا اور وہ کھڑی ہوگئی اور آپ اہلِ مکہ کے راستہ سے ایک جانب کو ہوگئے اور دوسری طرف چل

دیئے یہاں تک کہ (مقام) حدیبیہ کے آخر میں ایک مقام پر کہ جہاں ایک گڑھے میں کچھ پانی تھا آپ قیام پذیر ہو گئے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں سب سے پہلے بدیل بن ورقہ خزاعی آیا۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود ثقفی آیا اور آپ ﷺ سے گفتگو کرنے لگا بات چیت کے دوران عروہ بار بار آپ کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتا۔ مغیرہ بن شعبہ جو آپ کے قریب کھڑے تھے جن کے ہاتھ میں تلوار تھی اور وہ سر پر خود پہنے ہوئے تھے انہوں نے عروہ کے ہاتھ پر تلوار کا قبضہ مارا اور کہا آپکی داڑھی مبارک کے پاس سے اپنا ہاتھ ہٹالے۔ عروہ نے سر اٹھا کر پوچھا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا مغیرہ بن شعبہ۔ عروہ نے کہا: اے مکار شخص! کیا میں نے تیری عہد شکنی کی اصلاح کرنے میں کوشش نہیں کی؟ اور اس عہد توڑنے کا واقعہ اس طرح ہے کہ مغیرہ دورِ جاہلیت میں کچھ لوگوں کو اپنے ہمراہ لے گئے تھے پھر انکو مار ڈالا اور انکا مال لوٹ لیا۔ پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مغیرہ نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام تو ہم نے قبول کر لیا لیکن ہم مال نہیں لیں گے کیونکہ وہ مکاری سے کمایا ہوا ہے۔ اسکے بعد معمر نے آخر تک حدیث بیان کی۔ نبی ﷺ نے کہا تحریر کر دیہ وہی مصالحت نامہ ہے کہ جس پر محمد نے فیصلہ کیا جو رسول اللہ ﷺ ہیں۔ پھر سارا واقعہ بیان کیا۔ سہیل نے کہا اور یہ شرط بھی ہے کہ: جو قریش میں سے آپ ﷺ کے پاس آئے اگرچہ اسلام قبول کر کے آئے تو آپ ﷺ اس کو واپس فرمادیں گے۔ جب مصالحت نامہ کی تحریر سے فارغ ہو چکے تو صحابہؓ سے فرمایا اٹھو اور قربانیاں ذبح کرو پھر سر منڈاؤ۔ اسکے بعد مکہ مکرمہ کی کچھ خواتین اسلام قبول کر کے ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں واپس کرنے سے منع فرمادیا اور ان کا مہر جو کہ ان کے مشرک شوہر کا تھا، واپس کر دیا۔ پھر آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو قریش میں سے ایک شخص جس کا نام ابو بصیر تھا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قریش نے اسکو واپس بلانے کیلئے دو افراد روانہ کئے۔ آپ ﷺ نے ابو بصیر کو انکے حوالے کر دیا وہ ان کو ساتھ لے کر نکل گئے جب ذوالحلیفہ میں آئے تو وہ وہاں پر اتر کر کھجوریں کھانے لگے ابو بصیر نے ان دونوں میں سے ایک شخص کی تلوار دیکھ کر کہا اللہ کی قسم یہ تمہاری تلوار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس نے تلوار میان سے نکال کر کہا کہ میں اس تلوار کو آزما چکا ہوں۔ ابو بصیر نے کہا کہ میں بھی تلوار دیکھنا چاہتا ہوں اس نے وہ تلوار انہیں دے دی ابو بصیر نے اس تلوار سے ہی اس کے مالک کو قتل کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا اور دوسرا ساتھی یہ (منظر) دیکھ کر فرار ہو گیا یہاں تک کہ وہ مدینہ منورہ میں آیا اور دوڑ کر مسجد میں گھس گیا آپ ﷺ نے فرمایا: یہ شخص خوف اور گھبراہٹ کے عالم میں ہے اس نے کہا میرا ساتھی قتل کر دیا گیا اور میں بھی قتل کر دیا جاؤں گا اتنے میں ابو بصیر آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے عہد مکمل کر لیا اور مجھ کو مشرکین کے حوالے کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں سے نجات عطا فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسکی یہ بات جنگ بڑھانے والی ہے، اگر اس کا کوئی ساتھی ہوتا۔ ابو بصیر نے جس وقت یہ بات سنی تو وہ سمجھ گئے کہ نبی ﷺ مجھے دوبارہ مشرکین کے حوالے کر دیں گے وہ نکلے اور دریا کے کنارے چلے گئے۔ اور ابو جندل (جو کہ سہیل کا بیٹا تھا جس نے

کہ مشرکین سے مصالحت کرائی تھی وہ اسلام لے آیا تھا اور مصالحت کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا لیکن آپ ﷺ نے صلح کے مطابق اسکو مشرکین کو لوٹا دیا تھا) وہ بھی ابو بصیر کے ساتھ شامل ہو گیا یہاں تک کہ مسلمانوں کا ایک گروہ وہاں اکٹھا ہو گیا (بعض مؤرخین نے انکی تعداد تین سو لکھی ہے۔ بذل)۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٦٠٨) صحيح البخاري - الحج (١٧١٦) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٨٣) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٢٦) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٤٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٧١) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٦٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٢٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٢٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٢٨)

شرح الحديث: **صلح حدیبیہ والی حدیث کی شرح:** اس باب میں مصنف نے صلح حدیبیہ کی اس طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کیا ہے جو بخاری میں مفصلاً مذکور ہے اس روایت میں اصحاب حدیبیہ کی تعداد ایک ہزار سے کچھ زائد بتائی ہے ان کی تعداد میں اختلاف روایات ہے جو قریب ہی میں گزر چکا کہ تیرہ سو تھے یا چودہ یا پندرہ سو، اس روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ پہنچ کر تقلید ہدی کیا اور اشعار اور عمرہ کا احرام باندھا...... وَسَاقَ الْحَدِيثَ مصنف کہہ رہے ہیں کہ راوی نے پوری حدیث بیان کی (اور میں اس کا اختصار کر کے کہیں کہیں سے اس کا اقتباس کروں گا) چنانچہ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ جب اس ثنیہ پر پہنچے کہ جس سے اہل مکہ پر اترا جاتا ہے تو وہاں پہنچ کر آپ ﷺ کی اونٹنی...... بیٹھ گئی، جس کا ظاہری سبب کچھ نظر نہ آتا تھا لوگ اس کو اٹھانے کیلئے کہنے لگے حَلْ، حَلْ، اور لوگوں نے یہ بھی کہا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ کہ آپ ﷺ کی یہ اونٹنی تو آج ہٹ کر رہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بات نہیں ہے، ہٹ نہیں کر رہی ہے، اور نہ اس کو اس کی عادت ہے وَلَكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ، بلکہ بات یہ ہے کہ اس کو چلنے سے اس ذات نے روکا ہے جو ہاتھی کا روکنے والا تھا، (ابرہہ کی چڑھائی کے وقت) یعنی اللہ تعالیٰ شانہ، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ الخ پھر آپ ﷺ نے ذرا آواز سے یہ بات فرمائی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ آج کے دن یہ مشرکین جس چیز کا بھی مجھ سے سوال کریں گے، یعنی شرط لگائیں گے صلح کے اندر تو میں اس شرط کو منظور کر لوں گا، یعنی ایسی شرط جس سے ان کی غرض مسجد حرام، بیت اللہ شریف اور احکام خداوندی کی تعظیم مقصود ہو...... اور اگر کوئی ایسی شرط لگانے لگے جس سے مسجد حرام کی یا بیت اللہ کی یا احکام خداوندی کی بے حرمتی ہوتی ہو تو منظور نہیں کی جائے گی (بیت اللہ اور مسجد حرام کی تعظیم تو مشرکین بھی کرتے تھے اور اپنے نزدیک بے حرمتی نہیں کرتے تھے، لیکن ان کی تعظیم بس اپنے مذہب کے مطابق تھی)، ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ (یعنی آپ ﷺ کے یہ فرمانے کے بعد جس کو اونٹنی بھی سن رہی تھی) آپ ﷺ نے اس کو ہانکا تو دوڑ کر چلنے لگی، یہاں تک کہ چلتے چلتے آپ ﷺ اقصائے حدیبیہ میں اترے ایک معمولی سے چشمہ پر، شروع میں آپ ﷺ کے پاس بدیل بن ورقاء خزاعی اہل مکہ میں سے آیا، اور پھر...... عروہ بن مسعود، عروہ جس وقت آپ سے بات کر رہا تھا تو بار بار آپ کی ڈاڑھی یعنی ٹھوڑی مبارک کو پکڑتا تھا جیسا کہ خوشامد کے وقت کیا جاتا ہے، اس وقت مغیرہ بن شعبہؓ آپ کے برابر میں محافظ (باڈی گارڈ)

کے طور پر مسلح کھڑے تھے، ہاتھ میں تلوار اور سر پر خود تھی، تو جب عروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھوڑی مبارک کی طرف ہاتھ لیجاتا تھا تو مغیرہ اس تلوار کو جو ان کے ہاتھ میں تھی اسکے نیچے کے حصہ یعنی قبضہ کی طرف سے اس کے ہاتھ پیر مارتے تھے اور زبان سے بھی کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی پر سے ہاتھ ہٹا، عروہ کو معلوم بھی نہیں تھا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کون کھڑا ہے، مغیرہ کے فعل السیف مارنے پر عروہ نے ان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا قال: أَيْ غُدَرُ أَوَلَسْتُ أَسْعَى فِي غَدْرَتِكَ (دیکھنے سے جب معلوم ہوا کہ یہ مارنے والا تو اپنا بھتیجا ہی ہے تو اب ذرا بولنے کی ہمت ہوئی) اور کہا اے فسادی اور غدار کیا تیری غداری کو میں بھگت نہیں رہا ہوں، آگے راوی انکے اس قصہ کی وضاحت کرتا ہے، کہ ایک مرتبہ مغیرہ زمانہ جاہلیت میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ چلے جارہے ہیں، راستہ میں مغیرہ نے اپنے ساتھیوں کو دھوکہ دے کر قتل کر دیا اور ان کا مال لوٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آکر اسلام میں داخل ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام تو تمہارا تسلیم ہے اور یہ مال جو مال غدر ہے اس کی ہمیں ضرورت نہیں، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ مصنف ؒ کو چونکہ اختصار کرنا تھا اور اسکے بعد جو اصل حدیث میں مذکور ہے اسکو ذکر کرنا نہیں تھا اسلئے کہہ دیا وَذَكَرَ الْحَدِيثَ کہ راوی نے اور بہت کچھ ذکر کیا، غرضیکہ مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو مکہ میں داخل ہونے اور عمرہ کرنے سے روک دیا، اور صلح کی بات آپ کی سامنے رکھی کے آئندہ سال تین دن کیلئے آپ عمرہ کرنے کیلئے یہاں تشریف لاسکتے ہیں، اور آپ بھی مصالحت کیلئے آمادہ ہوگئے، تو آپ نے حضرت علیؓ سے صلح نامہ لکھنے کو فرمایا، اور فرمایا کہ شروع میں اس طرح لکھو: هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَقَصَّ الْخَبَرَ، مصنف ؒ نے پھر اس سے آگے کے ٹکڑے کو حذف کر دیا، غرضیکہ جب صلح نامہ مرتب ہو رہا تھا اور شرائط لکھے جارہے تھے تو سہیل بن عمرو نے یہ بھی لکھوانا چاہا أَنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا کہ مدت صلح کے درمیان اگر کوئی ہمارا آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جائے گا تو اگرچہ وہ آپ کے دین پر ہو اسکو ہماری طرف لوٹانا ضروری ہوگا، طویل حدیث میں ہے کہ اس شرط پر صحابہ کو بہت طیش آیا جو کہ مسلمانوں کے حق میں بہت سخت تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے صحابہؓ خاموش ہوگئے، پھر فقہاء کے درمیان اس شرط کے بارے میں اختلاف ہے..... کہ ایسی شرط مشرکین کی جانب سے اگر ہو تو اس وقت بھی اسکو قبول کرنا جائز ہے یا نہیں ائمہ میں سے امام احمد ؒ کے نزدیک تو اب بھی جائز ہے، اور امام شافعیؒ ومالک ؒ کے نزدیک کفار کی اس طرح کی شرط منظور کرنا اس صورت میں جائز ہے جب اس مسلمان (جس کو لوٹایا جارہا ہے) کا وہاں یعنی دار الحرب میں عشیرہ (کنبہ اور قبیلہ جو اسکی حفاظت کر سکے)......ورنہ جائز نہیں، اور حنفیہ کے نزدیک اس شرط کا منظور کرنا اب جائز نہیں، منسوخ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی بنا پر انا بریٔ من مسلم بین مشرکین [1]، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ جب صلحنامہ لکھ کر

---

[1] قَالَ: "أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ مُقِيمٍ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ" قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ وَلِمَ؟ قَالَ: "لَا تَرَاءَى نَارَاهُمَا". (السنن الكبرى للبيهقي - كتاب القسامة - جماع أبواب كفارة القتل ١٦٤٧١ ج٨ص ٢٢٥)

تیار ہو گیا اور احصار عن العمرہ کا تحقق ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جو ہدایا تمہارے ساتھ ہیں ان کو ذبح کر دو اور حلق کرا کر حلال ہو جاؤ، ثُمَّ جَاءَ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ مُهَاجِرَاتٌ، اس صلح میں جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں چونکہ ایک شرط یہ بھی تھی جو ابھی اوپر گزری کہ اگر یہاں سے کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جائے گا تو اس کو آپ کو واپس کرنا ہو گا اگرچہ وہ اسلام میں داخل ہو گیا ہو تو اس شرط سے متعلق راوی کہہ رہا ہے کہ صلح نامہ مرتب ہو جانے کے بعد کچھ عورتیں مسلمان ہو کر مکہ سے ہجرت کر کے ادھر آ گئیں تو اب یہاں یہ مسئلہ درپیش تھا کہ ان عورتوں کو واپس کیا جائے یا نہ کیا جائے اس موقعہ پر اس آیت کریمہ کا نزول ہوا يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا جَآءَكُمُ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ مُهَٰجِرَٰتٍ فَٱمْتَحِنُوهُنَّ ٱللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَٰنِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى ٱلْكُفَّارِ الآيَةَ [1]، راوی کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اندر مسلمانوں کو اس بات سے منع کیا کہ وہ ان مہاجرات کو کفار کی طرف لوٹائیں اور نیز اس بات کا حکم کیا گیا صحابہ کو کہ ان مہاجرات میں جو زوج والی ہیں انکا مہر ان کے زوج اول کی طرف واپس کیا جائے اب یہ کہ کون واپس کرے اگر اس مہاجرہ نے یہاں آ کر کسی مسلمان سے شادی کر لی تب تو اس مہاجرہ کا یہ زوج ثانی وہ مہر لوٹائے اور اگر شادی کی نوبت نہیں آئی تو پھر اس کے مہر کے بقدر مال بیت المال سے اس کے زوج اول کو دیا جائے لیکن یہ رد مہر کا مسئلہ عام نہیں ہے، اسی صلح حدیبیہ کے ساتھ خاص ہے کمافی بیان القرآن [2]۔

اس نزول آیت کے سلسلہ میں علماء کے دو قول ہیں: ① ایک یہ کہ یہ آیت کریمہ ناسخ ہے شرائط صلح میں سے اس خاص جزء کے حق میں، گویا صلح میں جو شرط منظور کی گئی تھی رد الی الکفار کے بارے میں وہ عام تھی رجال و نساء دونوں کے حق میں، لیکن اس آیت نے آ کر اس شرط کو فی حق النساء منسوخ کر دیا، اور فی حق الرجال باقی رکھا، چنانچہ مہاجر مردوں کو جو صلح کے بعد مکہ سے مدینہ آئے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس چلے جانے کا حکم فرمایا جیسا کہ آگے خود روایت میں آ رہا ہے ② اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت ناسخ نہیں ہے بلکہ یہ مفسر ہے اور اس نے آ کر یہ وضاحت کی ہے کہ عورتیں اس شرط میں داخل ہی نہیں ہیں لہذا ان کو رد نہ کیا جائے۔

یہاں دو چیزیں قابل تنبیہ ہیں، ایک کا تعلق ہماری کتاب کے موجودہ نسخہ سے ہے وہ یہ کہ ہمارے اس نسخہ میں اس طرح ہے: ثُمَّ جَاءَ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ مُهَاجِرَاتٌ – الْآيَةَ – وہ یہ کہ یہ جملہ ثُمَّ سے مُهَاجِرَاتٌ تک یہ تو راوی کے الفاظ ہیں اور اسکا قول ہے تو اس پر الْآيَةَ لکھنے کا مطلب، الْآيَةَ تو وہاں لکھا جاتا ہے جہاں آیت شروع کر کے باقی کا اختصار کر دیا جائے یہاں تو ابھی آیت کا لفظ شروع ہی نہیں ہوا، لہذا یوں کہا جائے گا کہ یہاں کسی راوی سے یا کاتب سے عبارت میں سقوط ہو گیا، لہذا پوری عبارت اس طرح تھی ثُمَّ

---

[1] اے ایمان والو! جب آئیں تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر ان کو جانچ لو اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو پھر اگر جانو کہ وہ ایمان پر ہیں تو مت پھیرو ان کو کافروں کی طرف (سورۃ الممتحنۃ ۱۰)

[2] تسہیل بیان القرآن — ص ۱۱۳۷ (ادارۂ تالیفات اشرفیہ)

جَاءَ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ مُهَاجِرَاتٌ فانزل الله يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ الآية دراصل مہاجرات کا لفظ یہاں عبارت میں دو جگہ تھا ایک راوی کے کلام میں اور دوسرا آیت میں تو کاتب کی نظر اول جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو گئی اور اس نے پہلی ہی جگہ الآیۃ لکھدیا۔

دوسری چیز قابل تنبیہ یہ ہے کہ اس روایت میں آگے یہ ہے ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ، لہٰذا اس روایت کے سیاق کا تقاضا یہ ہے کہ ان مہاجرات کی آمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی حدیبیہ ہی میں یا مدینہ کے راستہ میں ہو گئی تھی حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں، بلکہ ان نساء مہاجرات کی آمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ پہنچنے کے کچھ دن بعد ہوئی تھی، کذا فی البذل عن الحافظ، واللہ تعالیٰ اعلم [1]۔

فَجَاءَهُ أَبُو بَصِيرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَعْنِي، فَأَرْسَلُوا فِي طَلَبِهِ فَدَفَعَهُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ: یعنی صلح حدیبیہ کے کچھ دن بعد ابو بصیرؓ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آئے، ان کے آتے ہی کفار کی طرف سے دو آدمی ان کو لینے کیلئے آگئے ان دو آدمیوں کے نام اس روایت میں تو مذکور نہیں بذل میں ہے ایک کا نام خنیس بن جابر ہے اور دوسرا شخص اس کا مولی یعنی آزاد کردہ غلام جس کا نام کوثر تھا [2]، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر کو ان دونوں شخصوں کے حوالہ کر دیا (یہی شرط دراصل بہت سخت اور مسلمانوں کو ناگوار تھی جس سے وہ بہت چین بجبیں ہوئے تھے، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی امت کے حق میں ماں باپ سے بھی زیادہ کریم اور شفیق ہیں اسلام اور مسلمانوں کی عمومی اور اجتماعی مصالح کے پیش نظر اس شرط کو منظور فرما لیا تھا) یہ دو شخص ابو بصیر کو لے کر مدینہ سے باہر ابھی ذوالحلیفہ ہی تک پہنچے تھے، کچھ کھانے پینے کی نیت سے وہاں اترے، ابو بصیر نے خنیس کے ہاتھ میں جو تلوار تھی اس کو دیکھ کر کہا کہ واللہ تمہاری یہ تلوار تو بڑی عمدہ ہے (اوچھے آدمی اپنی تعریف سے خوش ہوا ہی کرتے ہیں) چنانچہ اس نے یہ سنکر فوراً اس کو نیام سے نکالا یہ کہتے ہوئے کہ یہ میری آزمودہ تلوار ہے، ابو بصیر نے کہا کہ آپ مجھے دیکھنے کیلئے دے سکتے ہیں فَأَمْكَنَهُ مِنْهُ، پس خنیس نے ابو بصیر کو اس تلوار پر قدرت دیدی، ابو بصیر نے موقع کو غنیمت سمجھا اور اس تلوار کو اسی پر استعمال کیا یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا، یہ صورت حال دیکھ کر خنیس کا ساتھی یعنی کوثر مدینہ کی طرف بھاگ پڑا اور بھاگتے بھاگتے مسجد نبوی میں پہنچ کر اس نے سانس لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دور سے آتا دیکھ کر فرمایا: لَقَدْ رَأَى هَذَا ذُعْرًا کہ اس نے کوئی خوف اور گھبراہٹ کی بات دیکھی ہے، اس نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا تمہید کے گھبرا کر یہ کہا: واللہ میرا ساتھی تو قتل کر دیا گیا اور میرا نمبر بھی آنے والا ہے، اتنے میں ابو بصیر بھی وہاں پہنچ گئے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے تو آپ کا عہد پورا کرا دیا اور گویا آپ اب بریٔ الذمہ ہو گئے مجھ کو ان کی طرف لوٹا کر پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٥ ص ٣٤٨، وبذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٣٩٤

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٣٩٥

سے مجھ کو مشرکین سے نجات عطا فرمائی (ان کا منشا یہ تھا کہ اب آپ مجھے مدینہ میں ٹھہرنے کی اجازت دیں مگر چونکہ آپ ﷺ اس کو صلح کے خلاف سمجھتے تھے اور آپ کی یہ رائے نہ ہوئی اسی لئے آپ ﷺ نے ان کی بات سن کر فرمایا: وَيْلَ أُمِّهِ مِسْعَرَ حَرْبٍ (مسعر بضم المیم اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے اور بکسر المیم اسم آلہ بھی ہو سکتا ہے) آپ ﷺ ابو بصیر کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ اس کی یہ بات آگ بھڑکانے والی ہے، یعنی اگر ابو بصیر کو واپس نہ کیا گیا، تو مشرکین میں اشتعال ہو گا، یہ بات تو آپ ﷺ کی صلح اور مصلحت پر مبنی تھی اور دوسری بات ابو بصیر کے ساتھ ہمدردی کے طور پر آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا: لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ کاش کہ ابو بصیر کا اس وقت کوئی ناصر اور مددگار ہوتا، راوی کہتا ہے جب ابو بصیر نے آپ ﷺ کا یہ جملہ سنا تو وہ سمجھ گئے کہ حضور ﷺ مجھ کو لوٹا کر ہی رہیں گے، چنانچہ ابو بصیر مدینہ سے نکل آئے اور نکل کر سمندر کے ساحل پر آکر ٹھہر گئے، وَيَنْفَلِتُ أَبُو جَنْدَلٍ ابو بصیر کے بعد ابو جندل ایک صحابی اسلام لا کر مع اپنے ستر سوار ساتھیوں کے مکہ سے اس طرف آئے اور بجائے مدینہ آنے کے ابو بصیر کے پاس ٹھہر گئے، اسی طرح وقتاً فوقتاً لوگ مکہ سے اسلام لا کر ہجرت کرتے ہوئے یہاں آکر ساحل بحر پر ٹھہرتے رہے اور راوی کہہ رہا ہے ان کی اچھی خاصی ایک جماعت ہو گئی، بذل میں سہیلیؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ ان لوگوں کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی تھی اور یہ لوگ مدینہ اسلئے نہیں آتے تھے کہ اگر وہاں جائیں گے تو حسب صلح لوٹا دیئے جائیں گے، یہ ساحلی علاقہ جہاں یہ لوگ آکر ٹھہرتے تھے کفار قریش کے قافلوں کی گزرگاہ تھی، جب وہ مکہ سے ملک شام اور شام سے مکہ مال تجارت لیکر آتے جاتے تھے، ان لوگوں کے پاس تو ظاہر ہے کچھ کھانے پینے کو نہیں تھا، اور مسلمان کیلئے کافر حربی کا مال حلال ہے ہی اسلئے وہ ان قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے، جب یہ صورت حال پیدا ہو گئی تو قریش مکہ نے حضور اکرم ﷺ کی طرف اللہ اور قرابت کا واسطہ دے کر یہ کہلا بھیجا کہ آپ اپنے ان لوگوں کو اپنے ہی پاس بلا لیں اور اب آئندہ جو بھی یہاں سے مدینہ جائے گا وہ امن و امان کے ساتھ وہیں رہے اس کو واپس نہ بھیجا جائے، چنانچہ آپ ﷺ نے ابو بصیر کے پاس آدمی بھیجا کہ تم سب لوگ یہاں آجاؤ، چنانچہ وہ سب لوگ مدینہ منورہ آگئے ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ابو بصیر کی طرف اپنا والا نامہ بھیجا، قاصد جب آپ کی تحریر لیکر ان کے پاس پہنچا تو ابو بصیر اس وقت اپنی آخری حالت میں تھے، لکھا ہے کہ جس وقت ان کا انتقال ہوا تو آپ کی تحریر ان کے ہاتھ ہی میں تھی، ابو جندل نے ابو بصیر کو اسی جگہ دفنایا اور ان کی قبر کے قریب ایک مسجد بھی بنادی (بذل [1]) یہ حدیث طویل مفصلاً بخاری میں کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد میں مذکور ہے۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي مختصراً ومطولاً، قاله المنذري۔

٢٧٦٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، «أَنَّهُمُ اصْطَلَحُوا عَلَى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِينَ، يَأْمَنُ فِيهِنَّ النَّاسُ وَعَلَى أَنَّ بَيْنَنَا

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٣٩٦

عَیْبَةً مَکْفُوفَةً، وَأَنَّهُ لَا إِسْلَالَ وَلَا إِغْلَالَ»۔

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہؓ اور مروان بن حکم سے مروی ہے کہ قریش نے صلح حدیبیہ میں اس پر مصالحت کی کہ دس سال تک جنگ موقوف رکھی جائے گی اس زمانہ میں لوگ امن وامان سے رہیں اور ہم لوگوں کے اور مسلمانوں کے مابین قیمتی کپڑوں کا صندوق بند رہے گا یعنی قلب صاف ہو گا اور نہ پوشیدہ طور پر اور نہ ہی کھلے طور پر چوری ہوگی۔

شرح الحدیث: أَنَّهُمُ اصْطَلَحُوا عَلَى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِينَ، يَأْمَنُ فِيهِنَّ النَّاسُ وَعَلَى أَنَّ بَيْنَنَا عَيْبَةً مَكْفُوفَةً، وَأَنَّهُ لَا إِسْلَالَ وَلَا إِغْلَالَ: یہ بھی حدیث حدیبیہ سے متعلق ایک ٹکڑا ہے۔ یعنی حدیبیہ میں جو صلح ہوئی تھی وہ دس سال کیلئے تھی کہ آئندہ آنے والے دس سالوں کے اندر سب لوگ مسلمین اور مشرکین امن اور سکون سے رہیں گے، اور اس طور پر ہوئی تھی کہ ہم سب لوگ اس زمان ہدنۃ میں ایک قیمتی کپڑوں کی محفوظ گٹھری کی طرح رہیں گے، شارحین کہتے ہیں یہ کنایہ ہے قلوب صافیہ سے، اور دوسرے جملہ کے مطلب میں ایک قول یہ ہے إسلال سے مراد کھلم کھلا غارت گری (الغارۃ الشهيرة) اور إغلال کے معنی السرقۃ الخفیۃ، خفیہ طور پر چوری اور ایک تفسیر إسلال کی سرقہ، اور إغلال کی خیانت کے ساتھ کی گئی ہے اور ایک تفسیر إسلال کی سل السیوف، اور إغلال کی لبس الدروع سے کی گئی ہے۔

۲۷۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، قَالَ: مَالَ مَكْحُولٌ، وَابْنُ أَبِي زَكَرِيَّاءَ إِلَى خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، وَمِلْتُ مَعَهُمَا فَحَدَّثَنَا، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، قَالَ: قَالَ جُبَيْرٌ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى ذِي مِخْبَرٍ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْنَاهُ، فَسَأَلَهُ جُبَيْرٌ عَنِ الْهُدْنَةِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «سَتُصَالِحُونَ الرُّومَ صُلْحًا آمِنًا، وَتَغْزُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِنْ وَرَائِكُمْ»۔

ترجمہ: حضرت حسان بن عطیہ سے مروی ہے کہ مکحول اور ابن ابی زکریا خالد بن معدان کی جانب چلے میں بھی ان لوگوں کے ہمراہ گیا۔ خالد بن معدان نے حضرت جبیر بن نفیر سے حدیث بیان کی کہ حضرت جبیرؓ نے مجھ سے کہا کہ تم میرے ساتھ ذی مخبر کے پاس چلو جو کہ ایک صحابی ہیں۔ میں ان کے پاس گیا جبیر نے ان سے صلح کے متعلق معلوم کیا ذو مخبر نے بیان کیا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ عنقریب تم لوگ اہل روم سے ایسی صلح کروگے جو بڑی امن وامان والی ہوگی پھر وہ (رومی) اور تم لوگ ایک دوسرے سے مل کر ایک تیسرے دشمن سے جنگ کروگے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (۲۷٦۷) سنن ابن ماجه - الفتن (٤٠٨٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (٩١/٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۷۲/۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٠٩/٥)

شرح الحدیث: حسان بن عطیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکحول شامی اور ابن ابی زکریا، خالد بن معدان کے پاس جارہے تھے تو میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا، تو جب ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے ہم سے جبیر کا یہ واقعہ نقل کیا کہ ایک مرتبہ کی

بات ہے کہ جبیر نے مجھ سے کہا (یعنی خالد سے) کہ ہمارے ساتھ ذی مخبر صحابیؓ کے پاس چلو، چنانچہ ہم ان کے پاس گئے، پہنچنے کے بعد جبیر نے ان صحابی یعنی ذی مخبرؓ سے سوال کیا ہدنۃ کے بارے میں (بظاہر جبیر بن نفیر کو کسی سے یہ خبر ملی ہوگی کہ یہ ذی مخبر صحابی ہدنۃ کے بارے میں کوئی حدیث مرفوع بیان کرتے ہیں اسلئے ان کے پاس براہ راست سننے کیلئے گئے) اس پر ذی مخبرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے: سَتُصَالِحُونَ الرُّومَ صُلْحًا آمِنًا، وَتَغْزُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِنْ وَرَائِكُمْ، آپ ﷺ نے صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم لوگ یعنی مسلمان اخیر زمانہ میں رومیوں سے صلح کروگے بڑی امن وامان والی صلح اور پھر تم ان کے ساتھ مل کر دشمن سے لڑائی لڑوگے۔

یہ حدیث بعینہ اسی سند اور متن کے ساتھ اس پر زیادتی کے ساتھ کتاب الملاحم میں آرہی ہے، جس کے اخیر میں یہ بھی ہے کہ جب مسلمان اور نصاری فتح کر کے لوٹ رہے ہوں گے تو واپسی میں ایک نصرانی صلیب کو بلند کر کے کہے گا: غَلَبَ الصَّلِيبُ، اس پر مسلمانوں کو غصہ آئے گا اور زبردست لڑائی شروع ہو جائے گی جسکا نام الملحمۃ الکبریٰ ہے[1]۔

مصنف اس حدیث کو بَابٌ فِي صُلْحِ الْعَدُوِّ[2] میں جواز صلح مع العدو پر دلیل کی حیثیت سے لائے ہیں، اسپر طالب علمانہ یہ نقد ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث فتن کی روایات میں سے ہے، اور اخبار ما سیقع کے قبیل سے ہے، گویا آپ ﷺ کی طرف سے ایک پیشینگوئی ہے، لیکن اس طرح کے جو واقعات احادیث میں مذکور ہیں جن کے وقوع کی آپ ﷺ نے اطلاع دی ہے، ان کو جواز یا عدم جواز کی دلیل نہیں قرار دیا جا سکتا، واللہ تعالی اعلم، اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ تو صحیح ہے کہ اخبار عما سیقع والی روایات سے جواز پر استدلال درست نہیں، لیکن یہاں اس روایت سے استدلال اس طور پر ہے کہ آپ ﷺ اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ اخیر زمانہ میں کسی وقت یہ بات پیش آئے گی کہ اس وقت کے تمام مسلمان نصاری کے ساتھ مصالحت کریں گے اور دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ اس امت کا اتفاق ناحق بات پر نہیں ہوگا، اس حیثیت سے یہ روایت جواز پر دال ہو سکتا ہے ویسے نفس مصالحت کا جواز تو آیت کریمہ اور دوسری احادیث سے ثابت ہے ہی۔ والحديث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

۱۶۹۔ بَابٌ فِي الْعَدُوِّ يُؤْتَى عَلَى غِرَّةٍ وَيُتَشَبَّهُ بِهِمْ

غفلت دے کر دشمن کے پاس جانا اور اس کو اشتباہ میں ڈال کر قتل کرنے کا بیان

یعنی دشمن کو اشتباہ میں ڈال کر اچانک اسکی غفلت کی حالت میں اس پر حملہ کرنا، مقصود اسکے جواز کو بیان کرنا ہے، اسلئے کہ یہ غدر کے قبیلہ سے نہیں ہے بلکہ الحرب خدعۃ کے قبیل سے ہے۔

---

[1] سنن أبي داود - کتاب الملاحم - باب ما يذكر من ملاحم الروم ۴۲۹۲

[2] سنن أبي داود - کتاب الجهاد - باب في صلح العدو ۲۷۶۷

۲۷۶۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُولَهُ؟» فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ». قَالَ: فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا قَالَ: «نَعَمْ، قُلْ». فَأَتَاهُ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا الصَّدَقَةَ وَقَدْ عَنَّانَا قَالَ: وَأَيْضًا لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ: اتَّبَعْنَاهُ فَنَحْنُ نَكْرَهُ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيرُ أَمْرُهُ، وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ، قَالَ كَعْبٌ: أَيَّ شَيْءٍ تَرْهَنُونِي؟ قَالَ: وَمَا تُرِيدُ مِنَّا؟ قَالَ: نِسَاءَكُمْ. قَالُوا: سُبْحَانَ اللهِ أَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا فَيَكُونُ ذَلِكَ عَارًا عَلَيْنَا. قَالَ: فَتَرْهَنُونِي أَوْلَادَكُمْ. قَالُوا: سُبْحَانَ اللهِ يُسَبُّ ابْنُ أَحَدِنَا. فَيُقَالُ: رُهِنْتَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ. قَالُوا: نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ - يُرِيدُ السِّلَاحَ - قَالَ: نَعَمْ. فَلَمَّا أَتَاهُ نَادَاهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُتَطَيِّبٌ يَنْضَحُ رَأْسُهُ، فَلَمَّا أَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ وَقَدْ كَانَ جَاءَ مَعَهُ بِنَفَرٍ ثَلَاثَةٍ أَوْ أَرْبَعَةٍ فَذَكَرُوا لَهُ قَالَ: عِنْدِي فُلَانَةُ وَهِيَ أَعْطَرُ نِسَاءِ النَّاسِ. قَالَ: تَأْذَنُ لِي فَأَشُمَّ. قَالَ: نَعَمْ. فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي رَأْسِهِ فَشَمَّهُ قَالَ: أَعُودُ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي رَأْسِهِ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ قَالَ: دُونَكُمْ فَضَرَبُوهُ حَتَّى قَتَلُوهُ.

ترجمہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ کعب بن اشرف کو کون شخص قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اسکے رسول کو اذیت دی۔ یہ بات سن کر محمد بن مسلمہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کام میں انجام دوں گا اے رسول اللہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس کو ہلاک کروں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ پھر مجھ کو اجازت عطا فرمائیے کہ میں کوئی (چال کی) بات کہہ سکوں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ اسکے بعد محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور کہا کہ اس آدمی نے (یعنی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے) ہم لوگوں سے صدقہ مانگا پھر ہم لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا۔ کعب بن اشرف نے کہا: ابھی تم نے کیا دیکھا ہے تم لوگ مزید اکتاہٹ میں مبتلا ہو گے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: ہم لوگ اس شخص کی اتباع کر چکے ہیں اب یہ بات نامناسب معلوم ہوتی ہے کہ اس شخص کے راستہ کو چھوڑ دیں جب تک اس شخص کا انجام نہ دیکھ لیں۔ تم لوگوں سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ ہمیں ایک وسق یا دو وسق غلّہ قرض دو۔ کعب بن اشرف نے کہا: تم کونسی چیز رہن رکھو گے؟ محمد بن مسلمہ نے کہا: تم لوگ کیا چیز چاہتے ہو؟ کعب نے کہا تم لوگ اپنی مستورات رہن رکھو۔ انہوں نے کہا: سبحان اللہ تم عرب کے خوبصورت آدمی ہو ہم لوگ تمہارے پاس اپنی مستورات رہن رکھیں اور ہم لوگوں پر یہ داغ باقی رہے۔ کعب نے کہا: تو پھر تم لوگ اپنی اولاد رہن رکھو۔ انہوں نے کہا: سبحان اللہ ہمارا لڑکا جس وقت بڑا ہو جائے گا لوگ اس کو بھی مطعون کریں گے کہ یہ ایک وسق یا دو وسق کے بدلے رہن رکھا گیا تھا البتہ ہم لوگ تمہارے پاس اپنے ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں کعب نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر اس کے پاس محمد بن مسلمہ گئے اور اس کو آواز دی کعب خوشبو لگائے ہوئے گھر سے نکلا اس کا سر خوشبو سے مہک رہا تھا۔ جس وقت محمد بن مسلمہ بیٹھ گئے وہ اپنے ہمراہ جو تین چار شخصوں کو لے کر آئے تھے تمام لوگوں نے خوشبو کا تذکرہ کرنا شروع کیا کعب بن اشرف

نے کہا کہ میرے پاس فلاں عورت ہے وہ تمام عورتوں سے زیادہ خوشبودار رہتی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: کیا تم مجھے اجازت دوگے کہ میں تمہارے سر کے بال سونگھ لوں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ محمد بن مسلمہ نے اس کے سر میں اپنا ہاتھ ڈال کر سونگھا پھر دوسری مرتبہ اجازت چاہی۔ کعب نے کہا: ٹھیک ہے پھر محمد بن مسلمہ نے اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور جب اسے قابو کر لیا تو اپنے ساتھیوں کی جانب اشارہ کیا کہ اب اس کا کام تمام کر دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے کعب کو مارنا شروع کر دیا اور اسے قتل کر ڈالا (یہ واقعہ ربیع الاول ۳ھ کا ہے)۔

تخریج صحيح البخاري - الرهن (٢٣٧٥) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٦٧) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٦٩) صحيح البخاري - المغازي (٣٨١١) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٨٠١) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٦٨)

شرح الحديث **کعب بن الاشرف یہودی کے قتل کا قصہ:** اس باب میں مصنفؒ نے کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ بیان کیا ہے کعب بن اشرف ایک مشہور یہودی تھا اور شاعر قسم کا آدمی تھا، بڑا قد آور بھاری بھر کم، نہایت موذی قسم کا انسان تھا، حضور اکرم ﷺ کی ہجو کرتا تھا، اور آپ کے خلاف کفار قریش کو ابھارا کرتا تھا، خود اس حدیث میں حضور ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں: إِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُولَهُ؟، بہر حال مضمون روایت یہ ہے کہ ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا ہے تم میں جو کعب بن الاشرف کا کام تمام کر دے، اور ایسا کرنے کی ٹھان لے؟ تو اس پر محمد بن مسلمہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس کام کو کر سکتا ہوں، کیا آپ یہی چاہتے ہیں کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! یہی چاہتا ہوں، انہوں نے عرض کیا کہ اچھا اگر ایسا ہے تو پھر مجھے کچھ جھوٹ سچ کہنے کی اجازت دیجئے (یعنی اس کافر کو دھوکہ میں ڈالنے کیلئے) آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اجازت ہے، اس اجازت ملنے کے بعد وہ فوراً اس کام کیلئے کھڑے ہو گئے، اور کعب بن الاشرف کے پاس پہنچ گئے (اس کے پاس ادھر کی بات ملانے کیلئے) چنانچہ اس کے پاس جا کر کہا: إِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا الصَّدَقَةَ وَقَدْ عَنَّانَا کہ دیکھ بھائی یہ شخص ہم سے (اشارہ حضور ﷺ کی طرف ہے) صدقات کا سوال کرتا رہتا ہے اور ہمیں اس نے مشقت میں ڈال رکھا ہے، عنا واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور نا ضمیر منصوب ہے یہ عناء سے ماخوذ ہے بمعنی مشقت، اس نے سنکر کہا کہ ابھی تو تم اس سے اور زیادہ اکتاؤ گے (ابھی تم نے دیکھا ہی کیا) اس پر انہوں نے کہا کہ بھائی ایسا ہے کہ اب تو ہم نے غلطی سے ان کا اتباع شروع کر دیا ہے اور ہم یہ مناسب نہیں سمجھتے کہ اسکو ایکدم چھوڑ دیں جب تک ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ اس شخص کا انجام کیا ہوتا ہے (ترقی کی طرف چلتا ہے یا تنزل کی طرف) اس کے بعد محمد بن مسلمہ نے اس سے کہا کہ اس وقت تو میں تمہارے پاس ایک خاص غرض سے آیا ہوں کہ آپ ہمیں ایک یا دو وسق غلہ بطور قرض دیدیں (ضرورت کے وقت اپنے ہی آدمی کام آیا کرتے ہیں، اور ان ہی کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں) اس پر اس نے کہا کہ کیا چیز رہن رکھو گے، انہوں نے کہا کہ تو کیا چاہتا ہے، اس نے کہا کہ اپنی عورتوں کو رہن رکھدو، انہوں نے کہا سبحان اللہ! تم نے یہ

بڑی عجیب بات کہی بھلا تم انتہائی حسین اور جمیل شخص ہو، پھر ہم اپنی عورتیں تمہارے پاس رہن کیسے رکھدیں، یہ چیز تو ہمارے حق میں باعث عار ہوگی اس نے کہا اچھا اپنی اولاد کو رہن رکھدو، انہوں نے کہا کہ ہماری اولاد کے حق میں یہ چیز عیب ہوگی لوگ ان کی مخالفت وغیرہ کے وقت میں طعن دیں گے کہ تو وہی تو ہے جو ایک دو وسق غلہ کے عوض رہن رکھا گیا تھا، پھر محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی خود ہی بولے کہ ہم تو تیرے پاس سلاح اور ہتھیار رکھتے ہیں اس نے کہا ٹھیک ہے، یہاں روایت میں اختصار ہے، بظاہر یہاں پر اس طرح ہے کہ آپس میں یہ بات طے ہوگئی کہ ہم ان اسلحہ کو لے کر تیرے پاس رات کے وقت میں آئیں گے چنانچہ رات میں معینہ وقت پر محمد بن مسلمہ اس کے مکان پر گئے اور جا کر اس کو آواز دی، وہ اوپر سے اتر کر آیا، بعض روایتوں میں ہے کہ اس کی بیوی نے اس وقت یہ بات کہی کہ تم کہاں جاتے ہو مجھے تو اس شخص کی آواز میں سے موت کی بو آرہی ہے، مگر اس نے اسکی تردید کردی، اس وقت میں یہ کعب بن الاشرف قسم قسم کی خوشبوئیں اور عطر میں معطر تھا اور اپنی بیوی کے پاس سے اٹھ کر آیا تھا، جب نیچے اتر کر ان کے پاس آکر بیٹھا تو چونکہ محمد بن مسلمہ اپنے ساتھ تین چار ساتھیوں کو بھی لائے تھے تو انہوں نے اس سے اس مہک اور خوشبو کا ذکر کیا تو وہ بولا: عِنْدِي فُلَانَةُ وَهِيَ أَعْطَرُ نِسَاءِ النَّاسِ (کہ بھلا مجھ میں سے یہ خوشبوئیں کیوں نہ آئیں) جبکہ میرے گھر میں ایسی عورت ہے جو تمام عورتوں میں سب سے زیادہ عطر کی دلدادہ ہے، تو محمد بن مسلمہ نے کہا کہ اجازت ہے؟ سر کے بال سونگھ سکتا ہوں؟ اس نے کہا اجازت ہے، انہوں نے اسکے سر کے بالوں میں ہاتھ داخل کر کے بالوں کو اچھی طرح سونگھا، ایک مرتبہ سونگھنے کے بعد کہا: دوبارہ بھی سونگھنے کی اجازت ہے؟ اس نے کہا ہاں! کیوں نہیں، اس مرتبہ پھر انہوں نے اس کے سر کے بالوں میں ہاتھ داخل کئے اور اس مرتبہ ان بالوں کو مٹھی میں مضبوط پکڑ کر کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا: دُونَكُمْ لو سنبھالو اس کو، چنانچہ انہوں نے اس کی گردن کاٹ دی۔

یہ واقعہ ربیع الاول ۳ ؁ھ کا ہے، حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بالکل واضح ہے، یہ روایت کچھ زیادتی کے ساتھ صحیح بخاری کی کتاب المغازی میں بَاب قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ میں مذکور ہے، بخاری کی روایت میں یہ بھی ہے کہ محمد بن مسلمہ کے ساتھ رات میں اسکے پاس آنے والوں میں کعب بن الاشرف کا رضاعی بھائی ابو نائلہ بھی تھا، جب کعب اتر کر نیچے آنے لگا تو اسکی بیوی نے کہا: أَيْنَ تَخْرُجُ هَذِهِ السَّاعَةَ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَأَخِي أَبُو نَائِلَةَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَتْ أَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ، فتح الباری میں بعض روایات سے نقل کیا ہے کہ جب وہ نیچے اترنے لگا فتعلقت به امرأته وقالت مكانك فوالله إني لأرى حمرة الدم مع الصوت [1]۔

یہ قتل کعب کا واقعہ کتاب الخراج میں بَابٌ كَيْفَ كَانَ إِخْرَاجُ الْيَهُودِ مِنَ الْمَدِينَةِ؟ میں بھی آرہا ہے، اس کی طرف بھی رجوع کیا جائے، اس میں اس طرح ہے: أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ أَنْ يَبْعَثَ رَهْطًا يَقْتُلُونَهُ. فَبَعَثَ مُحَمَّدَ بْنَ

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ ج ۷ ص ۳۳۹۔

مَسْلَمَةَ[1]، ان دونوں روایتوں میں جو اختلاف ہے اسکی توجیہ آئندہ آنے والے باب میں حضرت سہارنپوری نے بذل المجهود میں ذکر فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شروع میں تو اسی طرح ہوا تھا جو یہاں پہلی جگہ روایت میں مذکور ہے پھر بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذؓ کو بھی فرمایا کہ تم بھی چند آدمی اس کام کیلئے تیار کرو، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ سے بھی فرمایا ہوگا، کہ اس میں زیادہ جلدی نہ کرنا اور سعد بن معاذؓ کے مشورہ سے کام کرنا، چنانچہ حضرت سعدؓ نے چند لوگوں کو محمد بن مسلمہؓ کے ساتھ بھیجدیا[2] ۔والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٢٧٦٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُزَابَةَ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ الْهَمْدَانِيُّ، عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْإِيمَانُ قَيَّدَ الْفَتْكَ لَا يَفْتِكُ مُؤْمِنٌ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان نے فتک کی ممانعت کر دی اب کوئی ایمان والا شخص (مؤمن) فتک سے کام نہ لے۔ (اچانک دشمن کی بے خبری میں معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے اسکو قتل نہ کرے)۔

شرح الحدیث فتك کے معنی القتل غدراً في حال غفلة العدو، یعنی اچانک کسی دشمن پر خلاف معاہدہ حملہ کر دینا، یہ مؤمن کی شان نہیں ہے، اور نہ شرعاً جائز ہے، باب تو چل رہا ہے قتل الکافر غرۃً کا اور اس کی ترغیب کا اور یہ حدیث بظاہر ترجمۃ الباب سے کچھ مطابقت نہیں رکھتی، لیکن مصنف کا اس کو اس باب میں لانا ترجمۃ الباب کو ثابت کرنے کیلئے نہیں ہے، بلکہ تنبیہاً ہے، یہ بات سمجھانے کیلئے کہ قتل غرۃً اور چیز ہے، اور فتك یعنی قتل غدراً یہ دوسری چیز ہے، اول جائز بلکہ مندوب ہے، اور ثانی ممنوع، تراجم بخاری میں بھی تو ایک چیز آتی ہے، یعنی ذکر الاضداد، ایسے ہی یہ بھی ہے۔

١٧٠ - بَابٌ فِي التَّكْبِيرِ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ فِي الْمَسِيرِ

دوران سفر ہر ایک اونچی جگہ پر چڑھتے وقت تکبیر کہنے کا بیان

٢٧٧٠ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيرَاتٍ وَيَقُولُ: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حج سے یا عمرہ سے یا جہاد سے واپس تشریف

---

[1] سنن أبي داود- كتاب الخراج والإمارة والفئ- باب كيف كان إخراج اليهود من المدينة؟ ٣٠٠٠

[2] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٣ ص ٣٢١-٣٢٢

لائے تو آپ ﷺ ہر بلند جگہ پر (چڑھتے وقت) تین مرتبہ تکبیر فرماتے اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ إلخ فرماتے یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی سلطنت ہے اور تعریف اسی کے شایان شان ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ہم لوگ اسی کی جانب واپس ہونے والے ہیں توبہ کرنے والے عبادت گزار اور سجدہ کرنے والے ہیں اپنے معبود کی تعریف بیان کرنے والے ہیں (اپنے معبود کی تعریف بیان کرنے والے ہیں) اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلی ذات نے تمام لشکروں کو مار بھگایا۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٧٠٣) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٣٣) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٩١٨) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٩٠) صحيح البخاري - الدعوات (٦٠٢٢) جامع الترمذي - الحج (٩٥٠) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٧٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠٥/٢)

شرح الحديث ترجمہ اور حدیث الباب دونوں واضح ہیں کہ آدمی کو چاہئے کہ چلتے وقت جب کسی اونچی جگہ پر چڑھے تو تکبیر یعنی اللہ اکبر کہتا ہوا چڑھے، اور اس کے بالمقابل جب پستی کی طرف جائے تو تسبیح یعنی سبحان اللہ کہتا ہوا اترے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

١٧١ ـ بَابٌ فِي الْإِذْنِ فِي الْقُفُولِ بَعْدَ النَّهْيِ

ممانعت کے بعد میدانِ جہاد سے واپس آنے کی اجازت کا بیان

٢٧٧١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "{لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ}، الْآيَةَ نَسَخَتْهَا الَّتِي فِي النُّورِ: {إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ}، إِلَى قَوْلِهِ: {غَفُورٌ رَحِيمٌ}".

ترجمہ عکرمہ، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ آیت کریمہ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ سورہ نور کی آیت کریمہ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ سے منسوخ ہو گئی ہے۔

شرح الحديث **ترجمة الباب کی تشریح:** ترجمۃ الباب کا مضمون یہ ہے، رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے دوران مجلس (آپ ﷺ سے اجازت لینے کے بعد) قفول یعنی لوٹنے کا جواز ممانعت کے بعد، یعنی شروع میں یہ بات ناجائز تھی کہ کوئی شخص آپ ﷺ کی مجلس سے اجازت لینے کے بعد اٹھ کر چلا جائے، بعد میں من جانب اللہ تعالیٰ اسکی اجازت ہو گئی، یعنی آپ سے اجازت لینے کے بعد چلے جانے میں کچھ مضائقہ نہیں، جائز ہے، اس ترجمۃ الباب کے پیش نظر سورۂ توبہ کی آیت لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ○ [1] یہ آیت منسوخ ہوئی اور ناسخ اس کے لئے دوسری آیت جو سورۂ نور میں مذکور ہے یعنی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ [2]، یہ آیت سورۂ نور کی ہے، مصنف اس آیت کو ناسخ قرار دے رہے ہیں، آیۂ اولیٰ کیلئے جس میں اجازت لیکر لوٹنے کو منافقین کا فعل قرار دیا ہے، تو جب وہ منافقین کا فعل ہے تو یقیناً ناجائز ہوا، لہذا پہلی آیت میں تو گویا اجازت لے کر اٹھنے کی ممانعت ہوئی، اور دوسری آیت جو سورۂ نور میں ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ آپ کی مجلس سے جو لوگ مؤمن ہیں وہ اجازت لئے بغیر نہیں اٹھتے، اجازت لے کر ہی اٹھتے ہیں یعنی بخلاف منافقین کے کہ وہ آپ کی مجلس سے دوران مجلس چپکے سے بغیر اجازت کے سٹک جاتے ہیں، اس آیت میں اجازت لے کر مجلس سے اٹھنے کو مؤمنین کا فعل بتلایا ہے اور بغیر اجازت کے اٹھنے کو منافقین کا فعل، لہذا اس آیت سے اجازت لے کر اٹھنے کا جواز ثابت ہوا، حالانکہ پہلی آیت سے اسکی ممانعت معلوم ہو رہی ہے، اور سورۂ نور چونکہ نزول میں مؤخر ہے سورۂ توبہ سے لہذا سورۂ نور کی آیت نے سورۂ توبہ کی آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا، جو بات ترجمۃ الباب میں مصنف فرما رہے ہیں وہی بات حضرت ابن عباسؓ بھی حدیث الباب میں آیتین کی تفسیر کے ذیل میں فرما رہے ہیں، لہذا حدیث الباب ترجمۃ الباب کے مطابق ہو کر مصنف کا مدعیٰ ثابت ہو گیا، یہ جو کچھ ہم نے لکھا مصنفؒ کے ترجمہ کی تشریح اور جو مصنف کہنا چاہ رہے ہیں اس کے ذیل میں لکھا۔

تحقیق مقام: لیکن واقعہ یہ ہے کہ جن دو آیتوں کو ناسخ اور منسوخ قرار دیا جا رہا ہے ان دونوں آیتوں کا مضمون ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے لہذا نسخ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہر ایک آیت اپنی جگہ قائم اور مستحکم ہے اس لئے کہ آیت اولیٰ کے مضمون کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ جو لوگ منافق ہوتے ہیں وہ بعض مرتبہ ایسا کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کیلئے نکلنے میں شروع میں تو شریک ہو جاتے ہیں اور پھر راستہ میں سے جھوٹے سچے اعذار بیان کر کے اور آپ ﷺ سے اجازت لے کر لوٹ آتے ہیں، بخلاف مؤمنین کے کہ وہ ایسا ہرگز نہیں کرتے، اور آیت ثانیہ جو سورۂ نور کی آیت ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ آپ ﷺ کی جب مجلس وعظ اور تعلیم ہوتی ہے اور اس میں منافقین بھی شریک ہو جاتے ہیں تو ایسی مجلس

---

[1] نہیں رخصت مانگتے تجھ سے وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اس سے کہ لڑیں اپنے مال اور جان سے اور اللہ خوب جانتا ہے ڈر والوں کو رخصت وہی مانگتے ہیں تجھ سے جو نہیں ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور شک میں پڑے ہیں دل ان کے سو وہ اپنے شک ہی میں بھٹک رہے ہیں (سورۃ التوبۃ ٤٤-٤٥)

[2] ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے ہیں اللہ پر اور اسکے رسول پر اور جب ہوتے ہیں اس کے ساتھ کسی جمع ہونے کے کام میں تو چلے نہیں جاتے جب تک اس سے اجازت نہ لے لیں جو لوگ تجھ سے اجازت لیتے ہیں وہ وہی ہیں جو مانتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو پھر جب اجازت مانگیں تجھ سے اپنے کسی کام کے لیے تو اجازت دے جس کو ان میں سے تو چاہے اور معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے، اللہ بخشنے والا مہربان ہے (سورۃ النور ٦٢)

سے منافقین تو چپکے سے بغیر اجازت کے چلے آتے ہیں، اور جو خالص مؤمن ہوتے ہیں وہ اول تو اٹھتے ہی نہیں، اور اگر کوئی کسی ضرورت سے اٹھے بھی تو آپ ﷺ سے اجازت لے کر اٹھتا ہے، ہمارے اس بیان سے معلوم ہوا دونوں آیتوں کا محمل ہی جداگانہ ہے ایک دوسرے سے مختلف لہٰذا ان دونوں آیتوں میں نہ کوئی ناسخ ہے نہ منسوخ، مگر اس کے باوجود اس میں اختلاف ہے بذل میں بھی حضرت نے آیتین کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف لکھا ہے اور یہ کہ بعض علماء اس میں نسخ کے قائل ہیں اور بعض قائل نہیں ❶۔

۱۷۲ ۔ بَابٌ فِي بِعْثَةِ الْبُشَرَاءِ

(امیر سریہ کا کام انجام دینے کے بعد) کسی شخص کو خوشخبری کی اطلاع دینے کے لئے روانہ کرنا

یعنی اگر کسی شخص کو امیر سریہ حکم دے کہ اگر تم فلاں کام انجام دو تو بڑا ہی اچھا ہے اور وہ اس کام کیلئے چلا جائے اور اس کو کر کے انجام تک پہنچا دے اور اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لے، تو اس مامور کو چاہیے کہ امام کو فوری طور پر باخبر کرنے کیلئے کسی قاصد کے ذریعہ سے اس تک فتح اور کامیابی کی بشارت پہنچا دے تا کہ امام کلفت انتظار سے بچے۔

۲۷۷۲ - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ؟» فَأَتَاهَا فَحَرَّقَهَا، ثُمَّ بَعَثَ رَجُلًا مِنْ أَحْمَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُهُ يُكْنَى أَبَا أَرْطَاةَ.

ترجمہ حضرت جریرؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم مجھ کو ذی الخلصہ سے راحت نہیں پہنچاتے؟ یہ بات سن کر جریر وہاں پر پہنچے اور انہوں نے اسکو آگ لگا دی۔ پھر قبیلہ احمس سے ایک شخص کو رسول کریم ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا اس بات کی خوشخبری دینے کے لئے جس کی کنیت ابوارطاۃ تھی۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۸۵۷) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (۲٤۷٦) سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۷۲) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/۳٦۰) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/۳٦۲) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/۳٦٥)

شرح الحديث حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ اے جریر! تو مجھ کو ذی الخلصہ سے راحت نہیں پہنچا سکتا؟ یعنی اگر پہنچا سکتا ہے تو ضرور پہنچا دے، اس پر وہ فوراً اٹھے اور وہاں پہنچے اور اس کو جلا کر ختم کر ڈالا، اور پھر ہاتھ کے ہاتھ قبیلہ احمس کے ایک شخص کو جس کی کنیت ابوارطاۃ تھی اس امر کی بشارت دینے کیلئے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا، ذی الخلصہ یمن کے اندر ایک مکان تھا جس میں قبیلۂ دوس اور خثعم وغیرہ کا بت اور مورتی رکھی تھی، یعنی بت کدہ، بالفاظ دیگر مندر، یہ روایت صحیح بخاری میں کتاب المغازی میں بَابُ غَزْوَةِ ذِي الْخَلَصَةِ میں قدرے تفصیل کے ساتھ

❶ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۲ ص ٤۰٤ ـ ٤۰٥

مذکور ہے، اس میں یہ ہے جریر کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے فرمان کے بعد ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ اس کام کیلئے نکلا، اور اس بت خانہ کو توڑ ڈالا اور جو پجاری اس میں موجود تھے انکو قتل کر ڈالا، نیز اسمیں یہ بھی ہے کہ ذُو الْخَلَصَةِ کو الْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ اور الْكَعْبَةُ الشَّأْمِيَةُ بھی کہا جاتا ہے [1] ۔والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، وأبو أرطاة اسمه الحصين بن ربيعة، له صحبة، قاله المنذري.

۱۷۳ ـ بَابٌ فِي إِعْطَاءِ الْبَشِيرِ

خوشخبری لے کر پہنچنے والے شخص کو انعام سے نوازنے کا بیان

۲۷۷۳ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ، فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ» - وَقَصَّ ابْنُ السَّرْحِ الْحَدِيثَ - قَالَ: «وَنَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ» . حَتَّى إِذَا طَالَ عَلَيَّ تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَوَاللهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ، ثُمَّ صَلَّيْتُ الصُّبْحَ صَبَاحَ خَمْسِينَ لَيْلَةً عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِنَا فَسَمِعْتُ صَارِخًا يَا كَعْبُ بْنَ مَالِكٍ أَبْشِرْ، فَلَمَّا جَاءَنِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِي نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُمَا إِيَّاهُ، فَانْطَلَقْتُ حَتَّى إِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ، فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ يُهَرْوِلُ حَتَّى صَافَحَنِي وَهَنَّأَنِي.

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ جس وقت سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ پہلے مسجد تشریف لے جاتے اور دوگانہ سفر ادا فرماتے پھر لوگوں میں تشریف فرما ہوتے اسکے بعد ابن السرح نے مکمل حدیث نقل کی کعب بن مالک نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اہل اسلام کو ہم تینوں افراد سے گفتگو کرنے کی ممانعت فرمائی کیونکہ ہم غزوہ تبوک میں بلاعذر شریک نہ ہوئے تھے۔ جب کافی مدت گزر گئی تو میں ابو قتادہؓ کے باغ میں دیوار کود کر داخل ہو گیا وہ میرے چچازاد بھائی تھے میں نے اس کو سلام کیا اللہ کی قسم اس نے سلام کا جواب تک نہیں دیا (کیونکہ آپ نے گفتگو کرنے اور سلام کے جواب دینے سے منع فرمایا تھا) پھر جب میں نے پچاسویں روز اپنے مکان کی چھت پر فجر کی نماز ادا کی تو ایک منادی کرنے والے شخص کی آواز سنائی دی جو کہ آواز دے رہا تھا اے کعب بن مالکؓ تم بشارت حاصل کرو پھر جس وقت وہ شخص میرے پاس پہنچا جس کی آواز میں نے سنی تھی تو میں نے اس کو اپنے دونوں کپڑے اتار کر دے دیئے اور وہاں سے چل کر میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے (اس وقت) حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور دوڑ کر میرے پاس آئے مجھ سے انہوں نے آکر مصافحہ کیا اور مجھ کو مبارک باد دی۔

---

[1] صحيح البخاري - كتاب المغازي - باب غزوة ذي الخلصة ٤٠٩٧-٤٠٩٨

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۹۲۲) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٠٠) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٠٠) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٩٨) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧١٦) صحيح مسلم - التوبة (٢٧٦٩) سنن النسائي - المساجد (٧٣١) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٧٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٥٥/٣) مسند أحمد - من مسند القبائل (٣٨٦/٦) مسند أحمد - من مسند القبائل (٣٩٠/٦) سنن الدارمي - الصلاة (١٥٢٠)

شرح الحدیث: یہ باب یوں سمجھئے کہ گذشتہ باب کا تکملہ ہے یعنی جو شخص خوشخبری لے کر آئے اسکو انعام کے طور پر کچھ دینا بھی چاہئے، اس باب میں مصنفؒ نے کعب بن مالکؓ کے قصۂ توبہ کی روایت کا ایک ٹکڑا ذکر کیا ہے، جس کے اخیر میں یہ ہے کہ جب مجھے گھر میں محبوس رہتے ہوئے پچاس دن پورے ہوگئے، اور میں نے اس دن صبح کی نماز پڑھی اپنے گھر کی چھت پر تو میں نے ایک آواز لگانے والے کی آواز کو دور سے سنا..... یہ کہتے ہوئے یا کعب بن مالکِ البشر جب وہ میرے پاس قریب آیا مجھ کو بشارت دیتا ہوا تو اس وقت میرے بدن پر کپڑے تھے میں نے وہ اتار کر اس کو ہبہ کر دیئے اور مسجد کی جانب چل دیا، جب مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں، وہ فرماتے ہیں: حاضرین مجلس میں سے طلحہ بن عبید اللہؓ مجھ کو دیکھ کر کھڑے ہوئے اور دوڑ کر میرے پاس آئے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔

کعب بن مالکؓ کی توبہ کی مفصل اور طویل حدیث صحیح بخاری کی کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک کے ذیل میں مذکور ہے، جو بخاری شریف کے اٹھارہویں پارے میں ہے [1]، اور ہمارے یہاں سنن ابوداود کا بھی یہ اٹھارہواں پارہ ہی چل رہا ہے، خطیب بغدادی کے تجزیہ کے اعتبار سے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي مختصرا ومطولا، قاله المنذري۔

١٧٤ - بَابٌ فِي سُجُودِ الشُّكْرِ

سجدہ شکر کا بیان

٢٧٧٤ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ بَكَّارِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَخْبَرَنِي أَبِي عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ «إِذَا جَاءَهُ أَمْرُ سُرُورٍ أَوْ بُشِّرَ بِهِ خَرَّ سَاجِدًا شَاكِرًا لِلهِ».

ترجمہ: حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ کو جب کوئی خوشی کی بات پیش آتی یا آپ ﷺ کو خوشخبری دی جاتی تو آپ ﷺ شکرانہ کے طور پر سجدے میں گر جاتے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٧٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٣٩٤)

شرح الحدیث: یہ باب گذشتہ ابواب سے مربوط ہے، گذشتہ ابواب میں خوشخبری اور اس پر انعام وغیرہ کا بیان آیا ہے اسی کے مناسب یہ باب بھی ہے، حدیث الباب کا مضمون بھی یہی ہے کہ جب حضور ﷺ کے پاس کوئی خوشخبری پہنچتی تھی تو

[1] صحيح البخاري - كتاب المغازي - باب حديث كعب بن مالك ٤١٥٦

آپ شکر اللہ سجدہ میں چلے جاتے تھے۔

الدر المنضود جلد ثانی ابواب صلاۃ الکسوف کے آخر میں ایک باب، بَابُ السُّجُودِ عِنْدَ الْآيَاتِ گزرا ہے، یعنی حوادث کے وقت اللہ تعالیٰ کیلئے سجدہ میں گر جانا، اور یہ موجودہ باب جو ہمارے سامنے ہے یہ اس پہلے باب کا مقابل ہے اور سجدہ کا حکم دونوں جگہ ہے، جس طرح حوادث کے وقت میں اسی طرح مسرت اور خوشی کے موقع پر، سجدۂ شکر کا مسئلہ بھی اختلافی ہی ہے کہ شافعیہ، حنابلہ اور صاحبین کے نزدیک مستحب ہے، اور امام ابو حنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک غیر مستحب ہے، جیسا کہ وہاں پہلی جگہ کی تفصیل گزر چکی، اسکی طرف رجوع کیا جائے امام صاحبؒ سے سجدۂ شکر کا جو انکار منقول ہے اسکی تشریح میں تین قول ہیں، کہا گیا ہے کہ انکی مراد اس سے عدم وجوب ہے، یعنی واجب نہیں، اور کہا گیا ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ مشروع ہی نہیں، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اداء شکر کیلئے صرف سجدہ کافی نہیں، بلکہ دو رکعت شکریہ کی نیت سے پڑھی جائیں۔

۲۷۷۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ، عَنِ ابْنِ عُثْمَانَ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ يَحْيَى بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عُثْمَانَ - عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ نُرِيدُ الْمَدِينَةَ، فَلَمَّا كُنَّا قَرِيبًا مِنْ عَزْوَرَا نَزَلَ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللهَ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللهَ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا - ذَكَرَهُ أَحْمَدُ ثَلَاثًا - قَالَ: «إِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي وَشَفَعْتُ لِأُمَّتِي، فَأَعْطَانِي ثُلُثَ أُمَّتِي فَخَرَرْتُ سَاجِدًا شُكْرًا لِرَبِّي، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي فَأَعْطَانِي ثُلُثَ أُمَّتِي فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي شُكْرًا، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي، فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي فَأَعْطَانِي الثُّلُثَ الْآخِرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَشْعَثُ بْنُ إِسْحَاقَ أَسْقَطَهُ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حِينَ حَدَّثَنَا بِهِ، فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْهُ مُوسَى بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ».

ترجمہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول کریم ﷺ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ جانے کیلئے نکلے جب ہم لوگ عزورا (مقام) میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نیچے اترے اور آپ نے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی پھر آپ ﷺ سجدہ ریز ہو گئے اور آپ کافی دیر تک سجدہ ہی میں رہے اس کے بعد آپ کھڑے ہو گئے اور ہاتھوں کو اٹھا کر کچھ دیر تک دعا مانگی پھر آپ ﷺ سجدہ ریز ہوئے، احمد بن صالح نے اسطرح تین دفعہ دعا اور سجدہ کو ذکر فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی اور میں نے اپنی امت کیلئے سفارش کی اللہ تعالیٰ نے ایک تہائی امت مجھ کو عطا فرمادی (کہ ان کی مغفرت ہوگی ان کے حق میں سفارش قبول ہے)۔ میں نے اس پر شکر کا سجدہ ادا کیا اس کے بعد میں نے سر اٹھایا اور امت کے لئے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے مزید ایک تہائی عطا فرمائی۔ میں نے سجدہ شکر ادا کیا پھر سر اٹھایا اور اپنی امت کے لئے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے جو ایک تہائی باقی تھی وہ بھی عنایت فرمادی میں نے اپنے اللہ کیلئے سجدہ

شکر ادا کیا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ احمد بن صالح نے جس وقت ہم سے اس حدیث کو نقل کیا تو انہوں نے (راوی) اشعث بن اسحق کو حذف کر دیا پھر میرے دوسرے استاذ موسیٰ بن سہل رملی نے احمد بن صالح سے اس سند میں اشعث بن اسحاق کے واسطہ سے یہ حدیث ہم سے بیان کی۔

شرح الحدیث سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم مکہ سے مدینہ کیلئے روانہ ہوئے جب ہم مقام عزوراء کے قریب پہنچے تو آپ سواری سے اترے پھر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگتے رہے پھر سجدہ میں گر گئے اور دیر تک سجدہ ہی میں رہے، اس کے بعد کھڑے ہوئے پھر ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعاء مانگی اور پھر سجدہ میں گر گئے اور دیر تک سجدہ میں رہے، پھر تیسری مرتبہ کھڑے ہو کر دعا مانگی پھر اسی طرح سجدہ میں گر گئے اور پھر بعد میں آپ نے فرمایا کہ اس وقت میں نے اپنے رب سے سوال کیا تھا اور اپنی امت کیلئے سفارش کی تھی تو میرے رب نے مجھ کو میری امت کا تہائی حصہ دے دیا، گویا ان کے حق میں سفارش قبول ہو گئی، اس پر میں نے سجدہ کیا اپنے رب کے شکریہ میں، پھر میں نے سر اٹھایا اور وہی دعا کی تو میرے رب نے ایک ثلث میری امت کا اور مجھ کو عطا کر دیا، اس پر میں سر بسجود ہوا شُکْرًا لِرَبِّي (یہاں تک دو ثلث کی معافی ہو گئی، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ تیسری بار پھر میں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے آخر ثلث بھی امت کا عطاء فرما دیا، گویا پوری امت کے لئے مغفرت کی سفارش قبول ہو گئی، اس پر میں اپنے رب کے لئے سر بسجود ہوا۔

حافظ ابن القیمؒ نے اس حدیث پر اپنی تعلیق میں مسند أحمد[1] کی روایات سے حضور اقدس ﷺ کا سجدہ شکر کرنا مختلف بشارات پر نقل کیا ہے، اور اسی طرح حضرت علیؓ کا سجدہ کرنا، خوارج پر فتح کے وقت اور مقتولین میں جب تلاش کرنے سے ذوالثدیہ نکل آیا، اور سنن سعید بن منصور سے انہوں نے نقل کیا کہ صدیق اکبرؓ کے پاس جب مسیلمہ کذاب کے ہلاک ہونے کی خبر آئی تو اس وقت انہوں نے بھی سجدہ کیا[2]۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَشْعَثُ بْنُ إِسْحَاقَ أَسْقَطَهُ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حِينَ حَدَّثَنَا بِهِ، فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْهُ مُوسَى بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ: مصنفؒ کے اس کلام کی شرح یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابن عثمان اور عامر بن سعد کے درمیان اشعث بن اسحاق کا واسطہ مذکور ہے، اس کے بارے میں مصنفؒ یہ فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث جب مجھ سے میرے استاذ احمد بن صالح نے براہ راست بیان کی تھی اس وقت تو انہوں نے اس واسطہ کو ساقط کر دیا تھا، لیکن پھر اس کے بعد جب یہ حدیث مجھ سے میرے دوسرے استاد موسیٰ بن سہل نے بیان کی احمد بن صالح سے نقل کرتے ہوئے تب انہوں نے اس سند میں اشعث بن اسحاق کا واسطہ ذکر کیا تھا، پس حاصل یہ ہوا کہ مصنفؒ کو یہ حدیث دو طرح پہنچی، براہ راست احمد بن صالح سے اور بواسطہ موسیٰ بن سہل، احمد بن

[1] مسند أحمد - مسند البصریین - حدیث أبی بکرة نفیع بن الحارث بن کلدة ۲۰۴۵۵ (ج ۳۴ ص ۱۰۶)
[2] تهذیب السنن - ج ۳ ص ۱۳۷۰ - ۱۳۷۱

صالح سے، پہلے طریق میں واسطہ مذکور نہیں، دوسرے طریق میں ہے، لیکن مصنف نے موسیٰ کی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے اس دوسرے طریق میں بھی اس واسطہ کو ذکر کر دیا، گویا مصنف کی رائے ہے کہ یہ واسطہ ہونا چاہئے۔

اس حدیث کی سند کے بارے میں حافظ منذریؒ لکھتے ہیں: وفي إسناده موسى بن يعقوب الزمعي. وفيه مقال [1]. قلت: وقال الذهبي في الميزان في ترجمة: وثقه ابن معين، وقال النسائي ليس بالقوي، وقال ابو داود هو صالح وقال ابن المديني، ضعيف منكر الحديث.

١٧٥- بَابٌ فِي الطُّرُوقِ

سفر سے رات کے وقت اپنے گھر آنے کا بیان

طرق اور طروق دونوں لغت ہیں، اسکے معنی ضرب کے بھی آتے ہیں اور اسی سے مطرقہ (ہتھوڑا) ہے، اور دوسرے معنی اتیان باللیل رات میں آنا، اور رات میں آنے والے کو طارق کہتے ہیں، چونکہ رات میں آنے والا عام طور سے طرق یعنی دق الباب کا محتاج ہوتا ہے۔

٢٧٧٦- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ أَنْ يَأْتِيَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ طُرُوقًا».

ترجمہ جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ اس بات کو ناپسند فرماتے کہ آدمی (سفر سے) رات کے وقت اپنے گھر میں آئے۔

شرح الحدیث حافظؒ کہتے ہیں: اسی حدیث کے ایک دوسرے طریق میں اس طرح ہے: إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقْ أَهْلَهُ لَيْلًا یعنی جب کوئی شخص طویل غیبت کے بعد سفر سے لوٹے تو اس کو چاہئے کہ اپنی بیوی کے پاس رات کے وقت میں نہ پہنچے [2]، اس کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ شوہر کو اپنی بیوی سے تزین اور اچھی ہیئت مطلوب ہوتی ہے، چنانچہ وہ اس کی موجودگی میں اس کا اہتمام کرتی ہے، اور اگر شوہر موجود نہ ہو، سفر وغیرہ میں گیا ہوا ہو تو وہ اس کا اہتمام نہیں کرتی، اب جب طویل غیبت کے بعد بغیر سابق اطلاع کے رات کے وقت میں پہنچے گا تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ اپنی بیوی کو جس حالت میں دیکھنا چاہتا ہے اس میں اس کو نہیں پائے گا، اور اس میں خطرہ ہے کہ یہ تنفر کا سبب نہ بن جائے نیز ہیئت حسنہ کے علاوہ ہو سکتا ہے اس کو اور کسی نامناسب حال میں میں دیکھے، اس صورت میں اچانک پہنچنے سے اس کی پردہ دری ہو گی، حضور ﷺ کے ارشادات میں مختلف مصالح کا ہونا قرین قیاس ہے، جن بعض لوگوں نے آپ ﷺ کی اس ہدایت پر عمل نہیں کیا اور وہ

---

[1] مختصر سنن أبي داود للمنذري — ج ٤ ص ٨٨

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ٣٤٠

اچانک رات میں پہنچ گئے تو ان کو ناگوار حالت کا سامنا کرنا پڑا جس کے بعض قصے شروح حدیث میں لکھے ہیں۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي بنحوه، قاله المنذري۔

۲۷۷۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ أَحْسَنَ مَا دَخَلَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَوَّلَ اللَّيْلِ».

ترجمہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: سفر سے گھر میں (واپس) آنے کا بہترین وقت رات کے ابتدائی حصہ میں آنا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (۱۷۰۷) سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۷٦) سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۷۷)

شرح الحديث: یہاں دخول علی الاہل سے مراد صحبت کرنا ہے کہ جب آدمی سفر سے واپس آیا ہو اور سفر سے آنے کے بعد رات میں اپنے اہل کے پاس پہنچے تو اسکے حق میں بہتر اسی کو فرمارہے ہیں کہ وہ شخص شروع ہی میں اپنی ضرورت پوری کر لے، اس لئے کہ سفر اور طول غیبت کی وجہ سے شہوت قوی ہو جاتی ہے تو اس کیلئے یہی مناسب ہے کہ اپنی حاجت سے شروع ہی میں فارغ ہو کر آسودگی طبع حاصل کر لے، لیکن یہ ادب اور طریقہ مسافر کے حق میں ہے، عام حالات میں نہیں، عام حالات میں تو اس کے برخلاف اس کیلئے اخیر شب اولیٰ ہے کہ آخر شب تک کھانا وغیرہ سب ہضم ہونے کے اور کچھ آرام کے بعد طبیعت اعتدال پر آجاتی ہے۔

یہ جو حدیث کی شرح کی گئی ہے اس صورت میں اس حدیث میں اور حدیث سابق میں کوئی تضاد نہ ہوگا، اور اگر اس حدیث ثانی میں دخول سے مراد گھر میں داخل ہونا لیا جائے تو پھر یہ حدیث پہلی حدیث کے خلاف ہو جائے گی لیکن اگر اس حدیث میں بھی پہلے ہی والے معنی مراد لئے جائیں تو پھر اس تعارض کا یہ جواب ہوگا کہ یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جبکہ ان کے اہل خانہ کو آمد کی اطلاع پہلے سے ہو چکی ہو، بخلاف حدیث اول کے کہ اس کو محمول کیا جائے اس صورت میں جبکہ پہلے سے اطلاع نہ ہو، اور ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ کراہت والی حدیث محمول ہے دخول فی اثناء اللیل پر، اور عدم کراہت والی حدیث محمول ہے دخول اول اللیل پر، والله تعالى اعلم - والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي بنحوه، قاله المنذري۔

۲۷۷۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ قَالَ: «أَمْهِلُوا حَتَّى نَدْخُلَ لَيْلًا لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ، وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: الطُّرُوقُ: «بَعْدَ الْعِشَاءِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ لَا بَأْسَ بِهِ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ سفر سے نبی ﷺ کے ہمراہ واپس ہوئے تو جب ہم شہر میں جانا شروع ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: رک جاؤ ہم لوگ شہر میں رات کے وقت داخل ہوں گے، تاکہ پراگندہ بال عورت

کنگھا کرلے اور جس خاتون کا شوہر ایک عرصہ سے باہر تھا وہ ناف کے نیچے کے بال صاف کرلے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت بعد عشاء واپس آنے کی صورت میں ہے (لیکن) عشاء سے پہلے گھر واپس آنے میں کسی قسم کا حرج نہیں ہے۔

تخریج صحیح البخاري - الحج (۱۷۰۷) سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۷۸)

شرح الحدیث حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، جب ہم لوگ سفر سے لوٹے تو اپنی ازواج کے پاس جانے لگے (بظاہر یہ سفر سے واپسی شام کے وقت میں ہوئی ہوگی) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ٹھہرو رات ہونے پر ان کے پاس جائیں گے تاکہ اس مدت میں پراگندہ بال والی اپنے بالوں کو کنگھی سے درست کرلے، زیر ناف بال وغیرہ صاف کرلے، مغیبہ وہ عورت جس کا شوہر سفر میں گیا ہوا ہو، اس حدیث سے معلوم ہوا شوہر کو چاہئے کہ سفر سے واپسی کے بعد اپنی اہل کے پاس پہنچنے میں جلدی نہ کرے بلکہ اس کو مہلت دے آمد کی اطلاع کے بعد، اتنا وقت جس میں وہ اپنی ہیئت درست کرسکے، اس حدیث میں فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ میں اختصار ہے، چنانچہ بخاری کی روایت میں ہے: فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ [1] اور ہونا بھی اسی طرح چاہئے۔

اس باب میں مصنف نے تین حدیثیں ذکر فرمائیں ہیں، اتفاق سے تینوں مسانید جابر سے ہیں، تینوں کے راوی جابر بن عبداللہؓ ہی ہیں، والحديث أخرجه النسائي، وفي البخاري ومسلم بنحوه، قاله المنذري۔

۱۷۶۔ بَابٌ فِي التَّلَقِّي

مسافر شخص کے استقبال کا بیان

یعنی سفر سے آنے والے کا استقبال۔

۲۷۷۹ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: «لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ، فَلَقِيتُهُ مَعَ الصِّبْيَانِ عَلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ».

ترجمہ حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ جس وقت رسول کریم ﷺ غزوہ تبوک سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کا لوگوں نے استقبال کیا میں نے بھی بچوں کے ہمراہ (مقام) ثنیۃ الوداع میں آپ ﷺ کا استقبال کیا۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۹۱۷) صحيح البخاري - المغازي (٤١٦٤) صحيح البخاري - المغازي (٤١٦٥) جامع الترمذي - الجهاد (۱۷۱۸) سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۷۹) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٤٠٩/٣)

شرح الحدیث سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں، جب حضور ﷺ تبوک سے واپسی میں مدینہ تشریف لارہے تھے تو صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے استقبال کے لئے ثنیۃ الوداع تک پہنچے، میں بھی اور دوسرے بچوں کے ساتھ استقبال میں گیا۔

---

[1] صحيح البخاري - كتاب النكاح - باب طلب الولد ٤٩٤٧

سائب بن یزید صغار صحابہؓ (کم سن) میں سے ہیں اس وقت انکی عمر تقریباً سات سال تھی (لانہ ولد فی ۲ ہ) ثنیہ کہتے ہیں دو پہاڑوں کے درمیان جو راستہ اور گھاٹی ہوتی ہے جس میں اتار چڑھاؤ ہو، اور وداع کے معنی رخصت کرنے کے ہیں، ثنیۃ الوداع کو ثنیۃ الوداع اس وجہ سے کہتے ہیں کہ مدینہ سے جانے والوں اور مدینہ میں داخل ہونے والوں کو یہیں سے استقبال اور رخصت کیا جاتا ہے، پھر جاننا چاہئے کہ مدینہ منورہ میں یہ دو ثنیے الگ الگ ہیں ایک وہ جو مکہ مکرمہ کے راستہ پر ہے اور دوسرا ملک شام کے راستہ پر، ان میں سے پہلا ثنیہ مسجد قبا سے ذرا آگے کو واقع ہے، اور دوسرا مسجد نبوی کے شمال میں جبل سلع سے متصل ہے، اور حدیث الباب میں جو ثنیہ مذکور ہے وہ ان میں سے دوسرا ثنیہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کی واپسی سفر تبوک سے ہو رہی تھی، اور وہ جو سباق الخیل والی حدیث میں ثنیہ کا ذکر آتا ہے اس سے مراد بھی یہی دوسرا ثنیہ ہے، اسی جانب میں خیل کی مسابقت ہوا کرتی تھی۔ والحدیث أخرجه البخاري والترمذي، قاله المنذري۔

١٧٧ - بَابٌ فِيمَا يُسْتَحَبُّ مِنْ إِنْفَادِ الزَّادِ فِي الْغَزْوِ إِذَا قَفَلَ

جہاد میں جاتے ہوئے جو سامان مجاہد اپنے ساتھ لے گیا تھا اس جہاد سے واپسی میں اس سامان کو خرچ کرنے کا بیان

یعنی جو شخص سفر غزوہ میں اپنے ساتھ زادِ راہ وغیرہ سامان ساتھ لے جاتا ہے تو اس میں سے اگر ضرورت پورا ہونے کے بعد کچھ بچے تو اسکو ساتھ واپس نہ لائے بلکہ اسکو وہیں اللہ کیلئے خرچ کر دے۔

٢٧٨٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ فَتًى مِنْ أَسْلَمَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُرِيدُ الْجِهَادَ وَلَيْسَ لِي مَالٌ أَتَجَهَّزُ بِهِ، قَالَ: «اذْهَبْ إِلَى فُلَانٍ الْأَنْصَارِيِّ فَإِنَّهُ كَانَ قَدْ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ. فَقُلْ لَهُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ. وَقُلْ لَهُ ادْفَعْ إِلَيَّ مَا تَجَهَّزْتَ بِهِ». فَأَتَاهُ فَقَالَ لَهُ: ذَلِكَ فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: يَا فُلَانَةُ، ادْفَعِي لَهُ مَا جَهَّزْتِنِي بِهِ وَلَا تَحْبِسِي مِنْهُ شَيْئًا، فَوَاللهِ لَا تَحْبِسِينَ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارِكَ اللهُ فِيهِ.

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک جوان شخص نے خدمت نبوی میں عرض کیا: یارسول اللہ! میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے لیکن میرے پاس سامان نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم فلاں انصاری کے پاس جاؤ اس نے سامان جہاد تیار کیا تھا لیکن وہ بیمار پڑ گیا اس سے جا کر کہو کہ تم کو نبی کریم ﷺ نے سلام کہا ہے اور یہ کہ تم نے جہاد کیلئے جو سامان اکٹھا کیا تھا وہ سامان مجھ کو دے دو۔ چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ وہ شخص اس انصاری کے پاس گئے اور ان سے اسی طرح کہا۔ انصاری شخص نے اپنی اہلیہ سے کہا: اے فلانی! تم نے جتنا سامان میرے لئے تیار کیا تھا وہ تمام سامان ان کو دے دو (اس میں سے) کچھ نہ رکھنا اللہ کی قسم اگر تم اس میں سے کچھ سامان رکھ لوگی تو کسی قسم کی برکت نہ ہوگی۔

تخریج صحيح مسلم - الإمارة (١٨٩٤) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٨٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٠٧/٣)

شرح الحدیث قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان صحابیؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے اور

میرے پاس اتنامال نہیں جس سے سامان جہاد مہیا کر سکوں، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ فلاں انصاری کے پاس جاؤ، اس نے جہاد میں جانیکی تیاری کر رکھی تھی لیکن پھر بیمار ہو گیا اسلئے جانہ سکا (لیکن سامان جہاد اسکے پاس محفوظ ہے) اور اس سے جاکر کہہ کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھ کو سلام کہا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جو کچھ سامان تو نے جہاد کیلئے مہیا کیا تھا وہ سب مجھ کو دیدے وہ کہتے ہیں کہ میں اس کے پاس گیا اور حضور ﷺ کی پوری بات اس تک پہنچائی، تو ان انصاری صحابیؓ نے فوراً اپنی بیوی سے کہا کہ جو کچھ تو نے سامان جہاد میرے لئے تیار کیا تھا وہ سب اس شخص کے حوالہ کر دے اور اس میں سے کچھ بھی نہ روکنا، پس واللہ نہیں روکے گی تو کوئی چیز اس میں سے پھر برکت ہو تیرے لئے اس میں یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی چیز تو اس میں سے روکے اور اس میں برکت ہو جائے، بلکہ کبھی برکت نہیں ہوگی، اس حدیث سے مصنف نے اس صورت کا استنباط کیا جو ترجمۃ الباب میں مذکور ہے۔ والحدیث أخرجه مسلم، قاله المنذری۔

۱۷۸ - بَابٌ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الْقُدُومِ مِنَ السَّفَرِ

سفر سے واپسی پر نماز پڑھنے کا بیان

۲۷۸۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ، وَعَمِّهِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيهِمَا كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ إِلَّا نَهَارًا - قَالَ الْحَسَنُ: فِي الضُّحَى - فَإِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَتَى الْمَسْجِدَ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ جَلَسَ فِيهِ".

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سفر سے واپس بوقت چاشت ہی تشریف لاتے پھر آپ ﷺ جب واپس تشریف لاتے تو آپ ﷺ پہلے مسجد میں داخل ہو کر دوگانہ ادا فرماتے اس کے بعد آپ ﷺ وہیں مسجد میں تشریف فرما ہوتے۔

تخریج: صحیح البخاری - الجهاد والسیر (۲۹۲۲) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (٤٤٠٠) صحیح مسلم - صلاة المسافرین وقصرها (۷۱٦) صحیح مسلم - التوبة (۲۷٦۹) سنن النسائي - المساجد (۷۳۱) سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۸۱) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٥٥/۳) مسند أحمد - من مسند القبائل (۳۸٦/٦) مسند أحمد - من مسند القبائل (۳۹۰/٦) سنن الدارمي - الصلاة (۱٥۲۰)

شرح الحدیث: یعنی سفر سے واپسی میں آدمی کو چاہئے کہ دو رکعت نماز پڑھے، اسی طرح جب سفر میں جانے کا ارادہ ہو تب بھی دو رکعت نفل پڑھنا سنت ہے، لیکن یہ نماز سفر سے واپسی میں تو مسجد میں پڑھی جائے، یہ اولیٰ ہے، اور سفر کیلئے روانگی کے وقت اس نماز کا گھر میں ہونا مسنون ہے، حدیث الباب میں صرف ترجمۃ الباب والی نماز کا ذکر ہے، جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ سفر سے واپسی مدینہ میں دن میں ہوتی تھی چاشت کے وقت اور پھر آپ ﷺ مسجد میں تشریف لاکر

وہاں دو رکعت پڑھتے تھے، نماز کے بعد پھر وہیں مسجد میں کچھ دیر تشریف رکھتے تھے۔

۲۷۸۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَقْبَلَ مِنْ حَجَّتِهِ دَخَلَ الْمَدِينَةَ فَأَنَاخَ عَلَى بَابِ مَسْجِدِهِ، ثُمَّ دَخَلَهُ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى بَيْتِهِ» قَالَ نَافِعٌ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ كَذَلِكَ يَصْنَعُ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ جس وقت حج ادا فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے پر بٹھایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعات ادا فرمائیں۔ پھر آپ ﷺ گھر میں تشریف لے گئے۔ نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایسا ہی کرتے تھے۔

شرح الحدیث: اور اس کے بعد والی (مذکورہ) حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ جب اپنے حج سے واپسی میں مدینہ میں داخل ہوئے تو اولاً آپ ﷺ نے اپنی سواری کو مسجد کے دروازہ پر بٹھایا، پھر سواری سے اتر کر مسجد میں داخل ہوئے اس کے بعد پھر مکان پر تشریف لے گئے، نافع کہتے ہیں کہ میرے استاذ اور آقا حضرت ابن عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۱۷۹ - بَابٌ فِي كِرَاءِ الْمَقَاسِمِ

تقسیم کرنے والوں کو معاوضہ دینے کا بیان

مقاسم بضم المیم بمعنی قسام ہے، لوگوں کے درمیان مشترک چیز کو الگ الگ حصوں میں تقسیم کرنے والا، اور مقاسم بفتح المیم، مقسم کی جمع ہے جس کے معنی قسمت اور تقسیم کے ہیں، بالفتح پڑھنے کی صورت میں مضاف محذوف ہو گا، یعنی صاحب المقاسم کتب لغت میں لکھا ہے کہ صاحب المقاسم نائب الامیر ہوتا ہے، قسام الغنائم یعنی مال غنیمت کو مجاہدین پر تقسیم کرنے والا، یہ تو لفظ مقاسم کی تحقیق ہوئی اور کراء المقاسم جو ترجمۃ الباب میں ہے اس کے معنی ہوئے اجرۃ القسام، یعنی تقسیم کرنے والا، تقسیم کرنے کی اگر اجرت لے تو یہ جائز ہے یا ناجائز، اس کا فیصلہ حدیث الباب سے ہو گا۔

۲۷۸۳ - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنَا الزَّمْعِيُّ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُرَاقَةَ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالْقُسَامَةَ». قَالَ: فَقُلْنَا: وَمَا الْقُسَامَةُ؟ قَالَ: «الشَّيْءُ يَكُونُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَجِيءُ فَيَنْتَقِصُ مِنْهُ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ تقسیم کے معاوضہ کو لینے سے احتراز کرو، ہم لوگوں نے عرض کیا: اس کا کیا مفہوم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شے کئی اشخاص میں مشترک ہوتی ہے (پھر ایک تقسیم کرنے والا ان حصہ داروں کو حصہ بنا کر دیتا ہے) تو اس چیز میں سے کچھ اپنے لیے رکھ کر کمی کر دیتا ہے۔

شرح الحديث: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بچاؤ اپنے آپ کو تقسیم کی اجرت لینے سے، کسی راوی نے اپنے استاذ سے پوچھا کہ قسامہ سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک شئ چند لوگوں کے درمیان مشترک ہے، تقسیم کرنے والا جب اس چیز کو شرکاء کے درمیان تقسیم کرنے لگے تو اس میں کمی کرے، یعنی اس میں سے کچھ اپنے لئے نکال لے، بظاہر مطلب یہ ہے کہ بغیر ان سے اجازت لئے، اپنی وجاہت اور چودھراہٹ کیوجہ سے جیسا کہ بعد والی روایت میں آرہا ہے۔

٢٧٨٤ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ شَرِيكٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، قَالَ: «الرَّجُلُ يَكُونُ عَلَى الْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ فَيَأْخُذُ مِنْ حَظِّ هَذَا وَحَظِّ هَذَا».

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسارؒ سے اسی طرح مروی ہے البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ عطاء نے فرمایا: ایک شخص لوگوں کی جماعت کا امیر مقرر ہوتا ہے اور ہر ایک شخص کے حصہ میں سے کچھ وصول کرلیتا ہے۔

شرح الحديث: یعنی ایک شخص جو جماعتوں پر حاوی ہے (جیسے چودھری ہوا کرتے ہیں) کچھ اسکے حصہ میں سے لیتا ہے کچھ فلاں کے حصہ میں سے، اس کو مختصر لفظوں میں اس طرح بھی تعبیر کرسکتے ہیں وہ زبردستی کی کٹوتی جو چودھری کی طرف سے ہو یہ چودھری لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں، ان کا اپنی قوم پر بڑا زور ہوتا ہے اور گھمنڈ میں اپنی قوم کے مال میں بلا اجازت تصرف کرلیتے ہیں، یہی ہے وہ چیز جس کو آپ ﷺ نے فرمایا: إِيَّاكُمْ وَالْقُسَامَةَ، اس قسم کی کٹوتی کے عدم جواز اور حرام ہونے میں تو کوئی تأمل ہی نہیں ہے، اور حدیث میں اسی کی ممانعت بھی ہے لیکن ترجمۃ الباب میں لفظ کراء مذکور ہے یعنی اجرت تو پھر صورت مسئلہ یہ ہوگی کہ جو شخص کسی مشترک چیز کو شرکاء کے درمیان حسب حصص دیانت کے ساتھ تقسیم کرے جیسے زمین وغیرہ کو پٹواری لوگ کرتے ہیں اور پھر اس تقسیم کی معینہ اجرت لیجائے اس میں تو کوئی کراہت اور عدم جواز کی بات نہیں ہے، چنانچہ جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ جائز ہے، حضرت شیخؒ نے اس مسئلہ میں امام مالکؒ کا اختلاف لکھا ہے کہ أنه كره أجر القسام [1]، صحیح بخاری کی کتاب الاجارۃ میں ترجمۃ الباب میں تعلیقاً اس طرح ہے وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ بِأَجْرِ الْقَسَّامِ بَأْسًا اور فتح الباری میں ہے: وكره مالك أخذ الأجرة..... القسام وقيل إنما كرهها لأنه كان يرزق من بيت المال فكره له أن يأخذ أجرة أخرى وأشار سحنون إلى الجواز عند فساد أمر بيت المال اهـ [2]۔

١٨٠ - بَابٌ فِي التِّجَارَةِ فِي الْغَزْوِ

جہاد میں تجارت کرنے کی کراہت کا بیان

٢٧٨٥ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ، يَقُولُ:

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٤١٩

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٤ ص ٤٥٤

حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَلْمَانَ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُ قَالَ: لَمَّا فَتَحْنَا خَيْبَرَ أَخْرَجُوا غَنَائِمَهُمْ مِنَ الْمَتَاعِ وَالسَّبْيِ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ غَنَائِمَهُمْ، فَجَاءَ رَجُلٌ حِينَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ لَقَدْ رَبِحْتُ رِبْحًا مَا رَبِحَ الْيَوْمَ مِثْلَهُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ هَذَا الْوَادِي قَالَ: «وَيْحَكَ، وَمَا رَبِحْتَ؟» قَالَ: مَا زِلْتُ أَبِيعُ وَأَبْتَاعُ حَتَّى رَبِحْتُ ثَلَاثَ مِائَةِ أُوقِيَّةٍ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا أُنَبِّئُكَ بِخَيْرِ رَجُلٍ رَبِحَ». قَالَ: مَا هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الصَّلَاةِ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن سلمان سے مروی ہے کہ ایک صحابی رسول نے ان سے بیان کیا کہ جس وقت ہم لوگوں نے خیبر فتح کیا تو لوگوں نے اپنی اپنی غنیمت نکالی جس میں سامان بھی تھا اور قیدی بھی اور وہ لوگ آپس میں خرید و فروخت کرنے لگے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! آج میں نے اس قدر منافع حاصل کیا کہ اس بستی کے لوگوں میں سے اس قدر منافع آج تک کسی شخص کو نہیں ہوا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: تیرا برا ہو تم کو کیا منافع ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ میں مسلسل خرید و فروخت کرتا رہا یہاں تک کہ مجھ کو تین سو اوقیہ چاندی یعنی بارہ ہزار درہم کا نفع ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو وہ آدمی بتاؤں جس نے تم سے زیادہ عمدہ منافع حاصل کیا ہے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے فرض نماز کے بعد دو نفل ادا کیں۔

شرح الحدیث ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے خیبر کو فتح کیا اور مال غنیمت میں جو کچھ جس کو ملا سامان یا قیدی وغیرہ وہ اس کو آپس میں بیع و شراء کرنے لگے، تو ایک شخص نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آج کی اس تجارت میں مجھے اتنا نفع حاصل ہوا کہ اتنا کسی کو حاصل نہ ہوا ہوگا، قال: وَيْحَكَ (کلمۂ ترحم وتوجع) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افوہ! تو نے کیا کمالیا؟ اس نے عرض کیا: میں اپنا مال بیچتا رہا اور دوسرا خریدتا رہا اسی الٹ پھیر میں مجھے تین سو اوقیہ چاندی نفع میں حاصل ہوئی، یعنی بارہ ہزار درہم، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تجھ کو بتلاؤں، اس سے بہتر نفع حاصل کرنے والے شخص کو اس نے عرض کیا: جی کون ہے وہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فرض نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھے۔

۱۸۱ ـ بَابٌ فِي حَمْلِ السِّلَاحِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ

دشمن کے ملک میں اسلحہ لے جانے کا بیان

دارالحرب کی طرف کسی طرح اسلحہ کو بھیجنا، اما بطریق البیع کہ دارالحرب جانے والے کے ساتھ کوئی مسلمان ہتھیار فروخت کرے، او بطریق الهبة والمبادلة کما فی حدیث الباب، ایسا کرنا حنفیہ کے یہاں جائز نہیں، عند الجمہور جائز ہے۔

۲۷۸۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ ذِي الْجَوْشَنِ رَجُلٍ مِنَ الضِّبَابِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَنْ فَرَغَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ بِابْنِ فَرَسٍ لِي يُقَالُ لَهَا: الْقَرْحَاءُ، فَقُلْتُ: يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ

جِئْتُكَ بِابْنِ الْقَرْحَاءِ لِتَتَّخِذَهُ. قَالَ: «لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ أَقِيضَكَ بِهِ الْمُخْتَارَةَ مِنْ دُرُوعِ بَدْرٍ فَعَلْتُ». قُلْتُ: مَا كُنْتُ أَقِيضُهُ الْيَوْمَ بِغُرَّةٍ قَالَ: «فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهِ».

ترجمہ: ذی الجوشن صحابی رسول ﷺ جو کہ قبیلہ ضباب کے ایک شخص ہیں ان سے مروی ہے کہ جس وقت نبی ﷺ غزوہ بدر کے دن مشرکین سے فارغ ہو گئے تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں گھوڑے کا ایک بچہ لے کر حاضر ہوا جس گھوڑی کا نام قرحاء تھا، اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں قرحاء کا بچہ لے کر حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ اس کو اپنے استعمال میں لائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے اگر تم اسکے عوض غزوہ بدر کی زرہوں میں سے ایک عمدہ زرہ لینا پسند کرو تو میں اس کو قبول کر لونگا۔ میں نے عرض کیا کہ آج کے دن میں اس بچہ کے بدلہ میں غرہ (گھوڑا یا غلام یا باندی) بھی نہ لوں گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٨٦) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٤٨٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٦٨)

شرح الحدیث: ذی الجوشن اپنے اسلام سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا آپ کے جنگ بدر سے فارغ ہونے کے بعد اپنی گھوڑی کا ایک بچہ لیکر جس گھوڑی کا نام قرحاء تھا فرس اقرح فی جبہۃ بیاض بقدر درہم، المؤنث قرحاء) اور میں نے آپ ﷺ کا نام لیکر آپ سے عرض کیا کہ میں آپ کے پاس ابن القرحاء کو لایا ہوں تاکہ آپ اس کو رکھ لیں، قبول کر لیں، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں (یعنی ہبت بغیر بدل کے) پس اگر تو چاہے کہ میں تجھ کو بدر کی عمدہ زرہوں میں سے ایک زرہ تجھ کو دے کر یہ لوں تو میں یہ کر سکتا ہوں، اس پر میں نے کہا (اگر بدلہ والی بات رکھتے ہو) تو پھر آج میں اس کو (اس گھوڑی کے بچہ کو) ایک غلام کے بدلہ میں بھی آپ کو نہیں دے سکتا، آپ نے فرمایا پھر مجھے ضرورت نہیں اسکی۔

قولہ: فَإِنْ شِئْتَ أَنْ أَقِيضَكَ بِهِ: اس لفظ کو نسخہ ہندیہ میں ضم الف کے ساتھ لکھا ہے، بظاہر یہ لفظ بفتح الہمزہ ہے، قاض یقیض سے، اس کے معنی عوض دینے کے ہیں۔

١٨٢ - بَابٌ فِي الْإِقَامَةِ بِأَرْضِ الشِّرْكِ

مشرکین کی سرزمین میں رہائش اختیار کرنے کا بیان

یعنی دارالحرب میں اقامۃ کا حکم، مقصود منع کو بیان کرنا ہے۔

٢٧٨٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَمَّا بَعْدُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَإِنَّهُ مِثْلُهُ».

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مشرک شخص سے میل جول رکھے اور اس کے ساتھ (یعنی اس کی صحبت میں) رہے تو وہ شخص اسی (مشرک) جیسا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - السير (١٦٠٤) سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٨٧)

شرح الحدیث: یہ روایت سمرہ بن جندب کی احادیث ستہ میں سے، جو ابوداود میں ہیں، چھٹی یعنی آخری حدیث ہے، آپ ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں: جو مسلمان مشرک کیساتھ اکٹھا ہوکر رہے تو سمجھو وہ اسی جیسا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں تین احتمال ہیں: ① من جامع المشرك اى فى دار واحدة، یعنی خاص ایک ہی گھر میں دونوں رہیں مسلم بھی اور مشرک بھی، ② او بلد واحد، یعنی ایک ہی شہر میں مسلمان رہے اور مشرک بھی، اس دوسرے مطلب میں پہلی صورت اور پہلا مطلب بطریق اولیٰ داخل ہے، لیکن اسکا عکس نہیں، ③ المراد الاشتراك معه فى الرسوم والعادات والزى والهيئة، یعنی جو مسلمان مشرکین کا ساتھ دے انکے رسوم اور عادات میں اور ایسے ہی صورت شکل اور ہیئت میں انکی وضع اختیار کرے تو وہ بھی مشرک ہی ہے۔

یہ حدیث اول اور ثانی معنی کے لحاظ سے توز جرو توبیخ کے قبیل سے ہے، اور تیسرے معنی کے اعتبار سے تقریباً اپنے ظاہر پر ہے، اس حدیث میں اس کے بعض معانی کے اعتبار سے ہجرت کی طرف اشارہ ہے، کتاب الجہاد کی ابتداء بھی باب الہجرۃ ہی سے ہے، هذا من حسن الاختتام. والله ولى المرام. وبيده حسن الخاتمة على الايمان.

آخر كتاب الجهاد

وهذا آخر الجزء الرابع من "الدر المنضود على سنن أبي داؤد" وقد تم تسويد هذا الجزء في المدينة المنورة على صاحبها ألف ألف صلاة وتحية وقد اعانني فى تسويد هذا الجزء العزيز المحترم المولوى حبيب الله الجمباری ثم المدنى المظاهرى تحريراً وإملاءً وفي جمع المواد من شروح الحديث وكتب الفقه للأئمة الأربعة وغيرهما من كتب الرجال والسير والتاريخ بجهد بليغ واستعداد تام. فجزاه الله تعالى خيراً وارزقنى واياه لما يحبه ويرضاه.

محمد عاقل عفا الله عنه

٩ محرم الحرام ١٤٢٢ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَاب الضَّحَایَا

قربانی کے متعلق ذخیرۂ احادیث

یہاں نسخے مختلف ہیں، ایک نسخے میں ضحایا کے بجائے الأَضَاحِيّ ہے، امام بخاریؒ نے بھی الأَضَاحِيّ کا لفظ اختیار کیا ہے، ہمارے نسخے میں اسی سرخی کے بعد حدیث شروع ہو رہی ہے، وفی بعض النسخ کمافی حاشیة البذل: بَابُ مَا جَاءَ فِي إِيجَابِ الْأَضَاحِيّ کی زیادتی ہے۔

مباحث ستہ مفیدہ: یہاں چند امور قابل ذکر ہیں: ① اس کتاب کی ما قبل سے مناسبت، ② أضحیة لغتاً و شرعاً، ③ اختلافھم فی حکمھا، ④ عدد ایام اضحیہ میں اختلاف، ⑤ وقت ذبح کی ابتداء، ⑥ مشروعیت اضحیہ کی ابتداء۔

بحث اول (ما قبل سے نسبت): اس کتاب کی مناسبت کتاب الجہاد سے ظاہر ہے کہ جہاد میں اپنی جان و مال دونوں کا انفاق اور قربانی ہوتی ہے۔ اور اضحیہ میں مال خرچ کر کے حیوان کی قربانی ہوتی ہے۔

ہمارے یہاں اس کے بعد کتاب الصید آرہی ہے، بخاری میں اسکے برعکس کِتَاب الذَّبَائِحِ وَالصَّيْدِ کتاب الاضاحی سے پہلے ہے۔

بحث ثانی (لغۃ و شرعاً): بذل المجہود میں اس میں چار لغات لکھے ہیں[1]: أضحية (بضم الهمزة) إضحية (بكسر الهمزة) اسکی جمع أضاحی ہے جیسے أُمنيةٌ کی جمع أماني، ضِحية اسکی جمع ضحایا کعطیة وعطایا، أضحاة اسکی جمع أضحی، جیسے أرطاة کی جمع أرطی اھ۔

وفی الدر المختار: لغة اسم لما يذبح أيام الأضحى، من تسمية الشيء باسم وقته اھ[2]، وقال الكرماني: وهي ما يذبح يوم العيد تقربا الى الله تعالى، وسميت بذلك لأنها تفعل في الضحى اھ[3] (الحل المفهم)۔

اضحیہ کی مشروعیت کتاب و سنت اور اجماع تینوں سے ہے۔ أما الكتاب فقوله تعالى: { فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ [4] } قال بعض

---

[1] وفی الأوجز عن ابن عابدین: فیه ثمان لغات، الأضحية بضم الهمزة و كسرها مع تشديد الياء وتخفيفها، وضحية بلا همزة بفتح الضاد وكسرها، وأضحاة بفتح الهمزة وكسرها اھ (أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ١٠ ص ٢٠٣. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٣)۔

[2] رد المحتار على الدر المختار — ج ٩ ص ٤٥٢

[3] الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري — ج ٢٠ ص ١٢٠

[4] سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کر (سورۃ الکوثر ٢)

أهل التفسير المراد به الأضحية بعد صلاة العيد، وأما السنة فما روى عن أنس رضي الله عنه أنه صلى الله عليه وسلم ضحى بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ (متفق عليه) [1]، وأجمع المسلمون على مشروعيتها [2] (أوجز عن المغني).

بحث ثالث (اختلافهم فی حکمہا): اضحیہ کے حکم میں وجوب اور سنیت کے اعتبار سے اختلاف ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک جس میں ائمہ ثلاثہ بھی ہیں یہ سنت موکدہ ہے، امام مالکؒ کا قول مشہور یہی ہے [3]، اور حنفیہ اور امام مالکؒ فی روایۃ کے نزدیک قربانی واجب ہے، وحكى العيني عن الهداية: الأضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسر أما الوجوب فقول أبي حنيفة ومحمد وزفر والحسن وإحدى الروايتين عن أبي يوسف رحمهم الله، وعنه أنها سنة [4]، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام طحاویؒ نے اس کا وجوب امام ابوحنیفہ کا قول قرار دیا ہے، اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ وہ سنت مؤکدہ ہے [5]۔ دلیل وجوب ابن ماجہ کی روایت ہے من حديث أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعا مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ، وَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا [6]، قال العيني: وأخرجه الحاكم وقال: صحيح الاسناد اهـ [7]۔ وبسط الشيخ في البذل في مستدلات الحنفية فارجع اليه (من الأوجز)۔

انواع اضحیہ: بذل میں لکھا ہے: اضحیہ کی دو قسمیں ہیں: ① واجب اور ② تطوع اور پھر واجب کی چند قسمیں ہیں ایک وہ جس کا وجوب غنی اور فقیر دونوں پر ہو جیسے نذر کی قربانی اسکا وجوب مطلقاً ہے اسلئے کہ یہ وجوب نذر کی وجہ سے ہے جس میں فقیر اور غنی دونوں برابر ہیں، اور ایک قسم وہ ہے جو واجب ہو فقیر پر نہ کہ غنی پر جیسے وہ جانور جسکو فقیر آدمی قربانی کی نیت سے خریدے اسلئے کہ وہ جانور شراء کی وجہ سے متعین ہو گیا بخلاف غنی کے کہ اگر وہ کوئی جانور قربانی کی نیت سے خریدے تو اس پر شراء کی وجہ سے اسکی قربانی واجب نہ ہو گی، اسکو چھوڑ کر دوسری کر سکتا ہے، تیسری قسم وہ ہے ما يجب على الغني دون الفقير، اور

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الأضاحي - باب من ذبح الأضاحي بيده ٥٢٣٨ ، صحيح مسلم - كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان - باب استحباب الضحية ١٩٦٦

[2] المغني ويليه الشرح الكبير - ج ١١ ص ٩٤ ، أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ١٠ ص ٢٠٣

[3] اب یہ کہ سنت مؤكدة على الكفاية ہے یا على العين، سو مالکیہ کے یہاں تو تصریح ہے سنت مؤکدہ لعینہ کی ففي حاشية الشرح الصغير للدردير (ج ١ ص ٦٤٩) قوله سن وتأكد عينا أي على المشهور، وقيل إنها واجبة، وقوله عينا أي على كل واحد بعينه ممن استوفى الشروط الآتية اهـ اور کتب شافعیہ میں اسکو سنت على الكفاية لکھا ہے ففي شرح الإقناع: والتضحية سنة مؤكدة في حقنا على الكفاية إن تعدد أهل البيت، فإذا فعلها واحد من أهل البيت كفى عن الجميع وإلا فسنة عين اهـ (الإقناع في حل ألفاظ أبي شجاع للشربيني - ج ٢ ص ٥٦٥) وقال الحافظ في الفتح: وهي عند الشافعية والجمهور سنة مؤكدة على الكفاية اهـ (ج ١٠ ص ٣)

[4] الهداية شرح بداية المبتدي - ج ٧ ص ١٤٦

[5] البناية في شرح الهداية - ج ١١ ص ٥

[6] سنن ابن ماجه - كتاب الأضاحي - باب الأضاحي واجبة هي أم لا؟ ٣١٢٣

[7] البناية في شرح الهداية - ج ١١ ص ٧

یہ اس صورت میں ہے جب کہ نہ نذر پائی جائے نہ شراء اھ [1]۔

اضحیہ کیلئے غنی شرط ہے یا نہیں؟ اس کے بعد سمجھئے کہ حنفیہ کے نزدیک جیسا کہ اوپر ہدایہ سے گزر چکا اضحیہ کے وجوب کیلئے غنی شرط ہے اور جمہور کے نزدیک اگرچہ قربانی تو سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں، اب یہ کہ تاکد سنیت کیلئے غنی شرط ہے یا نہیں؟ تو کتب مالکیہ میں تو غنی کو شرط قرار دیا ہے ان کے نزدیک جو شخص قوت عام کا مالک نہ ہو اس کے حق میں سنت نہیں اور کتب شافعیہ میں تصریح ہے کہ اس کے لئے غنی شرط نہیں مستطیع ہونا کافی ہے مسافر پر اضحیہ ہے یا نہیں؟ اس پر مستقل کلام باب فی المسافر یضحی کے ذیل میں آرہا ہے۔

فائدہ: باب کی آخری حدیث (برقم ۲۷۸۹) وَلَكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَأَظْفَارِكَ الخ کے ذیل میں بذل المجہود میں لکھا ہے ثم ظاهر الحديث وجوب الأضحية إلا على العاجز، ولذا قال: جمع من السلف: تجب على المعسر، ويؤيده حديث يا رسول الله أستدين وأضحي؟ قال: نعم، فإنه دين مقضي، الى آخر ما في البذل [2] یعنی بعض علماء کے نزدیک فقیر پر بھی قربانی واجب ہے اسلئے کہ حدیث میں ہے ایک سائل کے سوال پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں قرض لیکر بھی قربانی کرو اسلئے کہ یہ دین ادا ہو جائے گا، یا مطلب یہ کہ یہ قربانی آدمی پر ایک قسم کا دین اور واجب ہے۔

بحث رابع (عدد ایام اضحیہ میں اختلاف): ایام اضحیہ کی تعیین و تعداد میں کافی اختلاف ہے جس کو حضرت شیخ نے أوجز میں تحریر فرمایا ہے اسکے آخر میں حضرت شیخ لکھتے ہیں: والجملة أن في تعيين أيام الأضحية سبعة مذاهب: الأول: يوم النحر فقط، وهو مذهب داؤد وابن سيرين، الثاني: ثلاثة أيام، وهو مذهب الأئمة الثلاثة وغيرهم، الثالث: أربعة أيام وهو مذهب الشافعي وغيره، الرابع: يوم النحر، وستة أيام بعده، وهو قول قتادة، الخامس: عشرة أيام، حكاه ابن التين، السادس: إلى آخر ذي الحجة، وهو مذهب ابن حزم (لرواية أبي سلمة بن عبد الرحمن وسليمان بن يسار، قالا بلغنا ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم قال الأضحى الى هلال المحرم لمن استان بذلك (كذا في المحلى). السابع: يوم في الأمصار، وثلاثة في منى، وهو قول سعيد بن جبير وجابر بن زيد، إلى آخر ما في الاوجز [3]، اور متن ابی شجاع میں ہے ووقت الذبح من وقت صلاة العيد إلى غروب الشمس من آخر أيام التشريق اھ، اور اسکے حاشیہ میں ہے یعنی گیارہ ذی الحجہ اور بارہ اور تیرہ، روى ابن حبان عن جبير بن مطعم رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: وَكُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ [4]، أي وقت للذبح اھ [5]، اس تفصیل سے معلوم ہوا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایام اضحیہ تین ہیں اور شافعیہ کے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۳ ص ۵ـ ۶
[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۳ ص ۹ – ۱۰
[3] أوجز المسالك إلى موطأ مالك – ج ۱۰ ص ۲۷۲
[4] السنن الكبرى للبيهقي – كتاب الضحايا – باب من قال: الأضحى جائز يوم النحر وأيام منى كلها لأنها أيام النسك ۱۹۲۴۱ ج ۹ ص ۴۹۸
[5] الإقناع في حل الفاظ أبي شجاع للشربيني – ج ۲ ص ۵۷۲

نزدیک چار دن ہیں دس ذی الحجہ سے لیکر تیرہ کی شام تک۔

بحث خامس (وقت ذبح کی ابتداء): وقت ذبح کی ابتداء کب سے ہے سو اس پر تو علماء کا اتفاق ہے، ان الذبح قبل صلاۃ العید لا یجوز، اور اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ امام کی قربانی سے قبل دوسرے لوگوں کیلئے قربانی جائز ہے یا نہیں، جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے، امام مالکؒ کے نزدیک ذبح امام سے قبل کسی کیلئے ذبح کرنا جائز نہیں، وسبب اختلافهم اختلاف الآثار في هذا الباب، وذلك انه جاء في بعضها انه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم امر لمن ذبح قبل الصلوة ان يعيد الذبح وفي بعضها انه أمر لمن ذبح قبل ذبحه ان يعيد، أخرجه مسلم، الى آخر ما في الاوجز[1]، اس میں مزید تفصیل باب ما يجوز في الضحايا من السن کے آخر میں آرہی ہے۔

بحث سادس (مشروعیت اضحیہ کی ابتداء): قربانی کی مشروعیت کی ابتداء قرآن کریم میں مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہے: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى[2]، حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے ہاں جب تک اولاد نہ ہوئی تھی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ شانہ سے دعاء کی رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ○[3]، اس کے بعد وہ اوپر والی آیت مذکور ہے کہ جب وہ فرزند (اسمعیل علیہ السلام) ایسی عمر کو پہنچا کہ اپنے باپ کے ساتھ چلنے پھرنے لگا، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وقت ان کی عمر تیرہ سال کی ہو چکی تھی تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس اکلوتے بیٹے سے فرمایا برخوردار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس پر انہوں نے عرض کیا: يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ابا جان جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اس کو کر گزریئے الی آخر القصة جس میں یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام چھری چلانے لگے تو بار بار چلانے کے باوجود گلا کٹتا نہیں تھا: وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا الآية[4] روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ آسمانی آواز سن کر اوپر کی طرف دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مینڈھا لئے کھڑے تھے یہ جنتی مینڈھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا ہوا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ شانہ کے حکم سے اپنے بیٹے کے بجائے اس کو قربان کیا (معارف القرآن ملخصاً[5])، یہ مضمون سنن ابن ماجہ اور مسند احمد کی روایت میں اس طرح مذکور ہے عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا هٰذِهِ الْأَضَاحِيُّ؟ قَالَ: «سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ» قَالُوا: فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «بِكُلِّ شَعَرَةٍ حَسَنَةٌ»[6]، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی ارشاد فرما رہے ہیں کہ یہ

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك – ج ١٠ ص ٢٣١

[2] پھر جب پہنچا اسکے ساتھ دوڑنے کو کہا اے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں پھر دیکھ تو تو کیا دیکھتا ہے (سورة الصافات ١٠٢)

[3] اے رب بخش مجھ کو کوئی نیک بیٹا پھر خوشخبری دی ہم نے اس کو ایک لڑکے کی جو ہوگا تحمل والا (سورة الصافات ١٠٠-١٠١)

[4] سورة الصافات ١٠٢-١٠٥

[5] معارف القرآن للعثمانی – ج٧ ص ٤٥٧ – ٤٥٩

[6] سنن ابن ماجه – كتاب الأضاحي – باب ثواب الأضحية ٣١٢٧، مسند أحمد – أول مسند الكوفيين (٣٦٨/٤)

اضحیہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اس کی ابتداء وہاں سے ہوئی ہے۔

١ ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي إِيجَابِ الْأَضَاحِيِّ

قربانی کے واجب ہونے کا بیان

۲۷۸۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، ح وحَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْنٍ، عَنْ عَامِرٍ أَبِي رَمْلَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مِخْنَفُ بْنُ سُلَيْمٍ، قَالَ: وَنَحْنُ وُقُوفٌ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ قَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةً وَعَتِيرَةً، أَتَدْرُونَ مَا الْعَتِيرَةُ هَذِهِ؟ الَّتِي يَقُولُ النَّاسُ الرَّجَبِيَّةُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «الْعَتِيرَةُ مَنْسُوخَةٌ هَذَا خَبَرٌ مَنْسُوخٌ».

ترجمہ: حضرت مخنف بن سلیم سے روایت ہے کہ ہم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حجۃ الوداع میں عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی ضروری ہے اور عتیرہ بھی ضروری ہے۔ تو لوگ واقف ہو کہ عتیرہ کیا ہے؟ یہ وہی ہے کہ جس کو لوگ رجبیہ کہتے ہیں (وہ جانور جو لوگ ماہ رجب میں ذبح کرتے ہیں)۔

تخریج: جامع الترمذي - الأضاحي (١٥١٨) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٢٤) سنن أبي داود - الضحايا (٢٧٨٨) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٢٥) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢١٥/٤)

شرح الحدیث: مخنف بن سلیم صحابی فرماتے ہیں کہ جس وقت ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں وقوف کرنے والے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! ہر گھر والے کے اوپر اور ان کے ذمہ ہر سال میں اضحیہ اور عتیرہ ہے، اور پھر فرمایا آپ جانتے ہو عتیرہ کیا چیز ہے؟ عتیرہ وہی ہے جس کو لوگ رَجَبِيَة کہتے ہیں۔

وجوب اضحیہ کی دلیل: حنفیہ نے اس حدیث سے وجوب اضحیہ پر استدلال کیا ہے اس لئے کہ لفظ عَلٰی الزام اور وجوب کیلئے آتا ہے اور دوسری چیز جو اس حدیث میں مذکور ہے یعنی عتیرہ، وہ عند الجمہور دوسری احادیث کی بنا پر منسوخ ہے، لہذا قربانی کا وجوب باقی رہا، عتیرہ کی تفسیر جیسا کہ خود اس حدیث میں مذکور ہے اس ذبیحہ اور قربانی کا نام ہے جو ابتداء اسلام میں رجب کے عشرۂ اولیٰ میں کی جاتی تھی، اس لئے اس کو رَجَبِيَة بھی کہتے ہیں۔

یہاں ایک تیسری چیز اور ہے جو احادیث میں وارد ہے یعنی فَرَع، ان دونوں کا ذکر کتاب الاضحیہ کے اخیر میں آخری باب بَابٌ فِي الْعَتِيرَةِ میں آرہا ہے، لہذا ان دونوں پر کلام ان شاء اللہ تعالیٰ اسی جگہ آئے گا۔ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه قاله المنذری۔

۲۷۸۹ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيُّ، عَنْ عِيسَى بْنِ هِلَالٍ الصَّدَفِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أُمِرْتُ

يَوْمِ الْأَضْحَى عِيدًا جَعَلَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ». قَالَ الرَّجُلُ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا أُضْحِيَةً [1] أُنْثَى أَفَأُضَحِّي بِهَا؟ قَالَ: «لَا، وَلَكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَأَظْفَارِكَ وَتَقُصُّ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ، فَتِلْكَ تَمَامُ أُضْحِيَتِكَ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اضحیٰ والے دن (⑩ذی الحجہ) عید کا دن منانے کا حکم ہوا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کیلئے عید قرار دیا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میرے پاس صرف عاریۃً ملی ہوئی اونٹنی یا بکری ہو کیا میں اسکی قربانی کردوں؟ آپ نے فرمایا نہیں تم اپنے بال کتروادو اور اپنے ناخن کاٹ لو اور مونچھ کتروالو اور ناف کے نیچے کے بال کاٹ لو بس اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہاری یہی قربانی ہے۔

تخریج: سنن النسائي - الضحايا (٤٣٦٥) سنن أبي داود - الضحايا (٢٧٨٩)

شرح حدیث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ مجھ کو اس بات کا حکم کیا گیا ہے کہ میں یوم الاضحی کو عید کا دن مناؤں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس دن کو میری امت کیلئے عید کا دن قرار دیا ہے (اور چونکہ اس دن کے احکام میں سے ایک حکم شرعی قربانی کا بھی ہے اس لئے سائل نے آپ ﷺ سے وہ سوال کیا جو یہاں حدیث میں مذکور ہے وہ یہ کہ) ایک صحابی نے عرض کیا کہ اگر میرے پاس منیحہ کے علاوہ کچھ اور نہ ہو تو کیا میں اسی کی قربانی کرلوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تو ایسا کر کہ اس دن میں اپنے بال اور ناخن تراش اور اپنی لبیں لے اور زیر ناف بالوں کا حلق کر، تیری پوری قربانی اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی ہے۔

آپ ﷺ نے ان مذکورہ امور کو گویا اس کے حق میں قربانی کا بدل قرار دیا۔

منیحہ کا اطلاق اس دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری پر ہوتا ہے جس کو اس کا مالک کسی دوسرے ضرورت مند شخص کو کچھ مدت کیلئے دیدے تاکہ وہ اس کے دودھ سے اس مدت میں منتفع ہوتا رہے، اور پھر اس جانور کو اس کے مالک کی طرف لوٹادے، حضور ﷺ نے ان صحابی کو اس منیحہ کی قربانی سے منع فرمادیا یا تو اس لئے کہ وہ اس کی ضرورت کی چیز تھی اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور دودھ کا جانور نہیں تھا، (کذا فی البذل [2]) اور یا اس لئے منع فرمایا کہ جیسا کہ ابھی اوپر گزرا منیحہ کا تو آدمی خود مالک نہیں ہوتا وہ دوسرے کی چیز ہوتی ہے جس کو بعد میں واپس کیا جاتا ہے۔ والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٢ - بَابُ الْأُضْحِيَةِ عَنِ الْمَيِّتِ

میت کی جانب سے قربانی کرنا

٢٧٩٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي الْحَسْنَاءِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ حَنَشٍ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: «إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّي عَنْهُ».

---

[1] نسخہ بذل میں أُضْحِيَةً کے بجائے منيحة ہے۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٣ ص ٩

ترجمہ: حضرت حنش سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو دو مینڈھوں کی قربانی کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے عرض کیا کہ (دو مینڈھے کی قربانی کرنا) یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میں (آپ ﷺ کی وفات کے بعد) آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کروں، تو میں آپ ﷺ کی جانب سے قربانی کرتا ہوں۔

تخریج: جامع الترمذي- الأضاحي (١٤٩٥) سنن أبي داود- الضحايا (٢٧٩٠)

شرح الحدیث: حنش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ ہمیشہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے تو میں نے اسکے بارے میں ان سے سوال کیا کہ آپ دو جانور کی قربانی کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اس لئے کہ حضور ﷺ نے مجھ کو وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کیا کروں، لہٰذا ایک کی قربانی میں اپنی طرف سے کرتا ہوں اور دوسرے کی آپ ﷺ کی طرف سے۔

یہ روایت ترمذی میں بھی ہے اور اس کے اخیر میں یہ زیادتی ہے فَلَا أَدَعُهُ أَبَدًا کہ میں اس کو چھوڑوں گا نہیں بلکہ ہمیشہ اسی طرح کرتا رہوں گا۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: بعض اہل علم کے نزدیک میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے اور بعض اس کو جائز نہیں سمجھتے، اور پھر عبد اللہ بن المبارکؒ کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ میت کی جانب سے صدقہ کیا جائے نہ کہ قربانی، اور اگر کوئی شخص میت کی جانب سے قربانی کرے تو اس میں سے خود کچھ نہ کھائے بلکہ سبھی کو صدقہ کر دے اھ، جمہور یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا اپنی پوری امت کی طرف سے قربانی کرنا ثابت ہے، جس میں احیاء اور اموات سبھی داخل ہیں، نیز یہ بھی ثابت نہیں کہ آپ جو قربانی امت کی طرف سے کرتے تھے اس میں سے خود کچھ نوش نہیں فرماتے تھے، بلکہ سب صدقہ کر دیتے تھے، اور حنفیہ کا مسلک اس میں وہ ہے جو الکوکب الدری میں مذکور ہے، ففیہ: قولہ: ولم یر بعضهم أن یضحی عنه، وهؤلاء حملوا هذا الحدیث علی الخصوصیة، وعندنا له أن یضحی عن المیت غیر أنه إن كان بوصیة منه لیس له أن یأكل منه وإن لم یكن وصیة منه حل له أكلها كما فی أضحیة نفسه من غیر فصل اھ [1]۔ والحدیث أخرجه الترمذی، قاله المنذری۔

۴- بَابُ الرَّجُلِ يَأْخُذُ مِنْ شَعْرِهِ فِي الْعَشْرِ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُضَحِّيَ

جس شخص کی قربانی کرنے کی نیت ہو تو وہ ذی الحجہ کے شروع کے دس روز تک نہ بال کتروائے اور نہ بال منڈوائے

٢٧٩١- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ اللَّيْثِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٣٩٢

الْمُسَيِّبِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ، تَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ كَانَ لَهُ ذِبْحٌ يَذْبَحُهُ فَإِذَا أَهَلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتَّى يُضَحِّيَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «اخْتَلَفُوا عَلَى مَالِكٍ، وَعَلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، فِي عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ بَعْضُهُمْ عُمَرُ، وَأَكْثَرُهُمْ قَالَ عَمْرٌو» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُوَ عَمْرُو بْنُ مُسْلِمِ بْنِ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِيُّ الْجُنْدَعِيُّ».

ترجمہ: حضرت اُم سلمہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس قربانی (کا جانور) ہو اور وہ اس کو عید کے دن ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو جس دن سے ذی الحجہ کا چاند نظر آئے تو وہ شخص اپنے ناخن اور بال نہ کتروائے یہاں تک کہ وہ قربانی ذبح کرلے۔

تخریج: صحيح مسلم - الأضاحي (١٩٧٧) جامع الترمذي - الأضاحي (١٥٢٣) سنن النسائي - الضحايا (٤٣٦١) سنن النسائي - الضحايا (٤٣٦٢) سنن النسائي - الضحايا (٤٣٦٤) سنن أبي داود - الضحايا (٢٧٩١) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٤٩) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٥٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٨٩/٦) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٤٧) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٤٨)

شرح الحدیث: لفظ ذِبْحٌ کسر ذال کے ساتھ ہے، یعنی ذبیحہ وہ جانور جس کو ذبح کرنے کا ارادہ ہے کما فی قولہ تعالیٰ: وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ۝ [1]، اور جو ذبح بالفتح ہے وہ مصدر ہے۔

یعنی جس شخص کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو اس شخص کو یکم ذی الحجہ سے لیکر قربانی کرنے تک حلقِ شعر یا تقلیمِ اظفار نہ کرنا چاہئے۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: یہ نہی ظاہریہ اور حنابلہ کے نزدیک تحریم کیلئے ہے، اور امام شافعیؒ ومالکؒ کے نزدیک کراہت کیلئے ہے، اور حنفیہ کے نزدیک خلاف اولیٰ ہے، کما فی البذل [2]، امام ترمذیؒ اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں: وإلى هذا الحديث ذهب أحمد، وإسحاق ورخص بعض أهل العلم في ذلك، فقالوا: لا بأس أن يأخذ من شعره وأظفاره، وهو قول الشافعي، واحتج بحديث عائشة «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْعَثُ بِالْهَدْيِ مِنَ الْمَدِينَةِ، فَلَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ مِنْهُ الْمُحْرِمُ» اھ، امام نوویؒ نے امام شافعیؒ کا مسلک اس میں کراہت تنزیہی لکھا ہے، غالباً امام ترمذیؒ کی مراد لا بأس سے یہی ہے یعنی جائز مع الکراھۃ، اس کے بعد امام ترمذیؒ نے امام شافعیؒ کی دلیل میں حدیث عائشہؓ کو پیش فرمایا ہے۔ اس کا جواب عرف الشذی میں شاہ صاحب نے یہ دیا ہے کہ حضور ﷺ کا بعث ھدی غیر ذی الحجہ میں ہوتا تھا اسی لئے آپ ﷺ اس سے اجتناب نہیں فرماتے تھے۔ نیز شاہ صاحب فرماتے ہیں: والغرض التشاكل بالحجاج یعنی حدیث الباب میں اخذ شعر اور تقلیم الاظفار کی جو ممانعت ہے اس سے مقصود قربانی کرنے والے کو مشابہت اختیار کرنا ہے، حاج محرم کے ساتھ [3]، والحديث أخرجه مسلم

[1] اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کرنے کے واسطے بڑا (سورۃ الصافات ١٠٧)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٣ ص ١٢

[3] العرف الشذي شرح سنن الترمذي — ج ٣ ص ١٧٣

والترمذی والنسائی وابن ماجہ بمعناہ قالہ المنذری۔

٤- بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الضَّحَايَا

قربانی کیلئے کون سا جانور مستحب ہے

٢٧٩٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ، حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ، عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَأُ فِي سَوَادٍ، وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ، فَأُتِيَ بِهِ فَضَحَّى بِهِ». فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ هَلُمِّي الْمُدْيَةَ» ثُمَّ قَالَ: «اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ». فَفَعَلَتْ فَأَخَذَهَا وَأَخَذَ الْكَبْشَ، فَأَضْجَعَهُ وَذَبَحَهُ وَقَالَ: «بِسْمِ اللهِ، اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ». ثُمَّ ضَحَّى بِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے سینگوں والا مینڈھا طلب فرمایا جس کے پاؤں اور آنکھیں اور دونوں بازو سیاہ تھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ چھری لاؤ اور اس کو پتھر پر تیز کرو (یعنی دھار لگاؤ) تو میں نے چھری کو تیز کیا اور آپ ﷺ نے چھری لی اور مینڈھے کو پکڑ کر زمین پر لٹالیا اور اسکے ذبح کرنے کا قصد فرمایا پھر فرمایا: بِسْمِ اللهِ، اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ یعنی میں اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام کے ساتھ ذبح کرتا ہوں۔ اے اللہ! حضرت محمد ﷺ آپ کی آل اولاد اور آپ کی اُمت کی طرف سے اسکو قبول فرمالے پھر آپ ﷺ نے اسکی قربانی کی۔

تخریج: صحيح مسلم - الأضاحي (١٩٦٧) سنن أبي داود - الضحايا (٢٧٩٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٧٨/٦)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے ایسے خوبصورت مینڈھے کی قربانی کا حکم فرمایا جس میں یہ اوصاف پائے جاتے ہوں کہ سینگوں والا ہو، چلتا ہو سیاہی میں یعنی اس کی ٹانگیں سیاہ ہوں، اور دیکھتا ہو سیاہی میں یعنی اس کی آنکھیں خوبصورت سرمگیں ہوں، بیٹھتا ہو سیاہی میں یعنی اس کا پیٹ اور پہلو سیاہ ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ چھری لیکر آؤ اور اس کی دھار پتھر پر رگڑ کر تیز کرو، پھر آپ ﷺ نے اس کو لٹایا اور ذبح کیا۔ اور ذبح کے وقت یہ پڑھا: بِسْمِ اللهِ، اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)۔

قربانی کے جانور کو ذبح کے وقت اسکی بائیں کروٹ پر لٹایا جائے جس سے اسکا سر ذابح کی بائیں طرف ہو جائے اور وہ اسکے سر کو بائیں ہاتھ سے دبا کر دائیں ہاتھ سے بسہولت ذبح کر سکے۔ قالہ النووی وذکر اتفاق العلماء علیہ۔ نیز اسکی شکل یہ ہو گی کہ اضحیہ کا سر بجانب جنوب اور ٹانگیں شمال کی جانب میں رکھی جائیں اور بائیں کروٹ پر لٹایا جائے تا کہ جانور کا استقبال قبلہ ہو جائے۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مینڈھے کی قربانی اپنی اور اپنے اہل بیت بلکہ اپنی تمام امت کی طرف سے کی، کیا ایک بکری کی قربانی چند لوگوں کی طرف سے ہو سکتی ہے؟ اس مسئلہ کیلئے آگے کتاب میں مستقل ایک باب آرہا ہے: بَابٌ فِي

الشَّاةِ يُضَحِّي بِهَا عَنْ جَمَاعَةٍ۔

قربانی کے جانور میں شرکت اور اس میں مذاہب ائمہ کی تفصیل و تحقیق: اس میں بعض علماء جیسے امام مالک واحمد واوزاعی کا مسلک یہی ہے کہ ایک بکری پورے ایک گھر والوں کی طرف سے کرنا جائز ہے اگرچہ وہ سات سے بھی زائد ہوں، اور دو گھر والوں کی طرف سے جائز نہیں، اگرچہ ان کی تعداد سات سے کم ہو، کذا فی البدائع وغیرہ وسیجئ تفصیل المذاهب، حنفیہ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا گیا ہے یا تو یہ کہا جائے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس حدیث کی بناء پر جو آئندہ بَابٌ فِي الْبَقَرِ وَالْجَزُورِ عَنْ كَمْ تُجْزِئُ؟ کے تحت آرہی ہے اور یا یہ کہا جائے کہ یہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے، اور تیسری تاویل یہ کی گئی ہے کہ اس سے مقصود مشارکۃ فی الثواب ہے نہ کہ تضحیہ عن الجمیع، واللہ تعالیٰ أعلم، یہ آخری توجیہ زیادہ عمدہ معلوم ہوتی ہے۔

موطأمالك میں بَابُ الشِّرْكَةِ فِي الضَّحَايَا عنوان کے تحت اوجز میں حضرت شیخ نے مذاہب ائمہ اس طرح لکھے ہیں امام مالک کا مسلک علامہ باجی مالکی سے یہ نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک ہدی واجب میں اور اضحیہ میں یہ بات جائز نہیں ہے کہ ایک جماعت قربانی کے جانور کی قیمت میں شریک ہو کر خریدیں اور اس کی قربانی کریں خواہ وہ بقرہ ہو یا بدنہ، اور ہدی تطوع میں ان کے دو قول ہیں، قول مشہور یہی ہے کہ اس میں بھی اشتراک جائز نہیں، اور دوسری روایت اس میں ان سے جواز کی ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک یہ بات جائز ہے کہ ایک شخص کیلئے قربانی کا جانور ہو اور وہ اس کی قربانی کرے اپنی طرف سے اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے اگرچہ وہ سات سے زائد ہوں اھ [1]، گویا اس کا حاصل یہ ہوا کہ امام مالک کے نزدیک قربانی کا جانور بقرہ ہو یا بدنہ یا شاۃ اس کی قربانی ایک ہی شخص کی طرف سے ہو سکتی ہے، ہاں خاص اپنے اہل بیت کی اس میں اگر نیت کرلے تو وہ درست ہے۔ چاہے وہ اہل بیت سات سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں، اور حنفیہ کا مسلک باجی نے یہ بیان کیا ہے کہ انکے نزدیک ہدی اور اضحیہ ہر دو میں سات شخصوں کی شرکت ہو سکتی ہے (أي في البدنة والبقرة) بشرط یہ کہ تمام شرکاء کا مقصود اس ذبح سے قربت ہو گو وجوہ قربت مختلف ہوں، جیسے جزاء صید اور فدیہ اذی وغیرہ، اور اگر ان شرکاء میں سے کسی شریک کا مقصود قربت نہ ہو بلکہ لحم مقصود ہو تو وہ قربانی درست نہ ہوگی، وہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی کے نزدیک ہر صورت میں جائز ہے (سب کا مقصد قربت ہو یا نہ ہو) اور ان دونوں (حنفیہ شافعیہ) کا اس پر اتفاق ہے کہ سات سے زائد کی شرکت جائز نہیں، فالخلاف بيننا وبينهم في فصلين: أحدهما: أنه لا يجوز الاشتراك في الرقبة عندنا، ويجوز عندهم، والثاني: أنه يجوز عندنا [2] أن تنحر البدنة الواحدة عن أكثر من سبعة وعندهم لا يجوز ذلك اھ [3]، علامہ باجی نے حنابلہ کا مسلک نقل نہیں کیا، ابن قدامہ نے ان کا مسلک اس میں حنفیہ اور

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ١٠ ص ٢٥٨

[2] أي عند المالكية لان القائل هو العلامة الباجي۔

[3] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ١٠ ص ٢٥٨ ـ ٢٥٩

شافعیہ ہی کے موافق لکھا ہے یعنی یہ کہ بدنہ وبقرہ میں سات نفر کی شرکت ہو سکتی ہے، نیت قربت کا ہونا شافعیہ کی طرح ان کے یہاں بھی ضروری نہیں اور مالکیہ کے نزدیک تو چونکہ نفس شرکت ہی جائز نہیں اسلئے وہاں اتحادِ نیت یا اختلاف نیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)، ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ بدنہ وبقرہ میں سات کی شرکت مطلقاً جائز ہے سواء کان المشترکون من أهل بیت أو لم یکونوا، پھر آگے ابن قدامہ نے کفایۃ عن اہل بیت واحد والے مسئلہ میں لکھا ہے ولا بأس أن یذبح الرجل عن أهل بیته شاة واحدة أو بقرة أو بدنة نص علیه أحمد وبه قال مالك و اللیث و الأوزاعي اهـ [1]۔

اسکے بعد آپ سمجھئے کہ شاۃ کے بارے میں شافعیہ وحنابلہ مالکیہ تینوں کی کتب فروع میں یہ ملتا ہے انها تجزی عن الرجل وعن أهل بیته وان کانوا سبعة أو أکثر، لیکن جائز ہونے کا مفہوم انکے نزدیک یہ ہے کہ اضحیہ تو ذابح ہی کی طرف سے سمجھی جائے گی اور ثواب کا استحقاق بھی خاص اسی کیلئے ہوگا لیکن چونکہ ان حضرات کے نزدیک قربانی سنت علی الکفایہ ہے اسلئے یہ ایک شخص کا قربانی کرنا اسکے تمام اہل بیت کی طرف سے کفایت کر جائے گا۔ جسکو انکی کتابوں میں سقوط الطلب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی اسکی قربانی کے بعد باقی گھر والوں سے اضحیہ کا شرعاً مطالبہ نہیں رہا [2]، اور حدیث الباب جس میں یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے کبش واحد کی قربانی لی اور پوری امت کی جانب سے فرمائی اسکو انہوں نے خصوصیت پر محمول کیا ہے حصول ثواب للامۃ کے حق میں، والحدیث أخرجه مسلم قاله المنذری۔

۲۷۹۳- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ سَبْعَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا، وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ».

ترجمہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے سات اونٹوں کو کھڑے کر کے نحر کیا اور آپ نے مدینہ منورہ میں دو مینڈھے ذبح کئے جو سینگوں والے اور چتکبرے تھے۔

تخریج صحیح البخاري - الحج (۱٤۷٦) صحیح البخاري - الأضاحي (٥۲۲۹) صحیح مسلم - الأضاحي (۱۹٦٦) جامع الترمذي - الأضاحي (۱٤۹٤) سنن النسائي - الضحایا (٤۳۸٥) سنن أبي داود - الضحایا (۲۷۹۳) سنن ابن ماجه - الأضاحي (۳۱۲۰) سنن ابن ماجه - الأضاحي (۳۱٥٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۱۰۱) سنن الدارمي - الأضاحي (۱۹٤٥)

شرح الحدیث یہ حدیث بخاری کی کتاب الحج میں باب مَنْ نَحَرَ هَدْيَهُ بِيَدِهِ اسی طریق سے اسی طرح مروی ہے بظاہر نحر

---

[1] المغني ويليه الشرح الكبير — ج ۱۱ ص ۹۷

[2] ففی شرح الإقناع من فروع الشافعية وتجزىء الشاة عن واحد فقط فإن ذبحها عنه وعن أهله أو عنه وأشرك غيره في ثوابها جاز اهـ وفي هامشه: والشاة عن واحد فقط فإن قلت هذا مناف لما بعده حيث قال فإن ذبحها عنه وعن أهله الخ أجيب بأنه لا منافاة، لان قوله عن واحد أي من حيث حصول التضحية حقيقة، وما بعده الحاصل للغير انما هو سقوط الطلب عنه، واما الثواب والتضحية حقيقة فخاصان بالفاعل على كل حال اهـ وفي الروض المربع ونيل المآرب من فروع الحنابلة: وتجزئ الشاة عن واحد وأهل بيته وعياله، وتجزئ البدنة والبقرة عن سبعة. (حاشية الروض المربع — ج ٤ ص ۲۱۹)

بُدن کا واقعہ مکہ مکرمہ کا ہے، اور کَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ کی قربانی کا واقعہ، جیسا کہ روایت میں تصریح ہے، مدینہ منورہ کا ہے، اب یہ سوال ہو گا کہ حج میں تو آپ ﷺ نے جیسا کہ روایات میں تصریح ہے ایک سو بدنا کا نحر فرمایا تھا اسکا جواب کتاب الحج کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس میں روایات مختلف ہیں، سبع بدنات کی بھی ایک روایت ہے، اور سبع کی تخصیص کی ایک وجہ کتاب الحج میں یہ گزر چکی کہ یعنی ان میں سے ہر ایک آپ ﷺ کے قریب ہو رہی تھی کہ دیکھیں ہم میں سے کس سے ابتداء فرماتے ہیں، كلهن يزدلفن اليه بأيتهن يبدأ [1]۔

املح وہ جانور جس کے بالوں کی سفیدی اسکی سیاہی پر غالب ہو (بذل [2])، وفي المرقاة: أملحين: أفعل من الملحة، وهي بياض يخالطه السواد، وعليه أكثر أهل اللغة. وقيل: بياضه أكثر من سواده، وقيل: هو النقي البياض اهـ [3]۔

تنبیہ: یہ حدیث بتمامہ صحیح بخاری میں موجود ہے کما تقدم فالعجب من الحافظ المنذري حيث قال أخرج البخاري قصة الكبشين فقط بنحوه۔

٢٧٩٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ضَحَّى بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ يَذْبَحُ وَيُكَبِّرُ وَيُسَمِّي وَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحَتِهِمَا».

ترجمہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے سینگ والے اور چتکبرے دنبوں کی قربانی کی۔ آپ ﷺ ذبح کے وقت تکبیر فرماتے اور بسم اللہ پڑھتے اور ان کے چہرے پر اپنا پیر رکھتے تھے۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٤٧٦) صحيح البخاري - الأضاحي (٥٢٢٩) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٦٤) صحيح مسلم - الأضاحي (١٩٦٢) جامع الترمذي - الأضاحي (١٤٩٤) سنن النسائي - الضحايا (٤٣٨٥) سنن أبي داود - الضحايا (٢٧٩٤) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٢٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٨١) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٤٥)

٢٧٩٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي عَيَّاشٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوجَأَيْنِ. فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ: «إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا، وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ. إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ. اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِاسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ» ثُمَّ ذَبَحَ.

---

[1] لیکن ابوداود میں یہ حدیث (برقم ١٧٦٥) عبد اللہ قرطؓ کی روایت سے ہے: ولفظه «قُرِّبَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ أَوْ سِتٌّ فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ إِلَيْهِ بِأَيَّتِهِنَّ يَبْدَأُ»۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٣ ص ١٥

[3] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٣ ص ٥٠٥ . عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ٧ ص ٤٩٥

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے قربانی والے روز سینگ دار چتکبرے اور خصی دنبے کو ذبح فرمائے پھر جب آپ نے ان کو قبلہ رخ کیا تو فرمایا بلاشبہ میں اپنا چہرہ اس ذات پاک کی جانب متوجہ کرتا ہوں کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں دین ابراہیم پر قائم ہوں اور مشرکین میں سے نہیں ہوں بے شک میری نماز، میری تمام عبادتیں، میری زندگی اور میرا مرنا خالص اللہ کیلئے ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ یہ قربانی آپ کی بخشش ہے اور صرف تیری رضا کیلئے ہے۔ محمد ﷺ کی طرف سے اور اسکی اُمت کی طرف سے اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے یہ فرما کر آپ ﷺ نے اس کو ذبح فرمایا۔

تخریج: جامع الترمذي - الأضاحي (١٥٢١) سنن أبي داود - الضحايا (٢٧٩٥) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٢١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٥٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٦٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٧٥) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٤٦)

شرح الحدیث: وفی بعض النسخ موجئين، وفی بعضها موجیین یعنی خصی، خطابیؒ کہتے ہیں: اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ خصی کی قربانی مکروہ نہیں اور بعض اہل علم نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے لنقص العضو، لیکن یہ نقص عیب نہیں ہے اس لئے کہ خصاء کی وجہ سے گوشت عمدہ ہو جاتا ہے اور اس کی رائحہ کریہہ دور ہو جاتی ہے [1]۔

اور اس کے بعد والی حدیث میں جس کے راوی ابو سعید خدریؓ ہیں اس میں ہے بِكَبْشٍ أَقْرَنَ فَحِيلٍ یعنی ایسا کبش جو جفتی میں بہت عمدہ ہو، اور فحل کا اطلاق مطلق نر پر ہوتا ہے دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے، جیسا کہ ابن العربیؒ نے یہی سمجھا وہ فرماتے ہیں: اس حدیث ابو سعیدؓ سے اس روایت کی تردید ہو رہی ہے جس میں موجوئین وارد ہوا ہے، حافظؒ [2] فرماتے ہے: یہ بات نہیں بلکہ اسمیں احتمال تعدد واقعہ کا ہے ایک مرتبہ آپ ﷺ نے قربانی خصی کی کی اور ایک مرتبہ غیر خصی کی۔

حديث جابر أخرجه ابن ماجه وحديث أبي سعيد أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

٢٧٩٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يُضَحِّي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ فَحِيلٍ، يَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، وَيَأْكُلُ فِي سَوَادٍ، وَيَمْشِي فِي سَوَادٍ».

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سینگوں والے موٹے تازے دنبے کی قربانی کیا کرتے تھے کہ جو سیاہی میں دیکھتا تھا اور وہ دنبہ سیاہی میں کھاتا تھا اور سیاہی میں چلتا تھا، یعنی اس کی آنکھیں، پاؤں اور منہ سیاہ ہوتے تھے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأضاحي (١٤٩٦) سنن النسائي - الضحايا (٤٣٩٠) سنن أبي داود - الضحايا (٢٧٩٦) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٢٨)

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ٢ ص ٢٢٨-٢٢٩۔

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١٠ ص ١٠

٥- بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ السِّنِّ فِي الضَّحَايَا

کتنی عمر کا جانور قربانی میں جائز ہے؟

یعنی کس عمر کے جانور کی قربانی جائز ہے؟

۲۷۹۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ».

ترجمہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسنہ کو ذبح کرو اگر مسنہ نہ مل سکے تو دنبہ یا بھیڑ میں سے جذعہ ذبح کرو۔

تخریج صحیح مسلم - الأضاحي (۱۹۶۳) سنن النسائي - الضحايا (۴۳۷۸) سنن أبي داود - الضحايا (۲۷۹۷) سنن ابن ماجه - الأضاحي (۳۱۴۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۳۱۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۳۲۷)

شرح الحدیث **مسنہ کا مصداق مع اختلاف ائمہ:** آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ قربانی صرف مُسِنَّة ہی کی کی جائے اور اس سے کم کی نہ کی جائے، مسنہ بمعنی عمر والا جس کو ثنی بھی کہتے ہیں، پھر جاننا چاہیے کہ مسنہ ہر جانور کا الگ الگ ہوتا ہے پس مسنة الإبل وہ ہے جو پانچ سال کا ہو کر چھٹے سال میں داخل ہو جائے۔ اور مسنة البقر وہ ہے جو پورے دو سال کا ہو کر تیسرے میں داخل ہو جائے اور غنم میں خواہ وہ بھیڑ ہو یا بکری وہ ہے جو پورے ایک سال کا ہو کر دوسرے میں داخل ہو جائے۔

جاننا چاہیے کہ غنم جنس ہے جس کی دو صنف ہیں معز (بکری) اور ضان (بھیڑ)، اسکے بعد حدیث میں یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو مسنة نہ حاصل ہو تو وہ جذع من الضان کر سکتا ہے، جذع لغۃً تو اس کو کہتے ہیں جو پورے ایک سال کا ہو اور شرعاً جو کم از کم چھ ماہ کا ہو ما تمت له ستة أشهر كذا في الهداية [1]، اور بعض علماء نے اسکی تفسیر یہ کی ہے ما اتی علیه أكثر الحول یعنی جس پر سال کا اکثر حصہ گذر چکا ہو، اس حدیث میں جذع کے ساتھ ضان کی قید ہے اسی لیے جذع من المعز (بکری کا ششماہہ بچہ) ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں، امام نووی فرماتے ہیں جذع من الضأن مطلقاً سب علماء کے نزدیک جائز ہے سواء وجد غیرہ أم لا [2]، بذل المجهود میں لکھا ہے کہ فقہاء نے جذع کے اندر یہ شرط لگائی ہے کہ وہ ایسا تندرست اور فربہ ہو کہ اگر اس کو پورے سال والوں میں خلط کر دیا جائے تو فرق محسوس نہ ہو [3]۔

یہ جو کچھ ہم نے مسنة کے مصداق کے بارے میں لکھا اس میں حنفیہ اور حنابلہ کا مسلک تو بعینہ یہی ہے، لیکن شافعیہ اور مالکیہ کا ان

---

[1] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ۷ ص ۱۶۲
[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ۱۳ ص ۱۱۷
[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۳ ص ۱۸-۱۹

میں سے بعض میں اختلاف ہے، چنانچہ شافعیہ کے نزدیک مسنۃ الغنم خواہ وہ معز ہو یا ضأن وہ ہے جو پورے دو سال کا ہو، اور جذع من المعز و الضأن وہ ہے جو ایک سال کا ہو، اور مالکیہ کے نزدیک مسنۃ البقر میں اختلاف ہے ان کے نزدیک مسنۃ البقر وہ ہے جو تین سال کا ہو، پس شافعیہ کا اختلاف غنم میں اور مالکیہ کا بقر میں ہوا، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جذع من الضأن جس کی حدیث میں اجازت دی گئی ہے وہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو وہ ہے جو چھ ماہ کا ہو، یا یہ کہئے کہ ایک سال سے کم کا ہو، اور شافعیہ کے نزدیک وہ ہے جو پورے ایک سال کا ہو، یہ بھی جاننا چاہئے کہ جذع من الضأن جو عند الجمهور والأئمة الأربعة جائز ہے اس میں ابن عمرؓ اور زہری کا اختلاف ہے وہ اس کو جائز نہیں رکھتے کما في الشروح (من الأوجز والبذل)، والحديث أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۲۷۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طُعْمَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: "قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَصْحَابِهِ ضَحَايَا، فَأَعْطَانِي عَتُودًا جَذَعًا. قَالَ: فَرَجَعْتُ بِهِ إِلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّهُ جَذَعٌ. قَالَ: «ضَحِّ بِهِ» فَضَحَّيْتُ بِهِ.

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ میں قربانی کے جانور تقسیم فرمائے اور مجھے بکری کا ایک بچہ جو کہ ایک سال کا جذعہ تھا عنایت فرمایا، میں اس بچہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس لایا اور عرض کیا: یہ تو جذعہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی قربانی کرو۔ چنانچہ میں نے اس کو ذبح کیا اور قربانی کی۔

تخریج: سنن أبي داود - الضحايا (۲۷۹۸) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۵/۱۹۴)

شرح الحدیث: یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں قربانی کے جانور تقسیم فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی ایک بکری کا بچہ (پٹھیا) عطا فرمایا۔ وہ کہتے ہیں میں اس کو لیکر آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تو جذع یعنی ناقص العمر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کی قربانی کر لے۔

یہ جذع اگر من المعز تھا تب تو یہ ان صحابی کی خصوصیت ہو گی کسی اور کیلئے جائز نہ ہو گا، اور اگر جذع من الضأن تھا تب خصوصیت پر حمل کی ضرورت نہیں۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم من رواية عقبة بن عامر الجهني رضي الله تعالى عنه. قاله المنذري۔

۲۷۹۹ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ: مُجَاشِعٌ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ فَعَزَّتِ الْغَنَمُ، فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: «إِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّي مِمَّا يُوَفِّي مِنْهُ الثَّنِيُّ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُوَ مُجَاشِعُ بْنُ مَسْعُودٍ».

ترجمہ: حضرت عاصم بن کلیب نے اپنے والد کلیب سے روایت کیا ہے کہ کلیب فرماتے ہیں کہ ہم لوگ

حضور ﷺ کے ایک صحابی کے ہمراہ تھے جن کا نام مجاشع تھا، وہ قبیلہ بنی سلیم میں سے تھے۔ ایک مرتبہ بھیڑ بکریاں مہنگی ہو گئیں۔ انہوں نے منادی کرنے والے کو منادی کا حکم دیا کہ وہ یہ منادی کرے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جہاں ثنی (سال بھر کا دنبہ) کام آتا تھا وہاں جذعہ (چھ ماہ کا دنبہ بھی) کافی ہے (اس کی قربانی بھی جائز ہے)۔

تخریج: سنن أبي داود - الضحايا (٢٧٩٩) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٤٠)

شرح الحدیث: کلیب کہتے ہیں کہ ہم ایک صحابی کیساتھ تھے جن کا نام مجاشعؓ ہے، ایک سال ایسا ہوا کہ بکریوں کی قلت ہو گئی یعنی پوری عمر والیوں کی، تو ان صحابی نے ایک شخص سے یہ اعلان کرایا کہ حضور اقدس ﷺ فرمایا کرتے تھے، کہ بھیڑ کا ششماہہ بچہ وہی کام دیتا ہے جو پوری عمر والا دیتا ہے۔ والحديث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

٢٨٠٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ: «مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ». فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ، فَتَعَجَّلْتُ فَأَكَلْتُ وَأَطْعَمْتُ أَهْلِي وَجِيرَانِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ». فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي عَنَاقًا جَذَعَةً وَهِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَهَلْ تُجْزِئُ عَنِّي؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَلَنْ تُجْزِئَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ».

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد خطبہ دیا اور فرمایا: جو شخص ہم لوگوں جیسی نماز ادا کرے اور نماز عید کے بعد ہماری جیسی قربانی ادا کرے، تو اس نے قربانی کی (یعنی اسکو قربانی کا اجر مل گیا) اور جو شخص نماز عید الاضحیٰ سے قبل قربانی کرے تو وہ بکری کی قربانی شمار نہ ہو گی، بلکہ وہ گوشت کھانے کی خاطر بکری ذبح کی گئی۔ یہ بات سن کر حضرت ابو بردہ بن نیار کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے نماز عید الاضحیٰ کی طرف نکلنے سے قبل قربانی کر دی اور میں یہ سمجھا کہ یہ دن کھانے پینے کا ہے تو میں نے عجلت سے کام لیا ہے، میں نے خود بھی کھایا اور اپنے بیوی، بچوں اور پڑوسیوں کو بھی کھلایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بکری تو گوشت کی بکری ہوئی۔ پھر حضرت ابو بردہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس ایک جذعہ بکری موجود ہے وہ بکری گوشت والی دو بکریوں سے زیادہ عمدہ ہے کیا قربانی کیلئے وہ بکری کافی ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، لیکن وہ بکری تمہارے علاوہ کسی دوسرے شخص کیلئے کافی نہ ہو گی (یعنی یہ حکم صرف تیرے لئے ہے)۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (٩٠٨) صحيح البخاري - الأضاحي (٥٢٢٥) صحيح مسلم - الأضاحي (١٩٦١) جامع الترمذي - الأضاحي (١٥٠٨) سنن النسائي - صلاة العيدين (١٥٦٣) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٠٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٨٢/٤) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٦٢).

شرح الحدیث: یعنی ایک مرتبہ آپ ﷺ نے دسویں ذی الحجہ کو عید کی نماز کے بعد خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہماری طرح اولا عید کی نماز ادا کرے اور اسکے بعد ہماری طرح قربانی کرے تو اسکی قربانی تو درست ہے اور جو شخص عید کی نماز سے

قبل قربانی کرلے تو یہ اس کا ذبح کرنا گوشت کیلئے ہو گا نہ کہ قربانی کے طور پر۔ اس پر ایک صحابی ابو بردہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کرلی اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شاۃ تمہاری شاۃ لحم ہے، اس پر انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک بکری کا بچہ ہے جذع جو دو شاۃ لحم سے بھی بہتر ہے، شراح نے لکھا ہے کہ مراد یہ ہے کہ کھانے والوں کے حق میں اس کا گوشت بہت عمدہ ہے یا یہ کہئے کہ چونکہ آپ ﷺ نے ان صحابی کی سابق قربانی کے بارے میں یہ فرمایا تھا کہ وہ قربانی نہیں بلکہ شاۃ لحم ہے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک بکری ہے جو گو چھوٹی ہے لیکن میری پہلی قربانی کی بکری سے گوشت اور فربہی میں تقریباً دو گنی ہے، تو کیا اسکی قربانی میرے لئے کافی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے لئے کافی ہو جائے گی اور تیرے علاوہ کسی اور کے لئے کافی نہ ہوگی، بظاہر یہ جذع من المعز ہوگا اسی لئے آپ ﷺ نے جواز کو انکے ساتھ مقید فرمادیا، لہذا یہ جواز انہی صحابی کے ساتھ خاص رہے گا، یہ روایت سنن ترمذی شریف میں بھی ہے ولفظه: قَالَ (أي البراء): فَقَامَ خَالِي، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ هَذَا يَوْمٌ اللَّحْمُ فِيهِ مَكْرُوهٌ، وَإِنِّي عَجَّلْتُ نَسِيكَتِي، وفی آخره: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عِنْدِي عَنَاقَ لَبَنٍ هِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، عناق لبن کے معنی شراح نے یہ لکھے ہیں: بکری کا وہ دودھ پیتا بچہ جس کا ابھی تک فطام نہیں ہوا، اور کوکب الدری میں یہ ہے کہا گیا ہے عناق لبن سے مراد یہ ہے کہ وہ بڑی عمدہ نسل کی بکری کا بچہ ہے جو بہت دودھ دینے والا ہے اور کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ إنها مربّاة باللبن الكثير کہ اس کو خوب دودھ پلا پلا کر پرورش کیا گیا ہے تاکہ خوب اچھا اور فربہ ہو جائے اھ [1]۔

اسکے بعد آپ سمجھئے کہ ترمذی کی اس روایت میں یہ ہے کہ هَذَا يَوْمٌ اللَّحْمُ فِيهِ مَكْرُوهٌ۔ اسکا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ آج کے دن یعنی قربانی کے دن صبح صبح کے وقت تو گوشت پسند کیا جاتا ہے اور مرغوب ہوتا ہے اور دیر ہونے کے بعد ناپسندیدہ اور غیر مرغوب ہو جاتا ہے اسی لئے میں نے ایسا کیا کہ صبح سویرے قربانی کرلی تاکہ لوگ اسکو بشوق ورغبت کھائیں، ویسے فی نفسہ اس میں روایات مختلف ہیں، چنانچہ مسلم کی ایک روایت میں تو اسی طرح ہے، اور دوسری روایت میں ہے: "هذا يوم اللحم فيه مقروم" جسکے معنی ہیں پسندیدہ کے، يقال قرمت الى اللحم، وقرمته اذا اشتهيته، اس صورت میں معنی حدیث کے ظاہر ہیں، کہ چونکہ آج کے دن لوگوں کی رغبت اور اشتہاء گوشت کی طرف بہت ہوتی ہے اسلئے میں نے اپنی قربانی جلدی کرلی۔ واللہ تعالی اعلم۔

قربانی کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کی نماز سے قبل قربانی درست نہیں اسی لئے اس حدیث پر امام ترمذیؒ نے باب باندھا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي الذَّبْحِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، امام ترمذیؒ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں والعمل على هذا عند أكثر أهل العلم: أن لا يضحى بالمصر حتى يصلي الإمام، وقد رخص قوم من أهل العلم لأهل القرى في الذبح إذا طلع الفجر، وهو قول ابن المبارك اھ، حنفیہ کا مسلک قربانی کے وقت میں یہ ہے کہ قربانی کا وقت دس ذی

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ۲ ص ۳۹۶

الحجہ کو صبح صادق ہونے پر شروع ہو جاتا ہے، خواہ اہل مصر ہوں یا اہل قریہ لیکن اہل مصر کے حق میں جواز کیلئے ایک شرط زائد ہے وہ یہ کہ عید کی نماز کے بعد کی جائے اس پر تقدیم جائز نہیں ہے کذا فی البذل عن البدائع اور شافعیہ و حنابلہ کا مسلک ان میں (اہل قریہ و مصر دونوں کے حق میں) یہ ہے کہ طلوع شمس کے بعد اتنا وقت گذر جائے جس میں عید کی نماز اور خطبہ ادا ہو سکتا ہو، خواہ ابھی نماز ادا کی گئی ہو یا نہیں، بس اتنے وقت کا گذرنا کافی ہے [1]، کذا فی الاوجز عن کتب الفروع یہ مسئلہ ابتدائی مباحث میں مختصراً گذر چکا ہے اس جگہ یہاں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

۲۸۰۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: ضَحَّى خَالٌ لِي يُقَالُ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ؟» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ عِنْدِي دَاجِنًا جَذَعَةً مِنَ الْمَعْزِ فَقَالَ: «اذْبَحْهَا وَلَا تَصْلُحُ لِغَيْرِكَ».

ترجمہ: حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ میرے ایک ماموں حضرت ابوبردہؓ نے نماز (عید الاضحیٰ) سے قبل قربانی کی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہاری یہ بکری گوشت کھانے کی خاطر ذبح ہوئی، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک پلی ہوئی جذعہ ہے بکری میں سے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسی بکری کو ذبح کر دو اور تمہارے علاوہ یہ کسی اور دوسرے کیلئے صحیح نہیں ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (۹۱۲) صحيح البخاري - الأضاحي (۵۲۲۵) صحيح مسلم - الاضاحي (۱۹۶۱) جامع الترمذي - الأضاحي (۱۵۰۸) سنن النسائي - صلاة العيدين (۱۵٦۳) سنن أبي داود - الضحايا (۲۸۰۱) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۲۸۲/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۰۲/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۰۳/٤) سنن الدارمي - الأضاحي (۱۹٦۲)

٦- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الضَّحَايَا

قربانی کرنے کیلئے کس قسم کا جانور مکروہ ہے؟

۲۸۰۲- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ فَيْرُوزَ، قَالَ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ مَا لَا يَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ. فَقَالَ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصَابِعِي أَقْصَرُ مِنْ أَصَابِعِهِ، وَأَنَامِلِي أَقْصَرُ مِنْ أَنَامِلِهِ فَقَالَ: "أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ - فَقَالَ -: الْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا، وَالْمَرِيضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا، وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا، وَالْكَسِيرُ الَّتِي لَا تَنْقَى". قَالَ: قُلْتُ: فَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَكُونَ فِي السِّنِّ نَقْصٌ. قَالَ: «مَا كَرِهْتَ فَدَعْهُ وَلَا تُحَرِّمْهُ عَلَى أَحَدٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَيْسَ لَهَا مُخٌّ».

ترجمہ: عبید بن فیروز سے مروی ہے کہ میں نے براء بن عازبؓ سے دریافت کیا کہ قربانی میں کون سا جانور ذبح کرنا جائز

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۳ ص ۲۳-۲٤

نہیں ؟ تو براءؓ نے کہا کہ نبی ﷺ ہم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور میری انگلیاں آپ کی انگلیوں سے چھوٹی اور حقیر ہیں اور انگلیوں کے پورے آپ کی انگلیوں کے پورے سے چھوٹے اور حقیر ہیں۔ آپ ﷺ نے (چار انگلیوں سے اشارہ فرمایا) اور فرمایا کہ چار قسم کا جانور قربانی کئے جانے کے لائق نہیں ہے ایک تو وہ جانور کہ جس کا کانا پن واضح طور پر محسوس ہوتا ہو اور وہ مریض جانور کہ جس کا مرض ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہو (کہ وہ چارہ کھانا بالکل ختم کر دے) اور وہ لنگڑا جانور کہ جس کا لنگڑا پن ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہو اور وہ کمزور اور دبلا جانور کہ جس کی ہڈی میں گودا نہ ہو۔ عبید بن فیروز نے کہا کہ میں نے عرض کیا مجھ کو قربانی کے واسطے وہ جانور بھی ناپسند لگتا ہے کہ جس کی عمر کم ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو جو ناپسند معلوم ہو تو اس کو رہنے دو لیکن دوسرے کو منع نہ کرو۔

تخریج جامع الترمذي - الأضاحي (١٤٩٧) سنن النسائي - الضحايا (٤٣٦٩) سنن النسائي - الضحايا (٤٣٧٠) سنن النسائي - الضحايا (٤٣٧١) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٠٢) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٤٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٨٤/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٨٩/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠١/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠١/٤) موطأ مالك - الضحايا (١٠٤١) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٤٩) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٥٠)

شرح الحديث عبید بن فیروز نے حضرت براءؓ سے سوال کیا کہ کون سے جانور ایسے ہیں جن کی قربانی جائز نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر ہم لوگوں کو خطاب فرمایا (اور چونکہ آپ ﷺ نے آنے والے مضمون کو اپنے دست مبارک کی انگلیوں کے اشارہ کے ساتھ بیان فرمایا تھا اور پھر آپ ﷺ کے اتباع میں حضرت براءؓ نے بھی اسی طرح اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا اس لیے وہ آگے فرما رہے ہیں) کہ میری انگلیاں تو بہت کوتاہ ہیں آپ ﷺ کی انگلیوں سے اور میرے پورے بہت کوتاہ اور گھٹیا ہیں آپ ﷺ کے پوروں سے پس آپ نے فرمایا کہ چار قسم کے جانور ایسے ہیں جن کی قربانی جائز نہیں:
① ایک عوراء جس کا عَوَر بالکل ظاہر ہو یعنی جس کی ایک آنکھ خراب ہو اس سے نظر نہ آتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہو تو اس کی قربانی بطریق اولیٰ ناجائز ہوگی، ② وہ مریض جانور جس کا مرض صاف ظاہر ہو اس سے مراد وہ مریضہ ہے التي لا تعتلف جس نے مرض کی وجہ سے گھاس کھانا چھوڑ دیا ہو، ③ عرجاء جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو ظلع بمعنی عرج أي بين عرجها اس سے مراد وہ جانور ہے التي لا تمشي الى المنسك کہ جو مذبح تک چل کر نہ جا سکے[1]، ④ الكبير یعنی بوڑھی اور دراز عمر التي لا تنقى یعنی التي لا نقى لها نقى بروزن سن، ہڈی کے اندر کا گودا یعنی ایسی بوڑھی جس کی ہڈیوں میں گودا تک نہ رہا ہو، اس کے بعد روایت میں یہ ہے کہ میں نے براءؓ سے عرض کیا کہ میں قربانی کے جانور میں یہ اچھا نہیں سمجھتا ہوں کہ وہ کم عمر ہو انہوں نے فرمایا کہ جو تجھ کو پسند نہ ہو تو خود اس کو چھوڑ دے لیکن دوسرے کیلئے ناجائز قرار نہ دے نقص في السن سے مراد نقص شرعی نہیں ہے کیونکہ وہ تو کسی کیلئے بھی جائز نہیں بلکہ اس سے وہ نقص مراد ہے جو ظاہر میں دیکھنے کے لحاظ سے اور عرف کے لحاظ

---

[1] عرجاء کے مصداق میں کہ اس سے کس قسم کا عرج مراد ہے کسی قدر ائمہ کا اختلاف ہے ذکرہ في الأوجز (أوجز المسالك — ج ١٠ ص ٢٠٩)

سے ہو مثلاً ایک سال کی بکری یہ گو عرفاً کمسن ہے لیکن شرعاً قربانی کے لائق ہے۔

اسکے بعد جانئے کہ جو چار قسمیں اس حدیث میں مذکور ہیں ان کی قربانی چاروں ائمہ کے نزدیک ناجائز ہے وفی الاوجز حکی الإجماع علی ذلك ابن رشد المالکی فی البدایة والموفق فی المغنی والشوکانی فی النیل وغیرهم وکذلك اجمعوا علی ان الیسیر من هذه العیوب الأربعة لا یضر والکثیر یمنع ثم اختلفوا فی الحد الفاصل بین الیسیر والکثیر الی آخر مافی الأوجز من التفصیل فی ذلك[1] ۔ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه قاله المنذری۔

٢٨٠٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا، ح وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرِ بْنِ بَرِّيٍّ، حَدَّثَنَا عِيسَى الْمَعْنَى، عَنْ ثَوْرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو حُمَيْدٍ الرُّعَيْنِيُّ، أَخْبَرَنِي يَزِيدُ ذُو مِصْرَ، قَالَ: أَتَيْتُ عُتْبَةَ بْنَ عَبْدٍ السُّلَمِيَّ فَقُلْتُ: يَا أَبَا الْوَلِيدِ، إِنِّي خَرَجْتُ أَلْتَمِسُ الضَّحَايَا فَلَمْ أَجِدْ شَيْئًا يُعْجِبُنِي غَيْرَ ثَرْمَاءَ فَكَرِهْتُهَا فَمَا تَقُولُ؟ قَالَ: أَفَلَا جِئْتَنِي بِهَا. قُلْتُ: سُبْحَانَ اللَّهِ تَجُوزُ عَنْكَ وَلَا تَجُوزُ عَنِّي. قَالَ: نَعَمْ. إِنَّكَ تَشُكُّ وَلَا أَشُكُّ، إِنَّمَا "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُصْفَرَّةِ، وَالْمُسْتَأْصَلَةِ، وَالْبَخْقَاءِ وَالْمُشَيَّعَةِ، وَالْكِسْرَاءِ، وَالْمُصْفَرَّةُ: الَّتِي تُسْتَأْصَلُ أُذُنُهَا حَتَّى يَبْدُوَ سِمَاخُهَا" وَالْمُسْتَأْصَلَةُ: الَّتِي اسْتُؤْصِلَ قَرْنُهَا مِنْ أَصْلِهِ، وَالْبَخْقَاءُ: الَّتِي تُبْخَقُ عَيْنُهَا، وَالْمُشَيَّعَةُ: الَّتِي لَا تَتْبَعُ الْغَنَمَ عَجَفًا وَضَعْفًا، وَالْكِسْرَاءُ: الْكَسِيرَةُ".

ترجمہ: یزید مصریؒ سے مروی ہے کہ میں عتبہ بن عبد سلمی کے پاس آیا اور کہا اے ابو الولید میں قربانی کیلئے جانور تلاش کرنے کیلئے نکلا مگر مجھے کوئی جانور اچھا نہیں لگا (جو کہ موٹا تازہ اور اعلیٰ قسم کا ہو) علاوہ ایک بکری کے کہ جس کے دانت گر گئے تھے تو میں نے اس کو ناپسند کیا۔ اب تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ تم وہ بکری میرے لئے کیوں نہیں لیتے آئے۔ میں نے کہا سبحان اللہ تمہارے واسطے درست ہے اور میرے واسطے درست نہیں۔ انہوں نے کہا ہاں تم کو شک ہے مجھ کو شک نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جانور کی قربانی سے منع نہیں فرمایا۔ سوائے مصفرہ اور مستاصلہ، بخقاء، مشیعہ اور کسراء سے۔ اور مصفرہ وہ جانور ہے کہ جس کا کان اس قدر کٹا ہوا ہو کہ اس کے کان کا سوراخ ظاہر ہو گیا اور مستاصلہ وہ جانور ہے کہ جس کا سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو۔ اور بخقاء وہ جانور ہے کہ جس کی آنکھ کی روشنی ضائع ہو گئی ہو (لیکن آنکھ موجود ہو) مشیعہ وہ جانور ہے جو کہ کمزوری کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ساتھ نہیں چل سکتی بلکہ ان بکریوں سے بچھڑ جاتی ہے اور کسراء وہ ہے کہ جس کا ہاتھ یا پاؤں ٹوٹ گیا ہو۔ (بہر حال مذکورہ قسم کے جانور کے علاوہ اور تمام اقسام کے جانور قربانی میں درست ہیں)۔

تخریج: سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٠٣) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٨٥/٤)

شرح الحدیث: أَخْبَرَنِي يَزِيدُ ذُو مِصْرَ، قَالَ: أَتَيْتُ عُتْبَةَ بْنَ عَبْدٍ السُّلَمِيَّ إلخ: یزید جن کا لقب ذو مصر ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ عتبہ بن عبد سلمی کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ میں قربانی کے جانور تلاش کرنے کیلئے نکلا تھا تو مجھے ان

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ١٠ ص ٢١٣ - ٢١٤

جانوروں میں جو میں نے دیکھے اول تو کوئی پسند ہی نہیں آیا اور جو پسند آیا وہ ثرماء ہے ساقطة الأسنان اسلئے میں نے اس کو بھی ناپسند کر دیا اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تم ان کو میرے پاس کیوں نہ لے آئے (میں اس کی قربانی کر لیتا) میں نے کہا سبحان اللہ! یہ عجیب بات ہے کہ تمہارے لیے تو جائز ہو جائے اور میرے لیے جائز نہ ہو انہوں نے فرمایا یہ اس لیے کہ تم شک کر رہے ہو اسکے جواز میں اور میں شک نہیں کر رہا ہوں اسکے بعد انہوں نے فرمایا: إِنَّمَا نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُصْفَرَّةِ، وَالْمُسْتَأْصَلَةِ، وَالْبَخْقَاءِ وَالْمُشَيَّعَةِ، وَالْكِسْرَاءِ الخ، اس کے بعد پھر آگے روایت میں ان پانچوں صفات کی تفسیر و تشریح مذکور ہے وہ یہ کہ مصفرہ سے مراد وہ جانور ہے کہ جس کا کان بالکل جڑ سے جدا کر دیا گیا ہو۔ یہاں تک کہ کان کا سوراخ نظر آنے لگے اور مستأصلہ وہ جانور ہے جس کا سینگ جڑ سے ٹوٹ گیا ہو اور بخقاء وہ جانور ہے جس کی آنکھ کی روشنی جاتی رہی ہو۔ اور آنکھ اپنی جگہ صحیح وسالم ہو اور مشیعہ وہ بکری ہے جو دوسری بکریوں کے ساتھ ریوڑ میں نہ چل سکتی ہو ضعف کی وجہ سے اور کسراء وہ جانور ہے جو مکسورۃ الرجل ہو۔

٢٨٠٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ النُّعْمَانِ وَكَانَ رَجُلَ صِدْقٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: «أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَيْنِ، وَلَا نُضَحِّيَ بِعَوْرَاءَ، وَلَا مُقَابَلَةٍ، وَلَا مُدَابَرَةٍ، وَلَا خَرْقَاءَ، وَلَا شَرْقَاءَ» قَالَ زُهَيْرٌ: فَقُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ: أَذَكَرَ عَضْبَاءَ؟ قَالَ: «لَا» . قُلْتُ: فَمَا الْمُقَابَلَةُ؟ قَالَ: «يُقْطَعُ طَرَفُ الْأُذُنِ». قُلْتُ: فَمَا الْمُدَابَرَةُ؟، قَالَ: «يُقْطَعُ مِنْ مُؤَخَّرِ الْأُذُنِ» . قُلْتُ: فَمَا الشَّرْقَاءُ؟ قَالَ: «تُشَقُّ الْأُذُنُ» . قُلْتُ: فَمَا الْخَرْقَاءُ؟ قَالَ: «تُخْرَقُ أُذُنُهَا لِلسِّمَةِ».

ترجمہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ہم لوگوں کو حکم فرمایا کہ قربانی کے جانور کی آنکھ کان (اور دیگر اعضاء) کو اچھی طرح دیکھ لیں اور کانے جانور کی قربانی نہ کریں اور اسی طرح مقابلہ، مدابرہ، خرقاء، اور شرقاء کی بھی قربانی نہ کریں۔ زہیر کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسحٰق سے کہا کہ شریح بن نعمان نے عضباء (ٹوٹی ہوئی سینگ والی بکری) کو ذکر کیا تھا تو انہوں نے کہا: نہیں، میں نے پھر پوچھا مقابلہ کس جانور کو کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جس جانور کا کان اگلی طرف سے کٹا ہوا ہو۔ میں نے پوچھا مدابرہ کس جانور کو کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا جس کا کان پچھلی طرف سے کٹا ہوا ہو۔ پھر میں نے پوچھا کہ شرقاء کس جانور کو کہتے ہیں؟ فرمایا جس کے کان چرے ہوئے ہوں۔ میں نے پوچھا خرقاء کس جانور کو کہتے ہیں؟ فرمایا جس کے کان نشانی ڈالنے کی غرض سے چھید دئے گئے ہوں۔

تخریج جامع الترمذي - الأضاحي (١٤٩٨) سنن النسائي - الضحايا (٤٣٧٢) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٠٤) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٤٢) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٨٠) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٥١) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٥٢)

شرح الحدیث حضرت علیؓ فرمارہے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں امر فرمایا ہے کہ ہم لوگ قربانی کے جانور کی آنکھ اور کان کو بغور دیکھا کریں (کہ وہ صحیح سالم بھی ہیں) اور پھر آگے حدیث میں اور چار جانوروں کا ذکر ہے جن کی قربانی کرنے سے آپ نے منع فرمایا ان چاروں کا تعلق عیب فی الاذن سے ہے۔ چنانچہ مقابلہ وہ جانور ہے جس کے کان کا کچھ حصہ مقدم اذن یعنی آگے کی جانب سے کاٹ کر اس کو وہیں چھوڑ دیا گیا ہو (الگ نہ کیا گیا ہو) اور مدابرہ وہ جانور ہے جس کے کان کا کچھ حصہ پیچھے کی طرف سے کاٹ کر اس کو ویسا ہی چھوڑ دیا گیا ہو اور شرقاء وہ جانور ہے جس کا کان طولاً چیر دیا گیا ہو (ماخوذ من الشرق ای الشق) اور خرقاء وہ جانور ہے جس کے کان میں گول سوراخ کر دیا گیا ہو للسِّمَةِ یعنی علامت کے طور پر۔

حدیث الباب میں مذاہب ائمہ: ان چاروں قسموں کی قربانی شافعیہ کے یہاں ناجائز ہے لہٰذا یہ نہی ان کے نزدیک تحریم کیلئے ہے اور عند الحنفیة للتنزیہ، اسلئے کہ حنفیہ کے نزدیک اذن کے بارے میں یہ ہے کہ اگر وہ نصف یا اکثر مقطوع ہو تو اسکی قربانی ناجائز ہے اور اگر مادون النصف مقطوع ہو تو وہ جائز ہے، اور مالکیہ کے نزدیک ثلث اگر مقطوع ہے تو جائز ہے اور مافوق الثلث جائز نہیں کما یظهر من کلام الدردیر اور شافعیہ کے نزدیک اس میں مطلقاً گنجائش نہیں، ففي شرح الإقناع: ولا یجزیء مقطوع بعض الأذن وإن کان یسیرا، وقال أبو حنیفة إن کان المقطوع دون الثلث أجزأ اھ[1]، مذہب حنفی کے نقل میں اس میں تسامح ہے بلکہ ہمارے یہاں مادون النصف معفو عنہ ہے کما تقدم اور حنابلہ کے نزدیک اذن میں دو روایتیں ہیں ایک مثل حنفیہ کے مادون النصف معاف ہے اور دوسری روایت نصف کی ہے، ففي الروض المربع: ویجزئ مع الکراهة ما بأذنه أو قرنه خرق أو شق أو قطع أقل من النصف أو النصف فقط، علی ما نص علیه في روایة حنبل وغیره اھ۔ والحدیث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري[2]۔

۲۸۰۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ الدَّسْتُوَائِيُّ، وَيُقَالُ لَهُ هِشَامُ بْنُ سَنْبَرٍ - عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جُرَيِّ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَهَى أَنْ يُضَحَّى بِعَضْبَاءِ الْأُذُنِ وَالْقَرْنِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "جُرَيٌّ: سَدُوسِيٌّ بَصْرِيٌّ لَمْ يُحَدِّثْ عَنْهُ إِلَّا قَتَادَةُ".

ترجمہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عضباء کی قربانی سے ممانعت فرمائی (یعنی آپ نے سینگ ٹوٹے، کان کٹے جانور جس کے سینگ یا کان کا اکثر حصہ نہ ہو کی قربانی سے منع فرمایا) ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ جری، سدوسی بصرہ کے باشندہ ہیں اور ان سے صرف قتادہ نے روایت کی ہے۔

۲۸۰۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ: "مَا الْأَعْضَبُ؟ قَالَ:

[1] الإقناع في حل ألفاظ أبي شجاع — ج ۲ ص ۵۷۱
[2] حاشية الروض المربع شرح زاد المستقنع — ج ٤ ص ۲۲٤

«النِّصْفُ فَمَا فَوْقَهُ».

ترجمہ: حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت سعید بن المسیب سے دریافت کیا کہ اعضب کس جانور کو کہا جاتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جس جانور کے آدھے یا آدھے سے زیادہ کان کٹے ہوئے ہوں۔

تخریج: سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٠٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٢٩) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٣٧) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٥٠)

شرح الحديث: یعنی مقطوع الاذن اور مکسور القرن، آگے روایت میں ہے قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ: "مَا الْأَعْضَبُ؟ قَالَ: «النِّصْفُ فَمَا فَوْقَهُ»، بظاہر سعید بن المسیبؒ کے کلام کا تعلق اعضب القرن سے ہے، نہ کہ اعضب الاذن سے اس لئے کہ اذن میں تو تفصیل ہے اور مذاہب مختلف ہیں کما تقدم قریبا، اور اعضب القرن یعنی مکسور القرن مطلقا جائز ہے لہذا النصف فما فوقہ اسی میں جاری ہوگا۔ حدیث علی رضی اللہ تعالی عنہ أخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ قالہ المنذری۔

٧- بَابٌ فِي الْبَقَرِ وَالْجَزُورِ عَنْ كَمْ تُجْزِئُ؟

کتنے افراد کی جانب سے اونٹ، گائے، بیل کی قربانی ہو سکتی ہے؟

٢٨٠٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: «كُنَّا نَتَمَتَّعُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَذْبَحُ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورَ عَنْ سَبْعَةٍ نَشْتَرِكُ فِيهَا».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تمتع کیا کرتے تھے تو سات افراد کی طرف سے گائے ذبح کیا کرتے تھے اور اونٹ بھی سات افراد کی طرف سے ذبح کیا کرتے تھے اور تمام لوگ اس میں شریک ہو جاتے تھے۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (١٣١٨) جامع الترمذي - الحج (٩٠٤) سنن النسائي - الضحايا (٤٣٩٣) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٠٧) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٣٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٩٤) موطأ مالك - الضحايا (١٠٤٩) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٥٥) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٥٦)

شرح الحديث: جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ بقرہ ہو یا اونٹ دونوں میں سات نفر کی شرکت ہو سکتی ہے [1]۔ امام ترمذیؒ اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں: هذا حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند أهل العلم ثم قال وقال إسحاق: «تجزئ أيضا البعير عن عشرة واحتج بحديث ابن عباس» اھ، ابن عباسؓ کی حدیث ترمذی میں اس سے پہلے گزر چکی، ولفظه: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً، وَفِي الْبَعِيرِ عَشَرَةً، قال

[1] اور مالکیہ کے مسلک کی تحقیق پہلے گزر چکی کہ ان کے نزدیک شرکۃ فی الاضحیہ جائز نہیں۔

أبو عيسى: حديث ابن عباس حديث حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث الفضل بن موسى اھ [1]، یہ حدیث ابن عباسؓ ابوداؤد میں نہیں ہے باقی سنن ثلاثہ میں ہے اور حدیث جابرؓ بخاری کے علاوہ باقی سب کتب صحاح میں موجود ہے۔ جمہور کے نزدیک یہی راجح ہے اور علامہ شوکانی نے اس حدیث ابن عباسؓ کو اضحیہ پر محمول کیا ہے اور حدیث جابرؓ کو ہدی پر یعنی بدنہ کی قربانی میں دس آدمیوں کی شرکت ہو سکتی ہے اور اگر وہ ھدی ہے تو صرف سات کی شرکت ہو سکتی ہے۔ والحديث أخرجه مسلم والنسائي قاله المنذري۔

۲۸۰۸- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گائے سات آدمیوں کی طرف سے کفایت کرتی ہے اور اونٹ بھی سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (۱۳۱۸) جامع الترمذي - الحج (۹۰۴) سنن النسائي - الضحايا (۴۳۹۳) سنن أبي داود - الضحايا (۲۸۰۸) سنن ابن ماجه - الأضاحي (۳۱۳۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۹۴/۳) موطأ مالك - الضحايا (۱۰۴۹) سنن الدارمي - الأضاحي (۱۹۵۵) سنن الدارمي - الأضاحي (۱۹۵۶)

۲۸۰۹- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ قَالَ: «نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے حضور ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ والے سال اونٹ سات افراد کی طرف سے ذبح کئے اور گائے بھی سات افراد کی طرف سے ذبح کی۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (۱۳۱۸) جامع الترمذي - الحج (۹۰۴) جامع الترمذي - الأضاحي (۱۵۰۲) سنن النسائي - الضحايا (۴۳۹۳) سنن أبي داود - الضحايا (۲۸۰۹) سنن ابن ماجه - الأضاحي (۳۱۳۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۹۴/۳) موطأ مالك - الضحايا (۱۰۴۹) سنن الدارمي - الأضاحي (۱۹۵۵) سنن الدارمي - الأضاحي (۱۹۵۶)

۸- بَابٌ فِي الشَّاةِ يُضَحَّى بِهَا عَنْ جَمَاعَةٍ

کئی افراد کی جانب سے ایک بکری کی قربانی کافی ہونے کا بیان

مسئلۃ الباب اور حدیث الباب پر کلام قریب میں بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الضَّحَايَا کے تحت گزر چکا۔

۲۸۱۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي الْإِسْكَنْدَرَانِيَّ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ،

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الأضاحي - باب ما جاء في الاشتراك في الأضحية ۱۵۰۱

قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَضْحَى بِالْمُصَلَّى، فَلَمَّا قَضَى خُطْبَتَهُ نَزَلَ مِنْ مِنْبَرِهِ وَأُتِيَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، وَقَالَ: «بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، هَذَا عَنِّي، وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ عید الاضحیٰ میں عید گاہ میں موجود تھا جب آپ ﷺ خطبہ دے کر فارغ ہوگئے تو آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اور ایک مینڈھا لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اس کو ذبح کیا اور فرمایا: بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ یہ میری طرف سے ہے اور میری اُمت کے اس شخص کی طرف سے ہے کہ جس نے قربانی نہیں کی۔

تخریج: جامع الترمذي - الأضاحي (١٥٢١) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨١٠) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٢١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٥٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٦٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٧٥) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٤٦)

٩ - بَابُ الْإِمَامِ يَذْبَحُ بِالْمُصَلَّى

امام کی عید گاہ میں اپنی قربانی ذبح کرنے کا بیان

٢٨١١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَنَّ أَبَا أُسَامَةَ حَدَّثَهُمْ، عَنْ أُسَامَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَذْبَحُ أُضْحِيَّتَهُ بِالْمُصَلَّى» وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ قربانی کو عید گاہ میں ذبح فرماتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

تخریج: سنن النسائي - صلاة العيدين (١٥٨٩) سنن النسائي - الضحايا (٤٣٦٦) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨١١) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٦١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٠٩)

شرح الحديث: وفی الأوجز عن المسوی: الذبح فی المصلی أحسن إظهار الشعار الدین اھ [1]، جمہور کے نزدیک تو یہ عام ہے اسی لئے امام بخاریؒ نے ترجمہ قائم کیا بَاب الْأَضْحَى وَالْمَنْحَرِ [2] بِالْمُصَلَّى، لیکن امام ابوداودؒ نے اس ترجمہ میں امام کے ساتھ اسکو مقید کیا جو کہ امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ ففی الأبواب والتراجم: قال ابن بطال: ھو سنة للإمام خاصة عند مالك، قال مالك إنما يفعل ذلك لئلا يذبح أحد قبله، زاد المهلب: وليذبحوا بعده على يقين، وليتعلموا منه صفة الذبح اھ [3]، میں کہتا ہوں اور ہمارے یہاں ابتدائی مباحث میں بھی یہ گزر چکا ہے کہ امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ لوگوں کیلئے قربانی کرنا اس وقت تک جائز نہیں

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك – ج ١٠ ص ٢٢٥

[2] قال القسطلاني: وفي بعض النسخ والنحر بغير ميم. (إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري – ج ٨ ص ٣٠٢)

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر – ج ١٠ ص ٩، الأبواب والتراجم لصحيح البخاري – ج ٢ ص ٩٤

جب تک امام قربانی نہ کر چکے۔ وحدیث الباب أخرجه البخاری والنسائی وابن ماجه بنحوه قاله المنذری۔

١٠ - بَابٌ فِي حَبْسِ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ

قربانی کے گوشت کی ذخیرہ اندوزی کا بیان

٢٨١٢ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تَقُولُ: دَفَّ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ حَضْرَةَ الْأَضْحَى فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ادَّخِرُوا الثُّلُثَ، وَتَصَدَّقُوا بِمَا بَقِيَ». قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَفِعُونَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ، وَيَجْمُلُونَ مِنْهَا الْوَدَكَ، وَيَتَّخِذُونَ مِنْهَا الْأَسْقِيَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَمَا ذَاكَ؟» - أَوْ كَمَا قَالَ - قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ نَهَيْتَ عَنْ إِمْسَاكِ لُحُومِ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ مِنْ أَجْلِ الدَّافَّةِ الَّتِي دَفَّتْ عَلَيْكُمْ، فَكُلُوا وَتَصَدَّقُوا وَادَّخِرُوا».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ دیہات کے رہنے والے کچھ لوگ دورِ نبوی میں عید الاضحیٰ کے موقع پر آئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین دن تک کی ضرورت کیلئے گوشت رکھ لو اور باقی صدقہ کر دو۔ اسکے بعد آپ ﷺ سے اگلے سال قربانی کے موقع پر لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ پہلے لوگ اپنی قربانیوں سے نفع اٹھاتے تھے اور ان جانوروں کی چربی پگھلاتے تھے اور ان کی کھالوں کی مشکیں بناتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اب کیا ہوا ہے؟ ان لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو اس وجہ سے منع کر دیا تھا کہ دیہات سے کچھ غرباء و مساکین آگئے تھے۔ اب تم لوگ قربانی کے گوشت کھاؤ اور اس کو راہِ الٰہی میں دو اور اس کو بچا کر ذخیرہ بھی سکتے ہو۔

تخریج صحيح البخاري - الأضاحي (٥٢٥٠) صحيح مسلم - الأضاحي (١٩٧١) جامع الترمذي - الأضاحي (١٥١١) سنن النسائي - الضحايا (٤٤٣١) سنن النسائي - الضحايا (٤٤٣٢) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨١٢) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٥٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٥١) موطأ مالك - الضحايا (١٠٤٧) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٥٩)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں قربانی کے موقعہ پر کچھ دیہات سے لوگ مدینہ آگئے اس پر آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ وہ اپنی اپنی قربانی کا گوشت تین دن کے بقدر روک کر باقی کو صدقہ کر دیں پھر جب آئندہ سال قربانی کا زمانہ آیا تو لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ لوگ اپنی قربانی کے گوشت سے منتفع ہوتے تھے اور اس کی چربی کو پگھلا کر رکھ لیتے تھے اور قربانی کے چمڑوں سے مشکیزے بناتے تھے اس پر آپ ﷺ نے پوچھا، وَمَا ذَاكَ؟ کہ پھر کیا بات ہے (یعنی اب تم کو اس میں کیا اشکال ہو رہا ہے؟) لوگوں نے عرض کیا اس

لئے کہ آپ ﷺ نے لحوم اضاحی کے امساک سے منع فرمادیا تھا کہ تین دن سے زائد نہ روکا جائے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ مِنْ أَجْلِ الدَّافَّةِ الَّتِي دَفَّتْ عَلَيْكُمْ کہ میں نے تو گزشتہ سال دیہات سے آنے والوں کی وجہ سے روکا تھا (یعنی وقتی طور پر نہ کہ ہمیشہ کیلئے) لہذا قربانی کا گوشت کھاؤ بھی، صدقہ بھی کرو اور ذخیرہ بنا کر بھی رکھو۔

بخاری میں ہے بَابُ مَا يُؤْكَلُ مِنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ وَمَا يُتَزَوَّدُ مِنْهَا، قال الحافظ أي من غير تقييد بثلث ولا نصف (وما يتزود منها) أي للسفر وفي الحضر وبيان التقييد بثلاثة أيام إما منسوخ وإما خاص بسبب اهـ [1]۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ ایک تہائی گوشت کا صدقہ کیا جائے اور ایک تہائی اقرباء واحباب کی ضیافت کیلئے رکھا جائے اور ایک ثلث کو اپنے لئے ذخیرہ بنائے، اور ایسا کرنا صرف مستحب ہے اگر سارا ہی اپنی ضرورت کیلئے رکھ لے تو بھی جائز ہے۔ وفی الدر المختار: وندب ترك التصدق لذي عيال غير موسع الحال توسعة عليهم [2]، اور کتب شافعیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ حصہ لحم اضحیہ کا صدقہ کرنا واجب ہے بلکہ افضل یہ ہے کہ ایک دو لقمہ چھوڑ کر باقی سبھی کا صدقہ کیا جائے [3]، والحديث أخرجه مسلم والنسائي قاله المنذري۔

۲۸۱۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ نُبَيْشَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّا كُنَّا نَهَيْنَاكُمْ عَنْ لُحُومِهَا أَنْ تَأْكُلُوهَا فَوْقَ ثَلَاثٍ لِكَيْ تَسَعَكُمْ، فَقَدْ جَاءَ اللَّهُ بِالسَّعَةِ فَكُلُوا وَادَّخِرُوا وَاتَّجِرُوا، أَلَا وَإِنَّ هَذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ».

ترجمہ: حضرت نبیشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو تین روز کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے اس وجہ سے منع کیا تھا کہ وہ گوشت تم سب لوگوں تک پہنچ جائے۔ اب اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرمادی ہے تو اب قربانی کا گوشت کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور اجر وثواب حاصل کرو یاد رکھو کہ یہ دن کھانے پینے اور یاد الٰہی کیلئے ہیں۔

تخریج: سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٣٠) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨١٣) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٦٠) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٧٥) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٥٨)

شرح الحدیث: باب کی حدیث ثانی میں ہے: فَكُلُوا وَادَّخِرُوا وَاتَّجِرُوا، یہ لفظ اجر سے ماخوذ ہے جس کو باب افتعال میں لے گئے یعنی الائتجار یعنی اجر وثواب حاصل کرنا کوئی اس کو تشدید تاء کے ساتھ نہ پڑھے۔ واتّجروا کیونکہ یہ تجارت سے نہیں ہے۔ والحديث أخرجه النسائي بتمامه وابن ماجه مختصرة على الاذن في الادخار فوق ثلاث وأخرج مسلم الفصل الثاني في ذكر الاكل والشرب والذكر قاله المنذري۔

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ١٠ ص ٢٥
[2] رد المحتار على الدر المختار - ج ٩ ص ٤٧٤
[3] الأبواب والتراجم لصحيح البخاري - ج ٢ ص ٩٥

١١ - بَابٌ فِي الْمُسَافِرِ يُضَحِّي

مسافر شخص کے قربانی کرنے کا بیان

٢٨١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: ضَحَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: «يَا ثَوْبَانُ أَصْلِحْ لَنَا لَحْمَ هَذِهِ الشَّاةِ» . قَالَ: فَمَا زِلْتُ أُطْعِمُهُ مِنْهَا حَتَّى قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ.

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ حضرت اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں قربانی ذبح فرمائی پھر ارشاد فرمایا: اے ثوبان! ہم لوگوں کے لئے بکری کے اس گوشت کو صاف کرو۔ ثوبان نے عرض کیا پھر میں وہی گوشت آپ کو کھلاتا رہا یہاں تک کہ (ہم لوگوں کا سفر حج پورا ہو گیا اور) ہم مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔

تخریج: صحيح مسلم - الأضاحي (١٩٧٥) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨١٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٢٧٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٢٨١) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٦٠)

شرح الحدیث: امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ اضحیہ کی سنیت سب لوگوں کے حق میں ہے مقیم ہو یا مسافر، امام مالکؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ مقیم و مسافر سب کے حق میں سنت مؤکدہ ہے إلا الحاج بمنى فإنهم لا ضحية عليهم وسنتهم الهدي [1]، اور حنفیہ کے نزدیک مسافر کے حق میں قربانی واجب نہیں ہے صرف مقیم کے حق میں واجب ہے۔

حدیث الباب میں حضور ﷺ کی جس قربانی کا ذکر ہے بظاہر یہ سفر حجۃ الوداع کا واقعہ ہے، بذل میں ہے: فأضحيته صلى الله تعالى عليه وآله وسلم محمولة عندنا على التطوع اهـ [2]۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي قاله المنذري۔

١٢ - بَابٌ فِي النَّهْيِ أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ، وَالرِّفْقِ بِالذَّبِيحَةِ

جانوروں کو باندھ کر نشانہ بنانے کی ممانعت اور ذبح کرتے ہوئے (ان کے ساتھ) نرمی کرنے کا بیان

٢٨١٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: خَصْلَتَانِ سَمِعْتُهُمَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا - قَالَ غَيْرُ مُسْلِمٍ يَقُولُ: «فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ» - وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ".

ترجمہ: حضرت شداد بن اوسؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے دو قسم کی عادتوں کے متعلق سنا ہے:

---

[1] وليه وقال مالك: الصدقة بثمن الضحية صنى أحب إلي اهـ. (الكافي في فقه أهل المدينة المالكي - ص ١٧٣)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٣ ص ٤٧

① اوّل یہ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ ہر شے پر احسان کا معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے تو تم لوگ جو قتل کرو تو اچھی طرح قتل کیا کرو (یعنی کسی مسلمان یا کافر کو کسی شرعی وجہ سے قتل کرنا پڑے تو اسے تڑپا تڑپا کر نہ مارو)، ② دوسرے یہ کہ کسی جانور کو جس وقت ذبح کرنے کا ارادہ کرو تو اس کو بہتر طریقہ پر ذبح کیا کرو اور اپنی چھری تیز کر لیا کرو اور جانور کو ذبح کرتے وقت راحت پہنچانے کا خیال رکھو۔

تخریج صحیح مسلم - الصید والذبائح وما یؤکل من الحیوان (١٩٥٥) جامع الترمذي - الدیات (١٤٠٩) سنن النسائي - الضحایا (٤٤٠٥) سنن النسائي - الضحایا (٤٤١١) سنن النسائي - الضحایا (٤٤١٢) سنن النسائي - الضحایا (٤٤١٣) سنن النسائي - الضحایا (٤٤١٤) سنن أبي داود - الضحایا (٢٨١٥) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٧٠) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٧٠)

شرح الحدیث صحابیؓ فرما رہے ہیں کہ دو باتیں میں نے حضور ﷺ سے سنی ہیں جو اس ضابطہ کے تحت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر یہ بات واجب کی ہے کہ وہ ہر چیز میں احسان کا لحاظ رکھے کہ اس کو حسن و خوبی اور نرمی کے ساتھ کرے، آگے ان دو خصلتوں کا بیان ہے کہ اگر تم کسی کافر کو قتل بھی کرو تو اس کو اچھے طریقہ سے کرو، یعنی مُثلہ نہ کرو، اور ایسے ہی جب کسی جانور کو ذبح کرو تو اس کو ذبح بھی اچھی طرح کرو، یعنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لو اور ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ، کہ ذبح کے بعد فوراً اس کی کھال نہ کھینچو بلکہ اس کے ٹھنڈے ہونے کا انتظار کرو۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

٢٨١٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَنَسٍ، عَلَى الْحَكَمِ بْنِ أَيُّوبَ فَرَأَى فِتْيَانًا - أَوْ غِلْمَانًا - قَدْ نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا، فَقَالَ أَنَسٌ: «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ».

ترجمہ ہشام بن زید سے مروی ہے کہ میں انس بن مالکؓ کے ہمراہ حکم بن ایوبؒ کے پاس گیا (یہ حکم حجاج بن یوسف کا چچازاد بھائی تھا اور بصرہ کا گورنر تھا) تو حضرت انس نے وہاں پر چند نوجوانوں یا لڑکوں کو دیکھا کہ انہوں نے ایک مرغی کو نشانہ بنا رکھا ہے اور اس پر تیر اندازی کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت انسؓ نے کہا کہ نبی ﷺ نے جانوروں کو اس طرح باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

تخریج صحیح البخاري - الذبائح والصید (٥١٩٤) صحیح مسلم - الصید والذبائح وما یؤکل من الحیوان (١٩٥٦) سنن أبي داود - الضحایا (٢٨١٦) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٨٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرین (١١٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرین (١٧١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرین (١٨٠/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرین (١٩١/٣)

شرح الحدیث نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ: صبر کے معنی روکنے اور قید کرنے کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جانوروں کو قاعدہ کے اندر ذبح کیا جائے جو ذبح کا طریقہ ہے، اور صبر بہائم یہ ہے کہ کسی جانور مثلاً کسی مرغی کو باندھ جوڑ کر اسکو سامنے بٹھا کر اس کو تیر کا نشانہ بنایا جائے اور جس جانور کے ساتھ ایسا کیا جائے اس کو مصبورہ اور مجثمہ بھی کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ ذبح ذبح شرعی نہیں ہے۔ اس طرح وہ جانور حلال بھی نہیں ہوتا حرام ہو جاتا ہے، جیسا کہ کتاب الاطعمۃ میں آئے گا۔ والحدیث

أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

۱۳۔ بَابٌ فِي ذَبَائِحِ أَهْلِ الْكِتَابِ

ذبیحہ اہل کتاب کے حکم کا بیان

۲۸۱۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: " { فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ [1] }، { وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ }، فَنُسِخَ وَاسْتَثْنَى مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ: { وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ [2] } ".

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا: فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ یعنی ان جانوروں کو کھاؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے اور جن جانوروں پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے ان جانوروں کو نہ کھاؤ یہ آیت کریمہ منسوخ ہو گئی یعنی اس میں سے ذبائح اہل کتاب کا استثنیٰ ہو گیا اور ان لوگوں کے ذبیحہ جائز ہیں چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے اہل کتاب کا کھانا تم لوگوں کے لئے حلال ہے اور ان لوگوں کے لئے تمہارا کھانا حلال ہے۔

شرح الحدیث: اہل کتاب کے ذبیحہ کی اباحت پر ابن قدامہؒ نے مغنی میں علماء کا اجماع نقل کیا ہے، البتہ اہل کتاب کے صید میں اختلاف ہے، اکثر علماء کی رائے تو اس میں بھی اباحت ہی کی ہے البتہ امام مالکؒ کا اسمیں ابن قدامہ نے اختلاف لکھا ہے ولفظہ: إلا مالكا أباح ذبائحهم وحرم صيدهم ولا يصح لأن صيدهم من طعامهم فيدخل في عموم الآية اه [3]. (الأبواب والتراجم)

قلت: قال الدردير: لا كافر ولو كتابيا فلا يؤكل صيده ولو سمى الله عليه لان الصيد رخصة والكافر ليس من اهلها اه، لیکن کتاب الکافی لابن عبد البر میں یہ لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک صید اہل کتاب مکروہ ہے حرام نہیں، لقول الله عز وجل: تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ [سورة المائدة ۹۴] يعني أهل الإيمان، وهو عند جمهور أهل العلم مثل ذبائحهم اه [4]۔

۲۸۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ: " { وَإِنَّ الشَّيٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ } يَقُولُونَ: «مَا ذَبَحَ اللهُ فَلَا تَأْكُلُوا وَمَا ذَبَحْتُمْ أَنْتُمْ فَكُلُوا». فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: { وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ [5] } ".

---

[1] سو تم کھاؤ اس جانور میں سے جس پر نام لیا گیا ہے اللہ کا (سورۃ الأنعام ۱۱۸)

[2] اور اہل کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے (سورۃ المائدۃ ۵)

[3] المغني ويليه الشرح الكبير — ج ۱۱ ص ۳۵، الأبواب والتراجم لصحيح البخاري — ج ۲ ص ۹۲

[4] الكافي في فقه أهل المدينة — ص ۱۸۳

[5] اور اس میں سے نہ کھاؤ جس پر نام نہیں لیا گیا اللہ کا اور یہ کھانا گناہ ہے اور شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے (سورۃ الأنعام ۱۲۱)

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے: وَإِنَّ الشَّيْطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلَىٰ أَوْلِيٰٓئِهِمْ یعنی شیاطین اپنے دوستوں کے قلوب میں وسوسے ڈالتے ہیں اس آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفار کہتے تھے کہ جو جانور اللہ تعالیٰ نے ذبح کیا (یعنی جو جانور قدرتی موت سے مرا) اس کو تم لوگ نہیں کھاتے ہو، اور جس کو خود ذبح کرتے ہو اس کو کھالیتے ہو اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔

شرح حدیث یعنی شیاطین کفار کے دل میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ تم اللہ کے ذبیحہ کو تو کھاتے نہیں، اللہ کے ذبیحہ سے مراد وہ جانور جس کو اللہ تعالیٰ نے موت دیدی ہو یعنی میتہ، اور اپنے ذبیحہ کو تم حلال سمجھتے ہو اور کھاتے ہو یعنی یہ کیسی بے انصافی ہے، تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ یعنی اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ انسان کا ذبیحہ محض اس وجہ سے حلال نہیں ہے کہ وہ انسان کا ذبیحہ ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے، بخلاف ماذبح اللہ کے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا جاتا۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه قال المنذری۔

٢٨١٩ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "جَاءَتِ الْيَهُودُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: نَأْكُلُ مِمَّا قَتَلْنَا، وَلَا نَأْكُلُ مِمَّا قَتَلَ اللّٰهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: {وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ} " إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں یہود حاضر ہوئے اور کہنے لگے کیا ہم اس جانور کو کھالیں جسے ہم مار ڈالیں؟ اور وہ جانور نہ کھائیں جسے اللہ مار ڈالے؟ اس پر آیت کریمہ: وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نازل ہوئی۔

تخریج سنن النسائي - الضحايا (٤٤٣٧) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨١٩) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٧٣)

١٤ - بَابُ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ مُعَاقَرَةِ الْأَعْرَابِ

جن جانوروں کو اہل عرب بطور فخر اور دکھاوا ذبح کریں ان کے کھانے کا بیان

مُعَاقَرَة بمعنی ذبح، لیکن یہاں پر یہ مصدر بمعنی مفعول ہے أي ما عاقرة الأعراب۔

٢٨٢٠ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي رَيْحَانَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُعَاقَرَةِ الْأَعْرَابِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «اسْمُ أَبِي رَيْحَانَةَ، عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَطَرٍ، وَغُنْدَرٌ أَوْقَفَهُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان جانوروں کے کھانے کی ممانعت فرمائی کہ جن کو اہل عرب فخر کے طور پر ذبح کرتے ہیں۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا کہ اس روایت کو غندر نے ابن عباسؓ پر موقوفاً بیان کیا ہے۔ امام

ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ ابو ریحانہ کا نام عبد اللہ بن مطر تھا۔

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ نے گاودیوں اور جاہلوں کے ذبیحہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے اس سے مراد وہ قربانی ہے جو بطور فخر وریاء اور دوسروں کے مقابلہ کیلئے کی جائے، فقہاء نے لکھا ہے: وکذلك کل طعام صنع رياء ومفاخرة، یعنی جو قربانی یا کھانا صرف نام ونمود کے لئے کیا جائے اس کا کھانا ممنوع ہے۔

فائدہ: اسی قسم کی ایک اور حدیث کتاب الجنائز بَابُ كَرَاهِيَةِ الذَّبْحِ عِنْدَ الْقَبْرِ میں آرہی ہے قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ»[1]، اس حدیث کے معنی دوسرے ہیں جیسا کہ ترجمۃ الباب سے معلوم ہو رہا ہے چنانچہ وہاں متن میں آرہا ہے: كَانُوا يَعْقِرُونَ عِنْدَ الْقَبْرِ بَقَرَةً أَوْ شَاةً، یعنی زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ اپنے کسی سخی کی قبر پر اونٹ وغیرہ کوئی جانور ذبح کیا کرتے تھے، بعض تو اس خیال سے کہ یہ شخص اپنی زندگی میں مہمان نوازی کیا کرتا تھا ہم اسکے بدلہ میں اسکی قبر پر اس کی طرف سے یہ ذبح کر رہے ہیں تاکہ اس کو درندے اور پرندے کھائیں اور بعض اس خیال سے ایسا کرتے تھے تاکہ جو جانور اس کی قبر پر ذبح کیا جا رہا ہے وہ قبر سے اٹھنے کے وقت اس کی سواری بنے، کیونکہ بعض کفار بعث کے قائل تھے۔

۱۵ - بَابٌ فِي الذَّبِيحَةِ بِالْمَرْوَةِ

سفید پتھر (سنگ مرمر) سے ذبح کرنا

مروہ سے مراد الحجر المحدّد یعنی دھار دار پتھر جو چھری کی طرح کام کرتا ہو، اور غرض مصنف کی یہ ہے کہ ہر دھار دار چیز سے ذبح کرنا جس سے رگیں کٹ کر خون بہنے لگے جائز ہے، خاص چھری ہی کا ہونا اس کیلئے ضروری نہیں جیسا کہ حدیث میں آرہا ہے۔

۲۸۲۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى أَفَنَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرِنْ - أَوْ» أَعْجِلْ " - مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ فَكُلُوا مَا لَمْ يَكُنْ سِنًّا أَوْ ظُفُرًا، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ، أَمَّا السِّنُّ: فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ". وَتَقَدَّمَ بِهِ سَرَعَانٌ مِنَ النَّاسِ فَتَعَجَّلُوا فَأَصَابُوا مِنَ الْغَنَائِمِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ النَّاسِ، فَنَصَبُوا قُدُورًا. فَمَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُورِ فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ، وَقَسَمَ بَيْنَهُمْ فَعَدَلَ بَعِيرًا بِعَشْرِ شِيَاهٍ، وَنَدَّ بَعِيرٌ مِنْ إِبِلِ الْقَوْمِ. وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا فَعَلَ مِنْهَا هَذَا فَافْعَلُوا بِهِ مِثْلَ هَذَا».

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الجنائز - باب كراهية الذبح عند القبر ۳۲۲۲

ترجمہ حضرت رافع بن خدیجؓ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم لوگ کل دشمنوں سے مقابلہ کریں گے اور ہمارے پاس چاقو، چھری نہیں ہے آپ نے فرمایا تم اسے اس چیز سے ذبح کر دو فرمایا اس چیز سے ذبح کرنے میں جلدی کرو جو خون بہادے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو اس کو کھالو۔ علاوہ ناخن اور دانت کے اور میں تم لوگوں سے اس کی وجہ بیان کرتا ہوں۔ دانت ایک ہڈی ہے اور ناخن اہل حبش کے چھری چاقو ہیں۔ پھر کچھ لوگ عجلت میں آگے کی جانب بڑھ گئے اور انہوں نے مالِ غنیمت کو لوٹا۔ اور آپ ﷺ لوگوں کے اخیر میں تھے تو ان لوگوں نے دیگیں چڑھائیں۔ آپ ﷺ کا دیگوں پر سے گزر ہوا۔ آپ نے ان دیگوں کے الٹ دینے کا حکم فرمایا۔ پھر آپ نے مال غنیمت لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا اور اونٹوں میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا۔ لوگوں کے پاس اس وقت گھوڑے نہیں تھے۔ ایک شخص نے اس کے تیر مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو روک دیا۔ (یعنی وہ مر گیا) آپ نے فرمایا کہ ان چوپاؤں میں بھی بھگوڑے جانور ہوتے ہیں جس طرح وحشی جانور ہوتے ہیں پھر جو کوئی جانور ان جانوروں میں سے ایسی حرکت کرے تو اس کے ساتھ ایسا ہی عمل کرو۔

تخریج صحيح البخاري - الشركة (٢٣٥٦) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٩١٠) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٧٩) صحيح مسلم - الأضاحي (١٩٦٨) جامع الترمذي - الأحكام والفوائد (١٤٩١) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٩٧) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٣٧) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٨٣) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٠/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٢/٤) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٧٧)

شرح الحديث فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى أَفَنَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرِنْ - أَوْ» أَعْجِلْ: أَرِنْ کے ضبط میں شدید اختلاف ہے اور مختلف اقوال ہیں:

① أَرِنْ بکسر الراء علی وزن اطع أی اهلکها ذبحاً یعنی ذبح کر اور مار ڈال اس کو (یعنی ہر دھار دار چیز سے)۔

② کہا گیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ لفظ آئرن ہے من ارن یا رن من باب سمع جس کے معنی ہیں اعجل اور مطلب یہ ہے کہ کسی بھی دھار دار چیز سے اس کو ذبح کر دے اور ذبح کرنے میں جلدی کر اس لیے کہ لوہے کے علاوہ کسی دوسری دھار دار چیز سے یہ خطرہ رہتا ہے کہ تمام رگوں کے کٹنے سے پہلے ہی کہیں وہ مر نہ جائے، اس لیے فرمایا کہ ذبح کرنے میں جلدی کر، اسکے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

مضمون حدیث یہ ہے حضرت رافع بن خدیجؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم آئندہ کل سفر جہاد میں جا رہے ہیں (اور ہمارے ساتھ گو تلواریں ہیں لیکن ان کو تو ذبح میں استعمال کرنا مناسب نہیں) اور ہمارے پاس چھریاں ہیں نہیں تو اگر ذبح کی نوبت آئے تو کس چیز سے ذبح کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو آلہ بھی جانور کا خون بہادے اس حال میں کہ خون بہاتے وقت اس پر اللہ تعالیٰ کا نام بھی لیا گیا ہو تم اس کو کھالو، پھر آگے آپ ﷺ نے ایک استثناء فرمایا کہ وہ خون بہانے والی چیز دانت اور

ناخن کے علاوہ ہونی چاہیئے، اور آگے آپ ﷺ نے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ دانت سے تو اس لیے نہیں کہ وہ ہڈی ہے اور ناخن کے بارے میں فرمایا کہ وہ حبشیوں کی چھری ہے، سن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہڈی ہے اسکی شرح میں امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ عظم سے ذبح نہ کرو اسلیے کہ وہ خون سے نجس ہو جائے گی اور حال یہ کہ تم کو تنجیس عظم سے منع کیا گیا ہے: لإنه زاد إخوانكم من الجن، اور ظفر سے منع کرنے کی وجہ آپ ﷺ نے بیان فرمائی کہ وہ اہل حبشہ کی چھری ہے لہذا اس سے ذبح کرنے میں تشبہ بکفار الحبشۃ ہے [1]۔

آلہ ذبح کیسا ہونا چاہیئے؟ اس میں مذاہب ائمہ: آلہ ذبح کیا ہونا چاہیئے؟ اس بارے میں أوجز المسالك [2] میں مذاہب ائمہ کی تفصیل اس طرح لکھی ہے ابن رشد مالکی فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو چیز حیوان کا خون بہادے اور اوداج (گلے کی رگیں) قطع کردے خواہ وہ حدید ہو یا پتھر یا کچھ اور اسکے ذریعہ ذبح کرنا جائز ہے، لیکن تین چیزوں میں علماء کا اختلاف ہے سن اور ظفر اور عظم (یعنی سن کے علاوہ دوسری ہڈی) پھر آگے لکھتے ہیں کہ مالکیہ کے مذہب میں اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ ذبح بالعظم جائز ہے اذا أنهر الدم، البتہ سن اور ظفر ان دو میں مالکیہ کا اختلاف ہے جس میں تین قول ہیں: ① المنع مطلقاً، ② الفرق بين الانفصال والاتصال، ③ اور تیسرا قول یہ ہے کہ صرف کراہیت ہے نہ کہ منع اور ابن قدامہؒ نے حنابلہ کا مذہب سن اور ظفر کے بارے میں صرف عدم جواز لکھا ہے مطلقاً منزوع ہوں یا غیر منزوع اور مطلق عظم (غير السن) کے بارے میں امام احمدؒ کے دو قول لکھے ہیں اباحت اور عدم اباحت، اور انہوں نے اباحت کو ترجیح دی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: والأول أصح إن شاء الله تعالى؛ لأن العظم دخل في عموم اللفظ المبيح، ثم استثنى السن والظفر خاصة، فيبقى سائر العظام داخلا فيما يباح الذبح به اهـ [3] اور شافعیہ کا مسلک شرح إقناع وغیرہ میں ان تین (السن والظفر ومطلق العظم) کے بارے میں مطلقاً عدم جواز لکھا ہے اتصال وانفصال کے فرق کے بغیر پھر آگے لکھا ہے کہ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ذبح بالعظام سے نہی تعبدی ہے جیسا کہ ابن الصلاحؒ وغیرہ کی رائے ہے یا غیر تعبدی یعنی معلل واليه مال النووي یعنی تنجیس عظم جو کہ ممنوع ہے، اور حنفیہ کا مذہب جیسا کہ مشہور ہے الفرق بين الاتصال والانفصال یعنی ظفر اور سن اگر بدن سے متصل ہے تب ذبح ناجائز ہے اور اگر منفصل ہو تو جائز ہے لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے، ذبیحہ میں کوئی کراہت نہیں، وفي الهداية [4] وما رواه (الشافعي) محمول على غير المنزوع؛ فإن الحبشة كانوا يفعلون ذلك، ولأنه آلة جارحة، فيحصل به ما هو المقصود، وهو إخراج الدم، بخلاف غير المنزوع؛ لأنه يقتل بالثقل فيكون في معنى المنخنقة (ملخصا من الأوجز)۔

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ۱۳ ص ۱۲۴-۱۲۵

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ۱۰ ص ۲۱-۲۶

[3] المغني ويليه الشرح الكبير — ج ۱۱ ص ۴۴

[4] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ۷ ص ۱۲۹-۱۳۱

آگے حدیث میں ہے وَتَقَدَّمَ بِهِ سَرْعَانٌ مِنَ النَّاسِ فَتَعَجَّلُوا فَأَصَابُوا مِنَ الْغَنَائِمِ الخ: یعنی بعض جلد باز قسم کے لوگوں نے مال غنیمت میں سے قبل التقسیم بعض بکریاں وغیرہ ذبح کر کے کھانے کیلئے ہانڈیاں چڑھادیں حضور ﷺ پیچھے کی طرف تھے جب آپ ﷺ کا گزران ہانڈیوں پر ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو اوندھا کر دینے کا حکم دیدیا تاکہ کوئی کھانہ سکے۔

مال غنیمت سے انتفاع قبل التقسیم طعام کے اندر جائز ہے جس کی تفصیل کتاب الجہاد کے ابواب میں گزر گئی اسکی طرف رجوع کیا جائے۔

وَقَسَمَ بَيْنَهُمْ فَعَدَلَ بَعِيرًا بِعَشْرِ شِيَاهٍ: پھر آگے حدیث میں ہے وَقَسَمَ بَيْنَهُمْ فَعَدَلَ بَعِيرًا بِعَشْرِ شِيَاهٍ، یعنی مال غنیمت کی تقسیم کے وقت آپ ﷺ نے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا، اس سے بعض علماء جیسے اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ ایک اونٹ کی قربانی میں دس آدمیوں کی شرکت ہو سکتی ہے، لیکن یہ استدلال بس ایسا ہی ہے، حافظ فرماتے ہیں: ولعله كانت قيمة الغنم اذذاك كذلك، یعنی ہو سکتا ہے اس زمانہ میں بازار میں دس بکریاں ایک اونٹ کی قیمت کے برابر ہوتی ہوں [1]۔

وَنَدَّ بَعِيرٌ مِنْ إِبِلِ الْقَوْمِ، وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ: آگے حدیث میں ہے وَنَدَّ بَعِيرٌ مِنْ إِبِلِ الْقَوْمِ، وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ، یعنی اس سفر میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ اونٹوں میں سے ایک اونٹ بگڑ گیا اور متوحش ہو کر بھاگنے لگا اور قابو سے باہر ہو گیا تو ایک شخص نے اس کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو شکار کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی بسم اللہ پڑھ کے اس کے تیر مارا جس سے وہ ٹھہر گیا اور قبضہ میں آگیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ کہ بیشک ہمارے ان مانوس جانوروں میں بعض وحشی جانوروں کی طرح متوحش ہو جاتے ہیں پس اگر کوئی جانور اس طرح ہو جائے تو اس کے ساتھ یہ معاملہ کرنا جائز ہے، یعنی اس قسم کا جانور شکار کے حکم میں ہو جاتا ہے، اور جس طرح شکار کرنے کا شریعت میں طریقہ ہے اس کو ایسے جانور میں اختیار کرنا جائز ہے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

۲۸۲۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ عَبْدَ الْوَاحِدِ بْنَ زِيَادٍ، وَحَمَّادًا حَدَّثَاهُمْ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ أَوْ صَفْوَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: «اصَّدْتُ أَرْنَبَيْنِ فَذَبَحْتُهُمَا بِمَرْوَةٍ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُمَا» فَأَمَرَنِي بِأَكْلِهِمَا".

ترجمہ: حضرت محمد بن صفوان یا صفوان بن محمد سے مروی ہے کہ میں نے دو خرگوشوں کا شکار کیا تو میں نے ان کو ایک (دھاری دار) سفید پتھر سے ذبح کیا، پھر حضرت نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے مجھ کو ان کے

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۹ ص ۶۲۷

آدھا ورق آگے دیکھو

شروع

کھانے کی اجازت عطا فرمائی۔

تخریج سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣١٣) سنن النسائي - الضحايا (٤٣٩٩) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٢٢) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٤٤) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٤٧١) سنن الدارمي - الصيد (٢٠١٤)

٢٨٢٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ أَنَّهُ كَانَ يَرْعَى لِقْحَةً بِشِعْبٍ مِنْ شِعَابِ أُحُدٍ، فَأَخَذَهَا الْمَوْتُ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا يَنْحَرُهَا بِهِ، فَأَخَذَ وَتِدًا فَوَجَأَ بِهِ فِي لَبَّتِهَا حَتَّى أُهَرِيقَ دَمُهَا، ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ «فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا».

ترجمہ حضرت عطاء بن یسار، بنی حارثہ کے ایک شخص سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اُحد پہاڑ کے دروں میں اپنی اونٹنی کو چرایا کرتا تھا اور وہ اونٹنی مرنے لگی اور کوئی شے اس قسم کی نہ مل سکی کہ جس سے وہ اونٹنی کو نحر کرے تو اس نے ایک کیل لے کر اونٹنی کے گردن میں چبھو دی یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔ پھر خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اس بات کی اطلاع دی تو حضرت نبی کریم ﷺ نے اس اونٹنی کے کھانے کی اجازت عطا فرمائی۔

تخریج سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٢٣) موطأ مالك - الذبائح (١٠٥٦)

شرح الحدیث یعنی ایک شخص اپنی اونٹنی کو جبل احد کی کسی گھاٹی میں چرا رہا تھا اسی اثناء میں وہ اونٹنی قریب المرگ ہو گئی اس شخص نے اس کا نحر کرنا چاہا مگر کوئی چیز نہ ملی سوائے لوہے کی ایک میخ کے جس کو اس نے اس کے سینہ میں گھسا دیا جس سے اس کا خون بہہ گیا اور پھر آکر آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے کی اجازت دیدی۔

٢٨٢٤- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ مُرَيِّ بْنِ قَطَرِيٍّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ أَحَدُنَا أَصَابَ صَيْدًا وَلَيْسَ مَعَهُ سِكِّينٌ أَيَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا؟ فَقَالَ: «أَمْرِرِ الدَّمَ بِمَا شِئْتَ، وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ».

ترجمہ حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے اگر کسی شخص کو شکار مل جائے اور اس کے پاس (چاقو) چھری نہ ہو تو کیا وہ شخص تیز پتھر یا لکڑی کے ٹکڑے سے ذبح کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ کا نام لے کر جس شے سے چاہو اس کا خون بہا دو۔

تخریج سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٠٤) سنن النسائي - الضحايا (٤٤٠١) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٢٤) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٧٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٥٨)

شرح الحدیث أَيَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا؟ مَرْوَہ دھار دار پتھر اور شِقَّةُ العصا کسی لکڑی کا دھار دار ٹکڑا اور حصہ۔

وحديث عدي بن حاتم هذا أخرجه النسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

١٦۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي ذَبِيحَةِ الْمُتَرَدِّيَةِ

جو جانور بلندی سے گر جائے اس کو کس طریقہ سے ذبح کیا جائے؟

٢٨٢٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي الْعُشَرَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَمَا تَكُونُ الذَّكَاةُ إِلَّا مِنَ اللَّبَّةِ، أَوِ الْحَلْقِ؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ طَعَنْتَ فِي فَخِذِهَا لَأَجْزَأَ عَنْكَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا لَا يَصْلُحُ إِلَّا فِي الْمُتَرَدِّيَةِ وَالْمُتَوَحِّشِ».

ترجمہ حضرت ابو العشراء سے مروی ہے کہ ان کے والد نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ذکوۃ (یعنی ذبح کرنا) سینہ اور حلق میں ہی ہوتا ہے کسی اور جگہ نہیں ہوتا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم جانور کی ران میں نیزہ مار دو تو جب بھی کافی ہے۔ امام ابوداودؒ نے فرمایا کہ یہ اس جانور کے ذبح کرنے کا طریقہ ہے جو اوپر سے گر جائے (اور اس کو ذبح کرنے کا موقعہ نہ مل سکے) یا وہ جانور جو فرار ہو جائے تو اسے بھی اسی طرح ذبح کر سکتے ہیں۔

تخریج جامع الترمذي - الأطعمة (١٤٨١) سنن النسائي - الضحايا (٤٤٠٨) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٢٥) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٨٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٣٤) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٧٢)

شرح الحدیث ابو العشراء اور ان کے باپ کے نام میں اختلاف ہے جس کی تفصیل بذل المجہود میں [1] ہے، نیز ابو العشراء کے اپنے باپ سے سماع میں بھی اختلاف ہے، امام ترمذیؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث حماد بن سلمة، ولا نعرف لأبي العشراء عن أبيه غير هذا الحديث واختلفوا في اسم أبي العشراء، فقال بعضهم: اسمه أسامة بن قهطم، ويقال: اسمه يسار بن برز، ويقال: ابن بلز، ويقال: اسمه عطارد نسب إلى جده اھ، اور مسند أحمد میں ہے إِلَّا فِي الْحَلْقِ أَوِ اللَّبَّةِ؟ ان صحابیؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ذکاۃ شرعی حلق اور لبہ ہی کے ساتھ خاص ہے؟ (حلق کا تعلق تو ذبح سے ہے) اور لبہ کا نحر سے جس کا ذکر ہمارے یہاں کتاب الحج میں گزر چکا، لبہ سینہ کا بالائی حصہ (موضع القلادة من الصدر) اور حلق تو معروف ہے) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ اگر جانور کی ران میں بھی جرح کر دیا جائے تو کافی ہے۔ جاننا چاہیے کہ ذکاۃ شرعی کی دو قسمیں [2] ہیں ایک اختیاری دوسری اضطراری، اختیاری تو وہ ہے جو مانوس اور مقبوض جانوروں میں ہوتی ہے، یہ تو حلق اور لبہ ہی کے ساتھ خاص ہے، اور دوسری قسم یعنی ذکاۃ اضطراری متوحش اور غیر مانوس جانوروں میں ہوتی ہے، یعنی شکار میں یہ حلق اور لبہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ بدن کے کسی بھی حصہ میں جرح کر دینا، یہاں حدیث میں سائل کا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٦١

[2] اس کی پوری تفصیل کتاب الصید میں آرہی ہے ١٢۔

سوال ذکاۃ اختیاری سے متعلق تھا جو لبہ اور حلق ہی کے ساتھ خاص ہے، اسی لئے امام ابوداودؒ اس حدیث کی تشریح اور تاویل میں فرمارہے ہیں: قَالَ أَبُو دَاوُد: وَهَذَا لَا يَصْلُحُ إِلَّا فِي الْمُتَرَدِّيَةِ وَالْمُتَوَحِّشِ، متوحش سے مراد تو وہی جانور ہے جس کا ذکر وَنَدَّ بَعِيرٌ مِنْ إِبِلِ الْقَوْمِ میں گزر چکا، اور متردیہ سے مراد وہ مانوس اور مقبوض جانور ہے جو اوپر سے کسی نیچی جگہ میں گر جائے مثلاً کنویں میں، اور اس قسم کے جانور کا حکم جو کنویں میں گر جائے ظاہر ہے کہ اس میں ذکاۃ اختیاری کا جو طریق ہے وہ نہیں ہو سکتا۔ تو مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ حدیث الباب کا محمل یہی مجبوری والی شکل ہے، اس لئے کہ اگر وہاں بھی ذکاۃ اختیاری کو ضروری قرار دیا جائے تو ہو سکتا ہے وہ جانور اسکی نوبت آنے سے پہلے ہی مر جائے، ہمارے فقہاء نے بھی ایسی مجبوری کی صورت میں اس کا حل یہی لکھا ہے۔ امام ترمذیؒ نے بھی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد یہی تاویل ذکر کی ہے، وہ فرماتے ہیں: قال يزيد بن هارون: هذا في الضرورة انتهى۔

فائدہ: حضرت سہارنپوریؒ نے بذل المجہود [1] میں مصنف کی اس تاویل پر ایک نقد فرمایا ہے جو بظاہر اصول اور قواعد کے مطابق ہے، لیکن مصنفؒ جو مسئلہ بیان کر رہے ہیں اسکی تصریح ہدایہ میں موجود ہے، لہٰذا مصنف کی تاویل اپنی جگہ درست ہے [2]۔

والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

١٧۔ بَابٌ فِي الْمُبَالَغَةِ فِي الذَّبْحِ

بہت مبالغہ سے ذبح کرنا چاہیے

یعنی جانور کو اچھی طرح ذبح کرنا ضروری ہے ویسے ہی معمولی سا نشتر مار دیا جس سے وہ جانور آہستہ آہستہ خون بہہ کر ختم ہو جائے یہ معتبر نہیں۔

حقيقة الذبح: بذل میں ترجمۃ الباب کے ذیل میں لکھا ہے حتى يقطع الحلقوم والمري والودجان یعنی کامل ذبح یہ ہے کہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٣ ص ٦٢

[2] میری ایک یادداشت میں اس طرح لکھا کہ مصنف کی توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث ذکاۃ اضطراریہ پر محمول ہے نہ اختیاریہ پر، اور مصنف نے اسکے دو فرد بیان کئے ایک متوحش کما تقدم ان لهذه البهائم اوابد کاوابد الوحش الخ، اور ایک متردیہ، اول میں تو کوئی اشکال نہیں خود حدیث میں اسکی تصریح ہے، لیکن متردیہ پر محمول کرنا مفید نہیں اس لئے کہ متردیہ کو قرآن کریم میں میتہ کی جگہ میں رکھا ہے، اگرچہ مصنف کی مراد یہ ہے کہ تردی کے بعد مطلق جرح کافی ہے یعنی ذکاۃ اضطراری لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ اگر حدیث کو ذکاۃ اضطراریہ پر محمول کرلے تب بھی درست نہیں اس لئے کہ اس صورت میں اس متردیہ کی موت کے دو سبب جمع ہو جائیں گے ایک تردی اور ایک جرح، جرح تو ذکاۃ اضطراری میں صحیح ہے لیکن تردی بھی چونکہ سبب موت ہے اور یہاں وہ موجود ہے اور ذکاۃ اضطراریہ میں اگر دو سبب جمع ہو جائیں جن میں ایک سبب ایسا ہو جس کا شکار حلال نہیں ہوتا تو پھر ایسا کیا ہوا شکار جائز نہیں ہوتا، یہی اشکال حضرت نے بذل میں فرمایا ہے حضرت کا یہ اشکال اور تحقیق اصول و قواعد کے تو مطابق معلوم ہوتی ہے لیکن متردیہ کی جو شکل مصنف نے لکھی ہے اسکے بارے میں جزئیہ ہدایہ رابع میں مصرح ہے اور اس کو جائز لکھا ہے فلا إشكال في توجيه المصنف فتدبر وتشكر، نبهني على تلك الجزئية بعض الطلبة في اثناء الدرس جزاه الله تعالى خيرا۔

ان تینوں رگوں کا قطع ہو جائے [1]، حلقوم کہتے ہیں مجری النفس کو (سانس کی نالی) اور مَرِی کہتے ہیں طعام و شراب کی نالی کو، اور ودجان خون کی دو رگیں، وفی الهداية: والعروق التي تقطع في الذكاة أربعة: الحلقوم، والمريء، والودجان" لقوله عليه الصلاة والسلام: "أفر الأوداج بما شئت". وهي اسم جمع وأقله الثلاث فيتناول المريء والودجين [2]، پھر آگے ہدایہ میں اس مسئلہ میں اختلاف لکھا ہے ان چاروں کا قطع کرنا ضروری ہے یا اکثر کا قطع کرنا کافی ہے؟ اس پر انہوں نے مدلل بالتفصیل کلام فرمایا ہے اور دوسرے ائمہ کا بھی اختلاف لکھا ہے فارجع إليه لو شئت۔

۲۸۲۶- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَالْحَسَنُ بْنُ عِيسَى مَوْلَى ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ زَادَ ابْنُ عِيسَى وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرِيطَةِ الشَّيْطَانِ» زَادَ ابْنُ عِيسَى فِي حَدِيثِهِ: «وَهِيَ الَّتِي تُذْبَحُ فَيُقْطَعُ الْجِلْدُ وَلَا تُفْرَى الْأَوْدَاجُ، ثُمَّ تُتْرَكُ حَتَّى تَمُوتَ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے شیطان کے شریطہ سے منع فرمایا۔ ابن عیسیٰ کی روایت میں شریطہ کی یہ تشریح ہے کہ جس جانور کو ذبح کیا جا رہا ہو اس کی کھال کو کاٹ دیا جائے لیکن اس کی رگوں کو نہ کاٹا جائے اس کے بعد اس جانور کو چھوڑ دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ (تڑپ تڑپ کر) مر جائے۔

تخریج: سنن أبي داود - الضحايا (۲۸۲٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۲۸۹)

شرح الحديث: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرِيطَةِ الشَّيْطَانِ: یعنی آپ ﷺ نے اس ذبیحہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے جس کو ناقص طور پر ذبح کیا گیا ہو، یہ لفظ ماخوذ ہے شَرْط الحجام سے حجام یعنی پچھنے لگانے والا جس جگہ پچھنے لگاتا ہے اس جگہ کو پہلے مِشْرَط (نشتر) لگا کر زخمی کرتا ہے، لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ معمولی سا قطع کرنا جائز نہیں اس سے وہ جانور حلال نہیں ہوتا، زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ ایسا ہی کرتے تھے کہ حلق کے بعض حصہ کو قطع کر کے اس جانور کو ویسے ہی چھوڑ دیتے تھے یہاں تک کہ وہ مر جاتا تھا حدیث میں اس فعل کو شیطان کی طرف منسوب اسلئے کیا ہے کہ ایسی حرکت پر انسان کو وہی ابھارتا ہے، اس حدیث کی شرح خود متن میں بھی موجود ہے: وَهِيَ الَّتِي تُذْبَحُ فَيُقْطَعُ الْجِلْدُ الخ۔

۱۸- بَابُ مَا جَاءَ فِي ذَكَاةِ الْجَنِينِ

جو جانور کے پیٹ میں بچہ ہو اس کو ذبح کرنے کا طریقہ

۲۸۲۷- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَنِينِ فَقَالَ: «كُلُوهُ إِنْ شِئْتُمْ». وَقَالَ مُسَدَّدٌ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۳ ص ٦٤

[2] الهداية شرح بداية المبتدی — ج ۷ ص ۱۲۷

نَنْحَرُ النَّاقَةَ، وَنَذْبَحُ الْبَقَرَةَ وَالشَّاةَ فَنَجِدُ فِي بَطْنِهَا الْجَنِينَ أَنُلْقِيهِ أَمْ نَأْكُلُهُ؟ قَالَ: «كُلُوهُ إِنْ شِئْتُمْ فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ».

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بچہ کے متعلق دریافت کیا کہ جو ذبح کرنے کے بعد ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارا دل چاہے تو اس بچہ کو کھالو۔ مسدد استاد کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ اونٹنی کو نحر کیا کرتے ہیں اور گائے اور بکری کو ذبح کرتے ہیں اور ہم لوگ ان کے پیٹ میں مرا ہوا بچہ پاتے ہیں تو کیا ہم لوگ اس کو (ایک طرف) ڈال دیں یا اس مردہ بچہ کو بھی کھالیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا دل چاہے تو اس کو بھی کھالو بلاشبہ اس بچہ کی ماں کا ذبح کرنا اس بچہ کا ہی ذبح کرنا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأطعمة (١٤٧٦) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٢٧) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٩٩)

شرح الحدیث: فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ: مضمون حدیث یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ہم بعض مرتبہ جس جانور کو ذبح کرتے ہیں تو اسکے پیٹ سے بچہ نکلتا ہے اس کا ہم کیا کریں اس کو ہم کھائیں یا پھینک دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاسکتے ہو اسلئے کہ اسکی ماں کا ذبح خود اس کا ذبح ہے، یعنی وہ بچہ ذبح میں ماں کے ذبح کے تابع ہے لہذا اس کے مستقل ذبح کی حاجت نہیں، اور یہ جو حکم حدیث میں مذکور ہے اس صورت میں ہے جب کہ وہ جنین مردہ ہو، اور اگر وہ زندہ نکلے تو اس صورت میں یہ حکم نہیں، اس صورت میں اس کے حلال ہونے کیلئے بالاتفاق ذبح کرنا ضروری ہوگا۔

مسئلۃ الباب میں اختلاف ائمہ: اس کے بعد آپ سمجھئے کہ اس حدیث پر ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کا عمل ہے، امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ نہیں ہے، ففي الهداية: "ومن نحر ناقة أو ذبح بقرة فوجد في بطنها جنينا ميتا لم يؤكل أشعر أو لم يشعر" وهذا عند أبي حنيفة. وهو قول زفر والحسن بن زياد رحمهما الله. وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله: إذا تم خلقه أكل وهو قول الشافعي لقوله عليه الصلاة والسلام: "ذكاة الجنين ذكاة أمه" الى آخره[1]. وفي هامشه: وقال الإمام محمد رحمه الله تعالى في موطاه: فأما أبو حنيفة فكان يكره أكله حتى يخرج حيا فيذكى، وكان يروي عن حماد عن إبراهيم أنه قال: لا تكون ذكاة نفس ذكاة نفسين[2]۔

الجواب عن الامام ابی حنیفۃ: حنفیہ کی طرف سے اس حدیث کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث سے مقصود تشبیہ ہے أي ذكاة الجنين كذكاة أمه، اور تشبیہ کبھی حرف تشبیہ کے حذف کے ساتھ بھی ہوتی ہے کما في قوله تعالى: وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ[3]. أي عرضها كعرض السموات والأرض، اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو کہا گیا ہے

---

[1] الهداية شرح بداية المبتدي - ج ٧ ص ١٣٥

[2] التعليق الممجد على موطأ محمد - ج ٢ ص ٦٤٥-٦٤٦

[3] اور جنت کی طرف جس کا عرض ہے آسمان اور زمین (سورۃ آل عمران ١٣٣)

کہ ایک روایت اس حدیث میں ذکاۃ کے نصب کے ساتھ بھی ہے ذکاۃُ الجنین ذکاۃَ أمّه اور یہ منصوب بنزع الخافض ہے۔ کما فی قوله تعالی: وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ[1]۔

نیز امام صاحبؒ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ جنین میتہ جس میں علماء کا اختلاف ہو رہا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ پہلے ہی سے اپنی ماں کے پیٹ میں میتہ ہو گا تب تو اس کی حرمت ظاہر ہی ہے، اور یا ماں کے ذبح کے بعد اس پر موت واقع ہوئی ہو گی اختناق یعنی سانس رکنے کی وجہ سے، لہذا اس صورت میں منخنقہ ہوا یعنی ایک صورت میں میتہ اور ایک صورت میں منخنقہ و کلاهما حرامان بنص القرآن، نیز کہا گیا ہے کہ اگر حدیث سے مقصود تشبیہ نہ ہوتی بلکہ بیان حکم اور نیابت ہوتا تو پھر اس کیلئے تعبیر اس طرح ہونی چاہئے تھی ذکاۃ ام الجنین ذکاته۔ والحدیث أخرجه الترمذي وابن ماجه قاله المنذري۔

٢٨٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ رَاهَوَيْهِ، حَدَّثَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِيرٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ الْقَدَّاحُ الْمَكِّيُّ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پیٹ کے (اندر موجود) بچہ کا ذبح کرنا اس کی ماں کا ذبح کرنا ہے یعنی بچہ کی ماں کا ذبح کرنا کافی ہے اب پیٹ کے بچہ کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الضحایا (٢٨٢٨) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٧٩)

١٩ - بَابُ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ اللَّحْمِ لَا يُدْرَى أَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا؟

اس گوشت کا حکم کہ جس کے ذبح کرنے والے کے متعلق معلوم نہیں کہ اس نے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی یا نہیں؟

٢٨٢٩- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ، وَمُحَاضِرٌ الْمَعْنَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، وَلَمْ يَذْكُرَا عَنْ حَمَّادٍ، وَمَالِكٍ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ قَوْمًا حَدِيثُو عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ يَأْتُونَ بِلُحْمَانٍ لَا نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا أَمْ لَمْ يَذْكُرُوا، أَفَنَأْكُلُ مِنْهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَمُّوا اللهَ وَكُلُوا».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین نے حضرت رسول کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ کچھ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں (اور انہیں شرعی احکام کا پوری طرح علم نہیں) وہ ہمارے یہاں گوشت لاتے رہتے ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ وہ لوگ بوقت ذبح بسم اللہ پڑھتے ہیں یا نہیں تو کیا ہم ایسا گوشت کھالیں؟

---

[1] اور وہ چلیں گے جیسے چلے بادل (سورۃ النمل ٨٨)

تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اللہ کا نام لو اور گوشت کھالو۔

تخریج: صحیح البخاري - البیوع (۱۹۵۲) صحیح البخاري - الذبائح والصید (۵۱۸۸) صحیح البخاري - التوحید (۶۹۶۳) سنن النسائي - الضحایا (۴۴۳۶) سنن أبي داود - الضحایا (۲۸۲۹) سنن ابن ماجه - الذبائح (۳۱۷۴) موطأ مالك - الذبائح (۱۰۵۴) سنن الدارمي - الأضاحي (۱۹۷۶)

شرح الحدیث **شرح السند:** وَلَمْ يَذْكُرَا عَنْ حَمَّادٍ، وَمَالِكٍ، عَنْ عَائِشَةَ: لفظ عَنْ عَائِشَةَ ترکیب میں لَمْ يَذْكُرَا کا مفعول بہ ہے، مصنف کے اس حدیث میں تین استاد ہیں، موسیٰ اور القعنبی تیسرے یوسف، لہٰذا مطلب یہ ہوا مصنف فرمارہے ہیں میرے استاد موسیٰ نے حماد سے اور قعنبی نے اپنے استاد مالک سے اس سند میں لفظ عَنْ عَائِشَةَ ذکر نہیں کیا، بلکہ صرف تیسرے استاد یعنی یوسف بن موسیٰ نے اس کو ذکر کیا ہے، لہٰذا پہلے دو کی روایت مرسل ہوئی اور یہ دوسری موصول۔

مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں بعض صحابہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ بعض نو مسلم لوگ ہمارے پاس ذبیحے کا گوشت لاتے ہیں جس کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے بوقت ذبح بسم اللہ پڑھی تھی یا نہیں تو کیا ہم اسکو کھاسکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بسم اللہ پڑھو اور کھاؤ یعنی جو کھانے کا مسنون طریقہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھایا جائے وہ کرو، یعنی ان نو مسلموں کے ساتھ حسن ظن کا معاملہ کرتے ہوئے اسکو کھالینا چاہئے اور یہ مطلب نہیں کہ تسمیہ عند الاکل، تسمیہ عند الذبح کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری والنسائی وابن ماجه قاله المنذری۔

۲۰ - بَابٌ فِي الْعَتِيرَةِ

عتیرۃ (ماہ رجب کی قربانی) کا بیان

فرع وعتیرہ کی بحث مع مذاہب ائمہ: عتیرہ کا ذکر کتاب الضحایا کی سب سے پہلی حدیث میں بھی گزر چکا، اور اس آنے والے باب کا حوالہ بھی، عتیرہ اس قربانی کا نام ہے جو ابتداء اسلام میں رجب کے پہلے عشرہ میں کی جاتی تھی کما تقدم فی اول الکتاب، امام ابوداؤد نے تو یہاں صرف ایک ہی باب (عتیرہ پر) قائم کیا ہے اور امام بخاریؒ نے عتیرہ اور فرع دونوں پر الگ الگ باب قائم کئے ہیں، اور دونوں میں حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث مرفوع: لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ [1] ذکر فرمائی ہے، روایات میں دونوں ہی کے بارے میں اختلاف ہے نفیاً و اثباتاً، چنانچہ کتاب کے شروع میں جو حدیث گذری ہے اس میں عتیرہ کا جواز مذکور ہے اور یہاں حدیث الباب میں اس کی نفی مذکور ہے صحیحین میں تو دونوں کی نفی اور عدم جواز مذکور ہے، البتہ سنن کی روایات اس میں مختلف ہیں، چنانچہ عتیرہ کے بارے میں تو ابھی اختلاف گزر چکا اور فرع کے بارے میں اس باب کی پہلی حدیث میں تو اس کا اثبات مذکور ہے فِي كُلِّ سَائِمَةٍ فَرَعٌ، اور باب کی دوسری حدیث میں اس کی نفی ہے لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ، اسی طرح آگے باب العقیقہ میں

---

[1] صحیح البخاري - کتاب العقیقة - باب الفرع ۵۱۵۶. صحیح البخاري - کتاب العقیقة - باب العتیرة ۵۱۵۷

ایک حدیث میں (برقم ۲۸٤۲) آرہا ہے وَالْفَرَعُ حَقٌّ، جمہور علماء وائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو یہ دونوں ہی منسوخ ہیں البتہ حضرت امام شافعیؒ اور بعض دوسرے علماء کے نزدیک یہ دونوں اب بھی مستحب ہیں جیسا کہ امام نوویؒ نے امام شافعیؒ سے انکے استحباب کی تصریح نقل کی ہے[1]۔

یہ پہلے گزر چکا کہ جمہور کا عمل تو حدیث صحیحین لاَ فَرَعَ وَلاَ عَتِيرَةَ پر ہے اور وہ ان دونوں کو منسوخ مانتے ہیں، اور حضرت امام شافعیؒ نے اثبات اور نفی کی روایات میں دفع تعارض ایسے فرمایا ہے کہ نفی کو محمول کیا ہے نفی وجوب پر اور اثبات کی روایت کو استحباب پر۔

فرع کی تفسیر میں اقوال: اسکے بعد آپ سمجھیئے کہ عتیرہ کی تفسیر تو اوپر گزر چکی اور فرع کی تفسیر میں اقوال مختلف ہیں:

① کسی دابہ کا پہلا بچہ (جیٹھا) جس کو مشرکین اصنام کے نام پر ذبح کرتے تھے خیر و برکت کیلئے اور ابتدائے اسلام میں اس کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا۔ دوسرا فرق یہ تھا کہ مشرکین تو اس کو پیدائش کے بعد شروع ہی میں ذبح کرتے تھے اور ابتدائے اسلام میں بڑا ہونے کے بعد جیسا کہ آگے ابوداؤد کی ایک روایت مرفوعہ میں اس کا ذکر آرہا ہے،

② پورے گلے میں سے جونسا جانور پہلے بیائے اس کا بچہ، خواہ فی نفسہ وہ اس کا پہلا نہ ہو،

③ آدمی کی ملک میں بکری ہو یا اونٹ، سو کا عدد[2] پورا ہونے کے بعد جو بچہ پیدا ہو،

④ ہر پچاس بکریوں میں سے ایک بکری، کما فی الحدیث الآتی مِنْ كُلِّ خَمْسِينَ شَاةً شَاةٌ[3]۔

۲۸۳۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ الْمَعْنَى، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، قَالَ: قَالَ نُبَيْشَةُ: نَادَى رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا كُنَّا نَعْتِرُ عَتِيرَةً فِي الْجَاهِلِيَّةِ فِي رَجَبٍ فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: «اذْبَحُوا لِلَّهِ فِي أَيِّ شَهْرٍ كَانَ، وَبَرُّوا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَأَطْعِمُوا» . قَالَ: إِنَّا كُنَّا نُفْرِعُ فَرَعًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ. فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: «فِي كُلِّ سَائِمَةٍ فَرَعٌ تَغْذُوهُ مَاشِيَتُكَ حَتَّى إِذَا اسْتَحْمَلَ» قَالَ نَصْرٌ: «اسْتَحْمَلَ لِلْحَجِيجِ ذَبَحْتَهُ فَتَصَدَّقْتَ بِلَحْمِهِ» . قَالَ خَالِدٌ: أَحْسَبُهُ قَالَ: «عَلَى ابْنِ السَّبِيلِ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ» . قَالَ خَالِدٌ: قُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ: كَمِ السَّائِمَةُ؟ قَالَ: «مِائَةٌ».

ترجمہ حضرت نبیشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کو آواز دی کہ ہم لوگ دورِ جاہلیت میں ماہِ رجب میں عتیرہ کیا کرتے تھے۔ اب آپ ہم لوگوں کو کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کیلئے جس مہینہ میں موقعہ

---

[1] وفي هامش البذل (ج ۱۳ ص ۷۸): وعند الحنابلة لا يسن ولا يكره، والمراد بالنفي عندهم نفي السنية كما جزم في الروض المربع۔

[2] جیسا کہ آگے راوی کے کلام میں آرہا ہے كَمِ السَّائِمَةُ؟ قَالَ: «مِائَةٌ»، اور اسی طرح کتاب الطهارة میں باب في الاستنثار میں جو حدیث طویل (برقم ۱٤۲) گزری ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے وفيه قوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم لَا تَحْسَبَنَّ أَنَّا مِنْ أَجْلِكَ ذَبَحْنَاهَا. لَنَا غَنَمٌ مِائَةٌ لَا نُرِيدُ أَنْ تَزِيدَ. فَإِذَا وَلَّدَ الرَّاعِي بَهْمَةً، ذَبَحْنَا مَكَانَهَا شَاةً۔

[3] سنن أبي داود - كتاب الضحايا - باب في العتيرة ۲۸۳۳

ہو، ذبح کرو اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو اور (غرباء کو) کھانا کھلاؤ۔ اس کے بعد اس شخص نے عرض کیا کہ ہم لوگ دورِ جاہلیت میں فرع کرتے تھے۔ اب آپ ہمارے لئے اس سلسلہ میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر ایک چرنے والے جانور میں ایک فرع لازم ہے جس کو تمہارے جانور کھلاتے ہیں (مراد یہ ہے کہ اس کیلئے چارہ لاکر دیتے ہیں) جب وہ فرع وزن لادنے کے قابل ہو جائے یا اونٹ بن جائے اس طرح کہ اس پر حج پر جانے والا شخص سواری کر سکے تو اس کو ذبح کرلو پھر اس کا گوشت مسافروں پر صدقہ کردو خالد بن الحذاء راوی کہتے ہیں: میرے خیال میں ابو قلابہ نے عَلَى ابْنِ السَّبِيلِ لفظ بھی فرمایا تھا۔ خالد الحذاء نے ابو قلابہ سے کہا کہ کتنے سائمہ جانوروں میں فرع لازم ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ ایک سو جانور میں۔

تخریج سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٢٨) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٢٩) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٣٠) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٣١) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٣٢) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٣٠) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٦٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٧٦/٥)

شرح الحديث فِي كُلِّ سَائِمَةٍ فَرَعٌ تَغْذُوهُ مَاشِيَتُكَ حَتَّى إِذَا اسْتَحْمَلَ» قَالَ نَصْرٌ: «اسْتَحْمَلَ لِلْحَجِيجِ ذَبَحْتَهُ فَتَصَدَّقْتَ بِلَحْمِهِ»: فرع کے بارے میں جیسا کہ اوپر گزر چکا کہ زمانہ جاہلیت میں اس بچہ کو پہلے ہی دن ذبح کر دیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ اس حدیث میں فرمارہے ہیں کہ فرع تو برحق ہے لیکن پہلے ہی دن ذبح کرنے کی بات غلط ہے بلکہ تم کو چاہیئے کہ جب وہ تمہارا اپنا جانور ہے تو اس کو پالو پرورش کرو، جب وہ بڑا ہو جائے سواری کے قابل ہو جائے تب اس کو ذبح کر کے اس کے گوشت کو صدقہ کرو، اور اسی طرح کی ہدایت آپ ﷺ کی جانب سے آگے ایک روایت (برقم ٢٨٤٢) میں آرہی ہے۔ (جس کا حوالہ اوپر گزر چکا) وَالْفَرَعُ حَقٌّ وَأَنْ تَتْرُكُوهُ حَتَّى يَكُونَ بَكْرًا شُغْزُبًّا ابْنَ مَخَاضٍ، أَوِ ابْنَ لَبُونٍ الخ اس کا ترجمہ یہ ہے: اور یہ بات کہ تم اس بچہ کو چھوڑے رکھو یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے، اور پھر اسکو تم کسی مسکین عورت کو عطا کردو یا جہاد میں اسکو استعمال کرو تو یہ بہتر ہے اس بات سے کہ تو پیدا ہونے کے بعد فوراً اسکو ذبح کرے اور اسکا گوشت اسکی کھال اور اون ہی کو لگ جائے اور تو اپنے دودھ کے برتن کو اوندھا کرے اور تو اس بچہ کی ماں کو دکھ پہنچائے، دودھ کے برتن کو اوندھا کرنے کا مطلب ظاہر ہے کہ جب اونٹنی کے بچہ کو بچپن ہی میں ذبح کر دیا جائے گا تو پھر وہ اونٹنی بغیر اپنے بچہ کے دودھ کیسے دے سکتی ہے۔ حديث نبيشة أخرجه النسائي وابن ماجه، وحديث أبي هريرة أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري.

٢٨٣١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام میں نہ تو فرع ہے اور نہ عتیرہ ہے۔

تخریج صحيح البخاري - العقيقة (٥١٥٦) صحيح البخاري - العقيقة (٥١٥٧) صحيح مسلم - الأضاحي (١٩٧٦) جامع الترمذي - الأضاحي (١٥١٢) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٢٢) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٢٣)

سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٣١) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٦٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٢٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٧٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٩٠) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٦٤)

٢٨٣٢ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ: «الْفَرَعُ أَوَّلُ النِّتَاجِ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ فَيَذْبَحُونَهُ».

ترجمہ: حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ فرع اس بچہ کو کہتے تھے کہ جو (جانور کے) پہلے پہل پیدا ہوتا مشرکین لوگ اس کو (بتوں کے لئے) ذبح کرتے تھے۔

٢٨٣٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كُلِّ خَمْسِينَ شَاةً شَاةٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "قَالَ بَعْضُهُمْ: الْفَرَعُ أَوَّلُ مَا تُنْتِجُ الْإِبِلُ كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِطَوَاغِيتِهِمْ، ثُمَّ يَأْكُلُونَهُ وَيُلْقَى جِلْدُهُ عَلَى الشَّجَرِ. وَالْعَتِيرَةُ: فِي الْعَشْرِ الْأُوَلِ مِنْ رَجَبٍ".

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو نبی ﷺ نے ہر پچاس (بکریوں) میں سے ایک بکری ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ شاید یہ حکم مستحب ہے علاوہ زکوٰۃ کے کہ وہ فرض ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ بعض حضرات نے فرع کا یہ مفہوم بیان فرمایا ہے کہ جس وقت اونٹ کا سب سے پہلا بچہ پیدا ہوتا تھا تو مشرکین اس پہلے بچے کو بتوں کے نام پر ذبح کر کے کھایا کرتے تھے اور اس کی کھال کو درخت پر لٹکا دیتے تھے اور عتیرہ اس کو کہا جاتا ہے کہ (مشرکین) ماہ رجب کے شروع دس دنوں میں اس بچہ کو ذبح کیا کرتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٣٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٥١)

٢١ - بَابٌ فِي الْعَقِيقَةِ

عقیقہ کا بیان

صحیح بخاری کا عنوان كِتَاب الْعَقِيقَةِ ہے جس کو انہوں نے كتاب الأطعمة کے بعد متصلاً ذکر کیا ہے، باب الفرع والعتيرة سے پہلے، اور اس میں امام بخاریؒ نے صرف دو باب قائم کئے ہیں: بَاب تَسْمِيَةِ الْمَوْلُودِ غَدَاةَ يُولَدُ لِمَنْ لَمْ يَعُقَّ عَنْهُ وَتَحْنِيكِهِ، اور دوسرا بَاب إِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الصَّبِيِّ فِي الْعَقِيقَةِ جس میں یہ حدیث ذکر کی ہے مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى [1]۔

عقیقہ سے متعلق بعض ضروری مباحث: عقیقہ عقٌّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی شق اور قطع کے آتے ہیں، عقیقہ کا

[1] صحيح البخاري - كتاب العقيقة - باب إماطة الأذى عن الصبي في العقيقة ٥١٥٤

اطلاق مولود کے سر کے بالوں پر بھی ہوتا ہے جن کو قطع کیا جاتا ہے اور اس ذبیحہ پر بھی۔

عقیقہ ان امور میں سے ہے جو زمانہء جاہلیت میں بھی رائج تھے لیکن وہ لوگ یہ کرتے تھے کہ ذبیحہ کے خون کو مولود کے سر پر ملتے تھے، اسلام میں اصل عقیقہ کو تو باقی رکھا گیا لیکن دوسری خصلت یعنی اللطخ بالدم سے منع کر دیا گیا اور اس کے بجائے زعفران استعمال کیا گیا، یہ مضمون باب کی آخری حدیث میں آرہا ہے۔

أوجز میں کتاب العقیقة کے شروع میں دس بحثیں ذکر کی ہیں [1]، جن کا ذکر مجملاً حاشیہ لامع اور الأبواب والتراجم میں آیا ہے، بحث اول تو لغوی تحقیق میں ہے اور دوسری بحث اس کے حکم میں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عقیقہ ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے وهو روایة عن أحمد والحسن، اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک مستحب ہے کما فی المؤطا وکلام الدردیر، اور حنفیہ کی اس بارے میں تین روایات ہیں اول یہ کہ مستحب ہے وهو المعروف فی فروعهم، دوسری یہ کہ مباح ہے، اور تیسری روایت یہ ہے کہ إنها بدعة ونسب إلى الإمام، وأنكر الإنتساب العلامة العيني، صحیح عند الحنفیہ یہی ہے کہ عقیقہ مستحب ہے، البتہ صاحب بدائع کی رائے اسکے خلاف ہے انہوں نے اس کو منسوخ اور مکروہ قرار دیا ہے، مؤطا میں امام محمدؒ نے بھی نسخ ہی لکھا ہے۔ لیکن اسکے محشی نے اس پر تعقب کرتے ہوئے تفصیلی کلام کیا ہے، اور کتب شافعیہ میں یہ بھی ہے کہ عقیقہ امت کے حق میں تو مستحب ہے اور حضور ﷺ کے حق میں واجب۔

ایک بحث ان مباحث میں سے یہ ہے کہ عقیقہ میں غلام اور جاریہ دونوں کا حکم یکساں ہے یا اس میں فرق ہے؟ جمہور اور ائمہ ثلاثہ کی رائے یہ ہے جیسا کہ حدیث الباب میں تصریح ہے کہ غلام کی طرف سے شاتین اور لڑکی کی طرف سے شاۃ واحدہ، اور امام مالکؒ کی رائے اس میں یہ ہے کہ دونوں کیلئے ایک ایک بکری ہے، چنانچہ انہوں نے مؤطا میں حضرت ابن عمرؓ کا یہ فعل نقل کیا ہے: كَانَ يَعُقُّ عَنْ وَلَدِهِ بِشَاةٍ شَاةٍ. عَنِ الذُّكُورِ، وَالإِنَاثِ [2]. اور التعليق الممجد میں یہ ہے کہ جمہور کا مسلک یعنی عن الغلام شاتان وعن الجارية شاة حضور ﷺ سے متعدد طرق سے ثابت ہے، البتہ آپ ﷺ کے فعل میں روایات مختلف ہیں، یعنی حضرات حسنینؓ کے بارے میں دونوں طرح کی روایتیں ہیں بعض روایات میں كَبْشًا كَبْشًا ہے اور بعض میں كَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ، چنانچہ ترمذی میں ہے عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: عَقَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ، قال ابو عيسى هذا حديث حسن غريب [3]. وفي البذل عن الحافظ: واحتج مالك بما جاء أن النبي صلى الله عليه وسلم عق عن الحسن والحسين كبشا كبشا ولا حجة فيه فقد أخرجه أبو الشيخ عن ابن عباس بلفظ

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك – ج ١٠ ص ١٦٤

[2] موطأ مالك – كتاب العقيقة – باب العمل في العقيقة ١٠٨٥

[3] جامع الترمذي – كتاب الأضاحي – باب العقيقة بشاة ١٥١٩

کبشین کبشین اھ[1]، میں کہتا ہوں اسی طرح ابن عباسؓ کی یہ روایت کَبْشَیْنِ کَبْشَیْنِ والی نسائی میں بھی ہے اور بعض کتب مالکیہ میں جیسے إرشاد السالك اسی طرح ہے العقیقة ذبح شاة اور پھر آگے ہے والأفضل عن الذکر بشاتین[2] یعنی اولیٰ ان کے نزدیک بھی یہی ہے کہ لڑکے کی طرف سے شاتین کی جائیں اور ابن رشد مالکی کا میلان بھی اسی طرف ہے کما فی الاوجز۔

۲۸۳۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ حَبِيبَةَ بِنْتِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أُمِّ كُرْزٍ الْكَعْبِيَّةِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ قَالَ: مُكَافِئَتَانِ: «أَيْ مُسْتَوِيَتَانِ أَوْ مُقَارِبَتَانِ».

ترجمہ ام کرز کعبیہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ سے میں نے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لڑکے کی طرف سے (عقیقہ میں) برابر کی دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ میں ایک بکری ہے (مراد یہ ہے کہ دونوں بکریاں ایک عمر کی ہوں کم زیادہ عمر کی نہ ہوں)۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے لفظ مُكَافِئَتَانِ کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ وہ دونوں بکریاں عمر کے اعتبار سے برابر کی ہوں (چھوٹی، بڑی نہ ہوں)۔

تخریج جامع الترمذي - الأضاحي (١٥١٦) سنن النسائي - العقيقة (٤٢١٥) سنن النسائي - العقيقة (٤٢١٦) سنن النسائي - العقيقة (٤٢١٧) سنن النسائي - العقيقة (٤٢١٨) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٣٤) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٦٢) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٦٦)

شرح الحدیث امام ترمذیؒ اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں: هذا حديث حسن صحيح والعمل في العقيقة على ما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم من غير وجه «عن الغلام شاتان مكافئتان، وعن الجارية شاة» وروي عن النبي صلى الله عليه وسلم أيضا أنه «عق عن الحسن بشاة» اھ۔

یعنی لڑکے کی طرف سے عقیقہ میں دو بکریاں کی جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ مُكَافِئَتَانِ کی شرح میں مختلف قول ہیں، تقریباً تین قول ہیں: ① ایسی دو بکریاں جو آپس میں عمر میں برابر ہوں (چھوٹی بڑی نہ ہوں) حكاه المصنف عن الامام احمد، ② ایسی دو بکریاں جو برابر ہوں ان بکریوں کے جو اضحیہ میں کی جاتی ہیں، یعنی عمر کے اعتبار سے اس سے کم نہ ہوں، قاله الزمخشري، ③ ایسی دو بکریاں جو برابر ہوں باعتبار ذبح کے یعنی دونوں کو ایک ساتھ ذبح کیا جائے، یہ نہ ہو کہ ایک کو مثلاً صبح کے وقت ذبح کیا اور دوسری کو شام کے وقت روی ذلك عن زيد بن اسلم هذا ما فهمت من الشروح، والحديث أخرجه النسائي قاله الشيخ محمد عوامه۔

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٩ ص ٥٩٢، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٣ ص ٨٠

[2] إرشاد السالك إلى أشرف المسالك في فقه الإمام مالك - ص ١٠١

۲۸۳۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سِبَاعِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أُمِّ كُرْزٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَقِرُّوا الطَّيْرَ عَلَى مَكِنَاتِهَا». قَالَتْ: وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ لَا يَضُرُّكُمْ أَذُكْرَانًا كُنَّ أَمْ إِنَاثًا».

ترجمہ: حضرت ام کرزؓ سے روایت ہے کہ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے میں نے سنا آپ ارشاد فرماتے تھے کہ پرندوں کو (ان کے گھونسلوں سے اڑا کر اذیت نہ پہنچاؤ بلکہ پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں رہنے دو نیز میں نے یہ بھی آپ سے سنا ہے کہ آپ ارشاد فرماتے تھے کہ عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ مذکر ہوں یا مؤنث (یعنی یہ نہ سوچو کہ لڑکے کی طرف سے عقیقہ میں بکرا ذبح کرو اور لڑکی کی جانب سے بکری)۔

تخریج: جامع الترمذي - الأضاحي (١٥١٦) سنن النسائي - العقيقة (٤٢١٥) سنن النسائي - العقيقة (٤٢١٦) سنن النسائي - العقيقة (٤٢١٧) سنن النسائي - العقيقة (٤٢١٨) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٣٥) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٦٢) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٦٦)

شرح الحدیث: "مکنات" کو کئی طرح ضبط کیا گیا ہے، فتح میم اور کسر کاف، اور دونوں کا فتح، اس صورت میں اسکے معنی لکھے ہیں بیضہ، فتح میم اور ضم کاف اسکی تفسیر کی گئی ہے اماکن کے ساتھ، لہذا پہلی صورت میں حدیث کے معنی ہوں گے کہ پرندوں کو ان کے بیضوں پر بیٹھا رہنے دو اور برقرار رکھو، اور دوسری صورت میں پرندوں کو بیٹھا رہنے دو ان کے آشیانوں میں، اب یہ کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی غرض اس سے کیا ہے، فقيل الغرض المنع عن زجر الطير وتنفيرها من اماكنها إذ فيه ايذاء الحيوان۔ یعنی خواہ مخواہ بلاوجہ پرندوں کو پریشان مت کرو ان کو چھیڑ کر، وقيل الغرض المنع عن الصيد ليلا لان الليل وقت راحتها، یعنی رات میں پرندوں کا شکار نہ کیا جائے، رات ان کی راحت کا وقت ہے اگر شکار کرنا ہے تو دن میں کرو۔ وقيل الغرض المنع عن الطيرة یعنی اچھی بری فال نکالنے کے لئے ان کو ان کی جگہ سے مت اُڑاؤ، اذ لا طيرة في الإسلام۔

لَا يَضُرُّكُمْ أَذُكْرَانًا كُنَّ أَمْ إِنَاثًا: یعنی اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ دونوں نر ہوں یا مادہ۔ والحديث عزاه المزي في التحفه الى النسائي وابن ماجه قاله الشيخ محمد عوامه۔

۲۸۳۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ سِبَاعِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أُمِّ كُرْزٍ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ، مِثْلَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا هُوَ الْحَدِيثُ، وَحَدِيثُ سُفْيَانَ وَهْمٌ».

ترجمہ: حضرت اُم کرزؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ہونا چاہیے۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث درست ہے اور

سفیان کی حدیث وہم ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأضاحي (١٥١٦) سنن النسائي - العقيقة (٤٢١٥) سنن النسائي - العقيقة (٤٢١٦) سنن النسائي - العقيقة (٤٢١٧) سنن النسائي - العقيقة (٤٢١٨) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٣٦) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٦٢) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٦٦)

شرح الحديث: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا هُوَ الْحَدِيثُ، وَحَدِيثُ سُفْيَانَ وَهْمٌ»: سفیان کے طریق میں عبید اللہ کے بعد عن أبیه کی زیادتی ہے جو کہ حماد کی روایت میں نہیں ہے، مصنف اسی کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ یہ زیادتی وہم ہے۔

والحديث أخرجه الترمذي مختصراً وأخرجه النسائي بتمامه ومختصراً، وأخرجه ابن ماجه مختصراً. قاله المنذري۔

٢٨٣٧ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ وَيُدَمَّى» فَكَانَ قَتَادَةُ إِذَا سُئِلَ عَنِ الدَّمِ كَيْفَ يُصْنَعُ بِهِ؟ قَالَ: «إِذَا ذَبَحْتَ الْعَقِيقَةَ أَخَذْتَ مِنْهَا صُوفَةً، وَاسْتَقْبَلْتَ بِهِ أَوْدَاجَهَا، ثُمَّ تُوضَعُ عَلَى يَافُوخِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَسِيلَ عَلَى رَأْسِهِ مِثْلَ الْخَيْطِ، ثُمَّ يُغْسَلُ رَأْسُهُ بَعْدُ وَيُحْلَقُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا وَهْمٌ مِنْ هَمَّامٍ» وَيُدَمَّى" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "خُولِفَ هَمَّامٌ فِي هَذَا الْكَلَامِ، وَهُوَ وَهْمٌ مِنْ هَمَّامٍ وَإِنَّمَا، قَالُوا: «يُسَمَّى»، فَقَالَ هَمَّامٌ: «يُدَمَّى» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَلَيْسَ يُؤْخَذُ بِهَذَا».

ترجمہ: حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر ایک بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی رکھا ہوا ہے اس کی طرف سے (اس کی پیدائش کے بعد) ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اور اس بچہ کا سر منڈا جائے اور اس بچہ کے سر پر (قربانی کے جانور) کا خون لگایا جائے جب قتادہ سے کوئی شخص معلوم کرتا کہ خون کس طرح لگایا جائے تو وہ بیان کرتے تھے کہ جس وقت عقیقہ کا جانور ذبح ہونے لگے تو جانور کے بالوں میں سے ایک ٹکڑا ہاتھ میں لے کر جانور کی رگوں میں رکھ دیا جائے پھر وہ ٹکڑا سر کے درمیان رکھ دیا جائے یہاں تک کہ اس کے سر سے خون، دھاگہ کی طرح بہنے لگے پھر اس بچہ کے سر کو دھویا جائے اور اس کا سر مونڈ دیا جائے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ روایت میں لفظ یُدَمَّی، راوی ہمام کا وہم ہے دراصل یہ لفظ یُسَمَّی ہے جس کو راوی ہمام نے وَیُدَمَّی بنادیا امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث پر عمل نہیں ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأضاحي (١٥٢٢) سنن النسائي - العقيقة (٤٢٢٠) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٣٧) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٦٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٨/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٧/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٢٢/٥) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٦٩)

شرح الحديث: كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ وَيُدَمَّى: اور ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے: الْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ، مرتھن اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی مرہون اس حدیث کی شرح میں چند قول ہیں:

① عقیقہ ہر نومولود کے لئے لازم اور ضروری ہے جس طرح شئ مرہون کا مرتہن کے ہاتھ میں رہنا ضروری ہوتا ہے،

تشبیہ باعتبار لزوم کے ہے گویا مقصود تاکید عقیقہ ہے اور بظاہر اس سے تائید ہوتی ہے قول وجوب کی کما ذھب إلیہ بعضھم۔

② نومولود اپنے بالوں کی اذیت میں مرہون یعنی مقید اور جکڑا رہتا ہے جب تک ان کو زائل نہ کیا جائے، (لہذا یہ گندے بال اس سے جلدی ہی زائل کرنے چاہئیں بعض لوگ اس میں بہت تاخیر اور سستی کرتے ہیں، ہم نے اپنے بعض اساتذہ سے اس حدیث کی شرح میں سنا کہ بچہ کا عقیقہ کر کے بلا تاخیر اس کی آلائش کو دور کرنا چاہیئے)۔

③ حضرت امام احمدؒ سے منقول ہے کہ یہ حدیث شفاعت کے بارے میں ہے یعنی یہ کہ اگر نومولود کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے اور پھر وہ صغر سنی میں مر جائے تو اپنے والدین کے بارے میں شفاعت نہیں کرتا[1]۔

یہ پہلے گزر چکا کہ عقیقہ کا اطلاق نومولود کے سر کے بال اور ذبیحہ دونوں پر ہوتا ہے، ان معانی میں سے بھی بعض کا تعلق بالوں سے ہے اور بعض کا ذبیحہ سے۔

عقیقہ میں یوم السابع کی قید: آگے حدیث میں یہ ہے کہ عقیقہ ساتویں دن ذبح کیا جائے اور اسی طرح سر کا حلق، اس پر امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ بہتر تو یہی ہے کہ عقیقہ ساتویں دن کیا جائے اور اگر ساتویں دن میسر نہ ہو تو پھر چودہویں دن کیا جائے۔

اور اگر اس میں بھی میسر نہ ہو تو اکیسویں دن کیا جائے، اس تعیین وقت میں فقہاء کا اختلاف ہے یوم السابع کی قید مالکیہ کے نزدیک تو معتبر اور ضروری ہے ان کے نزدیک عقیقہ یوم السابع سے پہلے معتبر نہیں اور نہ اسکے بعد معتبر ہے نیز ان سے منقول ہے کہ جو بچہ یوم السابع سے پہلے مر جائے اس کا عقیقہ ساقط ہے اور ابن وہب کی روایت امام مالکؒ سے یہ ہے کہ اگر سابع اول میں عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو پھر سابع ثانی میں کیا جائے اور تیسرے میں بھی کچھ حرج نہیں، کذا فی الفتح و کذا فی الدسوقی، حنابلہ کے نزدیک یہ قید ضروری نہیں، ان کے نزدیک قبل السابع بھی جائز ہے کما فی نیل المآرب، وفی الروض المربع، ولا یعتبر الاسبوع بعد ذلك فیعق فی ای یوم اراد، اور شافعیہ کا مذہب شرح اقناع میں یہ لکھا ہے: ویدخل وقتہ من الولادۃ ویسن یوم السابع، ویسقط بعد أکثر مدۃ النفاس وفیما بینھما تردد، اور حنفیہ کا مسلک کما فی بہشتی زیور کہ ساتویں روز کی رعایت مستحب ہے اگرچہ کتنے ہی دن گذر جائیں اور اس کی صورت یہ لکھی ہے کہ بچہ کا عقیقہ جب بھی کیا جائے ولادۃ والے روز سے ایک دن پہلے کیا جائے مثلاً اگر

---

[1] میری ایک یادداشت میں اس حدیث کے معانی اس طرح ملے۔ کل غلام مرتھن بعقیقتہ: ① عقیقہ سے مراد ذبیحہ بکری وغیرہ جو ذبح کی جاتی ہے یہ کنایہ ہے لزوم اور وجوب سے ہر نومولود کیلئے عقیقہ لازم ہے جس طرح شی مرہون کا مرتھن کے ہاتھ میں رہنا ضروری ہے جب تک قرض ادا نہ ہو، ② ہر نومولود شیطان کے تصرفات کیساتھ مقید اور جکڑا ہوا رہتا ہے جب تک اس کا عقیقہ نہ کیا جائے۔ تو گویا عقیقہ بمنزلہ فدیہ کے ہے اس کی وجہ سے وہ نومولود شیطان کے تصرفات سے نجات پاتا ہے، ③ ہر نومولود اپنے والدین کیلئے سفارش سے رکا رہتا ہے جب تک والدین اس کی طرف سے عقیقہ کر کے اس کا حق ادا نہ کریں، یہ تفسیر امام احمد بن حنبلؒ کی طرف منسوب ہے، ④ عقیقہ سے مراد نومولود کے سر کے بال ہیں یعنی ہر نومولود اپنے سر کے (گندے) بالوں کے ساتھ مقید اور جکڑا ہوا رہتا ہے۔ جب تک کہ ان بالوں کو اس سے زائل نہ کیا جائے (لہذا عقیقہ اپنے وقت میں جلدی ہی کر دینا چاہیئے اس میں دیر نہ کی جائے) ۱۲۔

پیدائش بچہ کی جمعہ کے دن ہے تو جب بھی عقیقہ کیا جائے جمعہ سے ایک روز قبل یعنی جمعرات کو کیا جائے (من ھامش البذل[1])۔

حدیث العقیقہ میں لفظ یُدَمّٰی کی تحقیق: وَيُدَمّٰى فَكَانَ قَتَادَةُ إِذَا سُئِلَ عَنِ الدَّمِ كَيْفَ يُصْنَعُ بِهِ؟ قَالَ: إِذَا ذَبَحْتَ الْعَقِيقَةَ: اس روایت میں لفظ یُدَمّٰی وارد ہے تدمیہ سے جو ماخوذ ہے "دم" سے یعنی خون ملا جائے، قتادہ سے سوال کیا گیا کہ اس کی کیا صورت ہونی چاہیے؟ تو انہوں نے کہا کہ جو بکری تو ذبح کرے تو اس کا تھوڑا سا صوف لے اور اس صوف کو عقیقہ کے گلے کی رگوں پر لگائے اور پھر اس پھائے کو بچہ کے تالو پر مل دے یہاں تک کہ اس کے سر پر سے خون کی دھاری بہنے لگے اور پھر بعد میں سر کو دھو کر اس کا حلق کر دیا جائے۔

آگے کتاب میں ہے مصنف فرمارہے ہیں یُدَمّٰی کا لفظ اس روایت میں ہمام راوی کا وہم ہے، چنانچہ اس کے بعد والی روایت میں جس کو قتادہ سے روایت کرنے والے سعید ہیں بجائے ہمام کے اس میں یُدَمّٰی کے بجائے یُسَمّٰی ہے۔

امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ یُسَمّٰی ہی اصح ہے۔

یُدَمّٰی کو وہم ہمام قرار دینے پر حافظؒ نے یہ اشکال کیا ہے کہ اس کو وہم قرار دینا کیونکر صحیح ہے اس لئے کہ آگے روایت میں تو یہ موجود ہے، ہمام کہتے ہیں کہ جب ہمارے استاد قتادہ سے دم کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا کہ اس کا کیا کیا جائے، تو اس پر وہ اس کا طریقہ بتاتے، یہ سب توضبط ہمام پر دلالت کرتا ہے نہ کہ اسکے وہم پر، الا یہ کہ یوں کہا جائے کہ اصل حدیث میں تو یُسَمّٰی تھا لیکن اس کے بعد قتادہ نے اہل جاہلیت کے دم کا ذکر کیا تو پھر ہمام کے سوال پر انہوں نے اس کا طریقہ بتلایا، لیکن ہمام کو وہم ہوا کہ وہ یُسَمّٰی کے بجائے یُدَمّٰی نقل کرنے لگے، اور بعض نے یہ توجیہ کی کہ یہ منسوخ ہے، اور ایک توجیہ اس کی یہ کی گئی کہ اس سے مراد یُخْتَنُ ہے کہ بچہ کی ختنہ کی جائے، لیکن اس سب کے باوجود شراح نے لکھا ہے کہ بعض علماء جیسے ابن عمر اور عطاء و قتادہ استحبابِ تدمیہ کے قائل تھے، والحدیث رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ۔

۲۸۳۸- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُحْلَقُ وَيُسَمَّى» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَيُسَمَّى» أَصَحُّ كَذَا قَالَ: سَلَّامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ، عَنْ قَتَادَةَ، وَإِيَاسُ ابْنُ دَغْفَلٍ، وَأَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: «وَيُسَمَّى». وَرَوَاهُ أَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَيُسَمَّى».

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہر نومولود اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہے اس کی طرف سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اور اس کا سر مونڈ دیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۳ ص ۸۳

امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ لفظ یُسَمّٰی زیادہ درست ہے اسی طرح سلام بن ابی مطیع نے اپنی سند سے حضرت حسن سے نقل کیاہے قتادہ کے واسطہ سے، ایاس، اشعث، حسن سے روایت کیاہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الأضاحي (١٥٢٢) سنن النسائي - العقيقة (٤٢٢٠) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٣٨) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٦٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٨/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٢/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٧/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٢٢/٥) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٦٩)

٢٨٣٩ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَتُهُ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا، وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى».

ترجمہ: حضرت سلمان بن عامر ضبیؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لڑکے کی پیدائش کے ساتھ (ساتھ) اس کا عقیقہ کرنا مسنون ہے اور اس بچہ کی طرف سے خون بہاؤ (جانور ذبح کرو) اور اس سے گندگی رفع کرو یعنی اس کے سر کے بال مونڈ دو اور اس کو غسل دو۔

تخریج: صحيح البخاري - العقيقة (٥٠٥٤) جامع الترمذي - الأضاحي (١٥١٥) سنن النسائي - العقيقة (٤٢١٤) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٣٩) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٦٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (١٨/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢١٤/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢١٥/٤) سنن الدارمي - الأضاحي (١٩٦٧)

٢٨٤٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: «إِمَاطَةُ الْأَذَى حَلْقُ الرَّأْسِ».

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ گندگی رفع کرنے کا مفہوم سر منڈانا ہے۔

٢٨٤١ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ، وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا حسین و حضرت حسنؓ کی طرف سے ایک ایک دنبہ کا عقیقہ کیا۔

شرح الحدیث: اس حدیث کے بعض طرق میں کبشین کبشین ہے کما تقدم قریباً، والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري.

٢٨٤٢ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، أُرَاهُ عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِيقَةِ؟ فَقَالَ: «لَا يُحِبُّ اللهُ الْعُقُوقَ». كَأَنَّهُ كَرِهَ الِاسْمَ وَقَالَ: «مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ». وَسُئِلَ عَنِ الْفَرَعِ؟ قَالَ: «وَالْفَرَعُ حَقٌّ

وَأَنْ تَتْرُكُوهُ حَتَّى يَكُونَ بَكْرًا شُغْزُبًّا ابْنَ مَخَاضٍ، أَوْ ابْنَ لَبُونٍ فَتُعْطِيَهُ أَرْمَلَةً أَوْ تَحْمِلَ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذْبَحَهُ فَيَلْزَقَ لَحْمُهُ بِوَبَرِهِ، وَتَكْفَأَ إِنَاءَكَ، وَتُولِهُ نَاقَتَكَ».

ترجمہ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ سے عقیقہ کے متعلق دریافت کیا گیا آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ عقوق کو پسند نہیں فرماتے۔ آپ نے اس عقیقہ کے نام کو ناگوار خیال فرمایا اور ارشاد فرمایا جس شخص کے بچہ کی ولادت ہو اور وہ شخص اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرنا چاہیے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنا چاہیے۔ پھر آپ سے فرع کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا فرع برحق ہے (یہ حکم نسخ سے پہلے ارشاد فرمایا) تم لوگ اگر اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اُونٹ جوان ہو جائے یا خوب موٹا تازہ ہو جائے ابن مخاض یا ابن لبون بن جائے پھر اس اونٹ کو بیواؤں کو دے دو یا جہاد یا حج کرنے کیلئے صدقہ کر دو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ اس کی (پیدائش کے بعد) اس کو کاٹ ڈالو اور اس کا گوشت اس کے بالوں سے چسپاں ہو (یعنی گوشت کم ہونے کی وجہ سے) پھر تم اپنا برتن الٹ دو (کیونکہ بچہ کے مرنے کے بعد اسکی ماں دودھ نہیں دیتی) اور اس کی ماں کو تکلیف پہنچاؤ۔

تخریج سنن النسائي – العقيقة (٤٢١٢) سنن أبي داود – الضحايا (٢٨٤٢) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (١٨٣/٢) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (١٩٤/٢).

شرح الحديث یعنی حضور ﷺ سے عقیقہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عقوق کو پسند نہیں کرتے، عقیقہ اور عقوق دونوں ایک ہی اصل کی طرف راجع ہیں یعنی "عق" جسکے معنی قطع اور شق کے ہیں اور اسی سے ماخوذ ہے عقوق الوالدین، آگے روایت میں ہے راوی کا کلام کہ شاید آپ ﷺ کو یہ نام پسند نہیں، راوی کا یہ خیال صحیح ہے اس لئے کہ اسی حدیث میں اس کے بعد آپ ﷺ عقیقہ کا حکم فرما رہے ہیں مگر عقیقہ کے لفظ کے ساتھ نہیں بلکہ لفظ نُسُك کے ساتھ، لہذا اس میں اشارہ ہوا اس طرف کہ عقیقہ کے بجائے اس کو نسیکہ یا کسی دوسرے لفظ سے تعبیر کیا جائے، جو حضرات استحباب عقیقہ کے قائل نہیں بلکہ اسکو مکروہ کہتے ہیں انہوں نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے، لیکن یہ استدلال ضعیف ہے، پھر آگے حدیث میں فرع کے بارے میں سوال وجواب ہے جس کی شرح ہمارے یہاں باب العتیرہ میں گزر چکی، اس میں ایک لفظ شُغْزُبًّا ہے اس کے بارے میں شراح کی تحقیق یہ ہے کہ یہ لفظ مصحف ہے اور صحیح زُخْزُبًّا ہے ای غلیظاً قویا، ایسے ہی اس میں ایک لفظ یہ ہے وَتُولِهُ نَاقَتَكَ یہ تُولِه، وَلَه سے ماخوذ ہے وهو ذهاب العقل لاجل فقدان الولد، یعنی بچے کے مرنے کی وجہ سے اس کی ماں کا پاگل ہو جانا۔ والحدیث أخرجه النسائي قاله المنذري۔

٢٨٤٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ، يَقُولُ: كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا، فَلَمَّا جَاءَ اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ كُنَّا «نَذْبَحُ شَاةً، وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ وَنُلَطِّخُهُ بِزَعْفَرَانٍ».

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ دورِ جاہلیت میں جب ہم لوگوں میں سے کسی کے یہاں لڑکے کی ولادت ہوتی تو وہ شخص ایک بکری ذبح کرتا تھا اور اس بکری کا خون بچہ کے سر پر لگاتا۔ جب اسلام آیا تو ہم بکری ذبح کیا کرتے اور بچہ کے سر کے بال مونڈھ کر اس پر زعفران لگاتے تھے۔

شرح الحدیث: بریدہ ترکیب میں بدل واقع ہو رہا ہے أبی سے یعنی عبد اللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد بریدہ سے سنا اس روایت کا مضمون ہمارے یہاں ابتداء میں گذر چکا۔

آخر كِتَابُ الضَّحَايَا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الصَّيْدِ

شکار کے متعلق ذخیرہ احادیث

کذا فی بعض النسخ، اور ہمارے پاس جو نسخہ ہندیہ ہے اس میں ہے۔ آخر الاضاحی، اول الصید۔

١ ـ بَابٌ فِي اتِّخَاذِ الْكَلْبِ لِلصَّيْدِ وَغَيْرِهِ

باب جو شکار کھیت کی حفاظت، گھر کی نگہبانی وغیرہ کے لئے کتا پالنے کا حکم

٢٨٤٤ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ أَوْ صَيْدٍ أَوْ زَرْعٍ انْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد مروی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی مویشیوں کی حفاظت یا شکار یا کھیتی کی حفاظت کے علاوہ کتا پالے گا تو اس کے ثواب میں سے ہر روز ایک قیراط کم ہو تا جائے گا۔

تخریج صحيح البخاري - المزارعة (٢١٩٧) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٤٦) صحيح مسلم - المساقاة (١٥٧٥) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٨٩) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٩٠) سنن أبي داود - الصيد (٢٨٤٤) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٠٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢٥)۔

شرح الحدیث حدیث سے معلوم ہوا کہ شکار کیلئے کتا پالنا اور پھر اس کے ذریعہ شکار کرنا جائز ہے، ترجمۃ الباب سے مصنف کی غرض بھی یہی ہے، مسئلہ اجماعی ہے خود قرآن کریم میں موجود ہے: يَسْئَلُونَكَ مَاذَآ أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ الآية [1]، اس حدیث میں یہ ہے کہ جو شخص امور ثلاثہ مذکورہ فی الحدیث کے علاوہ کسی اور غرض کیلئے کتے کو پالے تو ہر روز اسکے ثواب میں سے ایک قیراط گھٹا دیا جاتا ہے۔

قیراط اور قیراطان کے اختلاف کی توجیہ: اس روایت میں قیراط بصیغہ مفرد ہے اور اسی حدیث کے دوسرے طریق میں یعنی من طریق الزہری عن سعید بن المسیب جو مسلم کی روایت میں ہے اس میں بجائے قیراط کے

[1] تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لئے حلال ہے کہہ دے تم کو حلال ہیں ستھری چیزیں اور جو سدھاؤ شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو کہ ان کو سکھاتے ہو اس میں (سورۃ المآئدۃ ٤)

قیراطان ہے، ① اسکے بارے میں بذل [1] میں اسطرح ہے: واختلفوا في اختلاف الروايتين في القيراطين والقيراط، فقيل: الحكم الزائد لكونه حفظ مالم يحفظ الآخر یعنی زیادتی والی روایت راجح ہے، ② یا یہ کہا جائے کہ شروع میں آپ ﷺ نے ایک قیراط کے بارے میں فرمایا وعید کو ذرا ہلکا کرتے ہوئے پھر اسکے بعد تاکید تنفیر کیلئے دو قیراط فرمایا لیکن ایک راوی نے صرف ایک قیراط والی روایت کو سنا اور دوسرے راوی نے قراطین کا لفظ سنا، فكل روى بما سمع [2]. ③ کلاب مختلف ہوتے ہیں قليل الضرر اور كثير الضرر، اول میں ایک قیراط کا نقصان اور ثانی میں دو قیراط کا، ④ قیراطان والی روایت مدینہ منورہ پر محمول ہے اور قیراط والی غیر مدینہ پر وغیر ذلك من التوجيهات۔ والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي قاله المنذري۔

٢٨٤٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْلَا أَنَّ الْكِلَابَ أُمَّةٌ مِنَ الْأُمَمِ لَأَمَرْتُ بِقَتْلِهَا، فَاقْتُلُوا مِنْهَا الْأَسْوَدَ الْبَهِيمَ».

ترجمہ عبد اللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کتا مخلوقات میں سے ایک نوع کی مخلوق نہ ہوتا تو میں ان کے قتل کا حکم دے دیتا تاہم تم ان میں سے انتہائی کالے رنگ کے کتوں کو مار ڈالو۔

تخریج جامع الترمذي - الأحكام والفوائد (١٤٨٦) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٨٠) سنن أبي داود - الصيد (٢٨٤٥) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٠٥) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٨٥/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٤/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٦/٥) سنن الدارمي - الصيد (٢٠٠٨)

شرح الحدیث شروع میں آپ ﷺ نے کلاب کے بارے میں شدت اختیار فرمائی اور سب کے قتل کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ اس کے بعد والی روایت میں آرہا ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حتی کہ دیہات سے آنے والی عورت کے ساتھ بھی اگر کتا ہوتا تھا تو ہم اس کو بھی قتل کر دیا کرتے تھے، پھر بعد میں آپ ﷺ کی رائے میں تبدیلی آئی اور حکم سابق سے روک دیا، اور یہ فرمایا کہ کلاب بھی مخلوقات کی ایک نوع ہے تو اول تو مخلوق کی ایک پوری نوع کو قتل کرنا انسان کے بس میں نہیں، اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالی کی ہر نوعِ مخلوق کی تخلیق میں یقیناً مصلحت ہوتی ہے اس لیے بھی سب کو قتل کرنا مناسب نہیں، تاہم ان میں جو زیادہ شریر اور خبیث ہوتا ہے یعنی کلب اسود اس کو تو قتل کر ہی دیا کرو، امام نوویؒ فرماتے ہیں: کلب عقور کے قتل پر تمام علماء کا اتفاق ہے البتہ جو کلب بے ضرر ہو اس کے قتل میں اختلاف ہے امام الحرمین کی رائے یہ ہے کہ شریعت کا استقرار نسخ قتل پر ہی ہو چکا اب کسی کلب کا قتل جائز نہیں حتی کہ اسود بہیم کا قتل بھی جائز نہیں [3]، لیکن اس رائے پر ملا علی قاریؒ کو انشراح نہیں وہ فرماتے ہیں: یہ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٣ ص ٩١

[2] لیکن یہ جواب اس وقت صحیح ہوتا جب راوی حدیث الگ الگ ہوتا لیکن جب صحابی ایک ہی ہے پھر یہ جواب صحیح نہ ہوگا اور یہ بھی ہے کہ کتے کے سلسلہ میں پہلے پہل تو تشدید زیادہ کی گئی تھی بعد میں سہل کی گئی تھی۔

[3] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٠ ص ٢٣٥

محتاج دلیل ہے (بذل ❶)، والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

٢٨٤٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «أَمَرَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ». حَتَّى إِنْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ تَقْدَمُ مِنَ الْبَادِيَةِ يَعْنِي بِالْكَلْبِ فَنَقْتُلُهُ، ثُمَّ نَهَانَا عَنْ قَتْلِهَا وَقَالَ: «عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ».

ترجمہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتوں کے قتل کا حکم دیا یہاں تک کہ اگر کوئی عورت دیہات سے اپنے ساتھ کتا لیکر آتی تو ہم اسکو بھی قتل کر دیتے پھر آپ ﷺ نے ہمیں ان کے قتل سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ تم پر سیاہ کتوں کو مارنا لازم ہے۔

تخریج صحيح مسلم - المساقاة (١٥٧٢) سنن أبي داود - الصيد (٢٨٤٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٣٣)

٢ - بَابٌ فِي الصَّيْدِ

شکار کرنے کا حکم کے بیان میں

صید کبھی مصید کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی معنی مصدری میں یہاں یہی مراد ہے یعنی کلب معلم اور تیر کمان وغیرہ کے ذریعہ شکار کرنے کے بیان میں۔

ذکاۃ کی دو قسمیں اختیاری اور اضطراری: جاننا چاہئے کہ ذکاۃ شرعی کی دو قسمیں ہیں: ① اختیاری ② و اضطراری، اختیاری حیوان مقبوض ومانوس میں ہوتی ہے، اور اضطراری غیر مقبوض اور غیر مانوس جانور میں جیسے شکار، اور جیسا کہ اس سے پہلے بھی گزر چکا کہ ذکاۃ اختیاری تو خاص ہے لبہ اور حلق کے ساتھ، اور ذکاۃ اضطراری نام ہے مطلق جرح کا، فی أی موضع کان من البدن اور جرح سے مراد إمرار الدم ہے۔

اس تمہید کے بعد اب آپ سمجھئے کہ ذکاۃ اضطراری جن آلات سے ہوتی ہے وہ تین ہیں: ① الحیوان الجارح، ② المحدد یعنی ہر دھار دار چیز جیسے سہم، ③ المثقل کالحجر والخشب، ان میں جو پہلی دو چیزیں ہیں ان سے شکار کرنا ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے اور تیسری چیز۔ یعنی مثقل، اسکے ذریعہ شکار کرنا ائمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک جائز نہیں، البتہ بعض علماء شام مثل مکحول واوزاعی ان کے نزدیک جائز ہے اسی لیے انکے نزدیک صید معراض اور ایسے ہی صید بندقہ جائز ہے (سبل السلام ❷) پھر اسکے بعد جاننا چاہئے کہ اگر ذکاۃ اضطراری حیوان جارح کے ذریعہ سے ہو تو اس میں شرط یہ ہے کہ وہ جارح معلم ہو، اور یہ امر متفق علیہ ہے قال تعالیٰ: وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ اور علامت تعلیم کلب میں دو چیزوں کا پایا جانا ہے: ① اول امساك على صاحبه يعني

❶ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٨ ص ٣٣، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٢ ص ٩٣
❷ سبل السلام الموصلة إلى بلوغ المرام - ج ٧ ص ٣٧٧

عندہ الاکل۔ کہ وہ کتا شکار میں سے کچھ کھائے نہیں ② اور دوسری چیز یہ ہے کہ جب شکار کی طرف اس کو چھوڑا جائے تو فوراً اسکی طرف جائے، اور جب بلایا جائے اور روکا جائے تو رک جائے یہ ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک تعلیم کلب کیلئے امساك على صاحبه ضروری نہیں، صرف امر ثانی کا پایا جانا کافی ہے اور علامت تعلیم طیر جیسے بازی وغیرہ میں یہ ہے کہ جب اس کو پکارا جائے تو فوراً آئے، اور یہاں امساک بالاتفاق ضروری نہیں ہے۔ (بذل [1])۔

ذکاۃ اضطراری کے شرائط بالتفصیل، بذل المجہود میں مذکور ہیں وہاں دیکھا جائے۔

تسمیہ عند الذبح وعند الارسال میں اختلاف ائمہ: نیز جاننا چاہئے کہ یہ ارسال کلب شکار کے وقت ایسے ہی تیر کا چلانا بمنزلہ چھری چلانے کے ہے عند الذبح اسلئے اس ارسال اور رَمْیِ سَهم کے وقت تسمیہ ضروری ہے، جیسا کہ احادیث الباب میں مصرح ہے، وفي الهداية: وإذا أرسل كلبه المعلم أو بازيه وذكر اسم الله تعالى عند إرساله فأخذ الصيد وجرحه فمات حل أكله لما روينا من حديث عدي رضي الله عنه. ولأن الكلب أو البازي آلة. والذبح لا يحصل بمجرد الآلة إلا بالاستعمال وذلك فيهما بالإرسال فنزل (الإرسال) منزلة الرمي وإمرار السكين فلا بد من التسمية عنده ولو تركه ناسيا حل أيضا اه [2]. ویسے دوسرے ائمہ کا اس میں اختلاف بھی ہے اور وہ یہ ہے كما في هامش البذل واختلف نقلة المذاهب فيه. والصحيح من مذاهبهم أن ترك التسمية عمدا لا يجوز عندنا وعند مالك، ويجوز إن كان الترك سهوا فالتسمية شرط عند الذكر وعند الشافعي يجوز مطلقا في السهو والعمد فهي سنة عنده وأما أحمد فانه فرق بين الصيد والذبيحة ففي الذبيحة هو معنا وفي الصيد لا يجوز مطلقا (من الاوجز) [3]۔

۲۸٤۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: إِنِّي أُرْسِلُ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ، فَتُمْسِكُ عَلَيَّ، أَفَآكُلُ؟ قَالَ: «إِذَا أَرْسَلْتَ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ، فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ». قُلْتُ: وَإِنْ قَتَلْنَ؟ قَالَ: «وَإِنْ قَتَلْنَ مَا لَمْ يَشْرَكْهَا كَلْبٌ لَيْسَ مِنْهَا».

ترجمہ عدی بن حاتم سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ میں سکھلائے ہوئے کتے کو چھوڑتا ہوں اور وہ شکار کو میرے خاطر پکڑ لاتا ہے تو کیا میں اس شکار کو کھا سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نے سکھلائے ہوئے کتے کو شکار پر چھوڑ دیا اور تم نے اللہ کا نام (اس پر) لے لیا تو وہ تمہارے خاطر جو شکار لائے اسے کھالو۔ میں نے عرض کیا: اور اگر وہ (کتے) شکار کو قتل کر ڈالیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر چہ وہ کتے (شکار کو) قتل

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۳ ص ۹٤ - ۹۵
[2] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ۷ ص ۳۱۳
[3] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ۱۰ ص ٦ - ۷. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۳ ص ۱۰٤

بھی کر دیں جب تک کہ کوئی دوسرا غیر سدھایا ہوا کتا اس میں شریک نہ ہو (اس شکار کا کھانا حلال ہے) میں نے عرض کیا: اگر میں دھاری دار عصا سے شکار کروں تو کیا اس کو کھالوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے دھاری دار عصا سے شکار کیا اور اللہ کا نام بھی لیا پھر اس شکار کو وہ عصا لگ گیا جس نے شکار کو چیر ڈالا تو اس کو کھالو اور اگر وہ (آلہ شکار) چوڑائی کی طرف سے لگا تو اس کو نہ کھانا۔

تخریج صحيح البخاري - الوضوء (١٧٣) صحيح البخاري - البيوع (١٩٤٩) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٥٨) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٦٢) صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٢٩) جامع الترمذي - الصيد (١٤٦٥) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٦٣) سنن أبي داود - الصيد (٢٨٤٧) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٠٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٥٦) سنن الدارمي - الصيد (٢٠٠٢)

شرح الحدیث **تعلیم کلب کے بارے میں جمہور اور امام مالک کی دلیل:** فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ:

یہ حدیث ائمہ ثلاث کی دلیل ہے کہ کلب معلم کے ذریعہ شکار میں عدم اکل ضروری ہے، اور یہ روایت مالکیہ کے خلاف ہے، امام مالکؒ کا استدلال آئندہ آنے والی أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ ؓ کی حدیث (برقم ۲۸۵۲) ہے جس میں اس طرح ہے: إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ فَكُلْ وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ، امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ جمہور علماء نے عدی بن حاتم ؓ کی حدیث کو مقدم رکھا ہے ابو ثعلبہ ؓ کی حدیث پر کیونکہ حدیث عدی اس سے اصح ہے (متفق علیہ ہے) اور بعض علماء نے حدیث ابو ثعلبہ کی یہ تاویل کی ہے کہ یہاں کھانے سے عین شکار کے وقت اس کتے کا کھانا مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ابتداء میں وہ کتا اس شکار کو مار کر فارغ ہو کر چلا گیا اور پھر بعد میں جب اس شکار کو وہاں پڑا دیکھا اس وقت اس میں سے کھانے لگا پس اسکا یہ کھانا مضر نہیں ہے[1]۔

قلت ارمي بالمعراض فاصيب أفأكل الخ: معراض کی تفسیر میں اختلاف سا ہے، ابن التین فرماتے ہیں یعنی وہ عصا جس کے سرے میں دھار دار چیز لگی ہوئی ہو لوہا وغیرہ، اور امام نوویؒ فرماتے ہیں وہ ایک بھاری سی لکڑی ہوتی ہے، یا عصا جس کے سرے پر دھار دار چیز لگی ہوئی ہوتی ہے اور کبھی سادہ ہوتا ہے بغیر دھار دار چیز کے میں کہتا ہوں کہ اس کی مثال بلم سے بھی دی جاسکتی ہے وہ بھی ایک عصا ہوتا ہے جس کے سرے پر دھار دار لوہا لگا ہوتا ہے، بہر حال حدیث میں یہ ہے کہ اگر معراض سے شکار کیا جائے تو اگر شکار کے اس کا دھار دار حصہ لگ کر اس کو زخمی کر دیتا اور اس کے اندر نفوذ کر جاتا ہے تب تو وہ شکار حلال ہے اس کو کھاسکتے ہیں اور اگر وہ معراض اپنی چوڑائی میں سے شکار پر جاکر لگا ہے تو وہ حرام ہے اسکا کھانا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ وقیذ ہو گا، قال تعالى: وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ[2]، اور موقوذ اسی شکار کو کہتے ہیں جو مثقل اور غیر دھار دار چیز سے مارا جائے۔

بندوق کا شکار اور اس میں اختلاف: جمہور نے صید بالبندقہ کی حرمت پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے اور

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج – ج ١٣ ص ٧٥-٧٧

[2] اور جو مر گیا ہو گلا گھونٹنے سے یا چوٹ سے یا اونچے سے گر کر (سورة المائدة ٣)

اس میں اوزاعی اور مکحول وغیرہ کا اختلاف ہے کما تقدم قریبا، لہذا یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔

فائدہ: یہ عدی بن حاتم راوی حدیث حاتم طائی مشہور سخی ہی کے بیٹے ہیں یہ معمرین میں سے ہیں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایک سو اسی سال کی عمر پائی یہ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب سے میں اسلام میں داخل ہوا ہوں اس وقت سے اب تک کسی نماز کی اقامت نہیں ہوئی مگر یہ کہ میں اس وقت باوضو تھا (تہذیب التهذيب [1])۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٢٨٤٨ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ بَيَانٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: إِنَّا نَصِيدُ بِهَذِهِ الْكِلَابِ. فَقَالَ لِي: «إِذَا أَرْسَلْتَ كِلَابَكَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ، وَإِنْ قَتَلَ إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَإِنْ أَكَلَ الْكَلْبُ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَى نَفْسِهِ».

ترجمہ: عدی بن حاتم سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم ان کتوں کے ذریعہ شکار کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نے سکھلائے ہوئے کتے کو (شکار کے لئے) چھوڑا اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا تو وہ جو چیز تمہارے لئے شکار کر کے لائے تو تم اسے کھالو اگرچہ وہ (شکار کو) مار بھی ڈالے مگر یہ کہ اگر وہ کتا اسے کھالے تو اگر کتے نے اسے کھالیا تو مت کھاؤ اسلئے کہ مجھے ڈر ہے کہ وہ شکار اس کتے نے اپنے لئے کیا ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (١٧٣) صحيح البخاري - البيوع (١٩٤٩) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٥٨) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٦٢) صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٢٩) جامع الترمذي - الصيد (١٤٦٥) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٦٣) سنن أبي داود - الصيد (٢٨٤٨) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٠٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٥٦) سنن الدارمي - الصيد (٢٠٠٢)

شرح الحديث: **صحیح مسلم کی حدیث کے ایک جملہ کی تشریح:** عدی بن حاتمؓ کی یہ حدیث جس کو ان سے روایت کرنے والے عامر شعبی ہیں متعدد طرق سے صحیح مسلم اور نسائی میں بھی ہے ان روایات میں سے صحیح مسلم اور نسائی میں ایک روایت میں اس طرح ہے: حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ، وَكَانَ لَنَا جَارًا وَدَخِيلًا وَرَبِيطًا بِالنَّهْرَيْنِ، أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الحديث، اس میں جار اور دخیل کے معنی تو ظاہر ہیں جار پڑوسی اور دخیل وہ شخص جو کسی سے خصوصی تعلق رکھتا ہو اور اس کے امور میں اس کا معاون اور مشیر ہو، لیکن ربیط کے بارے میں امام نوویؒ نے تو یہ لکھا ہے: والربيط هنا بمعنى المرابط وهو الملازم والرباط الملازمة قالوا والمراد هنا ربط نفسه على العبادة وعن الدنيا اه [2]، اور قاضی عیاضؒ نے اپنی شرح میں ربیط کے صرف پہلے معنی لکھ کر اسی پر اکتفاء کیا ہے چنانچہ اس میں ہے: والربيط هنا: المرابط الملازم

---

[1] تهذيب التهذيب — ج ٧ ص ١٦٦

[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٣ ص ٧٧

من الرباط اھ[1]، بظاہر امام نوویؒ نے بھی اسی معنی کو اختیار کیا ہے چنانچہ انہوں نے پہلے اس معنی کو لکھ کر دوسرے معنی جو لکھے ہیں، وہ "قالوا" کے ساتھ لکھے ہیں یعنی بعض شراح کی رائے یہ ہے، مرابط کہتے ہیں سرحد پر پہرہ دینے والے کو جیسا کہ کتب احادیث میں آتا ہے اور مشہور ہے، اور دوسرے معنی جو نوویؒ نے لکھے ہیں اس کا حاصل: یعنی وہ شخص جو زاہد اور منقطع عن الدنیا ہو اور ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا ہو لیکن اس معنی کا دخیل کے ساتھ جوڑ نہیں بیٹھتا" اور اس ربیطا بالنہرین" کا تعلق واللہ اعلم بظاہر سمعت سے ہے یعنی شعبی کہہ رہے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عدی بن حاتم سے جو ہمارے پڑوسی اور دخیل تھے اس وقت میں سنی جب کہ وہ بمقام نہرین میں مرابط تھے[2]، یعنی پہرہ دے رہے تھے اور ہو سکتا ہے مطلق ان کی صفت بیان کرنا مقصود ہو ، جار اور دخیل کی طرح، اور نہرین ظاہر یہی ہے کہ یہ کسی جگہ کا نام ہے جس کی تصریح تو کہیں اب تک ملی نہیں البتہ "معجم البلدان" میں "نہران" کا نام ملا ہے جسکے بارے میں وہ لکھتے ہیں: من قرى اليمن من ناحية ذمار اھ[3]، ہو سکتا ہے روایت میں "نہرین" سے یہی مراد ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

٢٨٤٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَوَجَدْتَهُ مِنَ الْغَدِ، وَلَمْ تَجِدْهُ فِي مَاءٍ وَلَا فِيهِ أَثَرٌ غَيْرُ سَهْمِكَ فَكُلْ، وَإِذَا اخْتَلَطَ بِكِلَابِكَ كَلْبٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ لَا تَدْرِي لَعَلَّهُ قَتَلَهُ الَّذِي لَيْسَ مِنْهَا».

ترجمہ عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے اپنے تیر سے شکار کیا اور اللہ کا نام لے لیا پھر وہ شکار تم کو دوسرے دن ملا اور نہ تو تم نے اس کو پانی میں پایا اور نہ ہی اس پر تمہارے تیر کے سوا کوئی نشان ہو تو اسے کھالو اور جب ایسا ہو کہ تمہارے (ان سکھلائے ہوئے) کتوں کے ساتھ دوسرے غیر سدھائے ہوئے کتے نے مل کر شکار کیا تو اسے نہ کھاؤ اسلئے کہ تم نہیں جانتے کہ اس شکار کو غیر سکھلائے ہوئے کتے نے مار ڈالا ہو۔

تخریج صحيح البخاري - الوضوء (١٧٣) صحيح البخاري - البيوع (١٩٤٩) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٥٨) صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٢٩) جامع الترمذي - الصيد (١٤٦٥) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٦٣) سنن أبي داود - الصيد (٢٨٤٩) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٠٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٥٦) سنن الدارمي - الصيد (٢٠٠٢)

شرح الحدیث **شکار تیر لگنے کے بعد اگر غائب ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟** یعنی اگر کوئی شخص شکار پر تیر چلائے اور وہ اس کو لگ بھی جائے، لیکن اس وقت وہ شکار نظروں سے غائب ہو جائے، پھر اگلے روز وہ کسی جگہ پڑا ہوا ملے

[1] إكمال المعلم شرح صحيح مسلم - ج٦ ص ٣٦٤

[2] جیسا کہ ابوداؤد کی اس روایت میں ہے: عَنْ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، يَذْكُرُ ذَلِكَ وَهُوَ مَعَهُ مُرَابِطٌ بِحِصْنِ بَابِ أَلْيُونَ۔ یہاں پر بھی یہی ہے کہ ابو سالم جیشانی نے یہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص سے اس وقت سنی جب کہ وہ ان کے ساتھ حصن باب الیون میں پہرہ دے رہے تھے۔ (سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب ما ينهى عنه أن يستنجى به ٣٧)

[3] معجم البلدان - ج٥ ص ٣١٥

بشرطیکہ پانی میں نہ ہو، اور دوسری شرط یہ کہ اس میں تیرے تیر کے علاوہ کسی دوسرے کے تیر کا اثر نہ ہو تو اس کو کھاسکتا ہے۔
اس حدیث میں دو شرطیں مذکور ہیں: ① ایک یہ کہ وہ شکار پانی میں نہ گرے، یہ وقوع فی الماء کب مضر ہے؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے، حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک بہر صورت مضر ہے خواہ جراحت جو شکار کو پہنچی ہے موجب ہلاکت ہو یا نہ ہو بشرطیکہ وہ پانی اتنی مقدار میں ہو جو شکار کیلئے قاتل ہو، امام احمدؒ کی مشہور روایت یہی ہے، اور دوسری روایت امام احمد سے یہ ہے کہ اگر جراحت موجب ہلاکت ہو تو پھر وقوع فی الماء مضر نہیں یہی قول ہے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا (اوجز [1]) اور ② دوسری شرط جو اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس میں تمہارے تیر کے علاوہ دوسرے کے تیر کا اثر نہ ہو، یہ شرط متفق علیہ بین الأئمة الأربعة ہے کما یظهر من کلام الشراح وکتب الفروع، شکار کی غیبت والے مسئلہ میں ایک یہ بھی اختلاف ہو رہا ہے کہ کتنی غیبت مغتفر ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے: بَابِ الصَّيْدِ إِذَا غَابَ عَنْهُ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، اسمیں امام مالکؒ کا مسلک جیسا کہ مؤطا اور مدونہ میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب شکاری سے اس کا شکار غائب ہو جائے مجروح ہونے کے بعد، اسکے بعد پھر وہ ملے اور اس میں اس شکاری کے کتے یا تیر کا اثر موجود ہو تو اسکو کھاسکتا ہے مالم یبت یعنی جب تک رات نہ گزرے اور اگر رات گزر گئی تو اب اسکو کھانا جائز نہیں۔ اور دوسری روایت ان سے یہ ہے کہ اگر وہ شکار تیر کا ہے تو کھایا جاسکتا ہے اور اگر کلب کا کیا ہوا شکار ہے تو کھانا جائز نہیں اھ۔ اور امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ جب شکار زخمی ہونے کے بعد غائب ہو جائے پھر اس کے بعد وہ ملے مرا ہوا بشرطیکہ اس میں اس کے تیر کے علاوہ کوئی اور اثر نہ ہو تو وہ حلال ہے امام شافعیؒ کے ایک قول میں، اور امام مالکؒ کے نزدیک بھی، اور امام شافعیؒ کا قول ثانی یہ ہے کہ حرام ہے وهو الأصح عند اصحابنا، اور تیسرا قول یہ ہے کہ کلب کے شکار میں ناجائز ہے اور تیر کے شکار میں جائز ہے پھر وہ فرماتے ہیں کہ پہلا قول یعنی مطلقاً حِلّ اقوی اور اقرب الی الاحادیث الصحیحہ ہے، اور امام احمد کا قول مشہور شکار کے غائب ہونے کی صورت میں حلت ہی ہے اور دوسری روایت ان سے یہ ہے: ان غاب نهاراً فلا بأس به وان غاب ليلا لم يأكله، اور تیسری روایت ان سے یہ ہے: ان غاب مدة طويلة لم يبح وان كانت يسيرة ابيح، قيل له ان غاب يوماً؟ قال يوم كثير، نیز موفق کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبت صید کے مسئلہ میں امام احمدؒ کے یہاں اقتفاء اور طلب شرط نہیں، اور مالکیہ کے یہاں اس میں دونوں روایتیں معلوم ہوتی ہیں، ففي الأوجز نقلاً عن الباجي: قال القاضي أبو الحسن: إذا كان يجد في الطلب حتى وجده على هذه الحالة، فإنه يجوز أكله، وإن تشاغل عنه ثم وجده ميتاً فإنه لا يجوز أكله، وفيه بعد اسطر: وحكى القاضي أبو محمد عن مالك في الصيد بالكلب أنه يؤكل وإن بات عنه سواء كان صاحبه يطلبه أو لا يطلبه اھ (أوجز [2] وتراجم البخاري) اور حنفیہ وشافعیہ کے یہاں بھی اقتفاء شرط ہے کما قال الحافظ فی

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ١٠ ص ٦٦ ـ ٦٧

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ١٠ ص ٧٠

الفتح وكذا في فروع الحنفية، یہ اقتفاء اور طلب گویا تیسری شرط ہوئی جس کا ذکر آئندہ حدیث (برقم ۲۸۵۳) میں آرہا ہے:
أَحَدُنَا يَرْمِي الصَّيْدَ فَيَقْتَفِي أَثَرَهُ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ الخ یعنی شکار کے غائب ہونے کے بعد اسکے حلال ہونے کیلئے اس کا اقتفاء بھی ضروری ہے، یعنی شکاری اس شکار کی تلاش اور طلب میں لگا رہے اس سے فارغ ہو کر نہ بیٹھے، اور یہ اقتفاء اور طلب کی شرط حنفیہ وشافعیہ دونوں کے نزدیک ہے حنابلہ کے نزدیک نہیں۔ وعن المالكية روايتان كما تقدم قريباً۔

۲۸۵۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، أَخْبَرَنِي عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا وَقَعَتْ رَمِيَّتُكَ فِي مَاءٍ فَغَرِقَ فَمَاتَ فَلَا تَأْكُلْ».

ترجمہ: عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارا تیر زدہ شکار پانی میں ڈوب کر مر جائے تو اسے نہ کھاؤ۔

تخریج: صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (۱۹۲۹) جامع الترمذي - الصيد (۱٤٦٩) سنن أبي داود - الصيد (۲۸۵۰)

۲۸۵۱- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا عَلَّمْتَ مِنْ كَلْبٍ أَوْ بَازٍ، ثُمَّ أَرْسَلْتَهُ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكَ عَلَيْكَ». قُلْتُ: وَإِنْ قَتَلَ؟ قَالَ: «إِذَا قَتَلَهُ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَيْكَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «الْبَازُ إِذَا أَكَلَ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَالْكَلْبُ إِذَا أَكَلَ كُرِهَ، وَإِنْ شَرِبَ الدَّمَ فَلَا بَأْسَ بِهِ».

ترجمہ: عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جس کتے یا باز کو شکار سکھلایا پھر اس کو چھوڑا اور اللہ کا نام لیا تو جو وہ تمہارے لئے شکار کرلے اسے کھالو۔ میں نے عرض کیا: اگر وہ اسے مار ڈالے تو؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اس نے شکار کو مار ڈالا اور اس میں سے کھایا کچھ نہ ہو تو اس نے وہ تمہارے لئے ہی شکار کیا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (۱۷۳) صحيح البخاري - الذبائح والصيد صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٦٢) صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (۱۹۲۹) جامع الترمذي - الصيد (۱٤٦٥) جامع الترمذي - الصيد (۱٤٧٠) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٦٣) سنن أبي داود - الصيد (۲۸۵۱) سنن ابن ماجه - الصيد (۳۲۰۸) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/۲٥٦) سنن الدارمي - الصيد (۲۰۰۲)

۲۸۵۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَيْدِ الْكَلْبِ: «إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ، وَكُلْ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ يَدَاكَ».

ترجمہ: ابو ثعلبہ الخشنی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کتے کے شکار کے متعلق فرمایا کہ جب تم نے اپنے کتے کو چھوڑا اور اللہ کا نام بھی لے لیا تو اسے کھالو اگرچہ وہ اس میں سے کچھ کھالے اسی طرح اس جانور کو بھی کھالو جو تم نے اپنے ہاتھ سے شکار کیا ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٦١) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٧٠) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٧٧) صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٣٠) جامع الترمذي - الصيد (١٤٦٤) جامع الترمذي - الأطعمة (١٧٩٧) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٦٦) سنن أبي داود - الصيد (٢٨٥٢) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٠٧).

شرح الحدیث: اب تک سلسلہ عدی بن حاتمؓ کی روایات کا چل رہا تھا اور یہ روایت أبو ثعلبة الخشنیؓ کی ہے جو مالکیہ کی دلیل ہے تعلیم کلب کے مسئلہ میں، کما تقدم فی أول الکتاب، اور جمہور کا استدلال عدی بن حاتمؓ کی حدیث سے ہے جو اس سے زیادہ صحیح ہے لانه فی الصحیحین۔

وَكُلْ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ يَدَاكَ: اور کھالے تو جو لوٹائے تجھ پر تیرا ہاتھ، اس سے مراد تیر کا شکار ہے جس کو آدمی اپنے ہاتھ سے چلاتا ہے۔

٢٨٥٣ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ خُلَيْفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا دَاوُدُ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَحَدُنَا يَرْمِي الصَّيْدَ فَيَقْتَفِي أَثَرَهُ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ، ثُمَّ يَجِدُهُ مَيِّتًا وَفِيهِ سَهْمُهُ أَيَأْكُلُ؟ قَالَ: «نَعَمْ إِنْ شَاءَ» أَوْ قَالَ: «يَأْكُلُ إِنْ شَاءَ».

ترجمہ: عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی تیر سے شکار کو مارتا ہے پھر اس کو دو دو تین تین دن تلاش کرتا رہتا ہے اسکے بعد اسے مردہ پالیتا ہے اس حال میں کہ اس پر اس کے تیر کا نشان ہوتا ہے تو کیا وہ اس کو کھا سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں اگر وہ چاہے یا فرمایا کہ اگر چاہے تو کھالے۔

تخریج: صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٦٧) جامع الترمذي - الصيد (١٤٦٩) سنن أبي داود - الصيد (٢٨٥٣) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢١٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٧٧/٤)

شرح الحدیث: أَحَدُنَا يَرْمِي الصَّيْدَ فَيَقْتَفِي أَثَرَهُ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ: اقتفاء کے مسئلہ میں اختلاف اوپر گزر چکا، والحدیث أخرجه البخاري معلقا۔

٢٨٥٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: قَالَ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ؟ فَقَالَ: «إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّهُ وَقِيذٌ». قُلْتُ: أُرْسِلُ كَلْبِي؟ قَالَ: «إِذَا سَمَّيْتَ فَكُلْ وَإِلَّا فَلَا تَأْكُلْ، وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ لِنَفْسِهِ». فَقَالَ: أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ عَلَيْهِ كَلْبًا آخَرَ؟ فَقَالَ: «لَا تَأْكُلْ لِأَنَّكَ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ».

ترجمہ: عدی بن حاتم سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دھاری دار عصا کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب وہ اپنی دھار سے شکار کو لگے تو کھالو اور جب اپنی چوڑائی سے لگے تو نہ کھاؤ اسلئے کہ وہ چوٹ زدہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں اپنے کتے کو چھوڑتا ہوں شکار کرنے کیلئے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ جب تم نے بسم اللہ پڑھی ہو تو اسے کھالو اور اگر نہ پڑھی ہو تو نہ کھانا اور اگر اس نے شکار میں سے کھایا ہو تو بھی مت کھانا اسلئے کہ اسنے تو اپنے ہی لئے شکار کیا ہے۔ پھر عدی بن حاتم نے عرض کیا کہ میں کبھی اپنے کتے کو چھوڑتا ہوں پھر اس شکار پر دوسرے کتے کو بھی حملہ کرتے دیکھتا ہوں تو کیا کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسکو نہ کھاؤ اسلئے کہ تم نے تو اپنے ہی کتے پر بسم اللہ پڑھی تھی۔

تخریج صحیح البخاري - الوضوء (١٧٣) صحیح البخاري - البیوع (١٩٤٩) صحیح البخاري - الذبائح والصید (٥١٥٨) صحیح البخاري - التوحید (٦٩٦٢) صحیح مسلم - الصید والذبائح وما یؤکل من الحیوان (١٩٢٩) جامع الترمذي - الصید (١٤٦٥) سنن النسائي - الصید والذبائح (٤٢٦٣) سنن أبي داود - الصید (٢٨٥٤) سنن ابن ماجه - الصید (٣٢٠٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٥٦/٤) سنن الدارمي - الصید (٢٠٠٢)

٢٨٥٥ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَبِيعَةَ بْنَ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيَّ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ عَائِذُ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ، يَقُولُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصِيدُ بِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ؟ قَالَ: «مَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَاذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ وَكُلْ، وَمَا أَصَدْتَ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْ».

ترجمہ ابو ثعلبہ الخشنی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے سکھلائے ہوئے کتے سے شکار کرتا ہوں اور بغیر سکھلائے ہوئے کتے سے بھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو تم نے سکھلائے ہوئے کتے سے شکار کیا پھر اس پر اللہ کا نام بھی لیا تو اسے کھالو اور جو تم نے غیر سکھلائے ہوئے کتے سے شکار کیا تو پھر اس شکار کو تم نے زندہ پالیا تو (اسے ذبح کرکے) کھالو۔

تخریج صحیح البخاري - الذبائح والصید (٥١٦١) صحیح البخاري - الذبائح والصید (٥١٧٠) صحیح البخاري - الذبائح والصید (٥١٧٧) صحیح مسلم - الصید والذبائح وما یؤکل من الحیوان (١٩٣٠) جامع الترمذي - الصید (١٤٦٤) جامع الترمذي - الأطعمة (١٧٩٧) سنن النسائي - الصید والذبائح (٤٢٦٦) سنن أبي داود - الصید (٢٨٥٥) سنن ابن ماجه - الصید (٣٢٠٧)

شرح الحدیث وَمَا أَصَدْتَ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْ: یعنی کلب معلم کا شکار تو جائز ہے اور جو شکار کلب غیر معلم کے ذریعہ کیا جائے تو اس میں دو صورتیں ہیں اگر اس کو اس کتے نے مار ڈالا تب تو وہ حرام ہے اور اگر مارا نہیں حتی کہ شکاری نے اس کو پکڑ کر ذبح کرلیا ہو تب وہ جائز ہے۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي قاله المنذري، وقال الشيخ محمد عوامه: عزاه المزي إلى الجماعة، وهو عند ابن ماجه بزيادة، وأما الترمذي فرواه بمثل اسناد المصنف اهـ.

اس کے بعد والی روایت میں آرہا ہے: فَكُلْ ذَكِيًّا وَغَيْرَ ذَكِيٍّ، یعنی مذبوح اور غیر مذبوح، دونوں صورتوں میں جائز ہے جو شکار تیر یا کلب معلم کے ذریعہ سے مرجائے اور اس کو ذبح کی نوبت نہ آئے وہ تو ہوا غیر ذکی، اور جو تیر وغیرہ کے ذریعہ سے مرا نہ ہو بلکہ وہ

زندہ ہی ہے یہاں تک کہ شکاری اس کے پاس پہنچ گیا تو پھر اس کو ذبح کرنا ضروری ہے یہی مراد ہے ذکی سے۔

۲۸۵۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ سَيْفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا ثَعْلَبَةَ كُلْ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ قَوْسُكَ وَكَلْبُكَ» زَادَ عَنِ ابْنِ حَرْبٍ: «الْمُعَلَّمُ وَيَدُكَ فَكُلْ ذَكِيًّا وَغَيْرَ ذَكِيٍّ».

ترجمہ: ابو ثعلبہ الخشنی فرماتے ہیں کہ مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ثعلبہ! جو تم کو اپنے تیر کے شکار سے یا اپنے کتے کے شکار سے ملے تو اسے کھالو۔ ابن حرب نے سکھلائے ہوئے اور اپنے ہاتھ سے شکار کئے ہوئے کا اضافہ کیا کہ پھر اسکو تم ذبح کر سکو یا نہ کر سکو (بلکہ ذبح سے پہلے مر جائے) تو بھی اسے کھالو۔

تخریج: صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٦١) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٧٠) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٧٧) جامع الترمذي - الصيد (١٤٦٤) جامع الترمذي - الأطعمة (١٧٩٧) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٢٦٦) سنن أبي داود - الصيد (٢٨٥٦) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٠٧)

۲۸۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ الضَّرِيرُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا يُقَالُ لَهُ أَبُو ثَعْلَبَةَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي كِلَابًا مُكَلَّبَةً فَأَفْتِنِي فِي صَيْدِهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ كَانَ لَكَ كِلَابٌ مُكَلَّبَةٌ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ». قَالَ: ذَكِيًّا أَوْ غَيْرَ ذَكِيٍّ؟ قَالَ: «نَعَمْ». قَالَ: فَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ؟ قَالَ: «وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ». فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَفْتِنِي فِي قَوْسِي؟ قَالَ: «كُلْ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ قَوْسُكَ». قَالَ: ذَكِيًّا أَوْ غَيْرَ ذَكِيٍّ؟ قَالَ: وَإِنْ تَغَيَّبَ عَنِّي؟ قَالَ: «وَإِنْ تَغَيَّبَ عَنْكَ مَا لَمْ يَصِلَّ أَوْ تَجِدْ فِيهِ أَثَرًا غَيْرَ سَهْمِكَ». قَالَ: أَفْتِنِي فِي آنِيَةِ الْمَجُوسِ إِنِ اضْطُرِرْنَا إِلَيْهَا. قَالَ: «اغْسِلْهَا وَكُلْ فِيهَا».

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی جن کو ابو ثعلبہ کہا جاتا تھا انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! میرے پاس شکاری کتے ہیں تو آپ مجھے ان کے شکار کے بارے میں حکم بیان فرمادیجئے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارے پاس شکاری (یعنی سدھائے ہوئے) کتے ہوں تو جو وہ تمہارے لئے شکار کر کے لائیں وہ کھالو۔ انہوں نے عرض کیا: ذبح کر سکوں یا نہ کر سکوں (دونوں صورتوں میں کھالوں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ذبح کر سکو یا نہ کر سکو۔ انہوں نے عرض کیا: پھر اگر وہ اسمیں سے کھالے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ وہ اس میں سے کھالے۔ عرض کیا: یارسول اللہ! میرے کمان (سے شکار) کے بارے میں حکم بیان فرمادیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو تمہارے تیر کمان سے شکار حاصل ہو وہ بھی کھالو خواہ ذبح کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ انہوں نے پوچھا خواہ وہ تیر لگنے کے بعد وہ شکار نظروں سے اوجھل ہو گیا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اگرچہ نظروں سے اوجھل ہو گیا ہو جسوقت تک نہ تو وہ سڑا ہو یا اس پر کوئی نشان تمہارے تیر کے سوا نہ ہو۔ عرض کیا: مجھے مجوسیوں کے برتنوں کے متعلق حکم

بیان فرمادیجئے جب کہ ہم ان کو استعمال کرنے پر مجبور ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو دھو کر اس میں کھالو۔

تخریج: جامع الترمذي - الصيد (١٤٦٤) سنن أبي داود - الصيد (٢٨٥٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨٤/٢)

شرح الحدیث اور حم منتن کا حکم وَإِنْ تَغَيَّبَ عَنْكَ مَا لَمْ يَصِلَّ أَوْ تَجِدْ فِيهِ أَثَرًا غَيْرَ سَهْمِكَ: یعنی شکار کے غائب ہو جانے کی صورت میں اس کو اس وقت کھانا جائز ہے جب اس میں دو شرطیں پائی جائیں: ① ایک یہ کہ وہ جانور سڑا نہ ہو ② اور دوسرے یہ کہ اس میں تیرے تیر کے علاوہ دوسرے تیر کا اثر نہ ہو۔

مالم یصل: فتح یاء اور کسر صاد کے ساتھ اور تشدید لام کہا جاتا ہے صَلَّ اللحم صلولاً اذا انتن، یعنی جب اس گوشت میں سے بدبو آنے لگے، اور مسلم کی حدیث میں مَا لَمْ يُنْتِنْ [1] ہے، حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک یہ قید برائے استحباب ہے، انکے نزدیک لحم منتن کا کھانا مکروہ تنزیہی ہے اور مالکیہ کے نزدیک حرام ہے، شافعیہ کا استدلال حدیث العنبر سے ہے جس کو صحابہ کرام نے نصف ماہ سے زائد تک کھایا تھا، اور اتنی مدت تک گوشت میں رائحہ کریہہ پیدا نہ ہو یہ بہت مشکل ہے، لیکن حافظ فرماتے ہیں: يحتمل أنهم ملحوه وقددوه، کہ ممکن ہے صحابہ نے اس کے ٹکڑے کر کے ان کو نمک مل دیا ہو (ھامش البذل [2]) وفي الشمائل للترمذي في باب تواضع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من حديث أنس بن مالك رضي الله تعالى عنهما كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْعَى إِلَى خُبْزِ الشَّعِيرِ وَالإِهَالَةِ السَّنِخَةِ [3]، وكذا أخرجه البخاري في البيوع والرهن، ولفظه في البيوع في باب شراء النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم بالنسيئة عن أنس رضي الله تعالى عنه أَنَّهُ مَشَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ [4]، اس حدیث میں حضور ﷺ کے پرانی بودار چکنائی کھانے کا ذکر ہے، حدیث الباب ابو ثعلبہ کی یہ حدیث آئندہ بھی آرہی ہے وہاں بذل میں لکھا ہے: قال القاري: قال علماؤنا: وهذا على طريق الاستحباب وإلا فالنتن لا أثر له في الحرمة. قال ابن الملك: وقد روي أنه عليه السلام أكل متغير الريح إلى آخره [5].

اوانی مشرکین کا استعمال کب جائز ہے؟ قَالَ: أَفْتِنِي فِي آنِيَةِ الْمَجُوسِ إِنِ اضْطُرِرْنَا إِلَيْهَا. قَالَ: «اغْسِلْهَا وَكُلْ فِيهَا»: آپ ﷺ سے مجوس کے ظروف کے استعمال کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا مجبوری کے وقت ان کو استعمال کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعد الغسل ان کو استعمال کر سکتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اوانی مشرکین کا استعمال بعد الغسل

---

[1] بلکہ خود ابوداؤد میں کتاب الصید کی بالکل آخری حدیث میں بھی اسی طرح ہے مَا لَمْ يُنْتِنْ۔

[2] واللحم لا يبقى غالبا بلا نتن في هذه المدة لا سيما في الحجاز مع شدة الحر لكن يحتمل أن يكونوا ملحوه وقددوه (فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر - ج ٩ ص ٦١٩، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٢ ص ١٠٧)

[3] الشمائل المحمدية للترمذي رقم الحديث ٣٣٤ - ص ١٥٠.

[4] صحيح البخاري - كتاب البيوع - باب شراء النبي صلى الله عليه وسلم بالنسيئة ١٩٦٣

[5] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٨ ص ٨

عند الاضطرار جائز ہے، اور یہ بھی کہ بغیر مجبوری کے بعد الغسل بھی ان کا استعمال مکروہ ہے، حالانکہ فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اوانی مشرکین کا استعمال بعد الغسل مطلقاً بلا کراہت جائز ہے، جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں حدیث میں اوانی مجوس سے وہ اوانی مراد ہیں جس میں وہ لحم خنزیر کا طبخ کرتے ہوں یا جن کو شرب خمر میں استعمال کرتے ہوں جیسا کہ اسکی تصریح ابوداؤد کی بعض روایات میں ہے، اور فقہاء کا کلام مطلق اوانی سے متعلق ہے یعنی ان اوانی سے جن کو وہ نجاسات میں استعمال نہیں کرتے (بذل [1])، اس سلسلہ میں روایات ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ میں دونوں طرح کی ہیں، بعض مطلق ہیں جیسا کہ حدیث الباب اور بعض مقید ہیں جیسا کہ حضرت نے بذل میں تحریر فرمایا، حضرت کی مراد یہ ہے کہ روایات مطلقہ میں اختصار ہے وہ بھی مقیدہ پر ہی محمول ہیں۔

٣- بَابٌ فِي صَيْدٍ قُطِعَ مِنْهُ قِطْعَةٌ

باب ہے جب شکار کے جسم سے کوئی ٹکڑا کاٹ لیا جائے تو اس کا حکم

٢٨٥٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي وَاقِدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ».

ترجمہ ابوواقد سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جانور کے جسم کا جو ٹکڑا کاٹ لیا گیا اسکے زندہ ہونے کی حالت میں تو وہ مردار ہے (اسکا کھانا حرام ہے)۔

تخریج سنن أبي داود - الصيد (٢٨٥٨) سنن الدارمي - الصيد (٢٠١٨)

شرح الحديث مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ: یعنی زندہ ماکول جانور کا کوئی عضو کاٹ لیا جائے تو وہ حرام ہے حکم میں میتہ کے ہے، یہ روایت ترمذی میں بھی ہے، ابوداؤد کی روایت سے اطول اس میں یہ ہے کہ جب آپ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ اونٹ کا کوہان اسی طرح مینڈھے کی چکیاں (الیات الغنم) کاٹ لیتے ہیں تو اس پر آپ ﷺ نے وہ فرمایا جو یہاں حدیث میں مذکور ہے۔

فائدہ: فقہاء نے نافجۃ المسك کے بارے میں تصریح فرمائی ہے کہ وہ بھی طاہر ہے مشک کی طرح اور ماکول ہے اس کا کھانا حلال ہے لہٰذا مسئلۃ الباب سے اس کا استثناء کیا جائے گا [2] ۔ والحديث أخرجه الترمذي أتم منه، وأخرجه ابن ماجه من حديث عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قاله المنذري۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٣ ص ١٠٨

[2] قال في نور الإيضاح في بيان الدباغة: ونافجة المسك طاهرة كالمسك وأكله حلال اهـ. (نور الإيضاح – ص ٦٤)

٤ - بَابٌ فِي اتِّبَاعِ الصَّيْدِ

شکار کے شغل میں منہمک ہونے کی مذمت

٢٨٥٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقَالَ مَرَّةً سُفْيَانُ: وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: «مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا، وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ، وَمَنْ أَتَى السُّلْطَانَ افْتُتِنَ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے نبی کریم ﷺ کی یہ روایت مروی ہے اور سفیان نے ایک مرتبہ یہ فرمایا کہ میں اس حدیث کو نبی کریم ﷺ سے مروی جانتا ہوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو جنگل میں رہائش اختیار کرتا ہے اسکا دل سخت ہو جاتا ہے اور جو شکار کے پیچھے چلتا ہے وہ غفلت میں پڑ جاتا ہے اور جو کوئی بادشاہ کے پاس جاتا ہے وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے۔

تخریج قال الأرنووط: أخرجه الترمذي (2406)، والنسائي (4309) من طريق سفيان الثوري، بهذا الإسناد. وفي الباب عن أبي هريرة، سيأتي بعده.

٢٨٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَكَمِ النَّخَعِيُّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ شَيْخٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى مُسَدَّدٍ، قَالَ: «وَمَنْ لَزِمَ السُّلْطَانَ افْتُتِنَ» زَادَ: «وَمَا ازْدَادَ عَبْدٌ مِنَ السُّلْطَانِ دُنُوًّا إِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللهِ بُعْدًا».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے نبی کریم ﷺ کی یہ روایت مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے بادشاہ کی صحبت اختیار کی وہ فتنے کا شکار ہوا اور مزید کہا: جو شخص بادشاہ کے جس قدر قرب ہوگا اللہ تعالیٰ سے اسی قدر دور ہو جاتا ہے۔

تخریج جامع الترمذي - الفتن (٢٢٥٦) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٠٩) سنن أبي داود - الصيد (٢٨٥٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٥٧/١).

شرح الأحاديث مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا، وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ إلخ: یعنی جنگل میں رہنے والا سخت مزاج ہو جاتا ہے لوگوں کے ساتھ رہن سہن کی کمی کی وجہ سے اس لیے کہ جو لوگوں سے خلا ملا رکھتا ہے تو وہ دوسروں کی اذیتیں اور مشاق برداشت کرنے کا عادی ہو جاتا ہے نیز اس لیے بھی کہ ایسے لوگ حکومت اور اس کی دارو گیر سے دور رہتے ہیں۔

اور جو شکار کے درپے ہوتا ہے، مراد توغل ہے کہ اسی کو اپنا مشغلہ بنالے تو اس کی زندگی غفلت میں گذرتی ہے نماز اذان کی کچھ خبر نہیں رہتی۔

اور جو امراء و سلاطین کے پاس جاتا ہے وہ دین و دنیا دونوں کے اعتبار سے فتنہ میں مبتلا ہوتا ہے (بذل [1])۔ والحديث أخرجه

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٣ ص ١١١

الترمذي والنسائي مرفوعا قاله المنذري۔

٢٨٦١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا رَمَيْتَ الصَّيْدَ فَأَدْرَكْتَهُ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ وَسَهْمُكَ فِيهِ فَكُلْهُ مَا لَمْ يُنْتِنْ».

ترجمہ: ابو ثعلبہ الخشنی نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم نے شکار کو تیر پھینکا پھر وہ شکار تم کو تین دن گزرنے پر ملا اور تمہارا تیر اس کے جسم میں پیوست بھی ہو تو تم اس کو کھا سکتے ہو جب تک کہ وہ شکار کہ بدبودار نہ ہو۔

تخریج: صحيح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (١٩٣١) سنن النسائي - الصيد والذبائح (٤٣٠٣) سنن أبي داود - الصيد (٢٨٦١).

شرح الحدیث: یہ حدیث مصری نسخوں میں نہیں ہے اور ہونی بھی نہ چاہیے، مضمون کے لحاظ سے یہ حدیث مکرر ہے، پہلی جگہ اس میں مَا لَمْ يُنْتِنْ کے بجائے مالم يصِلّ کا لفظ آیا تھا۔

آخر كِتَابُ الصَّيْدِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الوَصَايَا

وصیت کے متعلق ذخیرۂ احادیث

وصایا جمع ہے وصیۃ کی جیسے هدایا وهدیه، وصیۃ کا استعمال معنی مصدری یعنی إیصاء اور مایوصی به، یعنی جس چیز کی وصیت کی جائے دونوں میں ہوتا ہے۔ وصیۃ کی تعریف شرعاً یہ کی گئی ہے: هو عهد خاص مضاف إلی ما بعد الموت، یعنی وہ معاملہ جس کا تعلق ما بعد الموت سے ہو، اور وصیت کا استعمال بمعنی نصیحت یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر بھی ہوتا ہے۔ (من البذل[1])

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الْوَصِيَّةِ

وصیت کرنے کی تاکید کا بیان

ہمارے اس نسخہ میں "یأمر" بصیغہ معروف ہے اور بعض میں "یؤمر" ہے وهو الاوضح اس لئے کہ معروف کی صورت میں اس کے لئے فاعل مقدر ماننا پڑے گا مثلا الشرع یا الإسلام۔

٢٨٦٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان شخص کے شایانِ شان نہیں کہ اس کی کوئی شے اس قسم کی ہو جو کہ وصیت کی صلاحیت رکھتی ہو اور وہ دو راتیں اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس تحریری طور پر موجود نہ ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - الوصايا (٢٥٨٧) صحيح مسلم - الوصية (١٦٢٧) جامع الترمذي - الجنائز (٩٧٤) جامع الترمذي - الوصايا (٢١١٨) سنن النسائي - الوصايا (٣٦١٥) سنن النسائي - الوصايا (٣٦١٦) سنن النسائي - الوصايا (٣٦١٨) سنن النسائي - الوصايا (٣٦١٩) سنن أبي داود - الوصايا (٢٨٦٢) سنن ابن ماجه - الوصايا (٢٦٩٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠/٢) موطأ مالك - الأقضية (١٤٩٢) سنن الدارمي - الوصايا (٣١٧٥)

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٣ ص ١١٣

شرح الحديث وحكم الوصية يُوصِي فِيهِ ترکیب میں شَيْءٌ کی صفت ہے، اور يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ، حَقُّ کی خبر ہے، یعنی جس مسلمان کے پاس کوئی ایسی شی ہو جو قابل وصیت ہو تو اس کیلئے لائق نہیں یہ بات کہ دوراتیں گذارے مگر اس حال میں کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہو، اور ایک روایت میں لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ ہے اور مسلم اور نسائی کی روایت میں يَبِيتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ ہے، وهذا يدل على أنه للتقريب لا للتحديد، اى ولو زمانا قليلا۔ (بذل [1])

وصیت ظاہریہ اور بعض علماء زہریؒ وعطاءؒ وابن جریرؒ اور امام شافعیؒ کے قول قدیم میں مطلقاً أي في كل حال واجب ہے اور عند الجمہور جس شخص کے ذمہ دیون یا حقوق العباد ہوں اس پر وصیت واجب ہے لیکن اس کا مکتوب ہونا اور اس میں تعجیل کرنا یہ مستحب ہے، علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ وصیت کی چار قسمیں ہیں: ① واجبة كالوصية برد الودائع والديون المجهولة، ② ومستحبة كالوصية بالكفارات وفدية الصلاة والصيام ونحوها، ③ ومباحة كالوصية للأغنياء من الأجانب والأقارب، ④ ومكروهة كالوصية لأهل الفسوق والمعاصي اهـ [2]، وفي الهداية: القياس يأبى جواز الوصية لأنه تمليك مضاف إلى حال زوال مالكيته إلا أنا استحسناه لحاجة الناس إليها [3]، إلى آخره اهـ [4] من التراجم - والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

٢٨٦٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا بَعِيرًا وَلَا شَاةً وَلَا أَوْصَى بِشَيْءٍ».

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے درہم، دینار، اونٹ، بکری، وغیرہ غرض مال وغیرہ کچھ بھی نہیں چھوڑا اور نہ ہی آپ ﷺ نے کسی شے کی وصیت کی۔

تخریج صحيح مسلم - الوصية (١٦٣٥) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٢١) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٢٢) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٢٣) سنن أبي داود - الوصايا (٢٨٦٣) سنن ابن ماجه - الوصايا (٢٦٩٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٣٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٨٥/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٨٧/٦)

شرح الحديث اور آپ ﷺ نے کسی چیز کی وصیت نہیں کی یعنی مال یا خلافت کے بارے میں، لیکن کتاب اللہ کے بارے میں اور اپنے اہل بیت کے بارے میں اور اخراج الیہود من جزیرۃ العرب وغیرہ ان امور کی آپ ﷺ نے وصیت یقیناً فرمائی ہے،

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٣ ص ١١٤

[2] رد المحتار على الدر المختار - ج ١٠ ص ٣٣٦

[3] یعنی چونکہ وصیت کا تعلق مابعد الموت سے ہے اور موت کے بعد انسان میں کسی بھی فعل کی خواہ وہ تملیک ہو یا کچھ اور صلاحیت باقی نہیں رہتی لہذا وصیت کا جواز خلاف قیاس ہے مگر استحساناً، ضرورۃً اس کو جائز قرار دیا گیا ہے، اور وہ ضرورت یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی پر مغرور ہوتا ہے اور کاموں کو ٹلاتا رہتا ہے زندگی کے غرور میں جس سے بہت سی واجب الاداء چیزیں ذمہ میں رہ جاتی ہیں اچانک موت پیش آنے کی وجہ سے تو اس کی تلافی کیلئے شریعت نے یہ صورت نکالی ہے۔

[4] الهداية شرح بداية المبتدي - ج ٨ ص ٢٢٧-٢٢٨

كما في الأحاديث الصحيحة۔

دراہم ودنانیر کے بارے میں بذل میں سیرۃ حلبیۃ سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس وفات سے پہلے چھ یا سات دینار تھے آپ ﷺ نے وہ اپنے ہاتھ میں لیکر حضرت عائشہؓ کو دیئے کہ ان کو صدقہ کر دیا جائے، اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ان کو علیؓ کے پاس بھیج دو تا کہ وہ صدقہ کریں [1]، اس حدیث میں بعیر اور شاۃ کی بھی نفی ہے اس کے بارے میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ وہ جو بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی ملک میں بہت سے اونٹ تھے اور بیس اونٹنیاں تھیں دودھ دینے والی نواحی مدینہ میں، اور سات بکریاں تھیں وغیرہ وغیرہ، اہل سیر کی یہ روایت اس حدیث صحیح کے معارض نہیں ہو سکتی فلا تعتبر، اور آگے فرماتے ہیں کہ اگر صحیح بھی مان لیا جائے تو اسکو اس پر محمول کیا جائے گا کہ وہ اونٹ صدقہ کے تھے جن کو آپ ﷺ نے اہل صفہ اور فقراء صحابہ کیلئے چھوڑا تھا [2]، اور اسکے علاوہ جو آپ ﷺ کی بعض زمینیں تھیں خیبر اور فدک میں سو ان کو تو آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں مسلمانوں کی ضروریات کیلئے صدقہ اور وقف فرما دیا تھا، جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمَئُونَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ [3]، وفي رواية: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ اهـ [4] من البذل [5]، یعنی ان زمینوں کے بارے [6] میں تو چونکہ آپ ﷺ نے اپنی حیات ہی میں فیصلہ فرما دیا تھا، لہٰذا اس کو وصیت نہیں کہا جائے گا۔ والحديث أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

٢- بَابُ مَا جَاءَ فِي مَا لَا يَجُوزُ لِلْمُوصِي فِي مَالِهِ؟

اپنے مال میں ناجائز وصیت کا بیان

یعنی مرنے والا اپنے مال میں کتنی وصیت کر سکتا ہے؟

٢٨٦٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ

---

[1] إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون (سيرة الحلبية) — ج ٣ ص ٤٩٨

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ١١ ص ١٢٦

[3] صحيح البخاري - كتاب الوصايا - باب نفقة القيم للوقف ٢٦٢٤، صحيح مسلم - كتاب الجهاد والسير - باب قول النبي صلى الله عليه وسلم "لا نورث ما تركنا صدقة" ١٧٦٠

[4] صحيح البخاري - كتاب الخمس - باب فرض الخمس ٢٩٢٦، صحيح مسلم - كتاب الجهاد والسير - باب قول النبي صلى الله عليه وسلم "لا نورث ما تركنا صدقة" ١٧٥٩

[5] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٣ ص ١١٥-١١٦

[6] لہٰذا اب یہ اشکال وارد نہ ہو گا کہ آپ ﷺ نے زمینوں کے بارے میں تو وصیت فرمائی ہے، پھر اس حدیث میں وصیت کی نفی کیوں کی گئی ہے ۱۲۔

أَبِيهِ، قَالَ: مَرِضَ مَرَضًا - قَالَ ابْنُ أَبِي خَلَفٍ - بِمَكَّةَ، ثُمَّ اتَّفَقَا أَشْفَى فِيهِ فَعَادَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا وَلَيْسَ يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي أَفَأَتَصَدَّقُ بِالثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ: «لَا». قَالَ: فَبِالشَّطْرِ؟ قَالَ: «لَا». قَالَ: فَبِالثُّلُثِ؟ قَالَ: «الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَتْرُكَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةُ تَرْفَعُهَا إِلَى فِي امْرَأَتِكَ». قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَخَلَّفُ عَنْ هِجْرَتِي؟ قَالَ: «إِنَّكَ إِنْ تُخَلَّفْ بَعْدِي فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا تُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ لَا تَزْدَادُ بِهِ إِلَّا رِفْعَةً وَدَرَجَةً لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ». ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ لَكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِي لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ».

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ شدید علیل ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں بہت دولت مند شخص ہوں اور میری ایک بیٹی کے علاوہ میرا کوئی وارث نہیں، تو کیا میں اپنے مال کا دو تہائی صدقہ کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ انہوں نے عرض کیا: کیا میں آدھا مال صدقہ کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ انہوں نے تیسری مرتبہ عرض کیا: کیا میں تہائی مال صدقہ کر دوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال کا تہائی حصہ صدقہ کر دو اور صدقہ کیلئے مال کا تہائی حصہ کافی ہے۔ اگر تم اپنے ورثاء کو دولت مند چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ان کو تنگ دست اور بھیک مانگنے والا چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں سے سوال کریں اور جو شے تم رضائے الٰہی کیلئے خرچ کرو گے تو تمہیں اس عمل کا اجر ملے گا یہاں تک کہ تم اپنی اہلیہ کے منہ میں لقمہ بنا کر دو تو اس کا بھی تمہیں اجر ملے گا۔ حضرت سعدؓ نے خدمت اقدس میں عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنی ہجرت سے پیچھے رہ جاؤں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم پیچھے رہ جاؤ گے (تو کیا ہوا؟) تم رضائے الٰہی کیلئے نیک عمل کرو گے تو تمہارا رتبہ بلند ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ تم زندہ رہو (یعنی مکہ معظمہ میں تمہاری وفات نہ ہو) یہاں تک کہ تمہاری وجہ سے کچھ لوگوں کو فائدہ ہو اور کچھ دوسرے نقصان میں رہیں اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی: اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت مکمل فرما دینا اور ان کو اس ہجرت سے واپس نہ فرمانا لیکن بے چارہ سعد بن خولہ جس کا آپ کو رنج تھا کیونکہ مکہ معظمہ میں ان کا انتقال ہوا۔

تخریج: صحيح البخاري - الإيمان (٥٦) صحيح البخاري - الجنائز (١٢٣٤) صحيح البخاري - الوصايا (٢٥٩١) صحيح البخاري - المناقب (٣٧٢١) صحيح البخاري - المغازي (٤١٤٧) صحيح البخاري - النفقات (٥٠٣٩) صحيح البخاري - المرضى (٥٣٣٥) صحيح البخاري - الدعوات (٦٠١٢) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٥٢) صحيح مسلم - الوصية (١٦٢٨) جامع الترمذي - الجنائز (٩٧٥) جامع الترمذي - الوصايا (٢١١٦) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٢٦) سنن أبي داود - الوصايا (٢٨٦٤) سنن ابن ماجه - الوصايا (٢٧٠٨) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٦٨/١) موطأ مالك - الأقضية (١٤٩٥) سنن الدارمي - الوصايا (٣١٩٥) سنن الدارمي - الوصايا (٣١٩٦)

شرح الحديث: عامر اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ شدید بیمار ہوئے

ایسے کہ قریب المرگ ہو گئے، حضور ﷺ ان کے پاس عیادت کیلئے تشریف لائے تو میرے والد نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس بہت مال ہے اور میرے اس مال کا وارث کوئی نہیں سوائے میری بیٹی کے، تو کیا میں اس صورت میں اپنے مال کا دو ثلث صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ پھر انہوں نے نصف کے بارے میں دریافت کیا آپ ﷺ نے اس سے بھی منع فرمادیا، اور پھر ایک ثلث کی آپ ﷺ نے اجازت دی، اور فرمایا کہ تو اپنے ورثاء کو اغنیاء چھوڑ کر مرے یہ بہتر ہے اس سے کہ تو ان کو فقیر چھوڑ کر جائے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کریں، اس حدیث میں یہ ہے کہ میرا کوئی وارث نہیں سوائے ایک بیٹی کے، شراح فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ بیٹی کے علاوہ ذوی الفروض میں سے کوئی وارث نہیں، اور مطلق نفی مراد نہیں اس لئے کہ ذوی الفروض کے علاوہ دوسرے ورثاء عصبہ ان کے ساتھ تھے، جیسا کہ خود اس حدیث میں ہے أَنْ تَتْرُكَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ۔

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتَخَلَّفُ عَنْ هِجْرَتِي؟ قَالَ: إِنَّكَ إِنْ تُخَلَّفْ بَعْدِي فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا تُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللهِ إلخ: مسئلہ وصیت کے بعد انہوں نے آپ سے یہ عرض کیا کہ میں اپنی ہجرت سے پیچھے ہٹا جارہا ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ مہاجرین میں سے ہیں اور یہ مکہ مکرمہ میں آکر شدید بیمار ہو گئے تھے حجۃ الوداع [1] کے موقع پر تو ان کو اپنی موت کا خطرہ ہوا کہ مکرمہ میں یعنی غیر مہاجر [2] میں، اور اپنی ہجرت کے باطل ہونے کا اندیشہ ہوا، اس پر آپ ﷺ نے ان کو تسلی دلائی وہ یہ کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہو گا بلکہ تم میرے بعد بہت دن تک زندہ رہو گے اور اعمال کے ذریعہ سے تمہارے درجات بلند ہوں گے۔ اور بعض اقوام یعنی مسلمین تم سے منتفع ہوں گی، اور بعض دوسرے یعنی مشرکین تم سے ضرر پذیر ہوں گے، اور آپ ﷺ نے دعاء بھی فرمائی: اللَّهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ، شراح نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی، اور یہ صحابی اس مرض سے صحت یاب ہو کر بہت مدت تک زندہ رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں عراق وغیرہ کو فتح کیا اور عراق کے گورنر بنے، اور آپ ﷺ کے بعد تقریباً چالیس سال زندہ رہے حتی مات سنة خمسين على المشهور، وقيل غير ذلك۔

تنبیہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا یہ واقعہ جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں حجۃ الوداع کا ہے جیسا کہ صحیحین کی بعض روایات میں اس کی تصریح ہے اور ترمذی کی روایت میں اس کو عام الفتح کا واقعہ قرار دیا ہے، ہمارے عربی حاشیہ میں یہ گزر گیا ہے کہ حفاظ حدیث نے اس کو وہم قرار دیا ہے اور حافظؒ کی رائے جمع بین الروایتین کی ہے یعنی تعدد واقعہ، لیکن امام طحاویؒ نے اس اختلاف

[1] اور ترمذی کی روایت میں عام الفتح ہے جو ابن عیینہ راوی کا وہم ہے، قال الحافظ واتفقوا على انه وهم فيه ابن عيينة من اصحاب الزهري، ثم قال: ويمكن الجمع بين الروايتين بأن يكون ذلك وقع له مرتين مرة عام الفتح ومرة عام حجة الوداع، ففي الأولى لم يكن له وارث من الأولاد اصلا، وفي الثانية كانت ابنة فقط اسکے بارے میں مزید آگے شرح میں آرہا ہے۔ ۱۲۔

[2] مہاجر وہ جگہ اور مقام جہاں آدمی ہجرت کر کے جائے، جیسے مہاجرین مکہ کا مہاجر مدینہ منورہ تھا۔ ۱۲۔

روایتین کو مشکل الآثار [1] میں باقاعدہ اسکے لئے مستقل باب قائم کر کے اس کو بیان کیا ہے اور پھر ایک روایت مفصلہ کے ذریعہ جو بہت واضح ہے عام الفتح کا واقعہ ہونے کو ترجیح دی ہے گویا ان کی تحقیق اکثر محدثین کی رائے کے خلاف ہے، بعد میں حافظ نے بھی اسی روایت مفصلہ کے پیش نظر اپنی رائے بدلی ہے مگر انہوں نے بجائے ترجیح کے تعدد واقعہ کو اختیار کیا ہے، تواب گویا اس میں تین آراء ہو گئیں: ① اکثر محدثین کی جس کو حافظ "اتفاق حفاظ" سے تعبیر کر رہے ہیں، ② اور دوسری امام طحاویؒ کی ③ اور تیسری حافظ ابن حجرؒ کی، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

لكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِي لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ: آپ فرمارہے ہیں: لیکن قابل افسوس حال تو سعد بن خولہ کا ہے یا قابل رحم تو سعد بن خولہ ہیں۔ آگے راوی اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ رحم کھا رہے ہیں سعد بن خولہ پر اس لئے کہ ان کی موت مکہ میں ہوئی، سعد بن خولہؓ کے بارے میں اختلاف ہے بعض کی رائے یہ ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت ہی نہیں کی تھی، حتی کہ انہوں نے وہیں وفات پائی، اور اکثر کی رائے یہ ہے کہ انہوں نے ہجرت تو کی تھی لیکن وفات ان کی حجۃ الوداع میں مکہ مکرمہ میں ہوئی، یعنی غیر مہاجر میں بائس من اصابہ بؤس اي ضرر یعنی نقصان اٹھانے والا۔ شراح نے لکھا ہے کہ اس میں صلاحیت مذمت کی بھی ہے اور ترحم کی بھی، لہذا پہلی صورت (عدم الہجرۃ) میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بطریق مذمت ہوگا، اور دوسری صورت میں بطریق ترحم، یہ يَرْثِي مرثیہ سے ماخوذ ہے جس کا استعمال میت میں ہوتا ہے، یعنی محاسن میت کا ذکر (تحفہ [2]) علماء کا اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ اگر مہاجر کی موت مکہ میں واقع ہو تو بعض کہتے ہیں اگر ایسا اسکے اختیار سے ہوا ہے تب تو اس کا اجر ہجرت حبط ہوتا ہے ورنہ نہیں، وقیل یحبط مطلقا وصیت سے متعلق بعض ضروری مسائل [3] ہم نے حاشیہ میں لکھے ہیں انکو دیکھا جائے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن

---

[1] شرح مشكل الآثار للطحاوي — ج ۱۳ ص ۲۲۱ - ۲۲۲

[2] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي للمباركفوري — ج ٦ ص ۲۵۳

[3] وصیت سے متعلق بعض ضروری مسائل مع اختلاف ائمہ: حدیث الباب سے معلوم ہو رہا ہے کہ انسان کے لئے زائد سے زائد ایک ثلث کی وصیت غیر وارث کیلئے جائز ہے، امام بخاریؒ کا ترجمہ ہے باب الْوَصِيَّةِ بِالثُّلُثِ، اس پر حافظؒ لکھتے ہیں اس پر علماء کا اجماع ہے کہ ثلث سے زائد وصیت ممنوع ہے (پھر میت دو حال سے خالی نہیں اس کے ورثاء ہوں گے یا نہیں، شق ثانی میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ ایسے شخص کے لئے ثلث سے زائد وصیت جائز نہیں) اور اگر شق اول ہے یعنی میت کے ورثاء ہیں تو اس وقت بھی ثلث سے زائد کی وصیت کو جمہور علماء ناجائز قرار دیتے ہیں لیکن حنفیہ اور اسحاق اور احمد فی روایۃ نے اس کو جائز رکھا ہے اھ (فتح الباری ج ۵ ص ۳٦۹) یعنی بشرطیکہ ورثاء کی طرف سے اس کی اجازت ہو، چنانچہ هدایة (ج ۸ ص ۲۲۸ - ۲۲۹) میں ہے: ثم تصح للأجنبي في الثلث من غير إجازة الورثة؛ ولا تجوز بما زاد على الثلث؛ إلا أن تجيزها الورثة بعد موته، وهم كبار، لان الامتناع لحقهم وهم اسقطوه، ولا معتبر باجازتهم في حال حياته اھ نیز جاننا چاہئے کہ وصی للوارث کا مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے، ظاہریہ کے نزدیک تو یہ حکم مطلقا ہے لحدیث لا وصیة لوارث أخرجه أبو داؤد والترمذي وغيرهما اور عند الجمهور وصیة لبعض الورثة کا جواز موقوف ہے بقیہ ورثاء کی اجازت پر، اگر بقیہ ورثہ موت موصی کے بعد اس کی اجازت دیدیں تو پھر وہ وصیت معتبر اور جائز ہے لروایة الدارقطني: لَا تَجُوزُ الْوَصِيَّةُ لِوَارِثٍ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْوَرَثَةُ، قال الحافظ ورجاله ثقات الا انه معلول (تراجم ☜

ماجه، قاله المنذري۔

۳۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْإِضْرَارِ فِي الْوَصِيَّةِ

وصیت میں دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کراہیت کا بیان

اضرار سے اضرار ورثہ مراد ہے، یعنی خلاف قاعدہ وصیت کر کے ورثاء کو ضرر واذیت پہنچانا۔

۲۸۶۵- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ حَرِيصٌ تَأْمُلُ الْبَقَاءَ وَتَخْشَى الْفَقْرَ، وَلَا تُمْهِلَ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو صدقہ تندرستی کی حالت میں ہو اس وقت تم کو زندگی کی توقع ہو اور ناداری کا اندیشہ ہو ایسا نہ ہو کہ تم منتظر رہو جس وقت تمہاری روح حلق میں آجائے تو اس وقت کہو کہ فلاں شخص کو اس قدر دینا، فلاں شخص کو اس قدر دینا حالانکہ وہ مال تو فلاں شخص کا حق ہو چکا۔

تخریج صحيح البخاري - الزكاة (۱۳۵۳) صحيح البخاري - الوصايا (۲۵۹۷) صحيح مسلم - الزكاة (۱۰۳۲) سنن النسائي - الزكاة (۲۵۴۲) سنن النسائي - الوصايا (۳۶۱۱) سنن أبي داود - الوصايا (۲۸۶۵) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۳۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۵۰) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۱۵) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۴۷)

شرح الحديث يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ الخ: آپ ﷺ سے سوال کیا گیا افضل الصدقۃ کے بارے میں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو اس حال میں کیا جائے کہ آدمی تندرست

لـه بخاری) وفي العيني قال المنذري: إنما يبطل الوصية للوارث في قول أكثر أهل العلم من أجل حقوق سائر الورثة. فإذا أجازوها جازت كما إذا أجازوا الزيادة على الثلث، وذهب بعضهم إلى أنها لا تجوز، وإن أجازوها. لأن المنع لحق الشرع فلو جوزناها كنا قد استعملنا الحكم المنسوخ. وذلك غير جائز. وهذا قول أهل الظاهر (عمدة القاري ج ۱۴ ص ۳۹)، وفي الهداية: ولا تجوز لوارثه إلا أن يجيزها الورثة لأن الامتناع لحقهم فتجوز بإجازتهم، ولو أجاز بعض ورد بعض تجوز على المجيز بقدر حصة لولايته عليه (اھ ملحصا ملتقطا) نیز جاننا چاہئے کہ اگر کوئی شخص مرض الوفاۃ میں اپنے کسی وارث کو کوئی چیز فی الحال ہبہ کرے تو وہ حکم میں وصیۃ کے ہے ر فی الهداية: والهبة من المريض (مرض الموت) للوارث في هذا نظير الوصية. لأنها وصية حكما (ج۸ ص ۲۳۳)، نیز حدیث میں ہے والثلث كثير اسی لئے علماء فرماتے ہیں وصیت اگر ثلث سے کم ہو تو یہ بہتر ہے، ففي الهداية: "ويستحب أن يوصي الإنسان بدون الثلث" سواء كانت الورثة أغنياء أو فقراء، لأن في التنقيص صلة القريب بترك ما له عليهم، بخلاف استكمال الثلث. لأنه استيفاء تمام حقه فلا صلة ولا منة (ج۸ ص ۲۳۵)، پھر یہ کہ مادون الثلث کی بھی وصیت کرنا اولی ہے یا اس کا ترک اولی ہے اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اگر ورثاء فقراء ہیں اس صورت میں ترک وصیت اولی ہے اور اگر وہ اغنیاء ہیں تو وصیت کرنا اولی ہے، اور دوسرا قول یہ ہے موصی کو اختیار ہے جونسی چاہے شق اختیار کرے اس لئے کہ ہر ایک شق میں من وجہ فضیلت ہے اھ۔ مختصراً من الهداية۔

ہو، اور اس کو مال کی حرص اور محبت بھی ہو صحت اور توانائی کی وجہ سے کافی روز تک اپنے زندہ رہنے کی توقع ہو، اور فقر سے ڈرتا ہو تو جو صدقہ اس حال میں کیا جائے گا وہ سب سے افضل ہوگا [1]، لہذا اسی حالت میں آدمی کو صدقہ کرنا چاہئے، اور پھر آگے اسکی ضد سے آپ ﷺ منع فرمارہے ہیں کہ مت تاخیر کر اور نہ مہلت دے اپنے نفس کو صدقہ کرنے سے یہاں تک کہ جب روح حلق تک پہنچ جائے تو تو کہنے لگے (بطور وصیت کے) فلاں کو اتنا دیا جائے، فلاں کو اتنا دیا جائے، حالانکہ وہ دوسرے فلاں کا ہو چکا یعنی وارث کا۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٢٨٦٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَأَنْ يَتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِي حَيَاتِهِ بِدِرْهَمٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ عِنْدَ مَوْتِهِ».

ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: (صحت کی حالت میں) اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کرے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ موت کے وقت سو درہم صدقہ کرے۔

٢٨٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُدَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ بْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنِي شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ وَالْمَرْأَةُ بِطَاعَةِ اللَّهِ سِتِّينَ سَنَةً ثُمَّ يَحْضُرُهُمَا الْمَوْتُ فَيُضَارَّانِ فِي الْوَصِيَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا النَّارُ» قَالَ: وَقَرَأَ عَلَيَّ أَبُو هُرَيْرَةَ مِنْ هَاهُنَا { مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ [2] } حَتَّى بَلَغَ: { ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ } قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا يَعْنِي الْأَشْعَثَ بْنَ جَابِرٍ جَدُّ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان مرد یا عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر جب انکی موت کا وقت آتا ہے تو وصیت کر کے (ورثاء) کو نقصان پہنچاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کیلئے دوزخ واجب ہو جاتی ہے۔ شہر بن حوشب کے سامنے ابوہریرہؓ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ سے ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ تک (یعنی قرض یا وصیت کے ادا کرنے کے بعد نقصان پہنچانے والا نہ ہو یہ حکم الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ اچھی طرح واقف ہیں حکمت والے ہیں یہ حدود الٰہی ہیں تو ان حدود سے آگے نہ بڑھنا)۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اشعث بن جابر نصر بن علی کے دادا ہیں۔

تخريج سنن أبي داود - الوصايا (٢٨٦٧) سنن ابن ماجه - الوصايا (٢٧٠٤)

شرح الحديث إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ وَالْمَرْأَةُ بِطَاعَةِ اللَّهِ سِتِّينَ سَنَةً ثُمَّ يَحْضُرُهُمَا الْمَوْتُ فَيُضَارَّانِ فِي الْوَصِيَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا

---

[1] اس لئے کہ ان حالات کا تقاضا یہ ہے کہ صدقہ نہ کیا جائے لیکن وہ شخص باوجود اس کے اپنے نفس کی مخالفت کر کے صدقہ کر رہا ہے ١٢۔

[2] بعد وصیت کے جو ہو چکی ہے یا قرض کے جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو (سورۃ النساء: ١٢)

التام: آپ ﷺ فرما رہے ہیں: بلاشبہ بعض مرد اور بعض عورتیں ایسی ہیں جو ساٹھ ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت شعاری میں زندگی گزارتے ہیں، پھر جب موت کا وقت آتا ہے تو وصیت کے بارے میں ورثاء کو نقصان پہنچاتے ہیں اور جہنم کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

مصنف نے اس باب میں بعض حدیثیں تصدق کی ذکر کی ہیں اس لئے کہ تصدق عند الموت وصیت ہی کے حکم میں ہوتا ہے اور جس طرح وصیت ثلث سے زائد کی جائز نہیں ایسے ہی تصدق بھی جائز نہیں، اور اگر تصدق ورثاء کو نقصان ہی پہنچانے کی غرض سے ہو تو وہ مطلقاً جائز نہیں، خواہ ثلث ہو یا اقل من الثلث۔ (بذل) والحديث أخرجه الترمذي وابن ماجه قاله المنذري۔

٤ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّخُولِ فِي الْوَصَايَا

وصی بننے کا بیان

یعنی کسی کا وصی بن کر وصیتوں کے مسائل میں داخل ہونا اور ذمہ داریوں میں پڑنا۔

٢٨٦٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا، وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي فَلَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ مِصْرَ».

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! میں تمہیں کمزور وناتواں دیکھ رہا ہوں، اور جو کچھ میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں وہی تمہارے لئے بھی پسند کرتا ہوں تو تم دو شخصوں پر بھی امیر نہ بننا اور مالِ یتیم کا ولی نہ بننا۔

تخریج: صحيح مسلم - الإمارة (١٨٢٦) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٦٧) سنن أبي داود - الوصايا (٢٨٦٨)

شرح الحدیث: يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا، وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي فَلَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ:

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھے یہ نصیحت فرمائی کہ اے ابوذر! میں تم کو کمزور پاتا ہوں، یعنی امارت کی مصالح اور اس کی ذمہ داریوں کے پورا کرنے میں، لہٰذا کبھی دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا (چہ جائیکہ اس سے زائد پر) اور ہر گز کسی یتیم کے مال کا متولی نہ بننا۔

اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تو فرما رہے ہیں: أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي حالانکہ آپ تو امیر الامراء اور ولی الاولیاء تھے، اس کا جواب ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا حضرت ابوذرؓ کو قبول امارت وتولیت سے منع فرمانا ایک علت کے ساتھ معلل ہے یعنی ان کا ضعف اور وہ علت آپ میں مفقود ہے، اور پھر آپ کی امارت اور تولیت وغیرہ آپ کی اپنی اختیار کردہ تھوڑا ہی ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہے۔ والحديث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٥- بَابُ مَا جَاءَ فِي نَسْخِ الْوَصِيَّةِ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ

ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں کے لئے وصیت کے منسوخ ہونے کا بیان

٢٨٦٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، "{ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ } ، فَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ كَذَلِكَ حَتَّى نَسَخَتْهَا آيَةُ الْمِيرَاثِ".

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ: إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ شروع اسلام میں تھی کہ والدین اور دیگر ورثاء کیلئے وصیت ہوتی تھی۔ اس کے بعد یہ آیت میراث کے حکم سے منسوخ ہوگئی۔

شرح الحدیث: شروع میں آیت میراث کے نازل ہونے سے قبل وصیت للوالدین والاقربین کا حکم تھا، قیل وجوباً، وقیل استحباباً. قال اللہ تعالیٰ: كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ[1] پھر آیت میراث کے نزول سے یہ حکم منسوخ ہوگیا، یہی مضمون ابن عباسؓ کی روایت مذکورہ فی الباب میں ہے۔

٦- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوَصِيَّةِ لِلْوَارِثِ

وارث کے لئے وصیت کا بیان

٢٨٧٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ».

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے ہر ایک حقدار شخص کو اس کا حق دلوا دیا لہٰذا اب وارث کے لئے وصیت نہیں ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الوصايا (٢٨٧٠) سنن ابن ماجه - الوصايا (٢٧١٣)

شرح الحدیث: وصیت سے متعلق بعض ضروری مسائل مع اختلاف ائمہ گذشتہ باب سے پہلے باب میں گزر گئے جن میں مسئلۃ الباب بھی ہے۔ والحدیث أخرجه الترمذی وابن ماجه. قاله المنذری۔

٧- بَابُ مُخَالَطَةِ الْيَتِيمِ فِي الطَّعَامِ

یتیم کا کھانا اپنے کھانے کے ساتھ ملانے کا حکم

٢٨٧١- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا أَنْزَلَ

---

[1] فرض کر دیا گیا تم پر جب حاضر ہو کسی کو تم میں موت بشرطیکہ چھوڑے کچھ مال وصیت کرنا ماں باپ کے واسطے اور رشتہ داروں کے لئے انصاف کے ساتھ (سورۃ البقرۃ: ١٨٠)

اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: {وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ [1]} وَ {إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا [2]}، الْآيَةَ انْطَلَقَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ يَتِيمٌ فَعَزَلَ طَعَامَهُ مِنْ طَعَامِهِ وَشَرَابَهُ مِنْ شَرَابِهِ، فَجَعَلَ يَفْضُلُ مِنْ طَعَامِهِ فَيُحْبَسُ لَهُ حَتَّى يَأْكُلَهُ أَوْ يَفْسُدَ، فَاشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ، فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: "{وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ [3]}، فَخَلَطُوا طَعَامَهُمْ بِطَعَامِهِ وَشَرَابَهُمْ بِشَرَابِهِ".

ترجمہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت: وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ نازل فرمائی یعنی تم لوگ یتامی کے مال کے قریب نہ جاؤ لیکن اچھے طریقہ سے اور دوسری آیت یہ کہ جو لوگ یتیموں کے مال ظلماً کھالیتے ہیں (در حقیقت) وہ لوگ اپنے پیٹ میں آگ کے انگارے کھارہے ہیں اور قریب ہے کہ وہ لوگ دوزخ میں جائیں۔ تو جن جن لوگوں کے پاس یتیم رہتے تھے انہوں نے اپنے کھانے سے ان کا کھانا اور ان کا پینا اپنے پینے سے علیحدہ کر دیا۔ تو جب یتیم کا کھانا بچ جاتا تو وہ رکھارہتا یہاں تک کہ وہ خود ہی کھانا کھاتا یا اس کا کھانا بدبودار ہو جاتا۔ یہ بات ان لوگوں پر گراں گزری۔ انہوں نے خدمت نبوی میں عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى یہ آیت نازل فرمائی یعنی اے نبی! آپ سے لوگ یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دو کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا بہتر ہے اگر تم لوگ انکے ساتھ باہمی طور پر مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اسکے بعد لوگوں نے اپنا کھانا پینا ان کے ہمراہ شامل کر لیا۔

تخریج سنن النسائي - الوصايا (٣٦٦٩) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٧٠) سنن أبي داود - الوصايا (٢٨٧١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٢٥)

شرح الحدیث مضمون حدیث واضح ہے کہ ابتداء میں ایسا تھا جن لوگوں کی ذمہ داری میں یتیم بچے پرورش پاتے تھے اور وہ ان کے مالوں کے متولی تھے تو وہ ان یتیم بچوں کا کھانا اپنے کھانے کے ساتھ شرکت میں تیار کرلیتے تھے جس میں یتامیٰ ہی کا فائدہ تھا تو جب یہ دو آیتیں، جو روایت میں ہیں، نازل ہوئیں تو ان اولیاء نے احتیاطاً ایسا کیا کہ ان یتامیٰ کے کھانے پینے کا انتظام مستقل الگ شروع کر دیا، خلط بین الطعامین سے بچنے کیلئے، جب الگ پکانا شروع کر دیا تو اب اکثر اس کھانے میں سے کچھ بچ جاتا تھا تو وہ بچا ہوا یا تو باسی ان یتامیٰ کو کھانا پڑتا تھا یا وہ سڑ تا تھا، یہ صورت حال ان پر گراں گزری، اور حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو اس پر وہ دوسری آیت نازل ہوئی جو حدیث میں مذکور ہے، اس پر حسب سابق ان صحابہؓ نے کھانے کے بارے میں عمل شروع کر دیا۔

والحديث أخرجه النسائي. قاله المنذري۔

---

[1] اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طرح سے کہ بہتر ہو (سورۃ الأنعام: ١٥٢)

[2] جو لوگ کہ کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق (سورۃ النساء: ١٠)

[3] اور تجھ سے پوچھتے ہیں یتیموں کا حکم کہہ دے سنوارنا ان کے کام کا بہتر ہے اور اگر ان کا خرچ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں (سورۃ البقرۃ: ٢٢٠)

٨- بَابُ [مَا جَاءَ فِي] مَا لِوَلِيِّ الْيَتِيمِ أَنْ يَنَالَ مِنْ مَالِ الْيَتِيمِ

یتیم بچے کے ولی کو مالِ یتیم سے کس قدر کھانا جائز ہے؟

ولی الیتیم یعنی وصی اور متولی، حاصل ترجمہ یہ ہے کہ کیا متولی یتیم مالِ یتیم کی نگرانی وخدمت کی اجرت ووظیفہ لے سکتا ہے مال یتیم سے؟

٢٨٧٢ - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي الْمُعَلِّمَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي فَقِيرٌ لَيْسَ لِي شَيْءٌ وَلِي يَتِيمٌ. قَالَ: فَقَالَ: «كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ، وَلَا مُبَادِرٍ، وَلَا مُتَأَثِّلٍ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں سخت ضرورت مند ہوں میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے اور میرے پاس ایک یتیم بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے مال میں سے بغیر فضول خرچی اس کے بڑے ہو جانے سے ڈرے بغیر اور مال سمیٹنے کی نیت کے بغیر کھا سکتے ہو۔

تخریج: سنن النسائي - الوصایا (٣٦٦٨) سنن أبي داود - الوصایا (٢٨٧٢) سنن ابن ماجه - الوصایا (٢٧١٨)

شرح الحدیث: فَقَالَ: كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ، وَلَا مُبَادِرٍ، وَلَا مُتَأَثِّلٍ: ترجمۃ الباب والے مسئلہ میں آپ ﷺ نے ایک شخص کو یہ فرمایا کہ ہاں ایسی صورت میں تو اپنے یتیم کے مال سے حق الخدمت لے سکتا ہے اس حال میں کہ اسراف کرنے والا نہ ہو اور نہ جلدی کرنے والا ہو اور نہ سرمایہ جمع کرنے والا ہو۔

یہ اشارہ ہے اس آیت کے مضمون کی طرف وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا [1]۔ بِدَارًا کا مطلب جس سے روکا جارہا ہے یہ ہے کہ وہ متولی یتیم جلدی جلدی یتیم کے مال کو خرچ کرے یتیم کے بالغ ہونے سے پہلے، کیونکہ اس کے بالغ ہونے کے بعد تو تولیت ختم ہو جائے گی، مُتَأَثِّلٍ أي غير متخذ منه اصل مال، یہ أُثْلَه سے ہے، اثلة الشئی اصله یعنی ایسا نہ ہونا چاہئے کہ مال یتیم کو اپنے لئے ذخیرہ اور رأس المال بنایا جائے، صرف حق الخدمت لیا جائے، اور شرح میں اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ وہ متولی مال یتیم میں تجارت کرے اور اس کے رأس المال سے کماتا ہے اور یتیم کے بالغ ہونے کے بعد ربح خود رکھ کر اس کو صرف رأس المال دے۔ والحدیث أخرجه النسائي وابن ماجه. قاله المنذری۔

---

[1] اور کھا نہ جاؤ یتیموں کا مال ضرورت سے زیادہ اور حاجت سے پہلے کہ یہ بڑے نہ ہو جائیں (سورة النساء: ٦)

۹۔ بَابُ مَا جَاءَ مَتَىٰ يَنْقَطِعُ الْيُتْمُ

﴿ یتیمی کب تک رہتی ہے؟ ﴾

۲۸۷۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدِينِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُقَيْشٍ، أَنَّهُ سَمِعَ شُيُوخًا مِنْ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، وَمِنْ خَالِهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَحْمَدَ، قَالَ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ، وَلَا صُمَاتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ».

ترجمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت رسول کریم ﷺ سے سن کر یاد رکھا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ بلوغت کے بعد یتیمی نہیں ہے (مراد یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد بچہ یتیم نہیں رہا) اور نہ خاموشی ہے دن بھر کی رات تک۔

شرح الحدیث لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ، وَلَا صُمَاتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ: حضرت علیؓ فرما رہے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ کی یہ حدیث اچھی طرح محفوظ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ احتلام کے بعد یتیم یتیم نہیں رہتا، بلکہ اس پر بالغین کے احکام جاری ہو جاتے ہیں، اور گویا ولی کی تولیت اس سے ہٹ جاتی ہے، وہ خود اپنا اور اپنے مال کا ذمہ دار ہو جاتا ہے، اور دوسری بات جو مجھ کو آپ ﷺ سے محفوظ ہے یہ ہے کہ صبح سے شام تک خاموش رہنا یعنی صوم سکوت یہ اسلام میں نہیں ہے لانہ من عبادۃ الجاھلیۃ، بلکہ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ ذکر اللہ اور کلمۃ الخیر زبان سے بولا جائے۔

۱۰۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّشْدِيدِ فِي أَكْلِ مَالِ الْيَتِيمِ

﴿ یتیم کا مال کھانے پر وعید کا بیان ﴾

۲۸۷۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ». قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: «الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَبُو الْغَيْثِ سَالِمٌ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ سات تباہ کرنے والے گناہوں سے بچو۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! وہ کونسے گناہ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ① اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ② اور جادو (کرنا) ③ اور حق کے بغیر کسی کو قتل کرنا کہ جس کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ④ اور سود کھانا (یعنی سود لینا یا سود دینا) ⑤ اور یتیم کا مال کھانا ⑥ اور جہاد کے روز مشرکین کے مقابلہ سے فرار اختیار کرنا ⑦ اور

پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔

۲۸۷۵ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ الْجُوزَجَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هَانِئٍ، حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ سِنَانٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْكَبَائِرُ؟ فَقَالَ: «هُنَّ تِسْعٌ»، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ زَادَ: «وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ، وَاسْتِحْلَالُ الْبَيْتِ الْحَرَامِ قِبْلَتِكُمْ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا».

ترجمہ: عمیر صحابی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا: یارسول اللہ! گناہِ کبیرہ کون کونسے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نو۔ (سات کبیرہ) گناہ تو وہی ہیں جو کہ مندرجہ بالا حدیث (نمبر ۲۸۷۴) میں مذکور ہیں اور اس میں دو کبیرہ گناہوں کا اضافہ ہے ایک تو مسلمان والد، یا والدہ کی نافرمانی کرنا، دوسرے بیت اللہ شریف کی حرمت کا خیال نہ کرنا جو کہ عزت والا گھر ہے اور موت و زندگی میں تم لوگوں کا قبلہ ہے۔

تخریج: صحیح البخاري - الوصايا (۲٦۱۵) صحیح البخاري - الطب (٥٤٣١) صحیح البخاري - الحدود (٦٤٦٥) صحیح مسلم - الإیمان (۸۹) سنن النسائي - الوصايا (۳٦۷۱) سنن أبي داود - الوصايا (۲۸۷٤)

شرح الاحادیث: اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ: حدیث الباب میں ناحق مال یتیم کھانے کو سبع کبائر مہلکات میں شمار کیا گیا ہے۔

التَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ: زحف سے مراد قتال اور جنگ یعنی لڑائی سے منہ موڑ کر جانا۔

وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ: یعنی پاکدامن اور بھولی بھالی ایماندار عورتوں پر تہمت لگانا۔

اور بعد والی روایت میں اسطرح ہے: يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْكَبَائِرُ؟ فَقَالَ: هُنَّ تِسْعٌ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ زَادَ: وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ، وَاسْتِحْلَالُ الْبَيْتِ الْحَرَامِ قِبْلَتِكُمْ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا۔ اس حدیث میں کبائر کی تعداد آپ ﷺ نے نو (۹) فرمائی ہے، گذشتہ سات کے علاوہ دو کا اضافہ ہے عقوق الوالدین، اور کعبۃ اللہ کا استحلال یعنی ہتک حرمت، جو چیزیں اس میں حرام کی گئی ہیں ان سے نہ رکنا، آگے ہے روایت میں کہ وہ کعبہ جو کہ تمہارا قبلہ ہے زندوں کے لئے بھی اور مردوں کے لئے بھی چنانچہ زندگی میں آدمی اس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتا ہے اور مرنے کے بعد قبر میں میت کے چہرہ کو اسی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔

گناہوں میں صغائر و کبائر کی بحث: اس حدیث سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی معاصی کی تقسیم یعنی بعض معاصی عند الشارع صغیرہ ہیں اور بعض کبیرہ، دوسری چیز ان کی تعداد جمہور علماء کی رائے تو یہی ہے کہ گناہ دو قسم کے ہیں صغائر اور کبائر، اور بعض علماء اس تقسیم کے قائل نہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ رب العالمین احکم الحاکمین کی ہر نافرمانی کبیرہ گناہ ہے لیکن ظاہر قرآن واحادیث سے جمہور ہی کے مسلک کی تائید ہوتی ہے نیز حد کبیرہ یعنی اس کی تعریف میں بھی علماء کے اقوال مختلف ہیں، فقیل: الكبيرة هي الموجبة للحد، وقيل: ما يلحق الوعيد بصاحبه بنص كتاب أو سنة، یعنی جس گناہ کے بارے میں قرآن یا حدیث

میں وعید وارد ہوئی ہو، وقیل: کل ذنب أدخل صاحبه النار، وغیر ذلك الی آخر ما فی البذل [1]۔

دوسری چیز حدیث میں تعداد کبائر ہے، پہلی حدیث میں سات اور دوسری میں نو بیان کئے گئے ہیں، ان کے علاوہ بھی احادیث میں دوسرے کبائر ذکر کئے گئے ہیں چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں كُلُّ مَا نَهَى اللہ عَنْهُ فَهُوَ كَبِيرَةٌ [2]، نیز ان سے سوال کیا گیا کہ کیا کبائر نو ہیں تو انہوں نے فرمایا هِيَ إِلَى سَبْعِينَ یعنی ان کی تعداد ستر تک پہنچتی ہے اور ایک روایت میں ان سے سَبْعِمائَةٍ مروی ہے یعنی سات سو ہیں [3]۔

حضرات علماء نے کبائر کے نام سے مستقل تصنیفات بھی لکھی ہیں مثلاً الکبائر للذهبي، الصغائر والکبائر لابن نجیم، الزواجر لابن حجر الهیتمي، الکبائر لابن عبد الوهاب. حدیث أبي هریرة رضی اللہ عنہ أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، وحدیث عمیر رضی اللہ عنہ أخرجه النسائي قاله المنذري.

۱۱۔ بَابُ [مَا جَاءَ فِي] الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْكَفَنَ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ

تکفین کا کپڑا مردہ کے مال میں داخل ہونے کا بیان

وفی بعض النسخ من رأس المال، یعنی میت کے کفن کا تعلق میت کے پورے مال سے ہے اگر پورا ترکہ اس میں صرف ہو جائے تو ہوا کرے، لہذا کفن مقدم ہوگا دین اور وصیت اور میراث سب پر، اسی سے اس باب کی مناسبت بھی کتاب الوصیة کے ساتھ ظاہر ہوگئی۔

۲۸۷۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ خَبَّابٍ قَالَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ: قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ إِلَّا نَمِرَةٌ كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ، وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ، وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ».

ترجمہ: خبابؓ سے روایت ہے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے اور ایک کمبل کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہیں تھا۔ جب ہم لوگ ان کا سر کپڑے سے ڈھانک دیتے تو ان کے پیر کھل جاتے اور جب پیر ڈھانک دیتے تو ان کا سر کھل جاتا۔ یہ بات دیکھ کر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کا سر ڈھانپ دو اور ان کے پاؤں پر اذخر (گھاس) ڈال دو۔

تخریج: صحیح البخاري - الجنائز (۱۲۱۷) صحیح البخاري - المناقب (۳۶۸٤) صحیح البخاري - المناقب (۳۷۰۱) صحیح

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۳ ص ۱۳۳

[2] المعجم الکبیر للطبراني رقم الحدیث ۲۹۳ ج ۱۸ ص ۱٤۰

[3] المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج — ج ۲ ص ۸٤

البخاري - المغازي (٣٨٢١) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٥٤) صحيح البخاري - الرقاق (٦٠٨٣) صحيح مسلم - الجنائز (٩٤٠) جامع الترمذي - المناقب (٣٨٥٣) سنن النسائي - الجنائز (١٩٠٣) سنن أبي داود - الوصايا (٢٨٧٦)

شرح الحديث عَنْ خَبَّابٍ قَالَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ: قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ إِلَّا نَمِرَةٌ: قال کا فاعل ضمیر مرفوع ہے جو خباب کی طرف راجع ہے، اور مُصْعَبُ ترکیب میں مبتداء اور قُتِلَ اس کی خبر ہے، حضرت خباب فرماتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیر جنگ احد میں اس حال میں شہید کئے گئے کہ ان کے پاس سوائے ایک اونی چادر کے کچھ بھی نہیں تھا، اور وہ بھی ایسی تھی کہ اگر ہم اس سے ان کے سر کو ڈھانپتے تھے تو ان کے پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر کھل جاتا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو سر کی جانب کر دو، اور پاؤں پر اذخر کے پتے رکھ دو۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

١٢ - بَابُ [مَا جَاءَ فِي] الرَّجُلِ يَهَبُ الْهِبَةَ، ثُمَّ يُوصَى لَهُ بِهَا أَوْ يَرِثُهَا

کوئی شخص کسی شئے کو ہبہ کرے پھر وصیت یا میراث کے ذریعہ وہ چیز اُس کو مل جائے

٢٨٧٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ بُرَيْدَةَ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِوَلِيدَةٍ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَكَتْ تِلْكَ الْوَلِيدَةَ قَالَ: «قَدْ وَجَبَ أَجْرُكِ وَرَجَعَتْ إِلَيْكِ فِي الْمِيرَاثِ». قَالَتْ: وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَيُجْزِئُ أَوْ يَقْضِي عَنْهَا أَنْ أَصُومَ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ». قَالَتْ: وَإِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ أَفَيُجْزِئُ أَوْ يَقْضِي عَنْهَا أَنْ أَحُجَّ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ».

ترجمہ حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ ایک خاتون خدمت نبوی میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ میں نے اپنی والدہ کو ایک باندی بطور ہبہ دی تھی۔ اب میری والدہ کا انتقال ہو گیا اور اس نے وہ باندی ترکہ میں چھوڑی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا اجر ثابت ہو گیا اور تمہاری باندی بھی تمہیں مل گئی۔ پھر اس خاتون نے عرض کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا اور اسکے ذمہ ایک مہینے کے روزے واجب تھے کیا میں اسکی طرف سے روزے قضا کرلوں تو یہ کافی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ضرور۔ اس نے عرض کیا: میری ماں نے حج بھی ادا نہیں کیا تھا کیا میں اسکی طرف سے حج کرلوں تو یہ کافی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں (حج کرلو)۔

تخریج صحيح مسلم - الصيام (١١٤٩) جامع الترمذي - الزكاة (٦٦٧) جامع الترمذي - الحج (٩٢٩) سنن أبي داود - الوصايا (٢٨٧٧) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٩٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤٩/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥١/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥٩/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٦١/٥)

شرح الحديث یعنی ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے یہ عرض کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہو

گیا اور میں نے ان کو ان کی زندگی میں ایک جاریہ ہبہ کی تھی اور اب وہ اس جاریہ کو ترکہ میں چھوڑ گئی، یعنی کیا میں اس کو لے سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی اور فرمایا تیرا اجر اپنی جگہ قائم ہے اور وہ تیرے پاس میراث میں لوٹ کر آ گئی، جمہور کا مسلک یہی ہے کہ صدقہ کیا ہوا مال اگر میراث کے طور پر آئے تو اسکو لینا جائز ہے، بعض علماء کا اس میں اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ اسکو لینے کے بعد صدقہ کرنا ضروری ہے [1]۔

پھر اسی عورت نے یہ سوال بھی کیا کہ میری والدہ کے ذمہ ایک ماہ کے روزے بھی ہیں، تو کیا یہ کافی ہے کہ میں ان کی طرف سے روزہ رکھ لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نعم، اور پھر یہی سوال حج کے بارے میں آگے مذکور ہے۔

یہ مسئلہ کہ عبادات میں نیابت جاری ہو سکتی ہے یا نہیں، بالتفصیل کتاب الصوم اور حج میں گزر چکا۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

۱۳ ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُوقِفُ الْوَقْفَ

کسی چیز کا وقف کرنے کا بیان

ذکر وقف میں مصنفین کا طرزِ عمل: یہ باب وقف سے متعلق ہے جس کو مصنف کتاب الوصیت کے ضمن میں لائے ہیں، حضرت امام بخاریؒ نے بھی ایسا ہی کیا ہے، اور امام ترمذیؒ نے وقف کا باب أبواب الأحکام کے ضمن میں لیا ہے، اور امام نسائیؒ نے مستقل کتاب کِتَابُ الْأَحْبَاسِ کے عنوان سے قائم کر کے اسکے تحت میں متعدد ابواب ذکر کئے ہیں، اور اسکے بعد متصلاً کتاب الوصایا کو ذکر فرمایا۔

وقف کی حقیقت میں امام صاحب اور جمہور کا اختلاف: اسکے بعد جاننا چاہئے کہ وقف کی حقیقت میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہے، اور جو مسلک صاحبین کا ہے وہی ائمہ ثلاثہ کا ہے، وقف کے معنی لغوی حبس کے ہیں اور شرعاً اس کی تعریف یہ ہے حبس العين على ملك الواقف والتصدق بالمنفعة [2]، یعنی اصل شی کو اپنی ملکیت پر باقی رکھتے ہوئے اس کے منافع کا صدقہ کرنا، کسی شخص پر یا کسی جماعت پر، خواہ فقراء ہوں یا اغنیاء، یہ تعریف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک اس کی تعریف یہ ہے: حبس العين على حكم ملك الله تعالى والتصدق بمنفعتها، یعنی کسی شخص کا اپنی کسی چیز کا مالک حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی ملکیت ٹھہراتے ہوئے اس کی منفعت کا صدقہ کرنا، امام صاحب کے نزدیک واقف کی ملکیت وقف کردہ شی میں باقی رہتی ہے اور صاحبین کے نزدیک وہ شی مالک کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے، نیز وقف امام صاحب کے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ۱۳ ص ۱۳۶ ـ ۱۳۷

[2] تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ـ ج ۳ ص ۳۲۵

نزدیک جائز ہے لازم نہیں مثل عاریۃ کے ہے، واقف کی حیات میں وہ شئی اسکی ملک میں رہتی ہے اور اسکی وفات کے بعد ملک ورثہ ہوجاتی ہے بحیث یباع ویوھب، وکذا اجاز رجوع الواقف عن الوقف فی حیاتہ مع الکراھۃ، اور صاحبین کے نزدیک وقف کیلئے ابطال وقف جائز نہیں بلکہ وہ لازم ہوتا ہے، اسی طرح اسمیں میراث بھی جاری نہیں ہوتی وعلیہ الفتوی (الدر المختار) جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کا مسلک بھی یہی ہے۔

٢٨٧٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَصَابَ عُمَرُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَصَبْتُ أَرْضًا لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ فَكَيْفَ تَأْمُرُنِي بِهِ؟ قَالَ: «إِنْ شِئْتَ حَبَّسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا». فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا، وَلَا يُوهَبُ، وَلَا يُورَثُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْقُرْبَى وَالرِّقَابِ، وَفِي سَبِيلِ اللهِ، وَابْنِ السَّبِيلِ وَزَادَ عَنْ بِشْرٍ: «وَالضَّيْفِ». ثُمَّ اتَّفَقُوا: لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ، وَيُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ. زَادَ عَنْ بِشْرٍ قَالَ: وَقَالَ مُحَمَّدٌ: غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کو خیبر میں ایک زمین ملی وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ایک زمین ملی ہے کہ جس سے عمدہ مال مجھے نہیں ملا۔ آپ اس کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارا دل چاہے تو زمین کی ملکیت روک لو اور اس کے نفع کو صدقہ کر دو۔ حضرت عمرؓ نے اسی پر عمل کیا کہ اصل زمین نہ فروخت کی جائے نہ اس کو ہبہ کیا جائے نہ وہ وراثت میں تقسیم کی جائے اور اس سے فقراء ومساکین نفع حاصل کریں اور غلام ومجاہدین اور مسافر اور مہمان اس سے نفع اٹھائیں۔ جو شخص وقف کا متولی ہے تو وہ ضابطہ کے مطابق اس کے منافع استعمال کرے اور ان رفقاء کو کھلائے جو دولت مند نہ ہوں اور نہ اس میں سے مال جمع کرنے والے ہوں۔

شرح الحدیث (وقف عمر رضی اللہ عنہ) مصنف نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں دونوں کا تعلق حضرت عمر فاروقؓ کے وقف سے ہے جنہوں نے اپنی دو زمینیں ثمغ اور صِرمۃ ابن الأکوع حضور اقدس ﷺ کے مشورہ کے بعد وقف کی تھیں ان دو میں پہلی حدیث تو ذرا مختصر ہے اور دوسری مفصل، جس میں پورا وقف نامہ یعنی کتاب الوقف مذکور ہے پہلی حدیث کا مضمون یہ ہے: حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے ایک ایسی زمین حاصل کی ہے کہ اس سے زیادہ نفیس مال مجھے کبھی حاصل نہیں ہوا، تو میں اس کا کیا کروں اور کیسے صدقہ کروں، اس میں آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو اصل زمین کو روک کر اس کے منافع کا صدقہ کر دو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کا تصدق کر دیا اس شرط کے ساتھ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا، وَلَا يُوهَبُ، وَلَا يُورَثُ کہ اصل زمین کی نہ بیع کی جائے نہ ہبہ اور نہ اس میں

میراث جاری کی جائے، آگے موقوف علیھم کا بیان ہے، لِلْفُقَرَاءِ وَالْقُرْبَى وَالرِّقَابِ، وَفِي سَبِيلِ اللهِ قربی سے مراد یا تو واقف کے اقارب ہیں، اور ہو سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب مراد ہوں، اور رقاب سے مراد فَكُّ رِقَابٍ یعنی غلاموں کو آزاد کرنا اور مکاتبین کے دیون ادا کرنا۔ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ یعنی متولی وقف کیلئے یہ جائز ہو گا کہ اس سے معتاد اور معروف طریقہ سے منتفع ہو اور اپنے دوست کو بھی کھلانا، لیکن یہ نہ ہو کہ اس میں سے اپنے لئے رکھ کر جمع کرے، گویا صرف حسبِ حاجت انفاق کی اجازت ہے جمع کی نہیں، غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا متأثل اثلہ سے ماخوذ ہے أثلہ اصل شی کو کہتے ہیں قال امرئ القیس ع وقد یدرك المجد المؤثل امثالي، یعنی وقف کے مال کو اپنا راس المال نہ بنائے۔

اس روایت سے بظاہر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اس وقف میں یہ شرطیں لَا يُبَاعُ، وَلَا يُوهَبُ وغیرہ حضرت عمرؓ کی جانب سے تھیں اور بخاری کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان شروط کی ہدایت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو فرمائی تھی، حافظ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان شروط کا مرفوعاً ثابت ہونا ہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ رفع والی روایت اتم اور اصرح ہے، اور صاحب تحفة الأحوذي نے روایتین کا تعارض لکھ کر یہ توجیہ کی ہے کہ ان دونوں کے درمیان جمع اس طور پر ممکن ہے کہ جس روایت میں یہ شرائط حضرت عمرؓ کی طرف منسوب ہیں وہ روایت بعد کی ہے اولاً خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان شرائط کی ہدایت فرمائی تھی پھر حضرت عمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں وہ شرطیں لکھوائیں[1]۔

یہ نہ کہا جائے کہ یہ حدیث وقف کے سلسلہ میں جمہور اور صاحبین کے موافق ہے کیونکہ اس میں لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ کی تصریح ہے جمہور بھی وقف کے بارے میں یہی کہتے ہیں اور یہ اس لیے کہ یہ حدیث اس بات پر دال نہیں ہے کہ یہ امور حقیقت وقف میں داخل ہیں بلکہ یہ تو شرط کے قبیلہ سے ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ چیزیں حقیقت وقف میں داخل ہوں ھذا ما یخطر ببالي فليسل، والله تعالى أعلم ـ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۲۸۷۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، "عَنْ صَدَقَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَسَخَهَا لِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَذَا مَا كَتَبَ عَبْدُ اللهِ عُمَرُ فِي ثَمْغٍ، فَقَصَّ مِنْ خَبَرِهِ نَحْوَ حَدِيثِ نَافِعٍ، قَالَ: «غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا، فَمَا عَفَا عَنْهُ مِنْ ثَمَرِهِ فَهُوَ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ» . قَالَ: وَسَاقَ الْقِصَّةَ قَالَ: وَإِنْ شَاءَ وَلِيُّ ثَمْغٍ اشْتَرَى مِنْ ثَمَرِهِ رَقِيقًا لِعَمَلِهِ. وَكَتَبَ مُعَيْقِيبٌ، وَشَهِدَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْأَرْقَمِ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا مَا أَوْصَى بِهِ عَبْدُ اللهِ عُمَرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ حَدَثَ بِهِ حَدَثٌ أَنَّ ثَمْغًا وَصِرْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ وَالْعَبْدَ الَّذِي فِيهِ وَالْمِائَةَ سَهْمٍ الَّتِي بِخَيْبَرَ وَرَقِيقَهُ الَّذِي فِيهِ، وَالْمِائَةَ الَّتِي أَطْعَمَهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

[1] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي — ج ٤ ص ٦٢٦

وَسَلَّمَ بِالْوَادِي تَلِيهِ حَفْصَةُ مَا عَاشَتْ، ثُمَّ يَلِيهِ ذُو الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا أَنْ لَا يُبَاعَ وَلَا يُشْتَرَى يُنْفِقُهُ حَيْثُ رَأَى مِنَ السَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ وَذَوِي الْقُرْبَى، وَلَا حَرَجَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ إِنْ أَكَلَ أَوْ آكَلَ أَوِ اشْتَرَى رَقِيقًا مِنْهُ".

ترجمہ حضرت یحییٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پوتے نے مجھے عمر فاروقؓ کی کتاب الصدقہ نقل کر کے عنایت فرمائی۔ وہ کتاب یہ ہے جو کہ اللہ کے بندے عمر نے ثمغ کے بارے میں تحریر فرمائی۔ پھر حدیث اخیر تک اسی طرح بیان فرمائی جو کہ اوپر مذکور ہے۔ یعنی اس سے نہ مال جمع کرنے والے ہوں اور اس (باغ) میں سے جو پھل نیچے گریں وہ فقراء غرباء کے ہیں اسکے بعد واقعہ بیان کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ اگر ثمغ متولی چاہے تو وہ اس کے پھلوں کے عوض کام وغیرہ کے لئے کسی غلام کو خرید لے (یعنی باغ کے اُمور کی انجام دہی کے لئے غلام خرید لیا جائے) اور معیقیب نے تحریر کیا اور اس پر عبداللہ بن ارقمؓ نے شہادت دی کہ یہ اس وصیت کی تحریر ہے جو اللہ کے بندے عمرؓ نے کی جو کہ امیر المؤمنین ہیں۔ اگر میرے ساتھ کسی قسم کا حادثہ پیش آجائے (یعنی میری وفات ہو جائے) تو ثمغ اور صرمہ بن اکوع اور وہاں پر جو غلام ہیں اور میرے خیبر میں جو سو حصے ہیں اور وہاں پر جو غلام ہیں اور ایک سو حصہ ہیں اس وادی میں جو کہ خیبر کے قریب واقع ہے وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عنایت فرمایا تھا اور ان تمام کی متولی حفصہؓ رہیں گی تاحیات اسکے بعد جو ان میں سے صاحب الرائے ہو گا وہ متولی رہے گا اس شرط پر کہ یہ مال نہ فروخت کیا جائے اور نہ اس کی خریداری کی جائے اور جہاں وہ مناسب سمجھے سوال کرنے والوں اور محروم شخص اور رشتہ داروں میں اس کو خرچ کر دے اور جو شخص وقف کا متولی ہو تو اس کیلئے کسی قسم کا حرج نہیں کہ وقف میں سے وہ کھائے یا کھلائے یا اسکی آمدنی میں سے اس مال وقف کی حفاظت اور خدمت کیلئے غلام وغیرہ خرید دے۔

تخریج صحيح البخاري - الشروط (٢٥٨٦) صحيح البخاري - الوصايا (٢٦١٣) صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٢٠) صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٢١) صحيح مسلم - الوصية (١٦٣٣) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٧٥) سنن النسائي - الأحباس (٣٦٠٣) سنن النسائي - الأحباس (٣٦٠٤) سنن أبي داود - الوصايا (٢٨٧٨) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٩٦) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٩٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٥/٢)

شرح الحدیث **کتاب الوقف کی شرح:** یحییٰ بن سعید روایت کرتے ہیں حضرت عمرؓ کے وقف کے بارے میں کہ اس وقف نامہ کو مجھے لکھ کر دیا یعنی اس کی نقل عبداللہ بن عمرؓ کے پوتے عبدالحمید نے آگے اس کتاب الوقف (وقف نامہ) کی عبارت ہے اس عبارت میں عمر "عبداللہ" سے بدل واقع ہو رہا ہے ترجمہ یہ ہو گا یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ کا بندہ عمر لکھ رہا ہے ثمغ کے بارے میں، آگے مصنف حوالہ کے طور پر کہہ رہے ہیں کہ پھر یحییٰ بن سعید نے آگے وقف کے سلسلہ میں اسی طرح ذکر کیا جیسے اس سے پہلے نافع کی روایت میں آیا تھا اور یحییٰ کی روایت میں غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا ہے پھر اس روایت میں جو گذشتہ روایت سے زائد ہے اس کو روایت کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جو کچھ ان مصارف مذکورہ میں خرچ کرنے کے بعد بچے اس کے پھلوں میں

سے تو سائل اور محروم سب کیلئے ہے۔ قال وساق القصۃ یعنی راوی نے اور کچھ بیان کیا، اس طرح وہاں کہتے ہیں جہاں اختصار کرنا مقصود ہو جیسے الی آخرہ کہتے ہیں آگے یہ ہے کہ اگر متولی ثمغ چاہے تو اس زمین کی آمدنی میں سے زمین کی خدمت اور کام کیلئے غلام خرید سکتا ہے۔ وَكَتَبَ مُعَيْقِيبٌ، وَشَهِدَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْأَرْقَمِ یعنی اس وقف نامہ کو لکھنے والا معیقیب ہے اور گواہ عبد اللہ بن الارقم ہیں تحریر کے اخیر میں جس طرح کاتب اپنا نام لکھا کرتا ہے یہ وہی ہے معیقیب حضرت عمرؓ کے خزانچی اور منشی تھے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ هَذَا مَا أَوْصَى بِهِ عَبْدُ اللهِ عُمَرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ حَدَثَ بِهِ حَدَثٌ أَنَّ ثَمْغًا وَصِرْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ إلخ: بظاہر [1] یہ وقف نامہ کی اصل اور مسلسل عبارت ہے اوپر چونکہ مصنف وقف نامہ کی عبارت شروع کر کے اختلاف روایات کو بیان کرنے لگے تھے وہاں پوری عبارت نہیں آسکی تھی اسلئے یہاں وہ پوری عبارت منقول ہے ھذا ما فہمت واللہ تعالی أعلم۔

صِرْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ: بھی ثمغ کی طرح زمین کا نام ہے [2]۔

وَالْمِائَةَ الَّتِي أَطْعَمَهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوَادِي: یعنی اور وہ سو حصے (ان کو بھی وقف میں شامل کر رہے ہیں) جو مجھ کو یعنی عمرؓ کو حضور ﷺ نے عطا کئے تھے وادی میں وادی سے مراد وادی القری ہے جو مدینہ اور تبوک کے درمیان ہے۔

تَلِيهِ حَفْصَةُ مَا عَاشَتْ: یعنی اس وقف کی تولیت میری بیٹی حفصہؓ کیلئے ہوگی جب تک وہ حیات رہے پھر اس کے بعد اس کے خاندان میں سے جو ذی رائے ہو۔

۱۴ ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ

میت کی طرف سے چیز صدقہ کرنے کا بیان

۲۸۸۰ - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أُرَاهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ: مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ ".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس شخص کا اجر منقطع ہو جاتا ہے لیکن تین عمل (ایسے ہیں جن) کا اجر منقطع نہیں ہوتا: ① صدقہ جاریہ، ② وہ علم کہ جس سے مخلوق نفع حاصل کرے، ③ نیک اولاد جو کہ والدین کے لئے دعا مانگے۔

تخریج: صحيح مسلم - الوصية (١٦٣١) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٧٦) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٥١) سنن أبي داود -

---

[1] اس کے لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ یہاں عبارت میں بظاہر تکرار محسوس ہو رہا ہے۔

[2] اور صرمۃ بن قیس ایک انصاری صحابی کا نام ہے جو کتاب الصوم کے شروع میں گزرا ہے اور اس سے پہلے ابواب الاذان أحيلت الصلاة ثلاثة حوال کے ذیل میں ملتا کر۔

الوصايا (٢٨٨٠) سنن ابن ماجه - المقدمة (٢٤٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧٢/٢) سنن الدارمي - المقدمة (٥٥٩)

شرح الحدیث یعنی آدمی کے مرنے پر اس کے سارے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، اسی طرح سلسلہ ثواب کا بھی منقطع ہو جاتا ہے انقطاع عمل سے، لیکن اس میں آپ ﷺ نے تین عملوں کا استثناء فرمایا کہ وہاں سلسلۂ ثواب انقطاع عمل سے منقطع نہیں ہوتا: ① صدقہ جاریہ یعنی ایسا صدقہ جس کا نفع لوگوں میں جاری رہے جیسے اوقاف، ② ایسا علم جس سے لوگ منتفع ہوتے رہیں جیسے تعلیم و تصنیف، قال التاج السبکی التصنیف اقوی من التعلیم لطول بقائہ، ③ ولد صالح جو اپنے باپ کیلئے دعا کرتا ہو، صالح سے مراد یہاں مؤمن ہے کما قال ابن حجر المکی۔ ہمارے ایک استاد فرماتے تھے مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ کہ یَدْعُولَهٗ کی قید احترازی نہیں اتفاقی ہے اسلئے کہ آدمی کی مؤمن اولاد اس کیلئے ویسے بھی صدقہ ہے خواہ دعا کرے یا نہ کرے۔

مصنف نے ترجمہ قائم کیا صدقہ عن المیت، اس میں ایصال ثواب برائے موتی کا مسئلہ [1] ہے اس پر کلام ہمارے یہاں کتاب الزکاۃ باب فی فضل سقی الماء میں گزر چکا، اس مسئلہ پر یہاں بذل میں بھی تفصیلی کلام کیا ہے جو دیکھنا چاہے دیکھ لے۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی قاله المنذری۔

١٥ - بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ مَاتَ عَنْ غَيْرِ وَصِيَّةٍ يُتَصَدَّقُ عَنْهُ

﴿جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس نے کوئی وصیت نہ کی ہو تو اس کی طرف سے صدقہ کرنا کیسا ہے؟﴾

٢٨٨١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، وَلَوْلَا ذَلِكَ لَتَصَدَّقَتْ وَأَعْطَتْ، أَفَيُجْزِئُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَعَمْ فَتَصَدَّقِي عَنْهَا».

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نے خدمت نبوی میں عرض کیا کہ میری والدہ اچانک انتقال کر گئی اور اگر وہ اچانک فوت نہ ہوتی تو وہ کچھ راہِ الٰہی میں دیتی، کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کا ثواب اس کو ملے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں تم اس کی طرف سے صدقہ کرو۔

تخریج صحيح البخاري - الجنائز (١٣٢٢) صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٠٩) صحيح مسلم - الوصية (١٠٠٤) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٤٩) سنن أبي داود - الوصايا (٢٨٨١) سنن ابن ماجه - الوصايا (٢٧١٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥١/٦) موطأ مالك - الأقضية (١٤٩٠)

شرح الحدیث ترجمہ اور حدیث الباب ظاہر ہے محتاج تشریح نہیں۔

٢٨٨٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ

[1] للدردیر ج ۱ ص ۱۰، الشرح الکبیر للدردیر — ج ۱ ص ۴۲۳

عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ أَيَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ فَقَالَ: «نَعَمْ». قَالَ: فَإِنَّ لِي مَخْرَفًا، وَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو اس کا ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ضرور پہنچے گا۔ اس شخص نے عرض کیا: تو پھر میرے پاس ایک باغ ہے میں آپ ﷺ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ باغ میں نے اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٠٥) صحيح البخاري - الوصايا (٢٦١١) صحيح البخاري - الوصايا (٢٦١٨) جامع الترمذي - الزكاة (٦٦٩) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٥٤) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٥٥) سنن أبي داود - الوصايا (٢٨٨٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/ ٣٧٠)

شرح الحدیث: حديث عائشة رضي الله تعالى عنها أخرجه النسائي وابن ماجه، وحديث ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أخرجه البخاري والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

١٦ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي وَصِيَّةِ الْحَرْبِيِّ يُسْلِمُ وَلِيُّهُ أَيَلْزَمُهُ أَنْ يُنَفِّذَهَا؟

﴿کسی حربی کافر کی موت آجائے اور کوئی مسلمان اس شخص کا وارث ہو تو کیا کافر کی وصیت پوری کی جائیگی؟﴾

یعنی اگر کوئی کافر کوئی وصیت کر کے مرے اور حال یہ کہ اس کا وارث مسلمان ہو جائے تو کیا اس صورت میں اس وارث مسلم پر یہ واجب ہے کہ اس کافر باپ کی وصیت کو پورا کرے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس پر وصیت کو پورا کرنا لازم نہیں جیسا کہ حدیث الباب سے سمجھ میں آرہا ہے حدیث الباب یہ ہے أَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ أَوْصَى أَنْ يُعْتِقَ عَنْهُ مِائَةَ رَقَبَةٍ، فَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِينَ رَقَبَةً الخ۔

٢٨٨٣ - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ أَوْصَى أَنْ يُعْتِقَ عَنْهُ مِائَةَ رَقَبَةٍ، فَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِينَ رَقَبَةً، فَأَرَادَ ابْنُهُ عَمْرٌو أَنْ يُعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِينَ الْبَاقِيَةَ، فَقَالَ: حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبِي أَوْصَى بِعِتْقِ مِائَةِ رَقَبَةٍ، وَإِنَّ هِشَامًا أَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِينَ وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُونَ رَقَبَةً، أَفَأُعْتِقُ عَنْهُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْهُ أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ أَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذَلِكَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضرت عاص بن وائل نے اپنی طرف سے ایک سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی تو ان کے بیٹے ہاشم نے پچاس غلام آزاد کئے اس کے بعد ان کے دوسرے بیٹے عمرو نے

بقیہ پچاس غلام آزاد کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس نے کہا کہ پہلے میں یہ مسئلہ نبی ﷺ سے دریافت کرلوں۔ لہٰذا اس نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی تو (میرے بھائی) ہشام نے ان کی طرف سے پچاس غلام تو آزاد کردیئے اور پچاس غلام ابھی ان کے ذمہ باقی ہیں۔ کیا میں اپنے والد کی طرف سے پچاس غلام آزاد کردوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا خیرات کرتے یا حج ادا کرتے تو اس کو اجر مل جاتا۔

تخريج: سنن أبي داود - الوصايا (٢٨٨٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨٢/٢)

شرح الحديث: یعنی عاص بن وائل جو کہ کافر تھا اسلام نہیں لایا اگرچہ اس نے اسلام کا زمانہ پایا ہے، اس نے یہ وصیت کی کہ میری طرف سے سو غلام آزاد کئے جائیں، تو ان کے ایک بیٹے ہشام بن العاص ؓ نے تو پچاس غلام آزاد کردیئے اور اس کے دوسرے بیٹے عمرو بن العاص ؓ نے بھی ارادہ کیا باقی پچاس آزاد کرنے کا، تو انہوں نے سوچا کہ اول حضور ﷺ سے دریافت کرلیا جائے، چنانچہ آپ ﷺ کی خدمت میں آکر انہوں نے دریافت کیا اور آکر آپ کی خدمت میں اپنے باپ کی وصیت کا ذکر کیا اور یہ کہ میرے بھائی نے تو پچاس اس کی طرف سے آزاد کردیئے ہیں تو کیا باقی پچاس میں اس کی طرف سے آزاد کردوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تیرا باپ مسلم ہوتا اور پھر تم لوگ اس کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا اس کی طرف سے حج کرتے تب تو اس کا ثواب اس کو پہنچتا (لیکن موجودہ صورت میں آزاد کرنا بیکار ہے [1]) دیکھئے اسلام کتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کی وجہ سے مرنے کے بعد بھی میت کو فوائد پہنچائے جاسکتے ہیں۔ فالحمد للہ الذی ھدانا للإسلام۔

١٧ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَمُوتُ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ وَلَهُ وَفَاءٌ يُسْتَنْظَرُ غُرَمَاؤُهُ وَيُرْفَقُ بِالْوَارِثِ

کوئی شخص مقروض ہونے کی حالت میں انتقال کرجائے اور اتنا مال چھوڑ جائے کہ قرض ادا ہوسکتا ہے تو وارث کو قرض خواہوں سے مہلت دلوائی جائے گی

یعنی اگر کوئی شخص اس حال میں مرے کہ اس کے ذمہ کسی کا دین ہو اور وہ اتنا مال چھوڑ کر بھی مرے جس سے دین ادا ہوسکتا ہو تو اس کے قرض خواہوں سے کیا مہلت طلب کی جائے اور وارث کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا جائے۔ یہ ترجمہ یا تو بطریق استفہام کے ہے بتقدیر ہمزۃ الاستفہام، اور احتمال اس میں خبر کا بھی ہے۔ (بذل [2])

٢٨٨٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّ شُعَيْبَ بْنَ إِسْحَاقَ حَدَّثَهُمْ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ. أَنَّ أَبَاهُ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِينَ وَسْقًا لِرَجُلٍ مِنْ يَهُودَ فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ فَأَبَى، فَكَلَّمَ جَابِرٌ النَّبِيَّ

---

[1] مشکوۃ شریف نصف اول کی یہ آخری حدیث ہے جس کی نسبت اس میں صرف ابوداؤد کی طرف کی ہے۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٣ ص ١٥١

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ، «فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ لِيَأْخُذَ ثَمَرَ نَخْلِهِ بِالَّذِي لَهُ عَلَيْهِ فَأَبَى عَلَيْهِ، وَكَلَّمَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنْظِرَهُ فَأَبَى» وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ انکے والد کی وفات ہوگئی اور وہ اپنے ذمہ ایک یہودی کا تیس وسق کھجور قرضہ چھوڑ گئے۔ جابرؓ نے اس یہودی شخص سے مہلت طلب کی مگر اس یہودی نے مہلت دینے سے انکار کر دیا۔ جابرؓ نے نبی ﷺ سے چاہا کہ آپ (یہودی سے) سفارش فرمائیں۔ آپ ﷺ اس یہودی کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے قرض کے عوض جس قدر کھجور کے باغ کے پھل ہیں وہ لے لو۔ اس نے (پھر بھی) انکار کیا۔ پھر نبی ﷺ نے اس یہودی سے کہا کہ جابر کو مہلت دے دو اس نے انکار کر دیا۔ اسکے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی۔

تخریج صحيح البخاري - في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (٢٢٦٥) صحيح البخاري - في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (٢٢٦٦) صحيح البخاري - في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (٢٢٧٥) صحيح البخاري - الصلح (٢٥٦٢) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٣٦) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٣٧) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٣٨) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٣٩) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٤٠) سنن أبي داود - الوصايا (٢٨٨٤)

شرح الحدیث یہ حدیث دین جابرؓ کی کہلاتی ہے، ان کے دین کا قصہ روایات میں مشہور ہے بخاری میں یہ حدیث متعدد مواضع میں ہے، كتاب البيوع، كتاب الصلح، كتاب الاستقراض، كتاب الهبة، كتاب الوصايا، علامات النبوة الضيافة وغیرہ، اسی طرح نسائی میں بھی بالتفصیل متعدد طرق سے آئی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کے والد عبد اللہ بن عمرو بن حرامؓ جنگ احد میں شہید ہوگئے تھے اور ان کے ذمہ جیسا کہ ابوداؤد کی اس روایت میں ہے ایک یہودی کی تیس وسق کھجوریں تھیں، حضرت نے بذل [1] میں لکھا ہے کہ بخاری وغیرہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے غرماء یعنی قرض خواہ بہت سے تھے، لہٰذا ابوداؤد کی روایت کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ ان غرماء میں سے تیس وسق کھجوریں صرف ایک غریم کی تھیں اور دوسرے غرماء کے جو ان پر دین تھے وہ اس کے علاوہ تھے غرض یہ کہ حضرت جابرؓ نے اپنے والد کے غرماء سے اول تو کچھ دین کی معافی کی بات رکھی کہ چھوڑ دیا جائے، جب انہوں نے اس کو نہ مانا تو پھر انہوں نے استنظار یعنی مہلت طلب کی، جب انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا تو پھر حضرت جابرؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ ہی کچھ سفارش فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے ان غرماء سے ان کیلئے سفارش فرمائی، انہوں نے تب بھی نہیں مانا، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اچھا جاؤ اپنے باغ میں اور کھجوریں توڑو اور ہر قسم کی کھجور کو علیحدہ علیحدہ جمع کرو، یعنی ان کو خلط نہ کیا جائے اور جب تم یہ سب کام کر چکو تو مجھے اطلاع کر دینا، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا اور کھجوروں کے ڈھیر لگا کر حضور ﷺ کو اطلاع کرا دی، آپ ﷺ تشریف لائے اور ان ڈھیروں میں سے ایک پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ان لوگوں کو ناپ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٣، ص ١٥١

ناپ کر کھجوریں دینی شروع کرو، وہ فرماتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا اور حضور ﷺ برکت کی دعاء فرماتے رہے یہاں تک کہ سب کا حق پورا ادا ہو گیا اور میری کھجوروں کا حال یہ تھا کہ گویا ان میں سے کچھ لیا ہی نہیں گیا، ایک روایت میں ہے کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے باغ کی کئی سال کی فصلوں میں جا کر یہ قرض ادا ہو گا، مگر وہ ایک ہی سال کی فصل سے ادا ہو گیا، اور روایت میں ہے کہ ہمارے دو باغ تھے ایک چھوٹا ایک بڑا، اور یہ سارا قرض ایک چھوٹے باغ سے پورا ہو گیا حَتّٰى وَفَّيْنَاهُ جَمِيعَ حَقِّهِ مِنْ أَصْغَرِ الْحَدِيقَتَيْنِ، اور ایک روایت میں یہ بھی ہے، کہ جب سب کے حقوق ادا ہو گئے تو حضور ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ جاؤ ابو بکرؓ و عمرؓ کو بھی اس کی اطلاع کر دو، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اس کی اطلاع کی ان دونوں نے فرمایا کہ ہم تو پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ جب آپ ﷺ بہ نفس نفیس باغ میں تشریف لے جا رہے ہیں تو پھر ایسا ہی ہو گا، یہ حضور ﷺ کا معجزہ ظاہرہ ہے اسی وجہ سے امام بخاریؒ نے اس کو علامات نبوۃ میں بھی ذکر کیا ہے، صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیرا.

والحديث أخرجه البخاري والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري. وفي البذل والحديث بتمامه مذكور في البخاري ومسلم وغيرهما اهـ [1]. قلت لم أجده في صحيح مسلم ولعله سبق قلم، والصواب بدله والنسائي فليحرر.

آخر كتاب الوصايا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۳ ص ۱۵۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْفَرَائِضِ

وراثت کے تفصیلی احکام

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْلِيمِ الْفَرَائِضِ

علم میراث سیکھنے کے فضائل

٢٨٨٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعٍ التَّنُوخِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ، وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ: آيَةٌ مُحْكَمَةٌ، أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ، أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ".

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ حقیقی علوم تین ہیں اور انکے علاوہ جو علوم ہیں وہ زائد علوم میں داخل ہیں: ① قرآن کریم کا علم جسکی تمام آیات محکم غیر منسوخ ہیں، ② وہ تمام احادیث مبارکہ جو سند صحیح سے مروی ہیں، ③ وراثت کا وہ علم جس میں ہر ہر وارث کو انصاف کے ساتھ اس کا حصہ مل سکے۔

تخریج: سنن أبي داود - الفرائض (٢٨٨٥) سنن ابن ماجه - المقدمة (٥٤)

شرح حدیث: الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ، وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ: آيَةٌ مُحْكَمَةٌ، أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ، أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ: یعنی علوم شرعیہ معتبرہ تین ہیں، اور انکے علاوہ جو ہے وہ ضرورت سے زائد اور غیر ضروری ہے، آگے ان تین کا بیان ہے: ① آیات محکمہ، یعنی غیر منسوخہ، یا صریحہ غیر محتمل تاویل، ② احادیث صحیحہ ثابتہ، ③ فریضہ عادلہ فریضہ سے مراد یا تو وہ احکام و اصول ہیں جن سے تقسیم بین الورثہ عدل کیساتھ یعنی پوری پوری ہو سکے اور یہ بات علم الفرائض سے حاصل ہوتی ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد مطلق وہ فرائض و احکام ہیں جن پر عمل واجب ہے، اور عادلہ سے مراد ہے مساویہ، یعنی وہ احکام مستنبطہ جو مساوی اور موافق ہوں ما يؤخذ من الكتاب والسنة کے واللہ تعالی أعلم. ففيه إشارة إلى الإجماع والقياس، لہذا اس حدیث میں چاروں ادلۂ شرعیہ کتاب و سنت اجماع و قیاس کا ذکر آگیا [1]۔ اس حدیث کی شرح میں یہ دونوں احتمال "بذل" میں "فتح الودود" کے

---

[1] میری تقریر ابو داؤد کی ایک کاپی میں اس طرح ملا: علوم شرعیہ معتبرہ تین ہیں آیات صریحہ محکمہ، احادیث صحیحہ ثابتہ، وہ احکام اور فرائض جو قسمین اولین سے ماخوذ و مستنبط ہوں (إشارة إلى القياس والإجماع) العادلة یعنی برابر یعنی یہ احکام اور فرائض مستنبطہ معتبر ہونے اور واجب العمل ہونے میں برابر ہیں قسمین اولین کے، لیکن مصنف کی مراد یہ معنی نہیں بلکہ دوسرے معنی مراد ہیں وہ یہ کہ فریضہ عادلہ سے مراد وہ احکام اور اصول ہیں جن سے عدل بین ☜

حوالہ سے لکھے ہیں [1]، امام ترمذیؒ نے کتاب الفرائض کے شروع میں بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْلِيمِ الْفَرَائِضِ کے تحت میں یہ حدیث ذکر کی ہے عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَالْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَإِنِّي مَقْبُوضٌ» [2]. وفي هامشه عن لجمع البحار: قيل: أي علم المواريث، ولا دليل عليه، والظاهر ما فرض الله، ويمكن أن يراد سننًا صادرة منه مشتملةً على الأوامر والنواهي، أي تعلموا الكتاب والسنة [3].

٢۔ بَابٌ فِي الْكَلَالَةِ

کلالہ وارث کے احکام کا بیان

کلالہ عند الجمہور وہ میت ہے جو والد اور ولد چھوڑ کر نہ مرے من لا والد له ولا ولد، اور اس میں یہ بھی کہا گیا ہے وہ ورثاء جن میں میت کا والد اور ولد نہ ہو، یہ دونوں تو تقریباً ایک ہی ہیں، وقيل: من لا والد له فقط، وهو قول عمر رضي الله تعالى عنه، أو من لا ولد له فقط۔

٢٨٨٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا، يَقُولُ: "مَرِضْتُ فَأَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي، هُوَ وَأَبُو بَكْرٍ مَاشِيَيْنِ، وَقَدْ أُغْمِيَ عَلَيَّ، فَلَمْ أُكَلِّمْهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَبَّهُ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي وَلِي أَخَوَاتٌ؟ قَالَ: فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمَوَارِيثِ: { يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ [4] }".

ترجمہ محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ پا پیادہ میری عیادت کیلئے تشریف لائے مجھ پر اس وقت بے ہوشی طاری تھی میں آپ ﷺ سے بات نہیں کر سکا تو حضور ﷺ نے وضو فرما کر وضوء کا استعمال شدہ پانی مجھ پر ڈالا جس سے مجھے بے ہوشی سے افاقہ ہو گیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے وارثوں میں تو صرف میری بہنیں ہیں تو میں اپنے مال کے متعلق وصیت کر سکتا ہوں یا نہیں؟ تو اس پر میراث کی آیت نازل ہوئی...... اے نبی! لوگ آپ سے وراثت کے متعلق فتوی طلب کر رہے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ پاک کلالہ وارث کے متعلق صاف صاف اور محکم حکم بیان فرماتا ہے۔

لہ الورثة في الحصص المعنية حاصل ہو، اور یہ بات علم الفرائض سے حاصل ہوتی ہے، وهذا المعنى هو المطابق لغرض المصنف فمعنى ''العادلة'' على الأول العادلة أي المستوية للقسمين الأولين في الحجية وعلى الثاني بمعنى العادلة في القسمة.

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٣ ص ١٥٣

[2] جامع الترمذي – كتاب الفرائض – باب ما جاء في تعليم الفرائض ٢٠٩١

[3] مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار للفتني – ج ٤ ص ١٢٢، جامع الترمذي (ط قديمي) – ج ٢ ص ٢٩

[4] حکم پوچھتے ہیں تجھ سے سو کہہ دے اللہ حکم بتاتا ہے تم کو کلالہ کا (سورة النساء: ١٧٦)

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (١٩١) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٠١) صحيح البخاري - المرضى (٥٣٢٧) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٤٤) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٧٩) صحيح مسلم - الفرائض (١٦١٦) جامع الترمذي - الفرائض (٢٠٩٦) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٠١٥) سنن أبي داود - الفرائض (٢٨٨٦) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٢٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٨/٣) سنن الدارمي - الطهارة (٧٣٣)

شرح الحدیث **مضمون حديث جابر فى الوصية:** اس باب میں مصنف نے حضرت جابرؓ کی حدیث ذکر کی جس میں وہ یہ فرمارہے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوا تو آپ ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے تو میں اس وقت بے ہوش تھا آپ سے بات نہیں کر سکا، آپ نے وضو فرمائی اور وضو کا بچا ہوا پانی یا غسالہ (و بالاخير جزم الحافظ في الفتح كما في هامش البذل) مجھ پر چھڑکا جس سے میں ہوش میں آگیا، اس وقت میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اپنے مال میں کیا کروں (یعنی اگر کچھ وصیت کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں) اور میرے وارثوں میں صرف میری بہنیں ہیں، وہ فرماتے ہیں اس پر آیت میراث نازل ہوئی (آیت میراث کا مصداق آگے مذکور ہے) يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ، اور بعض روایات میں اس طرح ہے: فَنَزَلَتْ { يُوصِيكُمُ اللهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ [1] }، اور امام بخاریؒ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ آیت المیراث سے مراد يُوصِيكُمُ اللهُ الآیۃ ہے۔

حضرت جابر کے بارے میں کونسی آیت کا نزول ہوا: پھر جاننا چاہئے اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ حضرت جابرؓ کے قصہ میں ان دو آیتوں میں سے کونسی آیت نازل ہوئی، آیا وہ يُوصِيكُمُ اللهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ ہے جو سورۂ نساء کے شروع میں مذکور ہے اور بڑی مفصل ہے تمام ورثاء کے حصص اس کے اندر بیان کئے گئے ہیں، اور اس کے آخر میں مجملاً کلالہ کا بھی ذکر ہے وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ الخ اور یا اس کا مصداق يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ہے جو سورۂ نساء کے اخیر میں مذکور ہے جس میں حکم کلالہ کا بیان واضح مذکور ہے جس کو آیۃ الصیف بھی کہتے ہیں، پس بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصداق اولِ سورۃ والی آیت ہے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصداق آخرِ سورۃ والی آیت ہے، لیکن حضرت جابرؓ کے حال کے مناسب چونکہ وہ کلالہ تھے قول ثانی ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ابن العربی نے اس سلسلہ میں اپنا خلجان ظاہر کرتے ہوئے آیت میراث کو ترجیح دی ہے یعنی يُوصِيكُمُ اللهُ، پھر آگے حافظؒ نے اپنی رائے یہ لکھی ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضرت جابرؓ کے قصہ میں آیۃ الصیف کا نزول ہوا يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ، اور اسی طرح آیت المیراث (يُوصِيكُمُ اللهُ) کا آخری ٹکڑا جس میں کلالہ کا ذکر مجملاً ہے یہ دو تو جابرؓ کے قصہ میں نازل ہوئیں اور آیۃ میراث کے شروع کا حصہ یہ سعد بن الربیع کی دو بیٹیوں کے قصہ میں نازل ہوا (من البذل [2]) میں کہتا ہوں: سعد بن الربیع سے متعلق

---

[1] حکم کرتا ہے تم کو اللہ تمہاری اولاد کے حق میں (سورۃ النساء: ١١)

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري – ج ١٢ ص ٤، بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٣ ص ١٥٦

آیت آئندہ باب میں آرہی ہے جس میں اس طرح ہے: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جِئْنَا امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْأَسْوَاقِ، فَجَاءَتِ الْمَرْأَةُ بِابْنَتَيْنِ لَهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَاتَانِ بِنْتَا ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ.....قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَخْطَأَ بِشْرٌ فِيهِ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ» وفي آخره وقَالَ: نَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ: { يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ } الآية (والحديث [1])۔والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

۳۔ بَابُ مَنْ كَانَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أَخَوَاتٌ

جس میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف اسکی بہنیں ہوں [2]

اس باب میں بھی مصنف نے حضرت جابرؓ ہی والی روایت ذکر کی، کیونکہ حضرت جابرؓ پر یہ بات صادق آتی ہے لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أَخَوَاتٌ اور من ليس له ولد یہی کلالہ ہے (علی قول) لہٰذا پہلا باب اور یہ باب دونوں کلالہ سے متعلق ہیں، فالفرق بين الترجمتين بقوله ههنا وله أخوات، وهذا القيد ليس بملحوظ في الترجمة السابقة.

۲۸۸۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ يَعْنِي الدَّسْتُوَائِيَّ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: اشْتَكَيْتُ وَعِنْدِي سَبْعُ أَخَوَاتٍ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَفَخَ فِي وَجْهِي، فَأَفَقْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلَا أُوصِي لِأَخَوَاتِي بِالثُّلُثِ؟ قَالَ: «أَحْسِنْ». قُلْتُ: الشَّطْرُ؟ قَالَ: «أَحْسِنْ» ثُمَّ خَرَجَ وَتَرَكَنِي، فَقَالَ: «يَا جَابِرُ، لَا أُرَاكَ مَيِّتًا مِنْ وَجَعِكَ هَذَا، وَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَنْزَلَ فَبَيَّنَ الَّذِي لِأَخَوَاتِكَ فَجَعَلَ لَهُنَّ الثُّلُثَيْنِ»، قَالَ: فَكَانَ جَابِرٌ يَقُولُ: "أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِيَّ: { يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ }".

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا اور میری سات بہنیں تھیں پس رسول اللہ ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے (میں بیہوش تھا تو رسول اللہ ﷺ نے وضوء فرماکر) میرے چہرے پر چھینٹا مارا تو مجھے ہوش آگیا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اپنی بہنوں کیلئے دو تہائی مال کی وصیت کرسکتا ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

---

[1] سنن أبي داود – كتاب الفرائض – باب ما جاء في ميراث الصلب ۲۸۹۱

[2] تنبیہ: ہم نے اس باب اور گزشتہ باب کے درمیان تکرار سے بچنے کیلئے فرق اگرچہ ظاہر کردیا لیکن یہ باب بعض نسخوں میں ہے ہی نہیں، بلکہ گزشتہ ہی باب کے تحت چار حدیثیں مذکور ہیں: ① حدثنا احمد بن حنبل ② حدثنا عثمان بن ابی شیبہ ③ مسلم بن ابراہیم حدثنا منصور بن ابی مزاحم جو ہمارے یہاں اس ترجمہ ثانیہ کے تحت آگے آرہی ہے اور چاروں حدیثیں ترجمۃ الباب کے مطابق ہیں دوسرا اختلاف نسخ یہاں پر یہ ہے کہ ہمارے نسخہ میں ترجمہ ثانیہ کے تحت جو تیسری حدیث ہے حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل، اور چوتھی حدثنا مسدد اور پانچویں حدثنا ابن السرح، بعض دوسرے نسخوں میں یہ تینوں حدیثیں آئندہ آنے والے باب یعنی باب ما جاء فی میراث الصلب کے تحت میں مذکور ہیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے کہ ان تینوں روایتوں کو ہمارے ترجمۃ الباب (مَنْ كَانَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أَخَوَاتٌ) سے کوئی مناسبت نہیں بلکہ اس کے منافی ہیں۔

فرمایا کہ تم اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرو تو میں نے عرض کیا کہ میں آدھے مال کی وصیت کر سکتا ہو تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی بہنوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو پھر رسول اللہ ﷺ مجھے چھوڑ کر باہر تشریف لے جانے لگے اور اس وقت مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے جابر! میرے خیال میں تمہاری اس بیماری کے سبب تمہاری وفات نہیں ہوگی...... اور اللہ پاک نے قرآن شریف میں واضح احکام اتار کر تمہاری بہنوں کا حصہ بیان کر دیا ہے اور ان بہنوں کیلئے تمہارے ترکہ کا دو تہائی حصہ مقرر فرمایا ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی ہے: يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ۔

تخریج صحيح البخاري - الوضوء (١٩١) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٠١) صحيح البخاري - المرضى (٥٣٢٧) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٤٤) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٧٩) صحيح مسلم - الفرائض (١٦١٦) جامع الترمذي - الفرائض (٢٠٩٦) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٠١٥) سنن أبي داود - الفرائض (٢٨٨٧) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٢٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٨/٣) سنن الدارمي - الطهارة (٧٣٣)

شرح الحدیث ظاہر الفاظ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت جابرؓ نے آپ ﷺ سے یہ دریافت کیا کہ کیا میں اپنی بہنوں کیلئے دو ثلث کی وصیت کر دوں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اپنی اخوات کے ساتھ احسان کر، انہوں نے عرض کیا کہ اچھا نصف کی وصیت کر دوں؟ آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا: أَحْسِنْ۔ اس حدیث پر بادئ الرأی میں دو اعتراض ہوتے ہیں اول یہ کہ اخوات کیلئے وصیت کہاں جائز ہے وہ تو وارث ہیں ولا وصية لوارث، دوسرے یہ کہ وہ تو ثلثین کی وصیت کی اجازت لینا چاہتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: احسن الی الاخوات۔ اس پر انہوں نے نصف کی وصیت کی اجازت طلب کی، اس میں احسان الی الاخوات کہاں ہے اس میں تو اور بھی نقصان پایا جا رہا ہے، اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ باب وصیۃ میں لام موصی لہ پر داخل ہوتا ہے لیکن یہاں "لاخواتی" میں یہ لام صلہ کا نہیں ہے اور موصی لہ پر داخل نہیں ہو رہا ہے بلکہ یہ لام اجلیہ ہے یعنی لاجل اخواتی، اور مطلب یہ ہے کہ میں جو آپ سے وصیت کی اجازت طلب کر رہا ہوں وہ اخوات کے موجود ہونے کی وجہ سے ہے کہ چونکہ میرے ورثاء میں میری اخوات موجود ہیں تو کیا ان کے ہوتے ہوئے میں کسی شخص کیلئے ثلثین کی وصیت کر سکتا ہوں، فزال الاشکال بھذا فیرہ، کذا سمعنا من الأساتذۃ۔ پھر آگے روایت میں یہ ہے: آپ ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم اپنے اس مرض میں وفات نہیں پاؤ گے۔

تنبیہ: حضرت جابرؓ کا کلالہ ہونا اور پھر محدثین کا ان کی روایت کو باب الکلالہ میں ذکر کرنا یہ ان کی اس موجودہ حالت کے اعتبار سے ہے جو بوقت سوال تھی ورنہ بعد میں تو جب وہ اس مرض سے صحتیاب ہو گئے تو شادی کی صاحب اولاد ہوئے اور بہت زمانہ تک زندہ رہے حتی توفی ۷۳ھ وهو ابن أربعة وتسعين سنة وهو آخر من مات بالمدينة من الصحابة (كذا في التهذيب [1])

[1] تهذيب التهذيب ج ٢ ص ٤٣

والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

۲۸۸۸ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: "آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ فِي الْكَلَالَةِ: { يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ } ".

ترجمہ: براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ کلالہ وارث کے متعلق جو آخری آیت نازل ہوئی یہ والی ہے: يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ۔

شرح الحديث: نَزَلَتْ: آیت کی صفت ہے یعنی آخری آیت جو کلالہ کے بارے میں نازل ہوئی وہ يَسْتَفْتُوْنَكَ الخ ہے اسی آیت کو آیۃ الصیف کہا جاتا ہے اور وہ جو سورۂ نساء کے شروع میں ہے اس کو آیۃ الشتاء کہتے ہیں۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

۲۸۸۹ - حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، يَسْتَفْتُونَكَ فِي الْكَلَالَةِ فَمَا الْكَلَالَةُ؟ قَالَ: «تُجْزِيكَ آيَةُ الصَّيْفِ» فَقُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ: هُوَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَلَدًا وَلَا وَالِدًا؟ قَالَ: «كَذَلِكَ ظَنُّوا أَنَّهُ كَذَلِكَ».

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آیت مبارکہ يَسْتَفْتُوْنَكَ الخ میں کلالہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس آیت کو پڑھ لو جو گرمی کے زمانے میں نازل ہوئی تھی تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ کلالہ کون شخص کہلاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسحاق سے پوچھا کہ کلالہ وہ شخص ہے جس کا اس حال میں انتقال ہو کہ نہ اسکا بیٹا ہو اور نہ ہی اسکا باپ ہو؟ تو ابو اسحاق نے فرمایا کہ تم نے کلالہ کی جو تعریف بیان کی ہے یہی تعریف علماء بیان فرماتے ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي-تفسير القرآن(۳۰۴۲) سنن أبي داود- الفرائض(۲۸۸۹)

شرح الحديث: خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کلالہ کے بارے میں دو آیتیں نازل فرمائیں ایک سردی کے زمانہ میں اور یہ وہ آیت ہے جو سورۂ نساء کے شروع میں ہے جس میں اجمال وابہام ہے، پھر دوسری آیت نازل فرمائی گرمی کے زمانہ میں اور یہ وہ ہے جو سورۂ نساء کے آخر میں ہے جس میں تفصیل اور وضاحت ہے اس لیے آپ ﷺ نے اس سائل کو اسی آیۃ الصیف کا حوالہ دیا کہ اس کو پڑھ وہ تیرے لیے کافی ہو جائے گی [1]۔ والحديث أخرجه الترمذي، قاله المنذري۔

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود- ج ٤ ص ۹۳-۹٤

٤۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي مِيرَاثِ الصُّلْبِ

حقیقی اولاد کی وراثت کا بیان

٢٨٩٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ الْأَوْدِيِّ، عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلَ الْأَوْدِيِّ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، وَسَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ فَسَأَلَهُمَا، عَنِ ابْنَةٍ، وَابْنَةِ ابْنٍ، وَأُخْتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ، فَقَالَا: وَلِلْأُخْتِ مِنَ الْأَبِ، وَالْأُمِّ النِّصْفُ، وَلَمْ يُوَرِّثَا ابْنَةَ الِابْنِ شَيْئًا، وَأْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ، فَإِنَّهُ سَيُتَابِعُنَا، فَأَتَاهُ الرَّجُلُ فَسَأَلَهُ وَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِهِمَا، فَقَالَ: لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ، وَلَكِنِّي سَأَقْضِي فِيهَا بِقَضَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لِابْنَتِهِ النِّصْفُ، وَلِابْنَةِ الِابْنِ سَهْمٌ تَكْمِلَةُ الثُّلُثَيْنِ، وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ مِنَ الْأَبِ وَالْأُمِّ».

ترجمہ ہزیل بن شرحبیل کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ابو موسیٰ اشعری اور سلیمان بن ربیعہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اسکے ورثہ میں اسکی ایک بیٹی اور ایک پوتی اور حقیقی بہن ہیں تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ وراثت کا آدھا حصہ بیٹی کو ملے گا اور آدھا حصہ حقیقی بہن کو ملے گا اور پوتی کو ان دونوں حضرات نے میراث میں حصہ دار نہیں بنایا اور تم ابن مسعودؓ کے پاس چلے جاؤ وہ بھی وہی بات فرمائینگے جو ہم نے تمہیں بتلائی ہیں تو یہ شخص ابن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے ان سے میراث کا یہ مسئلہ دریافت کیا اور یہ بھی بتلایا کہ یہ دونوں حضرات فرمارہے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ بھی ہماری موافقت فرمائنگے۔ تو عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر انکی اس بات میں، میں موافقت کروں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور سیدھی راہ پر نہ رہوں گا لیکن اس مسئلے میں میں وہ فیصلہ کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میت کی ایک بیٹی کو میراث کا آدھا حصہ ملے گا اور میت کی ایک پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا میراث کی دو تہائی پورا کرنے کیلئے اور بقیہ مال عینی بہن کا ہو گا۔

تخریج صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٥٥) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٦١) جامع الترمذي - الفرائض (٢٠٩٣) سنن أبي داود - الفرائض (٢٨٩٠) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٢١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٨٩/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٤٠/١)

شرح الحدیث ایک شخص ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس جو کہ اس وقت حضرت عثمانؓ کی جانب سے امیر کوفہ تھے اور سلمان بن ربیعہ کے پاس (جو کہ قاضی کوفہ تھے) آیا اور اس نے ان دونوں سے فرائض کا یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک حقیقی بہن چھوڑی ان دونوں نے یہ فیصلہ فرمایا کہ نصف میراث بیٹی کے لیے ہے (لقولہ تعالیٰ: وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ) اور نصف بہن کے لیے اور پوتی کو کچھ نہیں دیا اور ان دونوں نے اس سائل سے یہ بھی فرمایا کہ ابن مسعودؓ کے پاس بھی چلے جاؤ وہ بھی اس فیصلہ کی موافقت فرمائیں گے، یہ سائل ان کی خدمت میں پہنچا اور ان دونوں کا

فیصلہ سنایا انہوں نے فرمایا: لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ کہ اگر میں یہ فیصلہ کروں تو میں سیدھی راہ سے بھٹک جاؤں گا، اور پھر انہوں نے فیصلہ یہ کیا کہ نصف بیٹی کے لیے اور سدس پوتی کے لیے تَكْمِلَةُ الثُّلُثَيْنِ، اور باقی یعنی ثلث بہن کے لیے۔

تَكْمِلَةُ الثُّلُثَيْنِ کا مطلب سراجی پڑھنے والے جانتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن پاک میں تصریح ہے اس بات کی کہ اگر بیٹی ایک ہو تو اس کیلیے نصف ہے اور اگر ایک سے زائد ہوں تو پھر ان کا حصہ دو ثلث ہے (لقولہ تعالی: فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ) یہاں چونکہ بنت ایک تھی کتاب اللہ کی تصریح کے مطابق نصف تو اس کا ہو گیا اور چونکہ بنت الابن بھی بنت ہی ہے مگر ذرا بعید اس لیے بنت کو نصف دینے کے بعد ثلثین میں سے جو سدس باقی رہ گیا تھا وہ دوسرے درجہ کی بنت کو دیدیا گیا تاکہ مجموعہ بنات کا حصہ پورا دو ثلث ہو جائے اور دونوں آیتوں کے مضمون پر عمل ہو جائے یہ مطلب ہے تَكْمِلَةُ الثُّلُثَيْنِ کا۔ والحديث أخرجه البخاري والترمذي والنسائي وابن ماجه بنحوه قاله المنذري۔

٢٨٩١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جِئْنَا امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْأَسْوَاقِ، فَجَاءَتِ الْمَرْأَةُ بِابْنَتَيْنِ لَهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَاتَانِ بِنْتَا ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ قُتِلَ مَعَكَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَقَدِ اسْتَفَاءَ عَمُّهُمَا مَالَهُمَا وَمِيرَاثَهُمَا كُلَّهُ، فَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا إِلَّا أَخَذَهُ، فَمَا تَرَى يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَوَاللَّهِ لَا تُنْكَحَانِ أَبَدًا إِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَقْضِي اللَّهُ فِي ذَلِكَ»، قَالَ: وَنَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ: {يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ} الْآيَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ادْعُوا لِي الْمَرْأَةَ وَصَاحِبَهَا» فَقَالَ لِعَمِّهِمَا: «أَعْطِهِمَا الثُّلُثَيْنِ وَأَعْطِ أُمَّهُمَا الثُّمُنَ، وَمَا بَقِيَ فَلَكَ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَخْطَأَ بِشْرٌ فِيهِ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، قُتِلَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری خاتون کے گھر پہنچے مقام اسواق میں تو وہ خاتون اپنی دو بیٹیوں کو خدمت نبوی ﷺ میں لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ دونوں میرے شوہر ثابت بن قیس کی بیٹیاں ہیں (آگے آرہا ہے کہ یہ سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں نہ کہ ثابت بن قیس کی لہٰذا یہ لفظ وہم ہے) جو آپکے ساتھ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے اور ان بچیوں کے چچا نے ان کا سارا مال اور انکی پوری میراث لے لی ہے اور ان بچیوں کیلیے کوئی بھی مال نہیں چھوڑا لیکن وہ سارا مال انکے چچا لے اڑے اے اللہ کے رسول! آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ خدا کی قسم ان بچیوں کی شادی تب ہی ہو سکتی ہے جب کہ انکے پاس روپیہ پیسہ ہو تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک اس معاملے میں فیصلہ نازل فرمائینگے راوی کہتے ہیں کہ سورۃ نساء نازل ہوئی: يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ الخ ...... تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس میت کی بیوی اور بیوی کے خصم (میت کے چچا) کو بلاؤ اور حضور ﷺ نے ان بچیوں کے چچا سے ارشاد فرمایا کہ اپنی بھتیجیوں کو میراث کا دو تہائی اور انکی والدہ کو میراث کا آٹھواں حصہ دو

اور جو مال بچ جائے تو وہ تمہارا ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ بشر راوی نے اس حدیث میں غلطی کی ہے یہ دونوں لڑکیاں تو سعد بن ربیع کی بیٹیاں تھیں۔ ثابت بن قیس تو جنگ یمامہ میں (حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں) شہید ہوئے تھے (نہ کہ غزوۂ احد میں)۔

۲۸۹۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، وَغَيْرُهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ امْرَأَةَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ سَعْدًا هَلَكَ وَتَرَكَ ابْنَتَيْنِ، وَسَاقَ نَحْوَهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا هُوَ أَصَحُّ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ سعد بن ربیع کی اہلیہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! سعد شہید ہو گئے اور انہوں نے دو بیٹیاں اپنے پیچھے چھوڑی اسکے بعد گزشتہ حدیث کی طرح نقل کیا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بشر راوی کی نقل کردہ حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الفرائض (۲۰۹۲) سنن أبي داود - الفرائض (۲۸۹۱) سنن ابن ماجه - الفرائض (۲۷۲۰).

شرح الحدیث: فَجَاءَتِ الْمَرْأَةُ بِابْنَتَيْنِ لَهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ: اس روایت کا ذکر ہمارے یہاں شروع میں آچکا مضمون حدیث یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سعد بن الربیع کی زوجہ نے اپنی دو بیٹیوں کو پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ دونوں سعد بن الربیع کی بیٹیاں ہیں جو آپ کے ساتھ جنگ احد میں تھے اور شہید ہو گئے تھے ان دونوں کے چچا نے ان کا سارا مال اور میراث قبضا لیا اب کیا کیا جائے بغیر مال کے ان کا نکاح کیسے کیا جائے گا آپ نے اس عورت کی بات سن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں کچھ فیصلہ فرمائیں گے، اس پر پھر آیت میراث: يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ نازل ہوئی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے اس عورت کو اور اسکے صاحب معاملہ کو بلوایا اور ان کے آنے کے بعد آپ نے ان لڑکیوں کے چچا سے فرمایا کہ دو ثلث میراث کا ان دونوں کو دے اور ثمن ان کی والدہ کو، آگے جو بچے وہ تیرے لیے ہے۔ والحدیث أخرجه الترمذي وابن ماجه في حديثهما سعد بن الربيع، قاله المنذري۔

۲۸۹۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنِي أَبُو حَسَّانَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، «وَرَّثَ أُخْتًا وَابْنَةً، فَجَعَلَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا النِّصْفَ وَهُوَ بِالْيَمَنِ»، وَنَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ حَيٌّ.

ترجمہ: اسود بن یزید کہتے ہیں کہ معاذ بن جبلؓ نے ملک یمن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایک بہن اور ایک بیٹی کو میت کا اس طرح وارث بنایا کہ میت کی ایک بیٹی اور ایک بہن میں سے ہر ایک کو آدھا آدھا حصہ دیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٥٣) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٦٠) سنن أبي داود - الفرائض (۲۸۹۳) سنن الدارمي - الفرائض (۲۸۷۹) سنن الدارمي - الفرائض (۲۸۸۰)

٥۔ بَابٌ فِي الْجَدَّةِ

میت کی دادی اور نانی کی میراث کا بیان

٢٨٩٤ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ خَرَشَةَ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَتِ الْجَدَّةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا؟ فَقَالَ: مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى شَيْءٌ، وَمَا عَلِمْتُ لَكِ فِي سُنَّةِ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَارْجِعِي حَتَّى أَسْأَلَ النَّاسَ، فَسَأَلَ النَّاسَ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، «حَضَرْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهَا السُّدُسَ»، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ؟ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَقَالَ: مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْأُخْرَى إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا، فَقَالَ: «مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى شَيْءٌ، وَمَا كَانَ الْقَضَاءُ الَّذِي قُضِيَ بِهِ إِلَّا لِغَيْرِكِ، وَمَا أَنَا بِزَائِدٍ فِي الْفَرَائِضِ، وَلَكِنْ هُوَ ذَلِكَ السُّدُسُ، فَإِنِ اجْتَمَعْتُمَا فِيهِ فَهُوَ بَيْنَكُمَا، وَأَيَّتُكُمَا خَلَتْ بِهِ فَهُوَ لَهَا».

ترجمہ قبیصہ بن ذویب کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت میں میت کی ایک نانی آئی اور اس نے اپنے نواسہ کی میراث میں اپنا حصہ طلب کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں تمہارا حصہ مذکور نہیں اور اللہ کے نبی کی سنت میں بھی مجھے تمہارا کوئی حصہ معلوم نہیں تم واپس لوٹ جاؤ میں صحابہ کرام سے تمہارے متعلق احادیث دریافت کرتا ہوں، پس حضرت ابو بکر نے صحابہ سے نانی کی میراث کے متعلق دریافت فرمایا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے نانی کو میراث کا چھٹا حصہ عطا فرمایا تھا میں اس مجلس میں موجود تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: کیا تمہارے علاوہ بھی کوئی اور اس بات کی گواہی دے گا؟ تو محمد بن مسلمہؓ صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت مغیرہ کی طرح حدیث بیان کی تو حضرت ابو بکرؓ نے اس نانی کیلئے میراث کے چھٹے حصے دینے کا حکم ارشاد فرمایا پھر اس میت کی دادی (یانانی) حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور اپنے پوتے کی میراث طلب کرنے لگی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہارے لئے قرآن کریم میں کوئی حصہ نہیں ہے اور وہی فیصلہ صحیح ہے جو پہلے ہو چکا ہے (حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں) کہ تمہارے علاوہ میت کی نانی وارث ہو گی اور میں وراثت کے مسائل میں اپنی طرف سے اضافہ نہیں کر سکتا لیکن اب یہ فیصلہ ہے کہ میراث کا چھٹا حصہ میت کی دادی کیلئے ہو گا پس اگر میت کی دادی اور نانی دونوں موجود ہوں تو یہ چھٹا حصہ میت کی دادی اور نانی کے درمیان تقسیم ہو گا اور جب کسی میت کی دادی نانی میں سے کوئی ایک وارث ہو تو چھٹا حصہ پورا کا پورا اس کیلئے ہو گا جو موجود ہو گی۔

تخریج جامع الترمذي - الفرائض (٢١٠٠) جامع الترمذي - الفرائض (٢١٠١) سنن أبي داود - الفرائض (٢٨٩٤) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٢٤) موطأ مالك - الفرائض (١٠٩٨)

شرح الحديث: جدہ سے یہاں دادی اور نانی دونوں مراد ہیں کیونکہ دونوں ذوی الفروض میں سے ہیں اور دونوں کا سہم بھی ایک ہی ہے یعنی سدس، اگر دونوں میں سے ایک ہوگی تو تنہا سدس وہ لے لیگی اور اگر دونوں ہیں تو سدس میں دونوں مشترک ہو جائیں گی جیسا کہ حدیث الباب میں ہے۔

جاننا چاہئے کہ ذوی الفروض یعنی وہ ورثاء جن کے حصص متعین ہیں وہ دو طرح کے ہیں اکثر تو وہ ہیں جن کے حصہ کی تصریح کتاب اللہ میں ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کا فرض اور حصہ کتاب اللہ سے ثابت نہیں بلکہ حدیث سے ہے چنانچہ جدہ خواہ ام الاب ہو یا ام الام اسی قسم ثانی میں سے ہے۔

چنانچہ حدیث الباب میں ہے کہ کسی میت کی جدہ صدیق اکبرؓ کے پاس آئی اپنی میراث طلب کرنے تو انہوں نے فرمایا: مالكِ في كتابِ اللهِ تعالى شيءٌ کہ کتاب اللہ میں تو تیرا حصہ مذکور نہیں اور کسی حدیث سے تیرا حصہ ثابت ہے یا نہیں یہ میرے علم میں نہیں البتہ میں اس کے بارے میں لوگوں سے معلوم کروں گا، ان کے سوال کرنے پر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے عرض کیا کہ میرے سامنے حضور اقدس ﷺ نے جدہ کو سدس عطا کیا ہے اور محمد بن مسلمہ نے بھی اسکی تائید فرمائی، ان دو صحابیوں کی روایت پر حضرت ابو بکرؓ نے اس حصہ کا نفاذ فرمادیا پھر آگے روایت میں یہ ہے کہ پھر عمر فاروقؓ کے زمانہ میں اسی میت کی جدہ اخریٰ آئی اور اپنی میراث طلب کی تو انہوں نے فرمایا کہ جدہ کے لیے ایک ہی سدس ہے اگر وہ تنہا ہو تنہا لے لے اور اگر دو ہوں (دادی اور نانی) تو وہ اس میں مشترک ہوں گی۔

جدہ کا اطلاق چونکہ دادی اور نانی دونوں پر ہوتا ہے اور دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہے اس لیے یہ کہا جائے گا کہ اگر صدیق اکبرؓ کے پاس آنے والی اس میت کی دادی تھی تو فاروق اعظمؓ کے پاس آنیوالی اسکی نانی ہوگی اور ہو سکتا ہے اس کا عکس ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٢٨٩٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ، أَخْبَرَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ أَبُو الْمُنِيبِ الْعَتَكِيُّ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْجَدَّةِ السُّدُسَ، إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهَا أُمٌّ».

ترجمہ: بریدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ اس وقت عطا فرمایا جب میت کے ورثاء میں ماں موجود نہ ہو۔

٦ - بَابُ مَا جَاءَ فِي مِيرَاثِ الْجَدِّ

دادا کی میراث کا بیان

جد سے مراد أبو الأب جو کہ ذوی الفروض میں سے ہے مگر بالسنة نہ کہ بالکتاب، اور جد سے أبو الأم مراد نہیں ہو سکتا جس کو

جد فاسد کہتے ہیں اس لیے کہ وہ ذوی الارحام میں سے ہے جن کی توریث میں اختلاف ہے اور اس کا باب آگے آرہا ہے میراث جد کی جدہ کی طرح سدس ہے۔

٢٨٩٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ ابْنِي مَاتَ، فَمَا لِي مِنْ مِيرَاثِهِ؟ فَقَالَ: «لَكَ السُّدُسُ» فَلَمَّا أَدْبَرَ دَعَاهُ، فَقَالَ: «لَكَ سُدُسٌ آخَرُ» فَلَمَّا أَدْبَرَ دَعَاهُ، فَقَالَ: «إِنَّ السُّدُسَ الْآخَرَ طُعْمَةٌ» قَالَ قَتَادَةُ: «فَلَا يَدْرُونَ مَعَ أَيِّ شَيْءٍ وَرَّثَهُ» ، قَالَ: قَتَادَةُ: «أَقَلُّ شَيْءٍ وَرِثَ الْجَدُّ السُّدُسُ».

ترجمہ: عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ ایک شخص خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میرے پوتے کا انتقال ہو گیا تو مجھے اسکی وراثت میں سے کتنا حصہ ملے گا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اسکی میراث کا چھٹا حصہ ملے گا جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے اسکو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے تمہارے پوتے کی میراث میں سے ایک اور چھٹا حصہ بھی ہے۔ جب یہ شخص پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے اسکو دوبارہ بلایا اور ارشاد فرمایا تمہارے لئے دوسرا چھٹا حصہ بطور زائد حصہ کے ہے (جو عصبہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص صورت مسئلہ میں ملتا ہے) حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے کن ورثہ کی موجودگی میں دادا کو میراث کے دو چھٹے حصے عطا فرمائے تھے...... قتادہ فرماتے ہیں کہ دادا کا وراثت میں کم از کم حصہ مال کا چھٹا حصہ ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الفرائض (٢٠٩٩) سنن أبي داود - الفرائض (٢٨٩٦) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٣٦)

شرح الحدیث: ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آئے یعنی مرنے والے کا دادا، اس نے عرض کیا کہ میرا پوتا مر گیا ہے مجھے اس کی کتنی میراث ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سدس جب وہ جانے لگا تو آپ ﷺ نے اس کو بلایا اور فرمایا: تیرے لیے ایک سدس اور ہے پھر جب وہ جانے لگا تو آپ ﷺ نے اس کو پکارا اور فرمایا کہ یہ دوسرا سدس تیرے معینہ حصہ سے زائد ہے۔
دادا کا اصل حصہ یعنی فرض تو سدس ہی ہے، اور یہاں سدس آخر جو اس کو ملا وہ تعصیب کے طور پر ہے جس کی بظاہر شکل یہ ہوگی کہ مرنے والے نے اپنے جد کو چھوڑا اور بنتین کو، بنتین کا فرض دو ثلث ہے تو باقی ایک ثلث میں سے نصف یعنی سدس یہ دادا کا حصہ تھا وہ آپ ﷺ نے اسکو دیا اور پھر جو سدس بچا وہ بھی آپ ﷺ نے اسکو دے دیا اور شروع ہی میں پورا ثلث اسلئے نہیں دیا تاکہ اس کو معلوم رہے کہ میرا اصل فرض ایک سدس ہے۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٢٨٩٧ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ عُمَرَ قَالَ: أَيُّكُمْ يَعْلَمُ مَا وَرَّثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَدَّ؟ فَقَالَ مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ: أَنَا. «وَرَّثَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّدُسَ» . قَالَ: مَعَ مَنْ؟ قَالَ: لَا أَدْرِي. قَالَ: لَا دَرَيْتَ، فَمَا تُغْنِي إِذًا؟

ترجمہ حضرت عمرؓ نے صحابہ سے پوچھا تم میں سے کس کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دادا کو کس قدر حصہ کا وارث بنایا؟ تو معقل بن یسارؓ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے میت کے دادا کو چھٹا حصہ عطا فرمایا تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ میت کے دیگر کون سے ورثہ موجود تھے جب دادا کو چھٹا حصہ رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا؟ تو معقل بن یسارؓ نے فرمایا کہ یہ مجھے نہیں معلوم تو حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ پھر تمہیں اس بات کے جاننے کا کیا فائدہ ہوا؟

تخریج سنن أبي داود - الفرائض (۲۸۹۷) سنن ابن ماجه - الفرائض (۲۷۲۳)

شرح الحدیث حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حاضرین مجلس سے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کسی کو یہ معلوم ہے کہ آپ ﷺ نے جد کا میراث میں کتنا حصہ لگایا؟ اس پر معقل بن یسارؓ نے عرض کیا کہ میں جانتا ہوں کہ آپ ﷺ نے دادا کا حصہ سدس لگایا۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ آپ ﷺ نے داد کو سدس کن ورثاء کے ہوتے ہوئے دیا؟ اس پر معقل نے کہا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر تمہیں اس کا کچھ علم نہیں صرف اتنا جاننا کہ سدس دلایا مفید نہیں، اور یہ اس لیے کہ میراث میں ذوی الفروض کو اصل فرض کے علاوہ بعض صورتوں میں عصبہ ہونے کی حیثیت سے کچھ زائد بھی ملتا ہے، جیسا کہ ابھی اوپر والی حدیث میں گذرا تو جب تک سب ورثاء کا علم نہ ہو اس وقت تک بات منقح نہیں ہو سکتی۔

جاننا چاہئے کہ میراث الجد میں یعنی اس کی مقدار میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف رہا ہے، خود حضرت عمرؓ سے بھی اس میں مختلف فیصلے منقول ہیں، ابوداؤد میں کتاب الاشربۃ کے شروع میں حضرت عمرؓ کی یہ حدیث آرہی ہے: وَثَلَاثٌ وَدِدْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُفَارِقْنَا حَتَّى يَعْهَدَ إِلَيْنَا فِيهِنَّ عَهْدًا نَنْتَهِي إِلَيْهِ: «الْجَدُّ، وَالْكَلَالَةُ، وَأَبْوَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا» [1].

والحديث أخرجه النسائي، وابن ماجه بنحوه، قاله المنذري.

۷۔ بَابٌ فِي مِيرَاثِ الْعَصَبَةِ

عصبہ کی وراثت کا بیان

جاننا چاہئے کہ وراثت کے اعتبار سے ورثاء کے درمیان ترتیب اس طرح ہے: أولا ذوي الفروض، ثم العصبات النسبية ثم العصبات السببية يعني مولى العتاقة اس لیے کہ اسکی عصبیت نسب کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے سبب کی وجہ سے ہے یعنی عتاق ثم ذوي الأرحام۔

عصبہ ان رشتہ داروں کو کہتے ہیں جن کا حصہ لگا بندھا اور متعین نہ ہو (اگر ہو تو ذو الفرض کہلاتا ہے) بلکہ ذوی الفروض کے دینے کے بعد جو بچے وہ ان کو ملے۔

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الأشربة - باب في تحريم الخمر ٣٦٦٩

۲۸۹۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ - وَهَذَا حَدِيثُ مَخْلَدٍ وَهُوَ الْأَشْبَعُ - قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْسِمِ الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ، عَلَى كِتَابِ اللهِ فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى ذَكَرٍ [1]».

ترجمہ عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جن ورثاء کا حصہ قرآن کریم میں موجود ہے ان کے درمیان قرآن کریم کے مطابق مال کو تقسیم کرو اور ان ورثاء کو دینے کے بعد جو مال بچ رہے تو وہ مال اس شخص کو دو جو مذکر ہو اور میت کا سب سے قریبی رشتہ دار ہو۔

تخریج صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٥١) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٥٤) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٥٦) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٦٥) صحيح مسلم - الفرائض (١٦١٥) جامع الترمذي - الفرائض (٢٠٩٨) سنن أبي داود - الفرائض (٢٨٩٨) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٤٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٩٢/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣١٣/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٢٥/١)

شرح الحدیث یعنی میراث کو اولاً ذوی الفروض میں تقسیم کیا جائے کتاب اللہ کے مطابق، پس ذوی الفروض کو ان کے فرائض دینے کے بعد جو بچے وہ میت کے قریب ترین مرد رشتہ دار کیلئے ہے، اس سے مراد عصبہ بنفسہ ہے جو مرد ہی ہوتا ہے، اور أَوْلٰی کے معنی اقرب کے ہیں جو ماخوذ ہے وَلِیٌّ بمعنی القرب سے، کما فی قولہ تعالی: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ [2]، وقولہ علیہ السلام: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً [3]، یعنی اولیٰ سے مراد احق اور ارجح نہیں ہے، اس لئے کہ ہمیں کیا معلوم احق اور ارجح کون ہے، ہاں اقرب نسبا کون ہے اس کو سب جانتے ہیں۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، بنحوه. قاله المنذري۔

۸۔ بَابٌ فِي مِيرَاثِ ذَوِي الْأَرْحَامِ

ذوی الارحام کی وراثت کا بیان

ذوی الارحام کی تعریف یہ لکھی ہے کہ آدمی کے وہ اقارب جو ذوی الفروض اور عصبات کے علاوہ ہیں۔

ترجمۃ الباب والے مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف اور دلیل: جاننا چاہئے کہ ذوی الارحام کی توریث میں اختلاف ہے، صحابہ اور تابعین اسی طرح فقہاء کے درمیان بھی، ائمہ میں سے حنفیہ اور حنابلہ قائل ہیں، اور شافعیہ و مالکیہ قائل نہیں، وفی

---

[1] أي الأقرب في النسب إلى المورث دون الأبعد فإن استووا اشتركوا، وأقرب العصبات البنون ثم بنوهم وإن سفلوا، ثم الأب ثم الجد أبو الأب وإن علوا. قال الخطابي: أقرب العصبة إلى الميت كالأخ والعم، فإن الأخ أقرب من العم، وكالعم وابن العم، فالاول اقرب من الثاني اھ. (عون المعبود - ج۸ ص۱۰۵)

[2] بے شک لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم علیہ السلام سے ان کو تھی جو ساتھ اس کے تھے (سورۃ آل عمران ٦٨)

[3] الجامع لشعب الإيمان للبيهقي ١٤٦٢ - ج٣ ص١٢٩

البذل: أما من نفی توریثهم استدل بآیات المواریث بأن الله سبحانه لم یذکر لذوی الأرحام شیئاً وما کان ربك نسیا، وأیضاً توریثهم زیادة علی کتاب الله، وذلك لا یثبت بخبر الواحد والقیاس، إلی آخر ما قال، یعنی آیات میراث میں ذوی الارحام کا کوئی ذکر نہیں، لہذا خبر واحد یا قیاس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں، ومن قال بتوریثهم أستدل بقوله تعالی: وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ[1]، وهذا إثبات الاستحقاق بالوصف العام، وقال النبی صلی الله تعالی علیه وآله وسلم الخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ[2]، وفي روایة الخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ، يَعْقِلُ عَنْهُ وَيَرِثُهُ[3]، الی آخر ما بسط فی البذل[4]۔

۲۸۹۹ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ بُدَيْلٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْهَوْزَنِيِّ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُحَيٍّ، عَنِ الْمِقْدَامِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيَّ» وَرُبَّمَا قَالَ: «إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَأَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ، أَعْقِلُ لَهُ وَأَرِثُهُ، وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ، يَعْقِلُ عَنْهُ وَيَرِثُهُ».

ترجمہ: مقدام بن معدیکربؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے بوجھ (قرضہ چھوٹے بچے) چھوڑے تو انکی ذمہ داری مجھ پر ہے یا فرمایا کہ اللہ اور اسکے رسول پر ہے اور جس شخص نے مال چھوڑا تو وہ اسکے ورثاء کیلئے ہے اور جس کا کوئی وارث نہیں تو میں اسکا وارث ہوں میں ایسے شخص کی دیت ادا کروں گا اور اسکا وارث بنوں گا......اور جس شخص کا کوئی وارث نہ ہو تو اسکا ماموں اسکا وارث بنے گا وہ اسکی دیت بھرے گا اور اسکے مال کا وارث ہو گا۔

تخریج: سنن أبي داود - الفرائض (۲۸۹۹) سنن ابن ماجه - الديات (۲۶۳٤) سنن ابن ماجه - الفرائض (۲۷۳۸) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۳۱/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۳۳/٤)

شرح الحدیث: کَلّ کہتے ہیں ثقل اور بوجھ کو، اور یہاں مراد اس سے عیال اور دَین ہے، یعنی جو شخص نابالغ بچے چھوڑ کر مر جائے یا دَین تو ان کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور جو مال چھوڑ کر مرے سو وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے اور جس شخص کے کوئی وارث نہ ہو اس کا وارث میں ہوں۔ چنانچہ اس کی طرف سے میں ہی دیت ادا کروں گا اور اس کے مال کا وارث ہوں گا، یعنی اگر وہ کوئی مال چھوڑ کر مرے اور اس کے کوئی وارث نہ ہو تو میں اس کے مال کا وارث ہوں گا یعنی بیت المال کے لیے، یہ وراثت آپ کی انتظام اور

---

[1] اور رشتہ دار آپس میں حق دار زیادہ ہیں ایک دوسرے کے اللہ کے حکم میں (سورۃ الأنفال ۷۵)

[2] جامع الترمذي - کتاب الفرائض - باب ماجاء في ميراث الخال ۲۱۰٤

[3] السنن الکبری للبیهقي - کتاب الفرائض - باب من قال بتوريث ذوي الأرحام ۱۲۲۰۹ (ج ٦ ص ۳۵۲)، سنن أبي داود - کتاب الفرائض - باب في ميراث ذوي الأرحام ۲۸۹۹

[4] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۱۷٦-۱۷۷

بیت المال کے اعتبار سے ہے اور یہ جو حدیث میں ہے ماموں وارث ہے اس شخص کا جس کا کوئی وارث نہ ہو دیت ادا کرے گا وہ ماموں اپنے بھانجے کی طرف سے اور اس کا وارث ہو گا۔ اس جملہ سے حنفیہ اور حنابلہ کی تائید ہو رہی ہے، خال (ماموں) اور خالہ عمہ یہ سب ذوی الارحام میں سے ہیں اور یہ جو فرمایا کہ خال دیت ادا کرے گا بھانجہ کی طرف سے یعنی اگر کسی شخص کا بھانجہ کسی پر جنایت کرے اور اس کے کوئی عصبہ نہ ہو تو اس کی طرف سے دیت اس کا ماموں ادا کرے گا جس طرح سے عصبہ دیت ادا کرتے ہیں میں کہتا ہوں: اور اسی طرح حدیث میں آتا ہے: ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ [1] لہٰذا ماموں بھانجے ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، مگر وہ حضرات جو توریث ذوی الارحام کے قائل نہیں وہ اس حدیث کو وراثت پر محمول نہیں کرتے بلکہ اس کو وہ حمایت اور اعانت پر محمول کرتے ہیں، یعنی اگر کسی شخص کا بھانجہ حق پر ہو تو اس کے ماموں کو چاہئے کہ اسکی اعانت کرے یعنی اعانت اور نصرت ذوی الفروض اور عصبات کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ذوی الارحام کی بھی کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالی أعلم۔
والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه. قاله المنذري.

۲۹۰۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ فِي آخَرِينَ قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ بُدَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ مَيْسَرَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْهَوْزَنِيِّ، عَنِ الْمِقْدَامِ الْكِنْدِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيْعَةً فَإِلَيَّ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَأَنَا مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ أَرِثُ مَالَهُ وَأَفُكُّ عَانَهُ، وَالْخَالُ مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ يَرِثُ مَالَهُ وَيَفُكُّ عَانَهُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الزُّبَيْدِيُّ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ عَائِذٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ، وَرَوَاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَاشِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْمِقْدَامَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «يَقُولُ الضَّيْعَةُ مَعْنَاهُ عِيَالٌ».

ترجمہ: مقدام کندی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ہر مسلمان کی جان سے بھی زیادہ اس پر حق رکھتا ہوں پس جو شخص انتقال کے وقت قرضہ چھوڑے یا چھوٹے بچے چھوڑ دے تو قرضہ کی ادائیگی اور ان بچوں کی کفالت میری ذمہ داری ہے اور جو شخص اپنے ترکہ میں کوئی مال چھوڑے تو وہ مال اسکے وارثوں کو ملے گا...... اور جس شخص کا کوئی وارث نہیں تو میں اسکا مولیٰ ہوں میں اسکے مال کو بطور میراث حاصل کرونگا (اور اسکو بیت المال میں داخل کردوں گا) اور میں اسکے قرضوں اور دیگر لوازمات کو ادا کر کے اسکی گردن میں لگے ہوئے تسمہ کو کھول دوں گا...... اور جس کا کوئی وارث نہ ہو تو اسکا وارث اسکا ماموں ہو گا وہ اسکی وراثت کا حقدار ہو گا اور وہ اسکے بوجھ اور اسکی گردن پر لگی ہوئی رسی کھولے گا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ الضیعہ کا معنی ہیں چھوٹے بچے...... امام ابو داود فرماتے ہیں کہ زبیدی راوی نے اس روایت کو عن راشد بن سعد کے بعد ابن عائذ کے واسطہ سے مقدام سے نقل کیا ہے اور معاویہ بن صالح نے اس روایت کو راشد راوی سے بلاواسطہ حضرت مقدام سے نقل کیا کہ میں نے مقدام راوی سے اس حدیث کو سنا ہے۔

[1] صحيح البخاري - كتاب المناقب - باب ابن أخت القوم ومولى القوم منهم ۳۳۲۷

تخریج: سنن أبي داود - الفرائض (۲۹۰۰) سنن ابن ماجه - الديات (۲٦٣٤) سنن ابن ماجه - الفرائض (۲۷۳۸) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٣١) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣٣/٤).

شرح الحدیث **آپ ﷺ کی امت کے ساتھ غایت محبت:** أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ میں ہر مسلمان کے اسکی ذات سے بھی زیادہ قریب ہوں یعنی آدمی کے مرنے کے بعد اس کے امور کی ایسی ذمہ داری لیتا ہوں اور اس کی اس طرح نصرت کرنے والا ہوں کہ اگر وہ مرنے والا زندہ ہوتا تو وہ خود بھی اپنا اتنا انتظام وانصرام نہ کر سکتا جتنا میں اسکی طرف سے کرنے والا ہوں، بڑی عجیب بات ہے آپ ﷺ کو اپنے ہر فرد امت سے کتنا قوی اور گہرا تعلق ہے کہ آدمی خود بھی اپنے امور کا خیال اتنا نہیں رکھ سکتا جتنا آپ ﷺ رکھ سکتے ہیں، آپ ﷺ کی امت سے تعلق اور محبت کی احادیث تو بہت سی ہیں جیسا کہ کتاب الحج میں گذرا کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبات میں بار بار فرمایا: خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ لَعَلِّي لَا أَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هَذَا[1]، اور ایک حدیث میں ہے وَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ إِخْوَانِي کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو دیکھتا، صحابہ نے عرض کیا کہ ہم آپ کے اخوان نہیں ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے اصحاب ہو اور ہر وقت پاس رہنے والے ہو میری مراد تو اخوان سے وہ امتی ہیں جو میرے بعد میں آئیں گے اور پیدا ہوں گے، صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم وجزاہ اللہ عنا ما هو اهله۔

آگے حدیث میں ضَيْعَةً کا لفظ ہے اس سے مراد عیال یعنی چھوٹے بچے اور عورتیں ہیں کیونکہ اگر ان کی خبر نہ لی جائے تو وہ جلدی ضائع ہو جاتے ہیں اسی لیے ان کو ضیعہ کہا جاتا ہے۔

وَأَنَا مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ أَرِثُ مَالَهُ وَأَفُكُّ عَانَهُ: مولی سے مراد وارث ہے جیسا کہ پہلی حدیث میں گذر چکا۔

أَرِثُ مَالَهُ: ای لاجل بیت المال۔

وَأَفُكُّ عَانَهُ: اس کی قید کو چھڑاتا ہوں عان کے معنی قید، اسی لیے قیدی کو عانی کہتے ہیں جیسا کہ کتاب الجنائز کی ایک حدیث میں آرہا ہے: «أَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَعُودُوا الْمَرِيضَ، وَفُكُّوا الْعَانِيَ» قَالَ سُفْيَانُ: وَالْعَانِي الْأَسِيرُ[2]، اور یہاں قید سے مراد ما يلزمه من الحقوق مثل الدين والدية، اس لئے کہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ آدمی ان میں مقید اور جکڑا رہتا ہے، اور ایک روایت میں جو آگے آرہی ہے اس میں عُنِّي کا لفظ ہے أَفُكُّ عُنِيَّهُ۔ والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه كما في التحفة. قاله الشيخ محمد عوامه۔

۲۹۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَتِيقٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ يَزِيدَ

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الحج - باب الإيضاع في وادي محسر ٩٥٢٤ ج٥ ص٢٠٤

[2] سنن أبي داود - كتاب الجنائز - باب الدعاء للمريض بالشفاء عند العيادة ٣١٠٥

بْنِ حُجْرٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ، أَفُكُّ عَانِيَهُ، وَأَرِثُ مَالَهُ، وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ، يَفُكُّ عَانِيَهُ وَيَرِثُ مَالَهُ».

ترجمہ: صالح بن یحییٰ بن مقدام اپنے والد سے اور صالح کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جسکا کوئی وارث نہیں میں اسکا وارث ہوں میں اسکی گردن میں پڑی رسی کھولوں گا اور اسکے مال کا وارث بنوں گا اور جسکا کوئی وارث نہ ہو تو اسکا ماموں اسکا وارث ہے جو اسکی گردن میں ڈلے ہوئے تسمہ کو کھولے گا اور اسکے مال کا وارث بنے گا۔

تخریج: سنن أبي داود - الفرائض (٢٩٠١) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٣٤) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٣٨) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣١/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣٣/٤)

٢٩٠٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ سُفْيَانَ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ، عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ وَرْدَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ مَوْلًى لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَاتَ، وَتَرَكَ شَيْئًا وَلَمْ يَدَعْ وَلَدًا، وَلَا حَمِيمًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَعْطُوا مِيرَاثَهُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ قَرْيَتِهِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَحَدِيثُ سُفْيَانَ أَتَمُّ» وَقَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ أَرْضِهِ؟» قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: «فَأَعْطُوهُ مِيرَاثَهُ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک آزاد کردہ غلام کا انتقال ہو گیا اور اسنے کچھ وراثت چھوڑی اور اسنے اپنے ورثاء میں نہ کسی بیٹے کو چھوڑا اور نہ کوئی نسبی رشتہ دار اسکا موجود تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسکی میراث اسکی بستی والوں میں سے کسی شخص کو دیدو۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ سفیان کی حدیث زیادہ مکمل ہے اور مسدد نے اسطرح نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہاں پر اسکی بستی والوں میں کوئی شخص موجود ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسکو اس میت کی میراث دیدو۔

تخریج: جامع الترمذي - الفرائض (٢١٠٥) سنن أبي داود - الفرائض (٢٩٠٢) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٣٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٣٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٧٥/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٨١/٦)

شرح الحدیث: یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک آزاد کردہ غلام کا انتقال ہوا اور اس نے کچھ میراث بھی چھوڑی لیکن اس نے اپنی کوئی اولاد اور رشتہ دار نہیں چھوڑا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی میراث اس کی بستی والوں میں سے کسی کو دیدی جائے۔

الكلام على الحديث من حيث الفقه: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی میراث کو اس کے کسی بستی والے کو دلوانا یہ من حیث الاستحقاق نہ تھا بلکہ من حیث المصرف، کیونکہ اس قسم کی میراث (جس کا کوئی وارث نہ ہو) بیت المال میں داخل کی جاتی ہے، اور بیت المال کا مال عام لوگوں پر اور ضرورت مندوں پر خرچ ہوتا ہی ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی ایسے شخص کو دلوادی۔

کیا حضور ﷺ کسی کے وارث ہوتے تھے ؟اسکے بعد جاننا چاہئے کہ یہ توجیہ اس صورت میں ہے جب یہ مانا جائے کہ جس طرح حضور ﷺ کا کوئی وارث نہیں ہوتا آپ ﷺ خود بھی کسی کے وارث نہیں ہوتے، جیسا کہ بعض علماء کی رائے ہے، لیکن اگر دوسرا قول لیا جائے جس کو بعض دوسرے علماء نے اختیار کیا ہے اور ہمارے حضرت گنگوہیؒ نے بھی کہ گو آپ ﷺ کا کوئی وارث نہیں ہوتا لیکن خود آپ ﷺ دوسرے کے وارث ہوتے تھے تو اس صورت میں یہ کہا جائے گا یہ آپ ﷺ کا دلوانا من حیث التبرع اور تصدق تھا اپنی جانب سے کیونکہ یہ آپ ﷺ کا اپنا حق تھا، آپ ﷺ اگر چاہتے تو خود بھی لے سکتے تھے، حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ وہ جو بعض روایات میں لا نورث کے ساتھ لا نورث بھی ہے یہ زیادتی غلط ہے، ثابت نہیں، کما فی البذل [1]۔ والحدیث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

۲۹۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ جِبْرِيلَ بْنِ أَحْمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي مِيرَاثَ رَجُلٍ مِنَ الْأَزْدِ، وَلَسْتُ أَجِدُ أَزْدِيًّا أَدْفَعُهُ إِلَيْهِ؟ قَالَ: «اذْهَبْ فَالْتَمِسْ أَزْدِيًّا حَوْلًا» قَالَ: فَأَتَاهُ بَعْدَ الْحَوْلِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَمْ أَجِدْ أَزْدِيًّا أَدْفَعُهُ إِلَيْهِ؟ قَالَ: «فَانْطَلِقْ فَانْظُرْ أَوَّلَ خُزَاعِيٍّ تَلْقَاهُ فَادْفَعْهُ إِلَيْهِ» فَلَمَّا وَلَّى قَالَ: «عَلَيَّ الرَّجُلَ» فَلَمَّا جَاءَهُ، قَالَ: «انْظُرْ كُبْرَ خُزَاعَةَ فَادْفَعْهُ إِلَيْهِ».

ترجمہ: حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ میرے پاس قبیلہ ازد کے ایک شخص کی میراث ہے لیکن مجھے قبیلہ ازد کا کوئی شخص نہیں مل رہا جس کو میں یہ میراث دے سکوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایک سال تک قبیلہ ازد کے کسی شخص کو تلاش کرو۔ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ ایک سال کے بعد وہ دوبارہ آیا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے قبیلہ ازد کا کوئی مسلمان شخص نہیں ملا جس کو میں یہ میراث دے سکو تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جاؤ اور قبیلہ خزاعہ کے اس پہلے شخص کو دیکھو جو تمہیں ملے تو اسکو یہ میراث دیدینا جب یہ شخص جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس آدمی کو میرے پاس دوبارہ بلاؤ جب وہ حاضر خدمت ہوا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ خزاعہ کے ایسے شخص کو تلاش کرو جو ان کے جد اعلیٰ سے سب سے قریبی رشتہ رکھتا ہو تو تم اسکو یہ میراث دیدینا۔

تخریج: سنن أبي داود - الفرائض (۲۹۰۳) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۵/۳۴۷)

شرح الحدیث: ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا کہ میرے پاس قبیلہ ازد کے ایک شخص کی میراث ہے لیکن مجھے کوئی ازدی شخص مل نہیں رہا ہے جس کو میں یہ مال دوں، آپ ﷺ نے فرمایا جا اور کسی [2] ازدی کو ایک سال تک تلاش کرتا رہ۔ ایک

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۳ ص ۱۷۹۔

[2] میری ایک کاپی میں اس طرح ہے "ینظر البذل فیه کلام الشیخ الگنگوهي" اور حاصل اس کا یہ ہے کہ جس ترکہ کا کوئی وارث نہ ہو وہ حکم میں لقطہ کے ہوتا ہے اور لقطہ کا حکم چونکہ تصدق ہے تو یہ بھی بطور تصدق کے تھا اور اکبر خزاعہ کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ وہ بہ نسبت دوسرے کے زیادہ اقرب ہے۔

سال کے بعد وہ شخص آیا کہ کوئی ازدی نہیں ملا، آپ ﷺ نے فرمایا: فَانْطَلِقْ فَانْظُرْ أَوَّلَ خُزَاعِيٍّ تَلْقَاهُ فَادْفَعْهُ إِلَيْهِ» فَلَمَّا وَلَّى قَالَ: «عَلَيَّ الرَّجُلُ» فَلَمَّا جَاءَهُ، قَالَ: «انْظُرْ كُبْرَ خُزَاعَةَ فَادْفَعْهُ إِلَيْهِ» یعنی جب اس کو کوئی ازدی نہیں ملا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ کسی اول خزاعی کو تلاش کرو جو تمہیں ملے پس اس کو یہ دیدو، اول بمعنی اقرب، یعنی جو شخص قبیلہ خزاعہ کے مورثِ اعلیٰ سے زیادہ قریب ہو اس کو یہ مال دیدو، پھر جب وہ جانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا بلاؤ اس شخص کو جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا، انْظُرْ كُبْرَ خُزَاعَةَ آپ کا یہ فرمانا بطور تفسیر کے ہے، یعنی اول خزاعی کی تفسیر اور اس کی مراد آپ ﷺ نے اس لفظ سے بیان فرمائی، کُبْرَ یعنی اکبر [1]، اکبر سے مراد بھی وہی اقرب ہے، یہاں پر سوال یہ ہے کہ ازد جو کہ یمن کے قبائل میں سے ایک قبیلہ ہے اس کی میراث ایک خزاعی شخص کو کیوں دلائی جارہی ہے اس کا جواب شراح نے یہ دیا ہے کہ قبیلہ خزاعہ بھی دراصل ازدی سے ہے، یعنی شروع کے اعتبار سے جب یہ سب لوگ یمن میں تھے، پھر جب یہ لوگ یمن سے نکل کر مکہ مکرمہ میں آئے تو وہاں آکر انہوں نے بنو ہاشم سے مخالفت کرلی تو ان کا نام خزاعہ پڑ گیا، ففي القاموس الخَزْعُ: القطع، والخُزاعَةُ. القِطْعَةُ تُقْتَطَعُ من الشيء، حَيٌّ من الأزْدِ سُمُّوا بذلك لأنهم تَخَزَّعُوا عن قومهم، وأقاموا بمكَّةَ [2]. الحمدللہ حدیث کا مطلب واضح ہوگیا۔ والحديث أخرجه النسائي مسنداً ومرسلاً. قاله المنذري۔

٢٩٠٤ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَسْوَدَ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ جِبْرِيلَ بْنِ أَحْمَرَ أَبِي بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَاتَ رَجُلٌ مِنْ خُزَاعَةَ، فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِيرَاثِهِ، فَقَالَ: «الْتَمِسُوا لَهُ وَارِثًا، أَوْ ذَا رَحِمٍ»، فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ وَارِثًا وَلَا ذَا رَحِمٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَعْطُوهُ الْكُبْرَ مِنْ خُزَاعَةَ» قَالَ يَحْيَى: قَدْ سَمِعْتُهُ مَرَّةً يَقُولُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ: «انْظُرُوا أَكْبَرَ رَجُلٍ مِنْ خُزَاعَةَ».

ترجمہ: حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کا انتقال ہوگیا تو نبی اکرم ﷺ کے پاس اس شخص کی میراث لائی گئی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس میت کا وارث یا ذی رحم رشتہ دار ڈھونڈو۔ لوگوں کو میت کا کوئی وارث اور رشتہ دار نہ ملا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ خزاعہ کے سب سے قریبی رشتہ دار کو یہ میراث دیدو۔ یحییٰ بن آدم مصنف کے استاد الاستاد کہتے ہیں کہ میں نے شریک راوی سے کبھی یہ الفاظ سنے کہ انْظُرُوا أَكْبَرَ رَجُلٍ مِنْ خُزَاعَةَ۔

تخریج: سنن أبي داود - الفرائض (٢٩٠٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤٧/٥)

٢٩٠٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَوْسَجَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا

[1] كما في حديث القسامة كبر الكبر ١٢۔
[2] القاموس المحيط — ص ٧١٣

مَاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا إِلَّا غُلَامًا لَهُ كَانَ أَعْتَقَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ لَهُ أَحَدٌ؟» قَالُوا: لَا، إِلَّا غُلَامًا لَهُ كَانَ أَعْتَقَهُ. فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيرَاثَهُ لَهُ.

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص وفات پا گیا اور اس نے کوئی وارث نے چھوڑا سوائے ایک غلام کے جسکو وہ آزاد کر چکا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس میت کا کوئی وارث ہے؟ تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اسکا کوئی وارث نہیں ہے سوائے اسکے آزاد کردہ ایک غلام کے تو رسول اللہ ﷺ نے اس میت کی میراث اسکے آزاد کردہ غلام کیلئے دینے کا فیصلہ فرمادیا۔

تخریج: جامع الترمذي - الفرائض (٢١٠٦) سنن أبي داود - الفرائض (٢٩٠٥) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٤١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٥٨)

شرح الحدیث: یعنی ایک شخص کا انتقال ہوا اور کوئی وارث اس نے اپنا نہیں چھوڑا البتہ اس نے اپنا آزاد کردہ غلام چھوڑا، آپ ﷺ کو اس کی اطلاع کی گئی تو آپ ﷺ نے اس شخص کی میراث اسی آزاد کردہ غلام کو دلوادی۔

اگر کسی شخص کا آزاد کردہ غلام مرے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو سوائے اس کے آقا اور سید کے تو اس کی میراث کا اس کا آقا مالک ہوتا ہے جس کو وَلاء کہتے ہیں، اور یہ مسئلہ اجماعی ہے، لحدیث الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ [1] اور یہاں اس حدیث میں یہ صورت نہیں بلکہ اس کے برعکس ہے یعنی آقا کی میراث اس کے آزاد کردہ غلام کو دی گئی، یہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں سوائے شریح اور طاؤس کے، ان دونے اسی حدیث سے استدلال کیا اور جمہور جو اس کے قائل نہیں ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ وَلاء منحصر ہے معتق کے حق میں حدیث صحیح کی بناپر وہ حدیث الباب کی تاویل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ میراث دلانا من حیث الاستحقاق نہ تھا بلکہ من حیث التصدق والمصرف تھا، کما مرّ فی الحدیث السابق أی حدیث الأزدی۔ واللہ تعالی أعلم۔ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٩ - بَابُ مِيرَاثِ ابْنِ الْمُلَاعَنَةِ

لعان کرنے والی خاتون کے بیٹے کی میراث کس کو ملے گی

باب اللعان میں یہ مسئلہ گذر چکا کہ لعان کے بعد ملاعنہ کے جو بچہ پیدا ہو اس کا نسب اس کی ماں یعنی ملاعنہ سے تو ثابت ہوتا ہے اور باپ سے ثابت نہیں ہوتا اسی لئے ماں اور بیٹے کے درمیان تو میراث جاری ہوتی ہے لیکن اس لڑکے اور اس کے باپ یعنی ملاعن کے درمیان جاری نہیں ہوتی، اور یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

٢٩٠٦ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ رُؤْبَةَ التَّغْلِبِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الفرائض - باب الولاء لمن أعتق وميراث اللقيط، ٦٣٧٠

بْنِ عَبْدِ اللهِ النَّصْرِيِّ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْمَرْأَةُ تُحْرِزُ ثَلَاثَةَ مَوَارِيثَ: عَتِيقَهَا، وَلَقِيطَهَا، وَوَلَدَهَا الَّذِي لَاعَنَتْ عَنْهُ".

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عورت تین افراد کی میراث جمع کر لیگی: ① اپنے آزاد کردہ غلام اور باندی کی میراث کو، ② جس شخص کو خاتون نے راستہ سے اٹھایا (لقیط) اسکی میراث بھی خاص صورت میں اس خاتون کو ملے گی، ③ جس بیٹے کی طرف سے عورت نے لعان کیا ہے اسکی میراث بھی اس عورت کو ملے گی۔

تخریج: جامع الترمذي - الفرائض (٢١١٥) سنن أبي داود - الفرائض (٢٩٠٦) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٤٢) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/ ٤٩٠)

الكلام على الحديث من حيث الفقه: یعنی عورت تین قسم کی میراث حاصل کرتی ہے: ① ایک اپنے آزاد کردہ غلام کی، ② دوسرے اپنے لقیط کی یعنی اگر کوئی عورت کسی پڑے ہوئے بچہ کو اٹھا کر اس کو پالے پرورش کرے اور وہ بڑا ہو جائے تو اس کے مال کی وہ عورت وارث ہوگی، ③ اور تیسری میراث حدیث میں وہی ہے جو ترجمۃ الباب میں مذکور ہے۔

اس حدیث کا پہلا جزء اور آخری جزء یہ دونوں تو متفق علیہ ہیں اور درمیانی یعنی میراث لقیط کا مسئلہ، یہ صرف اسحاق بن راہویہ کا مذہب ہے، جمہور علماء ومنہم الأئمۃ الأربعۃ کے نزدیک لقیط کی میراث بیت المال کے لئے ہے، الا یہ کہ ملتقط فقیر ہو تو پھر بحیثیت مصرف کے وہ اس کو بھی مل سکتی ہے، اس حدیث کا جواب جمہور کی جانب سے ایک تو یہی ہے کہ اس سے مراد استحقاق نہیں بلکہ مقصود بیانِ مصرف اور تصدق ہے اور دوسرا جواب یہ ہے ان هذا الحديث غير ثابت كما فی شرح السنۃ[1]۔ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٢٩٠٧ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، وَمُوسَى بْنُ عَامِرٍ، قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنَا مَكْحُولٌ، قَالَ: «جَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيرَاثَ ابْنِ الْمُلَاعَنَةِ لِأُمِّهِ، وَلِوَرَثَتِهَا مِنْ بَعْدِهَا».

ترجمہ: مکحول کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کی میراث کو اسکی ماں کیلئے مقرر فرمادیا تھا اور اس ماں کے فوت ہو جانے کی صورت میں اس بیٹے کی میراث اسکی ماں کے ورثاء کو ملے گی۔

٢٩٠٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، أَخْبَرَنِي عِيسَى أَبُو مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

---

[1] قال الخطابي في المعالم: هذا الحديث غير ثابت عند أهل النقل وإذا لم يثبت الحديث لم يلزم القول به وكان ما ذهب إليه عامة العلماء أولى اهـ. (معالم السنن - ج ٤ ص ٩٩). وزاد عليه المنذري قال البيهقي لم يثبت البخاري ولا مسلم هذا الحديث لجهالة بعض رواته اهـ.

ترجمہ: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اسی کے مثل مروی ہے۔

١٠ ـ بَابُ هَلْ يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ؟

کیا مسلمان شخص کسی کافر کا وارث بن سکتا ہے؟

کیا مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے؟ حدیث الباب میں اسکی نفی ہے چنانچہ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے، اور اتفاق جانبین سے ہے کہ ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوتا، بعض صحابہ اور تابعینؒ جیسے معاذ بن جبل اور سعید بن المسیب وغیرہ فرماتے ہیں کہ کافر تو مسلم کا وارث نہیں ہوتا، لیکن اس کا عکس یعنی مسلم کافر کا وارث ہوتا ہے، لحديث الْإِسْلَامُ يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ، ولحديث الْإِسْلَامُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى. كما سيأتي في آخر الباب۔

مرتد کی وراثت کا مسئلہ: یہاں ایک مسئلہ اور ہے وہ یہ کہ مرتد کا حکم کیا ہے وہ اپنے مسلم رشتہ داروں کا وارث ہوتا ہے یا نہیں؟ سو اس پر تو اجماع ہے کہ مرتد وارث نہیں ہوتا، لیکن اس کا عکس یعنی مرتد کے مرنے کے بعد اس کا مسلم رشتہ دار اس کا وارث ہوتا ہے یا نہیں؟ امام مالکؒ و شافعیؒ کے نزدیک وارث نہیں ہوتا، اور حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ مرتد نے جو مال حاصل کیا ہو اپنی ردت کی حالت میں وہ تو بیت المال کیلئے ہے اور جو مال اس نے حاصل کیا ہو قبل الارتداد، اسلام کی حالت میں اس کے اندر وراثت جاری ہوتی ہے، امام ترمذیؒ نے بھی اس مسئلہ کو اسی حدیث کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٢٩٠٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ».

ترجمہ: اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان شخص کافر کا وارث نہیں بن سکتا اور نہ ہی کوئی کافر شخص مسلمان کا وارث بن سکتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٥١١) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٣٢) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٨٣) صحيح مسلم - الحج (١٣٥١) صحيح مسلم - الفرائض (١٦١٤) جامع الترمذي - الفرائض (٢١٠٧) سنن أبي داود - الفرائض (٢٩٠٩) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٢٩) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٠٠) موطأ مالك - الفرائض (١١٠٤) سنن الدارمي - الفرائض (٣٠٠٠)

٢٩١٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِي حِجَّتِهِ؟ قَالَ: «وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مَنْزِلًا؟» ثُمَّ قَالَ: "نَحْنُ نَازِلُونَ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ، حَيْثُ تَقَاسَمَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْكُفْرِ - يَعْنِي الْمُحَصَّبَ - وَذَاكَ أَنَّ بَنِي كِنَانَةَ حَالَفَتْ

قُرَيْشًا عَلَى بَنِي هَاشِمٍ: أَنْ لَا يُنَاكِحُوهُمْ، وَلَا يُبَايِعُوهُمْ، وَلَا يُؤْوُوهُمْ". قَالَ الزُّهْرِيُّ: «وَالْخَيْفُ الْوَادِي».

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حج کے موقع پر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کل آپ کس جگہ پڑاؤ ڈالیںگے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عقیل نے کیا ہمارے لئے کوئی گھر چھوڑا ہے؟ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم بنو کنانہ کی اس کھائی میں اتریں گے جہاں قریش مکہ نے کفر کی سربلندی کیلئے قسمیں کھائیں تھی۔ یعنی وادی محصب میں ہم اتریں گے اور اس فرمان کا پس منظر یہ تھا کہ بنو کنانہ نے قریش کے ساتھ مل کر خفیہ معاہدہ کیا تھا کہ ہم بنو ھاشم کے ساتھ نہ تو نکاح کا معاملہ کرینگے اور نہ ہی کسی قسم کی خرید و فروخت کرینگے اور نہ ہی انکو ٹھکانہ دینگے، امام زہری فرماتے ہیں کہ خیف ایک وادی کا نام ہے۔

تخریج: صحيح البخاري- الحج (١٥١١) صحيح البخاري- الجهاد والسير (٢٨٩٣) صحيح البخاري- المغازي (٤٠٣٢) صحيح مسلم- الحج (١٣٥١) سنن أبي داود- الفرائض (٢٩١٠) سنن ابن ماجه- الفرائض (٢٧٣٠) سنن ابن ماجه- المناسك (٢٩٤٢) مسند أحمد- مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٠١) مسند أحمد- مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٠٣)

شرح الحدیث: اس حدیث کی پوری شرح کتاب الحج میں گزر چکی اور وہاں یہ بھی گزر چکا کہ یہ حدیث کتاب الفرائض میں بھی آرہی ہے اور اس کی وجہ بھی گزر چکی، خلاصہ کے طور پر یہ سمجھ لیجئے کہ جس منزل کا حضور ﷺ ذکر فرمارہے ہیں اس سے مراد حضور ﷺ کا جدی مکان ہے جس کو عبد المطلب نے جب وہ معمر ہوگئے اپنی زندگی میں اپنے بیٹوں کے درمیان تقسیم کردیا تھا جس میں حضور ﷺ کے والد عبد اللہ بھی تھے پھر اخیر میں وہ مکان ابو طالب کے قبضہ میں تھا، حضور ﷺ اور حضرت علیؓ یہ دونوں تو ہجرت کر کے پہلے ہی مدینہ منورہ چلے آئے تھے، اور ابو طالب کی وفات کے وقت علی و جعفر دونوں اسلام لاچکے تھے، وہ تو اس مکان کے اسلئے وارث نہ ہوسکے، اور ابو طالب کا ایک تیسرا بیٹا طالب جنگ بدر میں مفقود ہوگیا تھا، البتہ عقیل موت ابو طالب کے وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اسی لئے تنہا وہ اسکے وارث ہوئے [1]۔ مگر انہوں نے اس مکان کو...... کہا گیا ہے کہ...... فروخت کردیا تھا اسی کو حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ عقیل نے ہمارے لئے مکان کہاں چھوڑا ہے، یعنی اگر وہ فروخت نہ کرتے تو پھر منیٰ سے روانہ ہو کر ہم مکہ پہنچ کر اس میں قیام کرلیتے، اس لئے آپ ﷺ کی یہ رائے ہوئی کہ منیٰ سے نکلنے کے بعد رات محصب ہی میں گذار دی جائے، پھر صبح کو وہاں سے مکہ روانہ ہو کر صبح کی نماز اور طواف وداع کرتے ہوئے مدینہ چلے جائیں گے، اس صورت میں قیام مکہ کی نوبت ہی نہیں آئے گی اور نہ قیام گاہ کی ضرورت پیش آئیگی۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٢٩١١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حَبِيبٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ

[1] اسی سے حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت ظاہر ہو رہی ہے ۱۲۔

اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتَّى».

ترجمہ: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے عبداللہ بن عمروؓ کا فرمان مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ دو مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔

حوالہ: سنن أبي داود - الفرائض (٢٩١١) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٣١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٩٥/٢)

شرح الحدیث **حدیث الباب میں مذاہب ائمہ:** توارث کیلئے وارث اور مورث کے درمیان اتحاد ملت بالاتفاق شرط ہے، اس حدیث میں یہی مسئلہ مذکور ہے لیکن اسکے باوجود اس مسئلہ کی تفصیل میں اختلاف ہے حنفیہ اور شافعیہ کا مسلک تو یہ ہے الكفر ملة واحدة، خواہ وہ کتابی ہو یا مشرک یہودی ہو یا نصرانی ان دونوں کے نزدیک یہ سب ایک ہیں، لہذا ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، اصل تقابل اسلام اور کفر کے درمیان ہے وہاں اختلاف ملت ہے اور مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک ادیان سماویہ جیسے یہودیت اور نصرانیت یہ آپس میں مختلف ہیں لہذا ان میں ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوگا، اور ادیان غیر سماویہ کے بارے میں امام مالکؒ تو یہ فرماتے ہیں کہ انواعِ شرک سب ملّتِ واحدہ ہیں، اور امام احمدؒ فرماتے ہیں مختلف انواعِ شرک مختلف ملل ہیں مثلاً بت پرست اور آتش پرست یہ الگ الگ ہیں لہذا توارث نہیں ہوگا اور امام مالکؒ کے نزدیک توارث ہوگا (من هامش الكوكب ج٢ ص ٤٠) والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٢٩١٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي حَكِيمٍ الْوَاسِطِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، أَنَّ أَخَوَيْنِ، اخْتَصَمَا إِلَى يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، يَهُودِيٌّ وَمُسْلِمٌ، فَوَرَّثَ الْمُسْلِمَ مِنْهُمَا، وَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، أَنَّ رَجُلًا، حَدَّثَهُ أَنَّ مُعَاذًا، حَدَّثَهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الْإِسْلَامُ يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ، فَوَرَّثَ الْمُسْلِمَ».

ترجمہ: عبداللہ بن بریدہؒ فرماتے ہیں کہ یحیٰ بن یعمر کے پاس دو بھائی جھگڑتے ہوئے آئے جن میں سے ایک بھائی یہودی تھا اور دوسرا مسلمان تھا (ان کے یہودی باپ کا انتقال ہو گیا تھا) تو یحیٰ بن یعمر نے مسلمان شخص کو اپنے یہودی باپ کا وارث بنادیا اور اس پر یہ دلیل پیش کی کہ ابو الاسود نے ایک شخص کے واسطے سے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اسلام بڑھتا ہے گھٹتا نہیں ہے اسلئے حضرت معاذؓ نے اس مسلمان شخص کو اسکے یہودی باپ کا وارث بنادیا۔

٢٩١٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي حَكِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، أَنَّ مُعَاذًا، أُتِيَ بِمِيرَاثِ يَهُودِيٍّ وَارِثُهُ مُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: یحیٰ بن یعمر، ابو اسود الدیلی سے نقل کرتے ہیں کیا حضرت معاذؓ کے پاس ایک یہودی کی میراث لائی

گئی جنکا وارث ایک مسلمان تھا اسکے بعد گزشتہ حدیث کے ہم معنٰی مضمون ہے اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان: الإِسْلَامُ يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ مروی ہے۔

سنن أبي داود - الفرائض (٢٩١٢) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٣٦/٥)

شرح الحدیث: حضرت معاذؓ کا مسلک اور یہ حدیث اور اس پر کلام ابھی قریب میں گذر چکا، جمہور یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اور اسی طرح الإِسْلَامُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى [1]، اس کا تعلق اسلام کی عزت اور غلبہ سے ہے، میراث سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

١١ - بَابٌ فِيمَنْ أَسْلَمَ عَلَى مِيرَاثٍ

جو شخص میت کے انتقال کے بعد میراث تقسیم ہونے سے پہلے مسلمان ہو جائے کیا اسے میراث ملے گی؟

شرح الترجمہ: یعنی جو شخص تقسیم میراث کے موقعہ پر اسلام لے آئے، یعنی موت مورث کے بعد۔

جاننا چاہئے کہ یہ جو ابھی مسئلہ گذرا ہے کہ توارث کیلئے اتحادِ ملت شرط ہے اختلاف ملت کے وقت میراث جاری نہیں ہوتی اس سلسلہ میں جاننا چاہئے کہ اتحاد ملت وہ مفید اور معتبر ہے جو موتِ مورث کے وقت ہو، اگر بعد میں اتحاد پایا جائے تو وہ مفید نہیں، اسی طرح اختلاف ملت وہ مضر ہے جو موت مورث کے وقت ہو، اور اگر اختلاف کا تحقق موت مورث کے بعد ہو تو وہ مضر نہیں، اب ہر ایک کو مثال سے سمجھئے اول صورت کی مثال یہ ہوگی کہ ایک مسلمان کا انتقال ہوا اور حال یہ کہ اس کا ایک بیٹا مسلمان تھا اور ایک کافر، باپ کے انتقال کے بعد تقسیم میراث سے پہلے وہ ولدِ کافر بھی اسلام لے آیا تو یہاں یہ اسلام لانے والا بیٹا وارث نہیں ہو گا، جو پہلے سے مسلمان ہے صرف وہی وارث ہو گا، اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے ایک کافر شخص کا انتقال ہوا جب کہ اس کا ایک بیٹا مسلم تھا اور ایک کافر، تقسیم میراث سے پہلے وہ ولدِ کافر بھی اسلام لے آیا، یہاں پر یہ اسلام لانے والا وارث ہو گا، اور جو پہلے سے مسلم تھا اس کی وراثت کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔

٢٩١٤ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ قَسْمٍ قُسِمَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ عَلَى مَا قُسِمَ لَهُ، وَكُلُّ قَسْمٍ أَدْرَكَهُ الْإِسْلَامُ فَهُوَ عَلَى قَسْمِ الْإِسْلَامِ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں میراث کی جو تقسیم ہو چکی تو وہ تقسیم اسی طرح برقرار رکھی جائیں گی اور کسی شخص کے مسلمان ہونے کے بعد میراث کی جو تقسیم ہوگی تو وہ اسلام کے طریقہ کے مطابق ہوگی۔

تخریج: سنن أبي داود - الفرائض (٢٩١٤) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٨٥)

[1] صحيح البخاري - كتاب الجنائز - باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصلى عليه يعرض على الصبي الإسلام تعليقا

شرح الحدیث یعنی جس میراث کی تقسیم اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں ہو چکی ہے اس کو اسی طرح باقی رکھا جائے گا، اس میں مداخلت نہیں کی جائے گی، اور جو تقسیم کسی میراث وغیرہ کی اسلام میں داخل ہونے کے بعد کی جائے گی اس کو اسلامی قانون کے مطابق کیا جائے گا اور وہ اسلامی قانون وہی ہے جو اوپر گذرا کہ اتحاد ملت کی صورت میں توارث ہوتا ہے اختلاف ملت کی صورت میں نہیں۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذری۔

۱۲۔ بَابٌ فِي الْوَلَاءِ

غلام آزاد ہونے کے بعد جب مر جائے تو اسکی میراث کس کو ملے گی؟

ولاء کی قسمیں مع اختلاف علماء: یہاں مصنف نے ولاء کے سلسلہ میں دو باب ذکر کئے ایک یہ اور دوسرا اس کے بعد بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسْلِمُ عَلَى يَدَيِ الرَّجُلِ اس کے بعد ایک تیسرا باب دو بابوں کے فصل کے ساتھ آرہا ہے بَابٌ نَسْخِ مِيرَاثِ الْعَقْدِ بِمِيرَاثِ الرَّحِمِ، ان تینوں بابوں کا تعلق ولاء سے ہے کیونکہ ولاء کی تین قسمیں ہیں: ① ولاء العتاقة، ② ولاء الإسلام، ③ ولاء الموالاة، پہلے باب میں قسم اول مذکور ہے اور دوسرے باب میں قسم ثانی اور تیسرے باب میں قسم ثالث، قسم اوّل یعنی ولاء العتق یہ تو بالاتفاق معتبر اور ثابت ہے، اور قسم ثانی یعنی ولاء الإسلام یہ جمہور علماء و منهم الأئمة الأربعة کے نزدیک معتبر نہیں، بعض دوسرے علماء ابراہیم نخعی، سعید ابن المسیب کے نزدیک معتبر ہے، اور تیسری قسم ولاء الموالاة یہ حنفیہ کے یہاں معتبر ہے، عند الجمہور ولاء کی یہ قسم منسوخ ہے۔

۲۹۱۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: قُرِئَ عَلَى مَالِكٍ، وَأَنَا حَاضِرٌ، قَالَ مَالِكٌ: عَرَضَ عَلَيَّ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً تَعْتِقُهَا، فَقَالَ: أَهْلُهَا نَبِيعُكِهَا عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا، فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ ذَاكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكَ فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ نے ارادہ کیا کہ وہ ایک باندی خرید کر اس کو آزاد فرمادیں تو باندی کے مالکوں نے ان سے کہا کہ ہم یہ باندی اس شرط پر آپ کو بیچ دینگے کہ اس کی میراث ہمیں ملے گی تو حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات عرض کی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کی یہ شرط تمہیں اس کام سے نہیں روک سکتی کیونکہ باندی کی میراث تو اسکے آزاد کرنے والے شخص کو ملتی ہے۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (۲۰۶۱) صحيح البخاري - الفرائض (۶۳۷۰) صحيح مسلم - العتق (۱۵۰۴) جامع الترمذي - البيوع (۱۲۵۶) جامع الترمذي - الولاء والهبة (۲۱۲۵) سنن النسائي - البيوع (۴۶۴۴) سنن أبي داود - الفرائض (۲۹۱۵) موطأ مالك - الطلاق (۱۱۹۲) موطأ مالك - العتق والولاء (۱۵۱۹)

شرح الحديث **شراء بریرہ والی حدیث پر کلام :** حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث شراء بریرہ کے سلسلہ میں آگے کتاب العتق میں بَابٌ فِي بَيْعِ الْمُكَاتَبِ إِذَا فُسِخَتِ الْكِتَابَةُ، کے ذیل میں مفصلاً آرہی ہے اس پر کلام وہیں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس حدیث میں یہ ہے الوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ [1]، جو کہ مسئلہ اجماعی ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا آزاد کردہ غلام مر جائے اور وہ اپنا کوئی وارث نہ چھوڑے تو پھر اس صورت میں اس کی میراث کا مستحق اس کا مولیٰ یعنی اس کا آزاد کرنے والا ہوگا، اس واقعہ میں ایک مشہور اشکال یہ ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ کو کیسے اجازت دی، شراء بریرہ میں ولاء کی شرط کہ وہ بائع کیلئے ہو گا لگانے کی اس لئے کہ یہ شرط بالاجماع ناجائز ہے، جواب یہ ہے کہ آپ نے ایسا زجراً فرمایا تھا یعنی اس شرط کی اجازت اسکو باقی رکھنے کیلئے آپ نے نہیں دی تھی بلکہ اس کو باطل کرنا مقصود تھا، چنانچہ آپ نے بعد میں خطبہ دیا تھا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بیع کے اندر ولاء کی شرط لگاتے ہیں، لوگوں کا شرط لگانا باطل ہے وان کان مائة شرط، شرط اللہ احق، یہ زیادتی روایات مفصلہ میں ہے، یہاں پر روایت مختصر ہے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري، وأخرجه الترمذي أيضاً في آخر كتاب الوصايا مفصلاً وفي بيع الولاء وهبته مختصراً۔

٢٩١٦ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْطَى الثَّمَنَ وَوَلِيَ النِّعْمَةَ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ باندی اور غلام کی وراثت کا حق دار وہ شخص ہے جو پیسہ دے کر انکو خریدنے اور آزاد کرنے کی نعمت حاصل کرے۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤٤٤) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٢٢) صحيح البخاري - البيوع (٢٠٤٧) صحيح البخاري - العتق (٢٣٩٩) صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٣٩) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٦٨) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٠٩) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٧٥) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٧٠) صحيح مسلم - العتق (١٥٠٤) جامع الترمذي - البيوع (١٢٥٦) جامع الترمذي - الوصايا (٢١٢٤) جامع الترمذي - الولاء والهبة (٢١٢٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٦١٤) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٤٧) سنن النسائي - البيوع (٤٦٤٢) سنن أبي داود - الفرائض (٢٩١٦) سنن ابن ماجه - الطلاق (٢٠٧٦) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٢١) موطأ مالك - الطلاق (١١٩٢) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥١٩) سنن الدارمي - الطلاق (٢٢٨٩)

٢٩١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رِئَابَ بْنَ حُذَيْفَةَ، تَزَوَّجَ امْرَأَةً فَوَلَدَتْ لَهُ ثَلَاثَةَ غِلْمَةٍ، فَمَاتَتْ أُمُّهُمْ فَوَرَّثُوهَا رِبَاعَهَا، وَوَلَاءَ مَوَالِيهَا، وَكَانَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ عَصَبَةَ بَنِيهَا، فَأَخْرَجَهُمْ إِلَى الشَّامِ فَمَاتُوا، فَقَدِمَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، وَمَاتَ مَوْلًى لَهَا وَتَرَكَ مَالًا لَهُ، فَخَاصَمَهُ إِخْوَتُهَا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ عُمَرُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَحْرَزَ الْوَلَدُ أَوِ

[1] سنن أبي داود - كتاب العتق - باب في بيع المكاتب إذا فسخت الكتابة ٣٩٢٩

الْوَالِدُ، فَهُوَ لِعَصَبَتِهِ مَنْ كَانَ» قَالَ: فَكَتَبَ لَهُ كِتَابًا فِيهِ شَهَادَةُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَرَجُلٍ آخَرَ. فَلَمَّا اسْتُخْلِفَ عَبْدُ الْمَلِكِ اخْتَصَمُوا إِلَى هِشَامِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ - أَوْ إِلَى إِسْمَاعِيلَ بْنِ هِشَامٍ - فَرَفَعَهُمْ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ، فَقَالَ: هَذَا مِنَ الْقَضَاءِ الَّذِي مَا كُنْتُ أَرَاهُ. قَالَ: فَقَضَى لَنَا بِكِتَابِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَنَحْنُ فِيهِ إِلَى السَّاعَةِ.

عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے رئاب بن حذیفہ کی ایک عورت سے شادی کی جس سے رئاب کے تین بیٹے پیدا ہوئے پھر ان بچوں کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو یہ تینوں بیٹے اپنی ماں کے مکانات کے اور اپنی ماں کے آزاد کردہ غلاموں کی میراث کے وارث بن گئے...... حضرت عمرو بن العاصؓ ان بیٹوں کے عصبہ تھے تو حضرت عمرو نے ان بیٹوں کو ملک شام سفر میں لے گئے وہاں (طاعون میں) ان تینوں لڑکوں کا انتقال ہو گیا...... پھر عمرو بن العاص ملک شام سے تشریف لائے تو ان بچوں کی والدہ کے ایک آزاد کردہ غلام کا انتقال ہو گیا اس نے میراث میں مال چھوڑا تھا تو عمرو بن العاص نے حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں اس میت خاتون کے بھائیوں سے جھگڑا کیا (کہ اس خاتون کے غلام کی میراث مجھے ملنی چاہیے) تو حضرت عمرؓ نے ان کی تائید میں فیصلہ سناتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میت کا بیٹا یا میت کا والد ترکہ میں جو جمع کرے تو وہ اسکے عصبہ کا ہو گا پھر حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاص کیلئے ایک دستاویز لکھدی اس میں عبدالرحمن بن عوف اور زید بن ثابت اور ایک تیسرے شخص کی گواہی بھی موجود تھی...... پھر جب عبدالملک بن مروان حاکم بنایا گیا تو اس میت کے بھائی ہشام بن اسماعیل یا اسماعیل بن ہشام مدینہ کے گورنر کے پاس یہ مقدمہ لے کر گئے تو اس مدینہ کے گورنر نے عبدالملک بن مروان کے پاس یہ واقعہ پیش کیا تو عبدالملک بن مروان نے کہا کہ یہ حضرت عمر کا فیصلہ ہے تو میری رائے بھی اسی کے مطابق ہے۔ راوی (حضرت عبداللہ بن عمروؓ) کہتے ہیں کہ پھر عبدالملک بن مروان نے حضرت عمرؓ بن خطاب کی دستاویز کے مطابق ہمارے حق میں فیصلہ کیا لہٰذا ہم آج تک اسی فیصلہ کے مطابق اس وراثت کے مالک ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الفرائض (۲۹۱۷) سنن ابن ماجه - الفرائض (۲۷۳۲)

شرح حدیث مع کلام بالبسط: یہ حدیث توریث الولاء کے سلسلہ میں ہے، اس کا مضمون یہ ہے کہ ایک شخص جس کا نام رئاب بن حذیفہ ہے اس نے ایک عورت سے شادی کی جس کا نام ام وائل بنت معمر ہے، اس کے اس بیوی سے تین لڑکے پیدا ہوئے کچھ روز بعد ان لڑکوں کی ماں کا انتقال ہو گیا اور وہ لڑکے اپنی ماں کے رباع یعنی مکانات جائدادو غیرہ کے اور اس کے موالی کے ولاء کے وارث ہو گئے، (یہاں تک تو اس روایت پر کوئی اشکال نہیں مسئلہ صاف ہے اب آگے سنئے) آگے روایت میں یہ ہے کہ عمرو بن العاصؓ ان لڑکوں کے عصبہ تھے (روایت میں رشتہ کی کوئی تعیین نہیں، ممکن ہے عم یا ابن العم ہوں) تو یہ عمرو بن العاص ان لڑکوں کو اپنے ساتھ سفر میں ملکِ شام لے گئے، وہاں پر اس زمانہ میں طاعون پھیلا ہوا تھا یعنی طاعون عمواس جو تاریخ میں مشہور ہے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوا تھا، یہ تینوں لڑکے بھی اس طاعون میں ختم ہو گئے، حضرت عمرو بن العاصؓ

جب سفر سے لوٹ کر واپس آئے تو واپسی میں ان کو معلوم ہوا کہ اس عورت یعنی ام وائل کا ایک مولی یعنی آزاد کردہ غلام اور مرا ہے اور اس نے مال بھی چھوڑا ہے، اب اس ولاء میں ام وائل کے بھائیوں کا اور عمرو بن العاصؓ کا اختلاف ہوا، یعنی عمرو بن العاصؓ مدعی تھے کہ یہ ولاء مجھ کو ملنا چاہئے اور ام وائل کے برادران کہتے تھے کہ اس کے مستحق ہم ہیں اس لئے کہ ہم اس عورت کے عصبہ ہیں جس کے غلام کا یہ ولاء ہے، اور عمرو بن العاص کا یہ کہنا تھا کہ میں اس عورت کے بیٹوں کا عصبہ ہوں اگر وہ بیٹے زندہ ہوتے تو اس کے وہ وارث ہوتے تو اب جب کہ وہ نہیں رہے، تو ان بیٹوں کا عصبہ ہونے کی حیثیت سے مجھے وارث ہونا چاہئے۔ چونکہ یہ واقعہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ کا ہے اس لئے یہ مقدمہ وہاں پیش ہوا، حضرت عمرؓ نے صورت مسئلہ سمجھنے کے بعد یہ فرمایا: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَحْرَزَ الْوَلَدُ أَوِ الْوَالِدُ، فَهُوَ لِعَصَبَتِهِ مَنْ كَانَ» یعنی میت کا بیٹا یا والد جو کچھ ترکہ میں حاصل کرے وہ اس کے بعد اس کے عصبہ کیلئے ہے وہ عصبہ جو بھی ہو، یہاں اس حدیث کی رو سے عصبۃ الولد کا مصداق عمرو بن العاص بنتے ہیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاص کے حق میں فیصلہ فرمادیا اور اپنے فیصلہ کو لکھ کر جس میں دو شخصوں کی شہادت یعنی عبد الرحمن بن عوفؓ اور زید بن ثابتؓ اور ایک اور تیسرے شخص کی بھی تھی۔

فَلَمَّا اسْتُخْلِفَ عَبْدُ الْمَلِكِ اخْتَصَمُوا إِلَى هِشَامِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ - أَوْ إِلَى إِسْمَاعِيلَ بْنِ هِشَامٍ - فَرَفَعَهُمْ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ: چونکہ اخوۃ المراۃ کو حضرت عمرؓ کے فیصلہ پر تسلی نہیں ہوئی تھی گو خاموش ہوگئے تھے اسی لئے جب عبد الملک بن مروان کا زمانہ آیا تو اس وقت میں امیر مدینہ ہشام بن اسماعیل تھا لہذا یہ اخوۃ المراۃ اپنا یہ معاملہ اس کے پاس لے گئے، ہشام بن اسماعیل نے یہ قضیہ عبد الملک کے سامنے پیش کیا، عبد الملک نے اس فیصلہ کو سمجھ کر یہ کہا: هَذَا مِنَ الْقَضَاءِ الَّذِي مَا كُنْتُ أَرَاهُ بذل میں یہ لکھا ہے کہ اس لفظ "ما" میں دو احتمال ہیں، یہ کہ زائدہ ہو اور یا نافیہ، زائدہ ہونے کی صورت میں تو مطلب یہ ہوگا کہ میری بھی رائے حضرت عمرؓ کے اسی فیصلہ کے مطابق ہے اور نافیہ ہونے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ عبد الملک یہ کہہ رہا ہے کہ اس فیصلہ میں اگرچہ میری رائے یہ نہیں ہے مگر چونکہ عمر فاروقؓ کا کیا ہوا یہ فیصلہ ہے اس لئے میں اسی کو برقرار رکھتا ہوں [1]۔

فَنَحْنُ فِيهِ إِلَى السَّاعَةِ: نحن کا مصداق عمرو بن العاص کی اولاد کہ ہم آج تک اسی فیصلہ پر ہیں، یہ روایت بالتفصیل سنن ابن ماجہ میں ہے جیسا کہ بذل میں اس کو نقل کیا گیا ہے اس کو دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عبد الملک نے حضرت عمرؓ کے فیصلہ کی موافقت ہی فرمائی، لہذا اما كُنْتُ أَرَاهُ میں "ماء" نافیہ نہیں ہے بلکہ موصولہ یا زائدہ ہے۔

اسکے بعد سمجھئے کہ یہاں پر روایت میں یہ ہے: فَقَدِمَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، وَمَاتَ مَوْلًى لَهَا یہ جملہ وَمَاتَ مَوْلًى لَهَا محتاج تاویل ہے، ای وقد مات [2] مولی لها، اور یہ جملہ حالیہ ہے، یعنی عمرو بن العاصؓ جب ملک شام سے واپس آئے تو یہاں آکر معلوم ہوا کہ اس

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود—ج ۱۳ ص ۱۹۸۔

[2] کمافی قوله تعالى: جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ ای وقد حصرت صدورهم ۱۲۔

عورت کا ایک غلام مرچکا ہے یعنی ان لڑکوں کی زندگی میں، اور یہ مطلب نہیں کہ عمرو بن العاصؓ کے آنے کے بعد اس عورت کے ایک مولی کا انتقال ہوا، اور یہ تاویل اس لئے ضروری ہے تاکہ حضرت عمرؓ کا جو استدلال اس مقام پر مَا أَحْرَزَ الْوَلَدُ سے ہے وہ درست ہو جائے اور اس واقعہ پر منطبق ہو جائے اسلئے کہ ظاہر ہے احرازِ ولد اسکی حیات ہی میں ہوگا نہ کہ بعد الوفات، یہ اشکال وجواب ابوداؤد کی اس روایت پر تذکرۃ الرشید [1] پر مذکور ہے، حضرت گنگوہیؒ سے یہ اشکال ایک عالم نے کیا تھا حضرت نے اس کا یہ جواب ارشاد فرمایا جو اوپر مذکور ہوا۔

اس کے بعد آپ سمجھئے کہ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کا حاصل توریث الولاء ہے یعنی یہ کہ ولاء کے اندر بھی میراث جاری ہوتی ہے جس طرح اور دوسرے امور میں جاری ہوتی ہے لیکن جمہور علماء ومنهم الأئمة الأربعة اس کے قائل نہیں ہیں، نعم في رواية عن أحمد وكذا روي عن علي دون الخلفاء الثلاثة، جیسا کہ ابوداؤد کے ایک نسخہ میں ہے جو "بذل المجہود" کے حاشیہ پر ہے۔ اس نسخہ کی عبارت یہ ہے: الناس يتهمون عمرو بن شعيب في هذا الحديث: قال أبو داؤد: وروي عن أبي بكر وعمر وعثمان خلاف هذا الحديث إلا أنه روي عن علي بن أبي طالب بمثل هذا [2]، جمہور کا استدلال اس حدیث سے ہے: اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ، لَا يُبَاعُ، وَلَا يُورَثُ [3] یعنی ولاء تو ایک قسم کا نسب ہی ہے اور نسب کی بیع یا توریث تھوڑی ہی ہوتی ہے بلکہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ولاء مولی کیلئے ہوتا ہے اور اگر وہ نہ ہو تو پھر اقرب العصبہ الی المولیٰ کیلئے ہے، دوسرے اموال کی طرح اس میں باقاعدہ میراث جاری نہیں ہوتی کہ تمام ورثاء میں تقسیم ہو، امام ابوداؤد کے جواب کا حاصل جو ہم نے حاشیہ سے نقل کیا ہے یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت نہیں اس لئے کہ یہ عمرو بن شعیب عن أبيه عن جده کی سند سے ہے جس پر کلام مشہور ہے، اور دوسرے اس لئے بھی کہ یہ ایک دوسری مشہور اور صحیح حدیث کے خلاف ہے یعنی اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ مگر حضرت گنگوہی کی بعض تقاریر میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی حدیث میں جو مذکور ہے مَا أَحْرَزَ الْوَلَدُ تو احراز کا تعلق تو ترکہ سے ہوتا ہے ولاء سے اس کا تعلق نہیں ہوسکتا إذ هو لحمة كلحمة النسب فلا يمكن احرازه مثل النسب، اور وراثت جاری ہوتی ہے مال میں نہ کہ نسب میں لہٰذا یہ کہا جائے گا کہ حضرت عمرؓ کے فیصلہ کا تعلق رباع وغیرہ اموال سے ہے ولاء سے نہیں ہے اھ قلت لكن فيه ما فيه۔ یہ حدیث مجھے سبق میں بہت مشکل معلوم ہوئی، الحمد للہ کہ حل ہوگئی۔ والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه, وأخرجه النسائي أيضاً مرسلاً، قاله المنذري.

---

[1] تذكرة الرشيد — ص ۱۰۷

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۳ ص ۱۹۸

[3] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ۱۲ ص ۹۵

۱۳ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسْلِمُ عَلَى يَدَيِ الرَّجُلِ

ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ پر مسلمان ہو جائے؟

۲۹۱۸ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، وَهِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ ابْنُ حَمْزَةَ - عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَوْهَبٍ، يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، قَالَ هِشَامٌ: عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَقَالَ يَزِيدُ: إِنَّ تَمِيمًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا السُّنَّةُ فِي الرَّجُلِ يُسْلِمُ عَلَى يَدَيِ الرَّجُلِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: «هُوَ أَوْلَى النَّاسِ بِمَحْيَاهُ وَمَمَاتِهِ».

ترجمہ: تمیم داری کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام لے آئے تو اسکے بارے میں شریعت کیا حکم فرماتی ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ہاتھ پر کلمہ پڑھا گیا ہے وہ اس کلمہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ حق دار ہو جاتا ہے اسکی زندگی میں بھی اور اس کلمہ پڑھنے والے کی موت کے بعد بھی۔

تخریج: جامع الترمذي – الفرائض (۲۱۱۲) سنن أبي داود – الفرائض (۲۹۱۸) سنن ابن ماجه – الفرائض (۲۷۵۲) مسند أحمد – مسند الشاميين (۴/۱۰۲) مسند أحمد – مسند الشاميين (۴/۱۰۳) سنن الدارمي – الفرائض (۳۰۳۳)

شرح الحديث والكلام عليه من حيث الفقه: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ شریعت کا فیصلہ اس شخص کے بارے میں کیا ہے جو کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام لائے؟ (ظاہر بات ہے کہ یہ اسکا احسان عظیم ہے اس نو مسلم پر چنانچہ آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں) وہ یعنی جس شخص کے ہاتھ پر اسلام لایا گیا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مستحق ہے اس نو مسلم کی زندگی میں بھی اور اس کے مرنے کے بعد بھی، جب تمام انسانوں میں سب سے زیادہ وہی اولیٰ اور احق ہے اس نو مسلم کا تو اس کا ولاء بھی اس کے لئے ہوگا جس طرح آزاد کردہ غلام کا ولاء معتق کے لئے ہوتا ہے۔

یہ حدیث جو علماء ولاء الاسلام کے قائل ہیں ان کی دلیل ہے جیسے عمر بن عبد العزیز اور سعید بن المسیب وغیرہ کما تقدم فی مبدأ الباب اور جمہور کا استدلال مشہور حدیث: الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ سے ہے جو کہ متفق علیہ ہے کیونکہ اس حدیث میں حصر کیساتھ بیان کیا گیا ہے ولاء کا معتق کے لئے ہونا، معلوم ہوا ولاء کا سبب صرف عتق ہے اسلام یا اور کچھ نہیں، اور حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے، امام ترمذیؒ نے بھی اس پر کلام کیا ہے اور دوسرے حضرات محدثین نے بھی، اسمیں ایک راوی عبد العزیز بن عمر ہے وہ ضعیف ہے اسی طرح ابن وہب راوی غیر معروف ہے، بخلاف جمہور کی دلیل کے کہ وہ متفق علیہ حدیث ہے، اور دوسرا جواب اس حدیث کا یہ دیا گیا ہے کہ یہ منسوخ ہے، ہو سکتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو، کیونکہ ابتداء اسلام میں اسلام اور نصرۃ کی بنیاد پر توارث ہوتا تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا، بعض شراح نے حنفیہ کا مذہب بھی اس حدیث کے موافق لکھ دیا ہے کہ حنفیہ بھی ولاء الاسلام کے قائل ہیں، لیکن یہ نقل مطلقاً صحیح نہیں ہاں اگر اسلام کیساتھ موالاۃ اور محالفہ کا بھی اقتران

ہو جائے تو امر آخر ہے اس صورت میں ہمارے یہاں یہ معتبر ہوگا اور اس صورت میں اس کیلئے ولاء ہوگا، کیونکہ احناف ولاء الموالاۃ کے قائل ہیں جس کے جمہور قائل نہیں کما تقدم قبل ذلك، خوب سمجھ لیجئے! کذا قال الشیخ فی البذل [1]۔ والحدیث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۱۴۔ بَابٌ فِي بَيْعِ الْوَلَاءِ

ملنے والی وراثت کو بیچنے کا بیان

۲۹۱۹ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ، وَعَنْ هِبَتِهِ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص مستقبل میں ملنے والی میراث کو پہلے سے بیچ دے یا اس میراث کو پہلے سے دوسرے کو ہبہ کر دے۔

تخریج: صحيح البخاري - العتق (۲۳۹۸) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٧٥) صحيح مسلم - العتق (١٥٠٦) جامع الترمذي - البيوع (١٢٣٦) جامع الترمذي - الولاء والهبة (٢١٢٦) سنن النسائي - البيوع (٤٦٥٧) سنن أبي داود - الفرائض (٢٩١٩) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٤٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٩/٢) موطأ مالك - العتق والولاء (١٥٢٢) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٧٢) سنن الدارمي - الفرائض (٣١٥٦)

شرح حدیث: زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ ولاء کی بیع کرتے تھے اور اس کا معاوضہ لیتے تھے، اسلام نے آکر اس سے منع کیا کیونکہ ولاء کوئی مال نہیں ہے کہ اس کی بیع کی جاسکے، بل هو حق من الحقوق، فلا يرد عليه البيع (بذل [2]) یعنی ولاء استحقاق ارث کا نام ہے یعنی معتق (آزاد کردہ غلام) کی میراث کا استحقاق جو معتق کو حاصل ہوتا ہے عتق کی بدولت، عتق ایک احسان عظیم ہے مولی کی جانب سے اپنے غلام پر تو اسکے صلہ میں شریعت نے معتق کو معتق کی میراث کا حق عطا کیا تا کہ اس کے مرنے کے بعد وہ اس کے آقا کو ملے، جیسے نسب سبب استحقاق ہوتا ہے پس جس طرح نسب سے حق میراث حاصل ہوتا ہے اسی طرح عتق سے حق میراث حاصل ہوتا ہے جس کو ولاء سے تعبیر کرتے ہیں اور ظاہر بات ہے بیع اور ہبہ وغیرہ ہوا کرتی ہے جواہر کی نہ کہ معانی اور اعراض کی، اصل معنی تو ولاء کے ہیں یہ ویسے اس کا اطلاق اور استعمال میراث المعتق پر بھی ہوتا ہے۔ واللہ تعالی أعلم. وهذا غاية تسهيل لهذا المقام. والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۳ ص ۲۰۱-۲۰۲

[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۳ ص ۲۰۳

۱۵ - بَابٌ فِي الْمَوْلُودِ يَسْتَهِلُّ ثُمَّ يَمُوتُ

جب بچہ پیدائش کے بعد آواز سے روئے پھر مر جائے کیا یہ بھی وراثت کا حق دار بنے گا؟

۹۲۰ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا اسْتَهَلَّ الْمَوْلُودُ وُرِّثَ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب پیدائشی بچہ رونے کی آواز نکال دے تو یہ بچہ اپنے میت کا وارث بنے گا۔

شرح الحدیث استہلال کے اصل معنی تو چاند دیکھنے کے ہیں (رؤیت ہلال) اس کے بعد اس کا استعمال ہوا رفع الصوت میں یعنی چیخنا چلانا، اس مناسبت سے کہ پہلی رات میں چاند کو دیکھ کر لوگ شور کرتے ہیں کہ چاند ہو گیا، پھر اسکے بعد اس کا استعمال آثار حیات اور بچہ کے رونے میں ہونے لگا، وہی یہاں حدیث میں مراد ہے۔

حدیث الباب میں اختلاف ائمہ: اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بچہ کے پیدا ہونے کے بعد اگر اس میں آثار حیات پائے گئے اور اس دوران میں اس کا کوئی عزیز قریب مر اتو وہ مولود اس کا وارث ہو گا اور اگر نہ پائے گئے تو نہیں ہو گا، حنفیہ شافعیہ کے یہاں تو اسی طرح ہے کہ صرف آثار حیات کا پایا جانا کافی ہے، وقال مالك وأحمد بشرط الرضاع، كذا في هامش البذل عن الشعراني [1]۔

یہاں پر ایک مسئلہ اور ہے صلوۃ علی الطفل کا جو کتاب الجنائز میں آرہا ہے، وہ یہ کہ صلاۃ علی الطفل کے لئے بھی آثار حیات کا پایا جانا ضروری ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، ائمہ ثلاثہ اور جمہور کے نزدیک تو وہاں بھی استہلال شرط ہے، امام احمدؒ کا اس میں اختلاف ہے ان کے نزدیک شرط نہیں، دلیل مسئلہ کی اپنے مقام پر آئے گی، یہاں تبعاً آگیا۔

۱۶ - بَابُ نَسْخِ مِيرَاثِ الْعَقْدِ بِمِيرَاثِ الرَّحِمِ

مولاء الموالاۃ کی میراث ذوالارحام کے وارث ہونے کے بعد منسوخ ہو گئی

۲۹۲۱ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ﴿وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ﴾ [2] "كَانَ الرَّجُلُ يُحَالِفُ الرَّجُلَ، لَيْسَ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۳ ؛ ص ۲۰۳
[2] سورۃ النساء ۳۳

بَيْنَهُمَا نَسَبٌ، فَيَرِثُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ، فَنَسَخَ ذَلِكَ الْأَنْفَالُ، فَقَالَ: { وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ [1] }".

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ اس آیت پر شروع زمانہ میں عمل ہوتا تھا اس طرح کہ ایک آدمی کسی ایسے شخص سے جس سے نسبی رشتہ داری نہ تھی معاہدہ کر لیتا تو یہ دونوں شخص ایک دوسرے کے وارث شمار ہوتے پھر سورۃ انفال کی اس آیت نے اسکو منسوخ کر دیا کہ میت کے رشتہ دار اسکے زیادہ حق دار ہیں بعض رشتہ دار بعض دوسروں کے مقابلے میں۔

شرح الحدیث وإیضاح المسئلة: یہ ولاء کے سلسلہ کا تیسرا باب ہے جس کا ذکر شروع میں آچکا۔ عقد سے مراد عقد موالاۃ جس کو ولاء الموالات بھی کہتے ہیں، مصنف کا یہ ترجمہ ائمہ ثلاثہ کے مسلک کے مطابق ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عقد موالاۃ کے ذریعہ استحقاق ارث اب نہیں رہا منسوخ ہو چکا، میراث رحم کے ذریعہ سے، رحم سے مراد رشتہ اور قرابت ہے، یعنی اقارب کی میراث نے آکر عقد موالاۃ کی میراث کو منسوخ کر دیا، ناسخ اور منسوخ دونوں کا بیان حدیث الباب میں مذکور ہے، چنانچہ پہلی آیت وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ الخ میں میراث موالاۃ کا ثبوت ہے جیسا کہ ابن عباسؓ فرمارہے ہیں کہ شروع میں یہ ہوتا تھا کہ ایک شخص کسی اجنبی شخص کے ساتھ محالفت یعنی دوستی کا عہد کر لیتا تھا بغیر کسی نسبی تعلق کے اور پھر اس عقد کی وجہ سے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا جیسا کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان ایسا ہو چکا ہے، ابن عباسؓ فرمارہے ہیں کہ اس آیت کو سورہ انفال کی آیت وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ نے منسوخ کر دیا، اور ابن عباسؓ کی اس کے بعد آنے والی روایت میں بھی بعینہ یہی مضمون ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں پہنچے تو ان کو انصار کا وارث بنایا جاتا تھا نہ کہ اقارب کو یعنی انصار کے وارث مہاجرین ہوتے تھے بجائے اقارب کے وارث ہونے کے۔

٢٩٢٢ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنِي إِدْرِيسُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ: { وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ } قَالَ: «كَانَ الْمُهَاجِرُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ تُوَرَّثُ الْأَنْصَارَ، دُونَ ذَوِي رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ» . فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: { وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ [2] } قَالَ: نَسَخَتْهَا: { وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ [3] } مِنَ النَّصْرِ وَالنَّصِيحَةِ وَالرِّفَادَةِ، وَيُوصِي لَهُ، وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيرَاثُ".

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ نے آیت کریمہ: وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ

---

[1] اور رشتہ دار آپس میں حق دار زیادہ ہیں ایک دوسرے کے (سورۃ الأنفال ۷۵)

[2] اور ہر کسی کے لئے ہم نے مقرر کر دیئے ہیں وارث اس مال کے کہ چھوڑ مریں (سورۃ النساء: ۳۳)

[3] اور جن سے معاہدہ ہوا تمہارا ان کو دے دو ان کا حصہ (سورۃ النساء: ۳۳)

مہاجرین جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تو انصار کے رشتہ داروں کے بجائے ان مہاجرین کو انصار مدینہ کا وارث بنایا جاتا کیونکہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان مہاجرین اور انصار میں بھائی چارگی کا رشتہ قائم فرمادیا تھا پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الخ، اس آیت نے پہلی ایک آیت کو منسوخ کر دیا اور ...... پہلی آیت: وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ کا معنی (اس آیت کے منسوخ ہونے کے بعد) یہ ہے کہ جن لوگوں سے معاہدہ کر رکھا تھا اب انکی مدد کرو اور انکے ساتھ خیر خواہی کرو اور انکے ساتھ تعاون کرو۔ اب ان کو میراث نہیں ملے گی لہٰذا انکے لیے وصیت کر سکتے ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - الحوالات (٢١٧٠) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٠٤) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٦٦) سنن أبي داود - الفرائض (٢٩٢٢)

شرح الحديث: فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: { وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ } قَالَ: نَسَخَتْهَا: یعنی جب یہ دوسری آیت وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ نازل ہوئی اس نے اس پہلی آیت کو منسوخ کر دیا، اس عبارت میں نسخت کا فاعل یہ آیت ثانیہ یعنی وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ ہے اور ضمیر منصوب راجع ہے آیت اولیٰ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ کی طرف، اور یہ جملہ بس یہیں پورا ہو گیا ناسخ اور منسوخ دونوں کا بیان آچکا، پھر اس کے بعد دوبارہ جو آیت اور عبارت آرہی ہے { وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ } مِنَ النَّصْرِ وَالنَّصِيحَةِ الخ اس سے مقصود حضرت ابن عباسؓ کا یہ بیان کرنا ہے کہ اس آیت کے منسوخ ہونے کے بعد اب اس آیت کا مفہوم جس پر عمل ہونا چاہئے وہ صرف نصر اور نصیحت باقی رہ گیا، وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيرَاثُ یعنی میراث کے بارے میں یہ آیت منسوخ ہو گئی اور باہمی نصرت اور تعاون اور خیر خواہی کے بارے میں باقی رہ گئی، یعنی ہر لحاظ سے یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی صرف میراث کے اعتبار سے منسوخ ہوئی۔ اس کی اس طرح وضاحت کرنے کی ضرورت ہمیں اس لئے پیش آئی کہ بادی الرائ میں عبارت اس طرح ہے نَسَخَتْهَا: وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ یعنی بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نسخت کا فاعل وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ ہے اور "ھا" ضمیر وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ کی طرف لوٹ رہی ہے، اس صورت میں مطلب بالکل برعکس ہو جاتا ہے، خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے، محنت اور غور کرنے کی ضرورت ہے بغیر اس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، یہ ابن عباسؓ کی روایت اور جو کچھ انہوں نے نسخ کے بارے میں فرمایا ائمہ ثلاثہ کے موافق ہے اور ان کی رائے یہی ہے اس کے برخلاف حنفیہ جو میراث العقد کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ اس آیت کیلئے وہ دوسری آیت وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ ناسخ نہیں ہے بلکہ دونوں آیتیں معمول بہا ہیں فرق یہ ہے کہ شروع میں عقد موالاۃ پر میراث جاری ہوتی تھی اور اقارب کو وارث نہیں بنایا جاتا تھا، پھر بعد میں جب یہ دوسری آیت نازل ہوئی تو اس کا مطلب وہ یہ لیتے ہیں کہ اقارب کو توریث میں مقدم رکھا جائے عقد موالاۃ والوں پر یعنی ان کے ہوتے ہوئے مولی الموالاۃ وارث نہ ہو گا، اور اگر ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو تو اس وقت مولی الموالاۃ وارث ہو جائے گا ذوی الارحام سے مراد اقارب اور رشتہ دار ہیں۔ هكذا ينبغي ان يفهم

هذا المقام فانه من مزال الاقدام۔ والحديث أخرجه البخاري والنسائي، قاله المنذري۔

۲۹۲۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْمَعْنَى - قَالَ أَحْمَدُ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، قَالَ: كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَى أُمِّ سَعْدٍ بِنْتِ الرَّبِيعِ - وَكَانَتْ يَتِيمَةً فِي حِجْرِ أَبِي بَكْرٍ - فَقَرَأْتُ: { وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ } ، فَقَالَتْ: لَا تَقْرَأْ: { وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ } ، إِنَّمَا نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حِينَ أَبَى الْإِسْلَامَ، فَحَلَفَ أَبُو بَكْرٍ أَلَّا يُوَرِّثَهُ، فَلَمَّا أَسْلَمَ أَمَرَ اللَّهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ يُؤْتِيَهُ نَصِيبَهُ". زَادَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: فَمَا أَسْلَمَ حَتَّى حُمِلَ عَلَى الْإِسْلَامِ بِالسَّيْفِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "مَنْ قَالَ: { عَقَدَتْ } : جَعَلَهُ حِلْفًا، وَمَنْ قَالَ: عَاقَدَتْ جَعَلَهُ حَالِفًا، قَالَ: وَالصَّوَابُ حَدِيثُ طَلْحَةَ عَاقَدَتْ".

ترجمہ داؤد بن حصین کہتے ہیں کہ میں ام سعد بنت الربیع کے پاس قرآن کریم پڑھا کرتا تھا یہ ام سعد حضرت ابو بکرؓ کی پرورش میں یتیم ہونے کی وجہ سے ہوتی تھیں تو میں نے یہ آیت اس طرح پڑھی: وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ تو حضرت ام سعد نے فرمایا کہ تم اس طرح یہ آیت مت پڑھو کیونکہ یہ آیت حضرت ابو بکرؓ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کے متعلق نازل ہوئی جب عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو میراث نہیں دینگے جب عبدالرحمٰن بن ابی بکر مسلمان ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر کو حکم دیا کہ عبدالرحمٰن کو انکا حصہ دیں (لہٰذا یہ قرأت عقدت ہونی چاہیے نہ کہ عاقدت کیونکہ حضرت ابو بکرؓ قسم کھانے والے اکیلے تھے) عبدالعزیز راوی نے یہ اضافہ کیا کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک زمانے تک جنگ لڑی بعد میں وہ مسلمان ہوئے۔

شرح الحدیث داؤد بن الحصین کہتے ہیں کہ میں ام سعد کے پاس قرآن پڑھا کرتا تھا اور ان سے سیکھتا تھا اور یہ ام سعد حضرت ابو بکرؓ کے یہاں پلی تھیں، چونکہ یہ یتیم ہو گئی تھیں، اس لئے انہی کے یہاں پرورش پائی، تو ایک روز جب میں ان کے پاس قرأت کر رہا تھا تو میں نے یہ آیت اسی طرح پڑھی وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ (باب مفاعلۃ سے) تو انہوں نے مجھے ٹوکا کہ اس طرح مت پڑھ بلکہ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ پڑھ (یعنی مجرد سے) اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکرؓ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰنؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب شروع میں عبدالرحمٰنؓ نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے ان سے ناراض ہو کر یہ قسم کھائی تھی کہ میں تجھ کو وارث نہیں بناؤں گا، یعنی تو ہم میں سے کسی کا وارث نہیں ہو گا، جب تو اسلام نہیں لا رہا ہے، وہ کہتی ہیں کہ پھر جب وہ اسلام لے آئے تو حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا کہ اس کو اس کا حصہ دیں اور وارث بنائیں، ام سعد یہ کہنا چاہتی ہیں کہ اس آیت میں عقد سے مراد حلف ہے اور قسم کھانے والے تنہا ابو بکر تھے تو اس کے لئے لفظ عَقَدَتْ مناسب ہے نہ کہ عَاقَدَتْ کیونکہ باب مفاعلت تو شرکت اور تعدد کو چاہتا ہے۔

یہ ام سعد کی بات ایک لحاظ سے تو اپنی جگہ درست ہے لیکن عَاقَدَتْ تو مستقل ایک قراءت ہے ہو سکتا ہے ان کو اس کا علم نہ ہو،
آگے روایت میں ہے راوی کہتا ہے: فَمَا أَسْلَمَ حَتَّى حُمِلَ عَلَى الْإِسْلَامِ بِالسَّيْفِ، راوی عبد الرحمن کے اسلام کا حال بیان کر رہا ہے کہ وہ ابتداء میں تو اسلام لائے نہیں تھے ابتداء میں تو مسلمانوں کے دشمن ہی رہے مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھائی (اسلئے کہ یہ جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ آئے تھے) ثم هداه الله تعالى فسلم قبل الفتح پھر بعد میں اللہ تعالیٰ شانہ نے ان کو اسلام سے سرفراز فرمایا فتح مکہ سے کچھ پہلے۔

٢٩٢٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، "{وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا [1]} {وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا [2]} فَكَانَ الْأَعْرَابِيُّ لَا يَرِثُ الْمُهَاجِرَ، وَلَا يَرِثُهُ الْمُهَاجِرُ، فَنَسَخَتْهَا فَقَالَ: {وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ}".

ترجمہ عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا، اس آیت پر شروع اسلام میں اس طرح عمل ہوتا تھا کہ جو شخص مسلمان ہونے کے بعد اپنی بستی میں ہی مقیم ہجرت نہ کرتا تو یہ شخص ایسے مسلمان کا وارث نہ بنتا تھا جو اسلام لانے کے بعد ہجرت کر رہا ہوتا...... اور نہ ہی ہجرت کرنے والا مسلمان ایسے مسلمان کا وارث بنتا جس نے اسلام لانے کے بعد ہجرت نہ کی ہوتی (اگرچہ ان میں آپس میں نسبی رشتہ داری ہوتی تھی) اس کے بعد وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

شرح الحدیث اعرابی کہتے ہیں غیر مہاجر کو یعنی جو شخص اسلام لا کر اپنے ہی بستی میں ٹھہرا رہے اور ہجرت نہ کرے، یعنی شروع میں وراثت کا مدار نسب پر نہیں تھا بلکہ ہجرت و نصرت پر تھا اسلئے مہاجر انصاری کا اور انصاری مہاجر کا باوجود عدم نسب کے وارث ہوتا تھا، اور مہاجر غیر مہاجر کا باوجود نسب کے وارث نہ ہوتا تھا۔

١٧ - بَابٌ فِي الْحِلْفِ

دو قبیلوں کا آپس میں قسمیں کھا کر معاہدہ کرنے کا بیان

یہ حِلْف کسر حاء اور سکون لام کے ساتھ ہے بمعنی محالفت، ففي القاموس: والحِلْفُ بالكسر: العَهْدُ بَيْنَ الْقَوْمِ اھ، اور وہ جو حلف قسم کے معنی میں ہے اس کو قاموس میں تین طرح ضبط کیا ہے: حَلْف، حِلْف اور حَلِف [3]۔

---

[1] اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے (سورۃ الأنفال ٧٤)

[2] اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا (سورۃ الأنفال ٧٢)

[3] القاموس المحیط — ص ٨٠١ - ٨٠٢

٢٩٢٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَكَرِيَّا، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ، وَأَيُّمَا حِلْفٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ إِلَّا شِدَّةً».

ترجمہ: جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ دین اسلام میں ظلم و قتال کے امور میں قسمیں کھا کر معاہدہ کرنا مشروع نہیں ہے اور زمانہ جاہلیت میں اچھے کاموں کے کرنے پر قسمیں کھا کر جو معاہدہ کیا گیا تھا دین اسلام ایسے معاہدوں کی مزید پاسداری کرنے کا حکم ارشاد فرماتا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٥٣٠) سنن أبي داود - الفرائض (٢٩٢٥) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٨٣/٤)

شرح الحدیث: زمانہ جاہلیت میں قتال اور غارات اور مظالم پر آپس میں قومیں معاہدہ کیا کرتی تھیں تو ظاہر بات ہے اسلام میں اس کی کہاں گنجائش ہے، اسی کو آپ ﷺ فرمارہے ہیں: لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ، وَأَيُّمَا حِلْفٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ إِلَّا شِدَّةً۔ زمانہ جاہلیت میں محالفت کبھی خیر اور امور حقہ پر بھی ہوتی تھی، اس جملہ میں آپ ﷺ اسی کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ اس طرح کے حلف کو اسلام نے نہیں توڑا بلکہ اور مضبوط کیا ہے جو معنی حلف کے ہم نے جملہ ثانیہ میں لئے ہیں اگر یہی معنی فقرۂ اولی میں بھی لئے جائیں تو یہ بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اسلام میں امور حقہ اور خیر پر محالفت کی حاجت نہیں بلکہ اخوت اسلامی بذات خود کافی ہے امور خیر پر تعاون کیلئے کذا قالوا۔ والحديث أخرجه مسلم، قاله المنذري۔

٢٩٢٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: حَالَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِنَا، فَقِيلَ لَهُ: أَلَيْسَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ»، فَقَالَ: «حَالَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِنَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا».

ترجمہ: عاصم الاحول کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ میں ہمارے قبیلہ میں بھائی بندی کرائی تھی (جیسے زمانہ جاہلیت میں قسمیں کھا کر معاہدہ ہوتا ہے) تو حضرت انسؓ سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دین اسلام میں تو قسمیں کھا کر معاہدہ کرنا مشروع نہیں؟ تو حضرت انسؓ نے دو دفعہ یا تین دفعہ ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ میں ہمارے قبیلہ میں معاہدہ کرایا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحوالات (٢١٧٢) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٣٣) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩٠٩) صحيح مسلم - فضائل الصحابة (٢٥٢٩) سنن أبي داود - الفرائض (٢٩٢٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٤٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨١/٣)

١٨ ـ بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تَرِثُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا

مقتول خاوند کی دیت میں اسکی بیوہ بھی حصہ دار ہو گی

٢٩٢٧ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُولُ: الدِّيَةُ لِلْعَاقِلَةِ، وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئًا، حَتَّى قَالَ لَهُ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ: كَتَبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنْ أُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ، مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا» فَرَجَعَ عُمَرُ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، وَقَالَ فِيهِ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى الْأَعْرَابِ.

ترجمہ: سعدؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے تھے کہ میت مقتول کی دیت اسکے عصبات کو ملے گی اور ان لوگوں کو ملے گی جو اسکے عاقلہ ہیں اور بیوہ اپنے شوہر کی دیت میں سے وراثت نہیں لے سکے گی یہاں تک کہ ضحاک بن سفیان کلابیؓ نے حضرت عمرؓ کو بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خط لکھا تھا کہ اشیم الضبابی کی بیوہ کو اسکے شوہر کی دیت میں سے وراثت دو تو حضرت عمرؓ نے اپنے گزشتہ قول سے رجوع فرمالیا...... احمد بن صالح نے اپنی سند سے حضرت سعدؓ سے اس حدیث کو نقل کیا کہ حضور ﷺ نے ضحاک بن سفیان کو دیہات والوں پر عامل مقرر فرمایا تھا۔

تخریج: جامع الترمذي - الديات (١٤١٥) جامع الترمذي - الفرائض (٢١١٠) سنن أبي داود - الفرائض (٢٩٢٧) سنن ابن ماجه - الديات (٢٦٤٢) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٤٥٢) موطأ مالك - العقول (١٦١٩)

شرح الحدیث: یعنی شروع میں حضرت عمرؓ کی یہ رائے تھی کہ مقتول کی دیت عصبة المقتول کیلئے ہوگی، اور عورت اپنے خاوند کی دیت کی وارث نہ ہوگی، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کو ضحاک بن سفیان نے بتایا کہ حضور ﷺ کی تحریر میرے پاس یہ آئی تھی أُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا یعنی اشیم ضبابی جب مقتول ہو گئے تھے تو حضور ﷺ نے ضحاک کو لکھا کہ ان کی دیت میں سے ان کی بیوی کو بھی وارث بنانا، تو اس پر حضرت عمرؓ نے اپنی سابق رائے سے رجوع فرمالیا۔

یہ ضحاک بن سفیانؓ وہ ہیں جن کو حضور ﷺ نے اپنی قوم کے صدقات وصول کرنے پر عامل بنایا تھا، اس مسئلہ میں جو رائے حضرت عمرؓ کی تھی کہا گیا ہے کہ حضرت علیؓ کی رائے بھی وہی تھی لیکن حضرت عمرؓ کا تو رجوع ثابت ہو گیا جمہور کے مسلک کی طرف ضحاک بن سفیانؓ کی روایت کی وجہ سے۔

دیت کے بارے میں ابتداءً حضرت عمرؓ کی رائے اور پھر اس سے رجوع: جاننا چاہیے کہ دیت کا مسئلہ اور قاعدہ عند الجمہور یہ ہے کہ وہ واجب تو ہوتی ہے عاقلہ یعنی عصبة القاتل پر اور ملتی ہے ورثة المقتول کو، اس میں حضرت عمرؓ کی رائے جمہور کے خلاف تھی وہ یہ کہ دیت واجب بھی عاقلہ پر ہوتی ہے اور ملتی بھی ہے عاقلہ ہی کو، تو چونکہ ان کا مسلک یہ تھا اسی کے پیش نظر وہ زوج کی دیت میں سے زوجہ کے حصہ کے قائل نہ تھے کیونکہ زوجہ عاقلہ میں سے نہیں لیکن جب ان کو ضحاک بن

سفیانؓ کی روایت پہنچی تو انہوں نے اپنی رائے سے رجوع فرمالیا، یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی یہ رائے کیوں تھی کہ دیت میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور وہ ورثاء کو نہیں ملتی بلکہ صرف عاقلہ کو ملنی چاہئے؟

اس کی وجہ جیسا کہ شراح نے لکھا ہے علی ظاہر القیاس یہ ہے کہ وراثت جاری ہوتی ہے اس مال میں جو ملک میت ہو عند الموت (جیسے عام مال ہوتے ہیں دیت کے علاوہ) اور دیت کا وجوب وثبوت چونکہ ہوتا ہے موت مقتول کے بعد اور میت میں مالک ہونے کی صلاحیت ہے نہیں اس لئے اس کا تقاضا یہ ہے کہ دیت میں وراثت بھی نہ ہونی چاہیے۔ بس صرف عاقلہ کو ملنی چاہیے تحمل دیت کی وجہ سے، یعنی چونکہ عاقلہ ہی قاتل کی طرف سے مقتول کی دیت کے متحمل ہوتے ہیں اس تحمل کی وجہ سے ملنی بھی صرف عاقلہ کو چاہیے، لہٰذا نہ زوجہ کو ملنی چاہیے نہ اس کے علاوہ دوسرے ورثاء کو، لیکن پھر جب حضرت عمرؓ کو ضحاک بن سفیانؓ کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کا علم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت زوج میں زوجہ کا حصہ لگانے کو فرمایا ہے تو اس پر انہوں نے اپنی رائے اور قیاس کو ترک کر کے رجوع فرمالیا۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

تنبیہ: ضحاک بن سفیانؓ کی یہ روایت حضرت عمرؓ کی رائے دیت زوج کے سلسلہ میں ہماری سنن کی روایات ابوداؤد ترمذی وغیرہ میں صرف اتنی ہی ہے جس سے بادی الرائے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی یہ رائے صرف زوجہ سے متعلق ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ حضرت عمرؓ کی رائے دیت کے بارے میں مطلقاً یہ تھی کہ وہ للعاقلۃ ہے للورثۃ نہیں بخلاف جمہور علماء کے کہ ان کی رائے یہ ہے کہ دیت واجب تو ہوتی ہے عاقلہ پر اور وراثت میں مستحق ہوتے ہیں اس کے ورثاء تو گویا حضرت عمرؓ کا اختلاف جمہور سے اصل مسئلہ میں ہے، چنانچہ نصب الرایۃ میں اسی سلسلہ کی روایات کے ذیل میں علامہ زیلعیؒ نے سنن والی روایت کی تخریج کے بعد مصنف عبدالرزاق سے یہ روایت نقل کی ہے: وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي مُصَنَّفِهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، قَالَ: مَا أَرَى الدِّيَةَ إِلَّا لِلْعَصَبَةِ، لِأَنَّهُمْ يَعْقِلُونَ عَنْهُ. فَهَلْ سَمِعَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ شَيْئًا؟ فَقَالَ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ الْكِلَابِيُّ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى الْأَعْرَابِ: كَتَبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا، فَأَخَذَ بِهِ عُمَرُ. اهـ [1]، اور اسی طرح مؤطا محمد میں بَابُ الرَّجُلِ يَرِثُ مِنْ دِيَةِ امْرَأَتِهِ وَالْمَرْأَةُ تَرِثُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا میں روایت اس طرح ہے: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، نَشَدَ النَّاسَ بِمِنًى: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ عِلْمٌ فِي الدِّيَةِ أَنْ يُخْبِرَنِي بِهِ، فَقَامَ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ، فَقَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ: "أَنْ وَرِّثِ امْرَأَتَهُ مِنْ دِيَتِهِ" [2]، اور یہ جو ان روایات میں زوجہ کی تخصیص ہے اس کا منشا بھی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ ایک عورت نے حضرت عمر سے منیٰ میں اپنے لئے دیت زوج میں سے حصہ کا مطالبہ کیا تھا،

---

[1] نصب الرایۃ لأحادیث الہدایۃ — ج ٤ ص ٣٥٢

[2] التعلیق الممجد علی موطأ محمد — کتاب الدیات — باب الرجل یرث من دیۃ امرأتہ والمرأۃ ترث من دیۃ زوجھا ٦٧١ (ج ٣ ص ١٩ - ٢٠)

چنانچہ التعلیق الممجد میں ہے: عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى عُمَرَ تَسْأَلُهُ أَنْ يُوَرِّثَهَا مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا، فَقَالَ: مَا أَعْلَمُ لَكِ شَيْئًا فَنَشَدَ النَّاسَ، پھر اس کے بعد اسی حاشیہ میں وہ روایت بھی مذکور ہے جو شروع میں نصب الرایہ سے ہم نے نقل کی [1]۔

نبّهني على هذا التفصيل وان إختلاف عمر ليس في هذه الجزئية فقط بل في أصل المسئلة عزيزي المولوي حبيب الله المظاهري الجمبارني ثم المدني جزاه الله تعالى خيرا۔

آخر كِتَابُ الفَرَائِض

مسائل میراث کی تفصیل مستقل ایک فن ہے جو اس فن کی کتب میں مسطور و مذکور ہے، لیکن اس فن کی جو بنیاد ہے یعنی قرآن کی آیات المیراث، جی چاہا کہ کم از کم ان آیات میں مذکور ورثاء اور ان کے حصص ہم اپنی اس کتاب میں ذکر کر دیں، تاکہ بنیاد علم میں آنے کے بعد پڑھنے والوں کو مزید تفاصیل معلوم کرنے کا شوق پیدا ہو، اور اس طور پر حدیث شریف تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهَا، فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ [2] پر عمل کی توفیق میسر ہو جائے، واللہ الموفق۔ بندہ نے یہ خدمت اپنے مدرسہ کے بعض فضلاء کو سونپی، ماشاء اللہ وہ اس کو بحسن و خوبی لکھ کر لائے جو حاشیہ میں درج ہے [3]۔

---

[1] نصب الراية لأحاديث الهداية — ج ٤ ص ٣٥٢

[2] سنن ابن ماجه — كتاب الفرائض — باب الحث على تعليم الفرائض ٢٧١٩

[3] وراثت کے سلسلہ میں زمانہ قدیم ہی سے معاشرہ کے اندر پائی جانے والی زیادتیوں کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر اس مسئلہ کو بہت اہمیت اور خاصی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ سورۂ نساء کی آیت ۱۱، ۱۲ اور ۱۷۶ کے تحت اس مسئلہ کی بنیادی تفاصیل انتہائی وضاحت کے ساتھ موجود ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتب تفسیر و فقہ کی روشنی میں مختصر تشریحات کے ساتھ ان آیات میں مذکور حصص اور ان کے مستحقین کو یہاں ترتیب کے ساتھ ذکر کر دیا جائے۔ مذکورہ بالا آیات میں سب سے پہلا حکم یہ ہے کہ میت کے کل مال سے اولاً اس کے دین ادا کئے جائیں اور اس کے بچے ہوئے مال کے تہائی سے تنفیذ وصیت کی جائے۔

چنانچہ آیت ۱۱ اور ۱۲ دونوں ہی میں کچھ کچھ حصص اور ان کے مستحقین کے ذکر کے بعد ارشاد ہے: مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ، کہ یہ سب تقسیم میراث دین کی ادائیگی اور تنفیذ وصیت کے بعد ہو۔

پھر ان آیات میں حصے کل چھ بیان کئے گئے ہیں: ① نصف (کل مال کا آدھا)، ② ربع (چوتھائی)، ③ ثمن (آٹھواں)، ④ ثلثان (دو تہائی)، ⑤ ثلث (ایک تہائی)، ⑥ سدس (چھٹا حصہ)۔

اور ان کے مستحقین سات (۷) طرح کے ہیں: ① اولاد (جس میں مذکر و مؤنث ساری فروع داخل ہیں، یعنی بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں، اسی طرح نیچے تک، لیکن یہ

واضح رہے کہ اوپر والی فرع کی موجودگی میں نیچے کی فروع محروم رہیں گی، جیسے بیٹے بیٹیوں کی موجودگی میں پوتے پوتیاں)، ② باپ (اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں دادا، اسی طرح اوپر تک)، ③ ماں (اور اسکے نہ ہونے کی صورت میں دادی اور نانی جو ایک درجہ میں ہیں اسی طرح اوپر تک، لیکن ان میں جو اقرب الی المیت ہو وہ ابعد الی المیت کیلئے حاجب ہوگی)، ④ شوہر، ⑤ بیوی، ⑥ اخیافی (ماں شریک) بھائی بہن، ⑦ حقیقی (ماں باپ دونوں) و علاتی (صرف باپ شریک) بھائی بہن۔

مذکورہ حصص اور ان کے مستحقین کی تفصیل حسب تصریح قرآنی اس طرح ہے:

❶ **اولاد:** ان کے وارث ہونے کی چار صورتیں ہیں: ① مذکر و مؤنث دونوں ہوں تو اس صورت کیلئے حکم ہے یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیۤ اَوۡلَادِکُمۡ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ کہ مذکر کو دو حصے اور مونث کو ایک حصہ ملے گا، ② صرف ایک مؤنث ہو تو وَاِنۡ کَانَتۡ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصۡفُ کی بناء پر نصف ترکہ کی مستحق ہوگی، ③ اگر مؤنث اولاد دو یا اس سے زائد ہو تو فَاِنۡ کُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ اثۡنَتَیۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ کی وجہ سے دو تہائی مال کی مستحق ہوگی (واضح رہے کہ یہاں عبارۃ النص اگرچہ دو سے زائد کیلئے ہے لیکن اقتضاء النص اور احادیث سے دو کیلئے بھی یہی حصہ ثابت ہوتا ہے۔ تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں اسکی تفصیل موجود ہے)، ④ چوتھی صورت یہ ہے کہ وارث صرف مذکر اولاد ہو (ایک یا زائد) وہ عصبہ ہونے کی بناء پر ذوی الفروض سے بچے ہوئے کل مال کی مستحق ہوگی۔ (کتب تفسیر و سراجی)۔

❷ **باپ:** اسکے وارث ہونے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں: ① اگر اس کے ساتھ میت کی کوئی اولاد مذکر بھی ہو (خواہ مؤنث ہو یا نہ ہو) تو اس صورت میں وَلِاَبَوَیۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنۡ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ کی وجہ سے وہ کل مال کے چھٹے حصہ کا مستحق ہوگا، ② اولاد مذکر نہ ہونے کی صورت میں جب کہ اولاد مؤنث ہو (ایک یا متعدد) باپ بطور فرض کے ایک سدس کا اور بطور عصبہ کے بچے ہوئے کل مال کا مستحق ہوگا، ③ اور میت کی کسی بھی قسم کی اولاد نہ ہو تو ذوی الفروض سے بچا ہوا کل مال باپ کو ملے گا تعصیب کی بناء پر (ان دونوں صورتوں کا حکم کتب تفسیر اور کتب فقہ میں دیکھئے)۔

❸ **ماں:** ① میت کی اولاد (مذکر و مؤنث) میں سے کسی کے بھی ہوتے ہوئے سدس کی مستحق ہوگی ارشاد ہے وَلِاَبَوَیۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ، ② میت کے بھائی بہنوں میں سے دو یا اس سے زائد کے ساتھ ہو جب بھی اسے سدس ملے گا: فَاِنۡ كَانَ لَهٗۤ اِخۡوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ، ③ نہ میت کی کوئی اولاد ہو نہ بھائی بہنوں میں سے دو کا نصاب ہو تو فَاِنۡ لَّمۡ یَكُنۡ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ کے حکم کے مطابق ثلث دیا جائے گا۔ (پھر اس ثلث میں کچھ اختلاف ہے کہ کس صورت میں کل مال کا تہائی دیا جائیگا، اور کب ثلث مابقی کی مستحق ہوگی)۔

❹ **شوہر:** ① اگر بیوی کسی بھی طرح کی اولاد چھوڑ کر مری ہے، خواہ اسی شوہر سے یا کسی اور شوہر سے تو فَاِنۡ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكۡنَ کی بناء پر شوہر چوتھائی مال کا مستحق ہوگا، ② اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں شوہر کو نصف ملے گا، لقولہ تعالی وَلَكُمۡ نِصۡفُ مَا تَرَكَ اَزۡوَاجُكُمۡ اِنۡ لَّمۡ یَكُنۡ لَّهُنَّ وَلَدٌ۔

❺ **بیوی:** ① اگر بیوی کے ساتھ مرنے والے شوہر کی کوئی اولاد بھی ہو تو فَاِنۡ كَانَ لَكُمۡ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ کے مطابق بیوی کو کل مال کا آٹھواں حصہ ملے گا، ② اور اگر اولاد نہ ہو تو اس کے حصہ میں چوتھائی آئے گا وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكۡتُمۡ اِنۡ لَّمۡ یَكُنۡ لَّكُمۡ وَلَدٌ۔

تنبیہ: اگر میت کی کوئی اولاد نہ ہو (اور اس کے حقیقی و علاتی و اخیافی بھائی بہنوں میں سے کوئی ہو) تو ایسی میت کو "کلالہ" کہتے ہیں، اِنِ امۡرُؤٌا هَلَكَ لَیۡسَ لَهٗ وَلَدٌ سے یہی مراد ہے۔

❻ **حقیقی وعلاتی بھائی بہن:** ① اگر میت (کلالہ) مذکر ہو اور اسکی حقیقی و علاتی صرف ایک بہن ہو تو اسے کل مال کا آدھا ملے گا وَّلَهٗۤ اُخۡتٌ فَلَهَا نِصۡفُ مَا تَرَكَ، ② اور اگر دو یا اس سے زائد بہنیں ہوں تو دو تہائی مال کی مستحق ہو کر اس میں برابر کی شریک ہوں گی فان کانتا اثنتین فلھن ثلثا ماترك۔
واضح رہے کہ یہاں عبارۃ النص اگرچہ دو ہی کے لئے ہے لیکن اقتضاء النص کی روشنی میں قیاساً علی الاولاد الاناث اور بطریق اولویت دو سے زائد کے لئے بھی یہی حکم ہے (دیکھو کتب تفسیر و فقہ)، ③ اور اگر میت مؤنث ہے اور ورثاء میں صرف بھائی ہیں (خواہ ایک ہوں یا زیادہ) وہ بطور عصبہ کے کل مال کے مستحق ہوں گے وَهُوَ یَرِثُهَاۤ اِنۡ لَّمۡ یَكُنۡ لَّهَا وَلَدٌ، ④ اور اگر بھائی بہن دونوں ہیں تو سب عصبہ بنیں گے اور بھائی دو، دو، بہنیں ایک، ایک حصہ کی مستحق ہوں گی ارشاد ہے

وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔

تنبیہ: علاتی و حقیقی بھائی بہنوں کا حکم تقسیم میراث میں ایک ہی ہے لیکن حقیقی بھائی علاتی بھائی بہنوں کیلئے حاجب ہے اسی طرح حقیقی بہن بھی جب کہ وہ میت کی اولاد اناث کی وجہ سے عصبہ ہو، اور ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں علاتی بہنوں کو سدس ملے گا، تکملۃ للثلثین۔

● **اخیافی بھائی بہن:** ① ماں شریک بھائی بہنوں میں سے اگر کوئی تنہا ہو تو اس کو سدس ملے گا **وَلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ**، ② اور اگر ایک سے زائد ہو خواہ صرف بھائی یا صرف بہنیں یا مخلوط ہوں تو ان کے لئے ثلث مال ہوگا، جس میں وہ برابر کے شریک ہوں گے **فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ**۔

تنبیہ: ① یہاں آیت کریمہ میں وَلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ سے اخیافی بھائی بہن مراد ہے، جیسا کہ بعض صحابہ کی قراۃ میں من اُمّ کی زیادتی وارد بھی ہوئی ہے، اور اس کی یہی تفسیر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مروی بھی ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۷۷)۔

② اخیافی بھائی بہن حصص میں برابر کے شریک رہتے ہیں فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ کے اطلاق کی وجہ سے، لہذا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کا کلیہ ان پر جاری نہ ہوگا۔ (دیکھو کتب تفسیر اور سراجی وغیرہ)۔

③ حقیقی و علاتی بھائی بہن اسی طرح میت کے اصول مذکر اور فروع مطلق یہ سب کے سب اخیافی بھائی بہنوں کیلئے حاجب ہیں۔

خاتمہ: میراث کے حصص اور ان کے مستحقین کا یہ ایک اجمالی بیان ہے جو قرآن کریم کے عبارۃ النص کو سامنے رکھ کر پیش کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب شریعت کے اصول چار ہیں (جن سے ثابت شدہ احکام کے مجموعہ کا نام فقہ ہے) تو کسی بھی مسئلہ کی مکمل وضاحت ان چاروں اصول کی مراجعت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی لہذا مسئلہ میراث میں بھی مزید تفصیل و توضیح کیلئے اس فن کی مستقل کتابوں (مثلاً سراجی وغیرہ) کی طرف مراجعت ناگزیر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ الْخَرَاجِ وَالْإِمَارَةِ وَالْفَيْءِ

زمین کے ٹیکس، حکمران کی ذمہ داریوں اور مال فئی کے تفصیلی احکام کا بیان

اس کتاب کی مناسبت ماقبل میں کتاب [1] الجہاد سے ظاہر ہے اس لئے کہ جہاد کے ذریعہ جو زمینیں فتح کی جاتی ہیں بعض تو ان میں سے خراجی ہوتی ہیں اور بعض عشری، اسلئے ضرورت پیش آئی خراج وعشر وغیرہ کے احکام بیان کرنے کی، اور چونکہ ان تمام چیزوں کے انتظام وانصرام کیلئے امیر کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے مصنف نے امارت کو بھی ترجمۃ الباب میں لے لیا، نیز فئی سے مراد مصنف کی صرف فئی ہی نہیں ہے بلکہ غنیمت بھی اس میں شامل ہے اسلئے کہ مصنف نے اس کتاب میں غنیمت اور خمس غنیمت کے مصارف سب کچھ بیان کئے ہیں اور ایسے ہی خراج کے ساتھ جزیہ کو بھی بیان کیا ہے۔

کتاب الخراج کا موضوع اور حاصل: جاننا چاہیے کہ خراج جو کہ زمین کے ٹیکس کا نام ہے، اور جزیہ یوں سمجھئے جان کے ٹیکس کا نام ہے جو ان کفار (ذمیوں) سے لیا جاتا ہے جو ہمارے ملک دارالاسلام میں رہتے اور بستے ہیں، یہ سب چیزیں ملک کے اندر کی آمدنیاں ہیں تو کتاب الخراج میں یہی احکام بیان کئے جاتے ہیں، مثلاً جزیہ کس کس سے لیا جائے گا اور کتنی مقدار میں لیا جائے گا اور کس زمین سے خراج لیا جائے گا، اور کس سے عشر لیا جائے گا اور پھر ان سب چیزوں کو وصول کرنے کے بعد ان آمدنیوں کے مصارف کیا ہوں گے، کون سے مال کو کہاں اور کس ضرورت میں خرچ کیا جائے گا، گویا کتاب الخراج کے موضوع کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسلام کے نظام اقتصادی کا ایک حصہ وشعبہ ہے اور اس موضوع پر علماء نے مستقل تصنیفات لکھی ہیں، مثلاً کتاب الخراج للإمام أبي يوسف، الخراج ليحيى بن آدم، الأموال لأبي عبيد القاسم بن سلام، كتاب الأموال لزنجوية وغيرها، اور ہمارے زمانہ کے مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہارویؒ ناظم جمیعت العلماء ہند جو بڑے جید عالم اور بہت سی تصانیف کے مصنف ہیں انہوں نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہی "اسلام کا اقتصادی نظام" ہے۔ چنانچہ مولانا نے اپنی اس تصنیف میں مذکورہ بالا قدیم تصنیفات سے ہی اپنی یہ کتاب ترتیب دی ہے۔ چنانچہ اس میں جابجا ان کتابوں کا حوالہ ہے اور ان کے اقتباسات درج ہیں، اسی طرح مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی کتاب "اسلامی معاشیات" بھی اسی موضوع پر ہے، لہذا ابو داؤد کی اس کتاب الخراج کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے طلبہ حدیث کو اردو کی ان تصانیف کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ موجب بصیرت ہے،

[1] اور کتاب الجہاد کے بعد متصلاً جو ابواب وکتب گزریں اضحیۃ، صید، وصیۃ، فرائض یہ سب بھی جہاد سے مربوط ہیں ادنی تامل سے ربط سمجھ میں آجاتا ہے ۱۲

واللہ تعالیٰ الموفق۔

١ - بَابُ مَا يَلْزَمُ الْإِمَامَ مِنْ حَقِّ الرَّعِيَّةِ

امام پر واجب رعایا کے حقوق کا بیان

٢٩٢٨ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ عَلَيْهِمْ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ، وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ».

ترجمہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ سن لو! تم میں سے ہر ایک شخص ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اسکی ذمہ داری کے متعلق سوال ہو گا پس رعایا کا حکمران، رعایا کی دینی، دنیوی حقوق کا محافظ ہے اور اس سے ان رعایا کے حقوق کے متعلق باز پرس ہو گی (کہ انکے دینی دنیوی حقوق میں خیانت تو نہیں کی) اور ایک مرد اپنے اہل خانہ کے حقوق کا ذمہ دار ہے اور اس مرد سے اس کے اہل خانہ کے حقوق کے بارے میں پوچھ ہو گی اور خاتونِ خانہ اپنے شوہر کے گھر اور شوہر کی اولاد کی ذمہ دار ہے اور اس خاتون سے اس کے شوہر اور اسکی اولاد کے حقوق کے متعلق پوچھ ہو گی اور غلام اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے آقا کے مال کے متعلق پوچھ ہو گی پس تم میں سے ایک ذمہ دار ہو اور ہر ایک سے اسکی ذمہ داریوں کے متعلق پوچھ ہو گی۔

تخریج صحيح البخاري - الجمعة (٨٥٣) صحيح البخاري - في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (٢٢٧٨) صحيح البخاري - العتق (٢٤١٦) صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٠٠) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٩٢) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧١٩) صحيح مسلم - الإمارة (١٨٢٩) جامع الترمذي - الجهاد (١٧٠٥) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٢٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥/٢)

شرح الحدیث اس باب میں مصنف نے یہ مشہور حدیث: أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ذکر فرمائی ہے، یہ حدیث بہت اہم ہے ہر بڑے کو اپنے ماتحتوں کے ساتھ معاملہ میں یہ پیش نظر رکھنے کی ہے، خواہ وہ پورے ملک کا ذمہ دار ہو یا کسی ادارہ کا یا کسی محکمہ کا یا اپنے گھر ہی کا، سب کیلئے ہے۔ واللہ تعالیٰ الموفق۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

٢ ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي طَلَبِ الْإِمَارَةِ

عہدہ اور منصب کو طلب کرنے کی ممانعت کا بیان

۲۹۲۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، وَمَنْصُورٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ، لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِذَا أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ فِيهَا إِلَى نَفْسِكَ، وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا».

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! تم عہدہ اور منصب مت مانگنا کیونکہ تمہاری طلب پر اگر تمہیں کوئی منصب ملا تو اس منصب کی ذمہ داریوں کو تمہارے نفس پر ڈال دیا جائے گا اور اگر تمہارے مانگے بغیر تمہیں کوئی منصب دیا گیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس ذمہ داری کے بوجھ اٹھانے میں تمہاری مدد کی جائے گی۔

تخریج: صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٤٨) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٤٣) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٢٧) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٢٨) صحيح مسلم - الأيمان (١٦٥٢) جامع الترمذي - النذور والأيمان (١٥٢٩) سنن النسائي - آداب القضاة (٥٣٨٤) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٢٩) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٦٢) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٦٣) سنن الدارمي - النذور والأيمان (٢٣٤٦)

شرح الحدیث: یہ إمارت بکسر الہمزہ ہے، اور جو اَمارت بفتح الہمزہ ہے اس کے معنی علامت کے ہیں، حدیث الباب میں طلب امارت سے روکا گیا ہے، اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو عہدہ اور امارت طلب کر کے حاصل کیا جائے اس میں آدمی کی من جانب اللہ تعالیٰ اعانت نہیں ہوتی، کیونکہ طلب کرنا مقتضی ہے اپنے نفس پر اعتماد کو، اللہ تعالیٰ کی نصرت ہوتی ہے اظہار احتیاج وافتقار پر۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي مختصرا أو مطولاً بنحوه، قاله المنذري۔

۲۹۳۰ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ أَخِيهِ، عَنْ بِشْرِ بْنِ قُرَّةَ الْكَلْبِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ رَجُلَيْنِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ أَحَدُهُمَا، ثُمَّ قَالَ: جِئْنَا لِتَسْتَعِينَ بِنَا عَلَى عَمَلِكَ، وَقَالَ الْآخَرُ: مِثْلَ قَوْلِ صَاحِبِهِ، فَقَالَ: «إِنَّ أَخْوَنَكُمْ عِنْدَنَا مَنْ طَلَبَهُ» فَاعْتَذَرَ أَبُو مُوسَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: لَمْ أَعْلَمْ لِمَا جَاءَا لَهُ، فَلَمْ يَسْتَعِنْ بِهِمَا عَلَى شَيْءٍ حَتَّى مَاتَ.

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں دو شخصوں کے ساتھ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو ان دونوں میں سے ایک شخص نے خدمت نبوی ﷺ میں حمد و ثناء اور درود پاک پڑھ کر تمہید باندھی پھر عرض کیا کہ ہم آپ ﷺ کی خدمت میں اسلئے آئے ہیں تاکہ آپ ہمیں اپنے منصبوں میں سے کسی منصب اور عہدہ کیلئے خدمت کا موقع عطا فرمائیں پھر

دوسرے شخص نے بھی اپنے ساتھی کے جیسا مطالبہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سب سے بڑا خیانت کرنے والا ہمارے نزدیک وہ شخص ہے جو اس عہدہ اور منصب کا طلبگار ہے تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے خدمت نبوی میں عذر پیش کیا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ دونوں افراد کس غرض سے آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تھے (ورنہ میں ان کے ساتھ نہ آتا) پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی وفات تک ان دونوں افراد کو کسی بھی کام کی ذمہ داری نہیں سونپی۔

تخریج: صحيح البخاري - الإجارة (٢١٤٢) صحيح البخاري - استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم (٦٥٢٥) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٣٠) صحيح مسلم - الإمارة (١٧٣٣) سنن النسائي - الطهارة (٤) سنن النسائي - آداب القضاة (٥٣٨٢) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٣٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٩٣)

شرح الحدیث: اس روایت کا مضمون اور حوالہ ہمارے یہاں کتاب الطھارۃ بَابُ كَيْفَ يَسْتَاكُ (رقم الحديث ٤٩) کے ضمن میں گذر چکا اس کو دیکھا جائے، اس حدیث میں ایک لفظ یہ ہے: فَقَالَ: «إِنَّ أَخْوَنَكُمْ عِنْدَنَا مَنْ طَلَبَهُ»، أخون خیانت سے اسم تفضیل ہے یعنی عہدہ عمل کو طلب کرنے والا تم میں سب سے بڑا خائن ہے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم، قاله المنذري، زاد الشيخ محمد عوامه النسائي ايضًا۔

٣- بَابٌ فِي الضَّرِيرِ يُوَلَّى

نابینا شخص کو کسی جگہ کا حاکم بنایا جاسکتا ہے

یعنی نابینا شخص کو امور مسلمین میں سے کسی کام پر والی اور ذمہ دار بنانا۔

٢٩٣١ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُخَرِّمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَخْلَفَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ عَلَى الْمَدِينَةِ مَرَّتَيْنِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن ام مکتوم کو دو موقعوں پر مدینہ طیبہ کا حاکم مقرر فرمایا۔

تخریج: سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٣١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٣٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٩٢)

شرح الحدیث: ابن ام مکتومؓ کو آپ ﷺ نے مدینہ پر اپنا خلیفہ بنایا دو مرتبہ، خطابیؒ [1] فرماتے ہیں کہ یہ ولایت، ولایت عامہ نہ تھی، احکام اور قضایا پر، بلکہ صرف نماز کے بارے میں تھی [2]، اور یہ آپ ﷺ کی جانب سے ان کا اکرام تھا اس خاص

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود ج ٣ ص ٣

[2] اور یہ اس لئے کہ امارت عامہ اور امامت کبریٰ کیلئے کمال خلقت شرط ہے، ففي هامش البذل (ج ١٣ ص ٢١٨): قال الموفق (في شرائط الإمارة) يشترط كمال الخلقة فيكون متكلما بصيرا، وقال بعض أصحاب الشافعي: يجوز أن يكون أعمى لأن شعيباً عليه السلام كان أعمى الخ، وفي الهداية: يشترط فيه شرائط الشهادة، وقال في باب الشهادة: لاتقبل شهادة الاعمى ١٢.

واقعہ کی بنا پر جس پر آپ ﷺ کو ان کے بارے میں تنبیہ کی گئی تھی {عَبَسَ وَ تَوَلّٰی ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ②}[1]، حافظؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا معمول غزوات میں تشریف لے جاتے وقت ان کو اپنا نائب بنانے کا تھا نماز کی امامت میں، اور یہ استخلاف ان کے حق میں تیرہ (۱۳) مرتبہ پیش آیا، ان سب غزوات کا نام بذل میں مذکور ہے، اس کے بعد حافظؒ لکھتے ہیں کہ وہ جو اس روایت میں استخلاف مرتین مذکور ہے وہ راوی نے اپنے علم کے اعتبار سے کہا[2]۔

٤- بَابٌ فِي اتِّخَاذِ الْوَزِيرِ

حاکم وقت کے لئے اپنا وزیر مقرر کرنا صحیح ہے

یعنی خلیفہ کے لئے ایک وزیر بھی ہونا چاہیے اور وہ کیسا ہونا چاہیے وہ آگے حدیث میں آرہا ہے۔

۲۹۳۲ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَامِرٍ الْمُرِّيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِالْأَمِيرِ خَيْرًا جَعَلَ لَهُ وَزِيرَ صِدْقٍ، إِنْ نَسِيَ ذَكَّرَهُ، وَإِنْ ذَكَرَ أَعَانَهُ، وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهِ غَيْرَ ذَلِكَ جَعَلَ لَهُ وَزِيرَ سُوءٍ، إِنْ نَسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ، وَإِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک جب کسی حاکم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسکے لئے سچا وزیر مقرر فرمادیتے ہیں...... اگر حاکم کوئی معاملہ بھول جائے تو وزیر اسکو یاد دلادیتا ہے اور جب حاکم کو کوئی بات یاد آجائے تو وزیر اس معاملے میں حاکم کے ساتھ تعاون کرتا ہے...... اور جب اللہ پاک کسی حاکم کے ساتھ بھلائی کے علاوہ (بُرائی) کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسکے لئے برے وزیر کا انتخاب فرماتے ہیں جب حاکم کوئی بات بھول جاتا ہے تو وہ وزیر اسکو وہ بات یاد نہیں دلاتا اور جب حاکم کو کوئی معاملہ درپیش ہو تو وزیر اس کی مدد نہیں کرتا۔

تخریج سنن النسائي- البيعة (٤٢٠٤) سنن أبي داود- الخراج والإمارة والفيء (٢٩٣٢)

شرح الحديث وزیر "وِزر" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ثقل اور بوجھ کے ہیں، وزیر اس شخص کو کہتے ہیں جو امیر کا بوجھ اٹھائے اور جو ذمہ داریاں امیر نے لے رکھی ہیں اس کے ساتھ بوجھ اٹھانے میں وہ بھی شریک ہو، ففي المجمع: الوزير من يوازر الأمير فيحمل عنه ما حمله من الأثقال. إلى آخر ما في البذل (ج ۱۳ ص ۲۱۹)۔

اس باب میں مصنف نے حضرت عائشہؓ کی حدیث ذکر کی ہے جس کا مضمون واضح ہے۔

---

[1] تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس بات سے کہ آیا اس کے پاس اندھا (سورۃ عبس ۱-۲)

[2] الإصابة في تمييز الصحابة - ج ٤ ص ٢٨٤-٢٨٥، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٣ ص ٢١٨

۵۔ بَابٌ فِي الْعِرَافَةِ

کسی قوم کے سردار ہونے کا بیان

عرافہ کہتے ہیں عمل العریف کو، عریف یعنی چودھری اور اپنی قوم کا ذمہ دار، عرافت چودھراہٹ۔

۲۹۳۳ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ، عَنْ جَدِّهِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ عَلَى مَنْكِبِهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: «أَفْلَحْتَ يَا قُدَيْمُ إِنْ مُتَّ وَلَمْ تَكُنْ أَمِيرًا، وَلَا كَاتِبًا وَلَا عَرِيفًا».

ترجمہ: مقدام بن معد یکرب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے کندھے پر ہاتھ سے تھپکا اور فرمایا اے مقدام! تم کامیاب ہو اگر تمہارا اس حال میں انتقال ہو جائے کہ نہ تم لوگوں کے حکمران بنے ہوئے ہو اور نہ ہی تم کسی حاکم کے کاتب بنے ہو اور نہ ہی تم کسی قوم کے ذمہ دار ہو۔

تخریج: سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۲۹۳۳) مسند أحمد - مسند الشاميين (۴/۱۳۳)

شرح الحدیث: أَفْلَحْتَ يَا قُدَيْمُ إِنْ مُتَّ وَلَمْ تَكُنْ أَمِيرًا، وَلَا كَاتِبًا وَلَا عَرِيفًا: قُدَیم مصغر ہے مقدام کا بحذف الزوائد، مطلب ظاہر ہے۔

۲۹۳۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا غَالِبٌ الْقَطَّانُ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُمْ كَانُوا عَلَى مَنْهَلٍ مِنَ الْمَنَاهِلِ، فَلَمَّا بَلَغَهُمُ الْإِسْلَامُ جَعَلَ صَاحِبُ الْمَاءِ لِقَوْمِهِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ عَلَى أَنْ يُسْلِمُوا فَأَسْلَمُوا، وَقَسَمَ الْإِبِلَ بَيْنَهُمْ وَبَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا مِنْهُمْ، فَأَرْسَلَ ابْنَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: ائْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْ لَهُ: إِنَّ أَبِي يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَإِنَّهُ جَعَلَ لِقَوْمِهِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ عَلَى أَنْ يُسْلِمُوا فَأَسْلَمُوا، وَقَسَمَ الْإِبِلَ بَيْنَهُمْ، وَبَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا مِنْهُمْ، أَفَهُوَ أَحَقُّ بِهَا أَمْ هُمْ؟ فَإِنْ قَالَ لَكَ: نَعَمْ، أَوْ لَا، فَقُلْ لَهُ: إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ، وَهُوَ عَرِيفُ الْمَاءِ، وَإِنَّهُ يَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ لِي الْعِرَافَةَ بَعْدَهُ، فَأَتَاهُ فَقَالَ: إِنَّ أَبِي يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، فَقَالَ: «وَعَلَيْكَ وَعَلَى أَبِيكَ السَّلَامُ»، فَقَالَ: إِنَّ أَبِي جَعَلَ لِقَوْمِهِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ عَلَى أَنْ يُسْلِمُوا فَأَسْلَمُوا وَحَسُنَ إِسْلَامُهُمْ، ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا مِنْهُمْ، أَفَهُوَ أَحَقُّ بِهَا أَمْ هُمْ؟ فَقَالَ: «إِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُسْلِمَهَا لَهُمْ فَلْيُسْلِمْهَا، وَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مِنْهُمْ، فَإِنْ هُمْ أَسْلَمُوا فَلَهُمْ إِسْلَامُهُمْ، وَإِنْ لَمْ يُسْلِمُوا قُوتِلُوا عَلَى الْإِسْلَامِ»، فَقَالَ: إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ، وَهُوَ عَرِيفُ الْمَاءِ، وَإِنَّهُ يَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ لِي الْعِرَافَةَ بَعْدَهُ، فَقَالَ: «إِنَّ الْعِرَافَةَ حَقٌّ، وَلَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنَ الْعُرَفَاءِ، وَلَكِنَّ الْعُرَفَاءَ فِي النَّارِ».

ترجمہ: غالب قطان ایک صاحب سے نقل کرتے ہیں اور وہ صاحب اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے نقل

کرتے ہیں کہ ان کے دادا اور ان کے قبیلے کے لوگ پانی کے ایک گھاٹ پر رہا کرتے تھے جب ان لوگوں کو اسلام کے آنے کی خبر ملی تو اس چشمے کے مالک نے ان لوگوں کے اسلام لانے کی شرط پر ان لوگوں کو سو اونٹ دینے کا وعدہ کیا پس یہ لوگ مسلمان ہو گئے لہٰذا اس چشمے کے مالک نے یہ چاہا کہ وہ اپنے دیئے ہوئے اونٹ ان لوگوں سے واپس لے لے چنانچہ اس چشمے کے مالک نے اپنے بیٹے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ میرے والد نے آپ کو سلام کہلوایا ہے اور میرے والد نے اپنی قوم کیلئے سو اونٹ کا وعدہ کیا تھا اس شرط پر کہ وہ لوگ اسلام لے آئیں چنانچہ قبیلے کے لوگ مسلمان ہو گئے اور میرے والد نے ان کے درمیان اونٹ تقسیم کر دیئے اب میرے والد کے سامنے یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ ان دیئے ہوئے اونٹوں کو واپس اپنی ملکیت میں لے لے تو کیا میرے والد ان اونٹوں کے زیادہ حق دار ہیں یا قبیلے کے یہ لوگ؟ پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اثبات میں جواب دیں یا نفی میں جواب دیں تو تم یہ دوسرا سوال پوچھ لینا کہ میرے والد بہت بوڑھے ہیں اور وہ پانی کے چشمہ کے ذمہ دار ہیں اور وہ آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ان کے بعد مجھے اس چشمہ کا ذمہ دار بنا دیں چنانچہ ان کے بیٹے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے والد نے آپکو سلام کہلوایا ہے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم پر اور تمہارے والد پر سلام ہو پھر ان کے بیٹے نے عرض کیا کہ میرے والد نے اپنی قوم کیلئے سو (۱۰۰) اونٹ دینے کا وعدہ کیا تھا اس شرط پر کہ وہ مسلمان ہو جائیں چنانچہ وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور خوب مسلمان ہوئے تو میرے والد کے سامنے یہ رائے ظاہر ہوئی کہ اپنی قوم کو دیئے ہوئے ۱۰۰ سو اونٹ ان سے واپس لے لیں تو اب اونٹوں کا زیادہ حق دار میرا باپ ہے یا ان کی قوم کے لوگ؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے والد کے سامنے یہ رائے ظاہر ہو کہ وہ ان اونٹوں کو اپنی قوم کے سپرد کر دیں تو وہ اپنی قوم کو یہ اونٹ دیدیں اور اگر اس کے سامنے یہ رائے ظاہر ہو کہ ان لوگوں سے یہ اونٹ واپس لے لیں تو تمہارے والد ان لوگوں کے مقابلہ میں ان اونٹوں کا زیادہ حقدار ہیں ...... پھر اگر یہ لوگ اسلام پر باقی رہتے ہیں تو ان کیلئے اسلام کی نعمت مبارک ہو اور اگر وہ لوگ اسلام سے لوٹ جائیں تو ان کو اسلام لانے کیلئے مجبور کیا جائے اور انکار کرنے پر ان سے قتال کیا جائے...... پھر اس بیٹے نے عرض کیا میرے والد چشمہ کے ذمہ دار ہیں بہت بوڑھے ہیں انہوں نے آپ سے یہ درخواست کی ہے کہ ان کے بعد آپ مجھے اس چشمے کا ذمہ دار مقرر فرمالیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کیلئے چشمہ کا ذمہ دار ہونا ضروری ہے لیکن یہ ذمہ داران جہنم میں جائیں گے۔

سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٣٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٦٦)

شرح حدیث

اس حدیث کا راوی صحابی اور اس سے نیچے کا راوی دونوں تینوں مجہول ہیں۔

مضمون حدیث یہ ہے ایک نامعلوم الاسم صحابی کہتے ہیں کہ ہم اور ہماری قوم ایک چشمہ پر آباد تھے جب ان لوگوں کو اسلام کی خبر

پہنچی تو صاحب الماء یعنی اس چشمہ پر جو قوم آباد تھی اس کے چودھری نے اپنی قوم سے یہ وعدہ کیا کہ اگر تم سب اسلام لے آئے تو میں تم کو سو اونٹ دوں گا، اس پر وہ سب لوگ اسلام لے آئے اور اس چودھری نے سو اونٹ بھی ان پر تقسیم کر دیئے، لیکن پھر بعد میں اس کی رائے اپنے ہبہ سے رجوع کرنے کی ہوئی، تو رجوع سے پہلے اپنے بیٹے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، اور اس بیٹے سے یہ بات کہی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ کہنا کہ میرے باپ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا ہے اور پھر اس واقعہ کا ذکر کرنا قوم کے اسلام لانے اور ان پر اونٹ تقسیم کرنے کا، اور یہ پوچھنا کہ اب اس کی رائے اس میں رجوع کی ہو رہی ہے تو کیا اس کے لئے رجوع کرنے کا حق ہے؟ اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جو بھی جواب دیں ہاں یا نہیں اس کو سن کر دوسری بات یہ دریافت کرنا کہ میرا باپ اب بوڑھا ہو گیا اور وہ ان چشمہ والوں کا عریف ہے، تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو میرے باپ کی جگہ عریف بنا دیں، چنانچہ اس کا بیٹا ان سب باتوں کو لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، اور اولاً اپنے باپ کا سلام پہنچایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَعَلَيْكَ وَعَلَى أَبِيكَ السَّلَامُ۔

رجوع فی الهبه کے جواز کی دلیل: اس کے بعد قوم کے اسلام لانے کا اور ان کو سو اونٹ دینے کا، اور پھر اس ہبہ میں رجوع کرنے کی ساری بات اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اونٹ ان کو دینا چاہے دے، اور رجوع کرنا چاہے تو رجوع کر سکتا ہے پھر اگر وہ اسلام پر باقی رہتے ہیں فبہا، ان کا اسلام ان کو مبارک، اور اگر اسلام سے پھریں تو ان سے قتال کیا جائے، اس کے بعد اس نے عرافت کے بارے میں دریافت کیا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرافت برحق ہے، کوئی ناجائز چیز نہیں ہے بلکہ لوگوں کیلئے عرفاء کا ہونا ضروری بھی ہے لَكِنَّ الْعُرَفَاءَ فِي النَّارِ۔ لیکن یہ عریف لوگ جہنم میں جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا منشا یہ ہے کہ یہ چودھری لوگ جو ہوتے ہیں اپنی چودھراہٹ میں عام طور پر لوگوں پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں۔ والحديث سكت عليه المنذري، وعزاه المزي الى النسائي، وفيه طرف يسير منه، وهو عند المصنف ايضا (٥١٨٩) قاله الشيخ محمد عوامه.

٦۔ بَابٌ فِي اتِّخَاذِ الْكَاتِبِ

منشی رکھنے کا بیان

کتاب الخراج کی سرخی میں چونکہ فیئ اور امارت کا بھی ذکر ہے اس لئے بہت سی چیزیں امارت سے بھی متعلق بیان کی جا رہی ہیں، اس باب میں یہ کہہ رہے ہیں کہ امیر کے لئے ایک کاتب اور منشی کی بھی ضرورت ہے، اس کو بھی رکھنا چاہئے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «السِّجِلُّ كَاتِبٌ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سجل نبی اکرم ﷺ کے ایک کاتب کا نام ہے۔

شرح الحدیث: قرآن کریم میں جو آتا ہے: يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (1)، اس کے بارے میں ابن عباسؓ فرمارہے ہیں کہ اس آیت میں سجل سے مراد وہ شخص ہے جو حضور ﷺ کا کاتب تھا، اس صورت میں آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم بروز قیامت آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح سجل کاتب لکھائی سے فارغ ہونے کے بعد تمام منتشر اوراق کو یکجا لپیٹ کر رکھدیا کرتا ہے، سجل کی تفسیر میں دو قول اور ہیں، قیل اسم ملك (ایک فرشتہ کا نام ہے) وقیل اسم الصحیفة، اور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح بڑے رجسٹر میں اوراق سمیٹ کر رکھ دیئے جاتے ہیں اسی طرح ہم آسمانوں کو لپیٹ دیں گے، ان اقوال میں آخری قول کو اصح کہا گیا ہے (2)۔

آپ ﷺ کے کاتبین کے اسماء: یہاں پر "بذل المجہود" میں حضور ﷺ کے کاتبین کی تعیین اور ان کے اسماء مذکور ہیں بیس (۲۰) نام اس میں مذکور ہیں (3)۔

۷۔ بَابٌ فِي السِّعَايَةِ عَلَى الصَّدَقَةِ

زکوۃ اور صدقات وصول کرنے کا بیان

یعنی صدقات اور ایسے ہی خراج وغیرہ وصول کرنے کیلئے مستقل آدمی کی ضرورت ہوتی ہے لہذا امیر کے فرائض میں سے عاملین کو بھی مقرر کرنا ہے، حدیث الباب میں دیانت دار عامل کی فضیلت اور اس کا ثواب مذکور ہے۔

۲۹۳۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَسْبَاطِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللهِ، حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ».

ترجمہ: رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا زکوۃ اور صدقات کو ٹھیک ٹھیک وصول کرنے والے کو اسی طرح ثواب ملتا ہے جس طرح اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کو اپنے گھر لوٹنے تک ثواب ملتا رہتا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الزكاة (٦٤٥) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٣٦) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨٠٩) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٤٦٥) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٤٣)

شرح الحدیث: یعنی ان عاملین کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے جس طرح مجاہدین کو سفر جہاد میں ملتا ہے، گھر لوٹنے تک ملتا ہی رہتا

(1) جس دن ہم لپیٹ لیویں آسمان کو جیسے لپیٹتے ہیں طومار میں کاغذ (سورۃ الأنبیاء ۱۰٤)

(2) بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۳ ص ۲۲٤

(3) بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۳ ص ۲۲۵

ہے، قلت ومثله سفراء المدارس في هذا الزمان، بشرطیکہ پوری دیانتداری اور محنت سے کام کریں والأعمال بالنیات۔
والحدیث أخرجه الترمذی وابن ماجه. قاله المنذری.

۲۹۳۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِمَاسَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ».

ترجمہ: عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ٹیکس وصول کرنے والا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

تخریج: سنن أبي داود – الخراج والإمارة والفيء (۲۹۳۷) مسند أحمد – مسند الشاميين (۱۴۳/۴) مسند أحمد – مسند الشاميين (۱۵۰/۴) سنن الدارمي – الزكاة (۱۶۶۶)

شرح الحدیث: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ: مَکْس، یعنی ٹیکس اور صاحب مکس کو ماکس کہتے ہیں، وهو العَشّار، یعنی چنگی پر بیٹھنے والے جو مال لیکر گذرنے والوں سے ٹیکس وصول کرتے ہیں، بظاہر اس حدیث میں ان ٹیکسوں کا ذکر ہے جو خلاف شرع طریقہ پر حکومتیں رعایا سے وصول کرتی ہیں، اور جن لوگوں کو اس کام پر مقرر کیا جاتا ہے وہی صاحب مکس ہیں، توجب صاحب مکس گنہگار ہے تو وہ امیر جس کے حکم سے وہ ٹیکس وصول کر رہا ہے بطریق اولیٰ عاصی اور گنہگار ہوگا، اور عشر وغیرہ جو شرعی قاعدہ کے مطابق وصول کئے جاتے ہیں وہ اس سے مراد نہیں، اس کی فضیلت تو اوپر والی حدیث میں گذر ہی چکی ہے کہ وہ بمنزلہ غازی کے ہے۔ (بذل [1])

۲۹۳۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْقَطَّانُ، عَنِ ابْنِ مَغْرَاءَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: «الَّذِي يَعْشُرُ النَّاسَ» يَعْنِي صَاحِبَ الْمَكْسِ.

ترجمہ: ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ ٹیکس والے سے مراد وہ شخص ہے جو لوگوں سے عشر وغیرہ ناحق وصول کرے۔

۸- بَابٌ فِي الْخَلِيفَةِ يَسْتَخْلِفُ

کیا اپنی زندگی میں خلیفہ مقرر کرنا چاہیے؟

۲۹۳۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، وَسَلَمَةُ، قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: إِنِّي إِنْ لَا أَسْتَخْلِفْ، «فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْتَخْلِفْ. وَإِنْ أَسْتَخْلِفْ فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ، قَدِ اسْتَخْلَفَ». قَالَ: «فَوَاللهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ ذَكَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ. فَعَلِمْتُ أَنَّهُ لَا يَعْدِلُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا، وَأَنَّهُ غَيْرُ مُسْتَخْلِفٍ».

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۳ ص ۲۲۶

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ (جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو) حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیفہ نہ بناؤں (تو یہی بہتر ہے) پس بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کر دوں تو (اس میں بھی کوئی برائی نہیں) کیونکہ حضرت ابو بکرؓ نے خلیفہ مقرر فرما دیا تھا........ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ اور ابو بکرؓ کے طرز حیات کو ذکر کیا تو خدا کی قسم میں سمجھ گیا کہ حضرت عمرؓ کسی کے عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے برابر قرار نہیں دینگے اور حضرت عمرؓ کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنائیں گے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٩٢) جامع الترمذي - الفتن (٢٢٢٥) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٣٩) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٤٣/١)

شرح الحدیث: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میرے والد عمرؓ نے فرمایا یعنی اپنے مرض الوفات میں کہ اگر میں کسی کو خلیفہ نہ بناؤں (تب بھی ٹھیک ہے) اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا اور اگر میں کسی کو خلیفہ بناؤں (تب بھی ٹھیک ہے) اس لئے کہ ابو بکرؓ نے خلیفہ بنایا تھا، آگے یہ ہے، ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ان کے اس جملہ سے میں سمجھ گیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کو ابو بکرؓ کے عمل کے برابر نہیں رکھیں گے، بلکہ یقیناً وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو ترجیح دیں گے۔ یہ روایت یہاں مختصر ہے، صحیح مسلم [1] میں مفصل ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے، وہاں یہ بھی ہے کہ لوگوں نے ان سے عرض کیا کہ کسی کو خلیفہ بنا دیجئے تو فرمانے لگے: أَتَحَمَّلُ أَمْرَكُمْ حَيًّا وَمَيِّتًا کہ تمہارا بوجھ زندگی میں بھی اٹھاؤں اور مرنے کے بعد بھی، لَوَدِدْتُ أَنَّ حَظِّي مِنْهَا الْكَفَافُ، لَا عَلَيَّ وَلَا لِي میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا حصہ اس خلافت میں برابر سرابر ہو جائے، نہ مجھے اس پر کچھ ملے، اجر و ثواب اور نہ کچھ مواخذہ ہی ہو، یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے یہاں معاملہ برابر سرابر نمٹ جائے تو اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں، اللہ اکبر! کیا ٹھکانہ ہے اس خشیت وللّٰہیت کا، ساتھ میں امید ورجاء عفو کی بھی ہے، الإيمان بين الخوف والرجاء۔ اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ خلیفہ پر اپنی زندگی میں نہ استخلاف واجب ہے نہ ترک استخلاف، دونوں صورتیں اس کیلئے جائز ہیں اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ علماء کا اس پر بھی اجماع ہے کہ خلافت کا انعقاد خلیفہ اول کے استخلاف سے بھی ہو جاتا ہے، اور اگر وہ استخلاف نہ کرے تو پھر ارباب حل وعقد کے اختیار کرنے سے اس کا انعقاد ہو جاتا ہے، اور اس کے جواز پر بھی اجماع ہے کہ خلیفہ اول امر خلافت کو کسی جماعت کے سپرد کر دے، کما فعل عمر بالستة [2]، نیز وہ لکھتے ہیں یہ حدیث

[1] صحیح مسلم - کتاب الإمارة - باب الاستخلاف وترکه ١٨٢٣

[2] حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت کے موقعہ پر ابولؤلؤہ مجوسی کے حملہ کے بعد انتقال سے پہلے خلافت کے مسئلہ کو چھ صحابہ کرام کے مشورہ پر محول فرما دیا تھا، عثمان وعلی، عبدالرحمن بن عوف، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن العوام، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ یہ آپس میں مشورہ سے جس کو مناسب سمجھیں اس کو خلیفہ بنا دیں، چنانچہ مشورہ کے وقت میں یہ ہوا، کہ ان میں سے پانچ حضرات نے عبدالرحمن بن عوف کو حکم بنا دیا کہ وہ اپنی رائے سے جس کو مناسب سمجھیں طے فرما دیں۔ انہوں نے حضرت عثمان کا انتخاب فرمایا، صحابہ کرام کی ایک جماعت کی موجودگی میں، اور حضرت عمر کی وفات کے تین دن بعد لوگوں کی بیعت ہوئی۔ (نبراس شرح عقائد - ص ٣٠٥-٣٠٦)۔

دلیل ہے اس بات پر کہ آپ ﷺ نے کسی خلیفہ کی خلافت پر تصریح نہیں فرمائی اور یہ تمام اہل سنت کا اجماعی مسئلہ ہے، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس اجماع کی بعضوں نے مخالفت کی ہے۔ چنانچہ بکر ابن اخت عبد الواحد نے دعوی کیا ابو بکر کی تنصیص پر، اور ابن الراوندی نے عباس کی تنصیص پر، اور شیعہ اور روافض کہتے ہیں علی کے بارے میں، وھذہ دعاوي باطلة وجسارة على الافتراء الى آخر ماذكره[1]، والحديث أخرجه مسلم والترمذي، قاله المنذري۔

۹۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبَيْعَةِ

بیعت کرنے کا بیان

۲۹۴۰ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «كُنَّا نُبَايِعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَيُلَقِّنُنَا فِيمَا اسْتَطَعْتَ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے اس طرح بیعت کرتے تھے کہ ہم آپ ﷺ کے تمام احکامات کو سنیں گے اور آپ کی اطاعت کرینگے تو رسول اللہ ﷺ ہمیں تلقین فرماتے کہ یوں کہو کہ ہم میں جتنی ہمت اور طاقت ہوگی اسکے بقدر آپ ﷺ کی بات سنیں گے اور مانیں گے۔

تخریج: صحيح البخاري – الأحكام (٦٧٧٦) صحيح مسلم – الإمارة (١٨٦٧) جامع الترمذي – السير (١٥٩٣) سنن النسائي – البيعة (٤١٨٧) سنن النسائي – البيعة (٤١٨٨) سنن أبي داود – الخراج والإمارة والفيء (٢٩٤٠) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (٢/٩) موطأ مالك – الجامع (١٨٤١)

۲۹۴۱ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَخْبَرَتْهُ عَنْ بَيْعَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ، قَالَتْ: مَا مَسَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ، إِلَّا أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا فَإِذَا أَخَذَ عَلَيْهَا فَأَعْطَتْهُ، قَالَ: «اذْهَبِي فَقَدْ بَايَعْتُكِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ حضرت عروہ کو نبی اکرم ﷺ کی عورتوں کے متعلق بیعت کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کسی اجنبی عورت کو ہاتھ لگا کر بیعت نہیں فرمایا سوائے اسکے کہ آپ اس عورت سے زبانی بیعت فرماتے تھے جب حضور ﷺ کسی عورت سے زبانی عہد و پیمان لے لیتے اور وہ عورت اس عہد و پیمان کو قبول کر لیتی تو حضور ﷺ ارشاد فرماتے کہ میں نے تمہیں بیعت کر لیا تم چلی جاؤ۔

تخریج: صحيح البخاري – تفسير القرآن (٤٦٠٩) صحيح البخاري – الطلاق (٤٩٨٣) صحيح البخاري – الأحكام (٦٧٨٨) صحيح مسلم – الإمارة (١٨٦٦) جامع الترمذي – تفسير القرآن (٣٣٠٦) سنن أبي داود – الخراج والإمارة والفيء (٢٩٤١) سنن

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٢ ص ٢٠٥

ابن ماجه - الجهاد (٢٨٧٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ١١٤)

شرح الحدیث حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں بیعت النساء کے بارے میں کہ آپ ﷺ نے بوقت بیعت اپنے دستِ مبارک سے کسی بھی عورت کو نہیں چھوا، بس آپ ﷺ زبانی عہد لیتے تھے، زبانی عہد کو جب وہ قبول کر لیتی تھی تو آپ ﷺ اس سے فرمادیتے تھے کہ بس اب چلی جاؤ میں نے تجھے بیعت کر لیا۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٢٩٤٢ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي أَبُو عَقِيلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ هِشَامٍ، وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَهَبَتْ بِهِ أُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، بَايِعْهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هُوَ صَغِيرٌ، فَمَسَحَ رَأْسَهُ».

ترجمہ: زہرہ بن معبد نے اپنے والد عبد اللہ بن ہشام سے نقل کیا...... ان عبد اللہ بن ہشام نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کو پایا ہے انکی والدہ زینب بنت حمید انکو خدمت نبوی ﷺ میں لیکر حاضر ہوئیں تھیں اور عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول! ان کو بیعت کر لیجئے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو چھوٹا بچہ ہے چنانچہ آپ ﷺ نے اسکے سر پر ہاتھ پھیر دیا۔

تخریج صحيح البخاري - الشركة (٢٣٦٨) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٨٤) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٤٢)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ عبد اللہ بن ہشام جنہوں نے حضور ﷺ کا زمانہ پایا ہے اپنے بچپن میں ان کو ان کی والدہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں لے گئیں، اور کہا یا رسول اللہ! اس کو بیعت کر لیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: هُوَ صَغِيرٌ، فَمَسَحَ رَأْسَهُ یعنی آپ ﷺ نے ان کی بیعت سے عذر فرمادیا کہ یہ ابھی بچہ ہے، البتہ اپنا دست مبارک ان کے سر پر پھیر دیا۔ بیعت چونکہ ایک خاص قسم کا معاہدہ ہے جو باب تکلیف سے ہے اور نابالغ غیر مکلف ہوتا ہے اس لئے آپ ﷺ نے بیعت نہیں کیا۔ والحديث أخرجه البخاري، قاله المنذري۔

١٠ - بَابٌ فِي أَرْزَاقِ الْعُمَّالِ

عاملوں کے وظیفوں کا بیان

ارزاق یعنی وظائف جو عمال کو بیت المال سے دیئے جاتے ہیں۔

٢٩٤٣ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ أَبُو طَالِبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا، فَمَا أَخَذَ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ غُلُولٌ».

ترجمہ: عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو ہم کسی کام کا ذمہ دار بناتے ہیں پھر اس کے اس کام پر ہم اسکو جو وظیفہ دیں (وہ تو اس کیلئے حلال ہے) اس سے زائد جو وہ وصول کرے گا

وہ خیانت اور حرام ہے۔

شرح الحدیث: آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ جس شخص کو ہم عامل بنائیں تو اس کی جو تنخواہ اور وظیفہ ہم مقرر کریں وہ تو اس کے لئے حلال ہے اس سے زائد سے جو وہ لے گا تو وہ غلول اور خیانت ہو گا۔

٢٩٤٤ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا فَرَغْتُ أَمَرَ لِي بِعُمَالَةٍ، فَقُلْتُ: إِنَّمَا عَمِلْتُ لِلَّهِ، قَالَ: «خُذْ مَا أُعْطِيتَ، فَإِنِّي قَدْ عَمِلْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِي».

ترجمہ: ابن الساعدی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے زکوٰۃ اور صدقات کی وصولی کا ذمہ دار بنایا جب میں اپنے اس کام سے فارغ ہوا تو حضرت عمرؓ نے میرے لئے کچھ وظیفہ دینے کا حکم فرمایا تو میں نے کہا کہ میں نے تو یہ کام اللہ کی رضاء کیلئے کیا تھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں جو وظیفہ دیا جارہا ہے تم وہ لے لو کیونکہ عہد نبوی ﷺ میں میں نے بھی کچھ ذمہ داری والے کام کئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے عمل کا وظیفہ دیا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٤٤) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٤٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٦٠٤) سنن النسائي - الزكاة (٢٦٠٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٦٠٦) سنن النسائي - الزكاة (٢٦٠٧) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٤٤) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٧)

٢٩٤٥ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا الْمُعَافَى، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ كَانَ لَنَا عَامِلًا فَلْيَكْتَسِبْ زَوْجَةً، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ خَادِمٌ فَلْيَكْتَسِبْ خَادِمًا، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَسْكَنٌ فَلْيَكْتَسِبْ مَسْكَنًا»، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أُخْبِرْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنِ اتَّخَذَ غَيْرَ ذَلِكَ فَهُوَ غَالٌّ أَوْ سَارِقٌ».

ترجمہ: مستورد بن شدادؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جسکو ہم عامل بنائیں تو اسکو چاہیے کہ بیت المال سے ملنے والے وظیفہ سے شادی کرے...... اگر اسکے پاس خادم نہ ہو تو ایک خادم لے لے اور اگر اسکے پاس رہنے کیلئے گھر نہ ہو تو وہ رہنے کیلئے گھر لے لے، راوی کہتے ہیں کہ ابو بکر مصنف کے استاذ الاستاذ نے کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اسکے علاوہ مال لے گا تو وہ خیانت کرنے والا ہو گا یا فرمایا وہ شخص چوری کرنے والا ہو گا۔

تخریج: سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٤٥) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/٢٢٩)

شرح الحدیث: جس شخص کو ہم عامل بنائیں تو اس کو چاہیے کہ اپنی شادی کرلے یعنی بیت المال کے خرچہ سے، اور ایسے ہی اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو ایک خادم بیت المال سے حاصل کرلے، اور رہنے کے لئے مکان نہ ہو تو ایک مسکن کا انتظام کرلے۔

١١ـ بَابٌ فِي هَدَايَا الْعُمَّالِ

عاملوں کو دیئے جانے والے ہدایہ کا کیا حکم ہے؟

یعنی عمال جب صدقات وصول کرنے جائیں اور صدقات کے علاوہ ان کو کہیں سے ہدیہ میں کچھ ملے تو اس کا کیا حکم ہے، ابن عبد البرؒ کی التمہید میں ہے کہ ھدایا العمال عند الجمھور فی حکم الفئی ہیں، لہذا ان کو بیت المال میں داخل کرنا چاہئے، بخلاف حضور ﷺ کے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں جو ہدیہ پیش ہو وہ آپ ﷺ کیلئے ہے (ھامش البذل [1]) وھکذا فی السیر الکبیر۔

تنبیہ: بعینہ یہی ترجمہ بَابٌ فِي هَدَايَا الْعُمَّالِ آگے کتاب القضاء میں بھی آرہا ہے، وہاں مصنف نے ایک دوسری حدیث ذکر کی ہے۔

٢٩٤٦ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ، لَفْظُهُ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ ابْنُ اللُّتْبِيَّةِ - قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: ابْنُ الْأُتْبِيَّةِ - عَلَى الصَّدَقَةِ فَجَاءَ، فَقَالَ: هَذَا لَكُمْ وَهَذَا أُهْدِيَ لِي، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَقَالَ: «مَا بَالُ الْعَامِلِ نَبْعَثُهُ فَيَجِيءُ فَيَقُولُ هَذَا لَكُمْ وَهَذَا أُهْدِيَ لِي، أَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أُمِّهِ أَوْ أَبِيهِ فَيَنْظُرَ أَيُهْدَى لَهُ أَمْ لَا؟ لَا يَأْتِي أَحَدٌ مِنْكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِنْ كَانَ بَعِيرًا فَلَهُ رُغَاءٌ، أَوْ بَقَرَةً فَلَهَا خُوَارٌ، أَوْ شَاةً تَيْعَرُ». ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْنَا عُفْرَةَ إِبِطَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ».

ترجمہ: ابو حمید ساعدی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو جسکا تعلق قبیلہ ازد سے تھا صدقات کی وصولی کیلئے عامل مقرر کیا اسکو ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا مصنف کے استاد ابن السرح نے فرمایا اسکو ابن الاتبیہ کہا جاتا تھا...... تو یہ شخص صدقات لیکر واپس آیا اور کہنے لگا کہ یہ مال تو تم لوگوں کا ہے (صدقہ کا مال ہے) اور یہ والا مجھے ہدیہ کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ ممبر پر تشریف فرما ہوئے آپ نے اللہ پاک کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا کہ بعض عامل ایسے ہیں جن کو ہم زکوۃ کی وصولی کیلئے بھیجتے ہیں پھر وہ آکر کہتا ہے کہ یہ مال تو تمہارا ہے اور دوسرا مال مجھے ہدیہ کیا گیا۔ یہ شخص اپنی ماں یا باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا کہ وہاں دیکھتا کہ اسے ہدیہ کیا جاتا ہے یا نہیں...... تم میں سے جو شخص اس طرح کا مال وصول کرے گا تو وہ مال روز قیامت اس حال میں لائے گا کہ اگر وہ اونٹ ہونگے تو وہ اونٹ آواز نکال رہا ہوگا اور اگر وہ مال گائے ہو تو گائے آواز نکال رہی ہوگی اور اگر وہ مال بکری ہو تو وہ بکری میں، میں کر رہی ہوگی ...... تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ

[1] بذل المجھود فی حل أبی داود ــ ج ١٣ ص ٢٣٣

اس قدر بلند فرمائے کہ ہم نے آپ کے دونوں بغلوں کے نیالے رنگ کو دیکھ لیا پھر ارشاد فرمایا کہ اے اللہ! کیا میں نے بات پہنچادی ہے...... اے اللہ! کیا میں نے آپ کے پیغامات پہنچادیئے ہیں۔

تخریج صحیح البخاري - الزكاة (١٤٢٩) صحیح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٥٧) صحیح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٦٠) صحیح البخاري - الحيل (٦٥٧٨) صحیح البخاري - الأحكام (٦٧٥٣) صحیح مسلم - الإمارة (١٨٣٢) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٤٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٤٢٤) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٦٩)

شرح الحدیث اس رجل ازدی عامل کا نام عبد اللہ ہے، یہاں نسبت ماں کی طرف ہے بنولُتُب ایک قبیلہ ہے نام اس کی ماں کا معلوم نہیں کیا ہے، حضور ﷺ نے اس کو صدقات پر عامل بنایا، ایک مرتبہ وہ صدقات لے کر آیا اور کہا کہ یہ مال تو صدقہ کا ہے اور یہ مال مجھے ہدیہ میں ملا ہے، حضور ﷺ کی چونکہ عادت شریفہ ایسے موقعہ پر ایک عام نصیحت فرمانے کی ہوتی تھی بلا تخصیص کے اس لئے آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد یہ تنبیہ فرمائی کہ بعض عامل ایسے ہیں کہ ہم ان کو بھیجتے ہیں وہ پھر آکر کہتے ہیں کہ یہ مال تو صدقہ ہے، اور یہ مال میرے لئے ہدیہ ہے؛ آگے آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ یہ شخص اپنی ماں یا باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھا پھر دیکھتا کہ اس کو ہدیہ کیا جاتا ہے یا نہیں، پھر آگے جو آپ ﷺ نے فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ اس طرح کا مال مال غلول ہے، اور جو غلول کے بارے میں وعید آئی ہے وہ آپ ﷺ نے بیان فرمائی، وہ یہ کہ مال غلول میں اگر اونٹ ہو تو میدان حشر میں وہ اونٹ اس کی پشت پر سوار ہو کر آواز نکالتا ہوا آئے گا اور اگر وہ مال غلول بقرہ ہوگا وہ بھی اسی طرح آئے گی، اسی طرح بکری إلى آخر الحديث۔

عمال کے ہدایا کے بارے میں شراح نے لکھا ہے وہ حرام ہے اور رشوت ہے، وہ دوسرے ہدایا کی طرح نہیں ہے اس لئے کہ عاملین کو لوگ جو ہدایا پیش کرتے ہیں اس کی غرض فاسد ہوتی ہے تاکہ وہ زکوٰۃ وصول کرنے میں تخفیف کرے اور پورا حق واجب اس سے نہ لے۔

جو چیز ذریعہ بنے امر محظور کا وہ بھی محظور ہے: نیز شراح نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ جو شی ذریعہ بنے کسی امر محظور وممنوع کا تو وہ ذریعہ بھی محظور وممنوع ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ اس قسم کے عامل کو چاہئے کہ وہ اپنے گھر بیٹھ کر دیکھے کہ اس کو وہ ہدیہ ملتا ہے یا نہیں، ظاہر ہے کہ نہیں ملے گا، تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کو جو ہدیہ دیا گیا ہے وہ اس کی ذات کو نہیں دیا گیا ہے بلکہ کسی چیز کے عوض میں دیا گیا ہے اور وہ وہی ہے یعنی عدم استیفاء حق واجب یعنی پوری زکاۃ وصول نہ کرنا، تو یہ ہدیہ ذریعہ بن رہا ہے عدم استیفاء زکوٰۃ کا جو امر محظور ہے ۔والحديث أخرجه البخاري ومسلم ،قاله المنذري۔

١٢ ۔ بَابٌ فِي غُلُولِ الصَّدَقَةِ

زکوۃ وصدقات کے مال میں خیانت کرنے کا حکم

٢٩٤٧ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِي الْجَهْمِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعِيًا، ثُمَّ قَالَ: «انْطَلِقْ أَبَا مَسْعُودٍ، [وَ]لَا أُلْفِيَنَّكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَجِيءُ عَلَى ظَهْرِكَ بَعِيرٌ مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ لَهُ رُغَاءٌ، قَدْ غَلَلْتَهُ» قَالَ: إِذًا لَا أَنْطَلِقُ قَالَ: «إِذًا لَا أُكْرِهُكَ».

ترجمہ ابو مسعود انصاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے صدقات پر عامل مقرر فرما کر بھیجا اور فرمایا: اے ابو مسعود جاؤ اور روز قیامت میں تمہیں اس حال میں نہ دیکھوں کہ تمہاری پیٹھ پر ایک اونٹ آواز نکالتا ہو جو تم نے مالِ غنیمت سے خیانت کی ہو...... تو ابو مسعودؓ نے عرض کیا کہ پھر تو میں نہیں جاؤنگا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی تم کو اس کام کرنے پر مجبور نہیں کروں گا۔

شرح الحديث: غلول فی الصدقۃ ہی کے بارے میں یہ حدیث ہے اور اس پر وعید ہے، جس کا مضمون ابھی اوپر گذرا۔

١٣ ۔ بَابٌ فِيمَا يَلْزَمُ الْإِمَامَ مِنْ أَمْرِ الرَّعِيَّةِ وَالْحَجَبَةِ عَنْهُ

حاکم وقت پر اپنی رعایا کے کون سے حقوق لازم ہیں؟

یعنی امام پر رعایا کا جو حق واجب ہے ان کی خبر گیری ان کی ضروریات کو پورا کرنا وغیرہ۔

٢٩٤٨ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا مَرْيَمَ الْأَزْدِيَّ، أَخْبَرَهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ: مَا أَنْعَمَنَا بِكَ أَبَا فُلَانٍ - وَهِيَ كَلِمَةٌ تَقُولُهَا الْعَرَبُ - فَقُلْتُ: حَدِيثًا سَمِعْتُهُ أُخْبِرُكَ بِهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ وَلَّاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ، وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ، احْتَجَبَ اللهُ عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ، وَفَقْرِهِ» قَالَ: فَجَعَلَ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ.

ترجمہ ابو مریم کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ قاسم بن مخیمرہ نے ان سے بیان کیا کہ ابو مریم ازدی نے ان سے بیان کیا کہ میں حضرت معاویہؓ کے پاس گیا تو حضرت معاویہ نے فرمایا اے ابو فلاں آپ کی ہمارے پاس تشریف آوری اللہ پاک کا بڑا ہی انعام ہے (اہل عرب کلمہ خوشی کے موقعہ پر کہا کرتے ہیں) تو میں نے کہا کہ ایک حدیث میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن رکھی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو اللہ پاک نے مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی کام

کا ذمہ دار بنایا پس اس نے لوگوں کی ضرورت اور فقر و فاقہ کے وقت ان سے پردہ میں بیٹھ کر گوشہ نشینی اختیار کی تو اسکی ضرورت اور فقر و فاقہ کے وقت اللہ پاک بھی اس سے پردہ میں بیٹھ جاتے ہیں (اس کی ضرورت پوری نہیں فرماتے) راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت معاویہؓ نے ایک شخص کو مقرر کر دیا جو لوگوں کی ضروریات معلوم کر کے ان کو اطلاع دیا کرتا تھا۔

تخریج: جامع الترمذي - الأحكام (١٣٣٢) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٤٨)

شرح الحديث: ابو مریم ازدیؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ کو دیکھ کر اظہار مسرت کیا اور عرب لوگوں کی عادت کے موافق مَا أَنْعَمَنَا بِكَ یہ جملہ استعمال کیا، یہ صیغہ تعجب ہے یعنی یہ آپ کا ہمارے پاس آنا اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا انعام ہے، انہوں نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی تھی وہ تم کو سنانے آیا ہوں، وہ یہ کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے امور میں سے کسی امر کا ذمہ دار بنائے اور پھر وہ لوگوں کی ضرورت کے وقت ان کے سامنے نہ آئے پس پردہ بیٹھ جائے تو ایسے شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہی معاملہ فرماتے ہیں کہ اس کی حاجت اور ضرورت کے وقت اس سے پردہ میں ہو جاتے ہیں، آگے روایت میں ہے فَجَعَلَ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ کہ حضرت معاویہؓ نے یہ حدیث سن کر ایک شخص کو مقرر کر دیا لوگوں کی حاجت پر، یعنی جو ان کی حاجتیں اور مطالبات ان تک پہنچا دے۔

یہ حضرت معاویہؓ کا کمال اتباع وانقیاد ہے کہ رعایا میں سے ایک شخص نے ان کی تنبیہ کے لئے ایک حدیث سنائی تو اس کے سنتے ہی فوراً اس کے مطابق عمل شروع کر دیا بغیر کسی قسم کی ناگواری اور ترش روئی ظاہر کئے، آخر خلیفہ تھے امیر تھے حضرت معاویہؓ کے اس طرح کے اور بھی واقعات ہیں کتب حدیث میں جو ان کے کمالِ حلم پر دلالت کرتے ہیں اور ان کا حلم مشہور بھی ہے۔

والحديث أخرجه الترمذي، قاله المنذري۔

٢٩٤٩ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أُوتِيكُمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا أَمْنَعُكُمُوهُ، إِنْ أَنَا إِلَّا خَازِنٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ».

ترجمہ: ہمام بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی نقل کردہ حدیثوں میں یہ حدیث بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میں تم لوگوں کو نہ تو کوئی چیز دیتا ہوں اور نہ ہی کسی چیز سے تم لوگوں کو روکتا ہوں میں تو محض ایک خزانچی ہوں مجھے جس جگہ کا حکم ہوتا ہے اس جگہ میں اس شی کو رکھ دیتا ہوں۔

تخریج: صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٤٩) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٤٩)

٢٩٥٠ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، يَوْمًا الْفَيْءَ، فَقَالَ: «مَا أَنَا بِأَحَقَّ بِهَذَا الْفَيْءِ مِنْكُمْ، وَمَا أَحَدٌ مِنَّا بِأَحَقَّ بِهِ مِنْ أَحَدٍ، إِلَّا أَنَّا عَلَى مَنَازِلِنَا مِنْ كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَقَسْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَالرَّجُلُ وَقِدَمُهُ، وَالرَّجُلُ

وَبَلَاؤُهُ، وَالرَّجُلُ وَعِيَالُهُ، وَالرَّجُلُ وَحَاجَتُهُ».

ترجمہ: مالک بن اوس بن حدثان سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ایک دن مال فئی کا تذکرہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ میں تم لوگوں سے اس سال فئی کا زیادہ حق دار نہیں ہوں البتہ ہم لوگ اللہ رب العزت کے کلام اور رسول اللہ ﷺ کی تقسیم کے مطابق فرقِ مراتب کرتے ہوئے اس مال میں اپنا حصہ رکھتے ہیں...... پس ایک شخص اسلام میں بہت پہلے مسلمان ہوا...... اور ایک شخص نے اسلامی جنگوں میں مشقت شدیدہ اور تکلیفیں اٹھائیں اور ایک شخص بال بچوں والا ہے اور اسی طرح ایک شخص مختلف قسم کی ضرورتیں لئے بیٹھا ہے (ان سب لوگوں کی درجہ بہ درجہ رعایت کرکے انکا حصہ مال فئی میں مقرر کیا جائیگا)۔

تخریج: سنن أبي داود- الخراج والإمارة والفيء (٢٩٥٠) مسند أحمد- مسند العشرة المبشرين بالجنة (٤٢/١)

شرح الحدیث **مال فئی کے بارے میں اثر عمرؓ کی تشریح**: یعنی ایک روز حضرت عمر فاروقؓ نے لوگوں کے سامنے مال فئی کا ذکر کیا اور یہ فرمایا اس مال فئی کا میں تم سے زیادہ مستحق نہیں ہوں، بلکہ کوئی بھی ہم میں سے اسکا زیادہ مستحق نہیں ہے[1]، (بلکہ یہ مال مشترک ہے سب اس میں برابر کے شریک ہیں)، پھر آگے فرمایا گو نفسِ استحقاق میں سب برابر ہیں لیکن فرق مراتب کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ کتاب اللہ کے موافق اور رسول اللہ ﷺ کے عمل تقسیم کی روشنی میں، پھر آگے اسکی وضاحت ہے فرماتے ہیں: ① ایک شخص ہے اور اس کی قدامت یعنی ایک شخص قدیم الاسلام ہے، اسلام میں اس کی خدمات ہیں، اور ② ایک شخص ہے اور اس کی مشقتیں وبلائیں (جو اس نے دین واسلام کے بارے میں برداشت کی ہیں) اور ③ ایک شخص ہے اور اس کی عیال اور اولاد یعنی ایک شخص ذی عیال ہے اور دوسرا غیر ذی عیال اور ④ ایک شخص ہے اور اس کی حاجت، یعنی ایک شخص واقعی حاجت مند ہے اور دوسرے شخص کی ایسی کوئی حاجت ہے نہیں الحاصل ان تمام چیزوں کی رعایت کرنا بھی ضروری ہے۔

مال فئی اور غنیمت میں فرق اور ہر ایک کا حکم ومصرف: حضرت عمرؓ کی اس حدیث میں مال فئی کا حکم مذکور ہے مال فئی وہ مال ہے جو بغیر قتال کے حاصل ہو جیسے وہ اراضی جن کو مسلمانوں نے مشرکین سے ان کو جلاوطن کرکے خالی کرالیا ہو بغیر قتال کے، جیسے ارض بنو نضیر وفدک اسی طرح کسی مقام اور شہر کو فتح کرنے کے بعد اس شہر کے اندر کی جو چیزیں حاصل ہوتی ہیں جیسے جزیہ وغیرہ اور معادن یہ سب مال فئی ہے، مال غنیمت کا حکم تو قرآن کریم میں منصوص ہے کہ اس کی تخمیس کی جائے، یعنی ایک خمس کو تو علیحدہ کرلیا جائے اور باقی اربعۃ اخماس کو غانمین میں تقسیم کردیا جائے، پھر اس خمس کے

---

[1] ارض مفتوحہ کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے: اسی طرح ارض مفتوحہ کے بارے میں بھی حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ اس کو تقسیم نہ کیا جائے کہ تمام مسلمانوں کی ضروریات کیلئے اسکو محفوظ رکھا جائے تاکہ سب لوگ منتفع ہو سکیں، ورنہ تقسیم کی صورت میں تو اس میں اشخاص کی ملکیت ہو جاتی ہے چنانچہ ان کی یہ حدیث آگے آرہی ہے باب ماجاء في حكم أرض خيبر کی آخری حدیث (برقم ٣٠٢٠) یہی ہے: لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فُتِحَتْ قَرْيَةٌ. إِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ.

بارے میں یہ ہے کہ اس کو پانچ جگہ تقسیم کیا جائے جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ[1]، اس کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام تو برکت کیلئے ہے آگے پانچ باقی رہ گئے تو گویا اس خمس کو پانچ جگہ تقسیم کیا جاتا ہے اس صورت میں ہر ایک کے حصہ میں خمس الخمس بیٹھتا ہے، آگے ایک مستقل باب آرہا ہے بَابٌ فِي بَيَانِ مَوَاضِعِ قَسْمِ الْخُمُسِ وہاں مزید تفصیل اس کی ان شاء اللہ تعالیٰ آجائے گی، یہاں تو تبعا فئی کے تقابل کی وجہ سے بیان کر دیا گیا۔

فئی کے بارے میں جو رائے حضرت عمرؓ کی مذکور ہوئی وہی جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کی رائے ہے اس میں حضرت امام شافعیؒ کا اختلاف ہے، انکے نزدیک جو حکم غنیمت کا ہے وہی فئی کا ہے یعنی مال فئی کی تخمیس کی جائے پھر اس خمس کو مصارف خمس میں صرف کیا جائے، اور باقی اربعۃ اخماس کو مقاتلین پر تقسیم کر دیا جائے، چنانچہ شرح إقناع میں ہے: یخمس الفئی فیصرف الخمس مصارف الخمس، ویصرف أربعة أخماسه على المقاتلة أي المرتزقة للقتال خلافا للأئمة الثلاثة إذ قالوا لا يخمس الفئي بل جميعه لمصالح المسلمين[2]۔

---

[1] اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے سو اللہ کے واسطے ہے اس میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے واسطے اور اس کے قرابت والوں کے واسطے اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے واسطے (سورة الأنفال: ٤١)

[2] حکم فئی کے بارے میں مزید تحقیق: وفي الجوهر النقي (ج٦ ص ٢٩٤) ذكر النووي ان جماعة العلماء سوى الشافعي قالوا لا خمس في الفيء، وقال ابن المنذر لا نعلم احدا قبل الشافعي قال بالخمس في الفيء، وقال أبو عمر في التمهيد وهو قول ضعيف لا وجه له من جهة النظر الصحيح ولا الأثر. وفي المعالم للخطابي كان رأي عمر في الفيء ان لا يخمس لكن يكون لجماعة المسلمين لمصالحهم واليه ذهب عامة أهل الفتوى غير الشافعي فانه كان يرى أن يخمس فيكون اربعة اخماسه للمصالح وخمسه على خمسة اقسام كخمس الغنيمة الا ان عمر اعلم بالمراد بالآية وقد تابعه عامة العلماء ولم يتابع الشافعي على ما قاله المصير إلى قول الصحابي وهو الامام العدل المأمور بالاقتداء به في قوله عليه السلام اقتدوا باللذين من بعدي اولى واصوب، وفي قواعد ابن رشد قال قوم الفيء يصرف لجميع المسلمين الفقير والغني ويعطي الامام منه المقاتلة والولاة والحكام وينفق منه في النوائب التي تنوب المسلمين كبناء القناطر واصلاح المساجد ولا خمس في شيء منه وبه قال الجمهور، وهو الثابت عن أبي بكر وعمر رضي الله عنهما . . . ولم يقل احد بتخميس الفيء قبل الشافعي وانما حمله على ذلك انه رأى الفيء قسم في الآية على عدد الاصناف الذين قسم عليهم (الخمس) فاعتقد أن فيه (الفيء) الخمس لانه ظن ان هذه القسمة مختصة بالخمس وليس ذلك بظاهر بل الظاهر ان هذه القسمة تخص جميع الفيء لا جزءا منه . وفي التجريد للقدوري ما ملخصه قال اصحابنا الفيء كل مال وصل الينا من المشركين بلا قتال كالاراضي التي اجلوا عنها وهو والخراج والعشر والجزية تصرف إلى مصالح المسلمين وقال الشافعي اربعة اخماسه للنبي صلى الله عليه وسلم وخمسه يقسم كما يقسم خمس الغنيمة إلى آخر ما ذكر من الدليل للحنفية اور بیان القرآن میں ہے: جو مال اہل حرب سے بلا قتال حاصل ہو وہ فئی ہے کذا فی الهداية اموال بنو نضیر اسی قبیل سے تھے اور فدک اور نصف خیبر بھی، مال فئی میں امام صاحبؒ کے نزدیک خمس نہیں ہے، اور ان اموال کا حکم یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جیسا کہ روایات کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے اس کے مالک تھے اور اس میں جو مصارف آپ ﷺ کو بتلائے گئے وجوبا یا ندبا وہ ایسا ہے جیسے اہل اموال پر زکاۃ وصدقہ ہے، البتہ یہ اموال مملوکہ آپ ﷺ کے بعد محل میراث نہ تھے بلکہ وقف تھے اور یہ خصوصیت تھی رسول اللہ ﷺ کی رواہ الشیخان، چنانچہ آپ نے اموال بنو نضیر کا اکثر حصہ مہاجرین کو اور انصار میں سے بعض کو تقسیم فرمادیا، رواہ البیہقی اور بقیہ میں سے اپنے اہل وعیال کو سال بھر کا خرچ دیکر جو بچتا وہ سامان جہاد سلاح وکراع میں صرف فرمادیا جاتا أخرجه الشیخان وغیرهما، اور خیبر کی آمدنی سے ☜

یہ اختلافی مسئلہ کتاب الجہاد باب فی دعاء المشرکین میں حدیث (۲۶۳۳) کے تحت اس طرح گذر چکا ہے کہ شافعیہ کے یہاں بیت المال میں مال دو طرح کا ہوتا ہے ہر قسم کا مصرف الگ ہے: ① زکوات وصدقات کا مال، یہ عامہ مسلمین غیر غزاۃ کیلئے ہے، ② مال فئی یہ صرف غزاۃ اور مجاہدین کیلئے ہے صرح به النووی وقال ایضا: ولم یفرق بینهما ابو حنیفة ومالك۔
مصنف کو حضرت عمرؓ کی یہ حدیث آئندہ باب ہی میں ذکر کرنی چاہئے تھی کہ اس میں یہی مسئلہ مذکور ہے تقسیم فئی کا مگر میرے ذہن میں یہ بات ہے کہ مصنف بسا اوقات ایسا کرتے ہیں کہ سابق باب کے اخیر میں ایسی حدیث لاتے ہیں جو آنے والے باب کے مناسب ہو بمنزلہ تمہید کے واللہ تعالیٰ اعلم۔

١٤ - بَابٌ فِي قَسْمِ الْفَيْءِ

مال فئی کی تقسیم کا بیان

٢٩٥١ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، دَخَلَ عَلَى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: حَاجَتَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ: عَطَاءُ الْمُحَرَّرِينَ، فَإِنِّي «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ مَا جَاءَهُ شَيْءٌ، بَدَأَ بِالْمُحَرَّرِينَ».

ترجمہ عبد اللہ بن عمرؓ حضرت معاویہ کے دربار میں حاضر ہوئے تو حضرت معاویہ نے فرمایا: اے ابو عبد الرحمن! تمہیں کیا چیز لے کر آئی ہے؟ تو عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ آزاد کردہ غلاموں کا حصہ لینے کی غرض سے آیا ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کچھ مال آتا تو سب سے پہلے آزاد کردہ غلاموں کو اس میں سے حصہ عطا فرماتے تھے۔

شرح الحدیث حضرت ابن عمرؓ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے انہوں نے پوچھا: کیا حاجت ہے کیسے آئے؟ انہوں نے فرمایا: محررین کا حصہ لینے آیا ہوں، اس لئے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سے مال آتا تھا تو اس کی تقسیم کی ابتداء محررین سے آپ فرماتے تھے، محررین کے مصداق میں تین قول "بذل" میں لکھے ہیں: ① معتقین یعنی آزاد کردہ غلام (اس لئے کہ ان کی ضرورت ظاہر ہے ابھی تو آزاد ہوئے ہیں معاش کا مستقل بندوبست اتنی جلدی کہاں ہوتا ہے)،

لے نقراء مہاجرین کی اور فدک سے مسافروں کی امداد فرماتے، اخرجه أبو داؤد وابن مردویه، اور بعد آپ کی حیات کے اسکے مصارف صرف مصالح عامہ ہیں مثل سد ثغور، بناء قناطر وجسور، اور کفاۃ وعمال وعلماء مسلمین وارزاق مقاتلین وذراری مقاتلین كذا في الهداية اور ان مصالح میں مصارف خمس غنیمت یتامیٰ ومساکین وابن السبیل بھی داخل ہیں، ولیه بعد ذلك: اور یہ تقریر مذکور (جس کو ہم نے مختصر کر دیا) حنفیہ کے مسلک پر ہے اور شافعی کے نزدیک فئی میں بھی خمس ہے، اور چار اخماس مصارف مذکورہ میں صرف ہوں گے اھ مختصرا لیکن اس کی پوری عبارت جو پورے ایک صفحہ کے اندر ہے طلبہ اور مدرسین کیلئے قابل مطالعہ اور اس مقام کو سمجھنے کے لئے بہت مفید ہے۔

② مکاتبین، تاکہ وہ اپنا بدل کتابت ادا کر سکیں، ③ عبادت گذار اللہ تعالیٰ کے بندے جو گوشہ نشین ہوں [1]۔

حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے ظاہر ہے اس لئے کہ أوّل مَا جَاءَهُ شَيءٌ اس سے مال فئی ہی مراد ہے۔

۲۹۵۲ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نِيَارٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِظَبْيَةٍ فِيهَا خَرَزٌ، فَقَسَمَهَا لِلْحُرَّةِ وَالْأَمَةِ» قَالَتْ عَائِشَةُ: «كَانَ أَبِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقْسِمُ لِلْحُرِّ وَالْعَبْدِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چمڑے کی ایک چھوٹی تھیلی لائی گئی جس میں ہیرے جواہرات تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہیرے جواہرات کو آزاد عورتوں اور باندیوں میں تقسیم فرمادیئے اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے اباجان حضرت ابو بکرؓ بھی مال فئی کو آزاد اور غلام سبھی لوگوں میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۲۹۵۲) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۵۶/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۵۹/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۳۸/۶)۔

شرح الحدیث: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تھیلی آئی جس میں ہیرے جواہرات تھے تو آپ نے ان کو عورتوں میں حرہ اور باندی سب میں تقسیم کرادیا، آگے حضرت عائشہ فرمارہی ہیں کہ اسی طرح میرے والد بھی حر اور عبد سبھی میں تقسیم فرمایا کرتے تھے، یعنی مال فئی کو، اور عائشہؓ کی روایت مرفوعہ میں حرہ اور امہ کی تخصیص خرز کے لحاظ سے ہے کہ وہ ان ہی کے کام کی چیز ہوتی ہے۔

۲۹۵۳ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، جَمِيعًا، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَتَاهُ الْفَيْءُ قَسَمَهُ فِي يَوْمِهِ، فَأَعْطَى الْآهِلَ حَظَّيْنِ، وَأَعْطَى الْعَزَبَ حَظًّا» - زَادَ ابْنُ الْمُصَفَّى - فَدُعِينَا وَكُنْتُ أُدْعَى قَبْلَ عَمَّارٍ، فَدُعِيتُ فَأَعْطَانِي حَظَّيْنِ، وَكَانَ لِي أَهْلٌ ثُمَّ دُعِيَ بَعْدِي عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ، فَأَعْطَى لَهُ حَظًّا وَاحِدًا.

ترجمہ: عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب مال فئی آتا تو آپ اسی دن اس مال کو تقسیم فرمادیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شادی شدہ شخص کو دو حصے عطا فرمادیتے اور غیر شادی شدہ شخص کو ایک حصہ عطا فرماتے تھے۔ مصنف کے استاد ابن المصفی نے یہ اضافہ فرمایا کہ مال بن عوف نے فرمایا کہ پھر ہمیں بلایا گیا اور مجھے عمار بن یاسر سے پہلے بلایا گیا چونکہ میری اہلیہ بھی تھیں لہٰذا مجھے دو حصے عنایت فرمائے گئے اور میرے بعد عمار بن یاسر کو بلایا گیا اور ان کو ایک حصہ دیا گیا (کیونکہ وہ غیر شادی شدہ تھے)۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۲۴۱

تخریج سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٥٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩/٦)

شرح الحدیث یعنی جب آپ کے پاس مال فئی آتا تھا تو اسی دن آپ اس کو تقسیم کر دیتے تھے، غیر شادی شدہ اور مجرد کو ایک حصہ اور شادی شدہ کو اس کا دوگنا مرحمت فرماتے تھے۔

١٥ - بَابٌ فِي أَرْزَاقِ الذُّرِّيَّةِ

نابالغ بچوں کے وظیفوں کا بیان

٢٩٥٤ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِأَهْلِهِ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَإِلَيَّ وَعَلَيَّ».

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں مسلمانوں پر انکی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہوں..... جو شخص مرنے کے بعد مال چھوڑے تو وہ مال اسکے گھر والوں کو وراثت میں ملے گا اور جو شخص قرضہ چھوڑ دے یا نابالغ بچوں کو چھوڑ کر مر جائے تو ان کی حفاظت مجھ پر ہے اور میرے ذمے ان کے حقوق کی ادائیگی ہے۔

تخریج صحيح مسلم - الجمعة (٨٦٧) سنن النسائي - صلاة العيدين (١٥٧٨) سنن النسائي - الجنائز (١٩٦٢) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٥٤) سنن ابن ماجه - المقدمة (٤٥) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤١٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧١/٣)

شرح الحدیث ذریت سے مراد یتیم نابالغ بچے مطلب یہ ہے کہ اگر وہ فقیر ہوں تو ان کا نفقہ بیت المال سے ہوگا، حدیث الباب کا مضمون پہلے گذر چکا ہے، خطابیؒ کی شرح میں ہے کہ عورتیں بھی اسی حکم میں ہیں یعنی بیوہ اور ضرورت مند۔ والحديث أخرجه ابن ماجه. قاله المنذري۔

احادیث الباب کتاب الفرائض میں گذر گئیں، فلا حاجة الی شرحها۔

٢٩٥٥ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو شخص مال چھوڑ کر مرے تو وہ مال اسکے وارثوں کو ملے گا اور جو شخص بوجھ (قرضہ، نابالغ بچے، بالغ بچے) چھوڑ کر مرے تو اسکی ذمہ داری ہم پر ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الحوالات (٢١٧٥) صحيح البخاري - في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (٢٢٦٨) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٥٠٣) صحيح البخاري - النفقات (٥٠٥٦) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٥٠) صحيح مسلم - الفرائض (١٦١٩) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٧٠) جامع الترمذي - الفرائض (٢٠٩٠) سنن النسائي - الجنائز (١٩٦٣) سنن

أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٥٥) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤١٥) سنن الدارمي - البيوع (٢٥٩٤)

٢٩٥٦ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: «أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مَاتَ وَتَرَكَ دَيْنًا فَإِلَيَّ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ».

ترجمہ جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں ہر مومن کے زیادہ قریب ہوں اسکی جان سے بھی پس جس شخص کا انتقال ہو جائے اور وہ شخص قرضہ چھوڑدے تو میں اسکا قرضہ ادا کروں گا اور جو شخص مال وراثت میں چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کو ملے گا۔

تخریج صحیح مسلم - الجمعة (٨٦٧) سنن النسائي - صلاة العيدين (١٥٧٨) سنن النسائي - الجنائز (١٩٦٢) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٥٦) سنن ابن ماجه - المقدمة (٤٥) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤١٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧١/٣)

١٦ - بَابُ مَتَى يُفْرَضُ لِلرَّجُلِ فِي الْمُقَاتَلَةِ

مرد کو مجاہدین میں شمار کر کے بیت المال میں سے اسکا حصہ کس عمر میں مقرر کیا جائیگا؟

٢٩٥٧ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ، فَلَمْ يُجِزْهُ، وَعُرِضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَأَجَازَهُ».

ترجمہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر ان کو جنگ احد کے سال پیش کیا گیا (میدان جہاد میں شرکت کیلئے) اور اسوقت ان کی عمر چودہ برس تھی تو رسول اللہ ﷺ نے انکو قبول نہیں فرمایا۔ پھر انکو غزوہ خندق کے سال رسول اللہ ﷺ پر پیش کیا گیا اب انکی عمر پندرہ برس تھی تو رسول اللہ ﷺ نے انکو جہاد میں شرکت کیلئے قبول فرمالیا۔

تخریج صحیح البخاري - الشهادات (٢٥٢١) صحیح البخاري - المغازي (٣٨٧١) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٦١) جامع الترمذي - الجهاد (١٧١١) سنن النسائي - الطلاق (٣٤٣١) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٥٧) سنن ابن ماجه - الحدود (٢٥٤٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧/٢)

شرح الحدیث المقاتلہ بکسر التاء وصیغہ المونث باعتبار الجماعۃ، اس سے مراد مقاتلین اور غزاۃ ہیں، اور یہ ذریت کا مقابل ہے جو باب سابق میں گذرا فرض کہتے ہیں اس مقررہ حصہ کو جو بیت المال سے مجاہدین کو ملتا ہے اور جہاد میں وہی شخص جا سکتا ہے جو بالغ ہو، تو ترجمۃ الباب کا حاصل یہ ہوا کہ آدمی کو مقاتلین میں شمار کر کے کب یعنی کس عمر میں اس کا حصہ مقرر کیا جائے گا؟ اور جواب اس کا یہ ہے کہ جب وہ بالغ ہو جائے گا، اور قبل البلوغ نہ وہ مقاتلین کی فہرست میں آسکتا ہے اور نہ اس کو مقاتلین والا حصہ

مل سکتا ہے۔

اس باب میں مصنف نے ابن عمرؓ کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ ان کو ان کے گھر والوں نے جنگ احد کے موقعہ پر آپ کے سامنے پیش کیا یعنی جہاد میں شرکت کی اجازت کیلئے جب کہ وہ چودہ سال کے تھے تو آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی اور پھر آئندہ سال غزوہ خندق کے موقع پر جب ان کو آپ ﷺ پر پیش کیا گیا تو اس وقت آپ ﷺ نے ان کو اجازت دیدی جب کہ وہ پندرہ برس کے ہو چکے تھے۔

ائمہ ثلاث اور صاحبین کا مسلک یہی ہے کہ حد بلوغ پندرہ سال ہے، وعند الإمام أبي حنيفة خمس عشرة سنة للأنثى، وثمانية عشر للذكر، وفي البذل: هذا إذا لم يحتلم، وأما إذا احتلم قبل ذلك حكم ببلوغه من الاحتلام اهـ[1]۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

١٧- بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الِافْتِرَاضِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ

آخری زمانہ میں بیت المال سے حصہ لینے کی ناپسندیدگی کا بیان

أفتراض یعنی أخذ الفرض والحصة، یعنی بیت المال سے غازی کا اپنا حصہ اور وظیفہ لینا، فرض کے معنی حصہ دینا اور افتراض کے معنی حصہ لینا، مثل الكيل والاكتيال۔

٢٩٥٨ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي الْحَوَارِيِّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ مُطَيْرٍ، شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ وَادِي الْقُرَى، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي مُطَيْرٌ أَنَّهُ خَرَجَ حَاجًّا حَتَّى إِذَا كَانَ بِالسُّوَيْدَاءِ إِذَا بِرَجُلٍ قَدْ جَاءَ كَأَنَّهُ يَطْلُبُ دَوَاءً وَحُضُضًا، فَقَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَهُوَ يَعِظُ النَّاسَ وَيَأْمُرُهُمْ وَيَنْهَاهُمْ، فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، خُذُوا الْعَطَاءَ مَا كَانَ عَطَاءً، فَإِذَا تَجَاحَفَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْمُلْكِ وَكَانَ عَنْ دِينِ أَحَدِكُمْ فَدَعُوهُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ مُطَيْرٍ.

ترجمہ سلیم بن مطیر جو کہ وادی القریٰ کے ایک بزرگ ہیں بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد مطیر نے بتلایا کہ وہ حج کے سفر پر تھے یہاں تک کہ مقام سویداء پر پہنچے تو مطیر کہتے ہیں کہ مجھے ایک شخص ملا جو کسی دواء اور حضض کی تلاش میں تھا تو اس شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ جن صحابی نے رسول اللہ ﷺ کا حجۃ الوداع کے موقع پر وعظ سنا انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک موقع پر لوگوں کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے اور کچھ کاموں کے کرنے کا حکم فرما رہے تھے اور کچھ کاموں سے منع فرما رہے تھے اور کچھ کاموں کے کرنے کا حکم فرما رہے تھے اور کچھ کاموں سے منع فرما رہے تھے اسی میں

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ١٣ ص ٢٤٥

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! حکمرانوں سے عطایا لیتے رہو جب تک کہ وہ عطایا عطایا رہیں پھر جب قریش کا قبیلہ بادشاہت کے حصول کیلئے لڑنے جھگڑنے لگیں اور ان میں سے کسی ایک کے دین اور مذہب کے بدلے میں وہ عطایا ملنے لگیں پھر تم یہ وظیفہ لینا چھوڑ دو۔

شرح الحدیث سلیم بن مطیر کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا میرے باپ مطیر نے کہ وہ حج کیلئے جا رہے تھے جب مقام سویداء میں پہنچے تو مطیر کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص ملا جو کوئی دوا تلاش کر رہا تھا، یا یہ کہا کہ حُضض تلاش کر رہا تھا، یہ بھی ایک دوا کا نام ہے جس کو ہسوت کہتے ہیں، عطار لوگ خوب جانتے ہیں، مطیر کہتے ہیں اس آنے والے شخص نے مجھے ایک حدیث سنائی جوان کو حضور ﷺ سے بالواسطہ پہنچی تھی، وہ یہ کہ حضور ﷺ لوگوں کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے حجۃ الوداع میں، اس میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، خُذُوا الْعَطَاءَ مَا كَانَ عَطَاءً، فَإِذَا تَجَاحَفَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْمُلْكِ وَكَانَ عَنْ دِينِ أَحَدِكُمْ فَدَعُوهُ، یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ عطا لیتے رہو جب تک کہ وہ عطا عطاء ہے، اس سے مراد وہ وظیفہ ہے جو بیت المال سے غزاۃ اور مجاہدین کو ملا کرتا ہے، پس جبکہ قریش حکومت اور بادشاہت پر لڑنے کٹنے لگیں اور وہ عطا دین کے مقابلہ اور بدلہ میں ہو جائے تو پھر اسکو چھوڑ دو، اور اس سے اگلی روایت میں یہ ہے: وَعَادَ الْعَطَاءُ رُشًا [1] فَدَعُوهُ، یعنی جب وظیفہ وظیفہ نہ رہے بلکہ رشوت بن جائے تو پھر اسکو چھوڑ دو، یعنی جب حکومت فوج کو باطل اور ظلم کی حمایت میں استعمال کرنے لگے حق اور ناحق کو نہ دیکھا جائے تو اس وقت کے وظیفہ کی نوعیت رشوت کی ہو جائے گی اور رشوت لینا ناجائز ہے۔

۲۹۵۹ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ مُطَيْرٍ، مِنْ أَهْلِ وَادِي الْقُرَى، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَمَرَ النَّاسَ، وَنَهَاهُمْ، ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ» قَالُوا: اللَّهُمَّ نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ: «إِذَا تَجَاحَفَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْمُلْكِ فِيمَا بَيْنَهَا، وَعَادَ الْعَطَاءُ أَوْ كَانَ رِشًا فَدَعُوهُ» فَقِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: «هَذَا ذُو الزَّوَائِدِ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ مطیر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک صاحب سے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کے ارشادات سنے آپ کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دے رہے تھے اور کچھ کاموں سے روک رہے تھے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ کیا میں نے آپ کا پیغام پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا بیشک آپ نے پیغام پہنچا دیا پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب قریش بادشاہت کے حصول میں لڑنے جھگڑنے لگیں اور بیت المال سے ملنے والا وظیفہ رشوت بن جائے تو تم لوگ اس وظیفہ کو لینا چھوڑ دو۔ لوگوں نے پوچھا یہ حدیث بیان کرنے والے کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ذوالزوائد ہیں۔

---

[1] رشا جمع رشوۃ. والرشوۃ: ما يعطى لإحقاق باطل أو إبطال حق.

۱۸- بَابٌ فِي تَدْوِينِ الْعَطَاءِ

وظیفہ مقرر کرنے کیلئے رجسٹر بنانا

یعنی مجاہدین کے ناموں کے اندراج کے لئے دیوان مرتب کرنا یعنی رجسٹر۔

قیل: اول من دون الدیوان عمر، یعنی سب سے پہلے یہ کام حضرت عمرؓ نے کیا۔ دیوان بمعنی رجسٹر جس کی جمع دواوین آتی ہے۔ مجاہدین (فوج) کے نام باقاعدہ رجسٹر میں لکھے جاتے ہیں پھر اسی کے مطابق ان کو وظیفہ دیا جاتا ہے، نیز ان کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے سال بہ سال کما فی حدیث الباب۔

۲۹۶۰ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ جَيْشًا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانُوا بِأَرْضِ فَارِسَ مَعَ أَمِيرِهِمْ، وَكَانَ عُمَرُ يُعْقِبُ الْجُيُوشَ فِي كُلِّ عَامٍ، فَشُغِلَ عَنْهُمْ عُمَرُ، فَلَمَّا مَرَّ الْأَجَلُ قَفَلَ أَهْلُ ذَلِكَ الثَّغْرِ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِمْ وَتَوَاعَدَهُمْ وَهُمْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا عُمَرُ، إِنَّكَ غَفَلْتَ عَنَّا، وَتَرَكْتَ فِينَا الَّذِي «أَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِعْقَابِ بَعْضِ الْغَزِيَّةِ بَعْضًا».

ترجمہ عبد اللہ بن کعب بن مالک انصاری فرماتے ہیں کہ انصار کا ایک لشکر اپنے سردار کے ساتھ فارس کی سرزمین میں جہاد کیلئے گیا ہوا تھا حضرت عمرؓ ہر سال لشکروں کو بدل بدل کے بھیجا کرتے تھے ایک سال حضرت عمرؓ مشغولیت کیوجہ سے نیا لشکر نہ بھیج سکے جب مدت پوری ہو گئی تو اس سرحد پر موجود لشکر واپس لوٹ گیا۔ تو حضرت عمرؓ ان لوگوں پر سخت ناراض ہوئے اور ان کو سخت وسست کہا حالانکہ یہ لشکر والے حضور ﷺ کے صحابہ کرام تھے صحابہ نے کہا: اے عمر! آپ ہم سے غافل ہو گئے تھے اور ہم مجاہدین کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا جو حکم تھا کہ مجاہدین کی ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت روانہ کی جائے آپ نے اس حکم کو چھوڑ دیا تھا۔

شرح الحدیث یعنی انصار کا ایک لشکر اپنے امیر کے ساتھ ارض فارس جہاد کیلئے گیا ہوا تھا، لڑائی کا سلسلہ چونکہ مسلسل تھا اسلئے حضرت عمرؓ ہر سال لشکر بدلتے رہا کرتے تھے، یعنی سال پورا ہونے پر جو لشکر گیا ہوا ہوتا تھا دوسرے لشکر کو اسکی جگہ بھیج کر پہلے لشکر کو بلا لیا جاتا تھا، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت عمرؓ سال پورا ہونے پر دوسرا لشکر نہ بھیج سکے، اس لشکر کی جب مدت پوری ہو گئی تو وہاں سے چلا آیا، جب حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا تو ان پر بگڑے اور سخت سست کہا، راوی کہتا ہے: وَهُمْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی وہ آخر عالی مرتبت صحابہ کرام تھے، جب انہوں نے زیادہ ہی ڈانٹا تو ان حضرات نے کہا (ذرا ہمت کر کے) يَا عُمَرُ، إِنَّكَ غَفَلْتَ عَنَّا، اے عمر دیکھئے! غفلت اور چوک آپ کی طرف سے ہوئی ہے، آپ نے وہ چیز جس کا حضور ﷺ نے حکم فرمار کھا ہے یعنی متبادل فوج روانہ کرنا آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا۔

یہاں ٹوکنے والے ڈانٹنے والے اور ڈانٹ سننے والے دونوں ہی پیکر اخلاص تھے، ہر ایک کو دوسرے پر اطمینان اور اعتماد تھا، یہ جماعت جانتی تھی حضرت عمرؓ کی شان إِنَّهُ كَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللهِ تَعَالَى [1] کہ وہ حق بات کے سامنے فوراً سر نگوں ہو جاتے تھے، اسی لئے ان حضرات کو جواب دینے کی ہمت ہوئی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان کو ان کے اس جواب پر ذرا نا گواری نہیں ہوئی۔ رضی اللہ تعالی عنھم ورزقنا شیئا من اتباعھم۔

مناسبة الحديث للترجمة: یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے کیا مطابقت ہے، بظاہر کچھ نہیں، باقی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کے اِعقاب جیش میں جو دیر ہوئی وہ شاید اسی وجہ سے ہوئی ہو کہ وہ دیوان کے تیار کرنے میں مشغول تھے، کذا فی البذل عن فتح الودود للعلامۃ السندیؒ یا یہ کہئے کہ بروقت جو اِعقاب جیش نہ ہو سکا اس میں اسی کو دخل تھا کہ اب تک اس قسم کا کوئی دیوان تیار نہیں ہوا تھا جس میں لشکریوں کے نام ہوا کرتے ہیں اسی لئے متبادل جماعت بھیجنے سے ذہول ہو گیا اور پھر اس واقعہ کے پیش آنے پر اس کو مرتب کیا گیا [2]۔

٢٩٦١ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَائِذٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنِي فِيمَا حَدَّثَهُ ابْنٌ لِعَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ الْكِنْدِيِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، كَتَبَ إِنَّ مَنْ سَأَلَ عَنْ مَوَاضِعِ الْفَيْءِ، فَهُوَ مَا حَكَمَ فِيهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَرَآهُ الْمُؤْمِنُونَ عَدْلًا مُوَافِقًا لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «جَعَلَ اللهُ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ» فَرَضَ الْأَعْطِيَةَ لِلْمُسْلِمِينَ، وَعَقَدَ لِأَهْلِ الْأَدْيَانِ ذِمَّةً بِمَا فَرَضَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْجِزْيَةِ، لَمْ يَضْرِبْ فِيهَا بِخُمُسٍ وَلَا مَغْنَمٍ [3]۔

ترجمہ عدی الکندی قبیلہ عدی کے ایک بیٹے سے روایت ہے (یہ مجہول شخص ہے) حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے گورنروں کو یہ خط لکھا کہ جو شخص یہ سوال کرے کہ مال فئی کے مصارف کون کون ہیں؟ تو جان لو حضرت عمر بن خطابؓ نے مال فئی کے مصارف کے متعلق جو فیصلہ کیا تھا اس فیصلے کو تمام مسلمانوں نے انصاف کے مطابق اور رسول اللہ ﷺ کے قول کے موافق پایا اللہ پاک نے حضرت عمرؓ کی زبان اور ان کے دل پر حق کو مسخر فرما دیا تھا...... حضرت عمرؓ نے مجاہدین کیلئے وظیفے مقرر فرمائے اور دیگر مذاہب والوں کیلئے ان کے اوپر لازم ہونے والے جزیہ کے بدلے میں عہد و امان کا فیصلہ فرمایا اور حضرت عمرؓ نے اس جزیہ کے مال میں خمس نکالنے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی یہ فیصلہ فرمایا کہ اس جزیہ کے مال کو غنیمت کے مال کی طرح اسکا اسی فیصد مجاہدین میں تقسیم کیا جائے (بلکہ مال فئی سارا کا سارا بیت المال میں رکھ دیا)۔

شرح حدیث یعنی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ، عمر ثانی نے اپنے عمال کے نام یہ مضمون لکھا کہ جو شخص تم سے سوال کرے تقسیم

---

1. صحيح البخاري - كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة - باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم ٦٨٥٦
2. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٣ ص ٢٤٩
3. مغنم سے مراد مال غنی ہے ١٢۔

فئی کے بارے میں (کہ وہ کس کس کو دیا جاتا ہے) تو تم اسکو یہ جواب دینا کہ مواضع فئی وہی ہیں جس کا حضرت عمرؓ نے فیصلہ فرمایا اور تمام مسلمانوں نے اسکو تسلیم کیا اور اسکو حضور ﷺ کے اس قول کے موافق پایا جعل اللہ الحق علی لسان عمر وقلبہ (اسکے بعد حضرت عمرؓ کا طرز عمل مذکور ہے) انہوں نے لشکریوں کے وظائف مقرر کئے اور اہل ادیان یعنی اہل کتاب کیلئے عہد وامان کا معاملہ کیا جزیہ کے بدلہ میں، انہوں نے اس جزیہ میں (اور ایسے ہی دوسرے اموال فئی میں) خمس مقرر نہیں کیا، عدم تخمیس کا مطلب یہی ہے کہ انہوں نے مال فئی بیت المال میں رکھ چھوڑا عام مصالح مسلمین کیلئے، اور اسی کو عمر ثانی عمر بن عبد العزیزؒ نے اختیار کیا ہے، اس میں حضرت امام شافعیؒ کا اختلاف اوپر گذر چکا کہ وہ مال فئی میں تخمیس اور تقسیم بین الغزاۃ کے قائل ہیں۔

۲۹۶۲ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ يَقُولُ بِهِ».

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ پاک نے حق اور درست بات حضرت عمرؓ کی زبان مبارک پر رکھ دی ہے حضرت عمرؓ اس حق اور درست بات ہی کو زبان سے نکالتے ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۲۹۶۲) سنن ابن ماجه - المقدمة (۱۰۸)

۱۹ - بَابٌ فِي صَفَايَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَمْوَالِ

رسول اللہ ﷺ کے خاص حق صفی (مال فئی) کا بیان

یہ باب خاصا طویل ہے، نیز محتاج توضیح بھی ہے میرے نزدیک بہت مشکل ہے۔

ترجمة الباب کی تشریح اور غرض مصنف: صفایا صفی کی جمع ہے، چند ابواب کے بعد ایک باب آرہا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي سَهْمِ الصَّفِيِّ، لیکن اس کو تکرار نہ سمجھا جائے دونوں صفی الگ الگ ہیں، یہاں پر تو صفایا سے مطلق اموال فئی مراد ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں جو مال فئی حاصل ہوتا تھا وہ حسب تصریح قرآن کریم خود حضور اکرم ﷺ کیلئے [1] ہوتا تھا وَمَآ أَفَآءَ اللهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَآ أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَٰكِنَّ اللهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ [2]، اسی لئے یہاں صفایا جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور اس کی اضافت حضور ﷺ کی طرف کی گئی ہے۔

گذشتہ باب میں مال فئی کا جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ حضور ﷺ کے زمانہ کے بعد کیلئے ہے، یعنی عام حکم، اب جب یہ بات ہے کہ

[1] اس کی تشریح وتفصیل آگے کتاب میں آرہی ہے ۱۲۔

[2] اور جو مال کو لوٹا دیا اللہ نے اپنے رسول پر ان سے سو تم نے نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے اور نہ اونٹ لیکن اللہ غلبہ دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے (سورۃ الحشر ٦)

آنحضرت ﷺ کے زمانہ کا مال فیئ وہ خالص آپ ﷺ کی ملک تھا آپکو اسمیں اختیار تھا کہ آپ اسکو جہاں چاہیں صرف فرمائیں، توپھر اب یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس قسم کے صفایا یعنی اموال خالصہ لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ کیا کیا ہیں؟ نیز یہ کہ آپ ان صفایا میں اپنی حیات میں کس طرح تصرف فرماتے تھے کہاں اور کیسے خرچ فرماتے تھے؟ اور یہ کہ اسکے بارے میں مابعد الوفات کیلئے آپ ﷺ نے کیا فیصلہ فرمایا؟ یہ حاصل ہے ترجمۃ الباب کا۔ جس کی تفصیل آگے کتاب میں مذکور ہے۔

آپ ﷺ کے لئے غنیمت میں تین حصے ہوتے تھے: اور وہ سہم صفی جس کا ذکر آئندہ باب میں آرہا ہے وہ دوسری چیز ہے اس لئے کہ مشہور ہے یہ بات کہ آپ ﷺ کیلئے تین سہام تھے: ① سہم کسہم احد الغانمین، ② خمس الخمس، یعنی خمس مال غنیمت کو چونکہ پانچ جگہ تقسیم کیا جاتا ہے اس میں ایک حصہ آپ کا ہے جو خمس الخمس ہوا، ③ سہم صفی، صفی بمعنی منتخب اور پسندیدہ یعنی آپ ﷺ کو اس بات کا حق تھا کہ وہ کل مال غنیمت میں سے کوئی سی ایک چیز جس کو پسند فرمائیں سواری ہو، جاریہ ہو یا کوئی ہتھیار ہو وہ لے سکتے ہیں، ان تین سہام میں سے پہلے دو کے بارے میں تو روایات میں تصریح اور علماء کا اتفاق ہے کہ وہ آپ کے لئے ہر حال میں تھے خواہ آپ اس غزوہ میں شریک ہوں یا نہ ہوں شهد القتال اولم يشهد، اور اس قسم ثالث میں روایات مختلف ہیں، اس آئندہ آنے والے باب میں ایک روایت میں تو تصریح ہے کہ سہم صفی شرکت فی الغزوۃ کی صورت میں آپ ﷺ کیلئے ہوتا تھا ویسے نہیں، اور اسی باب کی آخری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً تھا حضرت گنگوہیؒ کی رائے یہی ہے کہ وہ بھی آپ ﷺ کیلئے مطلقاً ہی تھا، لیکن حضرت سہارنپوری نے بذل میں تحریر فرمایا ہے لم اجد التصريح في كتب الفقه بذلك۔

آپ ﷺ کے صفایا کا مصداق وتعیین: اب موجودہ باب کے بارے میں یعنی صفایا کے سلسلہ میں آپ سنئے یہ صفایا کیا کیا تھے اسکی تفصیل اس پورے باب میں جو خاصا طویل ہے مختلف روایات کے ضمن میں پھیلی ہوئی ہے چنانچہ آگے ایک روایت (برقم ۲۹۶۷) میں اس طرح آرہا ہے: كَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثُ صَفَايَا بَنُو النَّضِيرِ، وَخَيْبَرُ، وَفَدَكُ إلى آخر الحدیث لیکن ان تین ہی میں انحصار نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ بھی ہے، اس باب کی مجموعہ روایات اور کلام شراح سے آپ ﷺ کے صفایا کی تفصیل جو سمجھ میں آتی ہے وہ حسب ذیل ہے: ① بساتین موهوبہ، یعنی چند وہ باغات جو بعض یہود نے بوقت اسلام لانے کے آپ کو ہبہ کئے تھے بطریق وصیت کے، اور اسی طرح بعض وہ اراضی جو بعض انصار نے آپ کو ہبۃً پیش کی تھیں، ② نصف ارض فدك جس وقت یہود خیبر کے ساتھ جنگ ہورہی تھی اور مسلمان اس کو فتح کر رہے تھے تو اس وقت یہود فدک نے آپ ﷺ سے نصف ارض فدک پر صلح کرلی تھی آپ نے اس صلح کو قبول فرمالیا تھا اور وہاں قتال وغیرہ کی نوبت نہیں آئی تھی اس لئے یہ نصف ارض فدک مال فیئ ہوا اور مال فیئ آپ کی ملک ہوتا ہی تھا۔ کما تقدم، ہماری اردو کی کتابوں میں

یہ باغ فدک کے ساتھ مشہور ہے، ③ نصف ارض خیبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کرنے کے بعد نصف ارض خیبر کو تو غانمین کے درمیان تقسیم فرمادیا تھا۔ اور نصف کو باقی رکھا تھا[1]، ④ ارض بنو نضیر، بنو نضیر یہود کا مشہور ایک بڑا قبیلہ تھا جو مدینہ کے قریب ہی متصلاً تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ایک قریہ میں آباد تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ ان سے قتال کیلئے تشریف لے گئے معمولی سی جھڑپ کے بعد وہ لوگ اپنی جان بچانے کیلئے قلعہ بند ہو گئے وہاں مسلمانوں کا محاصرہ رہا، ثم نزلوا علی الجلاء یعنی اس شرط پر وہ نیچے اتر آئے کہ ہم اپنے اس قریہ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے اور ان سے یہ طے ہو گیا تھا کہ وہ اپنے اموال منقولہ میں سے جتنا ساتھ لیجاسکتے ہیں لیجائیں سوائے اسلحہ کے تو چونکہ ارض بنو نضیر کے فتح کرنے میں بھی باقاعدہ ایجاف خیل ورکاب کی نوبت نہیں آئی مدینہ کے بالکل قریب ہونے کی وجہ سے اسلئے یہ بھی مال فیئ ہوا تو یہ ارض بنو نضیر تو آپ کی ملک ہوئی، اور بعض دوسرے اموال منقولہ جن کو وہ اپنے ساتھ نہیں لیجاسکے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر تقسیم فرمادیا، ⑤ ثلث ارض وادی القری چونکہ وادی القری کے یہود سے ثلث ارض پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصالحت فرمائی تھی لہٰذا ارض فدک کی طرح یہ بھی مال فیئ ہوا، ⑥ خمس غنائم خیبر، یعنی نصف خیبر جس کو آپ نے تقسیم کیا اس کا خمس (بذل المجهود عن القاضی عیاض) یہ ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفایا اور املاک جس پر مصنف نے ترجمہ قائم کیا ہے۔

ان صفایا کے مصارف کا بیان فی حیاته ﷺ وبعد وفاته ﷺ: مصنف کی غرض ترجمہ سے ایک تو یہی ہے کہ ان صفایا کی تعیین ہو، دوسرے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں ان صفایا کے ساتھ کیا معاملہ فرماتے تھے اور مابعد الوفات کیلئے کیا فیصلہ فرما گئے؟ سو احادیث الباب سے معلوم ہوتا ہے، کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یصرفها علی ازواجه وعلی المسلمین عامة ای فی حیاته. وجعلها صدقة بعد وفاته حیث قال ما ترکت بعد نفقة نسائی ومونة عاملی فهو صدقة، وفی روایة کما فی الصحیحین ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال: لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا[2]. وفی روایة: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ[3] یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام اموال کو اور اراضی کی تمام آمدنی کو اپنی حیات مبارکہ میں تو مصالح مسلمین اور خیل جہاد وغیرہ میں اور ازواج مطہرات کے نفقات میں خرچ فرماتے تھے، اور اپنی وفات کے بعد ان ہی مصارف کے لئے وقف فرما گئے: اور ان زمینوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جاگیر اور ایسا ذاتی مال جس میں آپکے بعد بطور میراث تقسیم جاری ہوا ایسا قرار نہیں دیا بلکہ وقف کا فیصلہ فرما گئے۔

---

[1] یہ مسئلہ کہ ارض مفتوحہ کی تقسیم ضروری ہے یا غیر ضروری مختلف فیہ بین الائمہ ہے جو آگے آئے گا۔

[2] صحیح البخاری – کتاب الوصایا – باب نفقة القیم للوقف 2624، صحیح مسلم – کتاب الجهاد والسیر – باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لا نورث ما ترکنا صدقة" 1760

[3] صحیح مسلم – کتاب الجهاد والسیر – باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لا نورث ما ترکنا صدقة" 1758

آپ ﷺ کے بعض ورثہ کا میراث طلب کرنا: لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ کے بعض ورثاء نے خلیفہ اول سے میراث کا مطالبہ کیا، ان بعض سے مراد حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ ہیں: حضرت عباسؓ کا مطالبہ بحیثیت عصبہ ہونے کے اور حضرت علیؓ کا اپنی اہلیہ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی طرف سے تھا، ان دونوں کی طلب میراث کی روایات اسی باب میں آرہی ہیں بلکہ باب کی پہلی ہی حدیث میں ہے جو کافی مفصل روایت ہے۔

آگے ایک روایت میں یہ بھی آرہا ہے کہ ازواج مطہرات نے بھی میراث میں اپنے حصہ کے مطالبہ کا ارادہ کیا تھا اور حضرت عثمانؓ کو صدیق اکبرؓ کی خدمت میں بھیجنا چاہتی تھیں لیکن جب حضرت عائشہؓ کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے حضور ﷺ کی حدیث یاد دلا کر ان کو اس مطالبہ سے روکدیا اور انہوں نے اس کو تسلیم کر لیا رضی اللہ عنہن۔

٢٩٦٣ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ الزَّهْرَانِيُّ، حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ عُمَرُ حِينَ تَعَالَى النَّهَارُ، فَجِئْتُهُ فَوَجَدْتُهُ جَالِسًا عَلَى سَرِيرٍ مُفْضِيًا إِلَى رِمَالِهِ، فَقَالَ: حِينَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ: يَا مَالِ، إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ، وَإِنِّي قَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِشَيْءٍ فَأَقْسِمْ فِيهِمْ. قُلْتُ: لَوْ أَمَرْتَ غَيْرِي بِذَلِكَ. فَقَالَ: خُذْهُ فَجَاءَهُ يَرْفَأُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ. قَالَ: نَعَمْ. فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، ثُمَّ جَاءَهُ يَرْفَأُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هَلْ لَكَ فِي الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، قَالَ: نَعَمْ. فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا. فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا - يَعْنِي عَلِيًّا - فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَجَلْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْهُمَا - قَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ: خُيِّلَ إِلَيَّ أَنَّهُمَا قَدَّمَا أُولَئِكَ النَّفَرَ لِذَلِكَ - فَقَالَ عُمَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ: اتَّئِدَا. ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرَّهْطِ. فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ». قَالُوا: نَعَمْ. ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَالْعَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ» فَقَالَا: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِخَاصَّةٍ لَمْ يَخُصَّ بِهَا أَحَدًا مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: {وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[1]} وَكَانَ اللَّهُ أَفَاءَ عَلَى رَسُولِهِ بَنِي النَّضِيرِ، فَوَاللَّهِ مَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ، وَلَا أَخَذَهَا دُونَكُمْ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْهَا نَفَقَةَ سَنَةٍ، - أَوْ نَفَقَتَهُ وَنَفَقَةَ أَهْلِهِ سَنَةً - وَيَجْعَلُ مَا بَقِيَ أُسْوَةَ الْمَالِ. ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرَّهْطِ. فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ،

---

[1] اور جو مال کو لوٹا دیا اللہ نے اپنے رسول پر ان سے سو تم نے نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے اور نہ اونٹ لیکن اللہ غلبہ دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے (سورۃ الحشر ٦)

قَالُوا: نَعَمْ. ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمَانِ ذَلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ. فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجِئْتَ أَنْتَ وَهَذَا إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَطْلُبُ أَنْتَ مِيرَاثَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ، وَيَطْلُبُ هَذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَحِمَهُ اللهُ. قَالَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ»، وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ، رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، فَوَلِيَهَا أَبُو بَكْرٍ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ، قُلْتُ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ، فَوَلِيتُهَا مَا شَاءَ اللهُ أَنْ أَلِيَهَا، فَجِئْتَ أَنْتَ وَهَذَا وَأَنْتُمَا جَمِيعٌ، وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ، فَسَأَلْتُمَانِيهَا، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا أَنْ أَدْفَعَهَا إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ أَنْ تَلِيَاهَا بِالَّذِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلِيهَا فَأَخَذْتُمَاهَا مِنِّي عَلَى ذَلِكَ، ثُمَّ جِئْتُمَانِي لِأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ، وَاللهِ لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ، حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا إِلَيَّ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِنَّمَا سَأَلَاهُ أَنْ يَكُونَ يُصَيِّرُهُ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ، لَا أَنَّهُمَا جَهِلَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ» فَإِنَّهُمَا كَانَا لَا يَطْلُبَانِ إِلَّا الصَّوَابَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا أُوقِعُ عَلَيْهِ اسْمَ الْقَسْمِ أَدَعُهُ عَلَى مَا هُوَ عَلَيْهِ".

ترجمہ مالک بن اوس بن حدثان کہتے ہیں کہ جسوقت سورج کچھ چڑھ چکا تھا حضرت عمرؓ نے مجھے بلوایا میں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو حضرت عمرؓ کو میں نے دیکھا کہ وہ ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور اس چارپائی پر کوئی کپڑا وغیرہ نہیں بچھا ہوا تھا جب میں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے مالک! تمہارے قبیلے کے کچھ گھرانے آئے ہوئے ہیں میں نے ان گھرانوں میں کچھ مال تقسیم کرنے کا کہا ہے لہٰذا تم ان لوگوں میں یہ مال تقسیم کر دو تو میں نے عرض کیا: آپ میرے علاوہ کسی اور کو یہ ذمہ داری سونپ دیں تو زیادہ اچھا ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم ہی یہ مال لیکر ان لوگوں میں تقسیم کر دو اسی دوران حضرت عمرؓ کا دربان یرفأ آیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! حضرت عثمان بن عفان، عبد الرحمٰن بن عوف، زبیر بن عوام اور سعد بن وقاص آپکے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں کیا آپ ان کو اندر بلانا پسند کریں گے؟ تو حضرت عمرؓ نے اجازت دے دی تو اجازت کے بعد یہ حضرات اندر داخل ہو گئے پھر کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ کا دربان یرفأ دوبارہ آیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ حضرت عباس اور حضرت علی کو اندر داخل ہونے کی اجازت دینا پسند کرینگے؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں! تو اجازت کے بعد یہ دونوں حضرات بھی اندر آ گئے تو حضرت عباسؓ نے فرمایا اے امیر المؤمنین میرے اور ان (حضرت علیؓ) کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے پس بعض دیگر صحابہ نے بھی فرمایا بالکل ٹھیک ہے اے امیر المؤمنین ان کے درمیان فیصلہ فرما کر ایک کو دوسرے سے راحت عطا فرمایئے مالک بن اوس کہتے ہیں کہ میرے خیال میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ نے اپنے آنے سے پہلے صحابہ کی اس جماعت کو اس مقصد کیلئے بھیجا تھا (کہ یہ حضرات حضرت عمرؓ سے ہمارے مسئلہ میں سفارش کریں)..... حضرت عمر نے فرمایا تم دونوں جلدی مت کرو،

پھر عمر صحابہ کی اس جماعت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں آپ حضرات سے اللہ رب العزت کے نام کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جسکے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا آپ حضرات جانتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو مال چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے تو ان حضرات صحابہ کرام نے فرمایا جی ہاں! ہمیں یہ فرمان نبوی ﷺ معلوم ہے پھر حضرت عمرؓ، حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور ان دونوں سے فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ تعالیٰ کی قسم کا واسطہ دیتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ آپ دونوں کو رسول اللہ کا یہ فرمان معلوم ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ مال چھوڑ دیتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے تو ان دونوں حضرات نے کہا: جی ہاں ہمیں یہ فرمان نبوی ﷺ معلوم ہے پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا بیشک اللہ پاک نے اپنے رسول ﷺ کیلئے بعض احکامات خاص فرمائے تھے دیگر مسلمانوں کیلئے یہ احکامات نہیں تھے پس اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے اپنے رسول کو جنگ میں جو مال فیئ ان بنو نظیر قبیلہ سے لیکر عطا فرمایا اس مال کیلئے تم لوگوں نے نہ تو اپنے گھوڑے دوڑائے اور نہ ہی اونٹ، لیکن اللہ پاک اپنے رسولوں کو جس پر چاہیں غلبہ عطا فرمادیتے ہیں اور اللہ پاک کو ہر شئی پر قدرت حاصل ہے... اللہ نے بنو نضیر قبیلہ کے اموال اپنے رسول کو بطور مال فیئ عطا فرمایا تھا پس خدا کی قسم نہ تو رسول اللہ ﷺ نے جو نضیر قبیلہ کے اس مال فیئ پر تمہارے علاوہ کسی اور کو ترجیح دی۔ اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے تم لوگوں کو چھوڑ کر یہ مال خود لے لیا بلکہ رسول اللہ ﷺ بنو نضیر کے ان اموال میں سے اپنا اور اپنی بیویوں کے ایک سال کا نفقہ لیتے تھے اور اس کے بعد جو بچ جاتا اس مال کو مال غنیمت کی طرح شمار فرماتے... پھر حضرت عمرؓ حضرات صحابہ کی اس چار رکنی جماعت کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا میں تم لوگوں کو اس اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جسکے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہے کیا تم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا یہ طرز عمل معلوم ہے تو ان حضرات صحابہ نے فرمایا جی ہاں پھر حضرت عمرؓ، حضرت علی اور حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں آپ دونوں کو اس اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جسکے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا آپ دونوں حضرات کو نبی اکرم ﷺ کا یہ طرز عمل معلوم ہے تو ان دونوں حضرات نے فرمایا جی ہاں ہمیں معلوم ہے...... حضرت عمر نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کا نائب ہوں پس اے عباس آپ اور یہ (حضرت علی) حضرت ابو بکر کے پاس آئے تھے آپ حضرت ابو بکر سے اپنے بھتیجے (رسول اللہ ﷺ) کی میراث طلب کرنے آئے تھے اور یہ (علیؓ) اپنی بیوی کی میراث لینے آئے تھے جو انکے والد (رسول اللہ ﷺ) سے انکو ملنی تھی تو حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے...... اللہ پاک خوب جانتے ہیں کہ حضرت ابو بکر سچے نیکوکار، ہدایت یافتہ اور حق کے پیرکار تھے پس بنو نضیر کی اس زمین کے متولی حضرت ابو بکر رہے پھر جب حضرت

ابو بکرؓ کا انتقال ہو گیا تو میں نے کہا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ اور ابو بکر دونوں کا نائب ہوں بس اتنے عرصے تک اللہ نے چاہا میں بنو نضیر کی اس زمین کا متولی رہا...... پھر اے عباس آپ اور یہ (علی) آپ دونوں میرے پاس آئے آپ دونوں کا مقصد ایک تھا اور آپ دونوں نے مجھ سے بنو نضیر کی اس زمین (میں تصرف کرنے) کا سوال کیا تھا تو میں نے کہا اگر آپ دونوں چاہتے ہیں تو میں بنو نضیر کی یہ زمین آپکے حوالہ کر دیتا ہوں اس شرط پر کہ آپ دونوں اللہ پاک کے ساتھ عہد کرتے ہیں کہ آپ بنو نضیر کی اس زمین میں اسی طرح تصرف کرینگے جس طرح رسول اللہ ﷺ اس زمین میں تصرف فرمایا کرتے تھے پس اس شرط پر آپ دونوں نے یہ زمین تصرف کرنے کیلئے لے لی...... پھر آپ دونوں آج میرے پاس آئیں ہیں تا کہ میں اس پہلے والے فیصلہ کے علاوہ کوئی دوسرا فیصلہ کروں؟ خدا کی قسم! قیامت تک میں اس پہلے فیصلے کے علاوہ آپ دونوں میں کوئی اور فیصلہ نہ کروں گا اگر آپ دونوں اکٹھے مل کر اس زمین میں تصرف نہیں کر سکتے تو آپ دونوں یہ زمین مجھے واپس لوٹا دیں...... امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اس دوسری دفعہ حضرت عباس اور حضرت علی نے حضرت عمر سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اس زمین کو انکے درمیان آدھا آدھا کر کے دو حصوں میں تقسیم کر دیں (تا کہ ہر ایک اپنے اپنے حصہ میں تصرف کرے) یہ دونوں حضرات نبی اکرم ﷺ کے فرمان: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ سے ناواقف نہیں تھے پس یہ حضرات اپنے خیال میں حق بات ہی کا مطالبہ فرما رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا کہ میں اس زمین پر تقسیم کرنے کا نام نہیں لانا چاہتا میں تو اس زمین کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کی طرح بغیر تقسیم ہوئی رکھنا چاہتا ہوں۔

۲۹۶۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: وَهُمَا يَعْنِي عَلِيًّا، وَالْعَبَّاسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِيمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَمْوَالِ بَنِي النَّضِيرِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَرَادَ أَنْ لَا يُوقِعَ عَلَيْهِ اسْمَ قَسْمٍ».

ترجمہ: زہری نے اس واقعہ میں مالک بن اوس سے اس حدیث میں یہ الفاظ بطور اضافہ کے نقل کیے ہیں کہ حضرت علیؓ اور عباسؓ آپس میں اس زمین کے متعلق جھگڑ رہے تھے جو اللہ پاک نے اپنے رسول کو قبیلہ بنو نظیر کے اموال میں سے بطور مال فئی کے عطا فرمایا تھا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ یہ چاہتے تھے کہ اس زمین پر تقسیم ہونے کا نام نہ آئے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٤٨) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٢٧) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٠٩) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦٠٣) صحيح البخاري - النفقات (٥٠٤٢) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٤٧) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٧٥) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٥٧) جامع الترمذي - الجهاد (١٧١٩) سنن النسائي - قسم الفيء (٤١٤٠) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٦٣) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٢٥/١)

باب: حضرت عمرؓ کی طویل حدیث اختصام علیؓ وعباسؓ کے بارے میں اور اسکی مفصل

شرح: مالک بن اوس فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے بلانے کیلئے ایک قاصد بھیجا ارتفاع شمس کے وقت میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپ کو اس حال میں پایا کہ ایک تخت جس پر بوریا بچھا ہوا تھا اس پر بیٹھے ہوئے تھے، رمال الحصیر کہتے ہیں کھجور کے بوریئے کے پٹھوں کو، اس کا حاصل یہ ہے وہ خالص بوریئے پر بیٹھے ہوئے تھا اس پر اور کوئی کپڑا وغیرہ بچھا ہوا نہیں تھا، حضرت عمرؓ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ میں نے تمہیں اسلئے بلایا ہے کہ تمہاری قوم کے کچھ گھرانے آئے ہوئے ہیں تو میں ان پر تمہارے ذریعہ کچھ تقسیم کرانا چاہتا ہوں میں نے اس سے عذر کرنا چاہا مگر انہوں نے قبول نہیں کیا بلکہ مجھ کو تقسیم کیلئے دے ہی دیا، مصنف کے ترجمہ کے لحاظ سے یہ اتنا مضمون ضمنی اور غیر مقصود ہے، اصل مصنف کے کام کی بات اب شروع ہو رہی ہے۔

فَجَاءَهُ يَرْفَأُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: نَعَمْ: یرفأ حضرت عمرؓ کے حاجب کا نام ہے، مالک بن اوس راوی حدیث یہ کہہ رہے ہیں کہ میری موجودگی میں حضرت عمرؓ کے دربان نے آکر ان سے عرض کیا اور ان مذکور چاروں صحابہ کے نام لے کر یہ کہا کہ یہ حضرات کھڑے ہیں آنے کی اجازت لے رہے ہیں، حضرت عمرؓ نے اجازت دیدی اور وہ اندر داخل ہو گئے، تھوڑی ہی دیر کے بعد یرفأ دوبارہ آئے اور کہا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هَلْ لَكَ فِي الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، یعنی عباسؓ اور علیؓ کھڑے ہیں اور اجازت چاہتے ہیں چنانچہ ان کو بھی اجازت دے دی گئی اور وہ اندر داخل ہو گئے بیٹھتے ہی حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔

حضرت عباسؓ کے علیؓ کے حق میں سخت الفاظ اور اس کی توجیہ: ابو داؤد کی روایت میں تو صرف بَيْنَ هَذَا ہے اور مسلم [1] کی روایت میں ہے: بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا الْكَاذِبِ الْآثِمِ الْغَادِرِ، مراد علیؓ ہیں جیسا کہ حدیث میں تصریح ہے اسی طرح اسی حدیث میں آگے چل کر حضرت عمرؓ کے کلام میں آرہا ہے: فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ»، اس کے بعد ابو داؤد میں تو یہ ہے وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ، رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، اور مسلم میں اس سے پہلے یہ جملہ ہے جس کو مصنف نے حذف کر دیا فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا، اس کے بارے میں میری ایک کاپی میں اس پر

---

[1] مصنف کی ایک عادت شریفہ کمال ادب کی: مصنف کی عادت ہے کہ وہ جب کسی حدیث میں کسی شخص کے بارے میں کوئی سخت وعید یا کوئی سخت لفظ آتا ہے تو مصنف اسکو ادباً حذف کر دیتے ہیں اور کبھی اس طرح مجملاً اشارہ بھی کر دیتے ہیں، جیسے کتاب الجنائز میں مصنف نے ایسا کیا چنانچہ باب التعزیة میں ایک حدیث (۳۱۲۳) ہے جس میں یہ ہے ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن میت کے بعد قبرستان سے لوٹ رہے تھے، آپ جب اپنے دروازہ کے قریب پہنچے تو ٹھہر گئے اور دیکھا کہ سامنے سے ایک عورت آرہی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمارا خیال ہے آپ نے اس کو پہچان لیا تھا۔ جب وہ آپ کے قریب آئیں تو پتہ چلا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ ہیں، آپ نے ان سے معلوم کیا کہ تم کہاں سے آرہی ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ یہاں پڑوس میں جو میت ہو گئی ہے ان کے یہاں گئی تھی تعزیت کیلئے، آپ نے پوچھا کہ تم ان کے ساتھ قبرستان تو نہیں گئی تھی، انہوں نے عرض کیا نہیں معاذ اللہ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَوْ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدَى، فَذَكَرَ تَشْدِيدًا فِي ذَلِكَ۔ یہاں بھی مصنف نے ایسا ہی کیا، حالانکہ نسائی کی روایت (۱۸۸۰) میں اس طرح ہے فَقَالَ لَهَا: «لَوْ بَلَغْتِهَا مَعَهُمْ مَا رَأَيْتِ الْجَنَّةَ حَتَّى يَرَاهَا جَدُّ أَبِيكِ» کہ اگر تو ان کے ساتھ قبرستان جاتی تو تو اس وقت تک جنت میں نہ جا سکتی جب تک تیرے باپ کا دادا جنت کو نہ دیکھ لیتا۔

اس طرح اشکال و جواب لکھا ہے، مسلم میں ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کے متعلق یہ فرمایا کہ وہ کاذب ہے خائن ہے غادر ہے اسی طرح حضرت عمرؓ کے کلام میں ہے کہ تم دونوں نے ابو بکرؓ کو خائن غادر کاذب سمجھا، اب اس روایت پر اشکال ظاہر ہے کہ ایک صحابی دوسرے صحابی کے بارے میں اس طرح سخت الفاظ اور بدگمانی کرے امام نوویؒ [1] پر مازری سے نقل کرتے ہیں کہ بعض علماء نے تو ان سب کو وہم رواۃ کی طرف منسوب کیا ہے اور اسکو اپنی کتاب سے حذف بھی کر دیا ہے، لیکن اگر تسلیم کیا جائے تو پھر اول کا جواب یہ ہے کہ حضرت عباس علی کے بڑے تھے بمنزلہ باپ کے اور بسا اوقات جب بڑا اپنے کسی چھوٹے کو تنبیہ کرتا ہے تو اس کو بعض ایسی باتیں بھی کہہ جاتا ہے جس کے بارے میں وہ خود بھی جانتا ہے کہ یہ اس میں نہیں ہیں، وذلك على جهة الادلال، اور یا یہ کہا جائے کہ مطلب یہ ہے کہ اے علی جو کچھ تم کر رہے ہو اگر یہ سب کچھ تم اس صورت میں کرتے کہ تمہارے ذہن میں بھی وہی ہوتا جو میرے ذہن میں ہے اور تمہاری رائے اس مال کے بارے میں وہی ہوتی جو میری ہے اور پھر تم وہ کرتے جواب کر رہے ہو تو یقیناً خائن غادر کاذب ہوتے، اور آگے حضرت عمرؓ کے کلام میں جو آیا ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا مقصد یہ ہے کہ تم دونوں کا ابو بکر صدیقؓ سے اس طرح سوال کرنا اور اپنے حق کا اس طرح مطالبہ کرنا اور تمہارا ان پر خفا ہونا اس سب کا مقتضی تو یہ ہے کہ گویا وہ تمہارے نزدیک ایسے اور ویسے ہیں واللہ تعالی أعلم (هكذا في البذل والحل المفهم)۔

فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَجَلْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اس پر ان حاضرین میں سے جن کا اوپر ذکر آچکا بعض نے کہا ہاں امیر المومنین ضرور فیصلہ فرما دیجئے۔ قَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ الخ۔ جب ان حاضرین نے ان دونوں کی تائید کی تو اس پر مالک بن اوس کہتے ہیں کہ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس جماعت کو ان دونوں نے اپنے آنے سے پہلے دربار عمری میں بھیجا تھا۔ (بطور سفارش)، فَقَالَ عُمَرُ: اتَّئِدَا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرَّهْطِ. فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، اب حضرت عمرؓ فیصلہ کیلئے تیار ہو کر حاضرین کی طرف متوجہ ہو گئے اور ان دونوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو جلدی نہ کرو اطمینان رکھو، اور اس جماعت کی طرف خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم سے اس اللہ تعالیٰ کا واسطہ اور قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ جسکے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں، کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی حیات میں یہ فرمایا تھا لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ کہ ہمارا (انبیاء کا) کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے، اس پر ان سب نے اس کی تصدیق کی، پھر امیر المومنین، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو اسی طرح اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر حضور ﷺ کی حدیث کے بارے میں بھی سوال کیا، فَقَالَا: نَعَمْ، انہوں نے بھی اس حدیث کے جاننے کا اعتراف کیا۔

قَالَ: فَإِنَّ اللهَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حضرت عمرؓ کی جانب سے یہ بیان ہے اس چیز کا جس کو حضور ﷺ

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ۱۲ ص ۷۲

صدقہ کر کے چھوڑ گئے، اور اس موقعہ پر انہوں نے اموال بنو نضیر کا ذکر فرمایا[1]۔

فَوَاللهِ مَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ، وَلَا أَخَذَهَا دُونَكُمْ: یعنی آپ ﷺ نے اس ارض بنو نضیر کے ساتھ نہ تو تمہارے علاوہ کسی اور کو ترجیح دی اور نہ تمہیں چھوڑ کر سارا خود لیا، بلکہ یہ کیا جو آگے روایت میں مذکور ہے: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ[2] مِنْهَا نَفَقَةَ سَنَةٍ الخ یعنی آپ ﷺ اس مال میں سے اپنا اور اپنی ازواج کا ایک سال کا نفقہ لیتے تھے، وَيَجْعَلُ مَا بَقِيَ أُسْوَةَ الْمَالِ، اور اس نفقہ کے علاوہ باقی سب کو مال غنیمت کے برابر قرار دیتے تھے، یعنی خمس غنیمت کے برابر، باعتبار صرف کے کہ جس طرح خمس غنیمت کو کراع اور سلاح اور مصالح مسلمین میں صرف فرماتے۔ اسی طرح اس مال فیٔ کو صرف فرماتے۔

ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرَّهْطِ...... ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: یعنی حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کے طرز عمل کو بیان کرنے کے بعد اولاً صحابہ کرام کی جماعت سے، ثانیاً ان دونوں سے اپنے اس بیان کی تصدیق طلب کی ان سب نے آپ کی تصدیق اور تائید کی کہ ہاں واقعی حضور ﷺ کا طرز عمل اس مال فیٔ کے ساتھ یہی تھا، فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اب حضرت عمرؓ یہاں سے ان دونوں حضرات پر حجت قائم فرما رہے ہیں کہ دیکھو تم اس سب کے جاننے کے باوجود خلیفہ اول کے پاس میراث طلب کرنے کیلئے آئے، عباسؓ اپنی میراث (عصبہ ہونے کی وجہ سے) اور حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ کی میراث، اس پر انہوں نے حضور ﷺ کی مذکورہ بالا حدیث لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، تم کو یاد دلائی، وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ، رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، یہاں پر اس کا مقابل محذوف ہے جس کا ذکر ہمارے یہاں پہلے آچکا، فَوَلِيَهَا أَبُو بَكْرٍ پس اس ارض بنو نضیر کے ابو بکرؓ ہی متولی رہے یعنی انہوں نے وہ زمین تم کو نہ بطریق میراث دی اور نہ بطریق تولیت، فَلَمَّا تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ پھر جب ابو بکرؓ کی وفات ہو گئی اور میں انکی جگہ آیا اور کچھ زمانہ میری خلافت کا گذر گیا پس اس وقت تم اور یہ دونوں میرے پاس آئے تھے، اس وقت تم دونوں باہم متفق تھے اور آکر مجھ سے اس زمین کا سوال کیا یہاں اس کی تصریح نہیں کہ یہ سوال اور مطالبہ کس لحاظ سے تھا، آیا بطور میراث کے یا بطریق تولیت؟ مگر آگے حضرت عمرؓ کے کلام میں بطریق تولیت کی تصریح آرہی ہے، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا أَنْ أَدْفَعَهَا إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ أَنْ تَلِيَاهَا بِالَّذِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلِيهَا، یعنی میں نے تم سے اس وقت یہ کہا تھا کہ اگر تم چاہو کہ میں تم کو وہ زمین اس عہد کے ساتھ دوں کہ تم اسکی ولایت اور انتظام اسی طرح کرو جس طرح حضور ﷺ فرماتے تھے تو دے سکتا ہوں، چنانچہ تم نے وہ زمین

---

[1] حضرت عمر کے اس کلام سے مستفاد ہو رہا ہے کہ آیت کریمہ وَمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ الخ میں ارض بنو نضیر جو مال فیٔ تھا اس کا ذکر ہے، اس پر ایک اشکال بھی ہے جو آگے آئے گا۔

[2] أي انه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم لم يجعل هذا الفيء وهو مال بني النضير ملكا لنفسه خاصة بل بعد اخذه حسب الحاجة يصرفه في مصالح المسلمين.

مجھ سے اس عہد پر لے لی تھی یعنی مشترک تولیت پر بلا تقسیم کے، ثُمَّ جِئْتُمَانِي لأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ، یعنی پھر اب دوسری مرتبہ میرے پاس آئے ہو تاکہ پہلے فیصلہ کے خلاف اب فیصلہ کروں، یعنی بجائے مشترک تولیت کے ہر ایک کی تولیت الگ الگ ہو جائے، وَاللهِ لاَ أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ یعنی بخدا پہلے فیصلہ کے خلاف میں اب کوئی فیصلہ نہیں کروں گا قیامت تک، پھر اگر تم اس طرح تولیت کرنے سے عاجز ہو تو پھر اس زمین کو میری طرف لوٹادو۔

آگے روایت میں ہے: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَرَادَ أَنْ لاَ يُوقَعَ عَلَيْهِ اسْمُ قَسْمٍ»، مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا منشاء یہ تھا کہ یہاں پر تقسیم کا نام بھی نہ آئے یعنی خواہ وہ بطریق تولیت ہی کیوں نہ ہو، تاکہ تطاول زمان کے بعد اور بات پرانی ہو جانے کے بعد لوگ یوں سمجھنے لگیں کہ یہ میراث کا مال ہے خصوصاً جب کہ میراث کی تقسیم بین البنت والعم ہے بھی نصف نصف۔

طلب میراث کے سلسلہ میں بعض اشکال و جواب: جاننا چاہیے کہ اس مقام کی توضیح و تنقیح میں ایک دو سوال ہیں، اول یہ کہ ان دونوں حضرات نے حضور ﷺ کی حدیث کے ہوتے ہوئے صدیق اکبرؓ سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا؟ جواب اس کا یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے ان دونوں کے علم میں یہ حدیث نہ آئی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ سننے کے باوجود ذہول ہو گیا ہو[1]، لیکن جب صدیق اکبرؓ نے ان دونوں کو یہ حدیث سنائی تو ان کو تنبہ ہو گیا اور پھر خاموش ہو گئے، پھر اب دوسرا اشکال یہ ہو گا کہ جب حدیث مستحضر ہو گئی تھی تو عمر فاروقؓ سے ان کی خلافت کے زمانہ میں دوبارہ کیوں مطالبہ کیا؟ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے ان حضرات کا مطالبہ میراث کا نہیں تھا بلکہ تولیت کا تھا اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ اگر ان کا مطالبہ میراث کا ہوتا تو حضرت علیؓ کم از کم اپنی خلافت کے زمانہ میں تو اس پر قادر تھے کہ اس کو میراث قرار دیکر تقسیم فرمادیتے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا حالانکہ بعض دوسرے مسائل میں جن میں رائے کا اختلاف تھا ان میں حضرت علیؓ اپنی رائے پر قائم رہے جیسے متعہ الحج کے مسئلہ میں کہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ وغیرہ اس کو منع فرماتے تھے لیکن حضرت علیؓ کی رائے جواز کی تھی وہ اس مسئلہ میں اپنی رائے پر قائم رہے اور حضرت عمرؓ وغیرہ کی اس میں انہوں نے پرواہ نہیں کی، لہذا کوئی اشکال کی بات نہیں، اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت عمرؓ کے پاس طلب میراث ہی کے لئے آئے تھے تو اس کا منشاء حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں یہ لکھا ہے کہ دراصل بات یہ ہے کہ ان حضرات کے ذہن میں اس حدیث (لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ) کا محمل عام نہ تھا بلکہ وہ اس حدیث کو صرف منقولات پر محمول کرتے تھے ان کے نزدیک غیر منقولات یعنی اراضی اس حدیث کے مفہوم میں داخل نہ تھیں، اسی لئے یہ دونوں حضرات اس توقع پر کہ ممکن ہے عمر فاروقؓ کو ہماری اس رائے سے اتفاق ہو جائے کہ یہ حدیث عام نہیں بلکہ خاص ہے

---

[1] كذا قال الشراح لیکن حدیث الباب میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ کے سوال پر ان دونوں حضرات نے بلکہ تمام ہی حاضرین نے اس حدیث کے علم میں ہونے کا اعتراف کیا فالاولى فى الجواب ما سياتى من تقرير الشيخ الكنكوهى ۱۲

ان کے پاس طلب میراث کیلئے آئے لیکن عمر فاروقؓ کو بھی ان کی اس رائے سے اتفاق نہ ہوا[1]۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی مطولاً ومختصراً. قاله المنذری۔

٢٩٦٥ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْمَعْنَى، أَنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: "كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ، مِمَّا لَمْ يُوجِفِ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ، وَلَا رِكَابٍ، كَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِصًا، يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ - قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ: يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ - قُوتَ سَنَةٍ، فَمَا بَقِيَ جَعَلَ فِي الْكُرَاعِ، وَعُدَّةً فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ" قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ: فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ.

ترجمہ: حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا کہ قبیلہ بنو نضیر کے اموال اللہ پاک نے اپنے رسول کو مال فئی بنا کر عطا فرمائے تھے اسکے حصول کیلئے مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے پس یہ زمین رسول اللہ ﷺ کیلئے خاص تھی آپ ﷺ اپنے اہل خانہ کا ایک سال کا نفقہ اس میں سے استعمال فرماتے پھر جو بچ رہتا وہ گھوڑوں کے خریدنے اور جہاد کی تیاری میں آپ استعمال فرماتے احمد بن عبدہ استاد نے فرمایا کہ مابقیہ مال گھوڑے اور اسلحہ خریدنے میں آپ استعمال فرماتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٤٨) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٢٧) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٠٩) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦٠٣) صحيح البخاري - النفقات (٥٠٤٢) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٤٧) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٧٥) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٥٧) جامع الترمذي - الجهاد (١٧١٩) سنن النسائي - قسم الفيء (٤١٤٠) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٦٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٢٥/١).

شرح الحدیث: حضرت عمرؓ فرمارہے ہیں کہ ارض بنو نضیر اور اموال بنو نضیر اس آیت کریمہ کا مصداق ہیں وَمَآ أَفَآءَ اللهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنْهُمْ فَمَآ أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ[2] یعنی ارض بنو نضیر ایسی ہے کہ جس کو حاصل کرنے اور فتح کرنے میں مسلمانوں کو ایجاف خیل ورکاب کی نوبت نہیں آئی لہذا یہ مال فئی ہوا جو حضور ﷺ کیلئے خالص تھا جس میں سے آپ ﷺ اپنی ازواج پر انفاق فرماتے تھے، سالانہ قوت کا، اور پھر جو باقی بچتا تھا اس کو کراع یعنی خیل جہاد اور جہاد کی دوسری تیاریوں میں صرف فرماتے تھے۔

ارض بنی نضیر کے مال فئی ہونے میں اختلاف: جاننا چاہیے کہ اموال بنو نضیر کے فئی ہونے میں کتب تفسیر وغیرہ میں اشکال کیا گیا ہے وہ یہ کہ ارض بنو نضیر کو فتح کرنے کیلئے قتل وقتال اور محاصرہ وغیرہ سب چیزوں کی نوبت آئی ہے اسی پر ان لوگوں نے مصالحت علی الجلاء کی، لہذا یہ اموال تو غنیمت کے قبیل سے ہوئے نہ کہ مال فئی، اسی لئے بعض مفسرین کی تو رائے

---

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي— ج ٢ ص ٤٢٣

[2] اور جو مال کو لوٹا دیا اللہ نے اپنے رسول پر ان سے سو تم نے نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے اور نہ اونٹ (سورة الحشر ٦)

یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیت کا نزول ارض بنو نضیر کے بارے میں نہیں ہے اسلئے کہ وہاں تو ایجاف خیل ورکاب ہوا ہے بلکہ اس کا مصداق ارض فدک [1] ہے وہاں ان چیزوں کی واقعی نوبت نہیں آئی، اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اس کا مصداق ارض بنو نضیر ہی ہے اس لئے کہ وہاں کچھ زیادہ دوڑ دھوپ اور قتل وقتال کی نوبت نہیں آئی، اور نہ کوئی خاص مسافت طے کرنے کی ضرورت پیش آئی، کیونکہ یہ لوگ مدینہ سے صرف دو میل پر آباد تھے صحابہ کرام وہاں پیدل ہی پہنچ گئے تھے بغیر سواریوں کے، اور آپ کے علاوہ کوئی سوار نہیں تھا اس لئے اس کو ان اموال سے قرار دیا گیا جو بغیر قتال کے حاصل ہوتے ہوں۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: {وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ} قَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ عُمَرُ: هَذِهِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً قُرَى عُرَيْنَةَ [2]، فَدَكَ، وَكَذَا وَكَذَا {مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ [3]}، وَلِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ، وَأَمْوَالِهِمْ، {وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ، وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ}، {وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ}. فَاسْتَوْعَبَتْ هَذِهِ الْآيَةُ النَّاسَ فَلَمْ يَبْقَ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا لَهُ فِيهَا حَقٌّ - قَالَ أَيُّوبُ: أَوْ قَالَ: حَظٌّ - إِلَّا بَعْضَ مَنْ تَمْلِكُونَ مِنْ أَرِقَّائِكُمْ".

ترجمہ: زہری کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ الخ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس آیت میں جس مال فئی کا ذکر ہے یعنی عرینہ کی بستیاں، باغ فدک وغیرہ یہ سارے اموال رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک کیلئے مختص تھے… پھر حضرت عمرؓ نے دوسری آیت کی تلاوت فرمائی: {مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ}،

---

[1] چنانچہ اس کے موافق ایک حدیث آگے قریب ہی میں آرہی ہے ۱۲۔

[2] یہ لفظ ہمارے ہندی نسخے میں اسی طرح ہے عُرَینہ بالنون بعد الیاء التحتانیة تصغیر عرنة، اور نسخۂ عون المعبود میں بھی اسی طرح ہے، اور شارح نے اس کو اسی طرح ضبط بھی کیا ہے اور پھر آگے لکھا ہے موضع به قرى كانه بنواحى الشام، یعنی کوئی علاقہ ہے جس میں متعدد گاؤں ہیں، شاید اطراف شام میں اھ اور ابوداؤد کے اکثر مصری نسخوں میں "قرى عربية" ہے اور صرف ایک نسخہ میں وہاں کے عرینہ ہے، شیخ محمد عوامہ نے اس اختلاف کو خوب بسط سے لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ نسائی سنن کبری وصغری ان دونوں میں بھی "عربية" ہی ہے، اور بھی بہت سی کتب تفسیر وغیرہ کے حوالے دیئے ہیں جن میں سے بعض میں "عرينة" ہے اور بعض میں "عربية" اور ان قری کے اسماء یہ نقل کئے ہیں "الصفراء" "والينبوع ووادي القرى" اھ ملخصا۔ ہمارے پاس جو نسائی کا نسخہ ہے اس میں جیسا کہ شیخ عوامہ نے لکھا "قرى عربية" ہی ہے اور اس کے حاشیہ پر نسخہ کی علامت بنا کر "عرينة" لکھا ہے۔ ۱۲۔

[3] جو مال لوٹایا اللہ نے اپنے رسول پر بستیوں والوں سے سو اللہ کے واسطے اور رسول کے اور قرابت والے کو اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافر کے (سورة الحشر ۷)

{وَلِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ} . {وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ} .
{وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ} (حضرت عمرؓ نے ان آیات کی تلاوت کی جس میں مال فیٔ کا مصرف اللہ پاک، اس کا رسول ﷺ، نبی کے رشتہ دار، یتیم، مساکین، مسافر ذکر کئے گئے پھر اس ہی مال کا مصرف اگلی آیت میں فقراء مہاجرین کو بتلایا گیا اور پھر اس مال فیٔ کا مصرف اسکے بعد والی آیت میں انصار مدینہ کو قرار دیا گیا اور سب سے آخری آیت میں مال فیٔ کا مصرف تمام مسلمانوں کو قرار دیا گیا)۔ تو اس آخری آیت میں مال فیٔ کا مصرف تمام مسلمانوں کو قرار دیا ہے لہٰذا مسلمانوں میں سے ہر ایک مسلمان کا مال فیٔ میں حق اور حصہ ہے۔ ایوب یا زہری راوی نے لفظ "حَقٌّ" کی جگہ "حَظٌّ" ذکر کیا لیکن تمہارے غلاموں کا اس مال فیٔ میں کوئی حصہ نہیں ہے (یہ حضرت عمرؓ کی بات پوری ہوئی)۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٤٨) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٢٧) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٠٩) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦٠٣) صحيح البخاري - النفقات (٥٠٤٣) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٤٧) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٧٥) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٥٧) جامع الترمذي - الجهاد (١٧١٩) سنن النسائي - قسم الفيء (٤١٤٠) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٦٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٢٥/١)

شرح حدیث: حضرت عمرؓ نے یہاں پر دو آیتیں ذکر فرمائیں آیت اولیٰ کی ابتداء وَمَا أَفَاءَ اللهُ سے ہے حرف عطف کے ساتھ اور دوسری آیت کی ابتداء مَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ سے ہے بغیر حرف عطف کے اور اس دوسری آیت میں بجائے مِنْهُمْ کے مِنْ أَهْلِ الْقُرَى ہے، حضرت عمرؓ پہلی آیت کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ اس آیت میں اس مال فیٔ کا ذکر ہے جو خالص حضور ﷺ کے لئے تھا اور اس کا مصداق انہوں نے ان مقامات کو بیان کیا قریٰ عرینہ اور فدک، اور ان کے علاوہ اموال کی طرف اشارہ کیا کذا و کذا سے یہ اشارہ اموال بنی نضیر کی طرف ہے جیسا کہ اس سے اوپر والی حدیث میں مذکور ہے اور حضرت عمرؓ ہی سے مروی ہے، اور دوسرے کذا سے نصف خیبر کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے جس کو آپ ﷺ نے تقسیم نہیں فرمایا تھا اس بناء پر کہ وہ صلحاً فتح ہوا تھا علی ما قیل؟ (اس کے بعد حضرت عمرؓ دوسری آیت کے بارے میں فرمارہے ہیں جس کے اندر رسول کا ذکر ہے اور ذوی القربیٰ، یتامیٰ اور مساکین اور ابن السبیل اور فقراء مہاجرین اور انصار اور ان سب کے بعد میں آنے والوں کا) کہ اس آیت نے تمام مسلمانوں کا استیعاب اور احاطہ کر لیا، اور اب مسلمانوں میں کوئی ایسا فرد بشر باقی نہیں رہا جس کا اس مال فیٔ میں حق نہ ہو سوائے غلاموں کے۔ (کیونکہ غلام میں مالک بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ تو خود ہی دوسرے کا مملوک ہوتا ہے) ابوداؤد میں تو یہ اثر عمرؓ اتنا ہی ہے اور سنن نسائی میں اسکے بعد یہ زیادتی ہے: وَلَئِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللهُ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقُّهُ، أَوْ قَالَ: حَظُّهُ حضرت عمرؓ فرمارہے ہیں کہ اگر میں کچھ اور زندہ رہا تو ان شاء اللہ ہر فرد مسلم کو بالضرور اس کا حق پہنچ کر رہے گا۔
باری الرائے میں اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت اولیٰ میں صرف اس مال فیٔ کا ذکر ہے جو حضور ﷺ کے ساتھ خاص

تھا اور آپ ﷺ کی ملک تھا، اور دوسری آیت میں ان اموال فئی کا ذکر ہے جو حضور ﷺ اور باقی مصارف سبعہ مذکورہ فی الآیت کے درمیان مشترک ہیں، حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ جو مال فئی آپ ﷺ کی حیات میں حاصل ہوگا وہ آپ ﷺ ہی کی ملک ہوگا اور اس کی تقسیم آپ کی رائے پر مفوض ہوگی کہ مالکانہ طور پر اس کو جہاں چاہیں اور خصوصاً ان مصارف میں جو آیت میں مذکور ہیں تقسیم فرمادیں، ہر اس مال فئی کا یہی حکم ہے جو آپ ﷺ کی حیات میں حاصل ہوگا، اور کسی مال فئی کے بارے میں یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ فلاں آپ کی ملک خاص ہے اور فلاں آپ اور آپ کے غیر میں مشترک ہے، پھر آیت میں دو قسمیں کرکے کیوں بیان کیا ہے اس کا جواب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ پہلی آیت میں ان اموال فئی کا ذکر ہے جو نزول آیت کے وقت حاصل ہو چکے تھے آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان اموال فئی کے علاوہ بھی اس کے حق میں جو حاصل ہوں گے ان کا حکم بھی یہی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی ملک ہیں آپ اپنی صوابدید سے جیسے چاہیں ان مصارف مذکورہ میں مالکانہ تصرف واختیار کے ساتھ تقسیم فرمائیں۔ (مستفاد من بیان القرآن للشیخ التھانوی)۔

فائدہ: اس حدیث عمرؓ میں قری عُرینہ کا ذکر آیا اور بعض نسخوں میں قری عَرَبِیّہ ہے اسکے بارے میں تفصیل حاشیہ میں دیکھی جائے، یہاں پر ایک لفظ اور ہے وادی القری، وہ بھی ابوداود میں چند مقامات پر آیا ہے مثلاً کتاب الجهاد باب فی تعظیم الغلول (برقم ۲۷۱۱) وفیہ قَالَ: فَوَجَّهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ وَادِي الْقُرَى الخ، اسی طرح آئندہ کتاب الخراج کی میں باب فی اخراج الیهود من جزیرة العرب میں (برقم ۳۰۳۳)، اس میں ہے قَالَ مَالِكٌ: «عُمَرُ أَجْلَى أَهْلَ نَجْرَانَ، وَلَمْ يُجْلَوْا مِنْ تَيْمَاءَ، لِأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ بِلَادِ الْعَرَبِ. فَأَمَّا الْوَادِي فَإِنِّي أَرَى أَنَّمَا لَمْ يُجْلَ مَنْ فِيهَا مِنَ الْيَهُودِ. أَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْهَا مِنْ أَرْضِ الْعَرَبِ». بذل میں اس وادی کی شرح وادی القری سے کی ہے، اسی طرح باب احیاء الموات میں ایک طویل حدیث (برقم ۳۰۷۹) کے اخیر میں فَلَمَّا أَتَيْنَا وَادِي الْقُرَى. قَالَ لِلْمَرْأَةِ: «كَمْ كَانَ فِي حَدِيقَتِكِ؟» الحديث، اور ہمارے یہاں حاشیہ پر جو تحقیق مذکور ہے اس میں قری عرینہ کے مصادیق میں وادی القری بھی مذکور ہے، وقد ذكرت هذا المزيد فائدة الطلاب۔

۲۹۶۷ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، وَهَذَا. لَفْظُ حَدِيثِهِ كُلُّهُمْ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: فِيمَا احْتَجَّ بِهِ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: "كَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثُ صَفَايَا بَنُو النَّضِيرِ، وَخَيْبَرُ، وَفَدَكُ، فَأَمَّا بَنُو النَّضِيرِ فَكَانَتْ حُبُسًا لِنَوَائِبِهِ، وَأَمَّا فَدَكُ فَكَانَتْ حُبُسًا لِأَبْنَاءِ السَّبِيلِ، وَأَمَّا خَيْبَرُ فَجَزَّأَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، جُزْأَيْنِ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، وَجُزْءًا نَفَقَةً لِأَهْلِهِ، فَمَا فَضُلَ عَنْ نَفَقَةِ أَهْلِهِ جَعَلَهُ بَيْنَ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ".

ترجمہ: مالک بن اوس بن حدثان کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جو دلیل (حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سامنے) پیش کی اس میں یہ دلیل بھی تھی کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی خاص زمینیں جو خالصۃً آپکی ملکیت تھیں وہ تین تھیں: ① بنو نضیر کی زمینیں، ② خیبر کا ایک حصہ، ③ باغ فدک...... پس بنو نضیر کی زمینوں کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی ضروریات کیلئے خاص فرما رکھا تھا اور مقام فدک کے باغات کو رسول اللہ ﷺ نے مسافروں کی ضروریات پورا کرنے کیلئے خاص کر رکھا تھا اور خیبر کی زمین کے رسول اللہ ﷺ تین حصے بنائے تھے دو حصے تو مسلمانوں کیلئے خاص فرمادئے تھے اور خیبر کی زمین کا ایک حصہ اپنے اہل خانہ کے نفقہ کیلئے خاص فرمایا تھا پس آپکے اہل خانہ کے نفقہ سے جو مال بچ رہتا وہ رسول اللہ ﷺ مہاجر فقیروں میں تقسیم فرمادیتے۔

شرح الحديث: یہ بھی مالک بن اوس کی روایت ہے دراصل باب کے شروع میں منازعت عباس و علیؓ والی طویل روایت جو گذری ہے اس کے راوی بھی مالک بن اوس ہی ہیں اس کے بعد بھی مالک بن اوس ہی کی چند روایتیں گذر چکیں، اب یہ بھی ان ہی کی روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو یہ حدیث متعدد اسانید وطرق سے پہنچی ہے، اور ان روایات میں کمی زیادتی ہے اسی لئے امام ابوداودؒ اس روایت کو مختلف طرق سے لا رہے ہیں تاکہ وہ جو زیادات ہیں اس میں وہ سامنے آجائیں۔

اس روایت کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عباسؓ و علیؓ کے باہمی نزاع کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ نے جو تقریر اور استدلال ان دونوں کے سامنے فرمایا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ کے لئے تین صفایا تھے، فلاں وفلاں، اور پھر ہر ایک کے بارے میں حضور ﷺ کا طرز عمل کہ اس کو کہاں صرف فرماتے تھے، ہر ایک کی تعیین بالتفصیل انہوں نے بیان کی، اور بظاہر غرض حضرت عمرؓ کی اس سب سے یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے ان صفایا و اموال خالصہ میں صرف بقدر ضرورت لیتے تھے، اپنی ضرورت اور ازواج مطہرات کی، باقی سب کو کُراع اور سلاح و مصالح مسلمین میں صرف فرمادیتے تھے، اور آپ ﷺ نے ان چیزوں کو اپنی ملک اور جاگیر نہیں بنایا، یعنی ایسی ملک اور جاگیر جس میں میراث جاری ہو، یہ تو ہوا آپ ﷺ کا طرز عمل اور قولاً آپ ﷺ نے اس طرح تصریح فرمادی۔ ماتركت بعد نفقة نسائي ومؤنة عاملي فهو صدقة، والله تعالى أعلم بالصواب.

٢٩٦٨ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ، وَفَدَكَ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ»، وَإِنِّي وَاللهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا، فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، مِنْهَا شَيْئًا".

ترجمہ: عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے انکو یہ واقعہ بیان کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ نے حضرت ابو بکرؓ کو پیغام بھیجا جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اس میراث کا مطالبہ کیا تھا جو اللہ پاک نے اپنے نبی کو مدینہ منورہ میں مال فیئ عطا فرمایا تھا اور فدک کی زمین اور خیبر کی زمین کے خمس نکالنے کے بعد باقی مال میں میراث کا مطالبہ فرمایا تھا تو حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے...... محمد ﷺ کے گھر والے اس مال سے کھاتے ہیں..... خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے ان صدقہ والی زمینوں میں جس طریقہ پر اپنے زمانہ میں تصرف فرمایا تھا میں اس حالت اور طرز کو تبدیل نہیں کروں گا اور میں رسول اللہ ﷺ کے اس طرز کے مطابق اس پر عمل کرتا رہوں گا پس حضرت ابو بکرؓ نے ان زمینوں میں سے کوئی بھی زمین حضرت فاطمہ کو دینے سے انکار فرمادیا۔

۲۹۶۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَتْهُ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: وَفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ حِينَئِذٍ تَطْلُبُ صَدَقَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ، وَفَدَكَ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، وَإِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْمَالِ» يَعْنِي مَالَ اللهِ لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَزِيدُوا عَلَى الْمَأْكَلِ.

ترجمہ: عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی اہلیہ محترمہ حضرت عائشہؓ نے ان سے یہ واقعہ بیان فرمایا اس میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزھریؓ نبی اکرم ﷺ کی صدقہ کی ہوئی ان زمینوں میں اپنے حصہ کی میراث طلب کر رہی تھیں جو مدینہ پاک میں آپکی زمینیں تھیں اور فدک کی زمینیں اور خیبر کی زمین کے خمس نکالنے کے بعد والا حصہ...... تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور محمد ﷺ کے گھر والے اس صدقے کے مال میں سے کھاسکتے ہیں...... یعنی اللہ پاک کے اس عطاء کردہ مال میں سے محمد ﷺ کے اہل خانہ کھاسکتے ہیں ان کیلئے اس مال میں سے کھانے کے علاوہ کسی اور تصرف کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

۲۹۷۰ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِيهِ: فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَيْهَا ذَلِكَ، وَقَالَ: لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، إِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ

أَرْبَعٌ، فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِينَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَغَلَبَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهَا، وَأَمَّا خَيْبَرُ، وَفَدَكُ فَأَمْسَكَهُمَا عُمَرُ، وَقَالَ: هُمَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتَا لِحُقُوقِهِ الَّتِي تَعْرُوهُ، وَنَوَائِبِهِ، وَأَمْرُهُمَا إِلَى مَنْ وَلِيَ الْأَمْرَ. قَالَ: فَهُمَا عَلَى ذَلِكَ إِلَى الْيَوْمِ.

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا جس میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہ کو میراث دینے سے انکار فرمایا اور حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ان زمینوں میں تصرف فرمایا کرتے تھے میں اس طرز عمل کے مطابق مکمل طور پر عمل کروں گا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل میں ذرا سا بھی انحراف کیا تو کہیں میں سیدھے راستے سے نہ بھٹک جاؤں...... مدینہ منورہ کی صدقہ والی زمینیں حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کو (تصرف کرنے کی غرض سے) دیدی تھی تو حضرت علی نے حضرت عباس پر ان زمینوں کے معاملات اور انتظامات میں غلبہ پالیا...... خیبر اور فدک کی زمینوں کو حضرت عمر نے اپنے تصرف میں روکے رکھا اور فرمایا کہ یہ دونوں زمینیں رسول اللہ ﷺ کے پیش آنے والے حقوق اور آپکی ضروریات کیلئے ہیں اور مسلمانوں کے خلیفہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان زمینوں سے آپ ﷺ کے حقوق کے ضروریات پوری کرے امام زہری کہتے ہیں کہ آج تک یہ زمینیں اسی طرح خلیفۃ المسلمین کے تصرف میں ہے۔

صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٢٦) صحيح البخاري - المناقب (٣٥٠٨) صحيح البخاري - المغازي (٣٨١٠) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٤٦) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٥٨) سنن النسائي - قسم الفيء (٤١٤١) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٦٨) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٧) موطأ مالك - الجامع (١٨٧٠)

شرح الحدیث: اس روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ کی صاحب زادی حضرت فاطمہؓ نے صدیق اکبرؓ کے پاس اپنی میراث طلب کرنے کے لئے کسی قاصد کو بھیجا۔ بظاہر یہ قاصد ان کے شوہر علیؓ ہی ہوں گے، جیسا کہ گزشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے اس مال فئی سے جو آپ ﷺ کا مدینہ میں ہے یعنی ارض بنو نضیر، اور ارض فدک سے اور غنائم خیبر کے خمس سے، یعنی جس نصف خیبر کو آپ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان تقسیم فرمادیا تھا اس مال غنیمت میں جو آپ ﷺ کا حصہ یعنی خمس الخمس بیٹھتا ہے، اس کی میراث، پھر آگے حدیث میں صدیق اکبرؓ کا جواب مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہؓ کو میراث دینے سے انکار فرمادیا۔

یہ حضرت عائشہؓ کی حدیث بطریق عروہ ہے۔ اس کو مصنف نے آگے بھی دو طریق سے ذکر کیا ہے اس کے ایک طریق میں آگے یہ آرہا ہے: فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِينَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَغَلَبَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهَا۔

حضرت علی وعباس کے درمیان تولیۃ میں اختلاف کا منشا: یعنی مدینہ میں جو آپ ﷺ کی موقوفہ زمین

تھی یعنی ارض بنو نضیر اس کو حضرت عمرؓ نے بطریق تولیت علیؓ اور عباسؓ دونوں کے حوالہ کر دیا لیکن حضرت علیؓ کا اس زمین کی تولیت پر غلبہ رہا یعنی اس کے انتظام وانصرام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، گویا حضرت علیؓ پیش قدمی فرماتے تھے اسکے انتظامات میں، میں نے حضرت شیخ سے یہاں سبق میں سنا تھا کہ دراصل حضرت علیؓ کے مزاج میں بہت زیادہ سخاوت اور فیاضی تھی، وہ اس کی آمدنی کو خوب لٹاتے تھے لے بھائی اور لے بھائی اِدھر بھی اور اُدھر بھی، اور حضرت عباسؓ کے مزاج میں یہ بات تھی نہیں، وہ بہت احتیاط سے خرچ کرنا چاہتے تھے لیکن اس معاملہ میں ان کی چلی نہیں، اس بناء پر ان دونوں میں اختلاف اور نزاع کی نوبت آئی جس کو لیکر وہ فاروق اعظمؓ کے یہاں پہنچے تقسیم تولیت کیلئے، کما سبق مفصلاً فی الحدیث الاول من الباب، آگے روایت میں ہے وَأَمَّا خَيْبَرُ، وَفَدَكُ فَأَمْسَكَهُمَا عُمَرُ الخ یعنی ان دونوں کی تولیت میں صرف ارض بنو نضیر دی گئی اور ارض خیبر وفدک کو حضرت عمرؓ نے اپنے انتظام کے تحت رکھا اور تولیت میں نہیں دیا۔

۲۹۷۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، فِي قَوْلِهِ: {فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ}، قَالَ: صَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ فَدَكَ، وَقُرًى قَدْ سَمَّاهَا لَا أَحْفَظُهَا، وَهُوَ مُحَاصِرٌ قَوْمًا آخَرِينَ، فَأَرْسَلُوا إِلَيْهِ بِالصُّلْحِ، قَالَ: {فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ}، يَقُولُ: بِغَيْرِ قِتَالٍ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَكَانَتْ «بَنُو النَّضِيرِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِصًا لَمْ يَفْتَحُوهَا عَنْوَةً، افْتَتَحُوهَا عَلَى صُلْحٍ، فَقَسَمَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ، لَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ مِنْهَا شَيْئًا، إِلَّا رَجُلَيْنِ كَانَتْ بِهِمَا حَاجَةٌ».

ترجمہ زہری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ کی تفسیر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فدک اور کچھ دیگر بستیوں والوں کے ساتھ صلح فرمائی...... میرے استاد نے ان بستیوں کا نام بتایا تھا جو نام مجھے یاد نہیں رہے...... اس وقت رسول اللہ ﷺ ایک دوسری قوم (خیبر والوں) کا محاصرہ فرمائے ہوئے تھے تو اس محاصرہ کے دوران فدک اور دیگر بستیوں والوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اس زمین کے حاصل کرنے کے لئے تم لوگوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے یعنی بغیر جنگ لڑے یہ زمینیں تم لوگوں کو حاصل ہو گئیں زہری کہتے ہیں کہ بنو نضیر کی یہ زمینیں خالص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مختص تھیں مسلمانوں نے زور زبردستی اور جنگ کے ذریعے ان زمینوں کو حاصل نہیں کیا تھا بلکہ مسلمانوں نے ان زمینوں کو صلح کے ذریعے فتح کیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے یہ زمینیں مہاجرینؓ میں تقسیم فرما دیں تھیں انصار مدینہ کو ان زمینوں میں سے کچھ حصہ بھی عطا نہیں فرمایا سوائے انصار کے دو مردوں کے جن کو ان کی ضرورت کے پیش نظر حضور ﷺ نے عطا فرمایا تھا۔

شرح الحدیث قری سے مراد وہی قری عرینہ ہے، راوی کہہ رہا ہے کہ ان قری کے نام مجھے محفوظ نہیں رہے۔

روایت کا مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اہل فدک سے مصالحت ایسے وقت میں فرمائی جب کہ آپ ﷺ ایک دوسری قوم

یعنی اہل خیبر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، تو اسی دوران اہل فدک نے آپ ﷺ کے پاس صلح کا پیام بھیجا، چنانچہ آپ ﷺ نے اس صلح کو قبول فرمالیا، یعنی جس وقت آپ ﷺ جنگ خیبر میں مشغول تھے اور ابھی تک فدک کی طرف آپ ﷺ نے رخ بھی نہیں فرمایا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر ایسی ہیبت اور رعب طاری فرمایا کہ انہوں نے از خود مصالحت کی پیش کش کی اور گھبرا کر وہیں سے اس کام کے لئے ایک آدمی بھیجا، اسی لئے ارض فدک کو مال فئی کہا جاتا ہے۔ قَالَ: { فَمَآ أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ }، يَقُولُ: بِغَيْرِ قِتَالٍ۔

سورۂ حشر کی آیت کا نزول ارض فدک کے بارے میں: اس اثر زہری کے سیاق سے یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ یہ آیت کریمہ فدک کے بارے میں ہے نہ کہ ارض بنو نضیر کے۔ چنانچہ بعض مفسرین کی رائے یہی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ بنو نضیر کو فتح کرنے میں تو قتال کی نوبت آئی تھی وقد تقدم الكلام عليه قبل ذلك، لیکن اسکے بعد امام زہری ارض بنو نضیر کے بارے میں بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ اس کو بھی صلحاً ہی فتح کیا گیا تھا اب ان دونوں باتوں کے ملانے سے یہ نکلا کہ آیت کا نزول تو فدک ہی کے بارے میں ہوا لیکن حال بنو نضیر کا بھی یہی ہے۔

آگے اموال بنو نضیر کے بارے میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اسکو مہاجرین کے درمیان تقسیم فرمایا، انصار کو اس میں سے آپ نے کچھ نہیں عطا فرمایا سوائے دو شخصوں کے جو حاجت مند تھے، ان کے بارے میں یہاں پر بذل میں یہ لکھا ہے لم أقف على تسميتهما [1]، لیکن آگے باب فی بنی نضیر میں ان انصار کا تسمیہ بذل میں حضرت نے تفسیر کبیر سے نقل فرمایا ہے اور وہاں تین نام مذکور ہیں: أبو دجانة، سهل بن حنيف، الحارث بن الصمة [2]۔

٢٩٧٢ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: جَمَعَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَنِي مَرْوَانَ حِينَ اسْتُخْلِفَ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَانَتْ لَهُ فَدَكُ، فَكَانَ يُنْفِقُ مِنْهَا وَيَعُودُ مِنْهَا عَلَى صَغِيرِ بَنِي هَاشِمٍ، وَيُزَوِّجُ مِنْهَا أَيِّمَهُمْ، وَإِنَّ فَاطِمَةَ سَأَلَتْهُ أَنْ يَجْعَلَهَا لَهَا فَأَبَى»، فَكَانَتْ كَذَلِكَ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، فَلَمَّا أَنْ وَلِيَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَمِلَ فِيهَا بِمَا عَمِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي حَيَاتِهِ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، فَلَمَّا أَنْ وَلِيَ عُمَرُ عَمِلَ فِيهَا بِمِثْلِ مَا عَمِلَا حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، ثُمَّ أَقْطَعَهَا مَرْوَانُ، ثُمَّ صَارَتْ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ: فَرَأَيْتُ أَمْرًا مَنَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، لَيْسَ لِي بِحَقٍّ، وَأَنَا أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ رَدَدْتُهَا عَلَى مَا كَانَتْ يَعْنِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَلِيَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْخِلَافَةَ، وَغَلَّتُهُ أَرْبَعُونَ أَلْفَ دِينَارٍ، وَتُوُفِّيَ وَغَلَّتُهُ أَرْبَعُمِائَةِ دِينَارٍ وَلَوْ بَقِيَ لَكَانَ أَقَلَّ».

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٣ ص ٢٧٠

[2] مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير — ج ٢٩ ص ٥٠٦، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٣ ص ٣٣٢

ترجمہ: مغیرہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے بنو مروان کو اس وقت جمع فرمایا جب انکو خلیفہ بنایا گیا تو حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے یہ فدک کی زمین خاص تھی حضور ﷺ اس زمین سے خرچہ فرماتے تھے اور اس زمین کی پیداوار سے بنوہاشم قبیلہ کے چھوٹے بچوں میں خرچ فرما کر ان کو فائدہ پہنچاتے اور اس زمین کی آمدنی سے بنو ہاشم کی بیواؤں کی شادی کرتے اور حضرت فاطمہؓ نے حضور ﷺ سے یہ طلب کیا تھا کہ آپ فدک کی زمین حضرت فاطمہ کی دیدیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو یہ زمین عطا نہیں فرمائی پس حضور ﷺ کی حیات میں یہ فدک کی زمین حضور ﷺ کے تصرف میں رہی یہاں تک کہ حضور ﷺ وفات پاگئے جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے بھی اس فدک کی زمین میں بھی اپنی وفات تک رسول اللہ ﷺ کے طرز حیات کے مطابق عمل کیا پھر جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ کے طرز حیات کے مطابق اپنی وفات تک عمل کیا پھر مروان نے فدک کی زمین اپنے لئے بطور جاگیر رکھ لی پھر یہ زمین عمر بن عبد العزیزؒ کیلئے ہو گئی...... عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ میں نے اس معاملہ میں غور کیا کہ جو زمین رسول اللہ ﷺ نے فاطمۃ الزہریٰ کو عطا نہیں فرمائی تھیں پس بیشک میرے لئے اس میں کوئی حق نہیں بنتا اور میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ زمین رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جس طرح اسمیں تصرف ہوتا تھا میں اس فدک کی زمین کو اسی سابقہ طرز کی طرف لوٹا رہا ہوں۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز جس وقت خلیفہ بنائے گئے تو ان کی زمینوں کا غلہ چالیس ہزار دینار کی مالیت کا تھا اور جب حضرت عمر بن عبد العزیز کا انتقال ہوا تو اسوقت انکی زمینوں کا سالانہ غلہ چار سو دینار رہ گیا تھا اگر عمر بن عبد العزیز مزید زندہ رہتے تو یہ سالانہ غلہ اور کم ہو جاتا۔

شرح الحدیث **حضرت عمر بن عبد العزیز کا کمال انصاف:** مضمون روایت یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز بن مروان بن الحکم جب خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کیا اور ایک تقریر فرمائی جس میں یہ بیان کیا کہ یہ ارض فدک حضور ﷺ کے لئے تھی جس کی آمدنی آپ بنوہاشم کے بچوں پر خرچ فرماتے تھے، اور بیواؤں کی شادی میں اور آپ کی صاحبزادی فاطمہؓ نے اس فدک کو آپ ﷺ سے مانگا تھا آپ نے انکار فرمادیا تھا، غرض یہ کہ آپ اپنی حیات میں اسکو اسی طرح خرچ فرماتے رہے پھر آپ کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی اس میں وہی طرز عمل رکھا جو حضور ﷺ کا تھا اور اس کے بعد پھر اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی پھر جب ہمارے جدامجد خلیفہ بنے یعنی مروان تو انہوں نے اس پر قبضہ مالکانہ کرلیا[1]۔ پھر اب شدہ شدہ وہ منتقل ہو کر عمر بن عبد العزیزؒ کے لئے ہو گیا، اس پر وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سوچا

---

[1] خطابی کی شرح معالم السنن (ج ۳ ص ۲۰) میں ہے: إنما أقطعها مروان في أيام حياة عثمان بن عفانؓ، یعنی مروان نے فدک کا اقطاع اپنے لئے حضرت عثمانؓ کی حیات میں کیا تھا اور یہ من جملہ ان اعتراضات کے ہے جو ان پر کئے گئے ہیں۔ پھر آگے انہوں نے اس کی حضرت عثمان کی جانب سے تاویل و توجیہ کی ہے

کہ جس چیز کو حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کو نہیں دیا تو میں اس کا حقدار کیسے ہو سکتا ہوں، اور دیکھو! میں تم سب کو گواہ بنارہا ہوں کہ میں اس باغ فدک کو اسکی سابق حالت پر لوٹارہا ہوں جو آپ ﷺ کے زمانہ میں تھی، حضرت عمر بن عبد العزیز کا عدل وانصاف زہد وتورع خشیت وانابت الی اللہ ضرب المثل ہے جس کے واقعات کتب تاریخ میں معروف ہیں، خاص ان کی سیرت پر بھی کتابیں لکھی گئی ہیں، ابن عبد الحکم جو امام مالکؒ کے بلاواسطہ شاگرد ہیں انہوں نے بھی ان کی سوانح عمری لکھی ہے جو اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوتی رہتی ہے [1]۔ اسی طرح ابن الجوزی نے بھی مناقب عمر بن عبد العزیز لکھی ہے، امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

جب آپ دیکھیں کہ کوئی شخص حضرت عمر بن عبد العزیز سے محبت کرتا ہے ان کے محاسن کا ذکر اور اس کی اشاعت کا اہتمام کرتا ہے تو اس کا نتیجہ انشاء اللہ تعالیٰ خیر ہی خیر ہے [2]۔

ابوداؤد کے بعض نسخوں میں یہاں ایک عبارت ہے جو بذل المجہود [3] کے حاشیہ پر علامت نسخہ بناکر لکھی ہے: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَلِيَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْخِلَافَةَ، وَغَلَّتُهُ أَرْبَعُونَ أَلْفَ دِينَارٍ، وَتُوُفِّيَ وَغَلَّتُهُ أَرْبَعُ مِائَةِ دِينَارٍ، وَلَوْ بَقِيَ لَكَانَ أَقَلَّ»، یعنی عمر بن عبد العزیز کی ذاتی سالانہ آمدنی خلافت سے قبل چالیس ہزار [4] دینار تھی، اور خلیفہ بننے کے بعد وہ آمدنی گھٹتے گھٹتے چار سو دینار پر اتر آئی تھی، اور اگر کچھ اور زندہ رہتے تو اس سے بھی کم رہ جاتی۔

٢٩٧٣ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جُمَيْعٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، قَالَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، تَطْلُبُ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، إِذَا أَطْعَمَ نَبِيًّا طُعْمَةً، فَهِيَ لِلَّذِي يَقُومُ مِنْ بَعْدِهِ».

ترجمہ ابو الطفیل کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ، حضرت ابو بکرؓ کے پاس اپنے والد نبی اکرم ﷺ سے ملنے والی میراث کا

[لکھا] ہے وہ یہ کہ اس کا منشا ہو سکتا ہے حضور ﷺ کی یہ حدیث (سنن أبي داود رقم ٢٩٧٣) ہو جو ان کو پہنچی ہو: إذا أطعم نبيا طعمة فهي للذي يقوم من بعده، یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو کوئی خاص مال عطا فرمائیں تو وہ اس نبی کے بعد اس کیلئے ہے جو ان کے قائم مقام بنے، اور چونکہ حضور ﷺ ارض فدک سے اپنے اوپر بھی خرچ فرماتے تھے اور اپنی عیال کیلئے سالانہ قوت بھی اس سے لیتے تھے اور باقی کو آپ ﷺ مصرف فئی میں صرف فرمادیتے تھے، اب جب حضور ﷺ کے بعد خلافت اور قائم مقامی کی نوبت حضرت عثمانؓ کو پہنچی تو اس ارض فدک میں ان کا بھی استحقاق ہو اور اس میں سے اپنے اوپر خرچ کرسکتے تھے لیکن وہ چونکہ اپنے ذاتی تمول کی وجہ سے اس سے مستغنی تھے اس لئے انہوں نے اس کی آمدنی کو اپنے اقرباء کے لئے روا سمجھا۔

[1] مکتبہ خلیلیہ سہارنپور نے شائع کیا ہے۔

[2] قال الإمام أحمد: إذا رأيت الرجل يحب عمر بن عبد العزيز ويذكر محاسنه وينشرها فاعلم أن من وراء ذلك خيرا إن شاء الله. (سيرة ومناقب عمر بن عبد العزيز الخليفة الزاهد لابن جوزي — ص ٧٤)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٢ ص ٢٧٣

[4] عمر بن عبد العزیزؒ مدینہ منورہ کے گورنر رہے اور ان کے والد مصر کے گورنر تھے، اور دوسری جائیدادیں بھی ہوں گی اس لئے یہ مستبعد نہیں۔

مطالبہ کرنے تشریف لائیں تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ پاک جب کسی نبی کو کچھ عطا فرماتے ہیں تو وہ زمین اس شخص کے تصرف میں ہو جاتی ہے جو انکے بعد انکا نائب بنتا ہے۔

شرح الحدیث یعنی حضرت سیدہ فاطمہؓ صدیق اکبرؓ کے پاس آئیں میراث لینے کیلئے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی نبی کو کسی چیز کا مالک بناتا ہے تو پھر وہ اس کیلئے ہو جاتی ہے جو اس نبی کے بعد اسکا قائم مقام ہو، یعنی باعتبار انتظام وتولیت کے (بذل [1]) اس حدیث میں حضرت فاطمہؓ کے صدیق اکبرؓ سے طلب میراث کا ذکر ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی صدیق اکبرؓ سے ناراضگی اور ترک کلام اور اسکی توجیہ: یہاں ابوداؤد کی روایت میں تو صرف صدیق اکبرؓ کا جواب مذکور ہے، کہ انہوں نے حدیث سنا کر دینے سے انکار فرمادیا، اور اس کے بعد کچھ نہیں، اور صحیح بخاری کتاب الجہاد باب فرض الخمس میں اس کے بعد یہ زیادتی ہے: فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ [2] یعنی حضرت فاطمہؓ صدیق اکبرؓ کے اس جواب سے ناراض ہو گئیں، اور صدیق اکبرؓ سے ترک کلام کر لیا آخر حیات تک، حضرت فاطمہؓ کے اس طرز پر ہجران مسلم کا اشکال مشہور ہے کہ ہجران مسلم حرام ہے، اس پر لامع اور حاشیہ لامع میں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفصیلی کلام فرمایا ہے اور پھر اخیر میں حضرت شیخ نے اپنی رائے بھی لکھی ہے، شراح حدیث نے اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے ہیں، بعض شراح نے بنیادی طور پر ہجران مسلم کا جواب یہ دیا ہے کہ ہجران مسلم جو حرام ہے وہ تو یہ ہے کہ ان یلتقیا فلا یسلم احدھما علی صاحبہ، کہ اتفاقاً جب ان دونوں کا کسی راستہ میں گذر ہو رہا ہو تو ایک دوسرے کو دیکھ کر اس سے منہ موڑ لے اور سلام و کلام سے اعراض کرے، اور صرف ترک ملاقات، یعنی قصداً ملاقات کیلئے نہ جانا اور اس کو چھوڑ بیٹھنا یہ ممنوع نہیں، اور یہاں ان دونوں کے درمیان یہ ثابت نہیں کہ کسی موقع پر یہ دونوں حضرات جمع ہوئے ہوں اور پھر حضرت فاطمہؓ نے صدیق اکبرؓ سے ترک سلام و کلام اور اعراض کیا ہو اور رہا مسئلہ ترک لقاء کا سو اس کا منشاء غضب اور ناراضگی نہیں ہے بلکہ اس کا منشاء انقباض طبعی ہے، یہ جواب علامہ عینیؒ نے مشہور شارح بخاری مہلب سے نقل کیا ہے، یہ جواب تو ہوا ترک کلام و ہجران کا، رہی بات ان کے غصہ کی جو کہ بخاری کی روایت میں مصرح ہے اس کا منشا یہ ہے کہ ان کے نزدیک ابو بکرؓ کا استدلال صحیح نہیں تھا کیونکہ فاطمہؓ کے نزدیک حدیث مؤول تھی اور وہ اس بارے میں تخصیص کی قائل تھیں اور ابو بکرؓ قائل بالعموم تھے، عموم و خصوص سے مراد وہی فرق اور عدم فرق بین المنقولات وغیر المنقولات ہے کما تقدم فی شرح حدیث عمر، اور دوسرا جواب اس کا یہ دیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے ہجران سے مراد جو بخاری کی روایت میں ہے: ترك كلام في المال والميراث ہے جیسا کہ عمر بن شبہ کی روایت میں ہے بطریق معمر فَلَمْ تُكَلِّمْهُ فِي ذَلِكَ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ۱۳ ص ۲۷۳

[2] صحيح البخاري- كتاب الخمس- باب فرض الخمس ۲۹۲٦-

المال، حافظؒ کہتے ہیں کہ ایسے ہی امام ترمذیؒ نے اپنے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ ترک کلام فی المیراث مراد ہے [1]، اس جواب پر بعض شراح کو اشکال ہے کہ روایت میں غضبت کی تصریح ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترک کلام مطلقاً تھا، لیکن یہ اشکال قوی نہیں اس لئے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ غصہ ہی کی وجہ سے تو دوبارہ میراث کا سوال نہیں کیا کہ اچھا! مت دو ہم بھی آئندہ کبھی سوال نہیں کریں گے، اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ غضب اور ترک کلام وقتی طور پر تھا، بعد میں صلح صفائی ہو گئی تھی، چنانچہ بیہقیؒ نے روایت کیا بطریق شعبی کہ صدیق اکبرؓ حضرت فاطمہؓ کی عیادت کیلئے ان کے دروازہ پر پہنچے اس پر حضرت علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا هَذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكِ، کہ ابو بکر اندر آنے کی اجازت چاہ رہے ہیں، اس پر وہ بولیں کہ کیا آپ کے نزدیک یہ مناسب ہے کہ میں ان کو اجازت دیدوں، حضرت علیؓ نے اس کا اثبات میں جواب دیا پس حضرت فاطمہؓ نے اجازت دیدی فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَتَرَضَّاهَا حَتَّى رَضِيَتْ کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان کے پاس جا کر ان کو راضی کر لیا اور منالیا [2]، قال الحافظ وهو وإن كان مرسلاً فإسناده إلى الشعبي صحيح وبه يزول الإشكال في جواز تمادي فاطمة عليها السلام على هجر أبي بكر [3]، اس سب کے بعد حاشیۂ لامع میں شیخ نے اپنی رائے یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر مذکورہ بالا توجیہات کو نظر انداز بھی کر دیا جائے اور یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی اور ترک سلام و کلام میراث ہی کی وجہ سے تھا تب بھی کوئی اشکال نہیں بلکہ یہ حضرت فاطمہؓ کا تصلب فی الدین ہے اور اپنے حق شرعی کا جو ان کے نزدیک شرعاً واجب و ثابت ہے اس کا مطالبہ تھا اور یہ بات صحابہ کرام کے احوال سے معلوم و معروف ہے کہ وہ امر دین میں بڑے پختہ کار اور مضبوط تھے، اور وہ اس میں لومۃ لائم کی کوئی پرواہ نہ کرتے تھے، چونکہ حضرت فاطمہؓ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ حدیث لا نورث عام نہیں لہذا میراث میں ان کا حق شرعی ثابت ہے اس لئے وہ اپنے حق شرعی کی طلب میں مصر ہوئیں اور صدیق اکبرؓ کے نہ دینے پر ناراض ہو گئیں، پس ان کی یہ ناراضگی خدانخواستہ کسی حرص اور طمع و طلب دنیا کے لحاظ سے نہ تھی، ان کا زہد و قناعت اور اعراض عن الدنیا تو اظہر من الشمس ہے بلکہ یہ ناراضگی ان کے نزدیک صدیق اکبرؓ کے حق شرعی کے انکار کی بناء پر تھی اھ، واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔

٢٩٧٤ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي، وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "مُؤْنَةُ عَامِلِي: يَعْنِي أَكَرَةَ الْأَرْضِ".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے ورثاء دینار تقسیم نہیں کرینگے

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج٦ ص٢٠٢

[2] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب قسم الفيء والغنيمة - باب بيان مصرف أربعة أخماس الفيء الخ ١٢٧٣٥ (ج٦ ص٩١)

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج٦ ص٢٠٢

میں جو کچھ چھوڑ جاؤں تو وہ میرے بیویوں کے نفقہ نکالنے کے بعد اور میرے بعد خلیفہ کے خرچہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچ رہے وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔

صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٢٤) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٢٩) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٤٨) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٦٠) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٦١) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٧٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧٦/٢) موطأ مالك - الجامع (١٨٧١)

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے ورثاء میرے مال کو بطریق میراث نہ لیں، اس لئے کہ میں جو کچھ چھوڑ کر جا رہا ہوں وہ بعد نفقہ ازواج اور مؤنۃ عامل کے باقی سب صدقہ ہے۔

عامل کی تفسیر میں اختلاف ہے فقیل: المراد به الخليفة، وقيل: العامل على الصدقة أو خادمه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم. والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي، قاله المنذري۔

٢٩٧٥ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ حَدِيثًا مِنْ رَجُلٍ فَأَعْجَبَنِي، فَقُلْتُ اكْتُبْهُ لِي فَأَتَى بِهِ مَكْتُوبًا مُذَبَّرًا، دَخَلَ الْعَبَّاسُ، وَعَلِيٌّ، عَلَى عُمَرَ، وَعِنْدَهُ طَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَسَعْدٌ، وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ، فَقَالَ عُمَرُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَسَعْدٍ: أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كُلُّ مَالِ النَّبِيِّ صَدَقَةٌ، إِلَّا مَا أَطْعَمَهُ أَهْلَهُ، وَكَسَاهُمْ إِنَّا لَا نُورَثُ»؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ مِنْ مَالِهِ عَلَى أَهْلِهِ، وَيَتَصَدَّقُ بِفَضْلِهِ، ثُمَّ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَلِيَهَا أَبُو بَكْرٍ سَنَتَيْنِ، فَكَانَ يَصْنَعُ الَّذِي كَانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا مِنْ حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ.

ابو البختری کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے ایک حدیث سنی جو مجھے پسند آئی تو میں نے کہا اس حدیث کو میرے لئے لکھ دو تو وہ شخص اس حدیث کو اچھی طرح لکھ کر لایا اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عباسؓ اور علیؓ، حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے جب حضرت عمرؓ کے پاس حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، عبد الرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ موجود تھے اور حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ جھگڑ رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے طلحہؓ، زبیرؓ، عبد الرحمن بن عوفؓ، سعدؓ سے فرمایا کہ کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ نبی کے سارے کے سارے اموال صدقہ ہوتے ہیں مگر جو مال نبی اپنے اہل خانہ کی خوراک اور پوشاک میں عطا فرمائے ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا...... تو ان چاروں صحابہ نے فرمایا کہ بیشک ہم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سن رکھی ہے تو حضرت تو حضرت عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اس مال میں سے اپنی ازواج پر خرچ فرما دیتے تھے اور باقی مال صدقہ فرماتے تھے پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد دو سال تک حضرت ابو بکرؓ اس مال میں تصرف فرماتے رہے۔ اس کے بعد راوی نے

مالک بن اوس کی حدیث کا کچھ حصہ ذکر کیا۔

صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٢٧) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٠٩) صحيح البخاري - النفقات (٥٠٤٣) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٤٧) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٧٥) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٥٧) سنن النسائي - قسم الفيء (٤١٤٨) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٧٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٤٨/١)

ابوالبختری کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے ایک حدیث سنی تو مجھے وہ بہت پسند آئی اس لئے میں نے اس سے کہا کہ یہ حدیث مجھ کو لکھ کر لا دے، چنانچہ وہ اس حدیث کو لکھ کر لایا بہت عمدہ۔ آگے روایت میں اس حدیث کا بیان ہے یہ وہی اختصام عباسؓ وعلیؓ کی حدیث ہے جو ہمارے یہاں باب کے شروع میں مفصلاً گذری، اور پھر بعد میں مختلف روایات میں اس کے قطعات گذر چکے، جس کے راوی مالک بن اوس بن الحدثان ہیں، اس روایت میں رجل مبہم سے یہی مراد ہیں۔

٢٩٧٦ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، فَيَسْأَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ لَهُنَّ عَائِشَةُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا کہ حضرت ابوبکرؓ سے رسول اللہ ﷺ کی ان ازواج کو ملنے والا آٹھویں حصے کا مطالبہ کریں تو حضرت عائشہ نے ان ازواج مطہرات سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کیا یہ نہیں فرما چکے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔

شرح الحدیث اس روایت کا مضمون ہمارے یہاں باب کے بالکل شروع میں گذر چکا، کہ ازواج مطہرات نے بھی صدیق اکبرؓ سے اپنی میراث طلب کرنے کا ارادہ کیا تھا، اور پھر حضرت عائشہؓ کے حدیث یاد دلانے پر اپنا ارادہ انہوں نے ملتوی کر دیا تھا

والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

٢٩٧٧ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ، قُلْتُ: أَلَا تَتَّقِينَ اللَّهَ؟ أَلَمْ تَسْمَعْنَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ، وَإِنَّمَا هَذَا الْمَالُ لِآلِ مُحَمَّدٍ لِنَائِبَتِهِمْ وَلِضَيْفِهِمْ، فَإِذَا مُتُّ فَهُوَ إِلَى وَلِيِّ الْأَمْرِ مِنْ بَعْدِي[1]»؟

ترجمہ ابن شہاب زہریؒ اپنی سند کے ساتھ گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت کرتے ہیں اس میں یہ الفاظ ہیں کہ

---

[1] یہاں اختلاف نسخ ہے جس کی طرف شیخ عوامہ نے اشارہ فرمایا ہے، لکھتے ہیں: فهو إلى ولي الأمر بعدي: من ص، وعلى الحاشية: ...الأمر من بعدي، وعليها رمز أنها كذلك في أصل الخطيب، وفي ك، ع: فهو إلى من ولي الأمر من بعدي. (كتاب السنن — ج ٣ ص ٤٥١)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے کہا کہ کیا تم لوگوں کو اللہ کا ڈر نہیں ہے؟ کیا تم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو مال چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔ بیشک یہ مال محمد ﷺ کے اہل خانہ کی ضروریات اور انکے مہمانوں کیلئے ہے جب میری وفات ہو جائے تو میرے بعد میرا نائب اس مال میں تصرف کرنے کا ذمہ دار ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٢٦) صحيح البخاري - المناقب (٣٥٠٨) صحيح البخاري - المغازي (٣٨١٠) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٤٦) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٥٨) سنن النسائي - قسم الفيء (٤١٤١) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٧٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٧/١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٤٥/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦٢/٦) موطأ مالك - الجامع (١٨٧٠)

الحمد للہ تعالیٰ کہ بَابٌ فِي صَفَايَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جو ایک طویل اور اہم باب تھا اسکی احادیث کی شرح اور بحث پوری ہوئی۔

٢٠ ـ بَابٌ فِي بَيَانِ مَوَاضِعِ قَسْمِ الْخُمُسِ، وَسَهْمِ ذِي الْقُرْبَى

غنیمت کے خُمس کے مصارف کا بیان اور جناب نبی اکرم ﷺ کے رشتہ داروں کے حصہ کا بیان

گذشتہ باب اور اس کی احادیث کا تعلق تو مال فئی سے تھا، اس باب کے اندر خمس غنیمت کا حکم اور یہ کہ وہ اب کن کن مصارف میں تقسیم کیا جائے گا بیان کر رہے ہیں۔

تقسیم غنیمت کے بارے میں آیت کریمہ: مالِ غنیمت کی تقسیم کا طریقہ خود قرآن کریم میں منصوص ومصرح ہے: وَاعْلَمُوٓا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَٰمَىٰ وَالْمَسَٰكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ [1] یعنی اولاً کل مال غنیمت کی تخمیس کی جائے یعنی اس کے برابر برابر پانچ حصے کئے جائیں، اور پھر ایک حصہ کو ان مواقع میں جو اس آیت میں مذکور ہیں ان میں تقسیم کر دیا جائے اور باقی اربعۃ اخماس یہ ظاہر ہے کہ مجاہدین پر تقسیم کئے جائیں گے، اس آیت میں تقسیم خمس کے چھ مواضع مذکور ہیں، جس میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام ہے، اس کے بارے میں جمہور کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تو سب کچھ ہی ہے، اللہ تعالیٰ کا نام یہاں تبرکاً مذکور ہے، امام نسائیؒ نے اپنی سنن صغریٰ میں اس پوری آیت کریمہ کو ذکر کرنے کے بعد خود اس کی تشریح اپنے کلام سے فرمائی ہے، کافی مفصل کلام ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام ذکر کرنے کی یہی وجہ بیان کی ہے، اور ایک بات اور لکھی ہے: وَلَعَلَّهُ إِنَّمَا اسْتَفْتَحَ الْكَلَامَ فِي الْفَيْءِ وَالْخُمُسِ بِذِكْرِ نَفْسِهِ لِأَنَّهَا أَشْرَفُ الْكَسْبِ، وَلَمْ يَنْسِبِ

[1] اور اس بات کو جان لو کہ جو شے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچوں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا ہے اور (ایک حصہ) آپ کے قرابت داروں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ہے اور (ایک حصہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے (سورۃ الأنفال ٤١)

الصَّدَقَةَ إِلَى نَفْسِهِ عَزَّ وَجَلَّ لِأَنَّهَا أَوْسَاخُ النَّاسِ [1]۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے صدقہ کے مصارف جہاں بیان کئے ہیں وہاں شروع میں اپنا نام ذکر نہیں فرمایا بلکہ اس طرح فرمایا: إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا الخ [2] بخلاف غنیمت کے کہ وہ اشرف المکاسب [3] میں سے ہے، اس لئے اس کی ابتداء اپنے نام سے فرمائی، اور صدقات چونکہ اوساخ الناس ہیں وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنا نام ذکر نہیں فرمایا اور پھر آگے انہوں نے بعض علماء کا یہ مذہب نقل کیا ہے کہ ان کی رائے یہ ہے کہ غنیمت میں سے اللہ تعالیٰ کے نام کا بھی نکالا جائے اور پھر اس کو کعبۃ اللہ پر خرچ کر دیا جائے، الی آخر ما ذکر، اس بعض سے مراد ابو العالیہ ہیں۔

ترجمۃ الباب والے مسئلہ میں مذاہب ائمہ: اب اسکے بعد آپ ترجمۃ الباب سے متعلق خلاصہ کے طور پر سمجھئے وہ یہ کہ خمس غنیمت کے بارے میں ائمہ میں سے امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اسکی تقسیم علی رأی الإمام ہے جملہ مصارف مذکورہ فی الآیۃ میں صرف کرنا ضروری نہیں البتہ ذوی القربیٰ کا حصہ ضرور لگایا جائے گا، اور شافعیہ اور حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ خمس غنیمت کو حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی پانچ جگہ تقسیم کیا جائے گا، چنانچہ حضور ﷺ کا حصہ بھی نکالا جائے گا جس کو امام المسلمین وہاں صرف کرے جہاں خود حضور ﷺ صرف کرتے تھے، مصالح مسلمین میں، اور باقی چار حصے ان کو دیئے جائیں گے جو آیت میں مذکور ہیں، اور حنفیہ کا مسلک اس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ کا حصہ آپ کی وفات سے ساقط ہو گیا، ایسے ہی سہم ذوی القربیٰ کے بارے میں بھی انکی رائے یہی ہے کہ ان کو فقر کی وجہ سے دیا جاتا تھا، لہٰذا فقراء ذوی القربیٰ کو دیا جائے گا اغنیاء کو نہیں، لہٰذا باقی تین جورہ گئے (یتامیٰ، مساکین، ابن السبیل) ان ہی میں اس کو تقسیم کیا جائے گا، اور ان تین کو بھی ان کے نزدیک

---

[1] سنن النسائي — كتاب قسم الفيء ٤١٤٧

[2] صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا، اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں، اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے، اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں، اور قرضداروں کے قرضہ میں اور جہاد میں اور مسافروں میں (سورۃ التوبۃ ٦٠)

[3] اشرف المکاسب کی بحث: اس سلسلہ میں امام بخاریؒ نے بھی کتاب البیوع میں ایک باب قائم فرمایا ہے بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ وأخرج فيه عَنِ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوُدَ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ (رقم الحديث ١٩٦٦)، وأيضا أخرج عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَئُونَةِ أَهْلِي وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ (رقم الحديث ١٩٦٤)، وفي الأبواب والتراجم: عن الحافظ: قد اختلف العلماء في أفضل المكاسب قال الماوردي أصول المكاسب الزراعة والتجارة والصنعة والأشبه بمذهب الشافعي أن أطيبها التجارة قال والأرجح عندي أن أطيبها الزراعة لأنها أقرب إلى التوكل وتعقبه النووي بحديث المقدام. وأن الصواب أن أطيب الكسب ما كان بعمل اليد قال فإن كان زراعا فهو أطيب المكاسب لما يشتمل عليه من كونه عمل اليد ولما فيه من التوكل. إلى آخر ما قال، قال الحافظ: وفوق ذلك من عمل اليد ما يكتسب من أموال الكفار بالجهاد وهو مكسب النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه وهو أشرف المكاسب لما فيه من إعلاء كلمة الله تعالى وخذلان كلمة أعدائه والنفع الأخروي قال ومن لم يعمل بيده فالزراعة في حقه أفضل. إلى آخر ما في الأبواب والتراجم من أقوال الشراح في ذلك وبه قلت وظاهر الترجمة الإشارة إلى ترجيح الحرفة وبه صرح العيني والقسطلاني، إلى آخر ما فيه. فارجع إليه لو شئت التفصيل. (فتح الباري — ج ٤ ص ٣٠٤. الأبواب والتراجم — ج ١ ص ١٥٧)

مستحق ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ مصرف ہونے کی حیثیت سے دیا جاتا ہے، حتی لو صرف الی صنف واحد منھم جاز، امام نسائیؒ نے بھی سہم ذوی القربی کے بارے میں اپنی رائے یہی لکھی ہے جو حنفیہ کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: وقد قیل: إنه للفقير منهم دون الغني كاليتامى وابن السبيل وهو أشبه القولين بالصواب عندي والله أعلم اهـ[1]۔

نیز جاننا چاہیے کہ تقسیم خمس میں ذوی القربی کے مصداق میں بنو ہاشم کے ساتھ بنو المطلب بھی داخل ہیں جیسا کہ حدیث الباب میں اس کا ذکر آرہا ہے، البتہ مسئلہ زکاۃ میں بنو ہاشم کے ساتھ بنو المطلب کا داخل ہونا مختلف فیہ ہے، وقد مر فی کتاب الزکاۃ۔

۲۹۷۸ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ، أَنَّهُ جَاءَ هُوَ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، يُكَلِّمَانِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَسَمَ مِنَ الْخُمُسِ بَيْنَ بَنِي هَاشِمٍ، وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ قَسَمْتَ لِإِخْوَانِنَا بَنِي الْمُطَّلِبِ، وَلَمْ تُعْطِنَا شَيْئًا وَقَرَابَتُنَا وَقَرَابَتُهُمْ مِنْكَ وَاحِدَةٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ، وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ» قَالَ جُبَيْرٌ: وَلَمْ يَقْسِمْ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، وَلَا لِبَنِي نَوْفَلٍ، مِنْ ذَلِكَ الْخُمُسِ كَمَا قَسَمَ لِبَنِي هَاشِمٍ، وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ «يَقْسِمُ الْخُمُسَ، نَحْوَ قَسْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُعْطِي قُرْبَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيهِمْ»، قَالَ: «وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُعْطِيهِمْ مِنْهُ، وَعُثْمَانُ بَعْدَهُ».

ترجمہ: سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ مجھے جبیر بن مطعم نے بتایا (خیبر کی جنگ والے دن رسول اللہ ﷺ نے غنیمت کے خمس میں سے اپنے رشتہ داروں میں سے بنو ہاشم اور بنو المطلب کو عطا فرمایا اور بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو عطا نہیں فرمایا تھا اور حضرت عثمان کا تعلق قبیلہ بنو عبد شمس سے تھا اور جبیر بن مطعم کا تعلق قبیلہ بنو نوفل سے تھا لہٰذا) جبیر بن معطم اور عثمان بن عفان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اسلئے آئے کہ آپ سے اس بارے میں دریافت کریں کے آپ نے بنو ہاشم اور بنو المطلب کو تو مال غنیمت کے خمس میں سے عطا فرمایا ہے پس میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ہمارے ان بھائیوں کو جو قبیلہ مطلب سے تعلق رکھتے ہیں، کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا ہے اور ہمارے قبیلہ والوں کو کچھ بھی عطا نہیں فرمایا حالانکہ بنو مطلب قبیلے کی جو رشتہ داری آپ سے ہے وہی رشتہ داری ہمارے قبائل بنو نوفل اور بنو عبد الشمس کی بھی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب دونوں قبیلے ایک ہی طرح رہے (مسلمانوں کے ساتھ تعاون کرنے میں) جبیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو عبد الشمس اور بنو نوفل کو اس خمس کے مال میں سے عطا نہیں فرمایا جیسا کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کو اس میں سے عطا فرما چکے تھے۔ امام زہری کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق خمس کو تقسیم فرماتے تھے۔ البتہ حضور ﷺ جس طرح اپنے رشتہ داروں کو مال

[1] سنن النسائي - کتاب قسم الفيء ٤١٤٧

غنیمت کے خمس میں سے حصہ دیا کرتے تھے حضرت ابو بکر حضور ﷺ کے رشتہ داروں کو (بوجہ انکے غنی ہونے کے) حصہ نہیں دیتے تھے زہری کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمر بن خطاب اور انکے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے رشتہ داروں کو حصہ دینا شروع کر دیا۔

تخریج: صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٧١) صحيح البخاري - المناقب (٣٣١٢) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٨٩) سنن النسائي - قسم الفيء (٤١٣٦) سنن النسائي - قسم الفيء (٤١٣٧) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٧٨) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٨١) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٨١) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٨٣) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٨٥)

شرح الحدیث: مضمون حدیث سے پہلے آپ یہ سمجھئے کہ حضور ﷺ نے خمس ذوی القربی کو بنی ہاشم اور بنو المطلب دو کے درمیان تقسیم فرمایا تھا، اس پر حضرت جبیر بن مطعم جو کہ نوفلی ہیں نوفل بن عبد مناف کی اولاد میں سے ہیں، اور حضرت عثمان بن عفانؓ جو کہ عبشمی ہیں عبد شمس بن عبد مناف کی اولاد میں سے ہیں، یہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ آپ نے ہمارے بھائی بنو المطلب کیلئے خمس میں حصہ لگایا اور ہم دو کو کچھ نہیں عطا فرمایا حالانکہ جو قرابت بنو المطلب کی آپ سے ہے وہی بنو نوفل اور بنو عبد شمس کی بھی ہے [1] ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ، وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ، اس روایت میں تو صرف یہی ہے اور آگے یہ آرہا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب ہمیشہ جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی ساتھ رہے ہیں، وَإِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ شَيْءٌ وَاحِدٌ، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، یعنی آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں داخل کر کے فرمایا کہ یہ دونوں قبیلے ہمیشہ اس طرح ساتھ رہے ہیں، آپ ﷺ کے اس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ یہ تو صحیح ہے کہ قرابت کے اعتبار سے چاروں خاندان برابر ہیں، لیکن بنو المطلب کو جو دیا گیا ہے وہ صرف قرابت کی بناء پر نہیں بلکہ قرابت مع النصر والإعانة کی بناپر، جو بنو المطلب میں پائی جاتی ہے، باقی دو میں مفقود ہے۔

آگے روایت میں یہ ہے: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ «يَقْسِمُ الْخُمُسَ، نَحْوَ قَسْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُعْطِي قُرْبَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيهِمْ» . قَالَ: «وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُعْطِيهِمْ مِنْهُ، وَعُثْمَانُ بَعْدَهُ» یعنی ابو بکرؓ بھی خمس کو اسی طرح تقسیم فرماتے تھے جس طرح حضور ﷺ، بس فرق یہ تھا کہ حضور ﷺ تو ذوی القربی کو ان کا حصہ عطا فرماتے تھے، لیکن حضرت ابو بکرؓ نہیں دیتے تھے، اسی طرح عمرؓ اور عثمانؓ بھی حضور ﷺ کی طرح

[1] حضور ﷺ کے جد رابع عبد مناف کے چار بیٹے تھے، ہاشم، مطلب، نوفل، عبد شمس، لہذا یہ چار خاندان ہوئے، بنو ہاشم جس میں حضور ﷺ ہیں، بنو المطلب، بنو نوفل، بنو عبد شمس۔

حضرت جبیرؓ کا سلسلہ نسب یہ ہے جبير بن مطعم بن عدي بن نوفل بن عبد مناف، حضرت عثمانؓ کا یہ ہے عثمان بن عفان بن أبي العاص بن أمية بن عبد شمس بن عبد مناف

دیتے تھے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے اس عمل سے حنفیہ کی ذوی القربی کے مسئلہ میں تائید ہوتی ہے کہ ان کا مستقل حصہ نہیں ہے بلکہ عند الحاجۃ، والفقر "بذل" میں لکھا ہے غالباً صدیق اکبرؓ کا ان کو نہ دینا اسی بناء پر تھا کہ وہ ان کے زمانہ میں اغنیاء تھے، اور انہوں نے غیر ذوی القربی کو احوج سمجھا ان سے اسی لئے ان کو دیا۔ والحدیث أخرجه البخاري والنسائي وابن ماجه مختصراً، قاله المنذري۔

۲۹۷۹ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، حَدَّثَنَا جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقْسِمْ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، وَلَا لِبَنِي نَوْفَلٍ مِنَ الْخُمُسِ شَيْئًا، كَمَا قَسَمَ لِبَنِي هَاشِمٍ، وَبَنِي الْمُطَّلِبِ» قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ «يَقْسِمُ الْخُمُسَ نَحْوَ قَسْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُعْطِي قُرْبَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا كَانَ يُعْطِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»، «وَكَانَ عُمَرُ يُعْطِيهِمْ، وَمَنْ كَانَ بَعْدَهُ مِنْهُمْ».

ترجمہ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ مجھ سے جبیر بن مطعم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح بنو ہاشم اور بنو المطلب کو حصہ عطا فرمایا تھا اس طرح بنو عبد الشمس اور بنو نوفل کو مال غنیمت کے خمس میں سے حصہ نہیں دیا۔ زہری کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر بھی رسول اللہ ﷺ کی طرح مال غنیمت کا خمس تقسیم فرماتے تھے البتہ جس طرح رسول اللہ ﷺ اپنے رشتہ داروں کو اس میں سے حصہ عطا فرماتے اس طرح حضرت ابو بکر رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کو اس میں سے حصہ نہیں دیتے تھے حضرت عمر اور انکے بعد کے خلفاء حضور ﷺ کے رشتہ داروں کو مال غنیمت میں سے ان کا حصہ دیا کرتے تھے۔

تخریج صحيح البخاري - فرض الخمس (۲۹۷۱) صحيح البخاري - المناقب (۳۳۱۲) صحيح البخاري - المغازي (۳۹۸۹) سنن النسائي - قسم الفيء (٤١٣٦) سنن النسائي - قسم الفيء (٤١٣٧) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۲۹۷۹) سنن ابن ماجه - الجهاد (۲۸۸۱) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٨١)

۲۹۸۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمَ ذِي الْقُرْبَى فِي بَنِي هَاشِمٍ، وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، وَتَرَكَ بَنِي نَوْفَلٍ، وَبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ حَتَّى أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَؤُلَاءِ بَنُو هَاشِمٍ لَا نُنْكِرُ فَضْلَهُمْ لِلْمَوْضِعِ الَّذِي وَضَعَكَ اللَّهُ بِهِ مِنْهُمْ، فَمَا بَالُ إِخْوَانِنَا بَنِي الْمُطَّلِبِ أَعْطَيْتَهُمْ وَتَرَكْتَنَا وَقَرَابَتُنَا وَاحِدَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّا وَبَنُو الْمُطَّلِبِ لَا نَفْتَرِقُ فِي جَاهِلِيَّةٍ، وَلَا إِسْلَامٍ، وَإِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ شَيْءٌ وَاحِدٌ» وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ جبیر بن مطعم نے مجھ سے بیان کیا کہ جب جنگ خیبر ہوئی تو رسول اللہ

نے مال غنیمت کے خمس میں رشتہ داروں کا حصہ قبیلہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کو عطا فرمایا اور قبیلہ بنو نوفل اور بنو عبد الشمس کو چھوڑ دیا چنانچہ میں اور عثمان بن عفانؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس قبیلہ بنو ہاشم کی فضیلت کا ہم انکار نہیں کرتے جو اللہ پاک نے آپ کی ذریعے اس قبیلہ کو فضیلت بخشی لیکن قبیلہ مطلب کے بھائیوں کی ترجیح کی کیا وجہ ہے کہ آپ نے ان کو تو مال غنیمت کے خمس میں سے حصہ دیا اور ہمارے قبیلے والوں کو چھوڑ دیا حالانکہ ہم سب رشتہ داری میں برابر ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم بنو ہاشم اور بنی المطلب زمانہ جاہلیت میں اور اسلام کے آنے کے بعد بھی جدا نہیں ہوئے اور ہم بنو ہاشم اور قبیلہ بنی المطلب ایک ہی ہیں نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمایا سمجھانے کیلئے۔

تخریج صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٧١) صحيح البخاري - المناقب (٣٣١٢) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٨٩) سنن النسائي - قسم الفيء (٤١٣٦) سنن النسائي - قسم الفيء (٤١٣٧) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٨٠) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٨١) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٨١)

٢٩٨١ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ السُّدِّيِّ، فِي ذِي الْقُرْبَى، قَالَ: «هُمْ بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ».

ترجمہ: سدی نے ذی القربیٰ کی تفسیر میں فرمایا کہ رشتہ داروں سے مراد مطلب کے قبیلہ کے لوگ ہیں۔

شرح الحدیث: حضرت نے بذل [1] میں لکھا ہے کہ تمام مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں اسی طرح ہے، لیکن نسخہ مصریہ میں بجائے اس کے بنو المطلب ہے اگر بنو المطلب [2] ہے اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ بنو ہاشم کے ساتھ اس میں صرف بنو المطلب شامل ہیں یعنی بنو نوفل اور بنو عبد شمس ذوی القربیٰ کے مصداق میں داخل نہیں اور اگر یہاں روایت میں بنو عبد المطلب ہے تو چونکہ وہ تو بنو ہاشم سے بھی اخص ہے چہ جائیکہ بنو المطلب کو شامل ہو اس لئے یوں کہا جائے گا کہ اس تفسیر سے مقصود حصر نہیں ہے۔

٢٩٨٢ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي يَزِيدُ بْنُ هُرْمُزَ، أَنَّ نَجْدَةَ الْحَرُورِيَّ، حِينَ حَجَّ فِي فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، يَسْأَلُهُ عَنْ سَهْمِ ذِي الْقُرْبَى، وَيَقُولُ: لِمَنْ تَرَاهُ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «لِقُرْبَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَهُ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» وَقَدْ كَانَ عُمَرُ عَرَضَ عَلَيْنَا مِنْ ذَلِكَ عَرْضًا رَأَيْنَاهُ دُونَ حَقِّنَا، فَرَدَدْنَاهُ عَلَيْهِ وَأَبَيْنَا أَنْ نَقْبَلَهُ.

ترجمہ یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ جنگ کے زمانہ میں نجدہ حروری نے ایک

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٣ ص ٢٨٤

[2] بنو المطلب اور بنو عبد المطلب کے درمیان فرق ظاہر ہے کہ عبد المطلب ہو ابن ہاشم، والمطلب ہو اخو ہاشم ١٢۔

شخص کو عبد اللہ بن عباس کے پاس یہ بات دریافت کرنے کیلئے (بھیجا کہ ذی القربیٰ کا حصہ آپ کے خیال میں کن لوگوں کو ملتا ہے؟ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے رشتہ داروں کو یہ حصہ ملا کرتا ہے حضور ﷺ ان کو یہ حصہ تقسیم فرماتے تھے...... پھر حضرت عمرؓ نے اس حصہ میں سے ہم کو اتنا عطا فرمایا جو ہمارے خیال میں ہمارے حق سے کم تھا اسلئے ہم نے حضرت عمرؓ کو یہ حصہ واپس کر دیا تھا اور ہم نے اس تھوڑے سے حصہ کو لینے سے انکار کر دیا تھا۔

تخریج صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٨١٢) سنن النسائي - قسم الفيء (٤١٣٣) سنن النسائي - قسم الفيء (٤١٣٤) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٨٢)

شرح الحدیث حروری یعنی خارجی اور یہ نجدۃ رئیس الخوارج تھا، عبد اللہ بن زبیرؓ کے قتال کے سال میں جب اس نے حج کیا تو حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک قاصد بھیج کر سہم ذوی القربیٰ کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کس کو ملنا چاہئے آپ کی رائے کیا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے اقرباء کے لئے جیسا کہ خود حضور ﷺ ان کا حصہ لگاتے تھے، آگے ابن عباسؓ فرمارہے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے اسی حصہ میں سے ہمیں کچھ پیش کیا تھا مگر ہم نے اس کو اپنے حق سے کم سمجھ کر اس کو رد کر دیا تھا۔

اس روایت سے ایک حیثیت سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے سہم ذوی القربیٰ کے سلسلہ میں وہ یہ کہ ان کا حق وحصہ عند الحاجة وبقدر الحاجة ہے تو حضرت عمرؓ نے بقدر الحاجة پیش فرمایا ہوگا، اور ابن عباسؓ کے طرز عمل سے شافعیہ وحنابلہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے جن کے نزدیک ان کا حصہ مطلقاً ہر صورت میں واجب ہے۔

یہ قتال ابن الزبیر کا واقعہ اور اس کا بیان کتاب الحج میں گذر چکا۔ والحديث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٢٩٨٣ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا، يَقُولُ: «وَلَّانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُمُسَ الْخُمُسِ»، فَوَضَعْتُهُ مَوَاضِعَهُ حَيَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَيَاةَ أَبِي بَكْرٍ، وَحَيَاةَ عُمَرَ، فَأُتِيَ بِمَالٍ فَدَعَانِي فَقَالَ: خُذْهُ، فَقُلْتُ: لَا أُرِيدُهُ، قَالَ: خُذْهُ فَأَنْتُمْ أَحَقُّ بِهِ، قُلْتُ: قَدِ اسْتَغْنَيْنَا عَنْهُ فَجَعَلَهُ فِي بَيْتِ الْمَالِ.

ترجمہ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں میں نے حضرت علیؓ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کے خمس کا پانچواں حصہ تقسیم کرنے کی ذمہ داری مجھے عطا فرمائی تھی پس حضور ﷺ اور ابو بکر وعمر کی زندگی میں میں نے اس حصہ کو اس کے مصارف میں تقسیم کر دیا تھا پھر حضرت عمرؓ کی آخری زندگی میں کچھ مال آیا۔ انہوں نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ یہ مال لے لو اور اس کو اس کے مصارف میں تقسیم کر دو تو میں نے حضرت عمر سے کہا کہ میں اس تقسیم کرنے کی ذمہ داری نہیں لینا چاہتا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ لوگ حصہ کو لے لیں کیونکہ آپ اسکے زیادہ حق دار ہیں تو

میں نے کہا ہم کو اس حصہ کی ضرورت نہیں رہی پس حضرت عمرؓ نے اس خمس کو بیت المال میں داخل فرمادیا۔

تخریج: سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۲۹۸۳) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۸۵/۱)

شرح الحدیث **حضرت علیؓ کی تولیۃ خمس الخمس میں**: اس حدیث میں یہ ہے کہ خمس غنیمت میں جو حصہ ذوی القربی کا ہے خمس الخمس، حضور ﷺ نے اس کو حضرت علیؓ کی تولیت میں دیدیا تھا یعنی ذوی القربی میں تقسیم کرنے کیلئے آپ کی حیات میں بھی ایسا ہی رہا اور حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کی حیات میں بھی، یعنی ان دونوں نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں علیؓ کی تولیت میں اسکو دے رکھا تھا، چنانچہ علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اس کو تقسیم کرتا رہا حضور ﷺ کی حیات میں بھی اور حضرات شیخین کی حیات میں بھی آگے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے مجھ کو بلایا اور مجھ سے فرمایا لو اپنا حصہ میں نے کہا کہ میرا ارادہ نہیں ہے لینے کا، انہوں نے دوبارہ فرمایا اس پر میں نے عرض کیا کہ اس سال ہمیں اس سے استغناء حاصل ہے، چنانچہ انہوں نے اس کو پھر بیت المال میں داخل کر دیا اس سے بھی مسلک احناف کی تائید ہوتی ہے کہ دیکھئے حضرت علیؓ نے عدم حاجت کے وقت اس کو نہیں لیا۔

تنبیہ: حضرت علیؓ کی اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت علیؓ کو اس ذوی القربی کے حصہ کی تولیت حضور ﷺ اور حضرات شیخین دونوں کی طرف سے ملی تھی، اور اس سے پہلے جبیر بن مطعمؓ کی دو روایتوں میں یہ گذر چکا کہ صدیق اکبرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ذوی القربی کو ان کا حصہ خمس میں نہیں دیا، فالحدیثان متعارضان، شیخ ابن الہمام نے اس تعارض کا جواب حافظ منذریؒ سے یہ نقل کیا ہے الصحیح حدیث جبیر وحدیث علی لا یصح پس صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ اور عمر فاروقؓ و عثمانؓ کی جانب سے تو علیؓ کو متولی بنایا گیا تھا صدیق اکبرؓ کی جانب سے نہیں بنایا گیا (بذل [1])۔

اس کے بعد والی روایت علیؓ میں بھی اسی طرح آرہا ہے اس کو بھی یہی کہا جائے گا، اور اس میں یہ بھی آرہا ہے کہ حَتَّى إِذَا كَانَتْ آخِرُ سَنَةٍ مِنْ سِنِي عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَإِنَّهُ أَتَاهُ مَالٌ كَثِيرٌ فَعَزَلَ حَقَّنَا، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقُلْتُ: بِنَا عَنْهُ الْعَامَ غِنًى وَبِالْمُسْلِمِينَ إِلَيْهِ حَاجَةٌ، یہ مضمون اس سے پہلی روایت میں بھی گذر چکا۔

آگے روایت میں یہ ہے: ثُمَّ لَمْ يَدْعُنِي إِلَيْهِ أَحَدٌ بَعْدَ عُمَرَ. فَلَقِيتُ الْعَبَّاسَ بَعْدَ مَا خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ. فَقَالَ: يَا عَلِيُّ، حَرَمْتَنَا الْغَدَاةَ شَيْئًا لَا يُرَدُّ عَلَيْنَا أَبَدًا، وَكَانَ رَجُلًا دَاهِيًا: حضرت علیؓ فرمار ہے ہیں کہ میرے ایک مرتبہ رد کرنے کے بعد پھر کسی نے مجھے اسکی طرف نہیں بلایا، حضرت عمرؓ کے بعد، آگے یہ بھی ہے کہ جب میں حضرت عمرؓ کی مجلس سے باہر نکل کر آیا تو میری ملاقات حضرت عباسؓ سے ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اے علی! آج تو تم نے ہمارے حصہ سے ہمیں محروم کر ڈالا، اب کبھی یہ نہیں ملے گا، حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ واقعی تھے حضرت عباسؓ بڑے فہیم اور تجربہ کار۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۳ ص ۲۸۶

٢٩٨٤ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْبَرِيدِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ، يَقُولُ: اجْتَمَعْتُ أَنَا وَالْعَبَّاسُ، وَفَاطِمَةُ، وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ رَأَيْتَ «أَنْ تُوَلِّيَنِي حَقَّنَا مِنْ هَذَا الْخُمُسِ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَأَقْسِمْهُ حَيَاتَكَ كَيْ لَا يُنَازِعَنِي أَحَدٌ بَعْدَكَ» ، فَافْعَلْ؟ قَالَ: فَفَعَلَ ذَلِكَ، قَالَ: فَقَسَمْتُهُ حَيَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ وَلَّانِيهِ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى إِذَا كَانَتْ آخِرُ سَنَةٍ مِنْ سِنِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَإِنَّهُ أَتَاهُ مَالٌ كَثِيرٌ فَعَزَلَ حَقَّنَا، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقُلْتُ: بِنَا عَنْهُ الْعَامَ غِنًى وَبِالْمُسْلِمِينَ إِلَيْهِ حَاجَةٌ فَارْدُدْهُ عَلَيْهِمْ فَرَدَّهُ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ لَمْ يَدْعُنِي إِلَيْهِ أَحَدٌ بَعْدَ عُمَرَ، فَلَقِيتُ الْعَبَّاسَ بَعْدَ مَا خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ، فَقَالَ: يَا عَلِيُّ، حَرَمْتَنَا الْغَدَاةَ شَيْئًا لَا يُرَدُّ عَلَيْنَا أَبَدًا، وَكَانَ رَجُلًا دَاهِيًا.

ترجمہ عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں اور حضرت عباس اور حضرت فاطمہ اور زید بن حارثہ خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر تھے تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ بہتر خیال فرماتے ہوں تو قرآن کریم میں مذکور اس خمس میں ہمارے حصہ اور حق کا آپ مجھے ذمہ دار بنادیں تو میں آپکی زندگی میں اس خمس کو اسکے مستحقین تک پہنچانے کی ذمہ داری ادا کروں تاکہ آپ کے بعد مجھ سے کوئی اس معاملے میں جھگڑا نہ کرے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پھر حضور ﷺ نے اس خمس کو اسکے مستحقین تک پہنچانے کی ذمہداری میرے سپرد فرما دی حضرت علی فرماتے ہیں کہ چنانچہ میں نے عہد نبوی میں اس خمس کو اس کے مستحقین میں تقسیم کر دیا پھر حضرت ابو بکرؓ نے مجھے اس خمس کی تقسیم کا ذمہ دار بنائے رکھا یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق کی خلافت کے سالوں میں سے جب آخری سال آیا تو انکے پاس بہت زیادہ مال آیا تو انہوں نے ہمارا حق الگ کر کے مجھے پیغام کہلوایا (کہ تم آکر اسکو اسکے مصارف میں تقسیم کردو) تو میں نے کہا کہ اس سال ہم اہل قرابت کو اس مال کی ضرورت نہیں ہے اور مسلمانوں کو اس مال کی طرف احتیاج ہے لہٰذا یہ مال مسلمانوں کے مصارف میں استعمال فرمادیجئے چنانچہ حضرت عمر نے یہ مال مسلمانوں کے مصارف میں خرچ فرمادئے پھر حضرت عمر فاروقؓ کے بعد کسی نے اس مال کی وصولی کیلئے ہمیں نہیں بلایا...... میں جب عمر کے پاس سے نکلا تو میری ملاقات حضرت عباسؓ سے ہوئی (حضرت عباسؓ کو میں نے یہ سارا واقعہ سنا دیا) تو حضرت عباسؓ نے فرمایا: اے علی! تم نے آج ہمیں ایسی نعمت سے محروم کر دیا یہ نعمت اب کبھی بھی ہمیں نہیں ملے گی اور حضرت عباسؓ بڑے سمجھدار تجربہ کار شخصیت تھے۔

تخریج سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٨٤) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٨٥/١)

٢٩٨٥ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ الْهَاشِمِيُّ، أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ بْنَ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ رَبِيعَةَ بْنَ الْحَارِثِ، وَعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَالَا لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ، وَلِلْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ: ائْتِيَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُولَا لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ،

قَدْ بَلَغْنَا مِنَ السِّنِّ مَا تَرَى، وَأَحْبَبْنَا أَنْ نَتَزَوَّجَ وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ، أَبَرُّ النَّاسِ، وَأَوْصَلُهُمْ، وَلَيْسَ عِنْدَ أَبَوَيْنَا مَا يُصْدِقَانِ عَنَّا، فَاسْتَعْمِلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ عَلَى الصَّدَقَاتِ، فَلْنُؤَدِّ إِلَيْكَ مَا يُؤَدِّي الْعُمَّالُ، وَلْنُصِبْ مَا كَانَ فِيهَا مِنْ مَرْفَقٍ، قَالَ: فَأَتَى عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَنَحْنُ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ، فَقَالَ لَنَا: رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا، وَاللهِ لَا نَسْتَعْمِلُ مِنْكُمْ أَحَدًا عَلَى الصَّدَقَةِ» ، فَقَالَ لَهُ رَبِيعَةُ، هَذَا مِنْ أَمْرِكَ قَدْ نِلْتَ صِهْرَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَحْسُدْكَ عَلَيْهِ، فَأَلْقَى عَلِيٌّ رِدَاءَهُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: أَنَا أَبُو حَسَنٍ الْقَرْمُ، وَاللهِ لَا أَرِيمُ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْكُمَا ابْنَاكُمَا بِجَوَابِ مَا بَعَثْتُمَا بِهِ، إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ: فَانْطَلَقْتُ أَنَا، وَالْفَضْلُ إِلَى بَابِ حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى نُوَافِقَ صَلَاةَ الظُّهْرِ قَدْ قَامَتْ فَصَلَّيْنَا مَعَ النَّاسِ، ثُمَّ أَسْرَعْتُ أَنَا، وَالْفَضْلُ إِلَى بَابِ حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُمْنَا بِالْبَابِ حَتَّى أَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ بِأُذُنِي وَأُذُنِ الْفَضْلِ، ثُمَّ قَالَ: «أَخْرِجَا مَا تُصَرِّرَانِ» ، ثُمَّ دَخَلَ فَأَذِنَ لِي وَلِلْفَضْلِ، فَدَخَلْنَا فَتَوَاكَلْنَا الْكَلَامَ قَلِيلًا، ثُمَّ كَلَّمْتُهُ - أَوْ كَلَّمَهُ الْفَضْلُ، قَدْ شَكَّ فِي ذَلِكَ عَبْدُ اللهِ - قَالَ: كَلَّمَهُ بِالْأَمْرِ الَّذِي أَمَرَنَا بِهِ أَبَوَانَا، فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً، وَرَفَعَ بَصَرَهُ قِبَلَ سَقْفِ الْبَيْتِ، حَتَّى طَالَ عَلَيْنَا أَنَّهُ لَا يَرْجِعُ إِلَيْنَا شَيْئًا، حَتَّى رَأَيْنَا زَيْنَبَ تَلْمَعُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ بِيَدِهَا، تُرِيدُ أَنْ لَا تَعْجَلَا، وَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَمْرِنَا، ثُمَّ خَفَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ، فَقَالَ لَنَا: «إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَةَ، إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ، وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ، ادْعُوا لِي نَوْفَلَ بْنَ الْحَارِثِ» ، فَدُعِيَ لَهُ نَوْفَلُ بْنُ الْحَارِثِ، فَقَالَ: «يَا نَوْفَلُ، أَنْكِحْ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ» ، فَأَنْكَحَنِي نَوْفَلُ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ادْعُوا لِي مَحْمِئَةَ بْنَ جَزْءٍ» وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُبَيْدٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى الْأَخْمَاسِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَحْمِئَةَ: «أَنْكِحِ الْفَضْلَ» فَأَنْكَحَهُ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قُمْ فَأَصْدِقْ عَنْهُمَا مِنَ الْخُمُسِ كَذَا وَكَذَا» لَمْ يُسَمِّهِ لِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ.

ترجمہ عبد اللہ بن حارث بن نوفل ہاشمی کہتے ہیں کہ عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب نے انکو بتلایا کہ ان کے والد ربیعہ بن حارث اور عباس بن عبد المطلب نے عبد المطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ اے اللہ کے رسول ہم جس عمر کو پہنچ گئے ہیں وہ آپ دیکھ رہے ہیں اور ہم شادی کرنا چاہتے ہیں اور اے اللہ کے رسول آپ تمام موقوں میں سے سے زیادہ احسان کرنے والے اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں........ ہم دونوں کے والدوں کے پاس اس قدر رقم نہیں ہے جس سے وہ ہماری طرف سے ہمارا مہر ادا کر سکیں لہٰذا آپ اے اللہ کے رسول ہم دونوں کو زکوۃ اور صدقات کی وصولی کرنے کی ذمہ داری دیدیجئے ہم آپ کو دیگر زکوۃ وصول کرنے والوں کی طرح صدقات اور زکوۃ کا مال لاکر دینگے اور ان صدقات اور زکوۃ کی وصولی کی اجرت ہم وصول کرینگے

عبد المطلب بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ہم جس وقت یہ گفتگو کر رہے تھے تو حضرت علیؓ تشریف لائے اور کہنے لگے خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ تم میں سے کسی کو صدقات کی وصولی کیلئے عامل نہیں بنائیں گے تو ربیعہ نے کہا کہ تم یہ بات اپنے حسد کی وجہ سے کر رہے ہو تمہیں رسول اللہ ﷺ کے داماد ہونے کا شرف ملا لیکن ہم نے اس بات پر تم سے حسد نہیں کیا اس پر حضرت علیؓ نے اپنے جسم کی چادر اتار دی اور اسکو بچھا کر اسپر لیٹ گئے اور فرمایا میں ابو حسن بہادر ہوں خدا کی قسم میں یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک کہ تم دونوں کے بیٹے رسول اللہ ﷺ کے پاس سے تمہارے بھیجے ہوئے سوال کا جواب نہ لے آئیں..... عبد المطلب کہتے ہیں کہ میں اور فضل خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو ہم ایسے وقت میں پہنچے کہ رسول اللہ ﷺ کی ظہر کی نماز کھڑی ہو چکی تھی تو ہم نے دیگر لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی پھر میں اور فضل نبی اکرم ﷺ کے حجرہ کے دروازے کی طرف تیزی سے لپکے اس دن حضور ﷺ کی باری حضرت زینب بنت جحش کے یہاں تھی، چنانچہ ہم دروازے پر کھڑے ہو گئے یہاں تک رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ نے (بطور شفقت) میرا اور فضل کا کان پکڑا پھر فرمایا تم دونوں نے اپنے سینوں میں جو جمع کر رکھا ہے اور چھپایا ہوا ہے اسکو ظاہر کرو پھر آپ حجرہ کے اندر تشریف لے گئے اور مجھے اور فضل کو اندر آنے کی اجازت دی چنانچہ ہم اندر داخل ہو گئے تو ہم میں سے ہر ایک دوسرے کو اپنا مقصد پیش کرنے کو کہا تھوڑی دیر ایسے ہی گزری پھر میں نے حضور ﷺ سے بات کی یا فضل نے بات کی زہری کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن حارث کو اس میں شک ہے راوی کہتا ہے کہ ہمارے والدوں نے ہمیں جو بات کرنے کی کہی تھیں وہ بات فضل نے رسول اللہ ﷺ سے کی پھر رسول اللہ ﷺ کچھ دیر کیلئے خاموش ہو گئے اور آپ نے اپنے گھر کی چھت کی جانب اپنی نگاہ کو بلند کیا کافی دیر تک اس طرح فرمایا یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہماری بات کا کوئی جواب نہیں دینگے پھر ہم نے حضرت زینب ام المؤمنین کو دیکھا کہ وہ پردے کے پیچھے سے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے ہمیں سمجھا رہی تھیں کہ تم دونوں جلدی مت کرو اور حضور ﷺ ہمارے اس معاملے میں سوچ وبچار فرما رہے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر کو جھکا لیا اور ہم سے ارشاد فرمایا: بیشک یہ صدقے کا مال لوگوں کی ہاتھ کا میل کچیل ہے اور یہ مال محمد ﷺ اور انکے رشتہ داروں کیلئے کھانا حلال نہیں...... میرے پاس نوفل بن حارث کو بلاؤ چنانچہ آپ ﷺ کی خدمت میں نوفل بن حارث کو بلایا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے نوفل عبد المطلب کا نکاح (اپنی بیٹی سے) کر دو تو نوفل نے میرا نکاح کر دیا پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس محمیہ بن جزء کو بلاؤ...... یہ بنو زبید قبیلے کے ایک شخص تھے رسول اللہ ﷺ نے انکو مال غنیمت کے خمس کی تقسیم کا ذمہ دار بنایا ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے محمیہ سے فرمایا تم فضل کا نکاح (اپنی بیٹی سے) کر دو تو محمیہ نے فضل کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دیا پھر حضور ﷺ نے محمیہ سے فرمایا کھڑے ہو اور ان دونوں کا مہر خمس کے مال میں سے اتنا اتنا ادا کرو...... عبد اللہ بن حارث نے مجھے مہر کی مقدار نہیں بتلائی (یہ زہری کا مقولہ ہے)۔

تخريج: صحيح مسلم - الزكاة (١٠٧٢) سنن النسائي - الزكاة (٢٦٠٩) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٨٥) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٦٦/٤)

شرح الحديث **حدیث میں شادیوں کے مسائل سے متعلق ایک دلچسپ واقعہ:** یہ حدیث طویل ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ربیعہ بن الحارث کے بیٹے عبد المطلب کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ ربیعہ نے، اور فضل بن عباس سے ان کے والد عباس نے یہ کہا کہ جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور جا کر عرض کرنا کہ یا رسول اللہ! ہم دونوں کی جو عمر ہو گئی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں (یعنی شادی کے قابل ہو چکے ہیں) اور اب ہم شادی کرنا چاہتے ہیں اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ احسان اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں، اور ہم دونوں کے باپوں کے پاس اتنا نہیں ہے کہ وہ ہماری طرف سے مہر کا انتظام کر سکیں لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کو صدقات وصول کرنے پر عامل بنا لیجئے جس طرح عمال اموال زکاۃ لا کر آپ کو پہنچاتے ہیں اسی طرح ہم بھی پہنچائیں گے، اور جو کچھ ہمارا حق ہو گا وہ ہمیں مل جایا کرے گا یعنی عامل کی تنخواہ اور وظیفہ، یہ ربیعہ جن کے بیٹے عبد المطلب ہیں آپ کے چچازاد بھائی ہیں اور حضرت عباسؓ کا آپ کا چچا ہونا تو مشہور ہی ہے تو گویا یہ عبد المطلب آپ کے چچازاد بھائی کے بیٹے ہوئے اور فضل چچازاد بھائی یہ قصہ ان دو ہی سے متعلق ہے، آگے روایت میں ہے۔ عبد المطلب کہتے ہیں کہ جس مجلس میں ہماری یہ گفتگو اور مشورہ ہو رہا تھا وہاں علیؓ بن ابی طالب اتفاق سے پہنچ گئے (جب ان کے علم میں وہ بات آئی جو یہاں مجلس میں چل رہی تھی) تو اس پر وہ فرمانے لگے بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی کو عامل علی الصدقہ نہیں بنائیں گے اس پر عبد المطلب کے والد ربیعہ بولے کہ تم کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی ملی ہے ہم نے تو تم سے اس پر کبھی حسد کیا نہیں (مطلب یہ کہ پھر تمہیں کیوں ہمارے اس مشورہ سے پریشانی اور جلن ہو رہی ہے)۔

فَأَلْقَى عَلِيٌّ رِدَاءَهُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: أَنَا أَبُو حَسَنٍ الْقَرْمُ: یعنی حضرت علیؓ کو بھی ربیعہ کا یہ جملہ سن کر طیش آ گیا اور اپنی چادر جو اوڑھ رہے تھے اس کو بچھا کر اس پر لیٹ گئے اور لیٹتے وقت فرمایا (لو میں بھی کہیں نہیں جاتا)۔

میں بھی اپنے نام کا ابو حسن بہادر ہوں، واللہ میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا جب تک تم دونوں کے بیٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب لے کر نہ آجائیں (حور بمعنی جواب) عبد المطلب کہتے ہیں کہ میں اور فضل دونوں مشورہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چل دیئے، جب ہم وہاں پہنچے تو ظہر کی نماز کھڑی ہو چکی تھی، ہم نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر میں اور فضل دونوں باب حجرہ کی طرف گئے، اس دن حضرت زینبؓ کی باری تھی اسلئے آپ ان کے یہاں تھے، غرض یہ کہ ہم آپ سے پہلے ہی دروازہ پر جا کر کھڑے ہو گئے، تھوڑی دیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، اور ہم دونوں میں سے ہر ایک کا کان پکڑ کر فرمایا کہ اپنے جی کی بات بتاؤ کہ کیا ہے (ہم خاموش رہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور اندر پہنچ کر ہم دونوں کو بھی اندر آنے کی اجازت دیدی، ہم اندر چلے گئے ہم دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے کو کہتا، غرض یہ کہ

ہم دونوں میں سے کسی ایک نے راوی کو تعیین میں شک ہو رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہی بات رکھی جس کا ہمارے باپوں نے حکم کیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری بات سن کر خاموش رہے اور اپنی نگاہ چھت کی طرف اٹھائے رہے (جیسے بعض مرتبہ سوچ میں آدمی کرتا ہے) جس میں کافی دیر ہو گئی، ہم سمجھے شاید کچھ جواب نہیں ملے گا (ہم کچھ مایوس سے ہوئے) یہاں تک کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہم نے دیکھا جو ہمارے سامنے کی جانب میں پس پردہ تھیں وہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرنے لگیں جس کا مفہوم یہ تھا کہ جلدی نہ کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ہی مسئلہ کا حل سوچ رہے ہیں، پھر کافی دیر بعد آپ نے سر اوپر سے نیچے کی طرف کیا اور فرمایا کہ ارے بھائی یہ صدقہ کا مال لوگوں کا میل کچیل ہے یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے حلال نہیں (پھر آپ نے ان کے مسئلہ کا جو حل سوچا تھا اس کو فرمایا) اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نوفل بن الحارث کو بلاؤ، پس نوفل سے آپ نے فرمایا کہ عبد المطلب کا نکاح کر دو، نوفل نے میرا نکاح کر دیا، اور فرمایا بلاؤ میرے پاس مَحْمِیَہ بن جزء کو، راوی کہتا ہے کہ یہ محمیہ آپ کی جانب سے اخماس کے منتظم تھے، تو آپ نے فرمایا محمیہ سے کہ فضل کی شادی کر دو اور پھر عالی سے یہ فرمایا کہ ان دونوں کی جانب سے خمس میں سے مہر ادا کر دو۔

یہ جو اس حدیث کا آخری جملہ ہے أَصْدِقْ عَنْهُمَا مِنَ الْخُمُسِ، اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہو رہا ہے، ایسے موقع پر شراح لکھا کرتے ہیں فیہ الترجمہ، مصنف کی غرض اس قصہ کو یہاں بیان کرنے سے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خمس میں سے اپنے ذوی القربی کا حصہ نکالتے تھے، کیونکہ عبد المطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس دونوں ذوی القربی میں سے ہیں، اس قصہ سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ بیاہ شادی میں زیادہ فکر کی چیز وہ بس مہر (اور نفقہ) کا مسئلہ ہے اور تیسری چیز ولیمہ ہے جس کا ذکر آگے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصہ میں آرہا ہے دوسرے لوازمات فضول ہیں۔ والحديث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٢٩٨٦ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: «كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَعْطَانِي شَارِفًا مِنَ الْخُمُسِ يَوْمَئِذٍ»، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعٍ أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِي، فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ، أَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِينَ فَأَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيمَةِ عُرْسِي، فَبَيْنَا أَنَا أَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مَتَاعًا مِنَ الْأَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ، وَشَارِفَايَ مُنَاخَانِ إِلَى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، أَقْبَلْتُ حِينَ جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ، فَإِذَا بِشَارِفَيَّ قَدِ اجْتُبَّتْ أَسْنِمَتُهُمَا، وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا، وَأُخِذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِينَ رَأَيْتُ ذَلِكَ الْمَنْظَرَ، فَقُلْتُ: مَنْ فَعَلَ هَذَا؟ قَالُوا: فَعَلَهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَهُوَ فِي هَذَا الْبَيْتِ فِي شَرْبٍ مِنَ الْأَنْصَارِ غَنَّتْهُ قَيْنَةٌ وَأَصْحَابَهُ، فَقَالَتْ: فِي غِنَائِهَا:

[البحر الوافر]

أَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ

نَوَثَبَ إِلَى السَّيْفِ فَاجْتَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا، وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَأَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا. قَالَ عَلِيٌّ: فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، قَالَ: فَعَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لَقِيتُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا لَكَ؟» قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ، عَدَا حَمْزَةُ عَلَى نَاقَتَيَّ، فَاجْتَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا، وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، وَهَا هُوَ ذَا فِي بَيْتٍ مَعَهُ شَرْبٌ، فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِهِ فَارْتَدَاهُ، ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي، وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، حَتَّى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةُ، فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لَهُ، فَإِذَا هُمْ شَرْبٌ فَطَفِقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُومُ حَمْزَةَ فِيمَا فَعَلَ، فَإِذَا حَمْزَةُ، ثَمِلٌ مُحْمَرَّةٌ عَيْنَاهُ، فَنَظَرَ حَمْزَةُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى سُرَّتِهِ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى وَجْهِهِ، ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ: وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبِي، فَعَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ ثَمِلٌ فَنَكَصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرَى فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ.

ترجمہ حسین بن علی نے بیان کیا کہ علی بن ابی طالب نے فرمایا کہ غزوہ بدر کے دن کے مال غنیمت میں میرے حصے کی ایک عمر رسیدہ اونٹنی میرے پاس تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اسی بدر والے دن خمس میں سے ایک عمر رسیدہ اونٹنی مجھے عطاء فرمائی تھی (یہ دوسری اونٹنی تھی) پھر جب میں نے ارادہ کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی فاطمہ الزہراء کو رخصتی کرکے اپنے گھر لاؤں تو میں نے ایک سنہار سے جسکا تعلق یہود کے قبیلہ بن قینقاع سے تھا...... سے یہ وعدہ لیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اذخر جڑی بوٹی لیکر آئیں تاکہ ہم اسکو سنہاروں کو بیچ دیں اور اسکے ذریعے میں اپنی دلہن کے ولیمہ کرنے میں مدد حاصل کروں پس اسی دوران کہ جب میں اپنی دونوں اونٹنیوں کیلئے سامان جمع کر رہا تھا پالان، تھیلے (بورے)، رسیاں...... اور میری دونوں اونٹنیاں ایک انصاری شخص کے گھر کے ایک کنارے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب میں اپنا سامان جمع کرکے واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ میری دونوں اونٹنیوں کی کوہانیں کاٹ دی گئی ہیں اور انکے پہلوؤں سے گوشت نکال لیا گیا اور ان دونوں اونٹنوں کی کلیجیاں نکال دی گئیں۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو مجھے اپنے اوپر قابو نہ رہا (میں رونے لگا) میں نے پوچھا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ حمزہ بن عبد المطلب نے یہ کام کیا ہے اور حمزہ اُس گھر میں انصار کی ایک جماعت کے ساتھ شراب نوشی میں مصروف ہیں...... حضرت حمزہ اور انکے ساتھیوں کو ایک گانا گانے والی باندی نے گانا سناتے ہوئے یہ اشعار سنائے...... اے حمزہ دیکھو جوان اور فربہ اونٹنیاں ہیں (یہ اونٹنیاں گھر کے سامنے بندھی ہوئی ہیں تو حضرت حمزہ اپنی تلوار کی طرف لپکے اور انہوں نے ان دونوں اونٹنیوں کی کوہان کاٹ کر اور ان کے پہلوؤں کے گوشت کو کاٹ کر ان دونوں کی کلیجیاں نکال ڈالیں...... حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے چلا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے پاس زید بن حارثہ بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے میری پریشانی کو پہچان لیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ حضرت علی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے آج کے دن کی

طرح سخت دن نہیں دیکھا...... حمزہ نے میری دونوں اونٹنیوں پر حملہ کر کے ان کی کوہانیں کاٹ دیں اور انکے پہلوؤں کا گوشت لے لیا اور وہ اس گھر میں ہیں انکے ساتھ شراب پینے والے لوگوں کی ایک جماعت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر منگوا کر اس چادر کو اوڑھا پھر آپ چلنے لگے میں اور زید بن حارثہ آپکے پیچھے پیچھے تھے یہاں تک کہ آپ اس گھر پر پہنچ گئے جس میں حمزہ موجود تھے۔ پس حضور ﷺ نے گھر میں آنے کی اجازت طلب کی تو آپکو اجازت دیدی گئی گھر کے اندر کچھ لوگ شراب پی رہے تھے تو حضور ﷺ نے حضرت حمزہ کو انکے اس فعل پر ملامت کرنی شروع کر دی...... حضرت حمزہ تو نشہ میں تھے انکی دونوں آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ تو نبی اکرم ﷺ کی طرف حضرت حمزہ نے نظر اٹھائی پھر نبی اکرم ﷺ کے گھٹنے پر نظر ڈالی پھر دوبارہ نظر اٹھا کر حضور ﷺ کی ناف پر نظر ڈالتے رہے پھر تیسری دفعہ حضرت حمزہ نے اور اوپر نظر اٹھا کر حضور ﷺ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالی پھر حضرت حمزہؓ نے کہا کہ تم لوگ میرے باپ کے غلام ہی تو ہو۔ تو نبی اکرم ﷺ نے پہچان لیا کہ حضرت حمزہؓ نشہ میں ہیں تو نبی اکرم ﷺ اُلٹے پاؤں واپس لوٹ آئے اور وہاں سے باہر تشریف لے آئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ باہر نکل آئے۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (١٩٨٣) صحيح البخاري - المساقاة (٢٢٤٦) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٢٥) صحيح البخاري - المغازي (٣٧٨١) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٥٧) صحيح مسلم - الأشربة (١٩٧٩) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٨٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٤٢)

شرح الحديث **حضرت علیؓ کے ولیمہ سے متعلق ایک واقعہ**: یہ بھی ایک طویل قصہ ہے اسی قسم کا وہ یہ کہ حسین بن علی فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ میری ملک میں ایک جوان اونٹنی تھی جو جنگ بدر کے مال غنیمت میں سے مجھے ملی تھی اور ایک ایسی ہی اونٹنی اور تھی جو آپ نے مجھ کو حصہ، خمس میں سے دی تھی (ترجمۃ الباب تو اسی سے ثابت ہو گیا آگے مصنف قصہ کی تکمیل کرتے ہیں) جب میرا ارادہ ہوا فاطمہ کو نکاح کے بعد اپنے یہاں لانے کا (جس کو رخصتی کہتے ہیں) تو ولیمہ کی تیاری میں میں نے یہ منصوبہ بنایا جس کو آگے بیان کر رہے ہیں، وہ یہ کہ میں نے ایک صواغ یعنی زرگر سے یہ وعدہ لیا کہ وہ میرے ساتھ جنگل جائے تاکہ ہم وہاں سے اذخر جمع کر کے لائیں اور صواغین کے ہاتھ اسکو فروخت کریں تاکہ اس کی آمدنی سے ولیمہ کا بندوبست ہو سکے، چنانچہ میں نے ایسا کیا کہ ان دونوں اونٹنیوں کو ایک انصاری کے گھر کے سامنے لا کر بٹھا دیا اور خود میں ان اونٹنیوں پر باندھنے کیلئے پالان تھیلے اور رسیاں وغیرہ جمع کرنے کے لئے چلا گیا جب میں وہ سب چیزیں جمع کر کے لایا تو دیکھتا کیا ہوں کہ میری ان دونوں اونٹنیوں کے کوہان کاٹ لئے گئے اور ان کے پہلوؤں سے گوشت بھی کاٹ لیا گیا، اور ان کی کلیجیاں نکال لی گئیں، مجھے یہ منظر دیکھ کر بے اختیار رونا آگیا پھر میں نے پوچھا لوگوں سے کہ ایسا کس نے کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حمزہ بن عبد المطلب نے کیا ہے، اور سامنے ایک گھر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ اس میں ہیں بہت سے شراب پینے

والوں کے ساتھ، اس مجلس میں ایک گانے والی نے ان کے اور ان کے اصحاب کے سامنے اپنے غناء میں یہ شعر پڑھ دیا:

ع أَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ وَهُنَّ مُعَقَّلَاتٌ بِالْفِنَاءِ

ضَعِ السِّكِّينَ فِي اللَّبَّاتِ مِنْهَا وَضَرِّجْهُنَّ حَمْزَةُ بِالدِّمَاءِ

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے حمزہ دیکھو یہ سامنے جوان اور فربہ اونٹنیاں ہیں جو گھر کے سامنے بندھی ہوئی ہیں ان کے گلوں پر چھری چلاؤ اور ان کو خون میں لت پت کر دو، شُرُف جمع ہے شارف کی بمعنی جوان اونٹنی اور نِواء جمع ہے ناویہ کی یعنی فربہ، حضرت حمزہ گانے والی کا یہ شعر سن کر اپنی تلوار کی طرف لپکے اور یہ سب کام کر گذرے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ سن کر میں حضور ﷺ کی خدمت میں گیا اس وقت آپ ﷺ کے پاس حضرت زید بن حارثہؓ تھے آپ نے میرے چہرہ کو دیکھ کر اندازہ لگا لیا میری پریشانی کا اور پوچھا کہ کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج جیسا ناگوار منظر میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا اور سارا واقعہ بیان کیا، اور میں نے یہ بھی بتلا دیا کہ وہ ایک گھر میں مجلس ہو رہی ہے شراب نوشی کی اس میں ہیں (تحریم خمر سے پہلے کا واقعہ ہے) اس پر حضور ﷺ نے اپنی چادر منگائی اور اس کو اوڑھ کر چلدیئے میں اور زید آپ کے پیچھے پیچھے، یہاں تک کہ آپ ﷺ اس گھر تک پہنچے جس میں حمزہ تھے آپ استیذان کے بعد اندر داخل ہوئے جہاں سب لوگ موجود تھے آپ ﷺ حمزہ کو ملامت کرنے لگے ان کی اس حرکت پر حمزہ کا حال یہ تھا کہ وہ شراب کے نشہ میں مست تھے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، اب حمزہ نے حضور ﷺ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھنا شروع کیا، اور نشہ کے ایک خاص انداز میں پہلے تو حضور ﷺ کے پاؤں کیطرف گھورتے رہے کچھ دیر بعد نظر ذرا اوپر اٹھائی اور آپ ﷺ کے گھٹنوں کو گھورتے رہے، پھر نظر کچھ اور اوپر اٹھائی آپ کی ناف کے قریب تک، وہاں گھورتے رہے، اسی طرح پھر چہرہ کو گھورتے رہے یہ گھورنا تو بالکل خاموشی کے ساتھ رہا اور پھر اخیر میں بولے تیز لہجے میں وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبِي کہ ارے تم سب میرے باپ کے غلام ہی تو ہو (چونکہ حمزہ کے باپ حضور ﷺ کے بھی اور علیؓ کے بھی دادا اور بڑے تھے اور گویا سردار تھے اور حمزہ ان سے بہ نسبت ان دو کے زیادہ قریب تھے اسلئے بطور فخر یہ جملہ کہا) علیؓ کہتے ہیں حضور ﷺ سمجھ گئے کہ یہ تو مست ہیں (اور معاملہ گڑ بڑ ہے) اسلئے حضور ﷺ الٹے پیروں لوٹ گئے (تاکہ کہیں دست درازی نہ کر بیٹھیں) اور غرض یہ کہ آپ ﷺ وہاں سے نکل آئے اور ہم سب بھی آپ کے ساتھ۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم، قاله المنذري۔

یہ قصہ ہمارے لئے بڑا قابل عبرت ہے کہ دو جہان کے سردار کی صاحبزادی کی رخصتی ہو رہی ہو جس کے ولیمہ کے انتظام کیلئے آپ ﷺ کے داماد محترم جنگل سے گھاس اکٹھا کرتے پھریں، اور اس میں بھی پھر حسب منشاء کامیابی نہ ہو۔

۲۹۸۷ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عُقْبَةَ الْحَضْرَمِيُّ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْحَسَنِ الضَّمْرِيِّ، أَنَّ أُمَّ الْحَكَمِ، أَوْ ضُبَاعَةَ ابْنَتَيِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، حَدَّثَتْهُ عَنْ إِحْدَاهُمَا، أَنَّهَا قَالَتْ: أَصَابَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيًا، فَذَهَبْتُ أَنَا وَأُخْتِي، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَحْنُ فِيهِ، وَسَأَلْنَاهُ أَنْ يَأْمُرَ لَنَا بِشَيْءٍ مِنَ السَّبْيِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَبَقَكُنَّ يَتَامَى بَدْرٍ، لَكِنْ سَأَدُلُّكُنَّ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ لَكُنَّ مِنْ ذَلِكَ: تُكَبِّرْنَ اللهَ عَلَى إِثْرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَكْبِيرَةً، وَثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَسْبِيحَةً، وَثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَحْمِيدَةً، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ". قَالَ عَيَّاشٌ: وَهُمَا ابْنَتَا عَمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ فضل بن حسن ضمری کہتے ہیں کہ زبیر بن عبد المطلب کی دو صاحبزادیوں ام الحکم یا ضباعہ میں سے کسی ایک سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چند قیدی آئے تو میں اور میری بہن اور حضرت فاطمۃ الزہراء صاحبزادی رسول ﷺ تینوں نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اپنی اس مشقت اور تکالیف کو بیان کیا جو ہم گھر کے کام کاج میں اٹھاتے ہیں اور ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے لئے بھی کسی قیدی (باندی) کے دینے کا حکم ارشاد فرمائیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بدر کے یتیم تم سے زیادہ مستحق ہیں وہ تم سے سبقت لے جاچکے لیکن میں تمہیں ایسا وظیفہ بتلاتا ہوں جو تمہارے لئے اس مطالبہ سے زیادہ بہتر ہے۔ تم ہر نماز کے بعد تینتیس دفعہ اللہ اکبر اور تینتیس دفعہ الحمد للہ اور تینتیس دفعہ سبحان اللہ پڑھو اور ایک دفعہ چوتھا کلمہ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھو۔ عیاش بن عقبیہ کہتے ہیں: ام الحکم اور ضباعہ نبیٔ اکرم ﷺ کی چچازاد بہنیں ہیں۔

شرح الحدیث **تحقیق سند:** یہ سند محتاج تحقیق و تفتیش ہے یہاں نسخے مختلف ہیں چنانچہ دو اختلاف دیکھنے میں آئے، ہمارے اس نسخے میں أَنَّ أُمَّ الْحَكَمِ، أَوْ ضُبَاعَةَ ہے اور ابن داسہ کے نسخہ میں (کما فی تعلیق الشیخ محمد عوامہ) اس کے بجائے أن ابن أم الحكم أو ضباعة ہے، اور دوسرا اختلاف اس کے بعد لفظ حَدَّثَتْهُ میں ہے ہمارے اس نسخہ میں بصیغہ مؤنث ہے اور ایک دوسرے نسخہ میں کما علی الهامش "حدثه" بصیغہ مذکر ہے، یہ روایت ابوداؤد میں مکرر ہے دوبارہ مصنف اس حدیث کو کتاب الأدب باب في التسبيح عند النوم میں بھی لائے ہیں بعینہٖ اسی سند سے لیکن وہاں ابن داسہ کے نسخہ کی طرح ہے، أَنَّ ابْنَ أُمِّ الْحَكَمِ، أَوْ ضُبَاعَةَ ابْنَتَيِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، عَنْ إِحْدَاهُمَا[1]، اور "تهذيب الكمال[2]" میں حافظ مزی نے اپنی سند سے اس حدیث کو جب ذکر کیا تو اس میں بھی اسی طرح ہے، لہذا ترجیح ابن داسہ والے نسخہ کی روایت کو ہو گی اور اس صورت میں سند کا مطلب یہ ہو گا، فضل بن الحسن کہتے ہے کہ مجھ سے ام الحکم کے بیٹے یا ضباعہ کے بیٹے نے بیان کیا، ان دونوں (ام الحکم وضباعہ) میں سے کسی ایک سے روایت کرتے[3] ہوئے، اور ہمارے موجودہ نسخہ کی صورت میں سند کا مفہوم یہ ہو گا کہ فضل بن الحسن کہتے ہیں

[1] سنن أبي داود - كتاب الأدب - باب في التسبيح عند النوم ٥٠٦٦
[2] تهذيب الكمال في أسماء الرجال - ج ٢٣ ص ١٩٥
[3] لہذا راوی بیٹا ہوا اور مروی عنہ اس کی ماں یا خالہ ١٢۔

کہ مجھ سے ام الحکم یاضباعۃ کسی ایک نے روایت کیا دوسری سے، یعنی فضل کو شک ہو رہا ہے کہ میرا استاد اس حدیث میں ام الحکم ہے یاضباعۃ اور بہر صورت ان میں سے ایک دوسری سے روایت کر رہی ہے، چونکہ صاحب عون المعبود کا بھی نسخہ یہی ہے اس لئے انہوں نے سند کی شرح اسی طرح کی ہے، لیکن اس نسخہ کو اگر اختیار کیا جائے تو اس میں معنی کے لحاظ سے یہ اشکال ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانے والی یہ دونوں بہنیں تھیں جیسا کہ روایت میں تصریح ہے: فَذَهَبْتُ أَنَا وَأُخْتِي، تو پھر ایک کے دوسرے سے روایت کرنے کی کیا وجہ؟ دونوں صاحب واقعہ ہیں نیز کتب رجال سے بھی ان میں سے ایک کا دوسری سے روایت کرنا ثابت نہیں، کما فی البذل [1]، بخلاف نسخہ ثانیہ کے کہ وہ اس اشکال سے محفوظ ہے مگر حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے حاشیہ میں ہمارے موجودہ نسخہ کی سند کی اس طرح توجیہ وتاویل فرمائی ہے جس پر یہ اشکال وارد نہیں ہوتا، حضرت شیخ الہندؒ کی تاویل کا حاصل یہ ہے کہ عن احدٰ اهما بطور لب لباب کے بدل واقع ہو رہا ہے اپنے سابق سے کہ فضل بن الحسن روایت کرتے ہیں ان دو عورتوں میں سے کسی ایک سے، بدل قرار دینے کی صورت میں اوپر والا اشکال پیدا نہیں ہوتا ہمارے حضرت سہارنپوری نے سند کا مفہوم تو یہی متعین فرمایا ہے جو نسخہ ابن داسہ والی سند کا ہے مگر اس میں یہ توضیح وتشریح نہیں ہے کہ ہماری یہ سند محتاج تاویل ہے یا نہیں، بلکہ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہمارے نسخہ کی عبارت کا مفہوم بھی وہی ہے جو دوسرے نسخہ کی عبارت کا ہے، والامر کمافی حاشیۃ شیخ الھند رحمہ اللہ تعالی، وھذا اجھد المقل فی شرح ھذا السند واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

مضمون حدیث واضح ہے کہ یہ دونوں اور تیسری حضرت فاطمہؓ خمس غنیمت میں سے خادم طلب کرنے کیلئے گئی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر فرمادیا سَبَقَكُنَّ يَتَامَى بَدْرٍ کہ یتامی بدر تم سے پہلے چونکہ طلب کرنے آگئے تھے اسلئے سارے غلام ان کو دیدیئے گئے اور یا مطلب یہ ہے کہ یتامی بدر استحقاق کے اعتبار سے تم پر مقدم اور راجح تھے اسلئے انکو دے دیا یا دیا جائے گا، اس صورت میں حدیث حنفیہ کی مؤید ہو سکتی ہے کہ وہ اس مسئلہ میں ذوی القربی کے حق کا مدار افتقار اور احتیاج پر رکھتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کی دلجوئی اور تلافی میں خادم کا بدل، یعنی بدل معنوی تجویز فرمایا جو تسبیح فاطمہ کے نام سے معروف ہے۔

٢٩٨٨ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ سَعِيدٍ يَعْنِي الْجُرَيْرِيَّ، عَنْ أَبِي الْوَرْدِ، عَنِ ابْنِ أَعْبُدَ، قَالَ: قَالَ لِي عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَلَا أُحَدِّثُكَ عَنِّي، وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ مِنْ أَحَبِّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: إِنَّهَا جَرَّتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَ فِي يَدِهَا، وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَ فِي نَحْرِهَا، وَكَنَسَتِ الْبَيْتَ حَتَّى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدَمٌ، فَقُلْتُ: لَوْ أَتَيْتِ أَبَاكِ فَسَأَلْتِيهِ خَادِمًا، فَأَتَتْهُ فَوَجَدَتْ عِنْدَهُ حُدَّاثًا فَرَجَعَتْ، فَأَتَاهَا مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ: «مَا كَانَ حَاجَتُكِ؟» فَسَكَتَتْ، فَقُلْتُ: أَنَا أُحَدِّثُكَ يَا رَسُولَ اللهِ، جَرَّتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَتْ فِي يَدِهَا، وَحَمَلَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَتْ فِي نَحْرِهَا، فَلَمَّا أَنْ جَاءَكَ الْخَدَمُ أَمَرْتُهَا أَنْ تَأْتِيَكَ فَتَسْتَخْدِمَكَ خَادِمًا يَقِيهَا حَرَّ مَا هِيَ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٣ ص ٣٠١

فِيهِ، قَالَ: «اتَّقِي اللهَ يَا فَاطِمَةُ، وَأَدِّي فَرِيضَةَ رَبِّكِ، وَاعْمَلِي عَمَلَ أَهْلِكِ، فَإِذَا أَخَذْتِ مَضْجَعَكِ فَسَبِّحِي ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَاحْمَدِي ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَكَبِّرِي أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ، فَتِلْكَ مِائَةٌ، فَهِيَ خَيْرٌ لَكِ مِنْ خَادِمٍ» قَالَتْ: رَضِيتُ عَنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَعَنْ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: ابن اعبد کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں اپنا اور رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی فاطمہؓ کا واقعہ نہ بتلاؤں؟ فاطمۃ الزہراء نبی اکرام ﷺ کے اہل خانہ میں آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں؟ تو میں نے کہا کہ یہ واقعہ مجھے ضرور بتلایئے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ چکی پیسنے کی وجہ سے حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے تھے اور مشکیزہ میں پانی بھر بھر کر اٹھا کر لانے سے انکے سینہ پر نشانات پڑ گئے تھے اور حضرت فاطمہؓ کے اپنے گھر کی جھاڑو دینے کے سبب انکے کپڑے غبار آلود ہو گئے تھے........ تو نبی اکرم ﷺ کے پاس کچھ قیدی لائے گئے تو میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ آپ اپنے والد محترم کے پاس جا کر ان سے ایک خدمت گزار مانگ لیں چنانچہ حضرت فاطمہؓ نبی اکرم ﷺ کے پاس گئیں تو وہاں پر انہوں نے حضور ﷺ سے کچھ لوگوں کو گفتگو کرتے ہوئے پایا (تو شرم وحیا کے سبب کچھ نہ بولیں) اور اپنے گھر واپس لوٹ گئیں پھر اگلے دن نبی اکرم ﷺ حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تمہیں کیا کام تھا؟ تو حضرت فاطمہ شرم وحیا کی وجہ سے خاموش رہیں تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپکو بتلاتا ہوں حضرت فاطمہ کے چکی چلانے کے سبب انکے ہاتھ میں نشانات پڑ گئے اور وہ مشکیزہ بھر کر اٹھاتی رہیں اس سے انکے سینے پر نشانات پڑ گئے جب آپکے پاس کچھ خادم آئے تو میں نے ان سے کہا کہ تم نبی اکرم کے پاس جا کر ایک خادم (باندی) طلب کر لو تاکہ جس مشقت میں وہ ہیں اس سے بچ سکیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! اللہ کا خوف کرو اور اپنے رب کا فریضہ ادا کرو اور اپنے گھر کے کام کرو بس جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو تم تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہہ لو یہ سو ۱۰۰ کلمات ہو گئے یہ کلمات تمہارے لئے کسی خادم سے بہتر ہیں حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: میں اللہ پاک اور اسکے رسول ﷺ کے اس فیصلے پر راضی ہوں۔

۲۹۸۹ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: وَلَمْ يُخْدِمْهَا.

ترجمہ: علی بن حسین نے یہ واقعہ ذکر کیا اس میں علی بن حسین نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو کوئی خادم نہیں دیا۔

تخریج: صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٤٥) صحيح البخاري - المناقب (٣٥٠٢) صحيح البخاري - النفقات (٥٠٤٦) صحيح البخاري - الدعوات (٥٩٥٩) صحيح مسلم - الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار (٢٧٢٧) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٠٨) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٨٨) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٩٦/١) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٨٥)

شرح الحدیث اس حدیث اور پہلی حدیث کا مضمون تقریباً ایک ہی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے فاطمہؓ سے فرمایا کہ اپنے باپ کے پاس جاکر ایک خادم ان سے لے لو، اس پر وہ حضور ﷺ کے پاس گئیں، إلى آخر القصة. وقد أخرج البخاري ومسلم وابو داؤد والنسائي من حديث عبد الرحمن بن ابي ليلى عن علي رضي الله تعالى عنه هذا الحديث بنحوه وسيجئي ان شاء الله تعالى في كتاب الأدب من كتابنا هذا. قاله المنذري۔

۲۹۹۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْقُرَشِيُّ، قَالَ: أَبُو جَعْفَرٍ يَعْنِي ابْنَ عِيسَى، كُنَّا نَقُولُ إِنَّهُ مِنَ الْأَبْدَالِ قَبْلَ أَنْ نَسْمَعَ أَنَّ الْأَبْدَالَ مِنَ الْمَوَالِي، قَالَ: حَدَّثَنِي الدَّخِيلُ بْنُ إِيَاسِ بْنِ نُوحِ بْنِ مُجَّاعَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ سِرَاجِ بْنِ مُجَّاعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ مُجَّاعَةَ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْلُبُ دِيَةَ أَخِيهِ قَتَلَتْهُ بَنُو سَدُوسٍ مِنْ بَنِي ذُهْلٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ كُنْتُ جَاعِلًا لِمُشْرِكٍ دِيَةً جَعَلْتُ لِأَخِيكَ، وَلَكِنْ سَأُعْطِيكَ مِنْهُ عُقْبَى» فَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِائَةٍ مِنَ الْإِبِلِ، مِنْ أَوَّلِ خُمُسٍ يَخْرُجُ مِنْ مُشْرِكِي بَنِي ذُهْلٍ، فَأَخَذَ طَائِفَةً مِنْهَا، وَأَسْلَمَتْ بَنُو ذُهْلٍ فَطَلَبَهَا بَعْدُ مُجَّاعَةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، وَأَتَاهُ بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ بِاثْنَيْ عَشَرَ أَلْفَ صَاعٍ مِنْ صَدَقَةِ الْيَمَامَةِ، أَرْبَعَةِ آلَافٍ بُرًّا، وَأَرْبَعَةِ آلَافٍ شَعِيرًا، وَأَرْبَعَةِ آلَافٍ تَمْرًا. وَكَانَ فِي كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُجَّاعَةَ: «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ لِمُجَّاعَةَ بْنِ مَرَارَةَ مِنْ بَنِي سُلْمَى، إِنِّي أَعْطَيْتُهُ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ مِنْ أَوَّلِ خُمُسٍ يَخْرُجُ مِنْ مُشْرِكِي بَنِي ذُهْلٍ عُقْبَةً مِنْ أَخِيهِ».

ترجمہ محمد بن عیسیٰ ابو جعفر کہتے ہیں کہ ہم لوگ عنبسہ بن عبد الواحد کو ابدال کی جماعت میں سے سمجھتے تھے پھر ہم نے یہ سنا کہ ابدال تو غلاموں میں سے ہوتے ہیں (تو ہم نے انکو ابدال کی جماعت میں شمار کرنا چھوڑ دیا)...... مجاعہؓ فرماتے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنے بھائی کی دیت طلب کرنے کی غرض سے پہنچے جسکو بنی ذہل کے قبیلہ بنو سدوس نے قتل کر دیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی مشرک کی دیت مقرر کرتا تو تمہارے بھائی کی دیت مقرر کرتا لیکن میں تمہارے بھائی کے خون بہا میں سے کچھ معاوضہ ادا کروں گا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کیلئے یہ تحریر لکھ دی کہ بنو ذہل قبیلہ کے مشرکین سے سب سے پہلے جو خمس وصول ہو گا تو اس خمس میں سے انکو سو ۱۰۰ اونٹ دیئے جائیں چنانچہ ان سو ۱۰۰ اونٹوں میں سے کچھ اونٹ تو انہوں نے وصول کر لئے اور اسکے بعد بنو ذہل قبیلہ مسلمان ہو گیا تو مجاعہ نے باقی ماندہ حصہ حضرت ابو بکرؓ سے طلب کیا اور وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس نبی اکرم ﷺ کا خط مبارک لیکر آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے ان کیلئے یمامہ سے حاصل ہونے والا صدقہ میں سے بارہ ہزار صاع دینے کا حکم دیا اس میں چار ہزار صاع گیہوں اور چار ہزار صاع جو اور چار ہزار صاع کھجوریں تھیں اور حضور اکرم ﷺ نے مجاعہ کو جو تحریر لکھ کر دی تھی اسکا یہ مضمون تھا...... بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ یہ محمد نبی کی طرف سے تحریر ہے مجاعہ بن مرارہ کیلئے جن کا تعلق بنی سلمہ سے ہے میں نے انکو انکے بھائی کے قتل کے بدلے میں بنو ذہل

قبیلہ کے مشرکوں سے حاصل ہونے والے سب سے پہلے خمس مال میں سے سو ۱۰۰ اونٹ دے دیئے ہیں۔

شرح الحدیث محمد بن عیسیٰ استاد مصنف جن کی کنیت ابو جعفر ہے وہ اپنے استاد عنبسہ کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ ہم لوگ یہ سمجھتے تھے عنبسہ کے بارے میں کہ وہ ابدال کی جماعت میں سے ہیں قبل اس کے کہ ہم یہ سنیں کہ ابدال موالی میں سے ہوتے ہیں یعنی غلاموں میں سے۔

مطلب یہ ہے کہ عنبسہ تو موالی میں سے نہیں ہیں لہذا وہ ابدال میں سے بھی نہیں، لہذا ہمارا پہلا خیال غلط نکلا، اختار هذا المعنى شيخنا في البذل [1]، اور صاحب " عون المعبود " نے موالی کو ممالیک کے معنی میں نہیں لیا بلکہ سادات کے معنی میں لیا یعنی مولی اعلیٰ، اور عنبسہ قرشی ہیں سادات میں سے ہیں [2]، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا شروع میں تو یہ ہمارا گمان ہی گمان تھا بعد میں پھر وہ گمان یقین سے بدل گیا اور ہمیں ان کے ابدال میں سے ہونے کا یقین ہو گیا، هذا المعنى عكس المعنى السابق۔

ابدال واوتاد کا ثبوت احادیث سے: یہاں اس روایت کی سند میں ابدال کا ذکر آیا، ابدال کا ذکر ابوداؤد میں کتاب الفتن کے بعد باب في ذكر المهدي میں بھی آیا ہے، جس کے لفظ یہ ہیں فَإِذَا رَأَى النَّاسُ ذٰلِكَ أَتَاهُ أَبْدَالُ الشَّامِ، وَعَصَائِبُ أَهْلِ الْعِرَاقِ، فَيُبَايِعُونَهُ [3]، جس کا مضمون یہ ہے کہ اخیر زمانہ میں جب امام مہدی کے ہاتھ پر مکہ مکرمہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان لوگ ان سے بیعت ہوں گے، تو اس کے بعد ان کے مخالفین کا ایک لشکر اٹھے گا ملک شام سے جو ان سے لڑنے کے لئے جائے گا تو ان کو اللہ تعالیٰ راستہ ہی میں مکہ مدینہ کے درمیان زمین میں دھنسا دیں گے، جب لوگوں کو یہ معلوم ہوگا تو اس سے لوگوں کے دلوں میں ان کی بڑی وقعت بڑھے گی، چنانچہ عراق کے عُبّاد وزُہّاد اور ملک شام کے ابدال آکر ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں گے، حضرت شیخؒ کے حاشیہ بذل میں ہے علامہ سیوطیؒ سے نقل کیا ہے کہ صحاح ستہ میں ابدال کا ذکر کہیں نہیں ہے سوائے ابوداؤد کی اس روایت کے، وأخرجه الحاكم وصححه وورد في غير الصحاح ذكرهم في عدة احاديث جمعتها في مؤلف، حضرت شیخ نے اپنے اس حاشیہ میں ابدال کے بارے میں بہت سی کتب حدیث وتصوف ورجال تاریخ کے حوالے تحریر فرمائے ہیں [4]، اس حاشیہ میں ہے کہ علامہ شامیؒ کا بھی ایک رسالہ ہے جس کا نام ہے إجابة الغوث ببيان حال النقباء والنجباء والأبدال والأوتاد والغوث [5]، اسی طرح علامہ سیوطیؒ کی الحاوي للفتاوي [6] میں ایک رسالہ ہے الخبر الدال على وجود

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۳ ص ۳۰۷

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ۸ ص ۲۱٦

[3] سنن أبي داود - كتاب المهدي - ٤٢٨٦

[4] مجھ سے محب مکرم مولانا حکیم مسعود صاحب (المعروف به حکیم اجمیری) نے ذکر کیا کہ میں نے بھی ابدال سے متعلق تقریباً ستر روایات جمع کی ہیں ۱۲۔

[5] مجموعة رسائل ابن عابدين — ج ۲ ص ۲٦٤ ـ ۲۸۱

[6] الحاوي للفتاوي — ج ۲ ص ۲٤۱ ـ ۲٥٥

القطب والأوتاد والنجباء والأبدال اور سیوطیؒ نے التعقبات علی الموضوعات میں حدیث الابدال کے بارے میں لکھا ہے:
صحیح وان شئت قلت متواتر اھ.

حَدَّثَنِي الدَّخِيلُ بْنُ إِيَاسِ بْنِ نُوحِ بْنِ مُجَّاعَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ سِرَاجِ بْنِ مُجَّاعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ مُجَّاعَةَ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْلُبُ دِيَةَ أَخِيهِ قَتَلَتْهُ بَنُو سَدُوسٍ مِنْ بَنِي ذُهْلٍ: اس حدیث کے راوی مجاعۃ بن مرارہ ہیں جو یمامہ کے رہنے والے قبیلہ بنو حنیفہ سے تھے، یہ صحابہ میں سے ہیں اپنی قوم کے سردار تھے، ان کے کافر بھائی کو بنو سدوس نے قتل کر دیا تھا تو اس کی دیت حضور ﷺ سے لینے آئے تھے، شاید بیت المال سے لینا مراد ہے آپ نے فرمایا اگر مشرک کی دیت ہوا کرتی تو میں تیرے بھائی کی دیت بھی دے دیتا، ہاں البتہ میں دیت کے عوض میں کچھ دوں گا، یعنی ان کی تالیف قلب کیلئے کیونکہ یہ اپنی قوم کے رئیس تھے تاکہ ان کی قوم بھی اسلام کی طرف مائل ہو جائے اور ظاہر یہ ہے کہ مجاعہ اس طلب دیت کے وقت مشرف باسلام ہو چکے تھے (بذل [1])، چنانچہ حضور ﷺ نے ان کیلئے ایک تقریر لکھدی کہ مشرکین بنو ذہل کی غنیمت سے جب پہلے پہل خمس نکالا جائے تو اس میں سے سو اونٹ ان کو دیئے جائیں، ان سو میں سے کچھ حصہ تو ان کو مل گیا اور کچھ باقی رہ گیا، اور ادھر یہ ہوا کہ بنو ذہل اسلام لے آئے، پھر صدیق اکبرؓ کی خلافت کے زمانہ میں یہ مجاعہ ان کے پاس آئے حضور ﷺ کی تحریر لیکر، تو انہوں نے ان کو باقی دیت کے بارے میں لکھ دیا بارہ ہزار صاع اس صدقہ سے جو یمامہ سے وصول ہو، چار ہزار صاع گیہوں، چار ہزار جَو اور چار ہزار تمر، اور حضور ﷺ کی تحریر جو آپ نے ان کو دی تھی وہ اس طرح ہے: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ لِمُجَّاعَةَ بْنِ مَرَارَةَ مِنْ بَنِي سُلْمَى، إِنِّي أَعْطَيْتُهُ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ مِنْ أَوَّلِ خُمُسٍ يَخْرُجُ مِنْ مُشْرِكِي بَنِي ذُهْلٍ عُقْبَةً مِنْ أَخِيهِ.

٢١ ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي سَهْمِ الصَّفِيِّ

رسول اللہ ﷺ کیلئے مال غنیمت میں حاصل ہونے والے خاص حصہ صفی کا بیان

٢٩٩١ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: «كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمٌ يُدْعَى الصَّفِيَّ، إِنْ شَاءَ عَبْدًا، وَإِنْ شَاءَ أَمَةً، وَإِنْ شَاءَ فَرَسًا يَخْتَارُهُ قَبْلَ الْخُمُسِ».

ترجمہ: عامر شعبی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کیلئے مال غنیمت میں خاص حصہ ہوتا تھا جسکو صفی کہتے تھے رسول اللہ ﷺ کسی غلام یا باندی یا کسی گھوڑے کو چاہتے تو خمس نکالنے سے پہلے اسکو لے لیتے تھے۔

سنن النسائي - قسم الفيء (٤١٤٥) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٩١)

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ١٣ ص ٢٠٨

شرح الحدیث: اس باب پر کلام بَابٌ فِي صَفَايَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں گذر چکا، اور صفی سے متعلق مسائل بھی، اس باب کی پہلی حدیث میں ہے: يَخْتَارُهُ قَبْلَ الْخُمُسِ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سہم صفی لیا کرتے تھے، خمس نکالنے سے پہلے یعنی اصل غنیمت سے، بذل میں لکھا ہے کہ ہمارا مذہب بھی یہی ہے، لیکن اس کے بعد والی روایت میں آرہا ہے: وَالصَّفِيُّ يُؤْخَذُ لَهُ رَأْسٌ مِنَ الْخُمُسِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ، یہ پہلی حدیث کے خلاف ہے، اور دفع تعارض ایسے ہو سکتا ہے کہ پہلی روایت میں قبل الخمس سے مراد قبل تقسیم الخمس لیا جائے، یعنی خمس میں سے سہم صفی لینے کے بعد اس کی تقسیم کی جاتی، فارتفع التعارض۔

۲۹۹۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، وَأَزْهَرُ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: سَأَلْتُ مُحَمَّدًا، عَنْ سَهْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّفِيِّ؟ قَالَ: «كَانَ يُضْرَبُ لَهُ بِسَهْمٍ مَعَ الْمُسْلِمِينَ، وَإِنْ لَمْ يَشْهَدْ وَالصَّفِيُّ يُؤْخَذُ لَهُ رَأْسٌ مِنَ الْخُمُسِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ».

ترجمہ: ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مال غنیمت میں حصہ کس طرح ہوتا تھا اور صفی آپ کو کب ملا کرتا تھا؟ تو محمد بن سیرین نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مال غنیمت میں مسلمان مجاہدین کے ساتھ حصہ لگایا جاتا اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں شریک نہ ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص حصہ صفی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خمس میں سے دیا جاتا اور یہ حصہ کسی بھی تقسیم سے پہلے ہوتا تھا۔

۲۹۹۳ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنْ سَعِيدٍ يَعْنِي ابْنَ بَشِيرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا غَزَا كَانَ لَهُ سَهْمٌ صَافٍ، يَأْخُذُهُ مِنْ حَيْثُ شَاءَهُ، فَكَانَتْ صَفِيَّةُ مِنْ ذَلِكَ السَّهْمِ، وَكَانَ إِذَا لَمْ يَغْزُ بِنَفْسِهِ ضُرِبَ لَهُ بِسَهْمِهِ وَلَمْ يُخَيَّرْ».

ترجمہ: قتادہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک خاص حصہ ہوتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرضی سے جہاں سے چاہتے وہ حصہ وصول فرمالیتے اور حضرت صفیہؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خاص حصہ میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی تھیں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں شریک نہ ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مال غنیمت میں حصہ رکھا جاتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس خاص حصہ کو لینے کا اختیار نہ ہوتا تھا۔

شرح الحدیث: باب کی تیسری حدیث یہ ہے: عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا غَزَا كَانَ لَهُ سَهْمٌ صَافٍ الخ، اس روایت میں سہم صفی کے بارے میں یہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس وقت ہوتا تھا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ میں خود شریک ہوں اور وہ آپ کا جو دوسرا حصہ ہوتا تھا غنیمت میں وہ مطلقاً تھا، غزوہ کے اندر آپ کی شرکت ہو یا نہ ہو لیکن اس باب کی جو آخری حدیث آرہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سہم صفی اور سہم غنیمت دونوں ہی عام تھے، یہ ساری بحث باب

الصفایا میں گذر چکی۔

۲۹۹٤ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كَانَتْ صَفِيَّةُ مِنَ الصَّفِيِّ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہؓ حضور ﷺ کے خاص حصہ صفی میں سے ہو کر حاصل ہوئی تھیں۔

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہؓ آپ ﷺ کو سہم صفی میں ملی تھیں یہ روایت آئندہ آنے والی مفصل روایت کے خلاف ہے، اور صحیح بات وہی ہے جو روایت مفصل میں آرہی ہے لہذا اس روایت کی تاویل یہ کی جائے کہ مراد من حیث المآل ہے اور وہ جو آئندہ روایت (برقم ۲۹۹۸) آرہی ہے اس میں اسطرح ہے: عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: جُمِعَ السَّبْيُ - يَعْنِي بِخَيْبَرَ - فَجَاءَ دِحْيَةُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ، قَالَ: اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً، فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ إلخ.

حضرت صفیہؓ آپ کے حصہ میں کیسے آئیں؟ یعنی خیبر کے قیدیوں کو جب جمع کیا گیا تو دحیہ کلبیؓ آپ کی خدمت میں آئے اور آپ سے ان قیدیوں میں سے ایک باندی کی فرمائش کی آپ ﷺ نے ان کو اختیار دیدیا کہ ایک جاریہ لے لو، انہوں نے صفیہ کو لے لیا تو ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے دحیہ کو صفیہ دیدی وہ تو بنو قریظہ اور بنو نضیر دونوں کے سردار ہے وہ دحیہ کیلئے مناسب نہیں، آپ ﷺ ہی کیلئے مناسب ہے، اس پر آپ ﷺ نے دحیہ کو صفیہ کے ساتھ بلایا، اور آپ نے ان پر نظر ڈال کر فرمایا کہ کوئی دوسری جاریہ لے لو، اور پھر آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

ان روایات میں سے ایک میں یہ بھی ہے صفیہ کے بارے میں: وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا، نیز یہ بھی ہے: فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا سُدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنَى بِهَا، یعنی خیبر سے واپسی میں جب آپ ﷺ مقام سد الصہباء پر پہنچے تو وہ آپ ﷺ کیلئے حلال ہو گئیں۔ اس سے طہارت من الحیض مراد ہے یعنی استبراء حاصل ہو گیا، اس کے بعد آپ نے ان کے ساتھ بناء کی (تخلیہ)۔

اور روایات الباب میں سے ایک میں (برقم ۲۹۹۷) یہ ہے کہ دحیہؓ کے حصہ میں ایک جاریہ جمیلہ آئی تھی فَاشْتَرَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعَةِ أَرْؤُسٍ، یعنی آپ نے ایک باندی کو سات باندیوں کے بدلہ میں خریدا، اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے دحیہ سے صفیہ کو لیکر ان کے بدلے میں سات باندیاں عطا کیں، اور یہ جو روایت میں آیا کہ ایک صحابی نے آپ ﷺ سے آکر عرض کیا کہ وہ آپ ہی کے مناسب ہے دحیہ کے مناسب نہیں مطلب یہ ہے کہ اس کا دحیہ کے پاس جانا خلاف مصلحت ہے، اسلئے کہ صحابہ میں دحیہ جیسے بلکہ ان سے افضل بہت سے تھے اور یہ ایک عالیشان جاریہ تھیں تو دحیہ کے پاس ہونے سے دوسرے حضرات کو احساس ہوتا اور بتقاضائے بشریت تنافس کا یہ مقام تھا، اور حضور ﷺ کے پاس ہونے کی صورت میں کسی کو کوئی اشکال نہ ہوتا۔

کہا گیا ہے کہ صفیہ کا نام حضور ﷺ کے اصطفاء سے پہلے زینب تھا پھر جب وہ سہم صفی میں سے قرار دے دی گئیں تو ان کا نام صفیہ رکھ دیا گیا، کذا فی البذل[1]، لیکن عون المعبود میں امام نوویؒ سے نقل کیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ان کا نام صفیہ پہلے ہی سے تھا[2]۔

۲۹۹۵ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَدِمْنَا خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ تَعَالَى الْحِصْنَ، ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا، وَكَانَتْ عَرُوسًا، «فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ، فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا سُدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنَى بِهَا».

ترجمہ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم مقام خیبر پہنچے جب اللہ پاک نے یہ قلعہ فتح کروادیا تو حضور ﷺ کے سامنے صفیہ بنت حیی کے حسن و جمال کا تذکرہ کیا گیا اور بتلایا گیا کہ یہ شادی شدہ تھیں ان کے شوہر اس جنگ میں مارے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ کو اپنے لئے چُن لیا اور ان کو لے کر نکلے جب ہم سد الصہباء مقام پر پہنچے تو وہاں حضرت صفیہ حیض سے پاک ہو گئیں تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ رخصتی فرمائی۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (٢١٢٠) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٣٦) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٧٤) صحيح البخاري - الأطعمة (٥١٠٩) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٩٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٥٩/٣)

۲۹۹۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «صَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، ثُمَّ صَارَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ، دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں تھیں پھر حضرت صفیہ رسول اللہ ﷺ کی ہو گئیں۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٣٦٤) صحيح البخاري - الجمعة (٩٠٥) صحيح البخاري - البيوع (٢١١٥) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٦٤) صحيح مسلم - النكاح (١٣٦٥) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٩٦) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٥٧) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٧٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٦/٣)

۲۹۹۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: "وَقَعَ فِي سَهْمِ دِحْيَةَ جَارِيَةٌ جَمِيلَةٌ، فَاشْتَرَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعَةِ أَرْؤُسٍ، ثُمَّ دَفَعَهَا إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تُصَنِّعُهَا، وَتُهَيِّئُهَا - قَالَ حَمَّادٌ: وَأَحْسَبُهُ قَالَ: وَتَعْتَدُّ فِي بَيْتِهَا - صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ".

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٣ ص ٣١٤

[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ٩ ص ٢٢٠، عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٨ ص ٢٢٠

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت دحیہ کے حصہ میں ایک خوبصورت باندی آئی جن کو رسول اللہ ﷺ نے سات باندیوں کے بدلے میں خرید لیا پھر حضرت صفیہ کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلیم کے پاس بھیجا تاکہ وہ انکو بناؤ سنگھار کر کے رسول اللہ ﷺ کیلئے تیار کریں...... حماد کہتے ہیں کہ میرے خیال میں ثابت استاد نے یہ فرمایا تھا کہ صفیہ بنت حیی نے حضرت ام سلیم کے گھر میں عدت پوری کی۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٦٤) صحيح البخاري - الجمعة (٩٠٥) صحيح البخاري - البيوع (٢١١٥) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٦٤) صحيح مسلم - النكاح (١٣٦٥) سنن النسائي - النكاح (٣٣٨٠) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٩٧) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٥٧) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٧٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٢/٣)

٢٩٩٨ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، ح وحَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: جُمِعَ السَّبْيُ - يَعْنِي بِخَيْبَرَ - فَجَاءَ دِحْيَةُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ، قَالَ: «اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً»، فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ، قَالَ يَعْقُوبُ: صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ، وَالنَّضِيرِ، ثُمَّ اتَّفَقَا مَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ، قَالَ: «ادْعُوهُ بِهَا» فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ: «خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا» وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا».

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ خیبر میں قیدی جمع ہوئے تو حضرت دحیہ نے آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے ان قیدیوں میں سے ایک باندی عطا فرما دیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور ایک باندی لے لو تو دحیہ نے حضرت صفیہ بنت حیی کو لے لیا پھر ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اللہ! آپ نے دحیہ کو صفیہ بنت حیی عطا فرمائی ہے جو کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سردار کی بیٹی ہے وہ تو ایسی خاتون ہے جو صرف آپ کے شایان شان ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دحیہ کو صفیہ کے ساتھ بلاؤ (جب وہ دونوں آگئے) تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ پر نظر ڈال کر دحیہ سے فرمایا کہ تم قیدیوں میں سے ان کے علاوہ کوئی اور باندی لے لو اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ کو آزاد فرما کر ان سے شادی کر لی۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٦٤) صحيح البخاري - الجمعة (٩٠٥) صحيح البخاري - البيوع (٢١١٥) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٦٤) صحيح البخاري - النكاح (٤٧٩٨) صحيح مسلم - النكاح (١٣٦٥) جامع الترمذي - النكاح (١١١٥) سنن النسائي - النكاح (٣٣٤٢) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٢٩٩٨) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٥٧) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٧٢) سنن الدارمي - النكاح (٢٢٤٢)

٢٩٩٩ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا قُرَّةُ، قَالَ: سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنَّا بِالْمِرْبَدِ، فَجَاءَ رَجُلٌ أَشْعَثُ

الرَّأْسِ بِيَدِهِ قِطْعَةُ أَدِيمٍ أَحْمَرَ، فَقُلْنَا: كَأَنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ؟ فَقَالَ: أَجَلْ، قُلْنَا: نَاوِلْنَا هَذِهِ الْقِطْعَةَ الْأَدِيمَ الَّتِي فِي يَدِكَ، فَنَاوَلَنَاهَا، فَقَرَأْنَاهَا، فَإِذَا فِيهَا: «مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى بَنِي زُهَيْرِ بْنِ أُقَيْشٍ إِنَّكُمْ إِنْ شَهِدْتُمْ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَأَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ، وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ، وَأَدَّيْتُمُ الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ، وَسَهْمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفِيَّ، أَنْتُمْ آمِنُونَ بِأَمَانِ اللهِ وَرَسُولِهِ» فَقُلْنَا: مَنْ كَتَبَ لَكَ هَذَا الْكِتَابَ، قَالَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ یزید بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم بصرہ سے کچھ فاصلے پر واقع مقام مربد میں تھے تو ایک شخص پراگندہ بال آیا اسکے ہاتھ میں سرخ چمڑے کا ٹکڑا تھا ہم نے اس سے کہا شاید تمہارا تعلق گاؤں دیہات سے ہے اس نے کہا: جی ہاں! تو ہم نے اس سے کہا کہ تمہارے ہاتھ میں جو چمڑے کا ٹکڑا ہے وہ ہمیں دے دو تو اس نے وہ ٹکڑا ہمیں دے دیا۔ تو ہم نے اسکو پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ...... یہ تحریر محمد رسول اللہ کی طرف سے بنو زہیر بن اقیش کے نام ہے تم لوگوں نے اگر اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور تم لوگ نماز قائم کروگے اور زکوۃ ادا کروگے اور غنیمت میں سے خمس ادا کروگے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور ان کو اپنے لئے چناؤ کا خاص حصہ ادا کروگے تو تم لوگوں کو اللہ اور اسکے رسول کی پناہ حاصل ہے...... تو ہم نے پوچھا کہ تمہیں یہ خط کس نے لکھ کر دیا تو اسنے جواب دیا کہ رسول اللہ نے یہ تحریر لکھوائی ہیں۔

تخریج سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۲۹۹۹) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۵/۷۸)

شرح الحديث یہ اس باب کی آخری حدیث ہے جس کا ذکر ہمارے یہاں ابھی قریب میں آیا تھا اس کا مضمون یہ ہے یزید بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم مقام مربد میں تھے (موضع بالبصرہ) تو ایک شخص پراگندہ بالوں والا آیا جس کے ہاتھ میں سرخ چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا (جس پر کچھ لکھا ہوا تھا) ہم نے اس سے کہا کہ تو دیہاتی معلوم ہوتا ہے اس نے کہا ہاں، ہم نے کہا تیرے ہاتھ میں جو یہ ٹکڑا ہے ذرا ہمیں دے، اس نے ہمیں دے دیا تو ہم نے دیکھا اس میں یہ لکھا ہوا تھا: مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى بَنِي زُهَيْرِ بْنِ أُقَيْشٍ إِنَّكُمْ إِنْ شَهِدْتُمْ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَأَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ، وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ، وَأَدَّيْتُمُ الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ، وَسَهْمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفِيَّ، أَنْتُمْ آمِنُونَ بِأَمَانِ اللهِ وَرَسُولِهِ.

آپ کی اس تحریر میں آپ کے دو حصوں کا ذکر ہے ایک سہم غنیمت اور دوسرا سہم صفی، اور ان دونوں کے بارے میں یہ ہے کہ اگر تم یہ دونوں ادا کرتے رہوں گے (مع ان باقی امور کے جو تحریر میں مذکور ہیں) تو تم ہماری طرف سے امن میں ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے لئے دونوں حصے مطلقا تھے، شرکت فی الغزوہ کی قید نہ تھی، سہم غنیمت کے بارے میں تو روایات میں بھی اتفاق ہے اور علماء کے مابین بھی لیکن سہم صفی کے بارے میں باب کے شروع میں جو حدیث گذری ہے وہ اس کے خلاف ہے، حضرت گنگوہیؒ کی رائے اس آخری حدیث کے پیش نظر عدم تقیید کی ہے، اور گذشتہ باب میں یہ گذر چکا کہ حضرت نے بذل میں یہ لکھا ہے کہ کتب فقہ میں مجھے اس کی تصریح نہیں ملی۔ حدیث یزید بن عبد اللہ سکت علیہ المنذری و کتب الشیخ محمد

عوامه ان المزی عزاه الی النسائی.

۲۲ - بَابٌ كَيْفَ كَانَ إِخْرَاجُ الْيَهُودِ مِنَ الْمَدِينَةِ؟

مدینہ طیبہ سے یہودیوں کو کس طرح جلاوطن کیا گیا؟

مختصر تاریخ متعلق به غزوات یهود: ترجمۃ الباب یعنی کیفیت اخراج یہود من المدینہ کے بارے میں، آپ یہ سمجھئے کہ یہ یہود جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوات کی نوبت آئی دو طرح کے تھے، بعض تو وہ تھے جو مدینہ سے باہر خیبر میں آباد تھے، یہ خیبر جو ایک بڑی بستی ہے مدینہ سے شمال مغرب میں تقریباً ڈیڑھ سو کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے، اور بعض قبائل یہود وہ تھے جو مدینہ اور اس کے آس پاس پھیلے ہوئے تھے، اس لئے اولاً تو غزوہ کی نوبت آئی یہود مدینہ کے ساتھ جن کو مدینہ سے خارج کر دیا گیا یا قتل کر دیا گیا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، اور یہود خیبر سے قتال کی نوبت بعد میں آئی لیکن بعد الفتح ان کو وہاں سے نکالا نہیں گیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے معاہدہ ہو گیا کہ جب مسلمان چاہیں گے نکال دیں گے۔

اسکے بعد آپ سمجھئے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت وہاں کی آبادی جیسا کہ حدیث الباب میں آرہا ہے مخلوط تھی بین المسلمین والمشرکین والیہود، مشرکین کے دو مشہور قبیلے تھے اوس اور خزرج جن کا لقب ان کے مشرف باسلام ہونے کے بعد انصار ہوا، اور یہود کے تین بڑے قبیلے وہاں آباد تھے بنو نضیر، (جن کا شمار اشراف میں تھا) اور بنو قریظہ (جو کم درجہ کے سمجھے جاتے تھے) اور بنو قینقاع (عبد اللہ بن سلامؓ کی قوم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے کے بعد اوائل ہجرت ہی میں یہود مدینہ سے معاہدہ فرمالیا تھا امن وامان قائم رکھنے کا مگر یہ لوگ عہد شکنی کرتے رہے جن پر ان کے ساتھ قتال ہوتا رہا، چنانچہ سب سے پہلے عہد شکنی بنو قینقاع نے کی یہ واقعہ شوال ۲ ھ کا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قتال کا ارادہ فرمایا تو وہ لوگ مقابلہ سے بچ کر قلعہ بند ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمایا، جب وہ محاصرہ سے تنگ آگئے تو وہ جلاوطنی منظور کر کے قلعہ سے نیچے اتر آئے اور ملک شام چلے گئے، اسکے بعد ٤ ھ میں یہود بنو نضیر نے مسلمانوں کے ساتھ بد عہدی کی ان کی اس بد عہدی کا واقعہ آئندہ باب فی خبر النضیر میں آرہا ہے، چنانچہ ان سے مقابلہ کی نوبت آئی تو وہ بھی قلعہ بند ہو گئے حتی کہ عاجز ہو کر جلاوطنی منظور کی اور یہ لوگ مدینہ سے نکل کر خیبر میں جا بسے اور گویا خیبر یہود کا مرکز اور ان کی سازشوں کا اڈہ بن گیا، بنو قریظہ سے اس موقعہ پر مصالحت ہو گئی تھی، چنانچہ آگے روایت میں آرہا ہے: عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ يَهُودَ النَّضِيرِ، وَقُرَيْظَةَ، حَارَبُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي النَّضِيرِ، وَأَقَرَّ قُرَيْظَةَ[1] یعنی اس موقع پر بنو قریظہ کو مدینہ میں برقرار رکھا گیا، لیکن ان لوگوں نے غزوہ احزاب کے موقع پر مشرکین کا ساتھ دیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب سے فارغ ہو

[1] سنن أبي داود - كتاب الخراج والإمارة والفيء - باب في خبر النضير ٣٠٠٥

کر ۵ھ میں ان پر چڑھائی کی وہ بھی قلعہ بند ہو گئے اور انہوں نے مجبور ہو کر قبیلہ اوس کے مسلمانوں کو بیچ میں ڈال کر حضرت سعد بن معاذ الاوسیؓ کو حکم بنایا، انہوں نے انکے قتل کا فیصلہ دیا جس پر یہود بنو قریظہ کے مردوں کو جن کی تعداد روایات میں چار سو آتی ہے سب کو مدینہ منورہ میں قتل کیا گیا، اور یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ بنو نضیر مدینہ سے اجڑ کر خیبر جا بسے تھے اور ہر وقت مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ ۷ھ میں آپ نے ان پر خروج فرمایا مسلمانوں کو فتح ہوئی، غنیمت میں مسلمانوں کو بہت مال و دولت حاصل ہوئی حضرت علیؓ فاتح خیبر مشہور ہیں، باقی اس فتح میں ان کو وہاں سے نکالا نہیں گیا بلکہ معاہدہ ہو گیا کہ وہ وہیں ذمی بن کر رہیں گے، مزید برآں ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گذارش کی کہ آپ حضرات کو تو اپنے دین کے کاموں ہی سے فرصت نہیں ہے آپ کا کام کاشتکاری نہیں ہے، ان زمینوں اور باغات کو ہمارے ہی حوالہ فرما دیں، ہم ہی ان زمینوں میں کاشت کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیار غلہ ملا کریگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس پر مزارعت کا معاملہ فرما لیا جس کو مخابرہ بھی کہتے ہیں، اور باغات کا بھی معاملہ کر لیا جس کو مساقاۃ کہتے ہیں یہ بہت بڑے کھجوروں کے باغات تھے [1]۔ اور ان سے اس وقت یہ طے ہو گیا کہ تم یہاں رہتے ہوئے کاشت وغیرہ کرتے رہو جب مسلمان چاہیں گے تمہارا یہاں سے اخراج کر دیں گے، حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت تک تو وہاں بستے رہے، حضرت عمرؓ کی خلافت کا جب زمانہ آیا تو انہوں نے ان کو اریحاء اور تیماء کی طرف نکال دیا تھا جیسا کہ آگے روایت میں آرہا ہے۔

شروع میں یہ مختصر تاریخ غزوات یہود کی اور ان کے ساتھ جہاد کی مجملاً لکھ دیں تاکہ آئندہ ابواب اور ان کی احادیث کے سمجھنے میں سہولت ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ الموفق والمیسر۔

٣٠٠٠ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، أَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَكَانَ أَحَدَ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تِيبَ عَلَيْهِمْ، وَكَانَ كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ يَهْجُو النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُحَرِّضُ عَلَيْهِ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ، وَأَهْلُهَا أَخْلَاطٌ، مِنْهُمُ الْمُسْلِمُونَ، وَالْمُشْرِكُونَ يَعْبُدُونَ الْأَوْثَانَ، وَالْيَهُودُ وَكَانُوا يُؤْذُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ، فَأَمَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ نَبِيَّهُ بِالصَّبْرِ وَالْعَفْوِ، فَفِيهِمْ أَنْزَلَ اللَّهُ: {وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ [2]} الْآيَةَ، فَلَمَّا أَبَى كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ أَنْ يَنْزِعَ عَنْ أَذَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ أَنْ يَبْعَثَ رَهْطًا يَقْتُلُونَهُ، فَبَعَثَ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ، وَذَكَرَ قِصَّةَ قَتْلِهِ، فَلَمَّا قَتَلُوهُ، فَزِعَتِ الْيَهُودُ وَالْمُشْرِكُونَ فَغَدَوْا عَلَى النَّبِيِّ

[1] چنانچہ ان باغات میں ایک باغ کا نام "کتیبہ" ہے جس کا ذکر "باب ما جاء في حكم أرض خيبر" میں ایک روایت میں اس طرح ہے کہ امام مالک سے ان کے شاگرد نے پوچھا کہ کتیبہ کیا چیز ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ خیبر کا ایک باغ ہے جس میں چالیس ہزار کھجور کے درخت تھا۔

[2] اور البتہ سنو گے تم اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے بد گوئی بہت (سورۃ آل عمران: ۱۸۶)

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالُوا: طُرِقَ صَاحِبُنَا فَقُتِلَ. «فَذَكَرَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي كَانَ يَقُولُ، وَدَعَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْ يَكْتُبَ بَيْنَهُ كِتَابًا، يَنْتَهُونَ إِلَى مَا فِيهِ فَكَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمُسْلِمِينَ عَامَّةً صَحِيفَةً».

ترجمہ عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے اور کعب بن مالک ان تین لوگوں میں سے ایک تھے جنکی توبہ قبول کی گئی تھی...... کعب بن اشرف رسول اللہ ﷺ کی برائی بیان کرتا تھا اور کفار قریش کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف بھڑکاتا تھا......
جب نبی اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ والے مختلف عقیدے اور نظریات میں تقسیم تھے ان میں کچھ لوگ مسلمان تھے اور کچھ لوگ مشرک تھے جو بت پرستی کرتے تھے اور کچھ لوگ یہودی تھے یہ یہود حضور ﷺ اور صحابہ کو تکلیفیں دیتے تھے (اشعار میں) اللہ پاک نے اپنے نبی کو صبر کرنے اور درگزر سے کام لینے کا حکم ارشاد فرمایا اور ان یہودیوں کے متعلق اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی کہ آپ ان اہل کتاب اور مشرکین کی جانب سے تکلیف دینے والی باتیں سنیں گے...... جب کعب بن اشرف نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ایذاء رسانی سے باز رہنے سے انکار کر دیا تو نبی اکرم ﷺ نے سعد بن معاذ کو حکم دیا کہ وہ اس کعب بن اشرف یہودی کو قتل کرنے کیلئے ایک جماعت بھیجیں تو سعد بن معاذ نے محمد بن مسلمہ کو اسکے قتل کرنے کی مہم پر روانہ کیا (محمد بن مسلمہ کے ساتھ قبیلہ اوس کے کچھ دیگر صحابہ بھی تھے) پھر کعب بن مالک نے اس یہودی کعب بن اشرف کے قتل کا قصہ بیان کیا جب مسلمانوں نے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کر ڈالا تو یہود اور مشرکین مکہ گھبرا اٹھے اور صبح صبح نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور کہنے لگے راتوں رات ہمارے ساتھی پر حملہ کرایا گیا اور اسکو قتل کر دیا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو وہ باتیں بتلائیں جو کعب بن اشرف نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا...... اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو اس طرف متوجہ کیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ آپس میں ایک معاہدہ نامہ لکھ لیں اور اس معاہدہ نامہ کی سب پاسداری کریں...... پس نبی اکرم ﷺ نے ان مشرکین اور یہودیوں کے اور مسلمانوں کے درمیان ایک معاہدہ نامہ تحریر کروایا۔

شرح الحدیث عبدالرحمن اپنے باپ عبداللہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں، آگے روایت میں ہے وَكَانَ أَحَدَ الثَّلَاثَةِ، ضمیر بظاہر عبداللہ کی طرف لوٹ رہی ہے مگر مراد وہ نہیں بلکہ ان کے باپ کعب بن مالک مراد ہیں (یہ امر قابل تنبیہ ہے) ورنہ ظاہر عبارت سے خلاف واقعہ کا شبہ ہوتا ہے۔

کعب بن الاشرف یہودی کے قتل کا قصہ : یہ کعب بن الاشرف یہود بنی قینقاع سے تھا، شان بان والا اور شاعر قسم کا آدمی تھا اور بڑا موذی تھا، حضور ﷺ کی اشعار میں ہجو کرتا تھا، اور کفار قریش کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا تھا آگے راوی کہتا ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں کی آبادی مخلوط تھی مسلمین اور مشرکین اور یہود سب ہی وہاں بستے تھے اور

یہ یہود ہی حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب کو ایذاء پہنچاتے تھے، اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو عفو اور صبر کا حکم دیتے رہے، چنانچہ آپ ان کو درگذر فرماتے رہے، فَلَمَّا أَبَى كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ أَنْ يَنْزِعَ عَنْ أَذَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ أَنْ يَبْعَثَ رَهْطًا يَقْتُلُونَهُ. فَبَعَثَ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ، یعنی جب کعب بن الاشرف آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے سے کسی طرح باز نہ آیا تو آپ نے حضرت سعد بن معاذؓ کو حکم فرمایا کہ ایک جماعت کو اسکے قتل کیلئے بھیجے، چنانچہ انہوں نے محمد بن مسلمہ وغیرہ کو بھیجا۔ آگے روایت میں یہ ہے کہ جب کعب بن الاشرف کو قتل کر دیا گیا جو ان کے ایک اہم آدمی کا قتل تھا تو اس پر یہود و مشرکین سب گھبرا گئے اور چونکہ یہ قصہ ان کے قتل کارات میں پیش آیا تھا اس لئے یہ لوگ علی الصباح حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ سے جا کر شکایت کی کہ رات ہمارا فلاں آدمی مار دیا گیا ہے، تو آپ نے ان سے اس کی شرارتوں اور ایذاء رسانیوں کا ذکر فرمایا پھر آپ ﷺ نے ان کے سامنے معاہدہ کی بات رکھی، چنانچہ عہد نامہ لکھا گیا، روایت میں اتنا ہی ہے لیکن صرف اس سے ترجمۃ الباب سے مناسبت ظاہر نہیں ہوتی، اس لئے یہ کہا جائے گا کہ اس حدیث میں معاہدہ کا ذکر ہے یہی تو سبب بنا ان کے اخراج کا کہ چونکہ وہ اپنے معاہدہ پر قائم نہیں رہے اور نقض عہد کیا اسی پر ان سے قتال اور اخراج ہوا۔

اس روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے قتل کعب کا حکم سعد بن معاذؓ کو دیا حالانکہ اس سے پہلے کتاب الجہاد میں بَابٌ فِي الْعَدُوِّ يُؤْتَى عَلَى غِرَّةٍ میں یہ گزر چکا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُولَهُ؟» فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ الحدیث بطولہ جس میں اس کے قتل کی تفصیل مذکور ہے اس اشکال کا جواب بظاہر وہاں گذر چکا ہو گا، وہ یہ کہ اصل تو وہی روایت ہے جو پہلے گذر چکی لیکن جب محمد بن مسلمہ قتل کے لئے تیار ہو گئے تو آپ نے چاہا کہ ان کے ساتھ چند آدمی اور کر دیئے جائیں چنانچہ سعد بن معاذؓ وغیرہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔

یہ قتل کعب ربیع الاول ۳ھ میں پیش آیا اور اس روایت میں یہ ہے کہ یہود کیساتھ معاہدہ اس واقعہ کے بعد ہوا، اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ یہود کیساتھ معاہدہ کی ابتداء ۳ھ سے ہے۔ وقد أخرج البخاري ومسلم وأبوداؤد والنسائي قتل كعب بن الاشرف أتم من هذا، وقد تقدم في كتاب الجهاد، قاله المنذري۔

۳۰۰۱ حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو الْأَيَامِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي مُحَمَّدٍ، مَوْلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَعِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا أَصَابَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا يَوْمَ بَدْرٍ، وَقَدِمَ الْمَدِينَةَ جَمَعَ الْيَهُودَ فِي سُوقِ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ يَهُودَ، أَسْلِمُوا قَبْلَ أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قُرَيْشًا»، قَالُوا: يَا مُحَمَّدُ، لَا يَغُرَّنَّكَ مِنْ نَفْسِكَ أَنَّكَ قَتَلْتَ نَفَرًا مِنْ قُرَيْشٍ كَانُوا أَغْمَارًا، لَا يَعْرِفُونَ الْقِتَالَ، إِنَّكَ لَوْ قَاتَلْتَنَا لَعَرَفْتَ أَنَّا نَحْنُ النَّاسُ، وَأَنَّكَ لَمْ تَلْقَ مِثْلَنَا، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ: {قُلْ لِلَّذِينَ

كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ} قَرَأَ مُصَرِّفٌ إِلَى قَوْلِهِ {فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ} بِبَدْرٍ {وَأُخْرَى كَافِرَةٌ ❶}.

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب جنگ بدر میں قریش مکہ کو خوب نقصان پہنچا دیا اور وہاں سے فارغ ہو کر آپ مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو آپ نے یہودیوں کو بنی قینقاع کے بازار میں جمع فرما کر ارشاد فرمایا: اے یہود کی جماعت! تم لوگ اس سے پہلے اسلام لے آؤ کہ تم پر اس طرح آفت آجائے جیسا کہ قریش مکہ پر آفت آن پہنچی تو یہودیوں نے جواب میں کہا: اے محمد! آپ کو یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ آپ نے قریش قبیلہ کے چند ایسے لوگوں کو قتل کر دیا ہے جو ناتجربہ کار تھے انکو جنگ لڑنی نہیں آتی تھی اگر آپ ہم سے جنگ کرینگے تو آپ پہچان لینگے کہ ہم ہی بہادر لوگ ہیں اور ہمارے جیسے بہادر لوگوں سے آپ کا مقابلہ نہیں ہوا اللہ پاک نے اس واقعے کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی: اے نبی! آپ ان بنی اسرائیل کے یہودیوں سے فرما دیجئے عنقریب تم لوگ میدان جنگ میں شکست کھاجاؤ گے۔ مصرف بن عمر استاد نے: فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأُخْرَى كَافِرَةٌ تک اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

شرح الحدیث: یعنی جب آپ ﷺ نے جنگ بدر میں قریش پر فتح پالی اور بدر سے مدینہ واپس پہنچ گئے، تو آپ ﷺ نے یہود کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ اسلام لے آؤ قبل اس کے کہ تم پر وہ مصیبت آئے جو قریش پر آئی، اس پر انہوں نے آپ کو یہ جواب دیا کہ دیکھئے آپ کو یہ چیز دھوکہ میں نہ ڈالے کہ آپ نے اپنی قوم قریش کے چند افراد کو قتل کر ڈالا، كَانُوا أَغْمَارًا (یہ غُمر کی جمع ہے بمعنی ناتجربہ کار اور اناڑی) جو کہ اناڑی تھے، جنگ کرنا نہیں جانتے، فنون حرب سے واقف نہیں، آپ ہم سے قتال کر کے دیکھئے تو آپ پہچان جائیں گے کہ ہم یعنی یہود ہی انسان ہیں، اور آپ کو ابھی تک ہم جیسوں سے سابقہ نہیں پڑا اس پر یہ آیت نازل ہوئی: قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ۔

۳۰۰۲ حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي مَوْلًى لِزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَتْنِي ابْنَةُ مُحَيِّصَةَ، عَنْ أَبِيهَا مُحَيِّصَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ ظَفِرْتُمْ بِهِ مِنْ رِجَالِ يَهُودَ فَاقْتُلُوهُ» فَوَثَبَ مُحَيِّصَةُ عَلَى شَبِيبَةَ رَجُلٍ مِنْ تُجَّارِ يَهُودَ، كَانَ يُلَابِسُهُمْ فَقَتَلَهُ، وَكَانَ حُوَيِّصَةُ إِذْ ذَاكَ لَمْ يُسْلِمْ، وَكَانَ أَسَنَّ مِنْ مُحَيِّصَةَ. فَلَمَّا قَتَلَهُ جَعَلَ حُوَيِّصَةُ يَضْرِبُهُ، وَيَقُولُ: يَا عَدُوَّ اللهِ، أَمَا وَاللهِ لَرُبَّ شَحْمٍ فِي بَطْنِكَ مِنْ مَالِهِ.

ترجمہ: محیصہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تم لوگ یہود کے مردوں میں جس کو پاؤ اسکو قتل کر ڈالو تو محیصہ نے شبیبہ پر حملہ کیا یہ یہود کے تاجروں میں سے ایک شخص تھا جس کا ان مسلمانوں کے ساتھ میل جول تھا تو محیصہ نے اسکو قتل کر ڈالا حویصہ اس وقت تک اسلام نہیں لایا تھا اور یہ محیصہ سے عمر میں بڑا تھا...... جب محیصہ شبیبہ کو قتل

---

❶ کہہ دے کافروں کو کہ اب تم مغلوب ہوگے اور ہانکے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور کیا برا ٹھکانا ہے ابھی گزر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں میں جن میں مقابلہ ہوا ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری فوج کافروں کی ہے (سورۃ آل عمران: ۱۲-۱۳)

کر چکا تو حویصہ محیصہ کی پٹائی کرنے لگا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے دشمن خدا کی قسم تیرے پیٹ میں بہت ساری چربی اس شبیبہ کے مال سے بنی ہوئی ہے۔

شرح الحدیث یعنی ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ رجال یہود میں سے جو بھی ملے اسے قتل کر ڈالو، تو راوی حدیث یعنی محیصہ خود اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ ایک یہودی شبیبہ نامی جو تجار یہود سے تھا اور ان محیصہ کا اسکے ساتھ رہن سہن اور لین دین بھی تھا، (مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا اس لئے) محیصہ نے اس کو قتل کر دیا اور محیصہ کا بڑا بھائی حویصہ جو اس وقت تک اسلام نہیں لایا تھا اس کو اس پر بہت غصہ آیا، اور لگا محیصہ کی پٹائی کرنے اور کہتا تھا: یا عدوّ اللهِ، أَمَا وَاللهِ لَرُبَّ شَحْمٍ فِي بَطْنِكَ مِنْ مَالِهِ کہ اے اللہ کے دشمن! تیرے پیٹ میں بہت ساری چربی اسی کے مال سے پیدا ہوئی ہے جس کو تو نے قتل کر دیا۔

٣٠٠٣ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «انْطَلِقُوا إِلَى يَهُودَ» فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى جِئْنَاهُمْ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَادَاهُمْ، فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ يَهُودَ، أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا» فَقَالُوا: قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا»، فَقَالُوا: قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ذَلِكَ أُرِيدُ» ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ: «اعْلَمُوا أَنَّمَا الْأَرْضُ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ، وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ، فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ، وَإِلَّا فَاعْلَمُوا أَنَّمَا الْأَرْضُ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم اس دوران کہ مسجد میں تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہود کی طرف چلو تو ہم آپ کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہم یہود کے پاس پہنچ گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ان کو آواز دی اور فرمایا: اے یہود کی جماعت! اسلام لے آؤ تم لوگ سلامتی اور امن میں رہو گے تو یہودیوں نے جواب دیا کہ اے ابو القاسم! آپ اپنا پیغام پہنچا چکے تو ان یہودیوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا: اسلام لے آؤ تم لوگ سلامتی اور امن میں رہو گے ان یہودیوں نے کہا: اے ابو القاسم! آپ اپنا پیغام پہنچا چکے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: میں یہی چاہتا تھا کہ تم لوگ میرے دعوت تبلیغ کے پہنچانے کا اعتراف کر لو........ پھر تیسری مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں سے فرمایا جان لو ساری زمین اللہ اور اسکے رسول کی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں تمہیں اس زمین سے جلا وطن کر دوں پس تم میں سے جو شخص اپنے ساز و سامان مال و متاع پائے تو اسے بیچ دے ورنہ جان لو کہ زمین ساری کی ساری ایک اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الجزية (٢٩٩٦) صحيح البخاري - الإكراه (٦٥٤٥) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩١٦) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٦٥) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٠٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٥١)

شرح الحدیث حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم بہت سے لوگ مسجد میں بیٹھے تھے، اچانک حضور ﷺ تشریف لائے ہماری طرف، پس فرمایا کہ چلو یہود کی طرف، ہم آپ کے ساتھ چل دیئے حتی کہ آپ ان کے یہاں پہنچے، آپ نے وہاں کھڑے ہو کر ان کو پکار کر فرمایا: یَا مَعْشَرَ یَهُوْدَ، أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا کہ اے یہودیو! اسلام لے آؤ تاکہ صحیح سالم رہو (ورنہ تمہاری خیر نہیں) انہوں نے یہ سن کر کہا: قَدْ بَلَّغْتَ یَا أَبَا الْقَاسِمِ کہ آپ نے اپنی بات ہم تک پہنچادی ہے، حضور ﷺ نے پھر یہی فرمایا، انہوں نے بھی پھر وہی اسکے جواب میں کہا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ذٰلِكَ أُرِیْدُ کہ ہاں بس میں بھی یہی چاہتا تھا (کہ تم میری تبلیغ کا اقرار کر لو) اور اس کے بعد پھر آپ نے یہ فرمایا: جان لو کہ بلاشک یہ زمین اللہ اور اسکے رسول کی ہے، اور میں تم کو یہاں سے نکالنے کا ارادہ کر رہا ہوں، پس جو شخص تم میں سے اپنے مال کے بدلہ میں کچھ حاصل کر سکتا ہو تو اس کو فروخت کر دے، یعنی جو مال تمہارا ایسا ہے کہ تم اٹھا کر لے جا سکتے ہو اس کو اٹھا کر لے جاؤ۔ اور جس کو اٹھا کر نہیں لے جا سکتے اور اس کا عوض تمہیں یہاں مل سکتا ہو یعنی کسی خریدار سے تو اس کو فروخت کر دو، اور اگر نہیں بیچو گے تو نقصان تم ہی اٹھاؤ گے، اور یہ اچھی طرح جان لو کہ زمین تو ہماری ہے۔

بنو نضیر جو مسلمانوں کے محاصرہ پر قلعہ بند ہو گئے تھے تو وہ جلاوطنی کی شرط منظور کر کے نیچے اترے تھے اس طور پر کہ جو سامان قابل نقل ہے اس کو تم جس طرح بھی لے جا سکتے ہو لے جاؤ، زمین جو ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول کے لئے ہو چکی ہے، چنانچہ انہوں نے منقولات کو منتقل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، دروازے اور چوکھٹیں تک اتار کر ساتھ لے گئے اس آیت کریمہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِأَیْدِیْهِمْ وَأَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ[1]۔

ایک اشکال و جواب: اس حدیث میں ظاہر یہ ہے کہ یہود بنو نضیر کا ذکر ہے، سیاق روایت سے یہی ظاہر ہوتا ہے اس لئے کہ نہ تو وہ خاص مدینہ کے اندر رہتے تھے اور نہ زیادہ فاصلے پر تھے، جس کیلئے لمبی چوڑی مسافت طے کرنی پڑے، یا سواری کی ضرورت پڑے، مختصر سی مسافت تھی جہاں پیدل چل کر پہنچ گئے، جیسا کہ روایت سے مستفاد ہو رہا ہے، لیکن اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ ان کا اجلاء تو ٤ سنہ میں ہوا تھا اور یہاں پر اس قصہ کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں، جن کا اسلام ۷ سنہ میں ہے تو پھر ابو ہریرہؓ کا خروج حضور ﷺ کے ساتھ کیسے ہو سکتا تھا، اس کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اس سے جملہ بنو نضیر مراد نہیں بلکہ ان میں سے بعض اور بقایا جو وہاں رہ گئے ہوں گے اور یا پھر یہ کہا جائے کہ حدیث مرسل صحابی ہے، کما تقدم ھذا التوجیہ فی حدیث ذی الیدین۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

---

[1] اُجاڑنے لگے اپنے گھر اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں (سورۃ الحشر: ۲)

٢٣ - بَابٌ فِي خَبَرِ النَّضِيرِ

بنو نضیر کے واقعہ کا بیان

أي في بيان ما فعلوا بالنبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وأصحابه وما آل اليه أمرهم من اخراجهم واجلائهم من المدينة.

اس باب میں مصنف نے وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں بنو نضیر کے نقض عہد اور غداری کا ذکر ہے جس کے نتیجہ میں حضور ﷺ اور صحابہ نے ان پر چڑھائی کی، جس پر عاجز آکر وہ جلاوطنی کی شرط پر نیچے اترے اور مدینہ چھوڑ کر چلے گئے، مسلمانوں کے ساتھ انہوں نے کیسے غدر کرنا چاہا تھا اس کا بیان آگے آئے گا۔

٣٠٠٤ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ كَتَبُوا إِلَى ابْنِ أُبَيٍّ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ مَعَهُ الْأَوْثَانَ مِنَ الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِالْمَدِينَةِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ: إِنَّكُمْ آوَيْتُمْ صَاحِبَنَا، وَإِنَّا نُقْسِمُ بِاللهِ لَتُقَاتِلُنَّهُ، أَوْ لَتُخْرِجُنَّهُ أَوْ لَنَسِيرَنَّ إِلَيْكُمْ بِأَجْمَعِنَا حَتَّى نَقْتُلَ مُقَاتِلَتَكُمْ، وَنَسْتَبِيحَ نِسَاءَكُمْ، فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ، اجْتَمَعُوا لِقِتَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُمْ، فَقَالَ: «لَقَدْ بَلَغَ وَعِيدُ قُرَيْشٍ مِنْكُمُ الْمَبَالِغَ، مَا كَانَتْ تَكِيدُكُمْ بِأَكْثَرَ مِمَّا تُرِيدُونَ أَنْ تَكِيدُوا بِهِ أَنْفُسَكُمْ، تُرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا أَبْنَاءَكُمْ، وَإِخْوَانَكُمْ» فَلَمَّا سَمِعُوا ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفَرَّقُوا، فَبَلَغَ ذَلِكَ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، فَكَتَبَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ إِلَى الْيَهُودِ: إِنَّكُمْ أَهْلُ الْحَلْقَةِ وَالْحُصُونِ، وَإِنَّكُمْ لَتُقَاتِلُنَّ صَاحِبَنَا، أَوْ لَنَفْعَلَنَّ كَذَا وَكَذَا، وَلَا يَحُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَدَمِ نِسَائِكُمْ شَيْءٌ، وَهِيَ الْخَلَاخِيلُ، فَلَمَّا بَلَغَ كِتَابُهُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَجْمَعَتْ بَنُو النَّضِيرِ بِالْغَدْرِ، فَأَرْسَلُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْرُجْ إِلَيْنَا فِي ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِكَ، وَلْيَخْرُجْ مِنَّا ثَلَاثُونَ حَبْرًا، حَتَّى نَلْتَقِيَ بِمَكَانِ الْمَنْصَفِ فَيَسْمَعُوا مِنْكَ، فَإِنْ صَدَّقُوكَ وَآمَنُوا بِكَ آمَنَّا بِكَ، فَقَصَّ خَبَرَهُمْ، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ، غَدَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْكَتَائِبِ فَحَصَرَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ: «إِنَّكُمْ وَاللهِ لَا تَأْمَنُونَ عِنْدِي إِلَّا بِعَهْدٍ تُعَاهِدُونِي عَلَيْهِ»، فَأَبَوْا أَنْ يُعْطُوهُ عَهْدًا، فَقَاتَلَهُمْ يَوْمَهُمْ ذَلِكَ، ثُمَّ غَدَا الْغَدُ عَلَى بَنِي قُرَيْظَةَ بِالْكَتَائِبِ، وَتَرَكَ بَنِي النَّضِيرِ وَدَعَاهُمْ إِلَى أَنْ يُعَاهِدُوهُ، فَعَاهَدُوهُ، فَانْصَرَفَ عَنْهُمْ، وَغَدَا عَلَى بَنِي النَّضِيرِ بِالْكَتَائِبِ، فَقَاتَلَهُمْ حَتَّى نَزَلُوا عَلَى الْجَلَاءِ، فَجَلَتْ بَنُو النَّضِيرِ، وَاحْتَمَلُوا مَا أَقَلَّتِ الْإِبِلُ مِنْ أَمْتِعَتِهِمْ، وَأَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ، وَخَشَبِهَا، فَكَانَ نَخْلُ بَنِي النَّضِيرِ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً، أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهَا وَخَصَّهُ بِهَا، فَقَالَ: {وَمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا

أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ[1] } يَقُولُ: بِغَيْرِ قِتَالٍ، فَأَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَهَا لِلْمُهَاجِرِينَ، وَقَسَمَهَا بَيْنَهُمْ وَقَسَمَ مِنْهَا لِرَجُلَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَكَانَا ذَوِي حَاجَةٍ لَمْ يَقْسِمْ لِأَحَدٍ مِنَ الْأَنْصَارِ غَيْرِهِمَا، وَبَقِيَ مِنْهَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي فِي أَيْدِي بَنِي فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا.

ترجمہ عبدالرحمٰن بن کعب رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ قریش مکہ کے کافروں نے جنگ بدر سے پہلے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں قیام فرماتھے...... عبداللہ بن ابی اور اسکے ساتھ اوس اور خزرج کے قبیلوں میں سے جو لوگ بت پرست تھے انکو یہ خط لکھا کہ تم لوگوں نے ہمارے ساتھی (محمد ﷺ) کو ٹھکانہ دے رکھا ہے اور ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ یا تو تم محمد ﷺ سے جنگ کر دیا ان کو مدینہ سے باہر نکال دو یا ہم سب مل کر تم پر اکھٹے حملہ کرینگے یہاں تک کہ تمہارے جنگجوؤں کو قتل کر ڈالیں گے اور تمہاری عورتوں کو قیدی بنا کر اپنے لئے حلال کر لیں گے جب عبداللہ بن ابی اور اسکے ساتھی بت پرستوں کو قریش مکہ کی یہ دھمکی پہنچی تو وہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے جنگ لڑنے کیلئے جمع ہو گئے جب رسول اللہ ﷺ کو ان کے جمع ہونے کی خبر ملی تو حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے ملاقات کر کے ان سے فرمایا کہ قریش مکہ کی جانب سے تم لوگوں کو بڑی سخت دھمکی پہنچی ہے قریش مکہ اپنی دھمکی سے تمہیں اس قدر نقصان نہیں پہنچا رہے جس قدر تم لوگ اس دھمکی پر عمل کر کے اپنے آپ کو نقصان پہنچاؤ گے تم لوگ ہم مسلمانوں سے جنگ کر کے اپنے بیٹوں بھائیوں سے جنگ کرنا چاہ رہے ہو جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سنی تو یہ لوگ آپس میں جدا جدا ہو گئے (لڑنے اور قتال کرنے سے باز آ گئے) تو یہ بات قریش مکہ کو جب پہنچی تو مکہ کے قریش نے جنگ بدر کے بعد یہودیوں کو خط لکھا کہ تم لوگ اسلحہ اور ہتھیار والے ہو اور تمہارے پاس مضبوط قلعے ہیں تم لوگ ہمارے ساتھی (محمد ﷺ) سے جنگ کرو ورنہ ہم تمہارے ساتھ ایسا ویسا معاملہ کریں گے اور ہمارے اور تمہاری عورتوں کے پازیبوں کے درمیان کوئی شی حائل نہیں ہو گی جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کفار مکہ کی اس تحریر کی اطلاع پہنچی اور یہ خبر بھی ملی کے قبیلہ بنو نضیر نے بد عہدی کا ارادہ کر لیا ہے اور بنو نضیر نے حضور ﷺ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ اپنے تیس (۳۰) صحابہؓ کے ساتھ ہمارے پاس تشریف لائیں اور ہم یہودیوں میں سے تیس (۳۰) پادری نکل کر ایک درمیانی جگہ آپ ﷺ سے ملاقات کریں گے اور آپ ﷺ کی گفتگو سنیں گے پس اگر ہمارے پادریوں نے آپ ﷺ کی بات کی تصدیق کی اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں گے اس کے بعد راوی نے پورا قصہ بیان کیا...... پھر اگلے دن رسول اللہ ﷺ نے لشکروں کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور بنو نضیر کا محاصرہ فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا تم لوگ اس وقت تک امن میں نہیں ہو سکتے جب تک تم لوگ مجھ سے معاہدہ نہ کر لو تو ان یہود نے حضور ﷺ سے کسی قسم کا معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا تو حضور ﷺ نے اس دن ان سے قتال

[1] اور جو مال کو لوٹا دیا اللہ نے اپنے رسول پر ان سے سو تم نے نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے اور نہ اونٹ (سورۃ الحشر: ٦)

فرمایا پھر حضور ﷺ بنو قریظہ قبیلے کے پاس تشریف لے گئے اور لشکروں کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور بنو نضیر کو اسی حال میں چھوڑ دیا اور بنو قریظہ کو معاہدہ کرنے کی دعوت دی تو بنو قریظہ نے حضور ﷺ سے معاہدہ کر لیا تو حضور ﷺ ان بنو قریظہ سے لوٹ کر لشکروں کو لے کر بنو نضیر پر حملہ آور ہوئے اور ان سے جنگ کر کے ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے قلعوں سے اتر کر جلا وطن ہو جائیں پس بنو نضیر قبیلہ مدینہ منورہ سے ملک شام کی طرف چلا گیا اور یہ لوگ اپنے ساتھ سامان اٹھا کر اپنے اونٹوں پر اپنا سامان اور اپنے گھر کے دروازے اور اپنے گھروں کی لکڑیاں لاد کر لے گئے...... تو بنو نضیر کے باغات خصوصی طور پر رسول اللہ ﷺ کے تھے جو اللہ پاک نے آپ ﷺ کو خصوصیت کے طور پر عطا فرمائے تھے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جو کچھ اللہ پاک نے اپنے نبی ﷺ کو بنو نضیر سے باغات وغیرہ خصوصی طور پر عطا فرمائے ان کے حاصل کرنے کے لئے تم لوگوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے مطلب یہ ہے کہ یہ سب کچھ جنگ کے کئے بغیر اللہ پاک نے اپنے نبی ﷺ کو عطا فرمایا ہے پس نبی اکرم ﷺ نے بنو نضیر کی زمینوں کا اکثر حصہ مہاجر صحابہ کرامؓ میں تقسیم فرمادیا اور انصار مدینہ میں سے دو افراد کو ان کی ضرورت اور فقر کی وجہ سے عطا فرمایا ان دونوں کے علاوہ کسی انصاری صحابی کو رسول اللہ ﷺ نے اس زمین میں سے عطا نہیں فرمایا اور بنو نضیر کی اس زمین میں وہ حصہ باقی رہ گیا جو حضرت فاطمہؓ کے زیر تصرف تھا یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں کے لئے صدقہ ہو گیا تھا۔

شرح حدیث یہ ہے کہ جنگ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے کہ کفار قریش نے رأس المنافقین عبد اللہ بن ابی جو کہ مشرکین میں سے تھا اور جو اسکے ساتھ دوسرے مشرک تھے اوس وخزرج میں سے، ان کو یہ لکھ کر بھیجا کہ تم نے ہمارے آدمی کو پناہ دی ہے اور اسکو اپنے یہاں ٹھہرایا ہے (یعنی حضور ﷺ) ہم تم کو خبر دار کرتے ہیں کہ یا تو تم اس کے ساتھ قتال کرو یا اس کا وہاں سے اخراج کرو، ورنہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم سارے مکہ والے تم پر چڑھائی کر دیں گے، تمہارے مقاتلین یعنی مردوں کو قتل کر ڈالیں گے اور تمہاری عورتوں کو اپنے لئے مباح کریں گے جب عبد اللہ بن ابی کے پاس ان کی یہ تحریر اور دھمکی پہنچی تو وہ حضور ﷺ کے ساتھ قتال کرنے کیلئے جمع ہونے لگے، جب حضور ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ انکے پاس تشریف لے گئے ملاقات کیلئے، جب آپ وہاں پہنچے تو آپ نے ان لوگوں کے سامنے یہ بات رکھی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پاس قریش کی حد درجہ کی وعید پہنچی ہے، دیکھو! یہ قریش تم کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا تم خود اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کر رہے ہو، پھر اگلے جملہ سے آپ ﷺ نے اسکی تشریح فرمائی: تُرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا أَبْنَاءَكُمْ. وَإِخْوَانَكُمْ کیا تم خود اپنے ہاتھ اپنے ہی اولاد اور بھائیوں کو قتل کرنا چاہتے ہو، مطلب یہ تھا کہ تم میں سے بعض کی اولاد اور بعض کے بھائی اور دوسرے اعزہ اسلام لا کر ہمارے ساتھ ہو گئے ہیں تو اس صورت میں مسلمانوں پر حملہ کرنا خود اپنے لوگوں پر حملہ کرنا ہے۔ آگے روایت میں ہے کہ جب ان لوگوں نے حضور ﷺ کی یہ تقریر سنی تو وہ سب لوگ جو قتال کیلئے مجتمع ہو گئے تھے منتشر ہو گئے اس ساری بات کی اطلاع کفار

قریش کو بھی ہوگئی، تو اب کفار قریش نے دوبارہ تحریر لکھی اور یہ جنگ بدر کے بعد کی بات ہے، اور اس مرتبہ بجائے مشرکین کے یہود کی طرف وہ تحریر لکھی جس کا مضمون یہ ہے کہ بے شک تم ہتھیار والے ہو قلعوں والے ہو (ایسے ہو اور ویسے ہو) یا تو تم ہمارے آدمی کو قتل کر و ورنہ ہم تمہارا یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے، اور ہمارے درمیان اور تمہاری عورتوں کے پازیبوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے گی، یعنی ہم انکی عصمت دری کریں گے، (خَدَمِ جمع خَدَمَةٌ کی یعنی پازیب جس کو راوی کہہ رہا ہے) وَهِيَ الْخَلَاخِيلُ، فَلَمَّا بَلَغَ كِتَابُهُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی پس جب ان کی یہ تحریر حضور ﷺ کے پاس پہنچی، یہاں پر یہ اشکال ہے کہ وہ تحریر تو یہود کے نام تھی حضور ﷺ کے پاس کیسے پہنچی، چنانچہ در منثور کی روایت میں ہے: فلما بلغ كتابهم اليهود [1]، جواب یہ ہے کہ تقدیر عبارت یہ ہے فلما بلغ خبر كتابهم، اصل کتاب مراد نہیں بلکہ اسکی خبر آگے روایت میں ہے:

أَجْمَعَتْ بَنُو النَّضِيرِ بِالْغَدْرِ، فَأَرْسَلُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْرُجْ إِلَيْنَا فِي ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِكَ.

بنو نضیر کا آپ کے ساتھ غدر و فتک کا قصد: یعنی یہود بنو نضیر نے کفار قریش کی اس وعید پر حضور ﷺ کے ساتھ غدر کا ارادہ کیا، یعنی آپ ﷺ کے قتل کی خفیہ سازش دھوکہ دیکر، چنانچہ آپکے سامنے بات رکھی گئی مذہب اسلام کو قبول کرنے نہ کرنے کی، وہ یہ کہ انہوں نے حضور ﷺ کے پاس یہ کہلوایا کہ تیس آدمیوں کو آپ لیکر چلئے اور تیس آدمی ہمارے احبار علماء یہود نکلیں، اور کسی معین جگہ پر ملاقات کریں اور ہمارے احبار آپ ﷺ کی بات سنیں، پس اگر انہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کر دی اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئے تو ہم سب بھی آپ پر ایمان لے آئیں گے، مصنف نے یہ واقعہ اتنا ہی ذکر کیا، آگے کیا ہوا اس کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا فَقَصَّ خَبَرَهُمْ [2]، یعنی راوی نے پورا قصہ بیان کیا، اس قصہ کو حضرت نے بذل میں سیوطی سے نقل کیا ہے وہ اس طرح کہ حسب قرارداد دونوں طرف سے تیس تیس نفر چل دیئے، یہ منظر دیکھ کر بعض یہود کو تردد ہوا کہ جب محمد ﷺ کے ساتھ تیس ۳۰ آدمی ہیں تو پھر تم ان تک کیسے پہنچ سکو گے، ان میں سے تو ہر ایک کا حال یہ ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے میری موت آجائے، تو انہوں نے حضور ﷺ کو یہ کہلا بھیجا کہ ہم سب ملکر ساٹھ آدمی ہو گئے، ساٹھ آدمیوں کے درمیان مسئلہ کیسے حل ہو گا، یعنی یہ بڑی جماعت ہو گئی اس میں سب کا ایک رائے پر متفق ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے، لہذا آدمیوں کی تعداد میں کمی کرنی چاہئے، بجائے تیس کے تین آپ ﷺ لیں، تین ہم چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا صرف تین تین ہو گئے، لیکن ان خبیثوں نے خنجر اپنے ساتھ خفیہ طور پر لے لئے کہ فی الواقع مناظرہ مقصود نہیں تھا بلکہ دھوکہ سے قتل کرنا چاہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے غیب سے آپ ﷺ کی حمایت کی یہ صورت پیدا فرمائی کہ ایک یہودی عورت کا بھائی مسلمان تھا اسکو اپنے

---

[1] الدر المنثور في التفسير بالمأثور للسيوطي — ج ١٤ ص ٣٤٠

[2] قص کی ضمیر راوی کی طرف راجع ہے، اور صاحب عون المعبود سے یہاں پر چوک ہوئی کہ انہوں نے اس کی ضمیر حضور ﷺ کی طرف لوٹائی، کذا فی البذل (بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٣ ص ٣٣٠، عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٨ ص ٢٣٦)۔

بھائی کی فکر ہوئی تو اس نے چپکے سے اپنے بھائی کے پاس یہود کی اس خفیہ سازش کی خبر پہنچادی، اس کا بھائی فوراً دوڑا ہوا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور آپ سے اس بارے میں سرگوشی کی، حضور ﷺ ابھی تک یہود کے پاس پہنچے نہیں تھے اسلئے آپ ﷺ لوٹ آئے، پھر اگلے دن آپ ﷺ نے ان پر علی الصباح چڑھائی کر دی جیسا کہ یہاں روایت میں ہے۔

فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ، غَدَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْكَتَائِبِ فَحَصَرَهُمْ: سارے دن ان سے قتال ہوا، اور پھر اگلے روز علی الصباح بنو قریظہ پر آپ ﷺ نے چڑھائی کی اور بنو نضیر جو قلعہ بند ہو گئے تھے ان کو اسی حال میں چھوڑا، اور بنو قریظہ کے سامنے آپ ﷺ نے معاہدہ کی بات رکھی، وہ معاہدہ کے لئے تیار ہو گئے، لہذا آپ وہاں سے لوٹ آئے اور اگلے روز پھر بنو نضیر کی طرف متوجہ ہو گئے قتال کیلئے، حَتَّى نَزَلُوا عَلَى الْجَلَاءِ، فَجَلَتْ بَنُو النَّضِيرِ، ای الی الشام وبعضهم الی خیبر، اور اپنا سامان اونٹوں پر لاد کر لے گئے، دروازے اور ان کی لکڑیاں تک، آگے راوی کہہ رہا ہے کہ: فَكَانَ نَخْلُ بَنِي النَّضِيرِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً، آگے جو روایت کا مضمون ہے وہ ہمارے یہاں پہلے گذر چکا۔

۳۰۰۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ يَهُودَ النَّضِيرِ، وَقُرَيْظَةَ، حَارَبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي النَّضِيرِ، وَأَقَرَّ قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ، حَتَّى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ بَعْدَ ذَلِكَ، فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ، وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ، وَأَوْلَادَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، إِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّنَهُمْ وَأَسْلَمُوا، وَأَجْلَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُودَ الْمَدِينَةِ كُلَّهُمْ، بَنِي قَيْنُقَاعَ، وَهُمْ قَوْمُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَيَهُودَ بَنِي حَارِثَةَ، وَكُلَّ يَهُودِيٍّ كَانَ بِالْمَدِينَةِ».

ترجمہ عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی نضیر اور بنو قریظہ نے رسول اللہ ﷺ سے مقابلہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کو جلاوطن فرمادیا اور قبیلہ بنو قریظہ کو انکے مکانات میں برقرار رکھا اور ان پر احسان فرمایا یہاں تک کہ اس واقعہ کے بعد بنو قریظہ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تو رسول اللہ ﷺ نے انکے مردوں کو قتل فرمایا اور انکی عورتوں اور بچوں اور انکے اموال مسلمانوں میں تقسیم فرمادیئے...... رسول اللہ نے مدینہ منورہ کے تمام یہودیوں کو جلاوطن فرمادیا جن میں عبد اللہ بن سلام کی قوم قبیلہ قینقاع اور بنو حارثہ کے یہودی شامل تھے اور مدینہ منورہ میں موجود ہر یہودی کو آپ ﷺ نے نکال باہر کیا۔

تخریج صحیح البخاري - المغازي (٣٨٠٤) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٦٦) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٠٥)

شرح الحدیث اس روایت کا مضمون ہمارے یہاں پہلے گذر چکا، اس روایت کے اخیر میں یہ ہے کہ مدینہ میں جتنے یہودی تھے بنی قینقاع (قوم عبد اللہ بن سلامؓ) اور یہود بنو حارثہ اور ہر اس یہودی کو جو مدینہ میں تھا آپ ﷺ نے سب کو مدینہ سے نکال دیا۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم، قاله المنذري۔

٢٤ ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي حُكْمِ أَرْضِ خَيْبَرَ

خیبر کی زمین کے متعلق حضور ﷺ کے فیصلہ کا بیان

باب سے متعلق مباحث اربعہ مفیدہ: ترجمۃ الباب اور اسکی احادیث کو سمجھنے کیلئے بطور تمہید چند امور کا جاننا ضروری ہے:① آپ ﷺ نے یہود خیبر کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اور خیبر کو کیسے فتح کیا؟ صلحاً یا عنوۃً، ② فتح کے بعد ارض خیبر کو کیسے تقسیم فرمایا؟ ③ ارض مفتوحہ کا حکم، آیا اس کی تقسیم ضروری ہے یا غیر ضروری؟ ④ ارض خیبر عشری ہے یا خراجی؟ کونسی زمین عشری ہوتی ہے اور کونسی خراجی؟ یہ سب اہم علمی مباحث ہیں اب ہم ان امور کو ترتیب وار بعون اللہ تعالی لکھتے ہیں، وھو الموفق والمیسر۔

بحث اول: گذشتہ روایات کے ضمن میں یہ آچکا کہ آپ ﷺ جب اخراج الیہود من المدینہ سے فارغ ہوگئے تو پھر ۷ھ میں آپ ﷺ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے ان کے ساتھ قتال اور محاصرہ وغیرہ سب چیزوں کی نوبت آئی اور آخرکار اللہ تعالی کے فضل سے مسلمانوں نے یہود کو زیر کرکے خیبر کو فتح کرلیا، اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ پورا خیبر عنوۃً فتح ہوا یا بعض صلحاً، اس کی بحث اس باب کی پہلی حدیث کے ذیل میں آرہی ہے۔

بحث ثانیہ: آپ ﷺ نے نصف ارض خیبر کو مجاہدین کے درمیان تقسیم فرمایا، کتاب الجہاد میں مجمع بن جاریہ انصاری کی روایت گذر چکی، اور آگے یہاں بھی آرہی ہے اس میں تقسیم کی تفصیل اس طرح مذکور ہے کہ مجاہدین کی کل تعداد پندرہ سو تھی جس میں بارہ سو راجل اور تین سو فارس تھے، اور چونکہ فارس کا حصہ عند الحنفیہ دوگنا ہوتا ہے اس لئے تین سو فارس چھ سو ۶۰۰ راجل کے برابر ❶ ہوگئے بارہ اور چھ کل اٹھارہ ہوگئے تو اس نصف ارض کو آپ ﷺ نے اٹھارہ سہام پر تقسیم فرمایا ہر سہم مشتمل تھا سو حصوں پر، اور جس روایت میں یہ آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارض خیبر کو چھتیس سہام پر تقسیم فرمایا وہ بھی اپنی جگہ درست ہے یعنی مجموعہ زمین کے اعتبار سے، اور نصف ارض کو آپ نے اپنی اور اپنی ازواج اور مصالح مسلمین کے لئے باقی رکھا۔

بحث ثالث: ارض مفتوحہ کی تقسیم عند الشافعی ضروری ہے اور امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اسکو تقسیم نہیں کیا جائے گا، بلکہ ایقاف ضروری ہے یعنی اس کی آمدنی بیت المال میں رہے گی اور مصالح مسلمین میں اس کو صرف کیا جائے گا، اور حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک اس کی تقسیم اور عدم تقسیم علی رأی الامام ہے اس کو دونوں کا اختیار ہے، اس میں حضرت عمرؓ کا عمل ایقاف اور ترک تقسیم تھا، اور حضور ﷺ سے تقسیم اور عدم تقسیم دونوں کا ثبوت ہے م لہذا حنفیہ اور حنابلہ کے مسلک پر تو کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا، اسی طرح امام مالکؒ کے مسلک پر بھی کوئی خاص اشکال نہیں کیونکہ آپ ﷺ سے دونوں طرح ثابت ہے، البتہ حضرت

❶ اور اگر فارس کیلئے تین سہام ہوتے کما قال الأئمۃ الثلاثۃ والصاحبان، تو پھر اس کا مقتضی یہ تھا کہ ارض خیبر کو اکیس ۲۱ سہام پر تقسیم کیا جاتا، یہ بحث کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے۔

امام شافعیؒ کے مسلک پر اشکال ہوگا، عمل عمرؓ سے، اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ لم یقسم عمر برضا الغانمین، یعنی حضرت عمرؓ اس زمین کو تقسیم نہیں فرماتے تھے، غانمین کی اجازت اور ان کی رضامندی سے، لیکن اس جواب پر اشکال ہے چنانچہ ابن قیم [1] فرماتے ہیں: ولا یصح أن یقال: إنه استطاب نفوسهم ووقفها برضاهم فإنهم قد نازعوه في ذلك وهو يأبى عليهم ودعا على بلال وأصحابه - رضي الله عنهم - [2] یعنی حضرت بلالؓ اور ان کے بعض ساتھیوں کو حضرت عمرؓ نے جب وہ فعل عمرؓ پر راضی نہ ہوئے تو انہوں نے ان کو بددعاء بھی دی۔

بحث رابع: زمین کے عشری اور خراجی ہونے کے اعتبار سے جو تفصیل ہے وہ اس طرح ہے، مزید تفصیل کے لئے مطولات کی طرف رجوع کیا جائے، حضرت شیخؒ کے حاشیہ بذل میں اسکے بارے میں بہت سی کتب کے حوالے اور کچھ عبارات درج ہیں صاحب بدائع نے بھی اس پر تفصیل سے کلام فرمایا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ارض کی اولاً دو قسمیں ہیں، مفتوحہ اور غیر مفتوحہ، غیر مفتوحہ سے مراد وہ زمین جس کو فتح کرنے کی نوبت نہیں آئی بلکہ اسکے باشندگان خود بخود اسلام میں داخل ہوگئے جیسے ارض یمن و مدینہ وطائف و بحرین، یہ قسم ثانی زمین کی عشری ہے، اور قسم اول یعنی ارض مفتوحہ اس کی پھر دو قسمیں ہیں: ① ارض عنوۃ، ② وارض صلح، عنوۃ: جسکو قتال کے ذریعہ فتح کیا گیا ہو، جیسے ارض عراق و مصر و شام و خیبر، اور دوسری وہ ہے جسکو خراج معین پر صلح کر کے فتح کیا گیا ہو، جیسے ارض نجران [3] اس قسم ثانی کا حکم یہ

---

[1] ارض مفتوحہ کی تقسیم وترک تقسیم کی بحث: ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ اور ان کے بعد ائمہ کی رائے یہ ہے کہ ارض مفتوحہ غنائم میں داخل ہی نہیں ہے چنانچہ خلفائے راشدین کا طرز عمل یہی رہا ہے اس لئے حضرت بلالؓ اور ان کے اصحاب نے جب حضرت عمرؓ سے مطالبہ کیا اس بات کا کہ وہ زمین جس کو انہوں نے عنوۃ فتح کیا ہے وهي الشام وما حولها کہ اس کا خمس نکال کر باقی کو تقسیم کر دیجئے، تو اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خمس نکال کر باقی کو تقسیم کرنا زمین اس میں داخل نہیں ہے، اس لئے میں تو اس کو روک کر رکھوں گا تم اور سب مسلمانوں کی ضروریات کے لئے، لیکن اس کے بعد بھی حضرت بلالؓ اور ان کے اصحاب نے تقسیم ہی پر اصرار کیا تو اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِلالًا وَذَوِيهِ، باقی تمام صحابہ کو حضرت عمرؓ کی اس رائے سے اتفاق ہوا، پھر آگے ابن قیمؒ نے حضرت عمرؓ کی اس رائے کی بہت زیادہ تعریف اور اس کے ثمرات وفوائد لکھے (زاد المعاد في هدي خير العباد - ج ٣ ص ٣٧٩ - ٣٨٠)، حضرت عمرؓ کے اس طرز پر حضرت بلالؓ وغیرہ بعض صحابہ کی ناگواری کی طرف اشارہ حضرت عمرؓ کے کلام میں صحیح بخاری کی روایت میں بھی موجود ہے، اس کی ایک طویل حدیث میں ہے وَايْمُ اللهِ إِنَّهُمْ لَيَرَوْنَ أَنِّي قَدْ ظَلَمْتُهُمْ (صحيح البخاري - كتاب الجهاد والسير - باب قول النبي صلى الله عليه وسلم لليهود "أسلموا تسلموا" ٢٨٩٤)، وفي الهداية: إذا فتح الإمام بلدا عنوة فهو بالخيار إن شاء قسمها بين المسلمين كما فعل عليه الصلاة والسلام بخيبر وإن شاء أقر أهله ووضع الجزية عليهم وعلى أراضيهم الخراج كما فعل عمر رضي الله تعالى عنه بسواد العراق بموافقة من الصحابة. وفي العقار خلاف الشافعي. إلى آخره - اه من هامش البذل مختصرا.

[2] زاد المعاد في هدي خير العباد لابن القيم - ج ٣ ص ٣٨٠

[3] نصاریٰ نجران سے مصالحت کپڑے کے دو ہزار جوڑوں پر ہوئی تھی جیسا کہ آگے بَابٌ فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ میں آرہا ہے صَالَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ نَجْرَانَ عَلَى أَلْفَيْ حُلَّةٍ، النِّصْفُ فِي صَفَرٍ، وَالْبَقِيَّةُ فِي رَجَبٍ، يُؤَدُّونَهَا إِلَى الْمُسْلِمِينَ (سنن أبي داود - كتاب الخراج والإمارة والفيء - باب في أخذ الجزية ٣٠٤١)

ہے کہ جس چیز پر ان سے صلح ہوئی بس وہی ان سے لیا جائے گا، وہی اسکا خراج ہے اور قسم اول یعنی ارض عنوۃ اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کو غانمین کے درمیان تقسیم کر دیا گیا ہو جیسے نصف ارض خیبر اور دوسری وہ جس کو فتح کے بعد کفار سے نہ لیا گیا ہو بلکہ ان ہی پر چھوڑ دیا گیا ہو، جیسے باقی نصف ارض خیبر اور اسی طرح ارض عراق [1] وغیرہ ان دونوں میں سے اول عشری ہے اور دوسری خراجی (ملخصاً من البدائع)۔

نیز بدائع میں لکھا ہے کہ تمام ارض عرب عشری ہے جس سے مراد ارض حجاز و تہامہ و یمن اور مکہ مکرمہ و طائف ہیں، اور یہ زمین عشری اسلئے ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے ارض عرب سے خراج وصول نہیں کیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عشری ہے اسلئے کہ زمین إحدى المؤنتین سے خالی نہیں ہوتی، یا اس سے عشر وصول کیا جائے گا یا خراج [2]۔

اراضی ہند عشری ہیں یا خراجی؟ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ اراضی ہند کیا ہیں عشری یا خراجی؟ اس کے بارے میں فتاویٰ رشیدیہ میں اس طرح ہے **مسئلہ**: ہمارے یہاں کی ارضیات عشری ہیں یا خراجی ہیں اور عمل داری جائز ہے یا نہیں؟
الجواب: ارضیات ہند بعضی عشری ہیں بعضی خراجی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد عفی عنہ۔

نیز اس میں یہ سوال وجواب بھی مذکور ہے، **مسئلہ**: یہاں زمینوں میں سرکاری جمع ہے اور معافی بھی ہیں، لہذا ایسی زمینوں میں عشر ہے یا نہیں؟ **الجواب**: زمین معافی ہو یا اس میں مال گذاری سرکاری ہو، محصول بجائے خراج تو کافی ہے مگر بجائے عشر کافی نہیں ہو سکتا، پس اگر زمین عشری ہے تو عشر ادا کرنا جدا چاہئے، اور اگر خراجی ہے تو خراج اس کا مال گذاری سرکاری میں محسوب ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم [3]۔

حضرت گنگوہی کی رائے: حضرت گنگوہیؒ کے جواب میں تو اجمال ہے کہ ہندوستان کی بعض زمینیں عشری ہیں اور بعض خراجی، اب یہ کہ کونسی عشری ہے اور کونسی خراجی اس کے جاننے کیلئے دوسری کتب فتاویٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے، خود فتاویٰ رشیدیہ میں جو عشر و خراج کے مسائل مذکور ہیں اس سے بھی اس میں استفادہ ہو سکتا ہے، آگے العرف الشذی سے حضرت گنگوہی کی مزید رائے آرہی ہے، فتاویٰ محمودیہ (جلد نہم) میں یہ سوال وجواب مختلف انداز میں مفصل و مجمل مختلف زمانوں کا لکھا ہوا موجود ہے، اس پورے مجموعہ ہی کو دیکھنے سے اس میں بصیرت حاصل ہو سکتی ہے، بہر حال ایک جگہ (میں) اسی سوال

---

[1] ایسے ہی مکہ مکرمہ کی زمین بھی، کیونکہ مکہ مکرمہ کو عنوۃ فتح کیا گیا اور اسکی زمین کو اسکے ارباب پر چھوڑ دیا گیا، غانمین میں تقسیم نہیں کیا گیا، لہذا قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ وہ خراجی ہو لیکن چونکہ خراج میں صغار یعنی ذلت کے معنی پائے جاتے ہیں جو مکہ مکرمہ کی شان کے خلاف ہے اس لئے اس کو خراجی نہیں قرار دیا گیا، ارض مکہ کے بارے میں آگے مستقل باب آرہا ہے۔

[2] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع — ج ۲ ص ۵۷ ـ ۵۸

[3] فتاویٰ رشیدیہ — ص ٤٤٤ ـ ٤٤٥

کے جواب میں کہ ہندوستان کی زمین عشری ہے یا خراجی؟ اس طرح تحریر فرمایا ہے: جو زمینیں بادشاہ اسلام کے وقت سے مسلم کی ملک وقبضہ میں ہیں ان میں عشر ہے، نیز جو زمینیں اس وقت مسلم کی ملک وقبضہ میں ہیں اور کسی غیر مسلم سے منتقل ہو کر ملک مسلم میں آنا معلوم نہیں تو بناء بر استصحاب حال ان پر قبضۂ مسلم مستمر مان کر ان کو بھی عشری قرار دیا جائے گا۔ حکومت جو محصول لیتی ہے وہ خراج میں محسوب ہو سکتا ہے لیکن عشر کے حق میں محسوب نہیں ہو سکتا، فتاوی رشیدیہ میں اس کی تصریح موجود ہے [1]۔

بعض علماء نے ہندوستان کے دار الحرب ہونے کی بناء پر یہاں کی زمینوں کو دونوں قسم کی مؤنتوں عشر وخراج سے مستثنی کر دیا ہے۔ حکومت اگر ارض عشریہ سے خراج وصول کرے تو یہ ناجائز ہے اور اس سے عشر ادا نہیں ہوگا۔ کیونکہ حکومت مصرف زکوۃ نہیں، فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۸، ۴، ۷۰ھ الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور [2]۔

مولانا انور شاہ صاحب کی رائے: اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی رائے العرف الشذي میں یہ تحریر ہے کہ اراضی ہند میں عشر واجب نہیں اس لئے کہ وہ دار الحرب کی اراضی ہیں، هكذا حصل لي من كتب الفقه، اور آگے دار الحرب کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ دار الحرب وہ مقام ہے کہ جس میں فصل الامور یعنی خصومات ومقدمات کا فیصلہ کفار کے ہاتھ میں ہو (یعنی کفار کے قانون کے موافق چاہیں فیصلہ کرنے والے مسلمان ہوں) اور وہ جو بعض لوگوں نے دار الحرب کی تعریف یہ کی ہے، کہ دار الحرب وہ ملک ہے جس میں مسلمانوں کو ادائے فرض صوم وصلوۃ سے روکا جاتا ہو، یہ صحیح نہیں اور اس تعریف کی کوئی اصل نہیں اور مولانا محمد اعلیٰ تھانویؒ نے اپنی تصنیف میں ذکر کیا ہے کہ اراضیٔ ہند نہ عشری ہے نہ خراجی، بلکہ اراضی حوزہ ہیں، یعنی أراضي بيت المال والمملكة، اور میں نے سنا ہے کہ مولانا گنگوہی مرحوم نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جس شخص کی ملک میں اس وقت جو زمین ہے اور اس شخص کے علم میں یہ بات نہیں کہ اس کی یہ زمین کفار کی طرف سے منتقل ہو کر آئی ہے تو اس پر عشر واجب ہے، اھ [3]۔ اس موضوع پر ایک مستقل تصنیف شیخ جلال الدین تھانیسریؒ کی بھی ہے چنانچہ فتاوی محمودیہ میں ایک سائل کا سوال ہے: اراضی ہند کی عشری وغیر عشری ہونے کی تحقیق فرمائیں، علماء نے اس مسئلہ کو ایسا الجھا دیا ہے کہ مسئلہ کا کوئی رخ واضح نظر نہیں آتا، الجواب: حامداً ومصلياً: علماء نے تو بہت سلجھایا ہے، آج نہیں کئی سو سال پہلے شیخ جلال الدین تھانیسریؒ نے جو خلیفہ خاص تھے حضرت شیخ عبد القدوسؒ کے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ اپنے وقت میں تصنیف فرمایا جس کا نام

---

[1] فتاوی محمودیہ باب العشر والخراج — ج۹ ص ٤٥٤

[2] فتاوی محمودیہ باب العشر والخراج — ج۹ ص ٤٥٤ ـ ٤٥٦

[3] العرف الشذي شرح سنن الترمذي — ج۲ ص ۱۱۰

رسالہ "اراضی ہند" ہے، اس میں زمینوں کے اقسام اور ان کے احکام تفصیلاً بیان کئے ہیں، موجودہ دور میں بھی مختلف رسائل لکھے گئے الخ [1]، مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب ؒ نے بھی اپنی تصنیف "إسلام کا اقتصادی نظام" کے آخیر میں اس مسئلہ پر کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے، بہت سے علماء اور فتاوی کی عبارتیں اس میں درج ہیں [2]۔

اب ان تمہیدی [3] امور کے جاننے کے بعد حدیث الباب کو لیجئے۔

۳۰۰۶ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَحْسَبُهُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ، فَغَلَبَ عَلَى النَّخْلِ وَالْأَرْضِ، وَأَلْجَأَهُمْ إِلَى قَصْرِهِمْ، فَصَالَحُوهُ عَلَى أَنَّ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفْرَاءَ، وَالْبَيْضَاءَ، وَالْحَلْقَةَ، وَلَهُمْ مَا حَمَلَتْ رِكَابُهُمْ، عَلَى أَنْ لَا يَكْتُمُوا، وَلَا يُغَيِّبُوا شَيْئًا، فَإِنْ فَعَلُوا فَلَا ذِمَّةَ لَهُمْ، وَلَا عَهْدَ فَغَيَّبُوا مَسْكًا لِحُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ، وَقَدْ كَانَ قُتِلَ قَبْلَ خَيْبَرَ، كَانَ احْتَمَلَهُ مَعَهُ يَوْمَ بَنِي النَّضِيرِ حِينَ أُجْلِيَتِ النَّضِيرُ فِيهِ حُلِيُّهُمْ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَعْيَةَ: «أَيْنَ مَسْكُ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ؟»، قَالَ: أَذْهَبَتْهُ الْحُرُوبُ وَالنَّفَقَاتُ، فَوَجَدُوا الْمَسْكَ، فَقَتَلَ ابْنَ أَبِي الْحُقَيْقِ وَسَبَى نِسَاءَهُمْ وَذَرَارِيَّهُمْ، وَأَرَادَ أَنْ يُجْلِيَهُمْ، فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدُ، دَعْنَا نَعْمَلُ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ، وَلَنَا الشَّطْرُ مَا بَدَا لَكَ، وَلَكُمُ الشَّطْرُ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي كُلَّ امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ ثَمَانِينَ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ، وَعِشْرِينَ وَسْقًا مِنْ شَعِيرٍ.

ترجمہ عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر والوں کے ساتھ جنگ کی اور ان کی زمینوں اور باغات پر غلبہ پالیا اور ان کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے قلعہ میں محصور ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر صلح کی کہ ہمارے پاس موجود سونا چاندی اور اسلحہ سب رسول اللہ ﷺ کا ہو گا اور ہمارے لئے اس قدر سامان ہے جو سامان ان کی سواریوں پر لادا جاسکے نیز انہوں نے صلح میں یہ شرط بھی قبول کی کہ وہ لوگ سونا چاندی میں کوئی چیز نہ تو چھپائیں گے اور نہ ہی اسے غائب کریںگے اگر انہوں نے ایسا کیا تو انکا کوئی ذمہ اور عہد وپیمان نہ ہو گا پھر انہوں نے حیی بن

---

[1] اس کے بعد یہ ہے مختصر اعرض یہ ہے کہ جو زمین ملک مسلم نہ ہو جیسا کہ خاتمہ زمینداری کے بعد سے یہاں کی زمینوں کا حال ہے اس میں عشر واجب نہیں، فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (فتاوی محمودیہ باب العشر والخراج — ج۹ ص۴۵۸)۔

[2] إسلام کا اقتصادی نظام — ص: ۷۰۰-۷۰۷

[3] اس سے معلوم ہوا کہ یہ باب بہت اہم ہے اسی لئے اس کے واسطے اتنی لمبی تمہید کی ضرورت پیش آئی۔ دراصل یہ کتاب الخراج والی ساری ہی بہت مشکل اور اہم ہے اسکے سمجھنے کیلئے بندہ کو بہت محنت کرنی پڑی، احقر کی تو بساط ہی کیا ہے، حضرت مولانا تھانوی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ نے سورہ حشر کی ان آیات کی تفسیر کے بعد جن میں اموال فیٔ کا حکم مذکور ہے یہی تحریر فرمایا ہے چنانچہ حضرت تحریر فرماتے ہیں: یہ مقام مثل سورہ براۃ کے احقر کو بہت دشوار معلوم ہوا تھا سیر واحادیث وکتب فقہ کی مراجعت کے بعد غایت جدوجہد سے جو سمجھ میں آیا وہ لکھا گیا یہاں بھی عرض ہے کہ اگر اس سے احسن اور اقرب تفسیر ممکن ہو تو اس کو ترجیح دی جائے اھ (ج۱۱ ص۱۲۳)۔

اخطب کا چمڑہ کا مشکیزہ چھپا دیا اور یہ حیی خیبر سے پہلے مارا گیا تھا اس حیی نے یہ مشکیزہ اپنے ساتھ بنو نضیر کی جلاوطنی کے وقت اٹھا کر منتقل کر دیا تھا اس مشکیزہ میں ان کی قوم کے زیورات تھے عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے سعیہ یہودی سے کہا کہ حیی بن اخطب کا مشکیزہ کہاں ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ لڑائیوں اور دیگر خرچوں میں وہ مشکیزہ ختم ہو گیا پھر بعد میں مسلمانوں کو وہ مشکیزہ مل گیا تو قبیلہ کے سردار ابن ابی الحقیق کو قتل کیا گیا اور حضور ﷺ نے اس قبیلہ کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا اور ان یہود کو یہاں سے نکالنے کا ارادہ فرمایا تو ان یہودیوں نے کہا: اے محمد! ہمیں خیبر کی ان زمینوں میں جب تک آپ مناسب سمجھیں کام کیلئے رکھ لیں اور زمین کی پیداوار کا آدھا حصہ ہمیں دیدیں اور آدھا حصہ آپکا ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں میں ہر ایک اہلیہ محترمہ کو اس پیداوار میں سے کھجور کے اسی ۸۰ وسق اور جو کے بیس ۲۰ وسق عطا فرمایا کرتے تھے۔

شرح الحدیث **غزوۂ خیبر کا بیان:** اس حدیث میں غزوۂ خیبر اور فتح خیبر کا بیان ہے، حضرت ابن عمرؓ فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ نے اہل خیبر کے ساتھ قتال کیا، اور ان کی زمینوں اور باغات پر غلبہ پا لیا، اور ان کو مجبور کر دیا قلعہ بند ہونے پر، قلعہ میں محصور ہونے کے بعد انہوں نے آپ ﷺ سے ان شرائط پر مصالحت کی کہ جو کچھ ہمارے پاس سونا چاندی اور اسلحہ ہے وہ مسلمانوں کیلئے ہے اور ان کیلئے وہ سامان ہو گا جس کو وہ منتقل کر سکیں اس طور پر یہ صلح ہوئی کہ کسی چیز کو (سونا چاندی وغیرہ) چھپائیں گے نہیں، اور اس کو غائب نہیں کریں گے، اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو پھر ان کیلئے کوئی عہد اور ذمہ نہ ہو گا، فَغَيَّبُوا مَسْكًا لِحُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ، وَقَدْ كَانَ قُتِلَ قَبْلَ خَيْبَرَ، كَانَ احْتَمَلَهُ مَعَهُ يَوْمَ بَنِي النَّضِيرِ حِينَ أُجْلِيَتِ النَّضِيرُ فِيهِ حُلِيُّهُمْ، یعنی انہوں نے خلاف معاہدہ حیی بن اخطب کا چمڑہ کا مشکیزہ جس میں ان کے زیورات اور سونا چاندی تھی اسکو غائب کر دیا، لکھا ہے کہ اسکے اندر دس ہزار دینار کے بقدر سونا تھا، یہ حیی بن اخطب حضرت صفیہؓ کا باپ ہی تو ہے بنو قریظہ کا سردار، تو چونکہ اپنی قوم کا چودھری تھا اسی لئے غالباً پوری قوم کے زیورات وغیرہ اسکے پاس محفوظ ہوں گے، راوی کہہ رہا ہے کہ یہ ابن اخطب خیبر سے پہلے ہی مارا گیا تھا، چونکہ بنو قریظہ میں سے تھا اسی لئے ان کے ساتھ ۵ھ میں قتل ہو گیا ہو گا، جنگ بنو نضیر جو اس سے ایک سال پہلے ہوئی ہے جب ان کا اجلاء کیا جا رہا تھا، اس وقت اس نے وہ مشکیزہ اٹھا لیا تھا، روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے سعیہ (اسم یہودی) سے دریافت فرمایا کہ حیی بن اخطب والا مشکیزہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا: أَذْهَبَتْهُ الْحُرُوبُ وَالنَّفَقَاتُ یعنی لڑائیوں اور دوسری ضروریات میں خرچ ہو گیا لیکن بعد میں وہ مل گیا تھا جیسا کہ روایت میں مذکور ہے، فَقَتَلَ ابْنَ أَبِي الْحُقَيْقِ یعنی آپ نے ابن ابی الحقیق (جو کہ قبیلہ بنو نضیر کے سرداروں میں سے تھا اور حضرت صفیہؓ کا سابق شوہر بھی یہی تھا) اسکو قتل کیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا پھر جب ان یہود خیبر کے مردوں کے اخراج کا آپ نے ارادہ فرمایا تو انہوں نے کہا: يَا مُحَمَّدُ، دَعْنَا نَعْمَلْ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ۔ یہ مضمون ہمارے یہاں کہیں گذر چکا یعنی یہود خیبر نے آپ ﷺ سے بڑی لجاجت کے ساتھ عرض کیا کہ بیشک اب

ان سب زمینوں کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مالک ہیں لیکن کاشتکاری آپ لوگوں کے بس کی نہیں ہے آپ ہمیں یہاں ٹھہرنے کی اجازت دیں تاکہ ان زمینوں میں کھیتی اور باغات کی خدمت ہم کریں اور ان کی پیداوار میں سے نصف ہماری ہو جائے اور نصف آپ کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس رائے کو اس شرط کے ساتھ کہ جب ہم چاہیں گے تمہارا یہاں سے اخراج کر دینگے منظور فرمالیا۔

وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي كُلَّ امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ ثَمَانِينَ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ، وَعِشْرِينَ وَسْقًا مِنْ شَعِيرٍ: یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم غنائم خیبر کے خمس سے اپنی ہر زوجہ کو سالانہ نفقہ، اسی ۸۰، وسق تمر اور بیس، ۲۰، وسق شعیر عطا فرماتے تھے اور اگلی روایت میں سو وسق تمر کا ذکر ہے تو ہو سکتا ہے شروع میں ثمانین ہو اور بعد میں ایک سو کر دیا ہو اور یا یہ کہئے کہ احد العددین کا ذکر بالتخمین (تقریبی) اور دوسرے کا بالتحقیق ہے یا یہ کہ کسی سال یہ مقدار اور کسی سال وہ مقدار پیداوار کی کمی زیادتی کے لحاظ سے۔

خیبر کی فتح عنوۃً ہے یا صلحاً: اس روایت کے شروع میں تصریح ہے اہل خیبر کے ساتھ قتال کی اور یہ کہ انہوں نے مجبور ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کی، حضرت نے بذل میں لکھا ہے کہ اس کو فتح صلحاً نہیں کہا جائے گا گو صورۃ لفظ صلح مذکور ہے حقیقۃً یہ بھی فتح عنوۃ ہی ہے، میں کہتا ہوں ویسے مسئلہ فی نفسہ مختلف فیہ ہے آگے ایک روایت (برقم ۳۰۱۷) میں تصریح آرہی ہے: عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ خَيْبَرَ كَانَ بَعْضُهَا عَنْوَةً، وَبَعْضُهَا صُلْحًا وَالْكَتِيبَةُ أَكْثَرُهَا عَنْوَةً، وَفِيهَا صُلْحٌ، اور ایک روایت میں آگے صرف عنوۃً بھی آرہا ہے، اسی لیے ایک جماعت امام طحاویؒ، امام شافعیؒ اور بیہقیؒ کی رائے یہی ہے یعنی بعضها صلحا وبعضها عنوة، اور پھر اس پر ایک اختلافی مسئلہ بھی متفرع ہے وہ یہ کہ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک ارض مفتوحہ عنوۃ کی تقسیم ضروری ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف نصف ارض خیبر کو تقسیم فرمایا، تو اسکا جواب امام شافعیؒ یہی دیتے ہیں کہ جو نصف خیبر عنوۃ فتح ہوا تھا اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمادیا اور نصف باقی جو صلحاً فتح ہوا تھا وہ مال فیئ ہوا اسکو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم نہیں کیا، اور حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک ارض مفتوحہ کی تقسیم ہی ضروری نہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی فعل سے استدلال کرتے ہیں۔ وقد تقدم هذا الإختلاف في أول الباب وهو البحث الثالث۔ حضرت نے بعضها صلحا پر لکھا ہے لعل المراد بالصلح على أن يخرجهم (متى شاء لا في الحال) ويحقن دمائهم وليس هذا بالصلح [1] الاصطلاحي بل هو أيضا فتح عنوة اھ. اس پر حضرت شیخ حاشیہ بذل میں لکھتے ہیں۔ وبه جزم ابن القيم في الهدى وتبعه ابن الهمام في الفتح [2]۔

۳۰۰۷ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ، قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ عَامَلَ يَهُودَ خَيْبَرَ عَلَى أَنَّا نُخْرِجُهُمْ إِذَا شِئْنَا، فَمَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَلْيَلْحَقْ بِهِ، فَإِنِّي مُخْرِجٌ يَهُودَ»، فَأَخْرَجَهُمْ.

---

[1] یعنی فتح صلحاً تو یہ ہے کہ قتال کی نوبت ہی نہ آئے اور اگر قتال پیش آنے کے بعد عاجز آکر صلح کی جائے تو یہ فتح صلحاً نہیں ہے بلکہ عنوۃ ہی ہے ۱۲۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۲ ص ۳۴۹

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں فرمایا: اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے معاہدہ کیا تھا کہ ہم جب چاہیں گے انکو خیبر سے نکال باہر کرینگے۔ لہٰذا جس مسلمان کا کسی یہودی کے پاس کوئی باغ، زمین وغیرہ ہو تو وہ مسلمان اس یہودی سے وہ زمین، باغ وغیرہ لے لے کیونکہ میں یہودیوں کو نکال رہا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہودیوں کو جلاوطن فرمایا۔

تخریج صحيح البخاري - الشروط (٢٥٨٠) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٠٧) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٥)

شرح الحدیث یعنی حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک روز یہ اعلان کیا کہ حضور ﷺ نے یہود خیبر سے یہ معاملہ کیا تھا کہ جب ہم چاہیں گے تم کو نکال دیں گے، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں اب یہود کو نکال رہا ہوں لہذا جس شخص کی زمین یا باغ کسی یہودی کے پاس ہو تو وہ اس کو جا کر اس سے لے لے، اور اپنی چیز کو سنبھال لے، چنانچہ اس اعلان کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کا اخراج فرمادیا، اور اس کے بعد والی روایت میں یہ بھی آرہا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ازواجِ مطہرات کے پاس ایک مستقل آدمی بھیجا کہ تم میں سے جو یہ چاہے کہ جتنی مقدار غلہ اور تمر کی حضور ﷺ اس کو عطا فرماتے تھے وہ میں اس کے پاس بھیج دیا کروں، اور جو یہ چاہے کہ اس کے بقدر کاشت کی زمین اور کھجوروں کے درخت اس کو دیدوں تو میں ایسا کر دوں، اس پر بعض نے تو اوساقِ غلہ و تمر کو اختیار کیا اور بعض نے زمین کو، وكانت عائشة منها أي ممن أخذ الأرض والنخل [1]۔

٣٠٠٨ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا افْتُتِحَتْ خَيْبَرُ، سَأَلَتْ يَهُودُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ يُقِرَّهُمْ عَلَى أَنْ يَعْمَلُوا عَلَى النِّصْفِ مِمَّا خَرَجَ مِنْهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُقِرُّكُمْ فِيهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا» فَكَانُوا عَلَى ذَلِكَ، وَكَانَ التَّمْرُ يُقْسَمُ عَلَى السُّهْمَانِ مِنْ نِصْفِ خَيْبَرَ، وَيَأْخُذُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُمُسَ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْعَمَ كُلَّ امْرَأَةٍ مِنْ أَزْوَاجِهِ مِنَ الْخُمُسِ مِائَةَ وَسْقٍ تَمْرًا، وَعِشْرِينَ وَسْقًا شَعِيرًا، فَلَمَّا أَرَادَ عُمَرُ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ أَرْسَلَ إِلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُنَّ: «مَنْ أَحَبَّ مِنْكُنَّ أَنْ أَقْسِمَ لَهَا نَخْلًا بِخَرْصِهَا مِائَةَ وَسْقٍ، فَيَكُونَ لَهَا أَصْلُهَا وَأَرْضُهَا وَمَاؤُهَا، وَمِنَ الزَّرْعِ مَزْرَعَةَ خَرْصِ عِشْرِينَ وَسْقًا فَعَلْنَا، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ نَعْزِلَ الَّذِي لَهَا فِي الْخُمُسِ كَمَا هُوَ فَعَلْنَا».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ عرضی پیش کی کہ آپ ان یہودیوں کو انکی زمینوں میں رہنے دیں اس شرط پر کہ یہود ان زمینوں میں کام کر کے انکی پیداوار کا آدھا حصہ مسلمانوں کو ادا کرینگے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں خیبر کی زمین پر اس شرط

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٣ ص ٣٤١

مذکورہ کے ساتھ رہنے کی اجازت دیتا ہوں لیکن جبتک ہم چاہیں گے ہم تمہیں خیبر کی زمین پر رہنے دیں گے لہٰذا (عہد نبوی میں اور عہد صدیقی میں) یہود ان شرائط میں خیبر میں مقیم رہے اور خیبر کے باغات سے نکلنے والی کھجوروں میں سے آدھی کھجوریں حصوں کے مطابق تقسیم کی جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا حصہ خمس لیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج میں سے ہر ایک اہلیہ محترمہ کو خمس میں سے سو ۱۰۰ وسق کھجوریں اور بیس ۲۰ وسق جو عطا فرمایا کرتے۔ جب حضرت عمرؓ نے یہود کو جلاوطن فرمانے کا ارادہ فرمایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس پیغام کہلوایا کہ آپ ازواجؓ میں سے جس کو یہ پسند ہو کہ میں انکے سو ۱۰۰ وسق کے بدلہ میں ایک اندازہ سے کھجور کے درخت دیدوں تو یہ کھجور کے درخت اور اسکی زمین اور پانی کا حق انکا ہوگا اور بیس ۲۰ وسق کے بدلہ میں ایک اندازہ سے کھیتی باڑی کرنے کی زمین انکو دیدوں تو میں اس کیلئے تیار ہوں ...... اور جو اہلیہ محترمہ یہ پسند کرتی ہوں کہ ان کیلئے خمس میں سے جو حصہ (۱۲۰ وسق) آیا کرتا تھا وہ حصہ میں الگ کر کے دیدیا کروں تو میں اس طرح بھی کرنے کو تیار ہوں۔

تخریج صحيح البخاري - الإجارة (٢١٦٥) صحيح البخاري - المزارعة (٢٢٠٣) صحيح البخاري - الشركة (٢٣٦٦) صحيح البخاري - الشروط (٢٥٧١) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٨٣) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٠٢) صحيح مسلم - المساقاة (١٥٥١) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٨٣) سنن النسائي - الأيمان والنذور (٣٩٢٩) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٠٨، سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٦٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧/٢) سنن الدارمي - البيوع (٢٦١٤)

شرح حدیث اگلی روایت میں آرہا ہے: وَكَانَ التَّمْرُ يُقْسَمُ عَلَى السُّهْمَانِ مِنْ نِصْفِ خَيْبَرَ، وَيَأْخُذُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُمُسَ، یعنی نصف خیبر کی تمور کی تقسیم حسب حصص ہوتی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنا حصہ ایک خمس لیتے تھے ،اس نصف خیبر سے مراد وہ نصف ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غانمین کے درمیان تقسیم نہیں کیا تھا بلکہ اپنے نوائب کے لئے رکھ چھوڑا تھا، اور جو نصف تقسیم کر دیا تھا وہ تو ظاہر ہے کہ غانمین کی ملک ہو گیا، نیز اس تقسیم سے مراد تقسیم فی مصارف الفئی ہے نہ کہ تقسیم علی الغانمین کیونکہ یہ نصف مال فئی تھا (علی قول) والحديث أخرجه مسلم ،قاله المنذري۔

٣٠٠٩ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، ح وحَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً، فَجَمَعَ السَّبْيَ».

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام خیبر پر جنگ فرمائی تو خیبر کو دشمن سے طاقت کے زور پر فتح فرمایا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کو ایک جگہ جمع فرمادیا۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٣٦٤) صحيح مسلم - النكاح (١٣٦٥) سنن النسائي - النكاح (٣٣٨٠) سنن أبي

داود - الخراج والإمارة والفيء، (۳۰۰۹) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۰۲/۳)

شرح الحديث **فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً:** اس روایت میں صلح کا ذکر نہیں ہے، بلکہ مطلقاً یہ ہے کہ خیبر کو عنوۃ فتح کیا۔

والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، بأتم منه، قاله المنذري۔

۳۰۱۰ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، حَدَّثَنَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا، حَدَّثَنِي سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، قَالَ: «قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ نِصْفَيْنِ، نِصْفًا لِنَوَائِبِهِ وَحَاجَتِهِ، وَنِصْفًا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، قَسَمَهَا بَيْنَهُمْ عَلَى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا».

ترجمہ سہل بن ابی حثمہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا خیبر کے آدھے حصے کی پیداوار کو اپنی ضروریات اور حوائج کیلئے خاص فرمادیا اور دوسرے آدھے حصہ کو مسلمانوں میں اٹھارہ حصے بناکر تقسیم فرمادیا۔

شرح الحديث پہلی روایت میں جس میں اٹھارہ سہام کا ذکر ہے، وہاں نصف ارض کی تقسیم مراد ہے، اور اس دوسری روایت میں کل زمین کی تقسیم مراد ہے، اور اس سب کی تفصیل ابتدائی مباحث میں گذر چکی۔

۳۰۱۱ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ آدَمَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي شِهَابٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ، قَالَ: فَكَانَ النِّصْفُ سِهَامَ الْمُسْلِمِينَ، وَسَهْمَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَزَلَ النِّصْفَ لِلْمُسْلِمِينَ لِمَا يَنُوبُهُ مِنَ الْأُمُورِ وَالنَّوَائِبِ.

ترجمہ بشیر بن یسار کہتے ہیں کہ انہوں نے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے سنا وہ یہ واقعہ بیان فرماتے ہیں اسکے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ خیبر کی زمین کا آدھا حصہ مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ تھا اور دوسرے آدھے حصے کو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے کاموں اور پیش آمدہ ضروریات کیلئے علیحدہ کردیا۔

۳۰۱۲ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، مَوْلَى الْأَنْصَارِ، عَنْ رِجَالٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ، قَسَمَهَا عَلَى سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ سَهْمًا، جَمَعَ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةَ سَهْمٍ، فَكَانَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِلْمُسْلِمِينَ النِّصْفُ مِنْ ذَلِكَ، وَعَزَلَ النِّصْفَ الْبَاقِيَ لِمَنْ نَزَلَ بِهِ مِنَ الْوُفُودِ، وَالْأُمُورِ، وَنَوَائِبِ النَّاسِ».

ترجمہ بشیر بن یسار جو کہ انصار کے مولیٰ ہیں حضرت صحابہ کرام سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر کی زمین پر غلبہ فرمالیا تو خیبر کی زمین جو چھتیس ۳۶ حصوں پر تقسیم فرمایا ہر حصے میں سو حصے تھے تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمان مجاہدین کو ان میں سے آدھے حصے تقسیم کردیئے گئے اور باقی ماندہ آدھے حصے کو رسول اللہ ﷺ نے آنے والے وفود اور

کاموں اور مسلمانوں کی پیش آمدہ ضروریات کیلئے علیحدہ کر دیا۔

تخریج سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠١٢) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٣٧/٤)

٣٠١٣ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: «لَمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، قَسَمَهَا عَلَى سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ سَهْمًا، جَمَعَ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةَ سَهْمٍ، فَعَزَلَ نِصْفَهَا لِنَوَائِبِهِ وَمَا يَنْزِلُ بِهِ، الْوَطِيحَةَ وَالْكُتَيْبَةَ، وَمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا، وَعَزَلَ النِّصْفَ الْآخَرَ، فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ الشِّقَّ وَالنَّطَاةَ، وَمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا، وَكَانَ سَهْمُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا».

ترجمہ بشیر بن یسار کہتے ہیں کہ اللہ پاک نے اپنے نبی کو خیبر کی زمین عطا فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے اس خیبر کی زمین کو چھتیس ٣٦ حصوں میں تقسیم فرمایا ہر حصہ سو حصوں پر مشتمل تھا پس رسول اللہ ﷺ نے اس زمین کے آدھے حصے کو اپنے ضروریات اور پیش آنے والے کاموں کیلئے علیحدہ کر دیا ان زمینوں میں وطیحہ کتیبہ اور انکے ساتھ والی بستیاں تھیں جن کو آپ نے اپنے لئے علیحدہ کر دیا تھا اور دوسری آدھی زمین جن میں شق اور نطاۃ اور ان دونوں قلعوں سے ملی ہوئی بستیاں شامل تھیں اس حصے کو مسلمان مجاہدین کے درمیان تقسیم فرمادیا اور حضور ﷺ کا حصہ ان زمینوں میں تھا جو شق اور نطاۃ سے ملحق زمینیں تھیں۔

تخریج سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠١٣) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٣٧/٤)

شرح الحديث فَعَزَلَ نِصْفَهَا لِنَوَائِبِهِ وَمَا يَنْزِلُ بِهِ، الْوَطِيحَةَ وَالْكُتَيْبَةَ، (والسلالم كما في الرواية الآتية) وَمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا: یعنی نصف ارض خیبر کو اپنی ضروریات اور جو وفود اور مہمان وغیرہ آپ ﷺ کے پاس آتے تھے، ان کے لئے روک لیا، اور یہ وطیحہ اور کتیبہ جو کہ زمینوں کے نام ہیں یہ اسی نصف کا مصداق ہیں جس کو آپ ﷺ نے تقسیم نہیں کیا، وَمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا کا مطلب یہ ہے کہ جو زمینیں وطیحہ وکتیبہ سے ملحق تھیں، الشِّقَّ وَالنَّطَاةَ، وَمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا، یہ وہی زمینیں ہیں جو آپ ﷺ نے غانمین کے درمیان تقسیم فرمادی تھیں، آگے راوی کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ کا حصہ ان زمینوں میں تھا جو ملحق بالشق والنطاۃ تھیں، آگے وہ مجمع بن جاریہ انصاری کی روایت ہے جو کتاب الجہاد میں بھی گذر چکی۔ اسی لئے اس کو ہم یہاں ذکر نہیں کرتے۔

٣٠١٤ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ خَيْبَرَ، قَسَمَهَا سِتَّةً وَثَلَاثِينَ سَهْمًا جَمْعٌ، فَعَزَلَ لِلْمُسْلِمِينَ الشَّطْرَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا، يَجْمَعُ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةً، النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ، لَهُ سَهْمٌ كَسَهْمِ أَحَدِهِمْ، وَعَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا، وَهُوَ الشَّطْرُ لِنَوَائِبِهِ، وَمَا يَنْزِلُ بِهِ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَكَانَ

ذَلِكَ الْوَطِيحَ، وَالْكُتَيْبَةَ، وَالسَّلَالِمَ وَتَوَابِعَهَا. فَلَمَّا صَارَتِ الْأَمْوَالُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْمُسْلِمِينَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ عُمَّالٌ يَكْفُونَهُمْ عَمَلَهَا، فَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُودَ فَعَامَلَهُمْ».

ترجمہ بشیر بن یسار کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب اللہ پاک نے خیبر کی زمین عطا فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین کے کل چھتیس ٣٦ حصے بنائے پس آدھی زمین کے اٹھارہ حصے مسلمان مجاہدین کیلئے علیحدہ کر دیئے ہر حصہ سو حصوں پر مشتمل تھا حضور ﷺ بھی ان مسلمان مجاہدین کے ساتھ شامل تھے...... آپ کو ایک مجاہد کی مانند حصہ ملا اور رسول اللہ ﷺ نے دوسری آدھی زمین کے اٹھارہ حصوں کو اپنی ضروریات اور مسلمانوں کی ضروریات کیلئے علیحدہ کر دیا اور اس دوسرے حصے میں وطیح اور کتیبہ اور سلالم اور ان سے ملی ہوئی زمینیں تھیں جب یہ زمین رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے قبضے میں آگئی تو ان لوگوں کے پاس ایسے افراد نہیں تھے جو ان باغات اور زمینوں میں کام کر سکیں تو رسول اللہ ﷺ نے یہود کو بلا کر ان سے معاملہ فرمالیا (کہ آدھی پیداوار تمہاری ہو گی اور دوسری آدھی ہماری)۔

تخریج سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠١٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٣٧/٤)

٣٠١٥ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُجَمِّعُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ مُجَمِّعِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَعْقُوبَ بْنَ مُجَمِّعٍ، يَذْكُرُ لِي عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمِّهِ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ الْأَنْصَارِيِّ - وَكَانَ أَحَدَ الْقُرَّاءِ الَّذِينَ قَرَءُوا الْقُرْآنَ، قَالَ: «قُسِمَتْ خَيْبَرُ عَلَى أَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ، فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا، وَكَانَ الْجَيْشُ أَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةٍ، فِيهِمْ ثَلَاثُ مِائَةِ فَارِسٍ، فَأَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ، وَأَعْطَى الرَّاجِلَ سَهْمًا».

ترجمہ عبد الرحمن بن یزید انصاری اپنے چچا مجمع بن جاریہ سے نقل کرتے ہیں کہ...... یہ مجمع ان صحابہ میں سے ایک تھے جو حفاظ کرام میں سے تھے...... مجمع بن جاریہ فرماتے ہیں کہ خیبر کی آدھی زمین حدیبیہ والوں پر تقسیم کر دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس زمین کے اٹھارہ حصے فرمائے اور لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی جن میں تین سو شہسوار تھے پس رسول اللہ ﷺ نے گھڑ سوار کو دو حصے عطا فرمائے اور پیدل مجاہدین کو ایک حصہ عطا فرمایا۔

٣٠١٦ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، وَبَعْضِ وَلَدِ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ، قَالُوا: بَقِيَتْ بَقِيَّةٌ مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ تَحَصَّنُوا، فَسَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَحْقِنَ دِمَاءَهُمْ، وَيُسَيِّرَهُمْ، فَفَعَلَ، فَسَمِعَ بِذَلِكَ أَهْلُ فَدَكَ، فَنَزَلُوا عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ، «فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً؛ لِأَنَّهُ لَمْ يُوجَفْ عَلَيْهَا بِخَيْلٍ، وَلَا رِكَابٍ».

ترجمہ امام زہری، عبد اللہ بن ابی بکر اور محمد بن مسلمہ کے ایک صاحبزادے نقل کرتے ہیں کہ خیبر کے قلعوں میں سے ایک قلعہ باقی رہ گیا جس میں یہودی قلعہ بند ہو گئے چنانچہ ان یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کے

خون کو محفوظ قرار دیا جائے تو ہم یہاں سے جانے کو تیار ہے حضور ﷺ نے اس بات کو منظور فرمالیا پھر فدک کی زمین والوں نے بھی یہ معاملہ سنا تو وہ بھی اسی شرط پر اپنے قلعوں سے اتر آئے۔ پس فدک کی زمین رسول اللہ ﷺ کا خاص حق تھی کیونکہ مسلمانوں نے اسکے حاصل کرنے کیلئے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔

شرح الحدیث بَقِيَتْ بَقِيَّةٌ مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ تَحَصَّنُوا: یعنی بعض حصونِ خیبر کو تو آپ ﷺ نے فتح فرمالیا، اور بعض فتح سے باقی رہ گئے اس سے مراد وطیح اور سُلالم ہیں، تو ان بقیہ کے یہودی ان قلعوں میں جان بچانے کیلئے داخل ہو گئے (تحصّن العدوّ ای دخل فی الحصن) اور قلعہ میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ہماری جانوں کو محفوظ کر کے ہمیں یہاں سے چلتا کر دیں، آپ ﷺ نے اسکو منظور فرمالیا، جب اہل فدک کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے بھی آپ ﷺ سے اسی طرح صلح کا معاملہ کر لیا، فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً، اس کا تعلق ظاہر سیاق کے پیش نظر فدک اور بقیۃ من اہل خیبر دونوں سے ہے اور اس سے تائید ہوتی ہے ان حضرات کی جو فتح خیبر کے بارے میں بعضها عنوة وبعضها صلحا کے قائل ہیں منهم الامام الطحاوی، لیکن حضرتؒ نے اس کَانَتْ کا تعلق صرف فدک سے قرار دیا ہے [1]. وله وجه ایضًا اس لئے کہ اقرب وہی ہے، اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ خیبر میں تو جنگ کا سلسلہ قائم تھا اور فدک میں نہیں تھا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

٣٠١٧ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ جُوَيْرِيَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، أَخْبَرَهُ «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ بَعْضَ خَيْبَرَ عَنْوَةً»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ، وَأَنَا شَاهِدٌ، أَخْبَرَكُمُ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ خَيْبَرَ كَانَ بَعْضُهَا عَنْوَةً، وَبَعْضُهَا صُلْحًا وَالْكَتِيبَةُ أَكْثَرُهَا عَنْوَةً، وَفِيهَا صُلْحٌ، قُلْتُ لِمَالِكٍ: وَمَا الْكَتِيبَةُ؟ قَالَ: «أَرْضُ خَيْبَرَ، وَهِيَ أَرْبَعُونَ أَلْفَ عَذْقٍ».

ترجمہ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کا کچھ حصہ طاقت اور قوت کے زور پر فتح فرمایا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ حارث بن مسکین استاد کے سامنے یہ حدیث پڑھی جارہی تھی اور میں بھی اس مجلس میں موجود تھا......

اے حارث آپ کو ابن وہب نے بواسطہ امام مالک ابن شہاب زہری سے بیان کیا کہ خیبر کا کچھ حصہ طاقت اور قوت کے زور پر فتح ہوا تھا اور کچھ حصہ صلح کے طور پر فتح ہوا تھا...... اور مقام کتیبہ کا اکثر حصہ طاقت کے زور پر فتح ہوا تھا اور اسکے کچھ حصہ میں صلح واقع ہوئی تھی...... میں نے امام مالک سے پوچھا: کتیبہ کیا چیز ہے؟ تو امام مالک نے فرمایا کہ خیبر کی ایک زمین کا نام ہے جس میں کھجور کے چالیس ہزار درخت تھے۔

شرح الحدیث **مصنف کا حارث بن مسکین سے روایت کرنے کا طرز:** قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ، وَأَنَا شَاهِدٌ: یہ حارث بن مسکین والی سند نسائی میں بکثرت آتی ہے وہاں بھی اسی طرح آتا ہے: قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ

---

[1] بذل المجهود فی حل أبی داود - ج ١٣ ص ٣٤٧

اور یہاں ابوداؤد میں بھی تقریباً اسی طرح ہے، نسائی میں چونکہ بکثرت آتا ہے اس لئے اسی کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ حارث بن مسکین کو امام نسائیؒ سے کچھ کدورت تھی جس کی وجہ سے امام نسائی مجلس میں ان کے سامنے نہ بیٹھتے تھے بلکہ چپکے سے کونہ میں بیٹھ کر سن لیتے تھے، اسی لئے امام نسائیؒ جب ان سے روایت کرتے ہیں تو اس کے بارے میں یہ فرماتے ہیں، مجھے اس پر یہ خلجان ہوتا ہے کہ اگر امام نسائیؒ کی اس تعبیر کی یہی وجہ ہے تو کیا حارث بن مسکین امام ابوداؤد سے بھی ناراض تھے، اس پر اور مزید کلام الفیض السمائی علی سنن النسائی کے مقدمہ میں کیا گیا ہے۔

قُلْتُ لِمَالِكٍ: وَمَا الْكَتِيبَةُ؟ امام مالکؒ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ کتیبہ جس کا ذکر روایت میں ہے یہ کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ خیبر کے ایک باغ کا نام ہے جس میں چالیس ہزار کھجور کے درخت تھے۔

۳۰۱۸ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: بَلَغَنِي «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، افْتَتَحَ خَيْبَرَ عَنْوَةً بَعْدَ الْقِتَالِ، وَنَزَلَ مَنْ نَزَلَ مِنْ أَهْلِهَا عَلَى الْجَلَاءِ بَعْدَ الْقِتَالِ».

ترجمہ: ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین جنگ لڑنے کے بعد طاقت کے زور پر فتح فرمائی اور خیبر والے جنگ کے بعد اپنے قلعوں سے جلاوطن ہونے کی شرط پر اترے تھے۔

۳۰۱۹ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: «خَمَّسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، ثُمَّ قَسَمَ سَائِرَهَا عَلَى مَنْ شَهِدَهَا، وَمَنْ غَابَ عَنْهَا مِنْ أَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ».

ترجمہ: ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی غنیمتوں کا خمس نکالا پھر رسول اللہ ﷺ نے خمس نکالنے کے بعد خیبر کی باقی ماندہ زمین کا آدھا حصہ حدیبیہ والوں میں سے جو خیبر کے موقع پر شریک تھے اور جو لوگ شریک نہیں تھے ان سب میں تقسیم فرمادیا۔

شرح الحدیث: یعنی حضور ﷺ نے غنائم خیبر میں سے خمس نکال کر باقی اربعۃ اخماس کو جو جنگ خیبر میں شریک تھے اور جو غائب تھے اہل حدیبیہ میں سے سب کے درمیان تقسیم فرمایا۔

مِنْ أَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ: اس لئے راوی نے کہا کہ جنگ خیبر میں شرکت کرنے والے سارے کے سارے وہ اہل حدیبیہ ہی تھے وہ اس طرح کہ آپ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ جب غزوہ حدیبیہ سے مدینہ لوٹے تو مدینہ پہنچتے ہی حضرت جبریل علیہ السلام کے ایماء سے فتح خیبر کیلئے اپنے جملہ ہم راہیوں کے ساتھ چل دیئے، پھر اس روایت میں یہ ہے کہ ان میں سے جو صحابہ آپ کے ساتھ فتح خیبر میں شریک تھے آپ نے ان کا بھی حصہ لگایا اور جو غائب تھے ان کا بھی، بذل میں تاریخ خمیس سے نقل کیا ہے کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان غائبین میں سے ہیں جن کا آپ ﷺ نے حصہ لگایا[1]، اسی طرح بعض وہ صحابہ جو حبشہ سے واپس

[1] تاریخ الخمیس في أحوال أنفس النفیس — ج ۲ ص ۵۵

مدینہ آئے اور پھر خیبر پہنچے بعد الفراغ عن القتال یعنی حضرت جعفرؓ اور ان کے اصحاب میں اہل السفینہ (كما تقدم في كتاب الجهاد) ان کا بھی آپ ﷺ نے حصہ لگایا صحابہ کی رضامندی سے [1]۔

٣٠٢٠ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: «لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فُتِحَتْ قَرْيَةٌ، إِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ».

ترجمہ: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے بعد آنے والے مسلمانوں کے فقر و فاقہ کا اندیشہ نہ ہوتا تو جب بھی کوئی بستی فتح ہوتی تو میں اس بستی کو مجاہدین میں اسی طرح تقسیم کر دیتا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین کو تقسیم فرمایا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - المزارعة (٢٢٠٩) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٥٧) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٩٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٩٥) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٢٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٣٢/١).

شرح الحدیث **ارض مفتوحہ کے بارے میں اثر عمرؓ اور اس کی شرح:** حضرت عمرؓ فرما رہے ہیں کہ بعد میں آنے والے مسلمانوں کا اگر مجھے خیال نہ ہوتا اور ان کی رعایت ملحوظ نہ ہوتی تو ہر قریہ کو فتح کے بعد اسکو غانمین کے درمیان تقسیم کر دیا کرتا جس طرح کہ حضور ﷺ نے خیبر کو تقسیم فرما دیا تھا (مگر چونکہ بعد میں آنے والوں کی رعایت ملحوظ تھی اس لئے تقسیم نہیں کرتا) اس لئے کہ زمین تقسیم کے بعد تو اشخاص کی ملکیت ہو جاتی ہے اور آگے اس میں میراث وغیرہ جاری ہوتی ہے، حاجت اور عدم حاجت کا وہاں کوئی لحاظ نہیں ہوتا، بخلاف ایقاف کے کہ اس صورت میں زمینوں کی آمدنی بیت المال میں محفوظ رہتی ہے اور پھر ہمیشہ حسب حاجت حاجت مندوں کو ملتی رہتی ہے یہی مطلب ہے حضرت عمرؓ کے اس ارشاد کا۔ جزاہ اللہ تعالی عن الاسلام و المسلمین خیر الجزاء۔

دراصل بعض لوگوں نے حضرت عمرؓ سے تقسیم کا مطالبہ کیا تھا تو اسی موقعہ پر حضرت عمرؓ نے عدم تقسیم کی معذرت میں اس طرح کی بات فرمائی تھی یہ مضمون ابھی قریب میں ہمارے یہاں گذر بھی چکا۔ والحديث سكت عليه المنذري وقال الشيخ محمد عوامة: أخرجه البخاري۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس باب اور اس کی احادیث پر کلام پورا ہوا، جس پر بندہ کو بہت محنت کرنی پڑی ولله الموفق وهو الميسر۔

٢٥ ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي خَبَرِ مَكَّةَ

فتح مکہ کے واقعہ کا بیان

فتح مکہ کے بعد ارض مکہ کے ساتھ آپ ﷺ نے کیا معاملہ فرمایا: یعنی فتح مکہ کا قصہ اور بیان،

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٣ ص ٣٥٠ - ٣٥١

مکہ کی فتح عند الجمہور عنوۃً ہوئی ہے، اور امام شافعیؒ کی رائے میں صلحاً فتح ہوا ہے، ارض مکہ کو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے غانمین کے درمیان تقسیم نہیں فرمایا بلکہ اس کو وہیں کے لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا اس کی علوِ شان اور دار النسك ہونے کی وجہ سے، اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ ارض مفتوحہ کی تقسیم عند الجمہور لازم بھی نہیں ہے، لیکن امام شافعیؒ کے یہاں ارض مفتوحہ کی تقسیم ضروری ہے، مگر ان کے مسلک پر بھی اشکال اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ ان کے نزدیک مکہ مکرمہ کی فتح صلحاً ہے، ان کے نزدیک تقسیم تو اس زمین کی واجب ہے جو مفتوحہ عنوۃً ہو، اب رہی یہ بات کہ ارض مکہ خراجی ہے یا عشری؟ اس کے بارے میں پہلے گذر چکا ہے کہ قیاس کا تقاضا تو یہی تھا کہ وہ خراجی ہو لیکن مکہ کے علو شان کی بنا پر خلاف قیاس اس کو خراجی قرار نہیں دیا گیا۔

یہاں ایک بحث اور ہے جو کتاب الحج میں أَلَا نَبْنِي لَكَ بِمِنًى بَيْتًا[1] کے تحت گذری ہے وہ یہ کہ ارض حرم موقوف ہے یا مملوک؟ اور اس میں علماء کا اختلاف بالتفصیل گذر گیا، فتح مکہ رمضان ۸ھ میں ہوا۔

٣٠٢١ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ، جَاءَهُ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بِأَبِي سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ فَأَسْلَمَ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ، فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ يُحِبُّ هَذَا الْفَخْرَ، فَلَوْ جَعَلْتَ لَهُ شَيْئًا، قَالَ: «نَعَمْ، مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ».

ترجمہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس فتح مکہ کے سال حضرت عباس بن عبد المطلب، ابو سفیان بن حرب کو لے کر آئے تو ابو سفیان مقام مر الظہران پر مسلمان ہو گئے تو حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے حضرت عباسؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ابو سفیان فخر کو پسند کرتے ہیں تو اگر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان کیلئے کوئی ایسی بات فرما دیں جو ان کے حق میں فخر کا باعث ہو تو رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امن ہے اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے تو اسے بھی امن ہے۔

شرح الحدیث باب کی یہ پہلی روایت تو مختصر ہے یہی حدیث دوسرے طریق سے اس کے بعد آرہی ہے، اس میں تفصیل ہے۔

مضمونِ حدیث در فتح مکہ مکرمہ: مضمونِ حدیث یہ ہے: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غزوۃ الفتح کے سفر میں مر الظہران میں پہنچے جو مکہ مکرمہ کے قریب ہے تو میرے والد حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں یہ سوچا کہ اگر حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس لشکر کے ساتھ اسی حال میں عنوۃً داخل ہوئے اور اہل مکہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے امن طلب کرنے کیلئے نہ آئے تو پھر اس میں قریش کی یقیناً ہلاکت ہے، وہ فرماتے ہیں میں اسی فکر میں تھا کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سواری پر سوار ہو کر اِدھر اُدھر کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے لگا جو اپنی کسی ضرورت سے مکہ جا رہا ہو پس وہ جا کر اہل مکہ کو حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے یہاں پہنچنے

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الحج - باب تحريم حرم مكة ٢٠١٩

کی خبر کر دے تاکہ اہل مکہ یہاں آپ ﷺ کی خدمت میں آکر آپ سے امن طلب کر لیں، میں اسی تلاش میں تھا کہ اچانک میں نے ابوسفیان اور بُدیل بن ورقاء کے بات کرنے کی آواز سنی (یہ دونوں [1] آپ ﷺ ہی کی خدمت میں مدینہ طیبہ آئندہ کیلئے صلح یا حرب ہی کی بات طے کرنے کیلئے آرہے تھے، کمافی الطبرانی) جب میں نے اسکی آواز سنی تو میں نے کہا: یا اباحنظلہ! اس نے میری آواز پہچان لی، فوراً بولا: ابوالفضل یعنی کیا تم ابوالفضل ہو (دونوں کا ابھی تک آمنا سامنا نہیں ہوا تھا) میں نے کہا: ہاں وہ بولا: کیا بات ہے میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں، عباسؓ کہتے ہیں: میں نے کہا: هٰذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ، میں نے کہا قریب ہی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہ یہاں رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھ مجمع موجود ہے، وہ بھی سن کر گھبرا گیا اور کہا فَمَا الْحِيلَةُ؟ آگے روایت میں یہ ہے حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھالیا اور بدیل جو تھا وہ مکہ لوٹ گیا، جب صبح ہوئی تو میں ابوسفیان کو لیکر حضور ﷺ کی خدمت میں گیا اور وہ اسلام لے آیا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ابوسفیان ایسا شخص ہے جو فخر کو پسند کرتا ہے (شیخی باز ہے) لہذا آپ ﷺ اس پر کچھ کرم فرمایئے، یعنی اس کو کوئی ایسی چیز عطا فرمادیجئے جو اس کیلئے موجب فخر ہو، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اور پھر فرمایا: مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ دَارَهُ فَهُوَ آمِنٌ کہ اہل مکہ میں سے جو شخص بھی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے وہ ہماری طرف سے مامون ہے، اور ایسے ہی اہل مکہ میں سے جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے، یعنی مسلمانوں سے لڑنے کے لئے باہر نہیں نکلے گا وہ بھی مامون ہے، اس پر لوگ اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے اور بعض مسجد حرام میں۔

اس کے بعد والی روایت میں یہ بھی ہے: وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، وَعَمَدَ صَنَادِيدُ قُرَيْشٍ، فَدَخَلُوا الْكَعْبَةَ فَغَصَّ بِهِمْ کہ اس اعلان پر سرداران قریش کعبہ میں داخل ہو گئے، کعبہ ان سے پر ہو گیا، اور حضور ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا خلف المقام دوگانہ طواف ادا کیا، اس کے بعد آپ ﷺ بیت اللہ کے دروازے کے دونوں بازوں کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے، اس پر وہ سب لوگ اندر سے نکل کر آئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت علی الاسلام کی۔

۳۰۲۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ، عَنْ بَعْضِ أَهْلِهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ الظَّهْرَانِ قَالَ الْعَبَّاسُ: قُلْتُ: وَاللهِ، لَئِنْ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ عَنْوَةً، قَبْلَ أَنْ يَأْتُوهُ فَيَسْتَأْمِنُوهُ إِنَّهُ لَهَلَاكُ قُرَيْشٍ، فَجَلَسْتُ عَلَى بَغْلَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَعَلِّي: أَجِدُ ذَا حَاجَةٍ يَأْتِي أَهْلَ مَكَّةَ فَيُخْبِرُهُمْ بِمَكَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] اور خود حضرت عباسؓ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ وہ مع اپنے اہل وعیال کے حضور اکرم ﷺ کی مدینہ سے روانگی سے پہلے ہجرت کی نیت سے مکہ سے نکل چکے تھے چنانچہ ان کی ملاقات حضور ﷺ سے راستہ میں جحفہ یا ذوالحلیفہ میں ہوئی جب کہ آپ فتح مکہ کے لئے جا رہے تھے، اور پھر حضرت عباسؓ بھی آپ کے ساتھ مکہ کی طرف لوٹ آئے اور اپنے اہل وعیال کو مدینہ بھیج دیا (بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ — ص ۲۲۱)

لِيَخْرُجُوا إِلَيْهِ، فَيَسْتَأْمِنُوهُ فَإِنِّي لَأَسِيرُ إِذْ سَمِعْتُ كَلَامَ أَبِي سُفْيَانَ، وَبُدَيْلِ بْنِ وَرْقَاءَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا حَنْظَلَةَ، فَعَرَفَ صَوْتِي، فَقَالَ: أَبُو الْفَضْلِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: مَا لَكَ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي؟ قُلْتُ: هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ، قَالَ: فَمَا الْحِيلَةُ؟ قَالَ: فَرَكِبَ خَلْفِي، وَرَجَعَ صَاحِبُهُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَوْتُ بِهِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ يُحِبُّ هَذَا الْفَخْرَ، فَاجْعَلْ لَهُ شَيْئًا، قَالَ: «نَعَمْ، مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ دَارَهُ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ» قَالَ: فَتَفَرَّقَ النَّاسُ إِلَى دُورِهِمْ وَإِلَى الْمَسْجِدِ.

ترجمہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مقام مر الظہران پر پڑاؤ ڈالا تو حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا کہ خدا کی قسم اگر مکہ میں قریش کے آپ ﷺ کے پاس امن حاصل کرنے کی غرض سے آنے سے پہلے...... طاقت کے زور پر اگر رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اس میں قریش کیلئے ہلاکت ہے تو میں رسول اللہ ﷺ کے ایک خچر پر بیٹھ گیا اور میں نے اپنے دل میں سوچا شاید مجھے کوئی ضرورت مند مل جائے جو کسی کام سے مکہ مکرمہ جارہا ہو تو وہ مکہ والوں کو بتلادے کہ رسول اللہ ﷺ لشکروں سمیت حملہ کرنے والے ہیں لہٰذا وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے امان حاصل کرنے کی درخواست کرلیں۔ ابھی میں چل رہا تھا پھر میں نے ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء کی آواز سنی تو میں نے ابوسفیان کی کنیت سے اسے پکارا: اے ابو حنظلہ! تو ابوسفیان نے میری آواز پہچان کر کہا: کیا تم ابوالفضل ہو؟ میں نے کہا: ہاں تو ابوسفیان نے کہا: میرے ماں باپ تجھ پر فداں ہوں کیا بات ہے؟ تو میں نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور انکے ساتھ مسلمان (مجاہدین مکہ مکرمہ فتح کرنے کیلئے تیار) ہیں ابوسفیان نے کہا کہ تم ہی کوئی ترکیب بتلاؤ تو راوی حضرت عباس فرماتے ہیں کہ ابوسفیان میرے پیچھے سواری پر سوار ہوگئے اور ان کا ساتھی (بدیل) مکہ مکرمہ واپس لوٹ گیا جب صبح ہوئی تو میں ابوسفیان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا تو ابوسفیان مسلمان ہوگئے تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بیشک ابوسفیان ایسے آدمی ہے جو فخر کرنے کو پسند کرتے ہیں لہٰذا آپ ان کیلئے کوئی ایسی بات فرمادیں جو ان کیلئے باعث فخر ہو پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ٹھیک ہے جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے تو اسے امن حاصل ہوگا اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے گا اسے بھی امن حاصل ہوگا اور جو شخص مسجد الحرام میں داخل ہو جائے گا تو اسے بھی امن حاصل ہوگا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ اپنے گھروں میں چلے گئے اور کچھ لوگ مسجد الحرام میں چلے گئے۔

۳۰۲۳ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَقِيلِ بْنِ مَعْقِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا: هَلْ غَنِمُوا يَوْمَ الْفَتْحِ شَيْئًا؟ قَالَ: «لَا».

ترجمہ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ فتح مکہ کے دن مسلمانوں نے کچھ غنیمت حاصل کی

تھی تو انہوں نے فرمایا: نہیں۔

شرح الحدیث یعنی اس فتح مکہ میں مسلمانوں کو کچھ مال غنیمت حاصل نہیں ہوا اس لئے کہ باقاعدہ جنگ کی نوبت آئی ہی نہیں، گو حضور ﷺ کی طرف سے جنگ کے انتظامات اور تیاری اسی طرح ہوئی جس طرح جنگ میں ہوا کرتی ہے مگر وہ لوگ کھل کر مقابلہ پر آئے نہیں اور اگرچہ ان کی جانب سے استیمان بھی نہیں پایا گیا تا کہ یوں کہا جاسکے کہ مکہ صلحاً فتح ہوا مسلمانوں کے لشکر کے بعض دستوں کے ساتھ کسی قدر مقابلہ کی نوبت آئی اور احترام مکہ میں ان کے ساتھ بہت رورعایت کا معاملہ کیا گیا پھر مال غنیمت کہاں حاصل ہوتا۔

٣٠٢٤ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ سَرَّحَ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ، وَأَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ، وَخَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ عَلَى الْخَيْلِ، وَقَالَ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، اهْتِفْ بِالْأَنْصَارِ» قَالَ: «اسْلُكُوا هَذَا الطَّرِيقَ فَلَا يُشْرِفَنَّ لَكُمْ أَحَدٌ، إِلَّا أَنَمْتُمُوهُ» فَنَادَى مُنَادٍ: لَا قُرَيْشَ بَعْدَ الْيَوْمِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ دَخَلَ دَارًا فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ»، وَعَمَدَ صَنَادِيدُ قُرَيْشٍ، فَدَخَلُوا الْكَعْبَةَ فَغَصَّ بِهِمْ، وَطَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ، ثُمَّ أَخَذَ بِجَنْبَتَيِ الْبَابِ فَخَرَجُوا فَبَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ سَأَلَهُ رَجُلٌ قَالَ: مَكَّةُ عَنْوَةً هِيَ؟ قَالَ: «إِيشْ يَضُرُّكَ مَا كَانَتْ؟» قَالَ: فَصُلْحٌ؟ قَالَ: «لَا».

ترجمہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے حضرت زبیر بن عوام اور ابوعبیدہ بن جراح اور خالد بن ولید کو گھڑ سواروں کے دستے پر امیر مقرر کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہ تم انصار مدینہ کو آواز لگا کر بلاؤ (جب انصار آگئے) تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس راستہ کو اختیار کرو اور تمہارے سامنے جو بھی دشمن جنگ کیلئے سر اٹھائے تو تم اسکو وہیں سلادینا پس ایک پکارنے والے نے آواز لگائی کہ آج کے بعد مکہ مکرمہ میں قریش کا صفایا ہو جائے گا......رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائیگا تو اسے امن مل جائے گا اور جو شخص اپنا اسلحہ رکھدیگا تو اسے بھی امن حاصل ہو گا ...... قریش کے سردار بیت اللہ میں داخل ہو گئے اور بیت اللہ ان سے بھر گیا......رسول اللہ ﷺ نے طواف فرما کر مقام ابراہیم کے پیچھے نماز ادا فرمائی پھر حضور ﷺ نے بیت اللہ کے دروازے کی دونوں چوکھٹوں کو پکڑا پھر قریش کے سردار بیت اللہ سے باہر نکل آئے اور انہوں نے رسول اللہ سے اسلام پر بیعت کی۔

تخریج .. صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٨٠) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٢٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٣٨/٢)

شرح الحدیث **آپ ﷺ کی جانب سے لشکر کے مکہ میں داخل ہونے کی ترتیب:** ابوداؤد کی اس روایت میں اختصار ہے، مسلم کی روایت اس میں مفصل ہے مضمون اس حدیث کا یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جب مکہ کے اندر داخل ہونے کا ارادہ [1] فرمایا کفار پر حملہ کے لئے تو چونکہ مکہ کے اندر داخل ہونے کے راستے متعدد تھے اور سب راستوں کی ناکہ بندی کرنی تھی اس لئے آپ ﷺ نے لشکر کے متعدد دستے بنالئے ان دستوں میں بعض سوار تھے اور بعض پیادہ پا تھے، اور ہر دستہ کے لئے آپ نے ایک نگران تجویز فرمادیا اور ہر امیر کو اس کے داخل ہونے کے لئے راستہ کی تعیین فرمادی، یعنی فلاں امیر اپنے دستہ کو لیکر فلاں راستہ سے داخل ہو مثلاً اعلیٰ مکہ اور فلاں اسفل مکہ سے داخل ہو، ابوداؤد کی اس روایت میں تو یہ ہے آپ ﷺ نے حضرت زبیرؓ اور ابوعبیدہؓ اور خالد بن الولیدؓ ان تینوں کو گھوڑے سواروں پر امیر بنا کر روانہ کیا، لیکن مسلم کی روایت میں ہے: وَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ عَلَى الْحُسَّرِ کہ ابوعبیدہؓ کو آپ ﷺ نے اس دستہ پر امیر بنایا جو پیادہ پا تھی اور ان پر زرہیں وغیرہ نہیں تھیں، وَقَالَ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، اهْتِفْ بِالْأَنْصَارِ» قَالَ: «اسْلُكُوا هَذَا الطَّرِيقَ فَلَا يَشْرُفَنَّ لَكُمْ أَحَدٌ، إِلَّا أَنَمْتُمُوهُ»، یعنی آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا کہ انصار کو آواز لگا کر بلاؤ چنانچہ وہ سب حاضر ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان کو ایک راستہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم کو اس راستہ سے جانا ہے اور دوسری بات یہ فرمائی کہ ان مشرکین مکہ میں سے جو بھی تمہاری طرف گردن اٹھائے تو تم اس کو وہیں سلا دینا، یعنی جو قتال کیلئے بڑھے اس کو قتل کرنا اور جو تمہیں دیکھ کر سر جھکالے یا پیچھے ہٹ جائے اس کو کچھ مت کہنا، فَنَادَى مُنَادٍ: لَا قُرَيْشَ بَعْدَ الْيَوْمِ، اور ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ آج کے بعد قریش کا خاتمہ ہے، یعنی اگر وہ مقابلہ پر اترے ورنہ تو آپ ﷺ نے ان کو پروانہ امان دے ہی دیا تھا عدم قتال کی صورت میں۔ حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أخرجه مسلم بنحوه مطولاً قاله المنذري۔

---

[1] سیرۃ المصطفیٰ ﷺ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ مقام کداء میں سے گذرتے ہوئے بالائی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے اور خالد بن الولید کو اسفل مکہ مقام کُدَیٰ سے داخل ہونے کا اور زبیر کو اعلیٰ مکہ سے یعنی مقام کداء میں سے داخل ہونے کا حکم دیا اور یہ تاکید فرمادی کہ تم خود ابتداء بالقتال نہ کرنا جو شخص تم سے تعرض کرے صرف اسی سے لڑنا، صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو بلا کر یہ فرمایا کہ قریش نے کچھ اوباش تمہارے مقابلہ کے لئے جمع کئے ہیں وہ اگر مقابلہ کیلئے آئیں تو ان کو کھیتی کی طرح کاٹ کر رکھ دینا، صفوان بن امیہ اور عکرمۃ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو نے مقام خندمہ میں بقصد مقابلہ کچھ اوباشوں کو جمع کیا، خالد بن الولید سے مقابلہ ہوا، مسلمانوں میں سے دو شخص شہید ہوئے، خنیس بن خالد اور کرز بن جابر فہری، اور مشرکین میں سے بارہ یا تیرہ آدمی مارے گئے، باقی سب بھاگ اٹھے، یہ ابن اسحاق کی روایت ہے، اور مغازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے کہ خالد بن الولید جب اسفل مکہ سے داخل ہوئے تو بنو بکر اور بنو حارث اور کچھ لوگ قبیلہ ہذیل اور کچھ اوباش قریش مقابلہ کیلئے جمع تھے، حضرت خالد کے پہنچتے ہی ان لوگوں نے ہلہ بول دیا، خالد بن الولیدؓ نے جب ان کا مقابلہ کیا تو تاب نہ لاسکے، شکست کھا کر بھاگے، بنو بکر کے تقریباً بیس آدمی اور ہذیل کے تین یا چار آدمی قتل ہوئے باقی ماندہ اشخاص میں بھگی پڑ گئی کوئی مکان میں جا کر چھپا، اور کوئی پہاڑ پر چڑھ گیا اھ۔ (سیرۃ المصطفیٰ ﷺ ج ۳ ص ۳۳-۳۵)

٢٦- بَابُ مَا جَاءَ فِي خَبَرِ الطَّائِفِ

طائف کے فتح ہونے کے واقعہ کا ذکر

غزوۂ طائف: غزوہ طائف کا مختصر قصہ اس طرح لکھا ہے: آنحضرت ﷺ نے حنین کے اموال غنیمت اور قیدیوں کے متعلق یہ حکم دیا کہ جعرانہ میں جمع کر دیا جائے اور خود طائف کا قصد فرمایا، اور طائف جانے سے پہلے طفیل بن عمرو دوسی کو چند موحدین کے ساتھ ایک چوبی بت (جس کا نام ذوالکفین تھا) کے جلانے کے لئے روانہ فرمایا، آپ کے طائف پہنچنے کے چار روز بعد طفیل بن عمرو بھی پہنچ گئے اور ایک دبابہ (ٹینک) اور منجنیق ساتھ لائے۔

مالک بن عوف نصری سپہ سالار ہوازن مع اپنی فوج کے آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی طائف کے قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر چکا تھا اور کئی سال کا غلہ اور خورد و نوش کا سامان قلعہ میں فراہم کر لیا تھا، آنحضرت ﷺ نے طائف پہنچ کر ان کا محاصرہ کیا اور منجنیق کے ذریعہ سے ان پر پتھر برسائے گئے، ان لوگوں نے قلعہ کی فصیل پر تیر اندازوں کو بٹھلا دیا انہوں نے ایسی سخت تیر بازی کی کہ بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور بارہ آدمی شہید ہوئے خالد بن الولیدؓ نے ان کو دست بدست مقابلہ کیلئے بلایا مگر جواب یہ ملا کہ ہمیں قلعہ سے اترنے کی ضرورت نہیں سالہا سال کا غلہ ہمارے پاس موجود ہے جب یہ ختم ہو جائے گا تب ہم تلواریں لیکر اتریں گے، مسلمانوں نے دبابوں میں بیٹھ کر قلعہ کی دیواروں میں نقب دینے کی کوشش کی انہوں نے اوپر سے لوہے کی گرم سلاخیں برسانی شروع کیں جس سے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے باغات کے کٹوانے کا حکم دیا اہل قلعہ نے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا اور قرابتوں کا واسطہ دیا آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ اور قرابتوں کے لئے ان کو چھوڑے دیتا ہوں بعد ازاں دیوار قلعہ کے قریب یہ آواز لگوادی کہ جو غلام قلعہ سے اتر کر ہمارے پاس آجائے گا وہ آزاد ہے، چنانچہ بارہ تیرہ غلام نکل کر ادھر آملے اسی اثناء میں آپ ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک دودھ کا پیالہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ایک مرغ نے آکر اس میں چونچ ماردی جس سے وہ دودھ گر گیا آپ ﷺ نے یہ خواب صدیق اکبرؓ سے بیان کیا انہوں نے کہا غالباً یہ قلعہ ابھی فتح نہ ہوگا آپ ﷺ نے نوفل بن معاویہ دیلمی کو بلا کر دریافت کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ نوفل نے کہا یا رسول اللہ! لومڑی اپنے بھٹ میں ہے اگر ٹھہرے رہے تو پکڑ لیں گے اور اگر چھوڑ دیں گے تو آپ ﷺ کا کوئی نقصان نہیں۔ ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے آکر عرض کیا یا نبی اللہ! ان کے حق میں بد دعاء کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہیں دی حضرت عمرؓ نے فرمایا: پھر ہم کو ان سے لڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ ﷺ نے کوچ کا حکم دیدیا اور چلتے وقت یہ دعاء دی: اللّٰهم اهد ثقيفا وأت بهم۔ چنانچہ بعد میں وہ قلعہ خود بخود فتح ہو گیا سب مسلمان ہو گئے اور مالک بن عوف نصری ان کا سردار آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

تنبیه: ہمارے یہاں ابوداؤد کے باب الاقطاع میں اسی غزوہ طائف سے متعلق ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ایک صحابی صخر بن عیلہ الاحمسیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے سنا کہ حضور ﷺ ثقیف کے ساتھ غزوہ کررہے ہیں تو میں بھی ایک جماعت لیکر حضور ﷺ کی امداد کے لئے طائف پہنچا وہاں جاکر دیکھا کہ حضور ﷺ واپس تشریف لے جاچکے ہیں اور آپ ﷺ نے اس کو فتح نہیں کیا تو میں نے عہد کیا اللہ تعالیٰ سے اس بات کا کہ میں اس قصر کو فتح کرکے رہوں گا، چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا الحدیث[1]، لیکن جو چند کتابیں غزوہ طائف سے متعلق ہم نے دیکھیں ان میں اس صخر بن عیلہ کا قصہ کہیں نہیں ملا، فلیفتش، اس کے بعد البدایة والنهایة میں یہ ملا کہ انہوں نے غزوہ طائف کا پورا قصہ لکھنے کے بعد آخیر میں ابوداؤد کی یہ روایت (صخر بن عیلہ والی) نقل کرنے کے بعد فرمایا: تفرد به أبو داود وفي إسناده اختلاف اھ[2]۔

٣٠٢٥ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ عَقِيلِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهْبٍ، قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا عَنْ شَأْنِ ثَقِيفٍ إِذْ بَايَعَتْ؟ قَالَ: اشْتَرَطَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ لَا صَدَقَةَ عَلَيْهَا، وَلَا جِهَادَ، وَأَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ يَقُولُ: «سَيَتَصَدَّقُونَ، وَيُجَاهِدُونَ إِذَا أَسْلَمُوا».

ترجمہ وہب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا کہ جب قبیلہ ثقیف نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام پر بیعت کی تھی اسوقت کا واقعہ کیا ہے حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ قبیلہ ثقیف نے رسول اللہ ﷺ سے اس شرط پر بیعت کی تھی کہ وہ لوگ نہ تو زکوۃ صدقات دینگے اور نہ ہی جہاد کرینگے تو نبی اکرم ﷺ کو میں نے اسکے بعد یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ لوگ عنقریب زکوۃ صدقات بھی ادا کرینگے اور جہاد بھی کرینگے جب یہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائینگے۔

تخریج سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٢٥)، مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٤١)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ قبیلہ ثقیف جب آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت علی الاسلام اس نے کی تو انہوں نے اس وقت یہ شرط لگائی کہ ہم پر زکوۃ اور جہاد کچھ نہ ہوگا، آپ ﷺ نے ان کی یہ شرط اس وقت منظور فرمالی، روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بعد میں یہ فرمایا کہ یہ لوگ اسلام میں داخل ہونے کے بعد صدقہ اور جہاد سب کچھ کریں گے، دوسری حدیث میں ہے: فَاشْتَرَطُوا عَلَيْهِ أَنْ لَا يُحْشَرُوا، وَلَا يُعْشَرُوا، وَلَا يُجَبُّوا کہ انہوں نے یہ شرط لگائی کہ ان کو نہ جہاد میں لے جایا جائے، نہ عشر وزکوۃ لی جائے اور نہ وہ نماز پڑھیں گے لا یجبوا مثل لا یصلوا لفظاً ومعنیً والتجبیة ان یکون کهیئة الرکوع یعنی اس طرح جھکنا جس طرح رکوع میں جاتے ہیں[3]۔

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الخراج والإمارة والفيء - باب في إقطاع الأرضين ٣٠٦٧

[2] البداية والنهاية لابن كثير - ج ٧ ص ٨١

[3] قال الخطابي: قوله "لا يجبوا" أي لا يصلوا، وأصل التجبية أن يكب الإنسان على مقدمه ويرفع مؤخره. (معالم السنن - ج ٣ ص ٣٤)

اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت نماز کو ہے: آپ ﷺ نے ان کی پہلی دو شرطیں منظور فرمالیں اور تیسری شرط کے بارے میں فرمایا: لا خَيْرَ فِي دِينٍ لَيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ کہ ایسے دین میں کیا خیر ہو سکتی ہے جس میں رکوع و سجود (نماز) نہ ہو۔ اس حدیث سے اسلام میں نماز کی جو اہمیت معلوم ہو رہی ہے وہ ظاہر ہے اس حدیث کو ہم نے کتاب الصلاۃ کے ابتدائی مباحث میں ذکر کیا ہے۔

یہ باب خبر طائف سے متعلق تھا اہل طائف چونکہ خود بخود اسلام میں داخل ہوئے اس لئے ارض طائف عشری ہوئی، کما مر قبل ذلك في بيان أنواع الأراضي المفتوحة۔

٣٠٢٦ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ مَنْجُوفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، أَنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْزَلَهُمُ الْمَسْجِدَ لِيَكُونَ أَرَقَّ لِقُلُوبِهِمْ، فَاشْتَرَطُوا عَلَيْهِ أَنْ لَا يُحْشَرُوا، وَلَا يُعْشَرُوا، وَلَا يُجَبُّوا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَكُمْ أَنْ لَا تُحْشَرُوا، وَلَا تُعْشَرُوا، وَلَا خَيْرَ فِي دِينٍ لَيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ».

ترجمہ عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف کا وفد جب مدینہ طیبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے انکو مسجد میں ٹھہرایا تاکہ ان کے دل نرم ہو جائیں پس قبیلہ ثقیف نے رسول اللہ ﷺ سے یہ شرط رکھی کہ نہ تو انکو جہاد کرنے کی غرض سے بلایا جائے اور نہ ہی ان کے اموال میں سے عشر لیا جائے اور نہ ہی وہ لوگ نماز پڑھیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے رخصت ہے کہ تم لوگوں کو جہاد کرنے کیلئے نہیں بلایا جائیگا اور نہ ہی تمہارے اموال میں سے عشر لیا جائیگا لیکن اس مذہب میں کوئی بھلائی نہیں جس میں رکوع (نماز) نہ ہو۔

تخریج سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٢٦) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢١٨/٤)

٢٧ - بَابُ مَا جَاءَ فِي حُكْمِ أَرْضِ الْيَمَنِ

یمن کی زمین کی پیداوار کے بارے میں

اہل یمن بھی چونکہ از خود طوعاً اسلام میں داخل ہوئے اس لئے ارض یمن بھی عشری ہے۔

٣٠٢٧ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ شَهْرٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ لِي هَمْدَانُ: هَلْ أَنْتَ آتٍ هَذَا الرَّجُلَ؟ وَمُرْتَادٌ لَنَا، فَإِنْ رَضِيتَ لَنَا شَيْئًا قَبِلْنَاهُ، وَإِنْ كَرِهْتَ شَيْئًا كَرِهْنَاهُ، قُلْتُ: نَعَمْ، فَجِئْتُ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضِيتُ أَمْرَهُ وَأَسْلَمَ قَوْمِي، وَكَتَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الْكِتَابَ إِلَى عُمَيْرٍ ذِي مَرَّانٍ، قَالَ: وَبَعَثَ مَالِكَ بْنَ مِرَارَةَ الرَّهَاوِيَّ إِلَى الْيَمَنِ جَمِيعًا، فَأَسْلَمَ

عَكٌّ ذُو خَيْوَانَ، قَالَ: فَقِيلَ لِعَكٍّ: انْطَلِقْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخُذْ مِنْهُ الْأَمَانَ عَلَى قَرْيَتِكَ، وَمَالِكَ، فَقَدِمَ وَكَتَبَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ لِعَكٍّ ذِي خَيْوَانَ، إِنْ كَانَ صَادِقًا فِي أَرْضِهِ، وَمَالِهِ، وَرَقِيقِهِ، فَلَهُ الْأَمَانُ وَذِمَّةُ اللهِ، وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ، وَكَتَبَ خَالِدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ».

ترجمہ عامر بن شہرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی نبوت کو ظاہر فرمایا تو میرے قبیلہ ہمدان نے مجھ سے کہا: کیا تم اس شخص کے پاس جاکر ہمارے لئے کوئی خیر اور حق کی بات لاسکتے ہو؟ پس اگر تم نے ہمارے لئے کسی بات کو پسند کیا تو ہم بھی اسکو قبول کرلینگے اور اگر تم نے اسکو ناپسند کیا تو ہم بھی اسکو ناپسند کرینگے تو میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کو خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے آپ کا لایا ہوا دین پسند آگیا اور میری قوم کے لوگ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ایک تحریر عمیر ذی مران کیلئے لکھ کر روانہ کی۔ عامر بن شہر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مالک بن مرارہ الرہاوی کو تمام یمن والوں کی طرف روانہ فرمایا پس عکؓ ذی خیوان مسلمان ہوگئے تو ان سے کہا گیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس جاکر اپنی بستی والوں اور اپنے مال مویشی کیلئے امان حاصل کرلیں تو انہوں نے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر درخواست پیش کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کیلئے یہ تحریر لکھی: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ یہ تحریر اللہ کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے عکؓ ذی خیوان کیلئے ہے اگر یہ شخص اپنی زمین اور اپنے مال مویشی اور غلاموں کے بارے میں سچا ہے تو اسکے لئے اللہ عزوجل اور اسکے رسول کی امان اور اسکا ذمہ حاصل ہے یہ تحریر خالد بن سعید بن العاص نے لکھی۔

شرح الحدیث عامر بن شہر یمنی ہمدانی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بعثت اور نبوت کا ظہور ہوا تو مجھ سے میری قوم ہمدان نے کہا کہ کیا تم اس شخص کے پاس جاسکتے ہو اور ہمارے لئے کوئی چیز طلب کرسکتے ہو یعنی خیر کی بات اور حق پس اگر تم نے کسی چیز کو پسند کیا (دین اسلام کی طرف اشارہ ہے) تو ہم بھی اس کو قبول کرلیں گے اور اگر تم نے پسند نہ کیا تو ہم بھی پسند نہ کریں گے، میں نے جواب میں کہا: ہاں میں یہ کام کرسکتا ہوں چنانچہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کی بات مجھے پسند آگئی جس پر میری قوم (ہمدان) اسلام لے آئے، اور آپ ﷺ نے ایک تحریر لکھوا کر عمیر ذی مران کی طرف بھیجی، یہ بھی ہمدانی ہیں جو آپ ﷺ کے زمانے میں اسلام لاچکے تھے جو بظاہر اپنی قوم ہمدان کے رئیس تھے اور نیز آپ ﷺ نے مالک بن مرارہ کو بھیجا تمام اہل یمن کی طرف یعنی دعوت اسلام کے لئے پس اس پر عکؓ ذُو خَيْوَانَ اسلام لے آیا یہ شخص بھی ہمدانی اور یمنی ہے، ذو خیوان اس کا لقب ہے یہ بھی اپنی قوم کا بڑا آدمی تھا چنانچہ اس سے کہا گیا کہ تو بھی جاکر حضور ﷺ سے کتاب الامان حاصل کرلے اپنی پوری بستی اور مال کے بارے میں چنانچہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ نے اس کو یہ تحریر لکھوا کر دیدی:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ . مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ لِعَكٍّ ذِي خَيْوَانَ . إِنْ كَانَ صَادِقًا فِي أَرْضِهِ، وَمَالِهِ، وَرَقِيقِهِ، فَلَهُ الْأَمَانُ

وَذِمَّةُ اللهِ، وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ، وَكَتَبَ خَالِدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، یعنی اس تحریر کے اخیر میں کاتب نے اپنا نام لکھا یہ خالد بن سعید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں سے ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ چونکہ علاثہ ذو خیوان اسی طرح عمیر ذی مران از خود اسلام میں داخل ہوئے مسلمانوں کو ان کے ساتھ غزوہ اور فتح کی ضرورت پیش نہیں آئی لہذا یہ لوگ اپنی زمینوں کے اور دوسری املاک کے خود مالک رہے، اور ان کو اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عہد نامہ اور کتاب الامان (سرٹیفکیٹ) حاصل ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ زمین عشری ہے۔

۳۰۲۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْقُرَشِيُّ، وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا فَرَجُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي عَمِّي ثَابِتُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ سَعِيدٍ يَعْنِي ابْنَ أَبْيَضَ، عَنْ جَدِّهِ أَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ، أَنَّهُ كَلَّمَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَةِ حِينَ وَفَدَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «يَا أَخَا سَبَأٍ لَا بُدَّ مِنْ صَدَقَةٍ» ، فَقَالَ: إِنَّمَا زَرْعُنَا الْقُطْنُ، يَا رَسُولَ اللهِ، وَقَدْ تَبَدَّدَتْ سَبَأٌ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ بِمَأْرِبٍ، فَصَالَحَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سَبْعِينَ حُلَّةً [بَزٍّ] مِنْ قِيمَةِ وَفَاءِ بَزِّ الْمَعَافِرِ كُلَّ سَنَةٍ عَمَّنْ بَقِيَ مِنْ سَبَأٍ بِمَأْرِبٍ فَلَمْ يَزَالُوا يُؤَدُّونَهَا ، حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ الْعُمَّالَ انْتَقَضُوا عَلَيْهِمْ بَعْدَ قَبْضِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا صَالَحَ أَبْيَضُ بْنُ حَمَّالٍ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحُلَلِ السَّبْعِينَ، فَرَدَّ ذَلِكَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى مَا وَضَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مَاتَ أَبُو بَكْرٍ، فَلَمَّا مَاتَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ انْتَقَضَ ذَلِكَ، وَصَارَتْ عَلَى الصَّدَقَةِ.

ترجمہ: ابیض بن حمال کہتے ہیں کہ جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد کی شکل میں حاضر ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صدقات وزکوۃ کے معاف کئے جانے کے متعلق عرض کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے قوم سباء کے باشندے! صدقہ کی ادائیگی تو ضروری ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہماری پیداوار تو روئی ہے اور ہماری قوم سباء مختلف علاقوں میں منتشر ہوگئی ہے اور قوم سباء میں کچھ تھوڑے سے لوگ مقام مارب میں اقامت پذیر ہیں پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم سباء سے اس بات پر صلح فرمائی کہ وہ لوگ یمن کے قبیلہ معافر کی قیمت کے ستر جوڑے ادا کرینگے سالانہ، قوم سباء کے ان افراد کی طرف سے جو مقام مارب میں باقی رہ گئے ہیں۔ پس یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اسی طرح ادا کرتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زکوۃ وصول کرنے والوں نے ان سے اس صلح کو توڑ ڈالا جو ابیض بن حمال نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی کہ وہ ستر جوڑے ادا کرینگے تو حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح کو دوبارہ برقرار رکھا جب حضرت ابو بکرؓ انتقال فرما گئے تو پھر یہ صلح نامہ ختم ہوگیا اور اس قوم سباء سے صدقہ لیا جانے لگا۔

شرح الحدیث: مارب بلاد یمن سے ہے اور سبا ایک قوم کا نام ہے جو وہاں آباد تھی، یہ ابیض بن حمال ماربی سبائی ہیں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے (بظاہر اسلام لانے کیلئے) تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صدقہ کے

بارے میں گفتگو کی، یعنی یہ کہ وہ معاف کر دیا جائے یا اس میں تخفیف کر دی جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے سبا والے! صدقہ تو اسلام میں ضروری ہے انہوں نے اپنی اقتصادی حالت اور کمزوری بیان کی، یہ کہ ہماری پیداوار تو قطن ہے یا رسول اللہ! (یعنی معمولی سی) اور ہماری قوم سبا منتشر ہو گئی اور ان میں سے کچھ تھوڑے سے باقی رہ گئے ہیں مارب میں، اس کے بعد حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جس چیز پر مصالحت فرمائی اس کا ذکر ہے، فَصَالَحَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سَبْعِينَ حُلَّةً بَزٍّ مِنْ قِيمَةِ وَفَاءِ بَزِّ الْمَعَافِرِ كُلَّ سَنَةٍ عَمَّنْ بَقِيَ مِنْ سَبَإٍ بِمَأْرِبَ، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر جو کچھ صدقہ واجب ہوتا تھا اس کے بارے میں سبعین حلہ پر مصالحت فرمائی، کہ ہر سال کپڑوں کے ستر ۷۰ جوڑے تم کو دینے ہوں گے، قبیلہ سبا کے ان سب لوگوں کی طرف سے جو موضع مارب میں باقی رہ گئے ہیں، حلہ چونکہ قیمت کے اعتبار سے گھٹیا اور بڑھیا ہوتا ہے تو اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوڑے کی قیمت متعین فرما دی تاکہ مصالحت شئی مجہول پر لازم نہ آئے، بز معافر، یمنی کپڑے کی ایک مشہور قسم ہے جو معلوم القیمت ہے تو مطلب یہ ہوا اس عبارت کا کہ ایسے ستر جوڑے جو قیمت میں بز معافر کے برابر ہوں وہ ادا کرتے رہیں، آگے روایت میں یہ ہے کہ یہ لوگ یہ مقدار ادا کرتے رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عمال نے اس معاہدہ کو ختم کر دیا یعنی اس کا لحاظ نہیں کیا، صدیق اکبرؓ کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے اسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرار داد کے موافق برقرار رکھا، صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد پھر وہ معاملہ ٹل ٹلا گیا وَصَارَتْ عَلَى الصَّدَقَةِ، یعنی اصل صدقہ قاعدہ کے مطابق جتنا بیٹھتا ہے اس پر آکر ٹھہر گیا۔

ما استفید من الحدیث: اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے صدقہ کے بارے میں ایک مقدار معین پر صلح فرمائی، حضرت گنگوہی کی تقریر میں یہ ہے کہ اگر صدقہ سے مراد یہاں زکوۃ ہے اور گویا زکوۃ کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقدار معین پر مصالحت فرمائی، تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور امام کیلئے زکاۃ مفروضہ کے بارے میں کسی مقدار معینہ پر صلح کرنا جائز نہیں، اور اگر صدقہ سے مراد یہاں پر زمین کی پیداوار کا عشر ہے تو پھر اس صورت میں کوئی اشکال نہیں، عشر میں گنجائش ہے دوسرے کے لئے بھی۔ (بذل [1])

۲۸ ۔ بَابٌ فِي إِخْرَاجِ الْيَهُودِ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ

یہودیوں کو جزیرہ عرب سے نکالنے کا بیان

جزیرۃ العرب کی تحدید اور اسکا مصداق: جزیرہ اس آبادی کا نام ہے جس کے چاروں طرف پانی ہو، سرزمین عرب کے تین جانب پانی ہے مشرق، مغرب اور جنوب اور شمال میں آبادی ہے اسی لئے عرب کو جزیرہ نما سے تعبیر کرتے ہیں، جزیرہ عرب کی تحدید اور اس کا مصداق آگے متن میں اس طرح آرہا ہے۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۳ ص ۳۶۶

جزيرة العرب ما بين الوادي إلى اقصى اليمن إلى تخوم العراق إلى البحر، یعنی جنوب میں انتہائے یمن سے لیکر شمال میں عراق کے حدود تک [1] اور وادی القری سے لیکر سمندر تک درمیان کا علاقہ جزیرۃ العرب کہلاتا ہے، یعنی شمال میں حدود عراق جنوب میں اقصائے یمن، مغرب میں جدہ وما حولها ینبع سے لیکر وادی القری تک اور مشرق میں خلیج فارس تک کا علاقہ جزیرۃ العرب کہلاتا ہے، اور بذل میں حضرتؒ نے علامہ شامیؒ سے یہ نقل کیا ہے، کہ جزیرۃ العرب پانچ مناطق پر منقسم ہے، تہامہ، نجد، حجاز، عروض، یمن، تہامہ تو حجاز کا جنوبی حصہ ہے، اور نجد اس حصہ کا نام ہے جو حجاز و عراق کے مابین ہے، اور حجاز اس پہاڑ کے سامنے والے حصہ کو کہتے ہیں جو یمن سے لیکر شام تک مسلسل چلا گیا ہے اور عروض یمامہ کا علاقہ ہے جو بحرین تک ہے [2]، اور صحیح بخاری کتاب الجهاد باب جوائز الوفد میں ہے کہ مغیرہ بن عبد الرحمن سے سوال کیا گیا جزیرۃ العرب کے بارے میں فقال مكة والمدينة واليمامة واليمن [3]۔

٣٠٢٩ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَى بِثَلَاثَةٍ، فَقَالَ: «أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ»، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ، أَوْ قَالَ: فَأُنْسِيتُهَا، وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ: عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ سُلَيْمَانُ: لَا أَدْرِي أَذَكَرَ سَعِيدٌ الثَّالِثَةَ فَنَسِيتُهَا أَوْ سَكَتَ عَنْهَا.

ترجمہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین وصیتیں فرمائیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکالدو اور جس طرح میں وفد کو انعامات دیا کرتا ہوں میرے بعد آنے والے وفدوں کو اسی طرح انعامات دیا کرو...... راوی فرماتے ہیں کہ تیسری وصیت سعید بن جبیر نے ذکر نہیں فرمائی یا راوی سلیمان فرماتے ہیں کہ میں نے اس تیسری وصیت کو بھلا دیا۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٨٨) صحيح البخاري - الجزية (٢٩٩٧) صحيح البخاري - المغازي (٤١٦٨) صحيح مسلم - الوصية (١٦٣٧) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٢٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٢/١)

شرح الحديث یعنی آپ ﷺ نے وفات کے وقت تین چیزوں کی وصیت فرمائی ایک جزیرۃ [4] العرب سے مشرکین

---

[1] بایں طور کہ یمن داخل اور عراق خارج ۱۲۔

[2] رد المحتار على الدر المختار — ج ٦ ص ٢٨٩، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٣ ص ٣٦٧

[3] صحيح البخاري - كتاب الجهاد والسير - باب جوائز الوفد ٢٨٨٨

[4] اب یہ کہ جزیرۃ العرب سے تمام جزیرہ عرب مراد ہے یا اس میں کچھ تخصیص ہے؟ اسکے بارے میں بذل میں یہ ہے قيل المراد بها مكة والمدينة ونقل الطيبي أن الشافعي خص هذا الحكم بالحجاز وهو عنده مكة والمدينة واليمامة وحوالیها دون اليمن وغيره اهـ (ج ١٣ ص ٣٦٨) وفي العون: وقال مالك بن أنس: أراد بجزيرة العرب المدينة نفسها اهـ (ج ٨ ص ٢٧٥). وفي العرف الشذي: الكافر لا يقيم في جزيرة العرب، نعم يجوز له المرور، ☜

کے اخراج کی، مشرکین میں یہود و نصاریٰ بھی داخل ہیں، یہ دونوں مشرکین اہل کتاب ہیں لانهم يقولون عزير ابن الله، والمسيح ابن الله، اول کے قائل یہود اور ثانی کے نصاریٰ ہیں، اور مجوس تو مشرک ہیں ہی حکم مذکور فی الحدیث، یعنی اس اخراج کے بارے میں بدائع میں لکھا ہے کہ ارض عرب کے اندر کوئی کنیسہ یا بیعہ نہ باقی رکھا جائے اور نہ وہاں بیع خمر اور خنزیر کی اجازت ہے، مصرا كان أو قرية، أو ماء من مياه العرب، ويمنع المشركون أن يتخذوا أرض العرب سكنا ووطنا كذا ذكره محمد تفصيلا لأرض العرب على غيرها، وتطهيرا لها عن الدين الباطل، للحديث المذكور (بذل [1])، اور دوسری وصیت یہ ہے کہ آنے والے وفود کو جائزہ دیا جائے یعنی عطیہ، یعنی انکی آمد پر ان کا اہتمام کیا جائے، ہر طرح سے خیال رکھا جائے، اور ان کو ہدیہ بھی پیش کیا جائے، اس امر کا تعلق تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے ائمہ سے ہے، کہ وفود تو امام المسلمین ہی کے مہمان ہوتے ہیں اور ویسے تو ہر مہمان ہی کے اعزاز و اکرام کا ہر مسلمان مامور ہے، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ، أَوْ قَالَ: فَأُنْسِيتُهَا، تیسری وصیت کے بارے میں ابن عباسؓ تردد ظاہر کر رہے ہیں کہ یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے اس سے سکوت فرمایا یا پھر میں بھول [2] گیا، شراح نے لکھا ہے کہ اس امر ثالث کے مصداق میں دوسری احادیث میں جو چیزیں مذکور ہیں، وہ ہو سکتی ہیں،

لہ واختلف في أن الحكم لجميع جزيرة العرب أو لبعضها، وأشار إلى الأول الطحاوي في مشكل الآثار، واختصر محمد في موطئه اهـ (ج ۳ ص ۲۱۰)، اور موطا محمد میں ہے قال محمد: إن مكة والمدينة وما حولهما من جزيرة العرب (التعليق الممجد على موطا محمد ج ۳ ص ۳۷۹)، مگر اس سے یہ نہیں معلوم ہو رہا ہے کہ اس حدیث میں جزیرۃ العرب اپنے عموم پر ہے یا اس سے بعض مراد ہے، فليفتش كتب الحنفية في ذلك۔

[1] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع — ج ۷ ص ۱۱٤، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۳ ص ۳٦۸

[2] اس جملہ کے ظاہری معنی یہی ہیں کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امر ثالث سے سکوت فرمایا، آگے شک راوی ہے کہ یا ابن عباسؓ نے یہ فرمایا کہ امر ثالث کو آپ نے تو ذکر فرمایا تھا لیکن میں بھول گیا، چنانچہ صاحب العون (ج ۸ ص ۲۷٦) نے بھی مطلب لکھا ہے، لیکن حضرت نے بذل (ج ۱۳ ص ۳٦۸-۳٦۹) میں اس عبارت کی تاویل فرمائی ہے اور اس کی یہ شرح کی ہے کہ سعید راوی کہتا ہے ابن عباسؓ نے صرف دو امر ذکر کئے اور تیسرے سے سکوت کیا، اور پھر آگے سعید کہتے ہیں: یا ابن عباسؓ نے تو ذکر کیا تھا لیکن میں اس کو بھول گیا، اس صورت میں قال کا فاعل ابن عباسؓ نہ ہو گا، بلکہ ابن عباسؓ سے روایت کرنے والا ان کا شاگرد جو یہاں سند میں سعید بن جبیر ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے: ابن عباس ذكر امرين وسكت عن الثالثة الخ۔ اس صورت میں سکوت کرنے والے ابن عباسؓ ہوئے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اور حضرت نے جو یہ تاویل فرمائی ہے اس کا منشا یہ ہے کہ اس جملہ کی نقل میں روایات مختلف ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں یہ حدیث متعدد مقامات میں مذکور ہے. ففي الجهاد في باب جوائز الوفد (۲۸۸۸): وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ وَنَسِيتُ الثَّالِثَةَ اهـ یعنی یہاں قال ابن عباسؓ نہیں ہے. وفي الجزية في باب إخراج اليهود من جزيرة العرب (۲۹۹۷): بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ وَالثَّالِثَةُ خَيْرٌ إِمَّا أَنْ سَكَتَ عَنْهَا وَإِمَّا أَنْ قَالَهَا فَنَسِيتُهَا قَالَ سُفْيَانُ هَذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ، یعنی سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ یہ قول (وسكت عن الثالثة الخ) میرے استاذ سلیمان احول کا ہے یعنی سلیمان کہتے ہیں کہ تیسری بات بھی بہتر ہی ہے یا تو میرے استاذ یعنی سعید ہی نے سکوت کیا، یا انہوں نے تو ذکر کیا تھا لیکن میں بھول گیا، اور ابو داود کے ایک نسخہ میں جو کہ بذل (ج ۱۳ ص ۳٦۹) کے حاشیہ پر ہے، اس میں اس طرح ہے، قال سليمان: لا أدري أذكر سعيد الثالثة فنسيتها أو سكت عنها، اس نسخہ والی عبارت کا حاصل اور اوپر بخاری والی روایت کا حاصل ایک ہی ہے کہ سکوت کرنے والے سعید بن جبیر ہیں، اور حضرت نے جو شرح فرمائی ہے اسمیں سکوت کرنے والے ابن عباسؓ ہیں، اور حافظؒ نے فتح الباری (ج ۸ ص ۱۳۵) میں احتمالاً اسی کو اختیار کر کے پھر بعد میں اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ قول سلیمان احول کا ہے اور سکوت کرنے والے سعید بن جبیر ہیں لیکن اس قول میں حافظؒ نے حوالہ دیا ہے مسند حمیدی اور مستخرج ابی نعیم کا، جب کہ خود بخاری میں یہ موجود ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، ان ←

مثلا الوصية بالقرآن، تجهيز جيش أسامة، لا تتخذوا قبري وثنا يعبد، الصلاة وما ملكت أيمانكم ۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم مطولاً. قاله المنذري۔

۳۰۳۰ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، فَلَا أَتْرُكُ فِيهَا إِلَّا مُسْلِمًا».

ترجمہ ابو الزبیر کہتے ہیں کہ انہوں نے جابر بن عبد اللہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ضرور بالضرور یہود اور نصاری کو جزیرۃ العرب سے نکال دوں گا پس میں جزیرہ عرب میں صرف مسلمان کو رہنے کیلئے چھوڑوں گا۔

۳۰۳۱ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ.

ترجمہ حضرت عمرؓ نے نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کیا گزشتہ حدیث کے ہم معنی...... پہلی حدیث زیادہ مکمل ہے۔

تخریج صحيح مسلم - الجهاد والسير (۱۷٦۷) جامع الترمذي - السير (۱٦۰٦) جامع الترمذي - السير (۱٦۰۷) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۳۰۳۰) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۲۹/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۳۲/۱)

شرح الحديث یہ حدیث یہاں تو مطلق ہے اور مسلم کی روایت میں لئن عشت الی قابل کے ساتھ مقید ہے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم مطولاً. قاله المنذري۔

۳۰۳۲ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ قَابُوسَ بْنِ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَكُونُ قِبْلَتَانِ فِي بَلَدٍ وَاحِدٍ».

ترجمہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک ملک میں دو قبلے نہیں ہو سکتے۔

تخریج جامع الترمذي - الزكاة (٦۳۳) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۳۰۳۲) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۲۳/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۸۵/۱)

شرح الحديث اس حدیث کی شرح میں تین قول ہیں: ① اول یہ کہ اس سے مراد اقامت فی دار الحرب ہے، یعنی ایک شخص دار

لب سب کا لب لباب یہ ہے کہ جس طرح ابوداؤد میں ہے قال ابن عباس الخ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "سکت" کا فاعل حضور ﷺ ہیں: اس طرح کسی کتاب میں نہیں ہے، اب یا تو اس کو مرجوح اور وہم کہا جائے یا پھر اس کی تاویل کی جائے، اس لئے کہ صحیح یہ ہے کہ "سکت" کا فاعل سعید بن جبیر ہیں اور تاویل وہ ہے جو ہم نے اوپر بذل سے ذکر کی، مگر اس میں بھی یہ اشکال باقی رہ جاتا ہے کہ اس تاویل میں سکت کا فاعل ابن عباسؓ بنتے ہیں حالانکہ راجح یہ ہے کہ اس سے بھی نیچے کا راوی ہے یعنی سعید، گو حافظؒ نے احتمالاً اس کو بھی لکھا ہے جو بذل میں ہے۔

الحرب میں اسلام لے آیا، تو اب اس کو چاہئے کہ وہاں سے منتقل ہو جائے، ② إظهار شعائر الكفر، یعنی ذمی لوگ جو دار الاسلام کے اندر مقیم ہیں، دار الاسلام میں رہتے ہوئے شعائر کفر کے اظہار کی ان کو اجازت نہیں، ③ إخراج المشركين من جزيرة العرب، فعلى الأول المراد من البلد دار الحرب وعلى الثاني دار الإسلام وعلى الثالث جزيرة العرب، والحديث أخرجه الترمذي وذكر انه روي مرسلاً، قاله المنذري۔

٣٠٣٢ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ، قَالَ: قَالَ سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ: «جَزِيرَةُ الْعَرَبِ مَا بَيْنَ الْوَادِي إِلَى أَقْصَى الْيَمَنِ إِلَى تُخُومِ الْعِرَاقِ، إِلَى الْبَحْرِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ، وَأَنَا شَاهِدٌ، أَخْبَرَكَ أَشْهَبُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: قَالَ مَالِكٌ: «عُمَرُ أَجْلَى أَهْلَ نَجْرَانَ، وَلَمْ يُجْلَوْا مِنْ تَيْمَاءَ، لِأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ بِلَادِ الْعَرَبِ، فَأَمَّا الْوَادِي فَإِنِّي أَرَى أَنَّمَا لَمْ يُجْلَ مَنْ فِيهَا مِنَ الْيَهُودِ، أَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْهَا مِنْ أَرْضِ الْعَرَبِ».

ترجمہ سعید بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ وادی القریٰ سے لیکر سمندر تک اور اقصیٰ یمن سے عراق کی حدود تک سب کا سب جزیرہ عرب ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ حارث بن مسکین پر حدیث کی قرأت کی جارہی تھی میں اس مجلس میں موجود تھا...... آپکو اشہب نے بتایا کہ امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نجران والوں کو جلاوطن فرمایا تھا لیکن تیماء والوں کو جلاوطن نہیں فرمایا کیونکہ وہ لوگ عرب کے علاقے میں نہیں تھے...... وادی قریٰ والوں کو میرے خیال میں اسلئے اس میں رہنے والے یہودیوں کو جلاوطن نہیں کیا گیا کیونکہ حضرات صحابہ وادی قریٰ کو سرزمین عرب میں شمار نہیں کرتے تھے۔

شرح الحدیث یہاں بھی مصنف نے حارث بن مسکین سے طریق روایت وہی اختیار کیا جو ابھی قریب میں گذرا، فتذکر۔

٣٠٣٣ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ مَالِكٌ: "وَقَدْ أَجْلَى عُمَرُ رَحِمَهُ اللهُ يَهُودَ نَجْرَانَ، وَفَدَكَ.

ترجمہ امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مقام نجران اور مقام فدک کے یہودیوں کو جلاوطن فرمایا تھا۔

شرح الحدیث نصاریٰ نجران سے کیسے مصالحت ہوئی تھی اس کا بیان آئندہ باب کی حدیث میں آرہا ہے۔

آنے والے باب سے کتاب الخراج کی ابتداء ہے: اس کے بعد بعض نسخوں میں یہ لکھا ہے، آخر كتاب الفئ، بسم الله الرحمن الرحيم أول كتاب الخراج، اس سرخی سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کتاب الخراج والفئ سے لیکر اب تک جو احادیث گذری ہیں ان کا تعلق فئ سے تھا اور آنے والے باب سے خراج کی ابتداء ہو رہی ہے۔

٢٩ - بَابٌ فِي إِيقَافِ أَرْضِ السَّوَادِ وَأَرْضِ الْعَنْوَةِ

﴿ عراق کی زمین اور جس زمین کو طاقت کے زور پر فتح کیا جائے اسکو مجاہدین میں تقسیم نہ کرنے کا بیان ﴾

اس باب میں خراج اور خراجی زمین ہی کا بیان ہے، إيقاف سے مراد جیسا کہ پہلے گذر چکا، ترك القسمة بين الغانمين ہے بل

ابقاؤها على حالها وضرب الخراج عليها لمصالح المقاتلين والمسلمين عامة، یعنی زمین کو فتح کرنے کے بعد بطور منّ و احسان کے اس کے ارباب (مشرکین) پر چھوڑ دینا اور ان زمینوں پر خراج یعنی ٹیکس مقرر کر دینا۔

عشر اور خراج میں فرق: عشر اور خراج میں فرق یہ ہے کہ خراج تو مشرکین سے لیا جاتا ہے اور اس کا وجوب فی الذمة ہوتا ہے اور عشر مسلمانوں سے لیا جاتا ہے اور اس کا وجوب ذمہ میں نہیں بلکہ خارج یعنی پیداوار میں ہوتا ہے، وجوب خراج کا سبب ذاتِ ارض ہے یعنی الارض النامية، اور عشر کا سببِ وجوب، خارج یعنی پیداوار ہے، چنانچہ خراج ہر حال میں واجب ہوتا ہے، خواہ پیداوار ہو یا نہ ہو، بخلاف عشر کے کہ وہ بغیر کاشت اور پیداوار کے نہیں لیا جاتا، نیز عشر میں عبادت کے معنی پائے جاتے ہیں، اور خراج میں صغار اور ذلت کے۔ (من البدائع [1])

ترجمۃ الباب میں أرض السواد کے بعد أرض العنوۃ ہے، یہ عطف العام علی الخاص کے قبیلہ سے ہے کیونکہ أرض السواد بھی أرض العنوۃ ہی ہے، سواد سے مراد سواد العراق ہے، عراق کی زمین چونکہ بہت سرسبز اور کثیر الاشجار والمزارع ہے اسلئے اسکو سواد سے تعبیر کرتے ہیں اسلئے کہ سبزی دور سے مائل بہ سیاہی معلوم ہوتی ہے، ارض عراق کو مسلمانوں نے خلافت فاروقی میں فتح کیا، حضرت عمرؓ نے اسکی زمینوں کو وقف قرار دیا، جیسا کہ حضرت عمرؓ کا یہ مسلک پہلے بالتفصیل مع اختلاف ائمہ گذر چکا۔

٣٠٣٥ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنَعَتِ الْعِرَاقُ قَفِيزَهَا وَدِرْهَمَهَا، وَمَنَعَتِ الشَّامُ مُدْيَهَا وَدِينَارَهَا، وَمَنَعَتْ مِصْرُ إِرْدَبَّهَا وَدِينَارَهَا، ثُمَّ عُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ» . قَالَهَا زُهَيْرٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، شَهِدَ عَلَى ذَلِكَ لَحْمُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَدَمُهُ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عنقریب عراق والے جزیہ کی ادائیگی میں اپنے پیمانہ قفیز اور سکہ رائج الوقت درہم دینا چھوڑ دینگے اور شام والے لوگ اپنے پیمانہ مدیٰ اور اپنا دینار جزیہ میں دینا چھوڑ دینگے اور مصر کے لوگ اپنا پیمانہ اردب اور اپنا سکہ دینار ادا کرنا چھوڑ دیں گے اور جہاں سے تمہاری ابتداء ہوئی ہے تو تم لوگ اسی حالت کی طرف دوبارہ لوٹ جاؤ گے۔ زہیر راوی نے یہ آخری جملہ تین دفعہ فرمایا...... اس حدیث پر ابوہریرہؓ کا گوشت اور خون گواہی دیتا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الفتن وأشراط الساعة (٢٨٩٦) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٣٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦٢/٢)

شرح الحدیث: اس باب میں مصنف نے دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں اس پہلی حدیث میں ارض عنوہ اور مال غنیمت کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں مال فئی اور غنیمت دونوں کا حکم مذکور ہے، اس پہلی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ پیشین گوئی فرما

[1] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع - ج ٢ ص ٥٤

رہے ہیں کہ ایک زمانہ وہ آئے گا کہ مسلمان ان ممالک کو یعنی عراق شام اور مصر کو فتح کرنے کے بعد وہاں کے لوگوں پر یعنی مشرکین پر جو ان ملکوں میں آباد ہوں گے خراج مقرر کریں گے اور اس خراج میں آپ ﷺ نے غلات اور دراہم ودنانیر دونوں کو ذکر فرمایا جو نساسکہ جس ملک میں رائج ہوگا، اس حدیث میں آپ ﷺ نے اسی کو ذکر فرمایا، چنانچہ عراق کے لئے دراہم، اور شام ومصر کے لئے آپ ﷺ نے دنانیر کو ذکر فرمایا، اور غلات میں جو نساپیمانہ جہاں رائج تھا اسی کو آپ ﷺ نے حدیث میں ذکر فرمایا، چنانچہ عراق کے لئے قفیز اور شام کے لئے مُدْی اور مصر کے لئے إردب کو ذکر فرمایا، یہ سب مکیال اور پیمانوں کے نام ہیں، جو ان شہروں میں رائج ہیں، قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہے اور مُدْی پندرہ مکوک کا ہوتا ہے اور اردب چوبیس صاع کا ہوتا ہے۔

یہ حدیث أعلام نبوت میں سے ہے اس میں آپ ﷺ نے دو پیشینگوئیاں بیان فرمائی: ① اول یہ کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اسلام عراق شام مصر سب جگہ پہنچ جائے گا اور مسلمین ان کو فتح کرنے کے بعد انکے باشندگان کفار پر خراج مقرر کریں گے، ② دوسری پیشین گوئی یہ کہ اس کے بعد پھر ایک وقت وہ آئے گا کہ یہ لوگ اس خراج کو دینے سے انکار کردیں گے، دوبارہ ان کو غلبہ حاصل ہو جائے گا، وقیل اولاجل اسلامهم والاول هو الاصح۔

ثُمَّ عُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ: پھر تم جہاں سے چلے وہیں لوٹ آؤ گے یعنی انحطاط اور تنزل کی طرف، شراح نے لکھا ہے کما في مجمع البحار [1] کہ یہ اشارہ اس حدیث کے مضمون کی طرف ہے "بدأ الاسلام غريبًا وسيعود كما بدأ" قالها زهير ثلاث مرات یہ ضمیر آخری جملہ کی طرف راجع ہے، ثم عدتم من حيث بدأتم کہ زہیر راوی نے اس جملہ کو تین بار کہا۔

شَهِدَ عَلَى ذَلِكَ لَحْمُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَدَمُهُ: اس حدیث کے راوی جو کہ حضرت ابوہریرۃؓ ہیں، وہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد تاکیداً یہ فرمارہے ہیں گواہی دیتا ہے اس پر ابوہریرہؓ کا لحم اور دم یعنی مجھے اس حدیث کے حضور ﷺ سے سننے پر کامل یقین ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے ہمارے یہاں محاورہ میں کہتے ہیں کہ اس پر "میرا رُواں رُواں گواہی دیتا ہے"۔ والحديث أخرجه مسلم، قاله المنذري۔

٣٠٣٦ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُّمَا قَرْيَةٍ أَتَيْتُمُوهَا، وَأَقَمْتُمْ فِيهَا، فَسَهْمُكُمْ فِيهَا، وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللهَ وَرَسُولَهُ، فَإِنَّ خُمُسَهَا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ، ثُمَّ هِيَ لَكُمْ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم لوگ کسی بستی

---

[1] درح: "علتم" من حيث بدأتم. هو في معنى ح: بدأ الإسلام غريبًا وسيعود كما بدأ. (مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار للفتني ج٣ ص٦٩٦)

والوں کے پاس جاؤ اور وہاں پر اقامت اختیار کرو (اور بغیر جنگ کے وہ بستی فتح ہو جائے) تو ایسی بستی میں تم سب کا حصہ ہے اور جو بستی والے اللہ رسول ﷺ کی نافرمانی کریں تو ایسی بستی سے حاصل ہونے والی غنیمت کا خمس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دیا جائے گا پھر باقی غنیمت تم مسلمانوں کو ملے گی۔

تخريج صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٥٦) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٣٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣١٧)

شرح احادیث

صحیفہ ہمام بن منبہ کا تعارف: دراصل یہ حدیث صحیفۂ ہمام بن منبہ کی احادیث میں سے ہے، اس صحیفہ کی تمام روایات متفق السند ہیں بسندِ واحد مروی ہیں جس کی سند اس طرح ہے۔ عبد الرزاق عن معمر عن ہمام بن منبہ، اسی لئے اس صحیفہ میں یہ سند صرف پہلی حدیث کے شروع میں مذکور ہے، اور چونکہ باقی احادیث جو ایک سو انتالیس ۱۳۹ ہیں اسی سند سے مروی ہیں اس لئے بعد کی حدیثوں میں سند کو ذکر نہیں کیا گیا صرف ذکرِ متون پر اکتفاء کیا گیا، اس صحیفہ کی جملہ روایات کو امام احمد بن حنبلؒ براہ راست عبد الرزاق سے روایت کرتے ہیں، اسی طرح شیخین امام بخاریؒ و مسلمؒ نے بھی اپنی صحیح میں اس صحیفہ سے بعض روایات لی ہیں، مسلم میں بہ نسبت بخاری کے زائد ہیں، امام ابو داؤدؒ نے اس روایت کو اپنے استاذ احمد بن حنبلؒ کے واسطہ سے لیا ہے اور امام مسلمؒ بواسطہ محمد ابن رافع و بواسطہ امام احمدؒ روایت کرتے ہیں، هَذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، یہی صحیفہ کی بالکل شروع کی عبارت ہے اسکے بعد پھر متونِ احادیث کا سلسلہ شروع ہو گیا، اس کی نظیر وہ روایات ہیں جو امام ابو داؤدؒ نے مکتوبِ سمرہؓ سے لی ہیں جن کا ذکر الدر المنضود کے مقدمہ میں اور اصل کتاب میں بارہا گزر چکا اور یہاں مصنف نے جو حدیث اس صحیفہ سے لی ہے یہ اس صحیفہ کی آخری حدیث ہے۔

شرح الحدیث ومطابقته للترجمه: أَيُّمَا قَرْيَةٍ أَتَيْتُمُوهَا، وَأَقَمْتُمْ فِيهَا، فَسَهْمُكُمْ فِيهَا، وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللهَ وَرَسُولَهُ، فَإِنَّ خُمُسَهَا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ، ثُمَّ هِيَ لَكُمْ: یعنی جس گاؤں یا بستی میں تم پہنچ جاؤ یعنی بغیر قتال کے اور وہاں جا گزیں ہو جاؤ تو اس قسم کے مال غنیمت میں تم سب کا حصہ ہے، اور جس بستی والے ایسے ہوں جو اللہ و رسول کے نافرمان ہوں یعنی اس میں تمہیں قتال کی ضرورت پیش آئی اور پھر قتال کے ذریعہ تم نے اس کو فتح کیا تو اس قسم کے مال کا حکم یہ ہے کہ اس میں سے ایک خمس تو رسول اللہ ﷺ کیلئے ہے باقی تمہارے لئے یعنی مقاتلین کے لئے، کیونکہ یہاں قتال کی نوبت آئی ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ وہ مال بغیر قتال کے حاصل ہوا ہے اس لئے اس میں تمام مسلمانوں کا حصہ ہے کیونکہ وہ مال فئی ہے اور یہ دوسرا مال، مال غنیمت اسی لئے اس میں تخمیس کی گئی اور باقی اربعۃ اخماس مقاتلین کے لئے ہوا، گویا اس حدیث میں مال فئی اور غنیمت دونوں کا حکم مذکور ہے، اور دوسری بات یہ کہ اس حدیث میں مال غنیمت کے تقسیم کرنے کا ذکر ہے، اور اس باب کی پہلی حدیث میں خراج کا ذکر تھا، خراج ہوتا ہی ہے ایقاف اور عدم تقسیم کی صورت میں، لہٰذا دونوں حدیثوں کو ملانے سے معلوم ہوا ارض مفتوحہ کی تقسیم اور ترک تقسیم (ایقاف) دونوں جائز ہیں۔ فللّٰہ در المصنف کہ اس ایک باب میں دونوں قسم کی حدیثیں لے آئے، مصنف

حنبلی ہیں اور حنابلہ کے نزدیک امام ارض مفتوحہ عنوۃً میں مختار ہے تقسیم اور ترک تقسیم دونوں کا، فتدبّر و تشکر، ہر ہر حدیث کو بہت غور سے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ والحديث أخرجه مسلم، قاله المنذري۔

۳۰- بَابٌ فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ

جزیہ لینے کا بیان

جزیہ ان مشرکین کے نفوس کے ٹیکس کو کہتے ہیں جن کو دار الاسلام میں امن دے کر ٹھہرنے کی اجازت دی گئی ہے اور خراج کہتے ہیں زمین کے ٹیکس کو، اور عشر کہتے ہیں زمین کی پیداوار کی زکاۃ کو۔

یہاں پر جزیہ میں دو اختلاف ہیں: ① اول یہ کہ جزیہ کن کافروں سے لیا جاتا ہے، صرف اہل کتاب سے یا اہل کتاب اور مشرکین دونوں سے، شافعیہ حنابلہ کے یہاں صرف اہل کتاب سے، اور حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک دونوں سے، لیکن عند الحنفية مشرکین عرب مستثنیٰ ہیں، اور ② دوسرا مسئلہ یہ کہ جزیہ کی مقدار واجب کیا ہے؟ یہ دونوں مسئلے کتاب الزکاۃ میں مع اختلاف ائمہ حضرت معاذؓ کی حدیث وَمِنْ كُلِّ حَالِمٍ دِينَارًا[1] کے تحت گذر چکے، پھر جاننا چاہئے کہ وجوب جزیہ کے لئے تین اوصاف شرط ہیں:

شرائط وجوب جزیہ: قال ابن رشد: اتفقوا على أنها إنما تجب بثلاثة أوصاف الذكورية والبلوغ والحرية وأنها لا تجب على النساء ولا على الصبيان، پھر آگے انہوں نے اس کی وجہ لکھی ہے وہ یہ کہ جزیہ تو قتل کے عوض میں ہے اور قتل کا حکم صرف رجالِ بالغین کے حق میں ہے، چنانچہ جہاد میں نساء اور صبیان کے قتل کی ممانعت ہے، وكذلك أجمعوا أنها لا تجب على العبيد اهـ[2]، ابن قدامہؒ نے بھی اسی پر جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کیا ہے: فإن عمر رضي الله عنه كتب إلى أمراء الأجناد أن اضربوا الجزية ولا تضربوها على النساء والصبيان ولا تضربوها إلا على من جرت عليه المواسي رواه سعيد و أبو عبيد و الأثرم الخ[3]۔ مَوَاسِي مُوسیٰ کی جمع بمعنی استرہ، انبات کی طرف اشارہ ہے۔

٣٠٣٧ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى أُكَيْدِرِ دُومَةَ، فَأُخِذَ فَأَتَوْهُ بِهِ، فَحَقَنَ لَهُ دَمَهُ وَصَالَحَهُ عَلَى الْجِزْيَةِ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولیدؓ کو ملک شام کے علاقہ دومۃ الجندل کے

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الزكاة - باب في زكاة السائمة ١٥٧٦

[2] بداية المجتهد ونهاية المقتصد - ج ١ ص ٤٠٤

[3] المغني والشرح الكبير - ج ١٠ ص ٥٨١-٥٨٢

بادشاہ اکیدر کے پاس بھیجا تو اس اکیدر کو خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون سے تعرض کرنے سے منع فرمایا اور جزیہ دینے پر اس سے صلح فرمائی۔

شرح الحديث وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ: یہ عَنْ عَاصِمٍ پر عطف ہے، یعنی محمد بن اسحاق اس حدیث کو عاصم سے بھی روایت کرتے ہیں اور عثمان سے بھی، لیکن عاصم کا طریق مسند ہے اور عثمان کا مرسل کیونکہ یہاں صحابی مذکور نہیں۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى أُكَيْدِرِ دُومَةَ فَأُخِذَ فَأَتَوْهُ بِهِ، فَحَقَنَ لَهُ دَمَهُ وَصَالَحَهُ عَلَى الْجِزْيَةِ: دومۃ الجندل ایک قریہ کا نام ہے، من بلاد الشام اور اکیدر اس کے حکمراں کا نام ہے، دومۃ الجندل کی فتح کا واقعہ غزوہ تبوک کے سفر میں پیش آیا، جس کا ذکر ہمارے یہاں کتاب الجہاد میں آچکا ہے، فلا حاجة إلى إعادتها۔

٣٠٣٨ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مُعَاذٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْيَمَنِ أَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ - يَعْنِي مُحْتَلِمًا - دِينَارًا، أَوْ عَدْلَهُ مِنَ الْمَعَافِرِيِّ ثِيَابٌ تَكُونُ بِالْيَمَنِ».

ترجمہ حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو ملک یمن کی جانب روانہ فرمایا تو ان کو حکم دیا کہ ہر بالغ شخص سے ایک دینار بطور جزیہ وصول کریں یا اسکے بدلہ معافر یمن کے ایک قبیلہ کے کپڑے وصول کریں۔

٣٠٣٩ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ مُعَاذٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ترجمہ حضرت معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت نقل کرتے ہیں۔

تخریج جامع الترمذي - الزكاة (٦٢٣) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٥٠) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٥١) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٥٢) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٣٨) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٣٣/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٤٧/٥).

شرح الحديث اس حدیث پر نیز اس کی تخریج پر کلام کتاب الزکوۃ میں گزر گیا[1]۔

٣٠٤٠ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هَانِئٍ أَبُو نُعَيْمٍ النَّخَعِيُّ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: لَئِنْ بَقِيتُ لِنَصَارَى بَنِي تَغْلِبَ، لَأَقْتُلَنَّ الْمُقَاتِلَةَ وَلَأَسْبِيَنَّ الذُّرِّيَّةَ، فَإِنِّي كَتَبْتُ الْكِتَابَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى «أَنْ لَا يُنَصِّرُوا أَبْنَاءَهُمْ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ بَلَغَنِي عَنْ أَحْمَدَ أَنَّهُ كَانَ يُنْكِرُ هَذَا الْحَدِيثَ إِنْكَارًا شَدِيدًا»، قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: «وَلَمْ يَقْرَأْهُ أَبُو دَاوُدَ فِي الْعَرْضَةِ الثَّانِيَةِ».

ترجمہ زیاد بن حدیر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: اگر میں زندہ رہا تو بنی تغلب کے نصاریٰ میں سے مردوں کو قتل

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الزكاة - باب في زكاة السائمة ١٥٧٦

کروں گا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بناؤں گا کیونکہ میں نے ان نصاریٰ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان یہ عہد نامہ لکھا تھا کہ یہ لوگ اپنے بیٹوں کو نصرانی نہیں بنائیں گے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اور امام احمدؒ سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ اس حدیث پر سختی کے ساتھ نکیر فرمایا کرتے تھے...... ابو علی لولوئی فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤدؒ نے جب لوگوں کو دوسری دفعہ یہ سنن ابوداؤد سنائی تو اس میں انہوں نے یہ حدیث نہیں پڑھی۔

شرح الحديث المتعلق بمصالحة نصارىٰ بني تغلب حضرت علیؓ فرمارہے ہیں کہ اگر میں کچھ دن اور باقی رہا تو بالضرور نصاریٰ بنو تغلب کے مردوں کو قتل کروں گا اور ان کی عورتوں بچوں کو قید کروں گا اس لئے کہ مجھ سے حضور ﷺ نے اپنے درمیان اور ان کے درمیان معاہدہ لکھوایا تھا جس میں یہ بھی تھا کہ وہ اپنی پیدا ہونے والی اولاد کو نصرانی نہیں بنائیں گے۔

گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے نقض عہد کر دیا اور اپنی اولاد کو نصرانی بنایا۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ: امام ابوداؤد اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد اس پر سخت کلام فرمارہے ہیں جیسا کہ تمہارے سامنے ہے، اور آگے اس میں ہے کہ مصنف کے شاگرد لولوی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی اس سنن کی قرأت وروایت کے وقت پہلی بار تو پڑھا تھا لیکن دوسری مرتبہ نہیں پڑھا، یعنی سنن سے خارج کر دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ نصاریٰ بنو تغلب کے ساتھ کچھ معاملہ ہوا تھا یا نہیں اور اس واقعہ کی کچھ اصل ہے؟ جواب یہ ہے کہ ہاں اصل ہے لیکن حضور ﷺ کے ساتھ نہیں، آپ ﷺ کا ان کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا البتہ حضرت عمرؓ کے ساتھ ان کا ایک معاہدہ ہوا تھا فانه صالحهم على تضعيف الصدقة بدل الجزية یعنی حضرت عمرؓ جب ان پر جزیہ مقرر فرمارہے تھے تو انہوں نے کہا کہ جزیہ ہمارے حق میں موجب عار ہے کیونکہ ہم عرب ہیں، اور جزیہ دینا عجمیوں کا کام ہے لہذا ہم سے جو چاہے لے لیجیے لیکن جزیہ کے نام سے نہیں اور معاہدہ میں یہ بات آئی تھی ان لا ينصروا اولادهم، صاحب عون المعبود[1] نے اس واقعہ کی یہ اصل متعدد کتب حدیث مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے لکھی ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ کے اس عمل اور فیصلہ کی وجہ سے جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کا مذہب یہی ہے کہ ان سے اس چیز کا دوگنا لیا جائے گا جتنا مسلم سے لیا جاتا ہے، ففي الركاز الخمسان وما فيه العشر عشران وما فيه ربع العشر نصف العشر . وكذلك من نسائهم، لیکن امام مالکؒ کی رائے اس میں جمہور کے خلاف ہے ان کے نزدیک جو دوسرے اہل کتاب اور ذمیوں کا حکم ہے وہی بنو تغلب کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کا اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم ہے، جس میں سب برابر ہیں، اور دوسرے علماء جیسے ابن قدامہؒ اور ملا علی قاریؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ

---

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج٨ ص ٢٨٩ ، مصنف ابن أبي شيبة — كتاب الزكاة — باب في نصارى بني تغلب ما يؤخذ منهم ١٠٥٨١ . السنن الكبرى للبيهقي — كتاب الجزية — باب نصارى العرب تضعف عليهم الصدقة ١٨٧٩٦

کے فیصلہ پر کسی صحابی نے ان کی مخالفت نہیں کی فصار اجماعا۔ (أوجز [1])

٣٠٤١ حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو الْيَامِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقُرَشِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «صَالَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ نَجْرَانَ عَلَى أَلْفَيْ حُلَّةٍ، النِّصْفُ فِي صَفَرٍ، وَالْبَقِيَّةُ فِي رَجَبٍ، يُؤَدُّونَهَا إِلَى الْمُسْلِمِينَ، وَعَارِيَةً ثَلَاثِينَ دِرْعًا، وَثَلَاثِينَ فَرَسًا، وَثَلَاثِينَ بَعِيرًا، وَثَلَاثِينَ مِنْ كُلِّ صِنْفٍ مِنْ أَصْنَافِ السِّلَاحِ، يَغْزُونَ بِهَا، وَالْمُسْلِمُونَ ضَامِنُونَ لَهَا حَتَّى يَرُدُّوهَا عَلَيْهِمْ، إِنْ كَانَ بِالْيَمَنِ كَيْدٌ أَوْ غَدْرَةٌ عَلَى أَنْ لَا تُهْدَمَ لَهُمْ بَيْعَةٌ، وَلَا يُخْرَجَ لَهُمْ قَسٌّ، وَلَا يُفْتَنُوا عَنْ دِينِهِمْ مَا لَمْ يُحْدِثُوا حَدَثًا، أَوْ يَأْكُلُوا الرِّبَا»، قَالَ إِسْمَاعِيلُ: فَقَدْ أَكَلُوا الرِّبَا. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «إِذَا نَقَضُوا بَعْضَ مَا اشْتُرِطَ عَلَيْهِمْ فَقَدْ أَحْدَثُوا».

ترجمہ عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کے عیسائیوں سے اس بات پر صلح فرمائی کہ وہ ایک سال میں دو ہزار جوڑے ادا کریں گے آدھے صفر کے مہینہ میں اور آدھے جوڑے رجب الحرام کے مہینہ میں یہ ان کو مسلمانوں کو ادا کرنے ہوں گے اور (یمن میں جنگ ہونے کی صورت میں) یہ سامان عاریۃً دینا ہوگا تیس ۳۰ زرہیں، تیس ۳۰ گھوڑے، تیس ۳۰ اونٹ اور ہر قسم کے اسلحوں میں سے تیس ۳۰ سامان جنگ تم کو دینا ہوگا مسلمان اس کے ذریعے جنگ لڑیں گے اگر ملک یمن میں جنگ یا عہد کی خلاف ورزی کی گئی اور اس اسلحہ کو واپس لوٹانے کے مسلمان ذمہ دار ہوں گے......
نیز ان عیسائیوں کی کوئی عبادت گاہ منہدم نہیں کی جائے گی اور ان کے کسی پادری کو جلاوطن نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے مذہب سے ان کو پھیرا جائے گا جب تک یہ لوگ عہد شکنی نہ کریں اور سود کا مال نہ کھائیں...... اسماعیل بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ ان عیسائیوں نے سود کا مال کھانا شروع کر دیا۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ مَا لَمْ يُحْدِثُوا سے مراد مذکورہ بالا شرائط میں سے کسی شرط کی خلاف ورزی کرنا ہے۔

شرح الحدیث **آپ ﷺ کی نصاری نجران کے ساتھ مصالحت:** اوپر یہ آیا تھا کہ حضور ﷺ نے نصاریٰ بنو تغلب سے مصالحت کی، وہ روایت تو خلاف واقعہ تھی لیکن یہ واقع کے مطابق ہے کہ آپ ﷺ نے نصاریٰ نجران سے مصالحت فرمائی، نجران یمن میں ہے، حضور ﷺ نے ان سے دو ہزار حلوں پر مصالحت فرمائی تھی دو قسطوں میں، نصف ماہ صفر میں اور نصف ماہ رجب میں، اور نیز اس بات پر کہ اگر یمن میں لڑائی اور غدر ہونے لگے تو یہ چیزیں عاریت پر دینی ہوں گی، جو حدیث میں مذکور ہیں یعنی تیس زرہیں، تیس گھوڑے، تیس اونٹ اور ہر قسم کے سلاح میں سے تیس تیس، اگر مسلمانوں نے ان کے ذریعہ قتال کیا تو وہ ان سب چیزوں کے ضامن ہوں گے، یعنی اس سامان کی واپسی ضروری ہوگی، إِنْ كَانَ بِالْيَمَنِ کا تعلق عاریۃ سے ہے۔
عَلَى أَنْ لَا تُهْدَمَ لَهُمْ بَيْعَةٌ، وَلَا يُخْرَجَ لَهُمْ قَسٌّ: اس جملہ کا تعلق "صالح" سے ہے یعنی مصالحت اس بات پر ہوئی کہ مسلمان ان

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٦ ص ٢٢٦

کے گرجا کو منہدم نہیں کریں گے اور نہ ان کے کسی عالم پادری کا اخراج کریں گے اور نہ ان کو ان کے دین سے ہٹایا جائے گا۔
مَالَمْ يُحْدِثُوا حَدَثًا، أَوْ يَأْكُلُوا الرِّبَا: احداث حدث سے مراد شرائط عہد میں سے کسی شرط کا توڑنا ہے اس مصالحت میں جس جزیہ کا ذکر ہے چونکہ یہ جزیہ بطریق صلح تھا تو اس قسم کے جزیہ کو جزیۃ الصلح والتراضی کہتے ہیں تو گویا جزیہ کی دو قسمیں ہوئیں، جزیہ صلحیہ، جزیہ جبریہ، جزیہ صلحیہ کا کوئی ضابطہ نہیں جس چیز پر بھی صلح ہو جائے، اور دوسری قسم جو جزیہ کی ہے اسکا ایک ضابطہ ہے، یعنی مقدار کے لحاظ سے جس کی تفصیل کتاب الزکوۃ میں گذر چکی۔
حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جو صلح نامہ نصاری نجران کے بارے میں لکھا تھا وہ کافی مفصل اور طویل ہے حضرت نے بذل میں اس کو نقل فرمایا ہے جو دیکھنا چاہے اس کو دیکھ لے[1]۔

٣١ - بَابٌ فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْمَجُوسِ

آتش پرستوں سے جزیہ لینے کا بیان

٣٠٤٢ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «إِنَّ أَهْلَ فَارِسَ لَمَّا مَاتَ نَبِيُّهُمْ كَتَبَ لَهُمْ إِبْلِيسُ الْمَجُوسِيَّةَ».

ترجمہ عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب فارس والوں کے نبی انتقال فرما گئے تو شیطان ابلیس نے ان کو مجوسی بنا دیا۔

شرح حدیث مجوس آتش پرست ہوتے ہیں یہ لوگ عقیدہ کے اعتبار سے اصلین کے قائل ہیں، یعنی دو چیزوں کو اصل مانتے ہیں ایک نور اور ایک ظلمت اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ جتنی بھی دنیا میں خیر ہے وہ فعل نور ہے اور جتنے شرور ہیں وہ ظلمت سے سرزد ہوئے ہیں، ان کے بارے میں اس طرح بھی مشہور ہے کہ یہ لوگ دو خالق مانتے ہیں یزدان اور اہرمن، یزدان کو خالق الخیر اور اہرمن کو خالق الشر مانتے ہیں (ان دونوں میں صرف تعبیر کا فرق ہے) اور بہر حال یہ مشرک ہیں، ان سے جزیہ تو بالاجماع لیا جاتا ہے لیکن شافعیہ اور حنابلہ کے مسلک پر یہ اشکال ہوگا کہ وہ تو جزیہ کے بارے میں اہل کتاب کی تخصیص کرتے ہیں مشرکین سے اخذ جزیہ کے قائل نہیں، وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ موجودہ حالت کے اعتبار سے تو مشرک ہیں لیکن ابتداء اور اصل کے اعتبار سے یہ اہل کتاب تھے جیسا کہ حدیث الباب میں آرہا ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «إِنَّ أَهْلَ فَارِسَ لَمَّا مَاتَ نَبِيُّهُمْ كَتَبَ لَهُمْ إِبْلِيسُ الْمَجُوسِيَّةَ». لیکن ان کے اس جواب پر یہ اشکال ہے کہ اہل کتاب کے ذبائح اور ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے بخلاف مجوس کے کہ ان میں جائز نہیں[2]۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٣ ص ٣٨٢
[2] یہ اشکال اس وقت کے نصاری و یہود کے اعتبار سے تو صحیح ہے لیکن اب تو ان کے ساتھ بھی مناکحت نہیں ہو سکتی۔

۳۰۴۳ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، سَمِعَ بَجَالَةَ، يُحَدِّثُ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ، وَأَبَا الشَّعْثَاءِ، قَالَ: كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ إِذْ جَاءَنَا كِتَابُ عُمَرَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ: اقْتُلُوا كُلَّ سَاحِرٍ، وَفَرِّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوسِ، وَانْهَوْهُمْ عَنِ الزَّمْزَمَةِ، فَقَتَلْنَا فِي يَوْمٍ ثَلَاثَةَ سَوَاحِرَ، وَفَرَّقْنَا بَيْنَ كُلِّ رَجُلٍ مِنَ الْمَجُوسِ وَحَرِيمِهِ فِي كِتَابِ اللَّهِ، وَصَنَعَ طَعَامًا كَثِيرًا فَدَعَاهُمْ فَعَرَضَ السَّيْفَ عَلَى فَخِذِهِ، فَأَكَلُوا وَلَمْ يُزَمْزِمُوا، وَأَلْقَوْا وِقْرَ بَغْلٍ أَوْ بَغْلَيْنِ مِنَ الْوَرِقِ، وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوسِ حَتَّى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ».

ترجمہ بجالہ فرماتے ہیں کہ میں جزء بن معاویہ جو کہ احنف بن قیس کے چچا ہیں ان کا کاتب تھا تو ہمارے پاس حضرت عمرؓ کے انتقال سے ایک سال پہلے حضرت عمرؓ کا خط آیا کہ ہر جادو گر کو قتل کر دو اور مجوسیوں میں جنہوں نے اپنے محرم سے شادی کی ہو تو ایسے جوڑوں میں تفریق کر دو اور ان مجوسیوں کو زمزمہ سے منع کرو۔ چنانچہ ہم نے ایک دن میں تین جادو گروں کو قتل کیا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق آتش پرست مرد اور اس کی محرم بیوی میں جدائی کی ...... اور جزء بن معاویہ نے بہت سارا کھانا پکوا کر ان مجوسیوں کی دعوت کی اور تلوار اپنی ران پر رکھدی اور سب مجوسی کھانے میں مشغول ہو گئے اور انھوں نے آہستہ آواز میں سرگوشی نہیں کی ...... اور مجوسیوں نے ایک یا دو خچروں کے بوجھ کے بقدر چاندی پیش کی (تاکہ ان کو زمزمہ کرنے کی اجازت مل جائے لیکن جزء بن معاویہ نے اجازت نہ دی) ...... حضرت عمرؓ آتش پرستوں سے جزیہ نہیں لیتے تھے یہاں تک کہ عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام ہجر کے آتش پرستوں سے جزیہ لیا تھا۔

تخریج صحيح البخاري - الجزية (۲۹۸۷) جامع الترمذي - السير (۱۵۸٦) جامع الترمذي - السير (۱۵۸۷) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۳۰۴۳) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۹۱/۱) موطأ مالك - الزكاة (٦۱۷) سنن الدارمي - السير (۲۵۰۱)

شرح الحديث قَالَ: كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ إِذْ جَاءَنَا كِتَابُ عُمَرَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ: بجالہ بن عبدہ کہتے ہیں کہ میں جزء بن معاویہ جو احنف بن قیس کے چچا ہیں انکا کاتب تھا، یہ جزء بن معاویہ تابعی ہیں، حضرت عمرؓ کی جانب سے اھواز کے گورنر تھے، بجالہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عمرؓ کی ایک تحریر انکی وفات سے ایک سال قبل آئی جس میں یہ تھا کہ وہاں جتنے ساحر ہیں ان سب کو قتل کر دو اور مجوس میں سے ہر دو ذی رحم کے درمیان تفریق کر دو (اسلئے کہ وہ نکاح محارم کے قائل تھے)، وَانْهَوْهُمْ عَنِ الزَّمْزَمَةِ، اور یہ کہ ان کو زمزمہ سے روکو، چنانچہ آگے روایت میں ہے کہ انہوں نے ایک دن میں تین ساحر قتل کر ڈالے اور اسی طرح اس قسم کے مجوسی اور اسکی حریم کے درمیان بھی تفریق کر دی، اور تیسرے حکم کی تعمیل اس طرح کی کہ انہوں نے جتنے یہاں مجوسی تھے ان کے کھانے کی دعوت کی، جب سب لوگ کھانے پر بیٹھ گئے تو بیچ میں یہ جزء

بن معاویہ بھی بیٹھ گئے، اپنی ران پر تلوار رکھ کے اور ان حاضرین سے کہا کھانا شروع کرو اور ان کو زمزمہ سے روکا، تلوار ان کے سامنے تھی ہی۔

"أَلْقَوْا وِقْرَ بَغْلٍ أَوْ بَغْلَيْنِ مِنَ الْوَرِقِ": یعنی انہوں نے زمزمہ کی اجازت کے لیے اور اس کی خوشامد میں دو خچروں کے بوجھ کے بقدر چاندی سامنے رکھی مگر وہ نہیں مانے اور ان کو زمزمہ نہیں کرنے دیا، مجوس کی عادت کھانا کھانے کے وقت زمزمہ کی تھی جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کھانا کھانے کے وقت منہ کے اندر ناک سے کچھ گنگناتے تھے جس کو وہ آپس میں تو سمجھتے تھے، لیکن کوئی دوسرا انہیں سمجھ سکتا تھا کہ کیا بول رہے ہیں نہ معلوم اس کی کیا وجہ تھی۔

وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوسِ حَتَّى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ»: **مجوس سے جزیہ لینے میں عمر فاروق کا تردد:** یعنی حضرت عمرؓ کو مجوس سے جزیہ لینے میں تردد تھا، پھر جب حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے ان سے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے مجوس ہجر سے جزیہ لیا ہے تب انہوں نے لینا شروع کیا، وفي المؤطا: لما تردد عمر في أمر المجوس، قال له عبد الرحمن بن عوف سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ[1]، یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجوس کے ساتھ اہل کتاب والا معاملہ کرو، لكن هذا في أمر الجزية لا في جواز النكاح بنسائهم وأكل ذبائحهم ـ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي مختصرا، قاله المنذري.

ایک اصولی مسئلہ صیغۂ تحدیث سے متعلق: اس حدیث کی سند میں اس طرح ہے: عمرو بن دینار کہتے ہیں: میں نے بجالہ سے وہ حدیث سنی جس کو وہ عمرو بن اوس اور ابو الشعثاء سے بیان کر رہے تھے، پھر آگے اس حدیث کا ذکر ہے یہاں سوال ہو سکتا ہے کہ عمرو بن دینار نے یوں کیوں نہ کہہ دیا حدثني بجالة اس طوالت کی کیا ضرورت تھی اس کا جواب یہ ہے کہ بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ راوی لفظ حدثنا سے روایت اس وقت کر سکتا ہے جب کہ اس کے استاذ نے اس سے وہ حدیث بالقصد بیان کی ہو، اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ مقصود بالاسماع دوسرا شخص ہو تو جو شخص مقصود بالاسماع نہ ہو لیکن اس نے وہ حدیث اس سے سن لی ہو تو پھر اس صورت میں اس سامع کے لیے اس حدیث کو بصیغہ حدثنا بیان کرنا درست نہیں الحاصل جو شخص مقصود بالاسماع ہوا اسی کے لیے بوقت روایت حدیث حدثنا استعمال کرنا جائز ہے دوسرے کے لیے نہیں، لیکن عند الجمہور جائز ہے، ومنعه بعضهم منهم الإمام النسائي وطائفة قليلة قاله الحافظ في الفتح (عون[2])، الدر المنضود کے مقدمہ میں بھی انواع تحمل کے بیان میں ہم غالباً یہ قول بھی لکھ چکے ہیں۔

---

[1] موطأ مالك - كتاب الزكاة - باب جزية أهل الكتاب ٩٦٨

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج٨ ص ٢٩٥

۳۰۴۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ قُشَيْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ بَجَالَةَ بْنِ عَبْدَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَسْبَذِيِّينَ مِنْ أَهْلِ الْبَحْرَيْنِ، وَهُمْ مَجُوسُ أَهْلِ هَجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَكَثَ عِنْدَهُ، ثُمَّ خَرَجَ فَسَأَلْتُهُ مَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ فِيكُمْ؟ قَالَ: شَرٌّ، قُلْتُ: مَهْ؟ قَالَ: «الْإِسْلَامُ، أَوِ الْقَتْلُ» ، قَالَ: وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: «قَبِلَ مِنْهُمُ الْجِزْيَةَ» ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: "فَأَخَذَ النَّاسُ بِقَوْلِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَتَرَكُوا مَا سَمِعْتُ أَنَا مِنَ الْأَسْبَذِيِّ".

ترجمہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں مقام اسبذ کا ایک شخص جس کا تعلق بحرین سے تھا اور وہ مقام ہجر کے مجوسیوں میں سے تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے پاس کچھ دیر قیام کیا پھر چلا گیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا تم لوگوں کے متعلق کیا فیصلہ ہے؟ تو اس نے کہا: برا فیصلہ ہے تو میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا: یا اسلام یا قتل ...... عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے آتش پرستوں سے جزیہ قبول فرمایا تھا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ علماء کرام نے عبدالرحمٰن بن عوف کی بات پر عمل کیا ہے اور اس بات کو چھوڑ دیا جو میں نے اس اسبذی مجوسی سے سُنی تھی۔

شرح الحدیث اسبذیون مجوس میں ایک قوم ہے جو گھوڑے کی پرستش کرتے تھے، اس کا مفرد الاسبذی ہے معرب من الاسپ بمعنی الفرس۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک اسبذی مجوس اہل ہجر میں سے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا، تھوڑی دیر آپ کے پاس ٹھہرا پھر باہر آ گیا، میں نے اس سے پوچھا کہ تیرے بارے میں آپ ﷺ نے کیا فیصلہ فرمایا؟ تو اس نے کہا: برا فیصلہ، میں نے پوچھا کیا ہے وہ؟ تو اس نے کہا: الْإِسْلَامُ، أَوِ الْقَتْلُ، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مجوس سے جزیہ نہیں لیا جائے گا، حالانکہ یہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ والی حدیث کے خلاف ہے، اس لئے آگے ابن عباسؓ فرمارہے ہیں: وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: «قَبِلَ مِنْهُمُ الْجِزْيَةَ»، آگے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ علماء نے عبدالرحمٰن والی حدیث کو اختیار کیا اور جو میں نے اسبذی سے سنی تھی اس کو ترک کر دیا، اس لئے کہ اسبذی کا قول معتبر نہیں روایت میں، یہ حدیث الغاز میں سے ہے یعنی چیستاں، یعنی یہ بتایئے کہ وہ کونسی حدیث ہے جس کو ایک صحابی مجوسی سے روایت کرتے ہیں اور وہ مجوسی اس کو حضور ﷺ سے روایت کرتا ہے۔

۳۲۔ بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي جِبَايَةِ الْجِزْيَةِ

جزیہ وصول کرنے میں غلط طریقہ اختیار کرنے والوں کے لئے وعید شدید کا بیان

جبایۃ یعنی تحصیل واستخراج، یعنی جزیہ وصول کرنے میں تشدد برتنا۔

۳۰۴۵ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ

الزُّبَيْرِ، أَنَّ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، وَجَدَ رَجُلًا وَهُوَ عَلَى حِمْصَ يُشَمِّسُ نَاسًا مِنَ الْقِبْطِ فِي أَدَاءِ الْجِزْيَةِ، فَقَالَ: مَا هَذَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا».

ترجمہ: ہشام بن حکیم نے ایک شخص کو جو حمص کا حکمران تھا دیکھا کہ وہ کچھ قبطی لوگوں کو جزیہ کی ادائیگی کے سلسلے میں دھوپ میں کھڑا کرکے تکلیف دے رہا تھا تو ہشام نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو لوگوں کو دنیا میں ایذائیں دیتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ پاک آخرت میں عذاب دینگے۔

تخریج: صحیح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٦١٣) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٤٥) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٣/٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٦٨/٣)

شرح الحديث: عروہ کہتے ہیں: حکیم بن حزام کے بیٹے ہشام نے ایک شخص کو جو کہ حمص کا امیر تھا اس حال میں پایا کہ اس نے کچھ لوگوں کو دھوپ میں کھڑا کر رکھا تھا ادائے جزیۂ کے بارے میں، تو اس پر ہشام بن حکیم نے نکیر کی کہ یہ کیا ہو رہا ہے، اور پھر حدیث سنائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ تعالیٰ عذاب دیں گے ان لوگوں کو جو دنیا میں دوسروں کو عذاب دیتے ہیں، اس روایت میں نَاسًا مِنَ الْقِبْطِ ہے، اور واقعہ ہے یہ ملک شام کا قبطی وہاں کہاں تھے وہ تو مصری ہوتے ہیں، لہٰذا روایت میں تحریف ہے اسلئے کہ مسلم میں اسکے بجائے أُنَاسٍ مِنَ الْأَنْبَاطِ ہے تو بجائے نبط کے قبط ہو گیا، اور نبطی عجمی کاشتکار کو کہتے ہیں، والحديث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري.

٣٣ - بَابٌ فِي تَعْشِيرِ أَهْلِ الذِّمَّةِ إِذَا اخْتَلَفُوا بِالتِّجَارَاتِ

ذمی لوگ جب تجارت کا مال لیکر عاشر کے پاس سے گزریں تو ان سے عشر لینے کا بیان [1]

مسئلہ مذکورہ فی الباب کی تشریح و تنقیح: یعنی ذمی لوگ جب مال تجارت لے کر عاشر پر کو گذریں ان سے عشر لینے کے بیان میں [2]، جاننا چاہئے کہ ذمیوں کے حق میں نہ سونے چاندی میں زکوۃ ہے نہ زمین کی پیداوار میں عشر، بلکہ ان سے صرف جزیہ لیا جائے گا جس کے اندر پستی اور ذلت کے معنی پائے جاتے ہیں۔

وقال الله تعالى: حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ [3] اور زکاۃ و عشر صرف مسلمانوں سے لیا جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں

---

[1] اختلاف بمعنی آمد و رفت، قال تعالى: إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (سورة آل عمران ١٩٠) ١٢

[2] ففي الموطأ قال مالك: وليس على أهل الذمة، ولا على المجوس في نخيلهم، ولا كرومهم، ولا زروعهم، ولا مواشيهم صدقة. لأن الصدقة إنما وضعت على المسلمين تطهيرا لهم، ما كانوا ببلدهم الذي صالحوا عليه. إلا أن يتجروا في بلاد المسلمين، ويختلفوا فيه، فيؤخذ منهم العشر، فيما يديرون من التجارات. اهملخصا (كتاب الزكاة - باب جزية أهل الكتاب ٩٧٤، أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٦ ص ٢٢٦)

[3] یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر (سورة التوبة ٢٩)

عبادت ہیں، اور ان سے مقصود تطہیر ہے، قال اللہ تعالی: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ [1]، وقال رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكَاةَ، إِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ، رواہ ابو داؤد [2]، اور کفار تطہیر کے قابل نہیں، قال اللہ تعالی إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ [3]، لیکن یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب تک یہ ذمی اسی مقام اور قریہ میں ٹھہرے رہیں جہاں ان کو ٹھہرنے کی اجازت دی گئی ہے اور جس پر صلح ہوئی ہے، اور اگر یہ لوگ اس شہر سے یا اس مقام سے کسی دوسرے ملک یا شہر میں مال تجارت لیکر سفر کریں اور آنا جانا رکھیں تو اس صورت میں ان سے ان کے اموال تجارت میں سے عشر لیا جائے گا، اس باب میں اسی کا بیان ہے کہ جب یہ لوگ اموال تجارت لیکر ایک ملک سے دوسرے ملک میں جائیں تو ان سے اس صورت میں کیا لیا جائے عشر یا نصف عشر وغیر ذلك من الشرائط۔

هداية میں ہے: باب فيمن يمر على العاشر: والعاشر من نصبه الإمام على الطريق ليأخذ الصدقات من التجار، نیز ہدایہ میں ہے کہ جب تاجر عاشر پر مال تجارت لیکر گذرے اور وہ یہ کہے کہ ابھی حولان حول نہیں ہوا یا یہ کہ مجھ پر دین ہے اور اس پر وہ قسم کھالے تو اس کی تصدیق کی جائے گی، اور ایسے ہی اگر وہ یوں کہے کہ میں نے اس کی زکوۃ مصر میں فقراء کو خود ادا کردی ہے پھر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ مسلم سے عاشر ربع عشر لے، اور ذمی سے نصف العشر اور حربی سے عشر، نیز اس میں یہ بھی ہے کہ ذمی اور مسلم سے نصف العشر اور ربع العشر اس وقت لیا جائے جب کہ بقدر نصاب مال تجارت لیکر گذرے، اور حربی کے بارے میں یہ ہے کہ وہاں بھی نصاب کا اعتبار ہے الا یہ کہ وہ لوگ مسلمانوں سے مادون النصاب سے عشر لیتے ہوں، تو پھر ہم بھی ان سے اسی طرح معاملہ کریں گے، ایسے ہی اگر وہ ہم سے عشر سے کم لیتے ہوں نصف العشر یا ربع العشر تب ہم بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کریں گے، اگر وہ مسلمان سے کل مال لے لیتے ہوں تو پھر ہم ایسا نہیں کریں گے لأنه غدر، اور اگر وہ ہم سے بالکل نہیں لیتے تو پھر ہم بھی نہیں لیں گے لأنا أحق بمكارم الأخلاق [4]۔

ترجمة الباب والے مسئلہ میں مذاہب ائمہ: اور مذاہب اربعہ کا خلاصہ اس میں یہ ہے کہ حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک نصف العشر لیا جائے گا بشرط النصاب مرة في الحول، اور امام مالکؒ کے نزدیک عشر لیا جائے گا کلما مر على العاشر ولم يشترط الحول ولا النصاب، نیز امام مالکؒ کے نزدیک عام اموال میں تو عشر ہی لیا جائے گا سب جگہ، البتہ صرف مکہ مدینہ میں بعض اطعمہ کے بارے میں (حنطة اور زیت) ان کی ایک روایت یہ ہے کہ ان میں نصف عشر لیا جائے گا، چنانچہ موطا میں ہے امام مالکؒ کی

---

[1] لے ان کے مال میں سے زکوۃ کہ پاک کرے تو ان کو (سورۃ التوبۃ ۱۰۳)

[2] سنن أبي داود - كتاب الزكاة - باب في حقوق المال ١٦٦٤

[3] مشرک جو ہیں سو پلید ہیں (سورۃ التوبۃ ۲۸)

[4] الهداية شرح بداية المبتدي - ج ۲ ص ۱۹۵ - ۱۹۹

سند سے نقل کرتے ہیں: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَأْخُذُ مِنَ النَّبَطِ، مِنَ الْحِنْطَةِ وَالزَّيْتِ، نِصْفَ الْعُشْرِ. يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنْ يَكْثُرَ الْحَمْلُ إِلَى الْمَدِينَةِ. وَيَأْخُذُ مِنَ الْقِطْنِيَّةِ[1] الْعُشْرَ. یعنی حضرت عمرؓ حنطہ اور زیت میں سے بجائے عشر کے نصف عشر لیتے تھے تاکہ تاجر لوگ ان کو بکثرت مدینہ میں لے کر آئیں اور پھر وہاں ارزانی ہو، اور باقی حبوب سے یعنی ان غلوں سے جو پکائے جاتے ہیں جیسے مسور چنا لوبیا ان میں سے عشر ہی لیتے تھے اور حنطہ اور زیت کی تخصیص اس لئے تھی لانهما معظم طعامهم، یعنی چونکہ یہ دو چیزیں عام طور سے کھائی جاتی ہیں اور لوگوں کو ان کی طرف احتیاج زائد ہے، اور امام شافعیؒ کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ اہل ذمہ سے سوائے جزیہ اور سوائے اس کے جس پر ان سے مصالحت ہوئی صدقہ زکاۃ عشر کچھ نہیں لیا جائے گا یعنی مال تجارت میں، مگر یہ کہ غیر حجاز سے وہ مال تجارت لیکر حجاز میں آئیں، تو اول تو ان کو حجاز میں داخلہ کی اجازت ہی نہ دی جائے، اور اگر دی جائے تو بغیر معاوضہ کے نہیں عشر یا نصف العشر جو بھی امام کی رائے ہو اور اجازت بھی حجاز میں آنے کی صرف تین دن کی دی جائے گی اس سے زائد نہیں۔ (أوجز[2])

٣٠٤٦ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي أُمِّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا الْعُشُورُ عَلَى الْيَهُودِ، وَالنَّصَارَى، وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ عُشُورٌ».

ترجمہ: حرب بن عبید اللہ اپنے نانا سے اور انکے نانا اپنے والد سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ یہود و نصاریٰ سے ٹیکس اور جزیہ لیا جاتا ہے، مسلمانوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا۔

٣٠٤٧ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: «خَرَاجٌ مَكَانَ الْعُشُورِ».

ترجمہ: حرب بن عبید اللہ نبی اکرم ﷺ سے گزشتہ حدیث کے ہم معنیٰ نقل کرتے ہیں اس میں یہ الفاظ ہیں کہ یہود و نصاریٰ پر خراج دینا ضروری ہے مسلمانوں پر خراج دینا لازم نہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٤٦) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/ ٤٧٤) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/ ٤٧٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/ ٤١٠)

شرح الحدیث: عشور جمع ہے عشر کی اور اس کے بارے میں آپ ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ مسلمانوں پر عشور نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ پر ہیں، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کتاب الزکوۃ میں یہ گذر چکا کہ صدقہ کی دو قسم ہیں، ایک وہ جو نقدین (سونا چاندی) اور مال تجارت میں واجب ہوتا ہے جس کو زکوۃ کہتے ہیں جس کی مقدار ربع العشر ہے، اور قسم ثانی وہ جو زمین کی پیداوار میں واجب

---

[1] بكسر القاف، وضمها لغة: كالعدس والحمص واللوبيا والأرز والسمسم وغير ذلك (أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٦ ص ١٤٤)

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٦ ص ٢٣٢ - ٢٣٣

ہوتا ہے جس کی مقدار عشر اور نصف العشر ہے، جس کو عشر کہتے ہیں، تو پھر یہاں عشر کی مسلمانوں سے نفی کیسے کی جارہی ہے، اس کا جواب یہ ہے مسلمانوں کے ذمہ جو عشر واجب ہوتا ہے اس سے مراد غلات ارض کا عشر ہے یعنی زمین کی پیداوار کا، اور یہاں حدیث میں مال تجارت کا عشر مراد ہے جو اہل ذمہ سے لیا جاتا ہے یا یہاں پھر یہ کہا جائے کہ عشور سے مراد خراج ہے جیسا کہ بعد والی حدیث میں آرہا ہے، پھر کسی توجیہ ہی کی حاجت نہیں۔

اس حدیث کی سند میں شدید اختلاف واضطراب ہے جو خود ابوداؤد کی روایات میں بھی ہے جس کی تفصیل حضرتؒ نے بذل میں لکھی ہے، جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اس حدیث کا راوی صحابی مجہول ہے [1]۔

٣٠٤٨ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ خَالِهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أُعَشِّرُ قَوْمِي؟ قَالَ: «إِنَّمَا الْعُشُورُ عَلَى الْيَهُودِ، وَالنَّصَارَى».

ترجمہ: بکر بن وائل قبیلہ کے ایک شخص اپنے ماموں سے نقل کرتے ہیں انہوں نے عرض کیا: میں اپنے قبیلہ والوں سے خراج لیا کروں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خراج اور جزیہ تو یہود اور نصاریٰ پر لازم ہوتا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٤٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٢٢)

٣٠٤٩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَيْرٍ الثَّقَفِيِّ، عَنْ جَدِّهِ، رَجُلٍ مِنْ بَنِي تَغْلِبَ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمْتُ وَعَلَّمَنِي الْإِسْلَامَ، وَعَلَّمَنِي كَيْفَ آخُذُ الصَّدَقَةَ مِنْ قَوْمِي مِمَّنْ أَسْلَمَ، ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كُلُّ مَا عَلَّمْتَنِي قَدْ حَفِظْتُهُ إِلَّا الصَّدَقَةَ، أَفَأُعَشِّرُهُمْ؟ قَالَ: «لَا، إِنَّمَا الْعُشُورُ عَلَى النَّصَارَى، وَالْيَهُودِ».

ترجمہ: حرب بن عبید اللہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں جو بنو تغلب قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا اور حضور ﷺ نے مجھے اسلام کے احکام سکھلائے اور آپ نے مجھے یہ سکھلایا کہ میں اپنے قبیلہ کے مسلمانوں سے کس طرح صدقات وصول کروں؟ پھر میں دوبارہ حضور ﷺ کی خدمت میں گیا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے جتنی باتیں مجھے سکھلائیں وہ میں نے محفوظ کرلیں سوائے صدقہ والی بات کے تو کیا میں ان لوگوں سے جزیہ لیا کروں؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جزیہ تو نصاریٰ اور یہود پر لازم ہوتا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٤٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٤١٠)

٣٠٥٠ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ شُعْبَةَ، حَدَّثَنَا أَرْطَاةُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ حَكِيمَ بْنَ عُمَيْرٍ أَبَا الْأَحْوَصِ يُحَدِّثُ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ، قَالَ: نَزَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَمَعَهُ مَنْ مَعَهُ مِنْ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٣ ص ٣٩٣

أَصْحَابِهِ، وَكَانَ صَاحِبُ خَيْبَرَ رَجُلًا مَارِدًا مُنْكَرًا، فَأَقْبَلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَلَكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا حُمُرَنَا، وَتَأْكُلُوا ثَمَرَنَا، وَتَضْرِبُوا نِسَاءَنَا، فَغَضِبَ - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقَالَ: "يَا ابْنَ عَوْفٍ ارْكَبْ فَرَسَكَ ثُمَّ نَادِ: أَلَا إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِمُؤْمِنٍ، وَأَنِ اجْتَمِعُوا لِلصَّلَاةِ". قَالَ: فَاجْتَمَعُوا، ثُمَّ صَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ، فَقَالَ: «أَيَحْسَبُ أَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ، قَدْ يَظُنُّ أَنَّ اللهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا إِلَّا مَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ، أَلَا وَإِنِّي وَاللهِ قَدْ وَعَظْتُ، وَأَمَرْتُ، وَنَهَيْتُ، عَنْ أَشْيَاءَ إِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْآنِ، أَوْ أَكْثَرُ، وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ، وَلَا ضَرْبَ نِسَائِهِمْ، وَلَا أَكْلَ ثِمَارِهِمْ، إِذَا أَعْطَوْكُمُ الَّذِي عَلَيْهِمْ».

ترجمہ عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مقام خیبر میں تھے اور آپ کے ساتھ دیگر صحابہ کرام بھی تھے....... مقام خیبر کا یہودی چوہدری بڑا سرکش اور سخت مزاج طبیعت کا آدمی تھا وہ حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: اے محمد! کیا تم لوگوں کیلئے حلال ہے کہ تم ہمارے گدھوں کو ذبح کر ڈالو اور ہمارے پھلوں کو کھاؤ اور ہماری عورتوں کو مارو (بعض صحابہ نے اس طرح کیا تھا جب نبی اکرم ﷺ کو اسکی بات صحیح معلوم ہوئی) تو نبی اکرم ﷺ ان مسلمانوں پر غصہ ہو گئے اور فرمایا: اے عبدالرحمن بن عوف! اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور اعلان کرو کہ جنت صرف مسلمانوں کیلئے حلال ہے اور لوگوں سے کہو کہ وہ نماز کیلئے جمع ہو جائیں پس مسلمان جمع ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی پھر آپ نے کھڑے ہو کر وعظ ارشاد فرمایا اور آپ نے اپنے وعظ میں فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی مسہری پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور یہ سمجھے کہ اللہ پاک نے صرف وہی چیزیں حرام کی ہیں جو قرآن میں ہے غور سے سن لو خدا کی قسم میں نے تمہیں وعظ و نصیحت میں بہت ساری چیزوں کا حکم دیا ہے اور بہت ساری چیزوں سے منع کیا ہے اور یہ احکام بھی تعداد میں قرآن کے احکام کے برابر ہیں یا قرآن کے احکام سے بھی زیادہ ہیں بیشک اللہ پاک نے تمہارے لئے اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہونے کو حرام قرار دیا ہے مگر اجازت لیکر اور جب اہل کتاب تم کو اپنے اوپر لازم ہونے والے حق خراج ادا کر دیں تو ان کی عورتوں کو مارنا اور انکے پھلوں کو کھانا بھی اللہ پاک نے تم پر حرام قرار دیا ہے۔

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ خیبر میں تھے اور آپ علیہ السلام کے ساتھ صحابہ بھی تھے تو ایک روز خیبر کے چودھری سے ملاقات ہوئی جو بڑا سخت مزاج تھا وہ ہمیں دیکھ کر آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ اے محمد! کیا تم لوگوں کے لئے یہ جائز ہے کہ ہمارے مویشیوں کو ذبح کر ڈالو، اور ہمارے باغات کے پھل جس طرح چاہے کھالو، اور ہماری عورتوں کی پٹائی کرو؟ (بعض مسلمانوں نے اس قسم کی حرکت اور ان کے مالوں میں بے احتیاطی کی ہو گی) آپ ﷺ اسکی بات سن کر خاموش رہے اور گویا اس کے اعتراض کو برحق سمجھا اور ایسا کرنے والوں پر آپ ﷺ کو بڑا غصہ آیا، اور آپ نے ایک صحابی (غالباً عبدالرحمن بن عوفؓ) سے فرمایا کہ جاؤ گھوڑے پر سوار ہو کر یہ اعلان کرو أَلَا إِنَّ

الْجَنَّةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِمُؤْمِنٍ، کہ جنت حلال نہیں ہے مگر اسی مسلمان کیلئے جو امانت دار ہو، اور یہ بھی اعلان کرایا کہ نماز کا وقت قریب ہے سب جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ سب جمع ہو گئے آپ ﷺ نے سب کو نماز پڑھائی، نماز کے بعد کھڑے ہو کر خطبہ میں یہ فرمایا: أَيَحْسَبُ أَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ [1]، کیا تم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو اپنی مسہری پر تکیہ لگائے بیٹھ کر یہ کہتے اور سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز حرام کی ہی نہیں سوائے اس کے جس کی حرمت قرآن میں مذکور ہے، خبردار ہو جاؤ بخدا میں نے تم کو بہت سے چیزوں کا حکم کیا ہے اور بہت سی چیزوں سے منع کیا ہے اور اس قسم کی چیزیں بھی قرآن میں مذکور کے برابر ہیں یا اس سے بھی زائد ہیں اور ایک روایت میں ہے: وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَمَا حَرَّمَ اللهُ [2]، یعنی جس چیز کی تحریم رسول اللہ ﷺ کی زبان سے ہو وہ حرمت میں مثل اس کے ہے جس کی تحریم قرآن میں ہے، اور پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے مثال کے طور پر ان چیزوں کو بیان فرمایا جس میں بعض لوگوں نے بے احتیاطی کی تھی، جو اوپر حدیث الباب میں مذکور ہے، مسہری پر تکیہ لگانا کنایہ ہے عیش پرستی اور آخرت سے غفلت پر۔

٣٠٥١ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ ثَقِيفٍ عَنْ رَجُلٍ، مِنْ جُهَيْنَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَعَلَّكُمْ تُقَاتِلُونَ قَوْمًا، فَتَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ، فَيَتَّقُونَكُمْ بِأَمْوَالِهِمْ دُونَ أَنْفُسِهِمْ، وَأَبْنَائِهِمْ»، قَالَ سَعِيدٌ فِي حَدِيثِهِ: «فَيُصَالِحُونَكُمْ عَلَى صُلْحٍ، ثُمَّ اتَّفَقَا، فَلَا تُصِيبُوا مِنْهُمْ شَيْئًا فَوْقَ ذَلِكَ فَإِنَّهُ لَا يَصْلُحُ لَكُمْ».

ترجمہ قبیلہ جہینہ کے ایک صاحب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً تم لوگ ایک قوم سے جنگ کروگے اور ان پر غلبہ پالوگے پس وہ لوگ اپنی جانوں اور اپنی اولاد کی جانوں کا بچاؤ اپنے مال دیکر کرینگے۔ سعید بن منصور استاذ نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ وہ لوگ مال دے کر تم سے صلح کرینگے اسکے بعد مصنف کے دونوں استاد مسدد اور سعید متفق ہیں کہ تم لوگ ان لوگوں سے کوئی چیز مت لینا کیونکہ اسکے علاوہ تمہارے لئے کچھ بھی لینا حرام ہے۔

٣٠٥٢ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ الْمَدِينِيُّ، أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ سُلَيْمٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ عِدَّةٍ، مِنْ أَبْنَاءِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ آبَائِهِمْ دِنْيَةً عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا، أَوِ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ، فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

---

[1] وفي رواية كما في المشكاة: لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ، يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ، فَيَقُولُ لَا أَدْرِي، مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللهِ اتَّبَعْنَاهُ. وفي رواية: أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - كتاب الإيمان - باب الاعتصام بالكتاب والسنة ١٦٢-١٦٣)

[2] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب النكاح - باب الدليل على أنه صلى الله عليه وسلم لا يقتدى به فيما خص به ويقتدى به فيما سواه ١٣٤٤٢

ترجمہ: صفوان بن سلیم نے صحابہ کرام کے کئی بیٹوں بیٹوں کے واسطے سے ان کے صحیح النسب باپوں سے نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے اے خبر دار سن لو جو شخص کسی ذمی پر ظلم کرے یا اس ذمی کے حق میں کمی کرے یا اس ذمی کی طاقت سے زیادہ کا اسکو مکلف بنائے یا اسکی خوشدلی کے بغیر اس ذمی سے کوئی شئ لے لے تو قیامت کے دن میں اس ذمی کی جانب سے حق وصول کرنے والا وکیل ہونگا۔

شرح الحدیث: یہ لفظ دِنْيَةً مصدر ہے بمعنی دُنُو اور منصوب ہے بنابر حالیت کے، اور مطلب یہ ہے کہ چند صحابہ کے بیٹے روایت کرتے ہیں اپنے باپوں سے جن کے ساتھ وہ بیٹے متصل النسب ہیں یعنی ان کی صلبی اولاد ہیں۔

مضمون حدیث ذمی کے بارے میں ہے کہ جو اس پر ظلم وزیادتی کریگا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس سے کام لے گا یا اس کی کوئی چیز بغیر اس کی رضامندی کے لے گا فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ کہ اس ذمی کی جانب سے اس شخص کے ساتھ خصومت کرنے والا میں خود ہوں گا۔

٣٤ - بَابٌ فِي الذِّمِّيِّ يُسْلِمُ فِي بَعْضِ السَّنَةِ هَلْ عَلَيْهِ جِزْيَةٌ

جو ذمی دوران سال اسلام لے آئے کیا اس پر جزیہ دینا لازم ہے؟

٣٠٥٣ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ قَابُوسَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ جِزْيَةٌ».

ترجمہ: ابن عباسؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان پر جزیہ لازم نہیں ہوتا۔

٣٠٥٤ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: سُئِلَ سُفْيَانُ عَنْ تَفْسِيرِ هَذَا فَقَالَ: «إِذَا أَسْلَمَ فَلَا جِزْيَةَ عَلَيْهِ».

ترجمہ: محمد بن کثیر نے فرمایا کہ سفیان ثوری سے اس حدیث کی شرح کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے ذمی کے مسلمان ہونے کے بعد اس پر سے جزیہ ساقط ہو جائے گا۔

تخریج: جامع الترمذي - الزكاة (٦٣٣) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٥٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٣/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٥/١)

شرح الحدیث ومذاہب أئمہ: حدیث کا لفظ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ جِزْيَةٌ ہے، اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ بات تو بدیہی ہے کہ مسلمان پر جزیہ نہیں ہوتا پھر اس کے ذکر سے کیا فائدہ، غالباً اس لئے آگے روایت میں آرہا ہے کہ سفیان ثوریؒ سے سوال کیا گیا اس حدیث کے معنی کے بارے میں تو انہوں نے فرمایا مراد یہ ہے کہ اگر ذمی درمیان سال اسلام لے آئے تو اب اس سے جزیہ نہیں لیا جائے گا بلکہ ساقط ہو جائے گا گذشتہ مہینوں کا، اس میں جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہی ہے امام شافعیؒ کی بھی ایک

روایت یہی ہے لیکن قول معتمد ان کا یہ ہے کہ ساقط نہیں ہوتا بلکہ لیا جائے گا (كما في الأوجز عن شرح الإقناع)، بعض شراح شافعیہ (الخطابي في المعالم) نے اس حدیث میں جزیہ سے خراج مراد لیا ہے، یعنی اگر ذمی اسلام لے آئے اور اس کے ہاتھ میں خراجی زمین تھی تو اس سے خراج ساقط ہو جائے گا، لیکن یہ دوسرا مسئلہ ہے، یہ خود مختلف فیہ ہے، حنفیہ کے نزدیک اسلام لانے سے زمین کا خراج ساقط نہیں ہوتا، امام شافعیؒ کے یہاں ساقط ہو جاتا ہے، وفيه تفصيل عندهم يأتي في باب الدخول في أرض الخراج۔ والحديث أخرجه الترمذي، قاله المنذري۔

٣٥- بَابٌ فِي الْإِمَامِ يَقْبَلُ هَدَايَا الْمُشْرِكِينَ

حاکم وقت مشرکوں کا ہدیہ قبول کر سکتا ہے

٣٠٥٥ حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، عَنْ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ الْهَوْزَنِيُّ، قَالَ: لَقِيتُ بِلَالًا مُؤَذِّنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَلَبَ، فَقُلْتُ: يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي كَيْفَ كَانَتْ نَفَقَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: مَا كَانَ لَهُ شَيْءٌ، كُنْتُ أَنَا الَّذِي أَلِي ذَلِكَ مِنْهُ مُنْذُ بَعَثَهُ اللهُ إِلَى أَنْ تُوُفِّيَ، وَكَانَ إِذَا أَتَاهُ الْإِنْسَانُ مُسْلِمًا، فَرَآهُ عَارِيًا، يَأْمُرُنِي فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَقْرِضُ فَأَشْتَرِي لَهُ الْبُرْدَةَ فَأَكْسُوهُ، وَأُطْعِمُهُ، حَتَّى اعْتَرَضَنِي رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: يَا بِلَالُ، إِنَّ عِنْدِي سَعَةً، فَلَا تَسْتَقْرِضْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا مِنِّي، فَفَعَلْتُ فَلَمَّا أَنْ كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ تَوَضَّأْتُ، ثُمَّ قُمْتُ لِأُؤَذِّنَ بِالصَّلَاةِ، فَإِذَا الْمُشْرِكُ قَدْ أَقْبَلَ فِي عِصَابَةٍ مِنَ التُّجَّارِ، فَلَمَّا أَنْ رَآنِي، قَالَ: يَا حَبَشِيُّ، قُلْتُ: يَا لَبَّاهُ، فَتَجَهَّمَنِي، وَقَالَ لِي قَوْلًا غَلِيظًا، وَقَالَ لِي: أَتَدْرِي كَمْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الشَّهْرِ؟ قَالَ: قُلْتُ قَرِيبٌ، قَالَ: إِنَّمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ أَرْبَعٌ، فَآخُذُكَ بِالَّذِي عَلَيْكَ، فَأَرُدُّكَ تَرْعَى الْغَنَمَ، كَمَا كُنْتَ قَبْلَ ذَلِكَ فَأَخَذَ فِي نَفْسِي مَا يَأْخُذُ فِي أَنْفُسِ النَّاسِ، حَتَّى إِذَا صَلَّيْتُ الْعَتَمَةَ، رَجَعَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى أَهْلِهِ، فَاسْتَأْذَنْتُ عَلَيْهِ فَأَذِنَ لِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، إِنَّ الْمُشْرِكَ الَّذِي كُنْتُ أَتَدَيَّنُ مِنْهُ، قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا، وَلَيْسَ عِنْدَكَ مَا تَقْضِي عَنِّي، وَلَا عِنْدِي، وَهُوَ فَاضِحِي، فَأْذَنْ لِي أَنْ آبَقَ إِلَى بَعْضِ هَؤُلَاءِ الْأَحْيَاءِ الَّذِينَ قَدْ أَسْلَمُوا، حَتَّى يَرْزُقَ اللهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَقْضِي عَنِّي، فَخَرَجْتُ حَتَّى إِذَا أَتَيْتُ مَنْزِلِي، فَجَعَلْتُ سَيْفِي وَجِرَابِي وَنَعْلِي وَمِجَنِّي عِنْدَ رَأْسِي، حَتَّى إِذَا انْشَقَّ عَمُودُ الصُّبْحِ الْأَوَّلِ أَرَدْتُ أَنْ أَنْطَلِقَ، فَإِذَا إِنْسَانٌ يَسْعَى يَدْعُو: يَا بِلَالُ أَجِبْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَتَيْتُهُ، فَإِذَا أَرْبَعُ رَكَائِبَ مُنَاخَاتٌ عَلَيْهِنَّ أَحْمَالُهُنَّ، فَاسْتَأْذَنْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَبْشِرْ فَقَدْ جَاءَكَ اللهُ بِقَضَائِكَ» ثُمَّ قَالَ: «أَلَمْ تَرَ الرَّكَائِبَ الْمُنَاخَاتِ الْأَرْبَعَ» فَقُلْتُ: بَلَى، فَقَالَ: «إِنَّ لَكَ رِقَابَهُنَّ وَمَا عَلَيْهِنَّ، فَإِنَّ عَلَيْهِنَّ كِسْوَةً وَطَعَامًا أَهْدَاهُنَّ إِلَيَّ عَظِيمُ فَدَكَ فَاقْبِضْهُنَّ، وَاقْضِ دَيْنَكَ» فَفَعَلْتُ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِي

الْمَسْجِدِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ. فَقَالَ: «مَا فَعَلَ مَا قِبَلَكَ؟» قُلْتُ: قَدْ قَضَى اللهُ كُلَّ شَيْءٍ كَانَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمْ يَبْقَ شَيْءٌ. قَالَ: «أَفَضَلَ شَيْءٌ؟» قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: «انْظُرْ أَنْ تُرِيحَنِي مِنْهُ، فَإِنِّي لَسْتُ بِدَاخِلٍ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَهْلِي حَتَّى تُرِيحَنِي مِنْهُ» فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَتَمَةَ دَعَانِي، فَقَالَ: «مَا فَعَلَ الَّذِي قِبَلَكَ؟» قَالَ: قُلْتُ: هُوَ مَعِي لَمْ يَأْتِنَا أَحَدٌ. فَبَاتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْمَسْجِدِ، وَقَصَّ الْحَدِيثَ حَتَّى إِذَا صَلَّى الْعَتَمَةَ - يَعْنِي - مِنَ الْغَدِ دَعَانِي، قَالَ: «مَا فَعَلَ الَّذِي قِبَلَكَ؟» قَالَ: قُلْتُ: قَدْ أَرَاحَكَ اللهُ مِنْهُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَكَبَّرَ وَحَمِدَ اللهَ شَفَقًا مِنْ أَنْ يُدْرِكَهُ الْمَوْتُ، وَعِنْدَهُ ذَلِكَ، ثُمَّ اتَّبَعْتُهُ، حَتَّى إِذَا جَاءَ أَزْوَاجَهُ فَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ، امْرَأَةٍ حَتَّى أَتَى مَبِيتَهُ فَهَذَا الَّذِي سَأَلْتَنِي عَنْهُ.

ترجمہ: عبد اللہ الہوزنی فرماتے ہیں کہ میری ملاقات رسول اللہ ﷺ کے مؤذن حضرت بلال سے مقام حلب میں ہوئی تو میں نے کہا: اے بلال! مجھے بتلایئے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر کے اخراجات کس طرح ہوتے تھے؟ تو حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی مال نہیں تھا میں رسول اللہ ﷺ کے گھریلو معاملات کا ذمہ دار تھا۔ آپ ﷺ کی نبوت سے لیکر آپ کی وفات تک...... حضور ﷺ کے پاس جب کوئی مسلمان آتا اور آپ اسکو برہنہ دیکھتے تو مجھے حکم دیتے کہ میں کچھ قرضہ لیکر اسکے لئے چادر خرید لیتا اور اس سے اس کی ستر پوشی کر دیتا اور اس شخص کو کھانا کھلا دیتا یہاں تک کہ میرا سامنا ایک مشرک آدمی سے ہوا اس نے کہا: اے بلال! میرے پاس مال میں کافی گنجائش ہے لہٰذا تم میرے علاوہ کسی سے قرض مت لینا چنانچہ میں ضرورت کے وقت اس سے قرض لیتا رہا...... پھر ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں وضو کر کے نماز کیلئے اذان دینے کھڑا ہوا تھا تو وہی مشرک تاجروں کی ایک جماعت میں آیا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا: اے حبشی! میں نے کہا: جی فرمایئے تو وہ مشرک سختی کے ساتھ مجھ سے پیش آیا اور مجھے سخت باتیں کہنے لگا اور اس نے مجھ سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے مہینے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا مہینہ ختم ہونے ہی والا ہے تو اسنے جواب میں کہا کہ مہینہ ختم ہونے میں چار دن باقی ہیں اگر تو نے اپنے ذمہ واجب ہونے والا قرضہ ادا نہ کیا تو میں تجھے پکڑ کر دوبارہ غلام بنا دوں گا تا کہ تو بکریاں چرائے جیسا کہ تو اس سے پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا، حضرت بلال فرماتے ہیں کہ مجھے اس قدر پریشانی نے گھیر لیا جو ایسے وقت انسانوں کو گھیر لیتی ہے جب میں عشاء کی نماز پڑھ چکا تو رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کی جانب لوٹ گئے تو میں نے آپ سے اجازت لی آپ نے مجھے اجازت دی تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس مشرک سے میں قرض لیا کرتا تھا اس نے مجھے ایسے ایسے برا بھلا کہا ہے آپ کے پاس اس قدر مال نہیں کہ آپ میرا قرضہ ادا کر دیں اور نہ ہی میرے پاس اس قدر مال ہے...... وہ مشرک تو مجھے رُسوا کریگا...... آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان مسلمان ہونے والے قبیلوں میں جا کر روپوش ہو جاؤں یہاں تک کہ اللہ پاک اپنے رسول کو اس قدر عطا فرما دیں جس سے میرے قرضہ کا بندوبست ہو جائے...... میں وہاں سے نکلا اور اپنے گھر پہنچا تو میں اپنی تلوار اور تلوار کی چمڑے والی نیام اور اپنے جوتے اور اپنی ڈھال اپنے سرہانے رکھ دیے جب صبح کاذب کی

ستون کی مانند روشنی ظاہر ہوئی تو میں نے وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک انسان دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا: اے بلال! رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دو تو میں نے خدمتِ نبوی میں حاضری دی تو میں نے دیکھا کہ چار اونٹنیاں بیٹھی ہوئی ہیں اور ان پر انکا سامان لدا ہوا ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی (حاضری کی) تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ خوشخبری حاصل کرو۔ اللہ پاک نے تمہارے قرضہ کی ادائیگی کا سامان بھیج دیا ہے پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے چار اونٹنیاں سامان سے لدی ہوئی نہیں دیکھیں؟ تو میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھ لی ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اونٹنیاں اپنے اوپر لدے ہوئے سامان سمیت تمہاری ہیں ان اونٹنیوں پر کپڑے اور غلہ لدا ہوا ہے۔ فدک مقام کے حکمران نے یہ اونٹنیاں مجھے ہدیہ کی ہیں ان کو لے لو اور اپنا قرضہ ادا کرو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اسکے بعد راوی نے پوری حدیث (اور واقعہ) ذکر کیا پھر میں (اپنا قرضہ ادا کرنے کے بعد) مسجد آیا تو رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے تو میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے جو حالات (قرضہ کا بار) تھے اس میں اب کیا صورت حال ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! پر جو قرضہ تھا وہ سارا قرضہ اللہ پاک نے اُتروا دیا اب ذرا بھی قرضہ باقی نہ رہا تھا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان سواریوں اور انکے سامان میں کچھ بچا بھی ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ کچھ مال باقی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو اس مال کے مصارف میں خرچ کی ترتیب بنا کر مجھے اس مال کے بوجھ سے راحت پہنچاؤ کیونکہ میں اپنے کسی بھی اہل خانہ کے پاس اسوقت تک نہیں جاؤنگا جبتک کہ تم مجھے اس مال کی اسکے مصارف میں خرچ کر کے راحت نہیں پہنچادیتے جب نبی اکرم ﷺ نے نماز عشاء ادا فرمالی تو مجھے بلا کر پوچھا: تو تمہارے پاس آئے ہوئے (مال) کا کیا ہوا؟ تو میں نے کہا کہ وہ میرے پاس موجود ہے ہمارے پاس کوئی مستحق نہیں آیا تو نبی اکرم ﷺ نے رات مسجد میں گزاری اس کے بعد پورا واقعہ ذکر کیا یہاں تک کہ جب نبی اکرم ﷺ نے اگلے دن کی عشاء کی نماز ادا فرمائی تو مجھے بلا کر دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس آئے ہوئے مال کا کیا بنا؟ تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ پاک نے آپ کو اس سے راحت نصیب فرمادی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے اللہ پاک کی بڑائی بیان کی اور اسکی تعریف بیان فرمائی (یہ سب اہتمام اسلئے فرمایا کیونکہ) آپ ﷺ کو ڈر تھا کہ آپ کے پاس موت اس حال میں نہ آجائے کہ آپ کے پاس مال موجود ہو........ پھر میں آپ ﷺ کے پیچھے ہولیا........ یہانتک کہ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے گھر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے ہر ایک اہلیہ محترمہ کو سلام فرمایا یہاں تک کہ آپ اس گھر میں تشریف لے گئے جہاں آپ ﷺ نے رات گزارنی تھی........ یہ ہے وہ سارا واقعہ جو تم نے مجھ سے پوچھا تھا۔

٣٠٥٦ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، بِمَعْنَى إِسْنَادِ أَبِي تَوْبَةَ وَحَدِيثِهِ، قَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ مَا يَقْضِي عَنِّي، فَسَكَتَ عَنِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاغْتَمَزْتُهَا.

ترجمہ ابو توبہ راوی کی سند اور انکی حدیث کے ہم معنی روایت ہے...... اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا تھا کہ میرے پاس میرے قرضہ کی ادائیگی کا سامان موجود نہیں ہے تو اسپر نبی اکرم ﷺ خاموش ہو گئے تو میں نے اس حالت کو اُوپرا سمجھا۔

شرح الحدیث **حضور ﷺ کی معیشت اور گذران کے بارے میں ایک طویل حدیث:** یہ طویل حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ عبد اللہ الہوزنی کہتے ہیں حضور ﷺ کے مؤذن حضرت بلالؓ سے میری ملاقات شہر حلب میں ہوئی (حضرت بلالؓ حضور ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ سے ملک شام چلے گئے تھے حتی کہ وفات بھی وہیں ہوئی) میں نے کہا کہ آج تو آپؓ حضور ﷺ کے گھر کے اخراجات کی کیفیت بیان کر دیجئے، انہوں نے ان کی درخواست پر بیان کرنا شروع کر دیا اور فرمایا کہ آپ کے پاس کچھ پیسے ویسے تو ہوا نہیں کرتے تھے، اور ان کاموں کا ذمہ دار میں ہی تھا کُنْتُ أَنَا الَّذِي أَلِي، یہ متکلم کا صیغہ ہے ولایۃ سے، یعنی آپ ﷺ کی ضروریات کی لین دین اور خرید و فروخت کا، آپ ﷺ کی نبوت سے لیکر وفات تک، آپ کا حال یہ تھا کہ جب کوئی مسلمان آپ کے پاس آتا اور آپ اس کو برہنہ دیکھتے تو آپ ﷺ مجھ کو حکم فرماتے اس بارے میں، تو میں کسی سے قرض لیکر اس کو چادر خرید کر دیدیتا اور کھانا بھی کھلا دیتا (یہ ایک دن کا واقعہ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے یہاں یہی ہوتا رہتا تھا کہ میں قرض لیکر ضرورت مندوں کی ضرورتیں آپ ﷺ کے فرمانے سے پوری کر دیا کرتا تھا) ایک دن ایسا ہوا کہ ایک مشرک تاجر میرے پاس آیا اس نے مجھ سے کہا کہ اے بلالؓ کسی سے قرض مت لیا کرو، میرے پاس کافی گنجائش ہے مجھ سے ہی لیا کر۔ میں ایسا کرنے لگا، ایک روز کی بات ہے کہ میں وضو کر کے اذان کے لئے کھڑا ہو رہا تھا تو دیکھا کہ اچانک وہی مشرک چند تاجروں کو لیکر میرے سامنے آیا اور مجھ کو دیکھ کر کہنے لگا یا حبشی! قُلْتُ: يَا لَبَّاهُ (لبیک کی طرح ضمیر غائب کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے) یہ کہہ کر مجھے بہت سخت سست کہنے لگا، اور کہنے لگا کہ جانتا بھی ہے کہ مہینہ پورا ہونے میں کتنے روز باقی رہ گئے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں پورا ہونے والا ہے، کہنے لگا صرف چار دن باقی ہیں، اگر چار دن کے اندر ادا نہ کیا تو اس کے بدلہ میں، میں تجھ کو پکڑ لوں گا اور تجھ سے بکریاں چراؤں گا جس طرح تو پہلے چراتا تھا (آگے حضرت بلالؓ فرماتے ہیں) کہ اس وقت میرے دل میں ایسی تنگی اور پریشانی ہوئی جو لوگوں کو ایسے موقع پر ہوا کرتی ہے، یہاں تک کہ جب میں عشاء کی نماز سے فارغ ہوا اور آپ ﷺ اپنے دولت کدہ پر پہنچ گئے میں اجازت لیکر آپ ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، وہ مشرک جس سے میں قرض لیا کرتا تھا وہ مجھے آج ایسا ایسا کہہ کر گیا ہے، اور نہ تو آپ ﷺ کے پاس ادا کرنے کو کچھ ہے اور نہ ہی میرے پاس، وَهُوَ فَاضِحِي یہ اسم فاعل ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو رہا ہے یعنی وہ مجھے اور رسوا کریگا (اگر وقت پر ادا کرنے کو کچھ نہ ہوا) لہٰذا مجھے اجازت دیجئے کہ مدینہ کے اطراف میں جو بعض قبیلے اسلام لے آئے ہیں وہاں بھاگ جاؤں جب تک اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائیں وہ چیز کہ جس سے قرض ادا ہو (آپ ﷺ میری بات سن کر خاموش

رہے) میں آپ کے پاس سے چلا آیا، اور میں نے اپنے گھر آکر سفر کا ضروری سامان تلوار تھیلہ، جوتے، ڈھال یہ سب چیزیں اپنے سرہانے رکھ لیں یہاں تک کہ جب صبح صادق ہوئی تو میں نے ارادہ کیا کہ سفر میں چل دوں، اسی دوران میں ایک آدمی دوڑا ہوا مجھ کو پکارتا ہوا آیا کہ حضور ﷺ بلا رہے ہیں، میں آپ ﷺ کی طرف چلا راستہ میں میں نے چار اونٹنیاں بیٹھی ہوئی دیکھیں جس پر سامان لگا ہوا تھا، میں اجازت لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا، آپ ﷺ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تیرے دَین کے ادا کا انتظام فرما دیا اور فرمایا: أَلَمْ تَرَ الرَّكَائِبَ الْمُنَاخَاتِ الْأَرْبَعَ کہ کیا تو نے چار اونٹنیاں بیٹھی ہوئی نہیں دیکھیں میں نے عرض کیا: جی دیکھی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اونٹنیاں مع ان سامانوں کے جو ان پر ہے تیرے حوالہ ہے، اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ان اونٹنیوں پر غلہ اور کپڑا لدا ہوا ہے۔ أَهْدَاهُنَّ إِلَيَّ عَظِيمُ فَدَكَ، یہود فدک کے ایک بڑے آدمی نے یہ ہدیۃً میرے پاس بھیجی ہیں، ان کے ذریعہ سے اپنا قرض ادا کر لے، وہ کہتے ہیں میں نے ایسا کر لیا، یعنی بعض سامان فروخت کر کے اپنا قرض ادا کر دیا اس کے بعد روایت میں ہے فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کچھ اور بھی مضمون تھا جس کو مصنف نے اختصاراً حذف کر دیا، حضرت شیخ نے حاشیہ بذل[1] میں کنز العمال کے حوالہ سے اس حدیث کا بقیہ حصہ ذکر فرمایا ہے، پھر (یعنی ادائے دین کے بعد) میں مسجد کی طرف چلا تو دیکھا آپ ﷺ تشریف فرما ہیں، میں نے سلام عرض کیا، آپ ﷺ نے دین کے بارے میں دریافت فرمایا، میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پورا دین ادا کرا دیا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کچھ مال بچا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی بچا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھ مجھے اس باقی سے راحت پہنچا دے، اس لئے کہ میں اس وقت تک اپنے گھر والوں میں سے کسی کے پاس نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ تو مجھ کو اس سے راحت پہنچائے پھر جب شام ہوئی اور حضور ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہو گئے، آپ ﷺ نے مجھ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ باقی مال کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: جی میرے پاس ہی ہے کوئی لینے نہیں آیا، چنانچہ آپ ﷺ نے یہ رات مسجد ہی میں گذاری، پھر جب دوسرے دن عشاء کی نماز سے آپ ﷺ فارغ ہوئے تو مجھ کو بلا کر پھر دریافت فرمایا، میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے ان سے آپ ﷺ کو راحت پہنچا دی، آپ نے اس پر تکبیر اور اللہ تعالیٰ کی تحمید کی۔

شَفَقًا مِنْ أَنْ يُدْرِكَهُ الْمَوْتُ، وَعِنْدَهُ ذَلِكَ: یعنی آپ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ کو اس حال میں موت آئے کہ یہ مال میرے پاس ہو (اس کے بعد آپ ﷺ مسجد سے ازواج مطہرات ؓ کے مکانات کی طرف چلے) میں بھی آپ کے پیچھے چلا تو آپ جملہ ازواج کے پاس تشریف لے گئے، ہر ایک زوجہ محترمہ کو سلام کرتے ہوئے اپنی باری کی جگہ پہنچ گئے (اخیر میں سائل یعنی عبد اللہ الہوزنی سے فرماتے ہیں) فَهَذَا الَّذِي سَأَلْتَنِي عَنْهُ یہ ہے اس کا جواب جو تو نے مجھ سے پوچھا تھا۔ اسی حدیث کے دوسرے طریق میں ہے فَسَكَتَ عَنِّي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاغْتَمَزْتُهَا کہ حضور ﷺ نے میری ساری بات سن کر

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱۳ ص ۴۰۲

خاموشی اختیار فرمائی یعنی شروع قصہ میں، پس مجھے یہ حالت کچھ پسند نہ آئی غالباً اشارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت کی طرف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تسلی کا جملہ بھی نہ فرمایا، یہ بھی ان کے تعلق اور محبت ہی کی بات ہے جو کہہ رہے ہیں، اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے، اگرچہ عظیم فدک یہودی تھا، لیکن یہود بھی مشرکین ہی کے حکم میں ہیں لقولہ تعالی: وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ [1]، اگرچہ بعض دوسرے احکام میں مشرکین اور اہل کتاب میں یقیناً فرق ہے۔

٣٠٥٧ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشِّخِّيرِ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ، قَالَ: أَهْدَيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةً، فَقَالَ: «أَسْلَمْتَ؟» . فَقُلْتُ: لَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي نُهِيتُ عَنْ زَبْدِ الْمُشْرِكِينَ».

ترجمہ عیاض بن حمار کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک اونٹنی ہدیہ کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کیا تم مسلمان ہو؟ تو میں نے کہا کہ نہیں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے مشرکوں کے ہدیہ لینے سے منع کیا گیا ہے۔

تخریج جامع الترمذي-السير(١٥٧٧)سنن أبي داود-الخراج والإمارة والفيء(٣٠٥٧)مسند أحمد-مسند الشاميين(١٦٢/٤)

شرح الحدیث **قبول ہدیہ مشرکین وعدم قبول کے بارے میں دو مختلف حدیثیں:** یہ حدیث گزشتہ حدیث کے بظاہر خلاف ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم فدک کا ہدیہ قبول کرنا مذکور ہے، اور اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمارہے ہیں کہ مجھ کو مشرکین کا عطیہ قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے، بیہقی فرماتے ہیں کہ "روایات القبول اصح" اور وہ کہتے ہیں: اور یا یہ کہا جائے کہ منع کا تعلق مشرکین کے ہدایا سے ہے، اور قبول کی روایات میں اہل کتاب کے ہدایا [2] کا ذکر ہے، اور خطابیؒ کہتے ہیں یہ منع کی روایت منسوخ ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مشرکین کے ہدایا قبول فرمائے ہیں، جیسے مقوقس نے ماریہ قبطیہؓ، اور بغلہ، اور ایسے ہی اکیدر دومہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا ہے اھ مختصراً من البذل [3]، ایسے ہی باب احیاء الموات میں مَلِکِ اَیلہ کے ہدیہ کا ذکر ہے: فَأَتَيْنَا تَبُوكَ فَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ [4]، امام ترمذیؒ نے بھی اس تعارض پر کلام فرمایا ہے، انہوں نے نسخ کے بارے میں دونوں احتمال لکھے ہیں یعنی ان دو میں سے کسی ایک کو منسوخ اور دوسرے کو ناسخ کہا جائے۔

کتاب الجہاد کے اخیر میں بَابٌ فِي حَمْلِ السِّلَاحِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ اس میں جو حدیث (٢٧٨٦) گذری ہے اس میں یہ ہدیہ

---

[1] اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے (سورة التوبة ٣٠)
[2] چنانچہ آگے جن ہدایا کا ذکر خطابی وغیرہ کے کلام میں آرہا ہے وہ سب ہدایا اہل کتاب کی طرف سے تھے۔ ١٢
[3] بذل المجهود في حل أبي داود— ج ١٣ ص ٤٠٩
[4] سنن أبي داود- كتاب الخراج والإمارة والفيء- باب في إحياء الموات ٣٠٧٩

مشرک کا رد مذکور ہے، فتدبر، والحدیث أخرجه الترمذي وقال حسن صحیح، قاله المنذري۔

٣٦۔ بَابٌ فِي إِقْطَاعِ الأَرَضِينَ

زمینیں بطور جاگیر دینے کا بیان

بعض نسخوں میں اس باب سے پہلے کتاب القطائع لکھا ہوا ہے[1]، جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ کتاب الخراج اس پر آکر ختم ہو گئی۔

اقطاع اور احیاء کی تعریف اور دونوں میں فرق: اور اس کے بعد دوسرا باب آرہا ہے إِحْيَاءِ الْمَوَاتِ کا، یہاں مصنف نے ترجمہ قائم کیا إِقْطَاعِ الأَرَضِينَ، یعنی ارض کو مطلقاً ذکر کیا اور احیاء کی اضافت موات کی طرف کی، جس کی وجہ یہ ہے کہ احیاء بالاتفاق ارضِ موات ہی کا ہوتا ہے، موات یعنی ارضِ مباحہ غیر مملوکہ اور وہ بنجر زمین جو کسی کی ملک نہ ہو، فقہاء نے لکھا ہے کہ موات وہ زمین ہے جو کسی کی ملک نہ ہو، خارج بلد ہو، نیز مرافق بلد سے نہ ہو یعنی اہل شہر کی کوئی ضرورت و منفعت اس سے وابستہ نہ ہو۔ بخلاف اقطاع کے وہ اکثر تو ارض موات ہی کا ہوتا ہے اور کبھی ارض مملوکہ کا بھی، یعنی امام اپنی مملوکہ زمین میں سے اقطاع کرے یا مملوکہ للغیر ہو اور اس کی اجازت سے امام اقطاع کرے یہ حنفیہ کا مسلک ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک امام کے لئے ارض مملوکہ لبیت المال کا اقطاع بھی جائز ہے، صرح به النووي۔

اقطاع کہتے ہیں خلیفہ وقت کی جانب سے زمین کا ایک رقبہ کسی کیلئے نامزد کر دینا[2]، قطعیہ بمعنی جاگیر جس کی جمع قطائع آتی ہے، کتاب القطعیة یعنی جاگیر نامہ، جو کسی کیلئے امام لکھ کر دے، اقطاع اور احیاء میں فرق واضح ہے۔ اس لئے کہ اقطاع فعل امام کا نام ہے وہ کسی اور چیز پر موقوف نہیں بخلاف احیاء کے کہ وہ خدمتِ ارض کا نام ہے۔ پس جو شخص کسی ارضِ مباحہ غیر مملوکہ کی خدمت کر کے اس کو آباد کرے گا وہ اس کا مالک ہو جائے گا، اس میں اختلاف ہے کہ احیاء میں اذنِ امام شرط ہے یا نہیں، امام صاحبؒ کے نزدیک ضروری ہے، امام شافعیؒ و احمدؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک غیر ضروری ہے۔

اور امام مالکؒ کے نزدیک موات قریب میں اذن شرط ہے بعید میں نہیں، یعنی جو آبادی سے زیادہ دور ہو۔

٣٠٥٨ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٣

[2] بدائع الصنائع میں زمینوں کے اقسام اور احکام کے ضمن میں لکھا ہے کہ امام کو اقطاعِ موات کا حق اسلئے ہے کہ یہ سبب ہے عمارتِ بلاد کا کیونکہ اقطاع کے بعد جب وہ زمین رعایا میں سے کسی ایک کی ملک ہو جاتی ہے تو وہ اسکی خدمت کر کے اسکو آباد اور کار آمد بناتا ہے اسی لئے اگر کوئی شخص اقطاع کے بعد اس زمین کی خدمت کر کے اسکو کار آمد نہ بنائے تو تین سال تک اس سے تعرض نہ کیا جائے، تین سال کے بعد بھی اگر وہ کچھ نہ کرے، تو اس سے واپس لے لی جائے گی، وہ زمین پھر سے موات بن جاتی ہے لہذا اب امام اسکا اقطاع کسی دوسرے شخص کیلئے کر سکتا ہے۔ اھ (بدائع الصنائع — ج ٦ ص ١٩٤، بذل المجهود — ج ١٤ ص ٤)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَهُ أَرْضًا بِحَضْرَمُوتَ»..

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے انکو مقام حضر موت میں ایک زمین بطور جاگیر عطا فرمائی۔

۳۰۵۹ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ مَطَرٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ.

ترجمہ: علقمہ بن وائل اپنی سند کے ساتھ گزشتہ حدیث کے ہم معنی نقل کرتے ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الأحكام (۱۳۸۱) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۳۰۵۸) مسند أحمد - من مسند القبائل (۳۹۹/٦) سنن الدارمي - البيوع (۲٦۰۹)

شرح الحدیث: حضر موت یمن کا مشہور علاقہ ہے جس میں بہت سے شہر ہیں، حضر موت میں اقطاع سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خاص شہر میں ہو، اذلا یجوز الاقطاع عند نافی المصر کما سیأتی قریباً۔ والحدیث أخرجه الترمذی، قاله المنذری.

۳۰٦۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ فِطْرٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، قَالَ: خَطَّ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ بِقَوْسٍ، وَقَالَ: «أَزِيدُكَ أَزِيدُكَ».

ترجمہ: عمرو بن حریث فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مدینہ منورہ میں ایک گھر کو کمان کے ساتھ لکیر کھینچ کر میرے لئے مختص فرمایا اور آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اتنی مقدار کافی ہے یا اس میں اور اضافہ کروں دوبارہ یہی بات ارشاد فرمائی۔

شرح الحدیث: عمرو بن حریثؓ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے میرے لئے کمان کے ذریعہ سے نشان ڈالا مدینہ میں ایک مکان کی زمین کا، یعنی کمان کے ذریعہ زمین پر نشان ڈال کر فرمایا کہ اتنا حصہ تمہارے لئے ہے، اسی فعل امام کا نام اقطاع ہے، اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان صحابیؓ کو ایک مکان کے بقدر زمین شہر میں عطا کی، حنفیہ کے نزدیک اقطاع فی المصر جائز نہیں کیونکہ شہر میں جو زمین ہوگی لامحالہ کسی کی ملک ہوگی، والجواب: الحدیث ضعیف ضعفه الأئمة برویه فطر بن خلیفه، عن أبیه، وأبوه مجهول، یا حدیث کی تاویل کی جائے یعنی اقطع برضا المالك، وأرضاً ملکها هو صلی الله تعالی علیه وآله وسلم، اس حدیث کے آخری جملہ کی شرح میں دو احتمال لکھے ہیں ایک یہ کہ یہ استفہام ہے آپ کی جانب سے کہ آپ نے اس زمین کو ناپتے وقت ان سے فرمایا کہ اتنی مقدار کافی ہے یا اور اضافہ کروں، اور دوسرا احتمال یہ لکھا ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرمارہے ہیں ان صحابی کو کہ دیکھ میں تجھ کو بڑھا کر دے رہا ہوں، اور تیسرا مطلب یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت تو اتنا ہی دے رہا ہوں بعد میں اس میں اضافہ کر دیں گے۔

۳۰٦۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ، وَهِيَ مِنْ نَاحِيَةِ الْفُرْعِ»، فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا إِلَّا الزَّكَاةُ إِلَى الْيَوْمِ.

ترجمہ ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن متعدد صحابہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال بن حارث المزنی کو قبل جگہ کی کانیں بطور جاگیر عطا فرمائی اور یہ قبل، مدینہ منورہ میں واقع فرع بستی کے ارد گرد موجود ہے پس ان کانوں سے آج تک صرف زکوٰۃ ہی وصول کی جاتی ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٦١) موطأ مالك - الزكاة (٥٨٢)

شرح حدیث یعنی آپ ﷺ نے بلال بن الحارث کیلئے مقام قَبَل کی معادن (کانیں) اقطاع فرمائیں یعنی بطور جاگیر عطا فرمائیں۔ قبل ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ میں نواحی فُرُع میں واقع ہے۔ اور فُرُع کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ایک قریہ ہے نواحی [1] ربذہ میں۔ اس کے اور مدینہ کے درمیان آٹھ برید کا فاصلہ ہے۔ (بذل [2])

معدن میں زکوۃ واجب ہوتی ہے یا خمس: آگے روایت میں ہے کہ ان معادن سے اس وقت سے لے کر اب تک صرف زکوٰۃ ہی لی جارہی ہے جس کا مطلب ہے کہ ربع العشر لیا جارہا ہے حالانکہ حنفیہ کے نزدیک معادن میں خمس واجب ہوتا ہے، مسئلہ مختلف فیہ ہے، حنفیہ کے نزدیک معدن میں مثل کنز کے خمس واجب ہوتا ہے، بخلاف جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے کہ ان کے نزدیک خمس صرف کنز یعنی دفینہ جاہلیہ میں ہے اور معدن میں زکوٰۃ ہی واجب ہوتی ہے، حنفیہ کی دلیل آگے کتاب الخراج ہی میں اس کے اواخر میں بَابُ مَا جَاءَ فِي الرِّكَازِ وَمَا فِيهِ میں آرہی ہے، یعنی آپ ﷺ کی مشہور حدیث (٣٠٨٥) وفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ، دراصل رکاز کے مصداق ہی میں اختلاف ہورہا ہے جمہور اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رکاز کنز کے مرادف ہے، کنز بالاتفاق دفینہ جاہلیہ کا نام ہے اور معدن بالاتفاق اس کان کا نام ہے جو مخلوق للّٰہ تعالی ہو [3]، حنفیہ کے نزدیک معدن کا مقابل کنز ہے اور رکاز ان کے نزدیک دونوں کو شامل ہے، پس استدلال تو ہر دو فریق کا اسی حدیث وفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ سے ہے لیکن چونکہ رکاز کے مصداق میں حنفیہ اور ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہوگیا، اسی لئے اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہوا۔

معادن قَبلیہ والی حدیث کے حنفیہ کی طرف سے جوابات: لیکن حدیث الباب سے ظاہر ہے کہ جمہور کی تائید ہو رہی ہے، حنفیہ کی طرف سے اسکے متعدد جواب دیئے گئے ہیں: ① اول یہ کہ اس حدیث میں یہ جملہ فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ الخ متکلم فیہ ہے، حضرت شیخ نے اس پر اوجز [4] میں تفصیلی کلام فرمایا ہے اور پھر اخیر میں خلاصہ کے طور پر اس حدیث کے چھ جواب ذکر

---

[1] ربذہ تو مدینہ منورہ سے مشرق میں طریق عراق قدیم پر واقع ہے تقریباً دو سو ۲۰۰ سے زائد کلو میٹر کے فاصلہ پر۔ اور فرع مدینہ منورہ سے جنوب مغرب میں تقریباً ستر ۷۰ کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے، مکہ مکرمہ کے طرق اربعہ معروفہ میں ایک طریق فرعی بھی ہے جو کتاب الحج میں گذر چکا۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ٦

[3] لہذا کنز اور معدن میں بالاتفاق مفہوم کے لحاظ سے تباین کی نسبت ہوئی الاول مدفون والثانی مخلوق، اور جمہور کے نزدیک رکاز اور معدن میں بھی تباین ہی کی نسبت ہے کیونکہ رکاز ان کے نزدیک مرادف ہے کنز کے اور حنفیہ کے نزدیک رکاز اور باقی دونوں میں عموم وخصوص کی نسبت ہوئی، رکاز عام ہے دونوں کو شامل ہے لہذا دونوں میں خمس ہی واجب ہوگا ۱۲۔

[4] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٥ ص ٥٦١ - ٥٦٧

فرماتے ہیں، وفیہ: واستدل من قال بوجوب الزکاۃ فی المعادن بحدیث بلال المذکور قبل، وأجاب عنہ الآخرون بوجوہ: الأول: ماتقدم من کلام الحافظ أن زیادۃ وجوب الزکاۃ لاتوجد في الروایات الموصولۃ (یعنی یہ اصل حدیث تو مشہور اور صحیح ہے) لیکن اس کا آخری جملہ وہ متکلم فیہ ہے روایات موصولہ میں مذکور نہیں ہے صرف روایات مرسلہ میں ہے، ② والثاني: ما تقدم من کلام الامام الشافعي، اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ یہ ٹکڑا ثابت نہیں، ③ الثالث: ما أشار إليه الإمام محمد رحمہ اللہ تعالی في مؤطئہ: إذ قال بعد ذکر حدیث الباب: قال محمد: الحدیث المعروف أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: في الرکاز الخمس الخ، وھو إشارۃ إلی أن حدیث الباب یخالف الحدیث المعروف فھو شاذ. ④ ⑤ والرابع والخامس: ما في الزیلعي: قال ابو عبید في کتاب الأموال: حدیث منقطع، ومع انقطاعہ لیس فیہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أمر بذلك، وإنما قال: یؤخذ منھا الزکاۃ إلی الیوم، قال ابن الھمام: یعني فیجوز کون ذلك من أھل الولایات اجتھاداً منھم ⑥ والسادس: ما أجاب بہ صاحب البدائع: بأنہ یحتمل أنہ إنما لم یأخذ منہ ما زاد علی ربع العشر لما علم من حاجتہ وذلك جائز عندنا، یعنی ان صحابی کی حاجت اور فقر کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان سے صرف زکاۃ لینے پر اکتفاء فرمایا بجائے خمس کے اھ[1]، ایک اور بھی جواب دیا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ حولان حول کے بعد آپ ﷺ نے ان سے زکاۃ لی، واما في الحال فالخمس۔

٣٠٦٢ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَاتِمٍ، وَغَيْرُهُ، قَالَ الْعَبَّاسُ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُوَيْسٍ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا - وَقَالَ غَيْرُهُ: جَلْسَهَا وَغَوْرَهَا - وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ، وَلَمْ يُعْطِهِ حَقَّ مُسْلِمٍ، وَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا مَا أَعْطَى مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ، أَعْطَاهُ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا» وَقَالَ غَيْرُهُ: «جَلْسَهَا وَغَوْرَهَا، وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ وَلَمْ يُعْطِهِ حَقَّ مُسْلِمٍ» قَالَ أَبُو أُوَيْسٍ: وَحَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ، مَوْلَى بَنِي الدِّيلِ بْنِ بَكْرِ بْنِ كِنَانَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ.

ترجمہ: کثیر بن عبد اللہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال بن حارث مزنی کیلئے مقام قبل کی اونچائی میں واقع بلند زمین اور نشیبی زمین بطور جاگیر مقرر کی...... عباس راوی کے علاوہ دوسرے راویوں نے کہا جَلْسَهَا وَغَوْرَهَا اور قدس پہاڑ کے قریب جو زمین زراعت کے قابل تھی وہ بھی بلال بن حارث کو عطا فرمائی اور بلال بن حارث کیلئے یہ تحریر لکھی...... بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ یہ تحریر ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے بلال بن حارث المزنی کو مقام قبل میں بلندی اور پستی میں واقع کانیں بطور جاگیر عطا فرمائی ہیں...... دوسرے راویوں نے جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا کی جگہ جَلْسَهَا وَغَوْرَهَا کے الفاظ ذکر فرمائے ہیں...... اور قدس پہاڑ کے قریب جو زمین تھی زراعت کے قابل تھی وہ بھی بلال بن

---

[1] أوجز المسالك إلی موطأ مالك – ج ٥ ص ٥٦٦

حارث کو دی ہے اور ان کو مسلمان کا حق نہیں دیا...... ابو اویس نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے اسی حدیث کے ہم معنی نقل کیا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء، (٣٠٦٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٠٦/١)

شرح الحديث اس معادن قبلیہ والی حدیث کو مصنف نے متعدد طرق سے ذکر کیا، اس میں پہلا طریق جو گذر چکا وہ مرسل ہے اور یہ دوسرا طریق اور اس کے بعد جو طریق آرہا ہے وہ مسند ہے، مگر طریق مسند ضعیف ہے کیونکہ اس کے اندر کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی ہے جو کہ منکر الحدیث ہے، بلکہ ان کی تکذیب بھی کی گئی ہے، قال أبو زرعة: واهي الحديث، وقال النسائي والدارقطني: متروك الحديث، وقال ابن عبد البر مجمع على ضعفه (بذل [1]) بظاہر مصنف نے طریق مسند کو مؤخر اسی لئے کیا کہ وہ ضعیف ہے۔

٣٠٦٢ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحُنَيْنِيَّ، قَالَ: قَرَأْتُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ - يَعْنِي كِتَابَ قَطِيعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وحَدَّثَنَا غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا أَبُو أُوَيْسٍ، حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ، جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا. قَالَ ابْنُ النَّضْرِ: وَجَرْسَهَا، وَذَاتَ النُّصُبِ، ثُمَّ اتَّفَقَا، وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ، وَلَمْ يُعْطِ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ حَقَّ مُسْلِمٍ، وَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَذَا مَا أَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ، أَعْطَاهُ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ، جَلْسَهَا وَغَوْرَهَا، وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ وَلَمْ يُعْطِهِ حَقَّ مُسْلِمٍ». قَالَ أَبُو أُوَيْسٍ: وَحَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. زَادَ ابْنُ النَّضْرِ: وَكَتَبَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ.

ترجمہ محمد بن نضر کہتے ہیں کہ میں نے اسحاق ابن ابراہیم الحنینی کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نبی اکرم ﷺ کے جاگیر عطا فرمانے کے متعلق تحریر کو متعدد دفعہ پڑھا ہے...... امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ متعدد راویوں نے ہمیں حسین بن محمد کی سند سے متصلاً نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے بلال بن الحارث المزنی کو مقام قبل کی اونچائی پر واقع اور نشیب پر واقع زمین کی کانیں عطا فرمائیں۔ محمد بن نضر نے جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا...... کے بجائے وَجَرْسَهَا وَذَاتَ النُّصُبِ کے الفاظ نقل کئے ہیں...... اسکے بعد کے مضمون میں دونوں راوی متفق ہیں کہ قدس پہاڑ کے قریب زراعت کے قابل زمینیں بھی بلال بن حارث کو عطا فرمائیں ......
اور بلال بن حارث کو کسی مسلمان کا حق نہیں دیا اور نبی اکرم ﷺ نے بلال بن حارث کیلئے یہ تحریر لکھ دی...... یہ رسول اللہ نے بلال بن حارث المزنی کو عطا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے انکو مقام قبل کی اونچائی پر واقع اور نشیبی زمین کی کانیں عطا فرمائی ہیں اور قدس مقام کے قریب جو زمین زراعت کے قابل ہے وہ بھی عطا فرمائی ہے اور ان کو کسی مسلمان کا حق نہیں دیا...... ابو

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ٩

اویس فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مجھ کو ثور بن یزید نے بواسطہ عکرمہ اور انہوں نے ابن عباسؓ سے بواسطہ نبی اکرم ﷺ اسی طرح نقل کی...... محمد بن نضر نے یہ اضافہ کیا کہ ابی بن کعب نے رسول اللہ ﷺ کی یہ تحریر بلال بن حارث کیلئے لکھی تھی۔

تخریج سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٦٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٠٦)

شرح الحدیث جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا: جلسی بلند زمین اور غوری پست زمین، یعنی جملہ معادن قبلیہ چاہے وہ بلند زمین میں ہو یا پست میں، اس طریق میں کتاب القطیعۃ بھی مذکور ہے۔

قَالَ ابْنُ النَّضْرِ: وَجَرْسَهَا: یعنی ابن النضر نے بجائے جَلْسِيَّهَا کے وَجَرْسَهَا کہا، مگر یہاں اس لفظ کے کچھ معنی بنتے نہیں، كذا قيل، ذات النصب مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے اور قُدس ایک معروف پہاڑ کا نام ہے یا ہر وہ جگہ جہاں زراعت کی صلاحیت ہو۔

٣٠٦٤ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ الْمَعْنَى وَاحِدٌ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ قَيْسٍ الْمَأْرِبِيَّ، حَدَّثَهُمْ أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ شَرَاحِيلَ، عَنْ سُمَيِّ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ شُمَيْرٍ قَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ ابْنِ عَبْدِ الْمَدَانِ، عَنْ أَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ، أَنَّهُ وَفَدَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْطَعَهُ الْمِلْحَ - قَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ: الَّذِي بِمَأْرِبَ فَقَطَعَهُ لَهُ - فَلَمَّا أَنْ وَلَّى قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمَجْلِسِ: أَتَدْرِي مَا قَطَعْتَ لَهُ؟ إِنَّمَا قَطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ. قَالَ: فَانْتَزَعَ مِنْهُ. قَالَ: وَسَأَلَهُ عَمَّا يُحْمَى مِنَ الْأَرَاكِ، قَالَ: «مَا لَمْ تَنَلْهُ خِفَافٌ» وَقَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ: «أَخْفَافُ الْإِبِلِ».

ترجمہ ابیض بن حمال فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفد بن کر حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور ﷺ سے نمک کی اس کان کا مطالبہ کیا جو مقام مأرب میں ہے کہ یہ کان ان کو بطور جاگیر دی جائے تو نبی اکرم ﷺ نے یہ نمک کی کان ان کو بطور جاگیر عطا فرمادی جب وہ جانے لگے تو مجلس میں موجود ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے انکو کیا چیز جاگیر میں دی ہے؟ آپ نے انکو ایک تیار پانی بطور جاگیر عطا فرمائی ہے (جس میں بغیر محنت نمک حاصل ہو جاتا ہے) راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ نمک کی کان ابیض بن حمال سے واپس لے لی اور نبی اکرم ﷺ سے ایک صاحب نے یہ سوال پوچھا کہ پیلو کے درخت میں سے کونسے درخت کو آدمی اپنے لئے خاص کر سکتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پیلو کے جن درختوں تک اونٹوں کے پاؤں نہ پہنچ سکیں انکو اپنے لئے خاص کر سکتے ہیں...... محمد بن متوکل استاذ نے خفاف کی جگہ أَخْفَافُ الْإِبِلِ فرمایا ہے۔

٣٠٦٥ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَخْزُومِيُّ: «مَا لَمْ تَنَلْهُ أَخْفَافُ الْإِبِلِ» يَعْنِي أَنَّ الْإِبِلَ تَأْكُلُ مُنْتَهَى رُءُوسِهَا، وَيُحْمَى مَا فَوْقَهُ.

ترجمہ محمد بن حسن المخزومی نے مَا لَمْ تَنَلْهُ أَخْفَافُ الْإِبِلِ کی یہ تشریح فرمادی کہ اونٹ اپنے سر کی اونچائی کے برابر

جگہ سے درخت کے پتے کھاتا ہے لہٰذا اس سے اوپر درخت کے جو پتے ہوں ان کو باڑ لگا کر مختص کیا جا سکتا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٦٤) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٤٧٥) سنن الدارمي - البيوع (٢٦٠٨)

شرح الحديث: عَنْ أَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ، أَنَّهُ وَفَدَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْطَعَهُ الْمِلْحَ: یعنی ان صحابی نے آپ ﷺ سے نمک کی کان کا اقطاع طلب کیا جو مقام مارب میں ہے۔

قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمَجْلِسِ: أَتَدْرِي مَا قَطَعْتَ لَهُ؟ إِنَّمَا قَطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ: یعنی جب آپ ﷺ نے ابیض بن حمال کیلئے نمک کی کان کا اقطاع کر دیا تو حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ جانتے بھی ہیں کہ آپ نے اس کیلئے کس چیز کا اقطاع فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے اس کیلئے ایسے پانی کا اقطاع فرمایا ہے جو تیار شدہ نمک ہے، اس پر آپ ﷺ نے اس اقطاع کو واپس لے لیا۔

علماء نے لکھا ہے کہ جو چیز ظاہر العین اور حاضر النفع ہو، یعنی جس سے بلا محنت اور کدو کاوش کی آمدنی اور وصولیابی ہو سکے اس کا اقطاع جائز نہیں بظاہر اس لئے کہ اس پر موات ہونا صادق نہیں آتا۔

قَالَ: وَسَأَلَهُ عَمَّا يُحْمَى مِنَ الْأَرَاكِ. قَالَ: «مَا لَمْ تَنَلْهُ خِفَافٌ»: یہاں پر حمی سے مراد احیاء ہے کیونکہ حمی کی تو ہماری شریعت میں اجازت نہیں کما سیأتي الحدیث، أَرَاك یعنی پیلو کا درخت، یعنی اس شخص نے آپ ﷺ سے یہ دریافت کیا کہ أَرَاك کے کون سے درخت ایسے ہیں جن کا احیاء کرنا جائز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان درختوں کا جہاں اونٹ چل کر نہ پہنچ سکیں یعنی جو آبادی سے زیادہ فاصلہ پر ہوں، ایسے أَرَاك کا احیاء جائز ہے اور یا مطلب یہ ہے کہ درختوں کا احیاء مطلقاً جائز ہی نہیں کیونکہ اونٹ تو سبھی جگہ پہنچ سکتا ہے، یعنی احیاء تو ارض موات کا ہوتا ہے اشجار کا نہیں، اور تیسرے معنی اس جملہ کے خود نفس روایت میں آ رہے ہیں، یعنی أَنَّ الْإِبِلَ تَأْكُلُ مُنْتَهَى رُءُوسِهَا، وَيُحْمَى مَا فَوْقَهُ، یعنی درختوں کا جتنا حصہ ایسا ہے جہاں تک اونٹوں کی گردن پہنچ سکتی ہے اسکو چھوڑ کر اس سے اوپر کے حصہ کا حمی جائز ہے۔

٣٠٦٦ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْقُرَشِيُّ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَنَا فَرَجُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي عَمِّي ثَابِتُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ، أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حِمَى الْأَرَاكِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا حِمَى فِي الْأَرَاكِ» فَقَالَ: أَرَاكَةٌ فِي حِظَارِي، فَقَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا حِمَى فِي الْأَرَاكِ» قَالَ فَرَجٌ: «يَعْنِي بِحِظَارِي الْأَرْضَ الَّتِي فِيهَا الزَّرْعُ الْمُحَاطُ عَلَيْهَا».

ترجمہ: ابیض بن حمال کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پیلو کے درخت کو مختص کرنے کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پیلو کے درخت کو عام لوگوں سے علیحدہ محفوظ کرنا صحیح نہیں۔ تو ابیض نے عرض کیا کہ جو پیلو میری زمین کے احاطہ میں ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پیلو کے درخت جو کسی کی

زمین میں پہلے سے ہوں ان درختوں کو لوگوں سے علیحدہ رکھنا جائز نہیں....... فرج بن سعید راوی کہتے ہیں کہ ابیض بن حمال نے بحِظَارِي سے یہ مراد لیا ہے جس زمین میں کھیت ہوں اس پر پیلو کے درخت کی باڑ لگادی جائے۔

شرح الحديث فَقَالَ: أَرَاكَةٌ فِي حِظَارِي: یعنی جب حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ أَرَاك واشجار میں حمی نہیں ہوتا تو اس شخص نے عرض کیا کہ میں ان أَرَاك کے بارے میں پوچھ رہا ہوں جو میری زمین کے احاطے میں ہیں، بظاہر مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے جس موات کا احیاء کیا تھا اور اس پر اپنا نشان وغیرہ ڈال کر اسکو محفوظ کر لیا تھا تو اس زمین میں کچھ درخت أَرَاك کے پہلے سے قائم تھے، تو وہ شخص کہہ رہا ہے کہ میں ایسے درختوں کے بارے میں سوال کر رہا ہوں تو اس صورت میں آپ کے جواب کا حاصل یہ ہوگا کہ تو اس زمین کا تو مالک ہو گیا احیاء کی وجہ سے، مگر اس احیاء کی وجہ سے درختوں کا مالک نہیں ہوگا لیکن اگر کوئی شخص ارض موات کا احیاء کرے اور پھر اسکے احیاء کے بعد اس میں درخت پیدا ہو جائیں اس کا حکم یہ نہیں ہے، ان کا وہ مالک ہو جائے گا۔ (بذل[1])

٣٠٦٧ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَبُو حَفْصٍ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، قَالَ عُمَرُ: وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ صَخْرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا ثَقِيفًا، فَلَمَّا أَنْ سَمِعَ ذَلِكَ صَخْرٌ رَكِبَ فِي خَيْلٍ يُمِدُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ انْصَرَفَ، وَلَمْ يَفْتَحْ فَجَعَلَ صَخْرٌ يَوْمَئِذٍ عَهْدَ اللَّهِ وَذِمَّتَهُ: أَنْ لَا يُفَارِقَ هَذَا الْقَصْرَ حَتَّى يَنْزِلُوا عَلَى حُكْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يُفَارِقْهُمْ حَتَّى نَزَلُوا عَلَى حُكْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ صَخْرٌ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ ثَقِيفًا قَدْ نَزَلَتْ عَلَى حُكْمِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَأَنَا مُقْبِلٌ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي خَيْلٍ. فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ جَامِعَةً، فَدَعَا لِأَحْمَسَ عَشْرَ دَعَوَاتٍ: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لِأَحْمَسَ، فِي خَيْلِهَا وَرِجَالِهَا» وَأَتَاهُ الْقَوْمُ فَتَكَلَّمَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنَّ صَخْرًا أَخَذَ عَمَّتِي، وَدَخَلَتْ فِيمَا دَخَلَ فِيهِ الْمُسْلِمُونَ، فَدَعَاهُ، فَقَالَ: «يَا صَخْرُ، إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا، أَحْرَزُوا دِمَاءَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ، فَادْفَعْ إِلَى الْمُغِيرَةِ عَمَّتَهُ» فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ، وَسَأَلَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لِبَنِي سُلَيْمٍ قَدْ هَرَبُوا عَنِ الْإِسْلَامِ، وَتَرَكُوا ذَلِكَ الْمَاءَ؟ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَنْزِلْنِيهِ أَنَا وَقَوْمِي، قَالَ: «نَعَمْ» فَأَنْزَلَهُ وَأَسْلَمَ - يَعْنِي السُّلَمِيِّينَ - فَأَتَوْا صَخْرًا فَسَأَلُوهُ أَنْ يَدْفَعَ إِلَيْهِمُ الْمَاءَ، فَأَبَى، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ؟ أَسْلَمْنَا وَأَتَيْنَا صَخْرًا لِيَدْفَعَ إِلَيْنَا مَاءَنَا فَأَبَى عَلَيْنَا، فَأَتَاهُ، فَقَالَ: «يَا صَخْرُ، إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا أَحْرَزُوا أَمْوَالَهُمْ وَدِمَاءَهُمْ، فَادْفَعْ إِلَى الْقَوْمِ مَاءَهُمْ»، قَالَ: نَعَمْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ، فَرَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ عِنْدَ ذَلِكَ حُمْرَةً حَيَاءً مِنْ أَخْذِهِ الْجَارِيَةَ، وَأَخْذِهِ الْمَاءَ.

ترجمہ صخر بن العیلہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ثقیف کے مقابلہ میں جہاد کرنے کا ارادہ فرمایا جب یہ بات

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ١٧

صخر نے سنی تو وہ گھڑ سواری کی ایک جماعت میں رسول اللہ ﷺ کی مدد کی غرض سے پہنچے تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اس وقت دیکھا جب آپ قبیلہ ثقیف سے واپس لوٹ رہے تھے اور قبیلہ ثقیف اسوقت تک فتح نہیں ہوا تھا تو صخر صحابی نے اللہ پاک کا عہد پیمان لینا شروع کیا کہ وہ اس محل سے اس وقت تک جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ یہ محل والے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اپنے محلات سے نہ اتر جائیں۔ چنانچہ صخر قبیلہ ثقیف والوں سے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ یہ قبیلہ والے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر اپنے قلعے سے اتر گئے تو صخر نے رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا کہ قبیلہ ثقیف آپ ﷺ کے فیصلے کے مطابق اپنے قلعے سے اتر آئے اے اللہ کے رسول! اور میں ان قبیلہ والوں کے سامنے ہوں اور یہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ یہ اعلان لگایا جائے کہ نماز میں سب لوگ حاضر ہوں کیونکہ نماز مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کرنے والی عبادت ہے پھر آپ ﷺ نے قبیلہ احمس کیلئے دس دفعہ دعا فرمائی اے اللہ! قبیلہ احمس کے گھڑ سواروں اور پاپیادہ لوگوں میں برکت نازل فرما...... تو رسول اللہ ﷺ قبیلہ ثقیف کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے مغیرہ بن شعبہ ثقفی نے گفتگو کی تو مغیرہ بن شعبہ نے ان سے گفتگو کے بعد عرض کیا: اے اللہ کے نبی! صخر نے میری پھوپھی کو قید کر لیا ہے حالانکہ وہ قید ہونے سے پہلے اسلام میں داخل ہو چکی تھیں تو نبی اکرم ﷺ نے صخر کو بلایا اور فرمایا: اے صخر! جب لوگ قید ہونے سے پہلے مسلمان ہو جائیں تو وہ لوگ اپنے خون اور اپنے مال کو محفوظ کر لیتے ہیں لہٰذا تم مغیرہ بن شعبہ کو ان کی پھوپھی واپس کر دو۔ چنانچہ صخرؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو انکی پھوپھی واپس لوٹا دی...... حضرت صخرؓ نے نبی اکرم ﷺ سے قبیلہ بنو سلیم کے پانی کے گھاٹ کا مطالبہ کیا اور کہا کہ وہ لوگ اسلام سے بھاگ گئے ہیں اور انہوں نے پانی کا یہ گھاٹ چھوڑ دیا ہے تو صخرؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی! مجھے اور میری قوم کو اس پانی کے پاس قیام کرنے کی اجازت دے دیجئے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے اجازت دیدی اور انکو اس پانی کے قریب قیام کرا دیا...... پھر قبیلہ بنو سلیم والے لوگ مسلمان ہو گئے اور وہ حضرت صخرؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ یہ پانی والا علاقہ ہمارے حوالہ کرو تو حضرت صخر نے یہ پانی والا علاقہ واپس کرنے سے انکار کر دیا تو قبیلہ بنو سلیم والے لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم اسلام لے آئے ہیں اور ہم نے حضرت صخرؓ سے کہا کہ وہ ہمارا پانی والا علاقہ ہمیں واپس کر دیں لیکن حضرت صخرؓ نے یہ علاقہ ہمیں واپس کرنے سے انکار کر دیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت صخرؓ کو بلا کر فرمایا: اے صخر! جب کسی قبیلہ کے لوگ اسلام لے آئیں وہ لوگ اپنے مال اور جان کو محفوظ کر لیتے ہیں لہٰذا ان قبیلہ والوں کو انکا پانی والا علاقہ واپس کر دو۔ تو حضرت صخرؓ نے کہا کہ ٹھیک ہے اے اللہ کے نبی! راوی کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انوار کو دیکھا کہ وہ سرخ ہو کر بدل رہا تھا اس شرم کی وجہ سے کہ حضرت صخرؓ نے ان قبیلہ والوں سے ایک عورت باندی بنا کر لے لی تھی اور ان قبیلے والوں سے پانی والا علاقہ بھی لے لیا تھا۔

تخریج سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٦٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣١٠) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٧٣)

شرح الحدیث یہ صخر بن عیلہ الاحمسی ہیں ان کی حدیث کا یہ شروع کا حصہ ہم غزوہ طائف کے بیان میں لکھ چکے ہیں اس کو دیکھ لیا جائے، اس کے اگلے حصہ کی شرح لکھی جاتی ہے یہ حدیث ذرا طویل ہے، نیز محتاج شرح ہے۔

فَكَتَبَ إِلَيْهِ صَخْرٌ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ ثَقِيفًا قَدْ نَزَلَتْ عَلَى حُكْمِكَ يَا رَسُولَ اللهِ: یعنی صخر بن عیلہ نے جب اس حصن طائف کو فتح کر لیا تو اس کی اطلاع انہوں نے حضور ﷺ کو کی۔

فَدَعَا لِأَحْمَسَ عَشْرَ دَعَوَاتٍ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لِأَحْمَسَ، فِي خَيْلِهَا وَرِجَالِهَا: یعنی آپ ﷺ نے صخر بن عیلہؓ کے اس کارنامے پر خوش ہو کر ان کی قوم احمس کو دس دعائیں دیں جس میں سے ایک دعا تو یہاں مذکور ہے باقی غیر مذکور، اور ہو سکتا ہے یہ مراد ہو کہ آپ ﷺ نے یہی دعا دس بار فرمائی۔

وَأَتَاهُ الْقَوْمُ فَتَكَلَّمَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنَّ صَخْرًا أَخَذَ عَمَّتِي، وَدَخَلَتْ فِيمَا دَخَلَ فِيهِ الْمُسْلِمُونَ: قوم سے مراد قبیلۂ ثقیف ہے، یہ تو اوپر آ ہی چکا کہ بنو ثقیف اسلام لے آئے تھے تو ان میں سے بعض نے یعنی مغیرہ بن شعبہ جو کہ ثقفی ہیں انہوں نے آپ ﷺ سے یہ عرض کیا کہ صخر بن عیلہ نے میری پھوپھی کو پکڑ رکھا ہے حالانکہ وہ اسلام میں داخل ہو چکی تھیں، مغیرہ کی یہ بات سن کر آپ ﷺ نے صخر کو بلایا اور فرمایا: إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا، أَحْرَزُوا دِمَاءَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ، فَادْفَعْ إِلَى الْمُغِيرَةِ عَمَّتَهُ کہ جب کافر لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں تو ان کی جان و مال محفوظ ہو جاتے ہیں، لہذا عمۂ مغیرہ کو واپس کر دو، انہوں نے واپس کر دیا، وَسَأَلَ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لِبَنِي سُلَيْمٍ قَدْ هَرَبُوا عَنِ الْإِسْلَامِ، وَتَرَكُوا ذَلِكَ الْمَاءَ؟ یعنی عمۂ مغیرہ کو واپس کرنے کے بعد صخر بن عیلہ نے آپ سے قبیلۂ بنو سلیم کے قریہ کا سوال کیا جو اسلام لانے سے بچ کر فرار ہو گئے تھے اور اس قریہ کو چھوڑ گئے تھے اور درخواست یہ کی کہ أَنْزِلْنِيهِ أَنَا وَقَوْمِي کہ اس میں مجھے اور میری قوم کو بسنے اور ٹھہرنے کی اجازت دے دیجئے، آپ ﷺ نے ان کی یہ درخواست منظور فرما کر ان کو وہاں ٹھہرنے کی اجازت دیدی۔ اس کے بعد روایت میں یہ ہے کہ پھر بعد میں یہ لوگ یعنی بنو سلیم اسلام لے آئے، اور صخر کے پاس آئے اور ان سے کہا ہمارا قریہ واپس کرو، انہوں نے انکار کیا، وہ حضور ﷺ کے پاس گئے اور صورت حال بیان کی، آپ ﷺ نے پھر صخر کو بلایا اور فرمایا: إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا أَحْرَزُوا أَمْوَالَهُمْ وَدِمَاءَهُمْ فرمایا کہ اس قریہ کو واپس کر دو، انہوں نے کہا بہت اچھا۔ فَرَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ عِنْدَ ذَلِكَ حُمْرَةً حَيَاءً مِنْ أَخْذِهِ الْجَارِيَةَ، وَأَخْذِهِ الْمَاءَ، راوی کہہ رہا ہے کہ اس موقع پر میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا تھا صخر کے ساتھ اس معاملہ سے شرما کر کہ ان سے جاریہ بھی لے لی گئی اور وہ قریہ بھی، اگرچہ صخر کو کوئی تأمل نہیں ہوا تھا آپ ﷺ کے فیصلہ پر، لیکن آپ ﷺ خود شرما رہے تھے۔

حدیث پر ایک قوی اشکال اور اس کا جواب: یہاں دو باتیں پائی گئیں: ① اول عمۂ مغیرہ کا رد، ② دوسرے ماء بنو سلیم کا رد، اور یہ رد آپ ﷺ نے یہ کہہ کر کرایا کہ کفار جب اسلام لے آتے ہیں تو وہ قیدی ہوں یا غیر قیدی تو اسلام لانے کے

بعد ان کی جان و مال محفوظ ہو جاتا ہے، یہاں عمۂ مغیرہ کے بارے میں تو یہ احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے وہ اخذِ صخر سے پہلے اسلام لا چکی ہوں، اس صورت میں ان کو رد کرانا قاعدہ کے مطابق ہے، لیکن ماء بنو سلیم کے بارے میں تو روایت میں تصریح ہے کہ وہ اسلام سے روگردانی کر کے اپنے چشمہ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے، اور اسلام ان کا اس کے بعد پایا گیا پھر وہ اپنے قریہ کی واپسی کے مستحق کہاں تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے بارے میں یہی قاعدہ ارشاد فرمایا: إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا أَحْرَزُوا أَمْوَالَهُمْ وَدِمَاءَهُمْ، کافر قیدی اگر بعد میں اسلام لے آئیں تو ان کی جان و مال غنیمت ہونے سے تھوڑا ہی خارج ہوتی ہے یہ تو اجماعی مسئلہ ہے۔ یہ بڑا کٹھن مقام ہے [1]، شراح نے اس کی توجیہ یہ کی [2] ہے کہ دراصل بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ماء بنو سلیم اسی طرح عمۂ مغیرہ دونوں کو واپس کرانا مقصود تھا کسی مصلحت کی بناء پر اس لئے آپ نے یہ جملہ جو ارشاد فرمایا: إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا أَحْرَزُوا الخ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توریہ اختیار فرمایا، یعنی گول مول بات فرمائی، اصل مراد کو ظاہر نہیں فرمایا یا مکان کی مصلحت کے پیش نظر، اس جملہ کے معنی حقیقی و مرادی تو یہ ہیں کہ کفار اگر قبل الأخذ و قبل القید اسلام میں داخل ہو جائیں تو ان کی جانیں اور مال مامون و محفوظ ہو جاتے ہیں، لیکن مخاطب اور سامع کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معنی مرادی کو واضح نہیں فرمایا قصداً بلکہ اس جملہ کو اطلاق اور عموم کے ساتھ فرمایا تاکہ وہ یعنی صخر بن عیلہ ماء بنو سلیم کو خود ہی واپس کر دیں، چنانچہ انہوں نے واپس کر دیا، ایک واقعہ آگے ابو داؤد میں اسی قسم کا اور آ رہا ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل ضابطہ شرعیہ واضح فرمایا اور یہ فیصلہ فرمایا کہ قید ہونے کے بعد کافر قیدی اگر اسلام لائے تو پھر اس کو چھوڑا نہیں جائے گا وہ غلام اور مملوک ہی رہے گا، یہ واقعہ "کتاب الایمان والنذور" "بَابٌ فِي النَّذْرِ فِيمَا لَا يَمْلِكُ" میں (برقم ۳۳۱۶) آ رہا ہے: عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: كَانَتِ الْعَضْبَاءُ لِرَجُلٍ مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ وَكَانَتْ مِنْ سَوَابِقِ الْحَاجِّ الخ.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ عضباء کا واقعہ: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور اونٹنی عضباء بنو عُقیل میں سے ایک کافر شخص کی تھی اس اونٹنی کو اور اس کے مالک کو قید کر لیا گیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر کو گذر ہوا جب کہ وہ شخص قید میں تھا تو اس نے آپ سے سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور میری اونٹنی کو کیوں پکڑ رکھا ہے؟ آپ نے اس کو الزامی جواب دیا کہ «نَأْخُذُكَ بِجَرِيرَةِ حُلَفَائِكَ ثَقِيفَ» قَالَ: وَكَانَ ثَقِيفُ قَدْ أَسَرُوا رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، آگے راوی کہتا ہے کہ اس شخص نے یہ بھی کہا، وَأَنَا مُسْلِمٌ، آپ آگے بڑھ کر چلے گئے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نداء دی يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ آپ لوٹ کر واپس اس کے پاس آئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگا إِنِّي مُسْلِمٌ، اس موقع پر آپ نے اصل ضابطہ شرعیہ اس کے سامنے بیان

---

[1] اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جملہ ارشاد نہ فرماتے تو ہم اس حدیث کی تاویل یہ کرتے کہ یہ واقعہ حال لا عموم لها کے قبیل سے ہے ۱۲۔

[2] لیکن روایت کے بعض الفاظ اس توجیہ سے کچھ اتفاق نہیں رکھتے والله تعالى اعلم، ہمراد نبیہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم، باقی یہ بات طے شدہ ہے جس پر ہم سب کا ایمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کوئی ناحق بات نہیں نکل سکتی۔

کیا اور فرمایا: لَوْ قُلْتَهَا وَأَنْتَ تَمْلِكُ أَمْرَكَ أَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ، یعنی اگر تو قید ہونے سے پہلے یہی بات کہتا تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا، قید ہونے کے بعد اسلام لانے سے [1] جان نہیں بچتی غلام ہی رہتا ہے۔

۳۰۶۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي سَبْرَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ الرَّبِيعِ الْجُهَنِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ تَحْتَ دَوْمَةٍ، فَأَقَامَ ثَلَاثًا، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى تَبُوكَ، وَإِنَّ جُهَيْنَةَ لَحِقُوهُ بِالرَّحْبَةِ، فَقَالَ لَهُمْ: «مَنْ أَهْلُ ذِي الْمَرْوَةِ؟» فَقَالُوا: بَنُو رِفَاعَةَ مِنْ جُهَيْنَةَ، فَقَالَ: «قَدْ أَقْطَعْتُهَا لِبَنِي رِفَاعَةَ» فَاقْتَسَمُوهَا فَمِنْهُمْ مَنْ بَاعَ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَمْسَكَ فَعَمِلَ، «ثُمَّ سَأَلْتُ أَبَاهُ عَبْدَ الْعَزِيزِ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِي بِبَعْضِهِ، وَلَمْ يُحَدِّثْنِي بِهِ كُلِّهِ».

ترجمہ سبرہ بن عبد العزیز بن الربیع الجہنی اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں بعد میں مسجد بنائی گئی وہ جگہ بڑے بڑے درختوں کے نیچے تھی پس رسول اللہ ﷺ نے وہاں پر تین دن قیام فرمایا پھر آپ ﷺ تبوک کی طرف تشریف لے گئے .... قبیلہ جہینہ والے حضور ﷺ سے کھلے میدان میں ملے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ذی المروۃ بستی والے کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ بنو رفاعہ والے لوگ ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بنو رفاعہ کیلئے یہ زمین بطور جاگیر دیدی چنانچہ بنو رفاعہ قبیلہ والوں نے اس زمین کو تقسیم کر لیا...... بعض لوگوں نے اس زمین میں سے اپنا حصہ بیچ دیا اور بعض لوگوں نے اس زمین کو اپنی ملکیت میں رکھ کر کھیتی باڑی کی .... ابن وہب کہتے ہیں کہ میں نے سبرہ کے والد عبد العزیز سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو عبد العزیز نے مجھے اس حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا اور پوری حدیث بیان نہیں کی۔

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے: ربیع بن سبرہ الجہنیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ غزوہ تبوک کے سفر میں ایک جگہ راستہ میں جہاں بعد میں مسجد بھی بن گئی ہے ایک بڑے درخت کے نیچے اترے اور وہاں تین دن تک قیام فرمایا اور پھر آگے تبوک کی طرف تشریف لے چلے، راستہ میں آپ جب کہ ایک کھلے میدان میں تھے قبیلہ جہینہ والے آپ سے ملاقات کیلئے آئے وہاں قریب میں ایک بستی تھی جس کا نام ذوالمروۃ تھا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ذوالمروہ میں بسنے والے لوگ کون ہیں؟ حاضرین میں سے بعض نے جواب دیا کہ قبیلہ جہینہ کی شاخ بنو رفاعہ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: قَدْ أَقْطَعْتُهَا لِبَنِي رِفَاعَةَ کہ اس بستی کا میں اقطاع کرتا ہوں بنو رفاعہ کیلئے (یعنی ان ہی کیلئے جو اس میں رہتے ہیں)، آگے روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے اس فرمان کے بعد ان لوگوں نے اس بستی کو آپس میں باقاعدہ تقسیم کر لیا بعض نے اپنا حصہ فروخت کر دیا اور بعض نے نہیں کیا، یہ ذوالمروہ وادی القریٰ میں ایک بستی ہے جس کا آپ ﷺ نے اس میں بسنے والوں کے لئے اقطاع فرمایا۔

---

[1] دیکھئے یہاں آپ ﷺ نے صریح ضابطہ کی بات ارشاد فرمائی۔

٣٠٦٩ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ آدَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ نَخْلًا».

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر بن عوام کیلئے کھجور کے کچھ درخت بطور جاگیر مقرر فرمائے۔

تخریج: صحيح البخاري-فرض الخمس(٢٩٨٢)سنن أبي داود-الخراج والإمارة والفيء(٣٠٦٩)مسند أحمد-باقي مسند الأنصار(٣٤٧/٦)

شرح الحدیث: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے (ان کے شوہر) زبیرؓ کیلئے کھجوروں کے ایک باغ کا اقطاع فرمایا۔

الكلام على الحديث من حيث الفقه: شافعیہ کے مسلک پر تو اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ ان کے نزدیک اقطاع ارض مملوکہ کا بھی جائز ہے، حنفیہ کے یہاں جائز نہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا اقطاع اور احیاء کی تعریف میں، بذل[1] میں ملا علی قاریؒ سے نقل کیا ہے کہ نخل چونکہ ایسا مال ہے جو ظاہر العین اور حاضر النفع ہے جس کا اقطاع جائز نہیں، لہذا یہ کہا جائے گا کہ اس کا اقطاع آپ ﷺ نے اپنے حصہ خمس میں سے کیا، جو آپ ﷺ کی ملک تھا فلا اشکال فیہ، اور دوسرا احتمال یہ لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ نخیل از قبیل موات ہو جس کا کوئی مالک نہ ہو، یہ روایت یہاں مختصر ہے دوبارہ دو حدیثوں کے بعد تفصیل کے ساتھ آرہی ہے۔

٣٠٧٠ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَتْنِي جَدَّتَايَ صَفِيَّةُ، وَدُحَيْبَةُ، ابْنَتَا عُلَيْبَةَ، وَكَانَتَا رَبِيبَتَيْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ، وَكَانَتْ جَدَّةَ أَبِيهِمَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُمَا، قَالَتْ قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: تَقَدَّمَ صَاحِبِي - تَعْنِي حُرَيْثَ بْنَ حَسَّانَ - وَافِدَ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ، فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ عَلَيْهِ وَعَلَى قَوْمِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَنِي تَمِيمٍ بِالدَّهْنَاءِ، أَنْ لَا يُجَاوِزَهَا إِلَيْنَا مِنْهُمْ أَحَدٌ، إِلَّا مُسَافِرٌ أَوْ مُجَاوِرٌ، فَقَالَ: «اكْتُبْ لَهُ يَا غُلَامُ بِالدَّهْنَاءِ» فَلَمَّا رَأَيْتُهُ قَدْ أَمَرَ لَهُ بِهَا، شُخِصَ بِي وَهِيَ وَطَنِي وَدَارِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ لَمْ يَسْأَلْكَ السَّوِيَّةَ مِنَ الْأَرْضِ إِذْ سَأَلَكَ، إِنَّمَا هِيَ هَذِهِ الدَّهْنَاءُ عِنْدَكَ مُقَيَّدُ الْجَمَلِ، وَمَرْعَى الْغَنَمِ، وَنِسَاءُ بَنِي تَمِيمٍ وَأَبْنَاؤُهَا وَرَاءَ ذَلِكَ، فَقَالَ: «أَمْسِكْ يَا غُلَامُ، صَدَقَتِ الْمِسْكِينَةُ، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ يَسَعُهُمَا الْمَاءُ، وَالشَّجَرُ، وَيَتَعَاوَنَانِ عَلَى الْفَتَّانِ».

ترجمہ: عبد اللہ بن حسان کہتے ہیں کہ میری دونوں دادیوں صفیہ اور دُحیبہ ...... یہ دونوں قیلہ بنت مخرمہ کی پرورش میں

---

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ـ ج ٦ ص ١٧٢ . بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ١٤ ص ٢٢

تھیں......اور قیلہ ان دونوں کے والد کی دادی تھیں...... قیلہ نے ان دونوں سے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میرے سفر کے ساتھی حریث بن حسان جو کہ بکر بن وائل قبیلہ کی جانب سے وفد بن کر حاضر ہوئے تھے ......انہوں نے آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے انکے اور انکے قبیلہ کے لوگوں کے اسلام کی بیعت لی...... پھر حریث نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے اور قبیلہ بنو تمیم کے درمیان مقام دھناء کے متعلق معاہدہ لکھ دیجئے کہ یہ مقام ہمارے لئے خاص ہے اور بنو تمیم میں سے کوئی شخص اس مقام پر نہیں آئے گا سوائے مسافر کے یا اس شخص کے جو وہاں سے گزر کر جانے والا ہو تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لڑکے حریث بن حسان کیلئے دھناء جگہ بطور جاگیر لکھ دو...... قیلہ کہتی ہیں کہ جب میں نے دیکھا مقام دھناء حریث بن حسان کو دیدی گئی تو میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی کیونکہ یہ مقام تو میرا گھر اور میرا وطن تھا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! حریث نے آپ سے ایسی زمین کا مطالبہ نہیں کیا جس میں وہ حق بجانب ہوں کیونکہ انہوں نے جس دھناء زمین کا مطالبہ کیا ہے وہ آپ کے نزدیک ہے اور یہ جگہ قبیلہ بنو تمیم کے اونٹوں کے باندھنے کی جگہ اور بکریوں کے چرنے کی جگہ ہے بنو تمیم کی عورتیں اور انکے بچے اس زمین کے قریب ہی آباد ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے تم یہ تحریر مت لکھو یہ مسکین خاتون سچی معلوم ہوتی ہے مسلمان مسلمان کا بھائی ہے ایک پانی اور درختوں کے پتے سب کو کافی ہونا چاہیے اور مسلمانوں کو فتنہ اور آزمائش کے وقت ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے۔

مضمونِ حدیث مع شرح عبد اللہ بن حسان عنبری کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا میری دو دادیوں نے صَفِيَّةُ بنت عُلَيْبَةَ اور دُحَيْبَةُ بنت عُلَيْبَةَ نے یہ دونوں تو آپس میں بہنیں ہیں، ہو سکتا ہے ایک ان میں سے عبد اللہ بن حسان کی دادی ہو اور دوسری نانی ہو، یا ہو سکتا ہے ان میں سے ایک کو اخت جدہ ہونے کی حیثیت سے جدہ کہا ہو، راوی کہتا ہے یہ دونوں قیلہ بنت مخرمہ کی ربیبہ تھیں یعنی ان دونوں نے قیلہ کی گود میں پرورش پائی تھی اور پھر آگے یہ ہے کہ یہ قیلہ ان دونوں کے باپ کی دادی تھی، گویا خود ان دونوں کی پردادی، یہ دونوں کہتی ہیں کہ ہم سے قیلہ نے بیان کیا۔ وہ واقعہ جو آگے حدیث میں آرہا ہے۔

قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: تَقَدَّمَ صَاحِبِي - تَعْنِي حُرَيْثَ بْنَ حَسَّانَ - وَافِدَ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ: قیلہ کہتی ہیں کہ جب میں حضور ﷺ کی خدمت میں جارہی تھی تو جو شخص اس سفر میں میرے ساتھ تھا یعنی حریث بن حسان وہ آپ ﷺ کے دربار عالی میں پہنچ کر مجھ سے پہلے آگے بڑھ کر آپ کے ہاتھ پر اس نے اپنے لئے اور اپنی قوم کیلئے بیعت علی الاسلام کی، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَنِي تَمِيمٍ بِالدَّهْنَاءِ، أَنْ لَا يُجَاوِزَهَا إِلَيْنَا مِنْهُمْ أَحَدٌ، إِلَّا مُسَافِرٌ أَوْ مُجَاوِرٌ، یہ قیلہ جو واقعہ بیان کر رہی ہیں، قبیلہ بنو تمیم سے ہیں، اور یہ دہناء دیار بنو تمیم میں ایک علاقہ کا نام ہے، تو حریث نے اسلام لانے کے بعد آپ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ یہ مقام دہناء ہمارے لئے مخصوص کر دیا جائے، اور یہ کہ بنو تمیم اس سے منتفع نہ ہوں، اور یہ

کہ یہ اس زمین میں نہ آئیں الا یہ کہ کوئی مسافر ہو راستہ عبور کرے تو یہ امر آخر ہے، حریث کی درخواست پر آپ ﷺ نے کسی لڑکے سے جو وہاں موجود ہوگا فرمایا کہ اس مقام دہناء کو حریث کے نام لکھ دو، یعنی اس کا اس کے لئے اقطاع کر دو، فَلَمَّا رَأَيْتُهُ قَدْ أَمَرَ لَهُ بِهَا. شُخِصَ بِي وَهِيَ وَطَنِي وَدَارِي، یہ قیلہ کہتی ہیں کہ جب میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اس لڑکے کو مقام دھناء کے بارے میں حریث کے لیے لکھنے کو فرمادیا ہے تو میں گھبرا گئی میرے پاؤں تلے سے زمین کھسک گئی، کیونکہ یہ مقام دھناء ہمارے گھر اور وطن کے بالکل متصل تھا (لہذا اسکے حقدار تو ہم تھے)، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ لَمْ يَسْأَلْكَ السَّوِيَّةَ مِنَ الْأَرْضِ: اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ① اس شخص نے ایسی زمین کی فرمائش آپ ﷺ سے نہیں کی جس میں ہمارا اور اس کا استحقاق برابر ہوتا، یعنی یہ زمین تو خالص ہمارا حق بیٹھتی ہے ایسی بھی نہیں جس کو مشترک مان لیا جائے (یعنی اول تو مشترک ہونے کی صورت میں بھی اسکا اپنے لئے اسکو لکھوانا درست نہ تھا چہ جائیکہ اس صورت میں کہ وہ خالص ہمارا حق ہے)، ② سَوِيَّة سے مراد عدل وانصاف یعنی اس زمین کے سوال کرنے میں اس نے عدل وانصاف کو سامنے نہیں رکھا آگے قیلہ اس زمین کی نوعیت آپ ﷺ سے بتا رہی ہیں: إِنَّمَا هِيَ هَذِهِ الدَّهْنَاءُ عِنْدَكَ مُقَيَّدُ الْجَمَلِ، وَمَرْعَى الْغَنَمِ، وَنِسَاءُ بَنِي تَمِيمٍ وَأَبْنَاؤُهَا وَرَاءَ ذَلِكَ، جز ایں نیست کہ یہ مقام دہناء تو آپ ﷺ کے قریب ہی ہے (زیادہ دور نہیں، آپ ﷺ خود دیکھ کر اس کے بارے میں اندازہ لگا سکتے ہیں) یہ تو ہمارے یعنی بنو تمیم کے اونٹوں کے بندھنے کی جگہ اور ان کی بکریوں کی چراگاہ ہے اور قبیلہ بنو تمیم کی عورتیں بچے بالکل اسکے پیچھے آباد ہیں، فَقَالَ: أَمْسِكْ يَا غُلَامُ، صَدَقَتِ الْمِسْكِينَةُ، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ يَسَعُهُمُ الْمَاءُ، وَالشَّجَرُ، جب آپ ﷺ نے قیلہ کی یہ ساری بات سنی اور آپ ﷺ کے علم میں مقام دھناء کی نوعیت آگئی جو پہلے سے نہیں تھی، اس پر آپ ﷺ نے اس غلام سے فرمایا کہ بس اب مت یہ لکھنا یہ مسکینہ سچی معلوم ہوتی ہے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا چاہئے، ایک ہی پانی اور ایک ہی چراگاہ سب کو کافی ہو سکتی ہے یعنی اگر بھائی بھائی بن کر رہیں اور ایسی مشترک چیز کی تخصیص اپنے لئے کرانا غلط ہے، گویا آپ ﷺ نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔ وَيَتَعَاوَنَانِ عَلَى الْفَتَّانِ: فتان اگر بالفتح ہے تب تو صیغہ مبالغہ ہے اور اگر بالضم ہے جمع ہے فاتن کی، ایک نسخہ میں ہے سئل ابو داؤد عن الفتان فقال: الشیطان، یعنی مسلمانوں کو آپس میں شیطان کے مقابلہ میں ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہئے، اس جملہ میں بظاہر فعل حریث پر تعریض ہے۔

والحديث أخرجه الترمذي مختصراً، قاله المنذري۔

۳۰۷۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، حَدَّثَتْنِي أُمُّ جَنُوبٍ بِنْتُ نُمَيْلَةَ، عَنْ أُمِّهَا سُوَيْدَةَ بِنْتِ جَابِرٍ، عَنْ أُمِّهَا عَقِيلَةَ بِنْتِ أَسْمَرَ بْنِ مُضَرِّسٍ، عَنْ أَبِيهَا أَسْمَرَ بْنِ مُضَرِّسٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ، فَقَالَ: «مَنْ سَبَقَ إِلَى مَاءٍ لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهُ» قَالَ: فَخَرَجَ النَّاسُ يَتَعَادَوْنَ يَتَخَاطُّونَ.

ترجمہ: اسمر بن مضرس کہتے ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بیعت کی تو رسول

اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایسے پانی کے چشمہ پر پہلے پہنچ جائے جس چشمہ پر کوئی مسلمان نہ پہنچا ہو تو وہ چشمہ اسی کا ہے تو انکے قبیلہ کے لوگ دوڑتے ہوئے نکلے اور انہوں نے ایسے چشموں پر نشانات لگالیئے۔

شرح الحدیث اسمر بن مضرس کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، یہ اسمر بن مضرس طائی ہیں، طے ایک معروف قبیلے کا نام ہے تو ظاہر ہے کہ یہ اپنے وطن بلاد طے سے آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تھے، تو آپ ﷺ نے ان کی رجوع کے وقت جب یہ اپنے وطن واپس جانے لگے فرمایا کہ ہماری طرف سے جاکر وہاں یہ خوشخبری سنا دینا کہ تم میں سے جو شخص بھی جس غیر آباد چشمہ پر جو پہلے سے کسی کی ملک نہ ہو پہنچ کر اس کو اختیار کرلے گا تو وہ اسی کے لئے ہے، چنانچہ جب انہوں نے یہ بات آپ ﷺ کی وہاں پہنچائی تو سب لوگ اپنے گھروں سے نکل کر دوڑتے ہوئے اس قسم کے چشموں پر پہنچے اور اس جس کو جو چشمہ پسند تھا اس پر اس نے اپنا خط اور نشان کھینچ لیا۔

یہ بھی اقطاع کی ایک صورت ہے جو آپ ﷺ نے اختیار فرمائی، یہ باب بھی اقطاع ہی کا چل رہا ہے۔

٣٠٧٢ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ حُضْرَ فَرَسِهِ، فَأَجْرَى فَرَسَهُ حَتَّى قَامَ، ثُمَّ رَمَى بِسَوْطِهِ، فَقَالَ: «أَعْطُوهُ مِنْ حَيْثُ بَلَغَ السَّوْطُ».

ترجمہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیر بن عوامؓ کیلئے اتنی زمین بطور جاگیر مقرر فرمائی کہ ان کا گھوڑا جہاں تک دوڑ کر تھک جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا گھوڑا دوڑایا تو ان کا گھوڑا دوڑ کر ایک جگہ جاکر کھڑا ہو گیا اور پھر حضرت زبیرؓ نے اس جگہ سے آگے اپنا کوڑا پھینکا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کو اتنی زمین دیدو جہاں پر انکا کوڑا گرا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٧٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٦/٢)

شرح الحدیث یعنی حضور ﷺ نے حضرت زبیرؓ کیلئے زمین کے ایک رقبہ کا اقطاع فرمایا اور مقدار قطیعہ حُضر فرس کو قرار دیا یعنی گھوڑے کی ایک مرتبہ کی دوڑ کو، چنانچہ انہوں نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا پھر اس ایک دوڑ میں وہ وہاں جاکر رکا اس جگہ سے انہوں نے اپنا کوڑا اور آگے پھینکا، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ انکو یہاں سے جہاں سے گھوڑا دوڑایا تھا وہاں تک جہاں تک کوڑا پہنچا، دیدیا جائے، یعنی دونوں مقداروں کا مجموعہ، یہ روایت اقطاع زبیر والی ابھی قریب میں مختصراً گذر چکی، اور اس پر کلام بھی وہاں گزر چکا۔

٣٧ - بَابٌ فِي إِحْيَاءِ الْمَوَاتِ

بنجر غیر آباد زمین کو آباد کرنے کا بیان

اس باب پر کلام گزشتہ باب میں گزر گیا۔

٣٠٧٣ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ

زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ، وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ».

ترجمہ حضرت سعید بن زیدؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی غیر آباد زمین کو جو کسی کی ملکیت میں نہ تھی آباد کر لیا تو وہ زمین اسی کی ہو جائیگی اور کسی ظلم کے ساتھ اس زمین کے حاصل کرنے والے کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا۔

۳۰۷۴ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ» وَذَكَرَ مِثْلَهُ، قَالَ: فَلَقَدْ خَبَّرَنِي الَّذِي حَدَّثَنِي هَذَا الْحَدِيثَ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَرَسَ أَحَدُهُمَا نَخْلًا فِي أَرْضِ الْآخَرِ، فَقَضَى لِصَاحِبِ الْأَرْضِ بِأَرْضِهِ، وَأَمَرَ صَاحِبَ النَّخْلِ أَنْ يُخْرِجَ نَخْلَهُ مِنْهَا، قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهَا وَإِنَّهَا لَتُضْرَبُ أُصُولُهَا بِالْفُؤُوسِ، وَإِنَّهَا لَنَخْلٌ عُمٌّ، حَتَّى أُخْرِجَتْ مِنْهَا.

ترجمہ حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص کسی بنجر زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اسی کی ہوگی۔ اسکے بعد یحییٰ بن عروہ راوی نے گزشتہ حدیث کی طرح نقل کیا۔ عروہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ان صاحب نے بیان کیا جنہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو اشخاص جھگڑتے ہوئے آئے ان میں سے ایک صاحب نے دوسرے کی زمین پر کھجور کے درخت لگائے ہوئے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ سنایا کہ زمین کا مالک اس زمین کا حقدار ہے اور کھجور کے درخت والے شخص کو اپنے کھجور کے درخت اس زمین سے نکال لینے چاہئیں...... تو میں نے دیکھا کہ کھجور کے درختوں کی جڑوں کو کلہاڑیوں کے ذریعہ توڑ کر نکالا جارہا ہے اور وہ بڑے لمبے لمبے کھجور کے درخت تھے ان درختوں کو زمین سے باہر نکال پھینک دیا گیا۔

۳۰۷۵ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ مَكَانَ الَّذِي حَدَّثَنِي هَذَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَكْثَرُ ظَنِّي أَنَّهُ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ فَأَنَا رَأَيْتُ الرَّجُلَ يَضْرِبُ فِي أُصُولِ النَّخْلِ.

ترجمہ ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت نقل کی اس روایت میں الَّذِي حَدَّثَنِي هَذَا کی جگہ یوں ہے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے یہ حدیث نقل کی...... عروہ کہتے ہیں کہ میرے غالب گمان میں وہ صحابی ابو سعید خدریؓ ہیں...... پس میں نے کھجور کے درخت لگانے والے شخص کو دیکھا کہ وہ کھجور کے درخت کی جڑوں پر کلہاڑا مار رہا تھا۔

تخریج جامع الترمذي - الأحكام (۱۳۷۸) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۳۰۷۳) موطأ مالك - الأقضية (۱۴۵۶)

شرح الاحادیث مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ، وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ: اس حدیث سے احیاء کی مشروعیت اور اسکا سبب

ملک ہونا ثابت ہو رہا ہے، اور نفس مسئلہ بھی متفق علیہ ہے گو بعض شرائط و تفصیل میں اختلاف ہے جس کا بیان پہلے گذر چکا۔
عرق ظالم کی تفسیر آگے خود متن میں آرہی ہے، اس کو اضافت اور صفت دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

عَنْ يَحْيَى بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: پہلی روایت جس کو عروہ سے روایت کرنے والے ہشام ہیں موصولہ تھی وہاں صحابی مذکور تھے اور اس طریق میں جس کو عروہ سے روایت کرنے والے ہشام کے بھائی یحییٰ ہیں مرسلاً ہیں۔

قَالَ: فَلَقَدْ خَبَّرَنِي الَّذِي حَدَّثَنِي هَذَا الْحَدِيثَ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَرَسَ أَحَدُهُمَا نَخْلًا فِي أَرْضِ الْآخَرِ: اس قال کے قائل عروہ ہیں وہ فرمارہے ہیں کہ جس شخص نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی تھی اس نے مجھ کو اس بات کی خبر دی، الَّذِي حَدَّثَنِي کا مصداق جو باب کی پہلی حدیث میں گذرا ہے وہ سعید بن زید صحابی ہیں۔

اس روایت کا مضمون یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین میں پودا لگا دیا، بعد میں ان میں اختلاف ہوا اسی بات پر کہ دوسرے کی زمین میں تو نے کیسے پودا لگایا، یہ دونوں اپنا مسئلہ لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کا فیصلہ مالک زمین کے حق میں فرمایا، اور جس نے درخت لگایا تھا اس کو حکم دیا کہ اس کی زمین سے اپنا درخت خارج کر دے، آگے راوی کہہ رہا ہے میں نے ان درختوں کو دیکھا کہ ان کی جڑوں پر کلہاڑیاں چلائی جارہی تھیں اور وہ بہت لامبے لامبے درخت تھے، یہاں تک کہ وہ سب نکال دیئے گئے اس زمین سے (لفظ "عُمٌّ" تشدید میم کے ساتھ جمع ہے عمیم یا عمیمہ کی)۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ: یہ دوسری سند ہے اس میں بجائے الَّذِي حَدَّثَنِي کے یہ عبارت ہے: فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اور پھر عروہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ صحابی ابو سعید خدریؓ تھے، دونوں روایتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں عروہ نے اپنے استاذ کی تعیین نہیں کی تھی اور اس دوسری روایت میں بطریق ظن کے اس کی تعیین ابو سعید خدریؓ سے کر رہے ہیں، اور دوسرا فرق یہ ہے کہ پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کلہاڑی چلانے والے کئی اشخاص تھے اور اس دوسری روایت میں یہ ہے کہ کلہاڑی چلانے والا خود صاحب نخل تھا۔

٣٠٧٦ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْآمُلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: أَشْهَدُ «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ الْأَرْضَ أَرْضُ اللهِ، وَالْعِبَادَ عِبَادُ اللهِ، وَمَنْ أَحْيَا مَوَاتًا فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ» جَاءَنَا بِهَذَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِينَ جَاءُوا بِالصَّلَوَاتِ عَنْهُ.

ترجمہ عروہ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ساری زمینیں اللہ رب العزت کی ہیں اور سب لوگ اللہ پاک کے بندے ہیں اور جو شخص کسی بنجر زمین کو آباد کرے تو وہ اس زمین کا زیادہ حق دار ہے یہ باتیں ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان صحابہ کرام نے نقل کیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھ کر ہمیں پہنچا گئے ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٧٦) موطأ مالك - الأقضية (١٤٥٦)

شرح الحدیث: عروہ تابعی ہیں انہوں نے شروع میں یہ حدیث حضور ﷺ کی نقل کی بغیر ذکر سند کے پھر بعد میں جاءنا بهذا عن النبي صلى الله عليه وسلم الخ سے مزوی عنہ کی طرف اشارہ کر دیا کہ وہ بہت سے صحابہ کرام ہیں لہذا اب یہ حدیث مسند کے حکم میں ہو گئی، مراد ارض سے مطلق زمین نہیں بلکہ موات ہے یعنی ارض موات کسی انسان کی مملوک نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہے اور ایسے ہی سب لوگ اللہ کے بندے ہیں لہذا اسکا احیاء کر کے مالک ہونا درست ہے۔

٣٠٧٧ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَحَاطَ حَائِطًا عَلَى أَرْضٍ فَهِيَ لَهُ».

ترجمہ: سمرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو شخص کسی بنجر پر کسی دیوار کے ذریعے احاطہ کر لے تو وہ زمین اسی کی ہو جائیگی۔

تخریج: سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٧٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٢/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٢١/٥)

شرح الحدیث: یعنی جو شخص کسی ارض موات پر دیوار وغیرہ کے ذریعہ سے احاطہ کر لے تو وہ اس کیلئے ہو گئی، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ ارض موات کے نفس احاطہ سے احیاء کا تحقق ہو جاتا ہے، امام احمدؒ کا مذہب یہی ہے کہ انکے نزدیک نفس احاطہ اور تحجیر کافی ہے اور عند الجمہور نفس تحجیر (چاروں طرف پتھر رکھدینے) سے احیاء کا تحقق نہیں ہوتا جب تک زمین کی کمائی اور خدمت اور سکنی اختیار نہ کیا جائے، لہذا عند الجمہور اس حدیث کو اسی پر محمول کیا جائے گا یعنی من احاط حائطا للسکنی۔

٣٠٧٨ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، قَالَ هِشَامٌ: "الْعِرْقُ الظَّالِمُ: أَنْ يَغْرِسَ الرَّجُلُ فِي أَرْضِ غَيْرِهِ، فَيَسْتَحِقَّهَا بِذَلِكَ" قَالَ مَالِكٌ: «وَالْعِرْقُ الظَّالِمُ كُلُّ مَا أُخِذَ وَاحْتُفِرَ وَغُرِسَ بِغَيْرِ حَقٍّ».

ترجمہ: ہشام نے کہا کہ الْعِرْقُ الظَّالِمُ کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کی زمین میں اس غرض سے درخت لگاتا ہے کہ پھر آئندہ وہ شخص اس زمین کا مستحق بن جائیگا...... اور امام مالک نے فرمایا الْعِرْقُ الظَّالِمُ سے مراد وہ شخص ہے جو دوسرے کی زمین پر قبضہ کرے اور ناحق اس میں کنواں کھودے اور درخت لگالے۔

شرح الحدیث: باب کی پہلی حدیث جس کے رواۃ میں ہشام بھی ہیں ہشام اسکی تفسیر بیان کر رہے ہیں کہ عرق ظالم یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی زمین میں درخت لگائے اس نیت سے کہ پھر وہ اس زمین کا مستحق ہو جائے گا۔

٣٠٧٩ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنِ الْعَبَّاسِ السَّاعِدِيِّ يَعْنِي ابْنَ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبُوكَ فَلَمَّا أَتَى وَادِيَ الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيقَةٍ لَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: «اخْرُصُوا» فَخَرَصَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ

أَوْسُقٍ، فَقَالَ لِلْمَرْأَةِ: «أَحْصِي مَا يَخْرُجُ مِنْهَا» فَأَتَيْنَا تَبُوكَ فَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ، وَكَسَاهُ بُرْدَةً وَكَتَبَ لَهُ - يَعْنِي - بِبَحْرِهِ، قَالَ: فَلَمَّا أَتَيْنَا وَادِيَ الْقُرَى، قَالَ لِلْمَرْأَةِ: «كَمْ كَانَ فِي حَدِيقَتِكِ؟» قَالَتْ: عَشْرَةَ أَوْسُقٍ خَرْصَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِي فَلْيَتَعَجَّلْ».

ترجمہ ابو حمید ساعدی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شرکت کی جب حضور ﷺ وادی القریٰ پہنچ گئے تو ایک خاتون اپنے باغیچہ میں موجود تھیں .... رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا: اس باغیچہ سے حاصل ہونے والے پھلوں کا اندازہ لگاؤ....... پس رسول اللہ ﷺ نے ایک اندازے سے اسکے باغ کے پھلوں کی مقدار دس وسق مقرر فرمائی اور حضور ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ اس باغ سے نکلنے والی پیداوار کی صحیح مقدار محفوظ کرلینا....... پس ہم مقام تبوک پہنچ گئے تو مقام ایلہ کے بادشاہ نے رسول اللہ ﷺ کو سفید خچر ہدیہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس ایلہ کے بادشاہ کو ایک عمدہ چادر عطا فرمائی اور اس ایلہ کے بادشاہ کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اسکے علاقہ (ساحل سمند) میں ٹھہرنے کو برقرار رکھا (کیونکہ وہ جزیہ ادا کرنے پہ راضی ہو گیا)....... ابو حمید کہتے ہیں کہ ہم تبوک سے واپسی کے سفر میں جب وادی القریٰ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ تمہارے باغیچہ میں کتنے پھل نکلے تو اس عورت نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ کے اندازہ کے مطابق پورا دس وسق اس باغ کی پیداوار ہوئی ہے .... حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مدینہ منورہ کی طرف جلدی جارہا ہوں تم میں سے جو شخص میرے ساتھ جلدی جانا چاہے تو وہ جلدی جاسکتا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الزكاة (١٤١١) صحيح البخاري - الجزية (٢٩٩٠) صحيح مسلم - الحج (١٣٩٢) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٧٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٤٢٥)

شرح الحدیث ابو حمید ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا جب اثناء سفر میں وادی القریٰ پہنچے تو وہاں ایک عورت اپنے باغ میں تھی آپ ﷺ نے اس باغ کو دیکھ کر اس کے بارے میں خرص [1] فرمایا، خرص کی مقدار دس وسق آپ ﷺ نے بیان کی، آپ ﷺ نے جو صحابہ آپ کے ساتھ تھے ان سے بھی فرمایا کہ تم بھی اس کا خرص کرو، اور اس باغ سے نکلتے وقت آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ خیال رکھنا اس باغ میں کتنی پیداوار ہوتی ہے (تاکہ معلوم ہو کہ کس کا خرص صحیح ہے) چنانچہ آگے روایت میں ہے کہ سفر سے واپسی میں آپ ﷺ نے اس عورت سے پھلوں کے بارے میں سوال کیا کہ کتنے اترے، اس نے وہی دس وسق بتائے، آپ ﷺ کے خرص کے موافق۔

اس حدیث کا ذکر کتاب الزکاۃ کے باب الخرص میں بھی گذرا ہے۔

[1] خرص یعنی اپنے اندازے سے یہ متعین کرنا کہ اس باغ میں جو درخت ہیں ان سب پر پھلوں کی اتنی مقدار ہے۔ ۱۲

فَأَتَيْنَا تَبُوكَ فَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ: راوی کہتا ہے کہ جب ہم تبوک پہنچ گئے تو وہاں کے دوران قیام ایلہ کے بادشاہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں بغلہ بیضاء کا ہدیہ پیش کیا اور آپ ﷺ نے (اسکے عوض میں) اس کو ایک بہت قیمتی شال عنایت فرمائی۔

وَكَتَبَ لَهُ - يَعْنِي - بِبَحْرِهِ: یعنی حضور ﷺ نے ملک ایلہ کیلئے اس کا قریہ اس کو لکھ دیا۔ "بذل القوۃ" میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ۹ ہجری میں یُحَنَّہ کی طرف دعوت إلی الإسلام کا والا نامہ بھیجا جو کہ ایلہ کا بادشاہ تھا اور نصرانی تھا، تو آپ ﷺ کے تبوک کے زمانہ قیام میں یہ بادشاہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اسلام تو نہیں لایا لیکن جزیہ دینا قبول کر لیا، تین سو دینار سالانہ، اس پر آپ ﷺ نے صلح نامہ لکھ کر دیدیا اھ۔ یہ کتاب بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ علامہ مخدوم محمد ہاشم سندیؒ کی بے نظیر تالیف ہے جس کا اردو ترجمہ "عہد نبوت کے ماہ وسال" از مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ شائع ہو چکا ہے۔

مناسبة الحديث للترجمه: اس حدیث میں مصنف کی غرض وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِ سے متعلق ہے اسی کی وجہ سے مصنف یہ حدیث یہاں یعنی احیاء الموات میں لائے ہیں، كذا في البذل عن تقرير الحضرة الگنگوهي[1]، لیکن اولیٰ یہ ہے جیسا کہ ظاہر ہے، مصنف اس واقعہ کو بجائے باب الاحیاء کے باب الاقطاع میں ذکر فرماتے، اور صاحب عون المعبود نے حدیث کی باب سے مناسبت اور طرح لکھی ہے وہ یہ کہ اس عورت نے ارض موات میں درخت لگا کر اس کا احیاء کیا تھا حضور ﷺ کے علم میں آنے کے باوجود آپ ﷺ نے اس عورت کو اس کے باغ پر بر قرار رکھا اور اس سے چھینا نہیں اسی لئے اس احیاء کی وجہ سے وہ مالک ہو گئی تھی معلوم ہوا کہ احیاء موات اس کی ملک کا سبب ہے واللہ تعالی أعلم اھ[2]۔

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِي فَلْيَتَعَجَّلْ»: یعنی تبوک سے واپسی میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں مدینہ جلدی پہنچنا چاہتا ہوں تم میں سے بھی جو شخص بعجلت وہاں پہنچنا چاہے تو وہ بھی میرے ساتھ آجائے، اس کی شرح یہ لکھی ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ کے قریب پہنچے تو وہاں سے مدینہ کے اندر داخل ہونے کیلئے آپ ﷺ نے طریق غراب کو اختیار کیا کیونکہ وہ مدینہ کا اقرب ترین راستہ تھا اور دوسرے راستہ کو آپ ﷺ نے ترک کر دیا، پورا لشکر تو دوسرے ہی راستہ سے گیا جو دور کا تھا آپ نے اور آپ ﷺ کے ساتھ بعض صحابہ نے یہ قریب والا راستہ اختیار فرمایا، والحديث أخرجه البخاري ومسلم، قاله المنذري، قلت أخرجه البخاري في مواضع الزكوة والحج والجهاد وغيرها.

۳۰۸۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ كُلْثُومٍ، عَنْ زَيْنَبَ، أَنَّهَا كَانَتْ تَفْلِي رَأْسَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدَهُ امْرَأَةُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَنِسَاءٌ مِنَ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ــ ج ١٤ ص ٣٤

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود ــ ج٨ ص ٣٣٣

الْمُهَاجِرَاتِ وَهُنَّ يَشْتَكِينَ مَنَازِلَهُنَّ أَنَّهَا تَضِيقُ عَلَيْهِنَّ، وَيُخْرَجْنَ مِنْهَا «فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُوَرَّثَ دُورَ الْمُهَاجِرِينَ النِّسَاءُ» . فَمَاتَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ فَوَرِثَتْهُ امْرَأَتُهُ دَارًا بِالْمَدِينَةِ.

ترجمہ کلثوم حضرت زینب سے نقل کرتی ہیں کہ وہ حضرت زینب اُم المؤمنین رسول اللہ ﷺ کے سر کے بالوں میں جوئیں تلاش کر رہی تھیں اور حضور ﷺ کے پاس عثمان بن عفان کی اہلیہ اور کچھ مہاجر خواتین بھی تھیں یہ عورتیں اپنے گھروں سے متعلق شکایات کر رہی تھیں کہ ان کے ورثاء شوہر کے مرنے کے بعد ان پر ان کے گھروں کو تنگ کر دیتے ہیں اور عورتوں کو گھروں سے نکال دیا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ مہاجروں کے انتقال کے بعد ان گھروں کے وارث انکی بیویاں ہونگی پس جب عبد اللہ بن مسعودؓ کا انتقال ہوا تو ان کی بیوی انکے مدینہ والے گھر کی وارث بنیں۔

شرح الحدیث حضرت زینب ام المؤمنینؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک روز حضور ﷺ کے سر مبارک کو سہلا رہی تھیں اور اس وقت آپ ﷺ کے پاس حضرت عثمانؓ کی اہلیہ بیٹھی تھیں، اور بھی بعض مہاجر عورتیں جو آپ ﷺ سے اپنے گھروں کے بارے میں شکایت کر رہی تھیں کہ اس بارے میں ان پر تنگی ہے یعنی ورثاء کی جانب سے بلکہ ان سے نکال دی جاتی ہیں، اس پر آپ ﷺ نے یہ حکم فرمایا کہ مہاجرین کی وفات کے بعد ان کے گھروں کا ان کی بیویوں کو وارث بنایا جائے، چنانچہ جب عبد اللہ بن مسعودؓ کی وفات ہوئی تو ان کی بیوی ہی ان کے گھر کی وارث ہوئی جو مدینہ منورہ میں تھا۔

حدیث پر ایک اشکال اور اس کی توجیہ: اس پر یہ اشکال واقع ہوتا ہے کہ مکان ترکہ میں داخل ہے اور ترکہ کے مستحقین تو قرآن کریم میں منصوص ہیں تو صرف بیویاں کیسے وارث ہو جاتی تھیں، انکے مکانوں کی؟ اسکے کئی جواب دیئے گئے ہیں: ① یہ نساء مہاجرین کی خصوصیت ہے شارع علیہ السلام کی طرف سے، ② اس سے مراد سکنی ہے زمانہ عدت میں تملیک دار مرا د نہیں یعنی میت کے ورثاء کو چاہئے کہ ان کی زوجہ کو اس کے گھر میں چین سے عدت گذارنے دیں، اس کو پریشان نہ کریں، ③ یا مراد یہ ہے کہ تقسیم ترکہ کے وقت اس کا خیال رکھا جائے کہ گھر میت کی بیوی کے حصہ میں آئے قال الاظہر ھو المعنی الاخیر، امام خطابیؒ نے پہلے جواب کو اختیار کیا یعنی خصوصیت اس لئے کہ مہاجرین کی زوجات مدینہ میں پردیسی تھیں ان کا کنبہ قبیلہ وہاں نہ تھا[1]، وفی الحاشیۃ (ولعلہ من السیوطی) میں نے اس مسئلہ کو بطور چیستاں ایک شعر میں کہا ہے:

ع سلم علی مفتی الأنام وقل له	هذا سؤال فی الفرائض مبهم
قوم إذا ماتوا تحوز دیارهم	زوجاتهم ولغیرها لا تقسم
وبقیة المال الذی قد خلفوا	یجری علی حکم التوارث منهم

وجوابه قلت:

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ٣ ص ٤٨

۶ ھم المهاجرون ذات بطيبة — صلى على زيها الكريم المعلم[1]

٣٨ ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّخُولِ فِي أَرْضِ الْخَرَاجِ

خراجی زمین کے پانی سے اپنی زمین سیراب کرنے کا بیان

یعنی خراجی زمین خرید کر اس کا مالک بننا یا ماء خراج سے اپنی زمین کو سیراب کرنا۔

٣٠٨١ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارِ بْنِ بِلَالٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عِيسَى يَعْنِي ابْنَ سُمَيْعٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ، حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ، عَنْ مُعَاذٍ، أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ عَقَدَ الْجِزْيَةَ فِي عُنُقِهِ، فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے خراجی زمین خرید کر اپنی گردن پر جزیہ لازم کر لیا تو رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اس کے لئے برأت کا اعلان ہے۔

الكلام على الحديث شرحا وفقها جو شخص اپنے گلے میں جزیہ کا ہار پہنے تو وہ بعید ہو گیا اس طریق سے جس پر رسول اللہ ﷺ تھے، حدیث میں جزیہ سے جزیۃ الارض یعنی خراج مراد ہے، اس حدیث سے دو باتیں مفہوم ہو رہی ہیں اول مسلمان کیلئے خراجی زمین کی خریداری کا ممنوع ہونا، دوسرے یہ کہ اگر کسی ذمی سے کوئی مسلم خراجی زمین خریدے اور وہ زمین ذمی سے منتقل ہو کر مسلم کی ملکیت میں آجائے تو اس صورت میں اس زمین کا خراج ساقط نہیں ہوتا، حنفیہ کے نزدیک مسلم کیلئے خراجی زمین کا خریدنا تو جائز ہے باقی خراج کے بارے میں وہ یہی کہتے ہیں کہ وہ ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث الباب سے سمجھ میں آرہا ہے، اور شافعیہ کے یہاں مسئلہ میں تفصیل ہے زمینوں کی مختلف قسموں کے لحاظ سے جیسا کہ خطابی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، سر دست یہ مسئلہ ان کی فقہ کی کتابوں میں تلاش کرنے سے نہیں ملا، لیکن مسئلہ اولیٰ میں یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہے، ففي الهداية: ويجوز أن يشتري المسلم أرض الخراج من الذمي ويؤخذ منه الخراج لما قلنا وقد صح أن أصحابة أشتروا أراضي الخراج وكانوا يؤدون خراجها فدل على الجواز الشراء وأخذ الخراج وأدائه للمسلم من غير كراهة[2]. وفي البذل: والجواب عن الحديث أن الحديث غير محتج به لأن في سنده مجهولا اھ[3]، اس لئے کہ پہلی حدیث کی سند میں محمد بن عیسیٰ ہے وہ متکلم فیہ ہے، قیل لا يحتج به، اور دوسری حدیث میں عمارۃ بن ابی الشعثاء ہے جو کہ مجہول ہے۔

٣٠٨٢ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ ابْنُ أَبِي الشَّعْثَاءِ، حَدَّثَنِي سِنَانُ بْنُ قَيْسٍ، حَدَّثَنِي

---

❶ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٣٥

❷ الهداية شرح بداية المبتدي — ج ٤ ص ٣١١

❸ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٣٨

شَبِيبُ بْنُ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ خُمَيْرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَخَذَ أَرْضًا بِجِزْيَتِهَا، فَقَدِ اسْتَقَالَ هِجْرَتَهُ، وَمَنْ نَزَعَ صَغَارَ كَافِرٍ مِنْ عُنُقِهِ فَجَعَلَهُ فِي عُنُقِهِ فَقَدْ وَلَّى الْإِسْلَامَ ظَهْرَهُ» قَالَ: فَسَمِعَ مِنِّي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ لِي: أَشُبَيْبٌ حَدَّثَكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِذَا قَدِمْتَ فَسَلْهُ فَلْيَكْتُبْ إِلَيَّ بِالْحَدِيثِ، قَالَ: فَكَتَبَهُ لَهُ، فَلَمَّا قَدِمْتُ سَأَلَنِي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ الْقِرْطَاسَ، فَأَعْطَيْتُهُ، فَلَمَّا قَرَأَهُ تَرَكَ مَا فِي يَدِهِ مِنَ الْأَرَضِينَ حِينَ سَمِعَ ذَلِكَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا يَزِيدُ بْنُ خُمَيْرٍ الْيَزَنِيُّ، لَيْسَ هُوَ صَاحِبَ شُعْبَةَ».

ترجمہ: ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے کافر سے زمین خرید کر اس زمین کا جزیہ اپنے ذمہ لے لیا تو اس نے اپنی ہجرت کے ثواب کو باطل کر دیا...... اور جس نے کسی کافر کی ذلت کا باعث بننے والی شئ (جزیہ) کو اس کی گردن سے اتار کر اپنی گردن میں وہ جزیہ ڈال لیا تو اس نے اسلام کو اپنی پشت کے پیچھے ڈال دیا...... سنان بن قیس فرماتے ہیں کہ خلاد بن معدان نے جب مجھ سے یہ حدیث سنی تو مجھ سے پوچھا: کیا شبیب استاد نے تمہیں یہ حدیث سنائی ہے؟ تو میں نے کہا: جی ہاں...... تو خالد بن معدان نے مجھ سے کہا کہ جب تم شبیب کے پاس جاؤ تو ان سے کہنا کہ یہ حدیث مجھے لکھ کر دیں، چنانچہ شبیب نے یہ حدیث لکھ کر دے دی سنان بن قیس کہتے ہیں کہ جب میں یہ حدیث لے کر خالد کے پاس حاضر ہوا تو خالد بن معدان نے مجھ سے وہ لکھی ہوئی تحریر مانگی تو میں نے ان کو یہ تحریر دے دی جب خالد بن معدان نے اس لکھی ہوئی تحریر کو پڑھا تو اس حدیث کے سننے کے بعد ان کے قبضہ میں جو خراجی زمین تھی انہوں نے وہ خراجی زمین چھوڑ دی...... امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ یزید بن خمیر الیزنی ہیں یہ شعبی کے شاگرد نہیں ہیں۔

شرح الحدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی زمین کو لیا اس کے خراج کے ساتھ، مراد شراء ہے، تو اس نے اپنی ہجرت کو باطل کر دیا، اور اس کے بعد والا جملہ بھی اسی کے ہم معنی اور اسی کی تاکید ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ جس شخص نے کافر کی ذلت کی چیز کو اس کے گلے میں سے نکال کر اپنے گلے میں ڈال لیا، تو اس نے اسلام کی طرف اپنی پشت پھیر لی۔ کتب الشیخ فی البذل: وهذا على سبيل التغليظ والتشديد[1]۔

قَالَ: فَسَمِعَ مِنِّي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ لِي: أَشُبَيْبٌ حَدَّثَكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ: سنان بن قیس کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث خالد بن معدان نے سنی، سننے کے بعد پوچھا: کیا یہ حدیث تم سے شبیب نے بیان کی؟ میں نے کہا ہاں (ہماری اس سند میں سنان کے استاد شبیب ہی ہیں) اس پر انہوں نے کہا کہ جب تمہارا ان کے پاس جانا ہو تو ان سے درخواست کرنا کہ وہ اس حدیث کو میرے پاس لکھ کر بھیج دیں، سنان کہتے ہیں میں نے ان سے یہ حدیث لکھوالی پھر جب میرا آنا ہوا خالد کے پاس تو انہوں نے مجھ سے وہ کاغذ طلب کیا جس پر حدیث لکھی ہوئی تھی، سنان کہتے ہیں کہ جب خالد نے اس حدیث کو پڑھا تو ان کے پاس جو خراجی

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤، ص ٣٦

زمین تھی، اس کو انہوں نے چھوڑ دیا۔

خالد بن معدان کا عمل چونکہ بوجہ عدم علم کے اس حدیث کے خلاف تھا، اس لئے انہوں نے اس حدیث پر عمل کرنے کیلئے یہ تحقیق کرائی تاکہ حدیث کے محقق ہو جانے کے بعد اس پر عمل آسان ہو جائے، یہ دونوں حدیثیں حنفیہ کے خلاف ہیں، اس کا جواب اوپر گذر چکا، صحابہ کرام سے اراضی خراج کا شراء ثابت ہے یہ حدیثیں ضعیف ہیں۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا يَزِيدُ بْنُ خُمَيْرٍ الْيَزَنِيُّ، لَيْسَ هُوَ صَاحِبَ شُعْبَةَ»: مصنف فرما رہے ہیں کہ یہ یزید بن خمیر جو حدیث کو ابو الدرداء سے روایت کر رہے ہیں یہ یزید بن خمیر الیزنی ہیں، اور یہ وہ یزید نہیں ہیں جو شعبہ کے شاگرد ہیں، اس لئے کہ وہ دوسرے یزید، یزید بن خمیر الرحبی ہیں، یہ اسماء رجال سے متعلق ایک علمی افادہ ہے، تاکہ کسی کو اشتباہ نہ ہو۔

۳۹۔ بَابٌ فِي الْأَرْضِ يَحْمِيهَا الْإِمَامُ أَوِ الرَّجُلُ

کسی زمین کو حاکم وقت یا کوئی اور شخص اپنے لئے خاص کر سکتا ہے یا نہیں

۳۰۸۳ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا حِمَى إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ» قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَبَلَغَنِي «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيعَ».

ترجمہ صعب بن جثامہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ پاک اور اس کے رسول کے علاوہ کسی کیلئے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر زمین کا کوئی حصہ خاص کرنا جائز نہیں۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیع زمین کو مفادات عامہ کی خاطر علیحدہ علیحدہ سے مختص کر دیا تھا۔

تخریج صحيح البخاري - المساقاة (٢٢٤١) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٥٠) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (٣٠٨٣) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٧١) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٧٣)

شرح الحدیث حمی لفظاً مصدر ہے جس کے معنی حفظ کے ہیں، یہاں اسم مفعول یعنی محمی کے معنی میں ہے، زمانہ جاہلیت میں رؤساء قوم کی یہ عادت تھی کہ ایسی جگہ کو جو گھاس سے ہری بھری ہو اپنے لئے اس کو روک لیتے تھے، رعایا میں سے کسی کو اجازت نہ ہوتی تھی اپنے جانوروں میں سے کسی کو وہاں چرانے کی، اسلام نے آکر اس عادت کا ابطال کیا، لیکن اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استثناء کیا گیا، اللہ تعالیٰ کا نام تو برکت کیلئے ہے، چنانچہ یہ مسئلہ علماء کے مابین اتفاقی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی امام کیلئے بھی حمی کا جواز نہیں یعنی اپنی ذات کیلئے، اور اگر مصلحت عامہ کے لئے ہو کخیل الجهاد واہل الصدقة، اس کے جواز میں اختلاف ہے، اور گو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حمی کے جواز کی خود اس حدیث میں تصریح ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کیلئے کسی حمی کا انتخاب

نہیں کیا اور آگے جو روایت میں آرہا ہے کہ نقیع کا آپ ﷺ نے حمی کیا وہ اپنے لئے نہ تھا۔

حمی اور احیاء میں فرق: یہ احیاء الموات کی کتاب چل رہی ہے جس میں مصنفؒ نے حمٰی کو ذکر کیا۔ احیاء الموات کی تو شریعت نے اجازت دی ہے اور حمٰی سے منع کیا ہے اگرچہ دونوں کا تعلق ارض مباحہ غیر مملوکہ سے ہے لیکن وہ موات جس کے احیاء کی اجازت ہے اس سے مراد بیکار اور بنجر زمین ہے اور حمی کا تعلق اس موات سے ہے جو سبزہ زار ہو، لوگوں کی منفعت جس سے وابستہ ہو، اسی لئے اس سے منع کیا گیا ہے کہ اس میں عوام کا ضرر و نقصان ہے۔ یہ نقیع نون کیساتھ ہے ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے بیس فرسخ پر واقع ہے، ایک نقیع وہ بھی ہے جس کا ذکر باب الجمعہ فی القریٰ میں آیا ہے یعنی نقیع الخضمات وہ دوسری جگہ ہے (بذل [1])۔ والحدیث أخرجه البخاري والنسائي، قاله المنذري۔

۳۰۸٤ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيعَ، وَقَالَ: «لَا حِمَى إِلَّا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ».

ترجمہ: صعب بن جثامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نقیع مقام کو علیحدہ سے مختص کیا اور فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی کے لئے کوئی زمین خاص کرنا جائز نہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - المساقاة (۲۲٤۱) صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۸۵۰) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۳۰۸٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/۷۱) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/۷۳)

٤٠ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الرِّكَازِ وَمَا فِيهِ

رکاز کا بیان

۳۰۸۵ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ، يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ رکاز میں خمس لازم ہوتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (۱٤۲۸) صحيح البخاري - المساقاة (۲۲۲۸) صحيح البخاري - الديات (٦٥١٤) صحيح البخاري - الديات (٦٥١٥) صحيح مسلم - الحدود (۱۷۱۰) جامع الترمذي - الزكاة (٦٤۲) جامع الترمذي - الأحكام (۱۳۷۷) سنن النسائي - الزكاة (۲٤۹٥) سنن النسائي - الزكاة (۲٤۹۷) سنن النسائي - الزكاة (۲٤۹۸) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۳۰۸٥) سنن ابن ماجه - الأحكام (۲٥۰۹) موطأ مالك - الزكاة (٥۸۳) موطأ مالك - العقول (۱٦۲۲) سنن الدارمي -

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ٣٩

الزكاة(١٦٦٨)سنن الدارمي - الديات(٢٣٧٧)سنن الدارمي - الديات(٢٣٧٨)سنن الدارمي - الديات(٢٣٧٩)

الكلام على الحديث من حيث الفقه ومذاهب العلماء: اس حدیث پر کلام معادن قبلیہ والی حدیث میں گذر چکا جس کا خلاصہ من حیث الفقہ واختلاف الائمہ یہ ہے کہ کانیں دو قسم کی ہوتی ہیں: ① ایک مخلوق للہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے ساتھ پیدا فرمایا جس کو معدن کہا جاتا ہے، ② دوم مدفون ودفینہ جاہلیہ یعنی انسانوں کا زمین میں گاڑا ہوا مال اس کا نام کنز ہے، حنفیہ کے نزدیک ان دونوں کا حکم یکساں ہے یعنی وجوب الخمس، اور جمہور علماء ومنهم الثلاثة دونوں میں فرق کے قائل ہیں، یعنی معدن میں زکوۃ اور کنز میں خمس، اور منشأ اختلاف کی بحث پہلی جگہ گذر گئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے: وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ اور حنفیہ کے نزدیک رکاز کا اطلاق دونوں ہی پر ہوتا ہے اس لئے ان کے نزدیک دونوں میں خمس ہے اور جمہور کے نزدیک رکاز کا مصداق صرف کنز ہے اس لئے ان کے نزدیک معدن میں خمس نہیں بلکہ زکوۃ ہے۔

دوسرا اختلاف یہاں پر یہ ہے کہ کانیں تو مختلف اشیاء کی ہوتی ہیں، کونسی کانوں میں خمس واجب ہوتا ہے؟ اس میں شافعیہ، مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف نقدین (ذہب وفضہ) کی کان میں، اور امام احمدؒ کے نزدیک ہر قسم کی کان میں اور حنفیہ کے نزدیک کل جامد منطبع، یعنی ایسی منجمد اور خشک چیز میں جو آگ پر رکھنے سے پگھلتی ہو۔ جیسے سونے چاندی اور دوسرے دھات کے اقسام، اور معادن میں نصاب عند الجمہور شرط نہیں، قلیل وکثیر سب میں خمس واجب ہوتا ہے الا فی روایۃ للشافعی، ولا یعتبر فیہ الحول اجماعاً۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه مطولاً ومختصراً قاله المنذري۔

٣٠٨٦ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: "الرِّكَازُ: الْكَنْزُ الْعَادِيُّ".

ترجمہ: حسن بصری کہتے ہیں کہ رکاز اس خزانہ کا نام ہے جو پرانے زمانے میں لوگوں نے دفنایا ہو۔

٣٠٨٧ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنَا الزَّمْعِيُّ، عَنْ عَمَّتِهِ قُرَيْبَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أُمِّهَا كَرِيمَةَ بِنْتِ الْمِقْدَادِ، عَنْ ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمٍ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهَا قَالَتْ: ذَهَبَ الْمِقْدَادُ لِحَاجَتِهِ بِبَقِيعِ الْخَبْخَبَةِ[1] فَإِذَا جُرَذٌ يُخْرِجُ مِنْ جُحْرٍ دِينَارًا، ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يُخْرِجُ دِينَارًا دِينَارًا، حَتَّى أَخْرَجَ سَبْعَةَ عَشَرَ دِينَارًا، ثُمَّ أَخْرَجَ خِرْقَةً حَمْرَاءَ - يَعْنِي - فِيهَا دِينَارٌ، فَكَانَتْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ دِينَارًا، فَذَهَبَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ وَقَالَ لَهُ: خُذْ صَدَقَتَهَا. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ هَوَيْتَ إِلَى الْجُحْرِ؟» قَالَ: لَا. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيهَا».

ترجمہ: ضباعہ بنت زبیر کہتی ہیں کہ مقداد بن اسود اپنے کام سے بقیع الخبخبہ گئے تو وہاں ایک بڑا اندر کر چوہا ایک

---

[1] بخاء وجيم، وبخائين، وبجيمين، اسم موضع بناحية المدينة.

سوراخ میں سے ایک دینار نکال کر لاتا ہے اور وہ چوہا اس سوراخ سے ایک ایک دینار لاتا رہا یہاں تک کہ اس نے سترہ دینار نکال لئے پھر اس چوہے نے ایک سرخ تھیلی نکالی جس میں ایک اور دینار تھا تو یہ اٹھارہ دینار ہو گئے...... تو حضرت مقداد اٹھارہ دینار کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے سارا واقعہ بیان کیا اور عرض کیا کہ ان دینار میں سے ان کا صدقہ لے لیجئے تو نبی اکرم ﷺ نے مقداد سے پوچھا کہ کیا تم اس سوراخ کی طرف جھکے تھے؟ تو مقداد نے عرض کیا: نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اللہ پاک ان دیناروں میں تمہارے لئے برکت عطا فرمائے۔

شرح الحديث وتوضيح المسئلة الثابتة بالحديث: اس حدیث کو قریبہ روایت کرتی ہیں اپنی ماں کریمہ سے اور کریمہ روایت کرتی ہیں اپنی ماں ضباعہ سے اور ضباعہ اپنے شوہر مقدادؓ کا قصہ بیان کر رہی ہیں وہ یہ کہ ضباعہ کہتی ہیں مقداد بن الاسودؓ اپنے کسی کام سے مقام بقیع الخبجبہ گئے تو وہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ایک بڑے چوہے کو دیکھا کہ ایک بھٹ میں سے ایک دینار کھینچ کر لا رہا ہے اور لا کر بھٹ سے باہر چھوڑ رہا ہے، وہ چوہا بار بار اس بھٹ میں جاتا ہے اور ہر مرتبہ ایک دینار کھینچ کر لاتا ہے، اسی طرح وہ سترہ دینار ہو گئے، اور پھر اخیر میں ایک سرخ تھیلی کھینچ کر لایا جس میں ایک دینار تھا اب یہ کل اٹھارہ دینار ہو گئے، ضباعہ کہتی ہے کہ مقدادؓ ان دنانیر کو لیکر حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا اس میں جو صدقہ واجب ہو وہ لے لیجئے، آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: «هَلْ هَوَيْتَ[1] إِلَى الْجُحْرِ؟» قَالَ: لَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا».

اس قصہ میں جو فقہی بحث ہے وہ یہ ہے کہ ان دنانیر کی دو حیثیتیں ہو سکتی ہیں یا تو ان کو لقطہ قرار دیا جائے یا رکاز، اگر یہ از قبیل لقطہ[2] تھے تو ان کی تعریف واجب تھی، اور حدیث میں تعریف کا ذکر ہے نہیں لیکن تعریف کی نفی بھی نہیں ہے، لہذا تعریف واجب ہے اور یا یہ کہا جائے سقط التعريف لاجل عدم محل التعريف وعدم امكانه، یعنی یہ جس جگہ کا واقعہ ہے وہ راستہ عام گذر گاہ نہیں تھا تعریف کی جائے تو کیسے کی جائے اور اگر ان کو از قبیل رکاز قرار دیا جائے تو پھر ان میں خمس واجب تھا، لیکن خمس لینے کا اس حدیث میں ذکر نہیں بلکہ بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا میں اشارہ اسکے خلاف ہے، تو ہو سکتا ہے خمس کو آپ ﷺ نے مقدادؓ کے حق میں معاف فرما دیا ہو لاجل فقره وحاجته، والحديث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

---

[1] قال الخطابي: يدل على أنه لو أخذها من الجحر لكان ركازا يجب فيها الخمس اھ. (معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ٣ ص ٥٠)

[2] ابن العربیؒ نے شرح ترمذی میں اس احتمال کو اس طرح لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے چونکہ ان سے یہ پوچھا هَلْ هَوَيْتَ إِلَى الْجُحْرِ؟ تو گویا اس سے اشارہ ہوا اس طرف کہ اگر ھوی پائی جاتی تو رکاز ہوتا لہذا اس کو لقطہ قرار دیا گیا الخ (عارضة الأحوذي شرح صحيح الترمذي — ج ٣ ص ١٤٠)

٤١ - بَابُ نَبْشِ القُبُورِ العَادِيَّةِ يَكُونُ فِيهَا المَالُ

پرانی قبروں کو اکھاڑنا

عَادِيَّة بمعنی قدیمہ، عرب لوگ عَادِيَّة الاول کر قدیمہ مراد لیتے ہیں کیونکہ قوم عاد کا زمانہ ہمارے اعتبار سے بہت قدیم ہے یعنی پرانی قبروں کو بوقت ضرورت اکھاڑ دینا، عند الجمہور جائز ہے صرح بہ الشافی من غیر کراھة وعند المالکیة مع الکراھة۔

٣٠٨٨ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ، يُحَدِّثُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ بُجَيْرِ بْنِ أَبِي بُجَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ خَرَجْنَا مَعَهُ إِلَى الطَّائِفِ، فَمَرَرْنَا بِقَبْرٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَذَا قَبْرُ أَبِي رِغَالٍ، وَكَانَ بِهَذَا الْحَرَمِ يَدْفَعُ عَنْهُ، فَلَمَّا خَرَجَ أَصَابَتْهُ النِّقْمَةُ الَّتِي أَصَابَتْ قَوْمَهُ بِهَذَا الْمَكَانِ، فَدُفِنَ فِيهِ، وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّهُ دُفِنَ مَعَهُ غُصْنٌ مِنْ ذَهَبٍ، إِنْ أَنْتُمْ نَبَشْتُمْ عَنْهُ أَصَبْتُمُوهُ مَعَهُ». فَابْتَدَرَهُ النَّاسُ فَاسْتَخْرَجُوا الْغُصْنَ.

ترجمہ عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طائف کی طرف جارہے تھے تو دوران سفر ہمارا گزر ایک قبر پر سے ہوا تو اس وقت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ابو رغال کی قبر ہے اور وہ اس حرم میں پناہ گزیں ہو گیا تھا اس عذاب سے بچاؤ کیلئے جب وہ اس حرم سے باہر نکلا تو اس پر بھی وہی عذاب آن پہنچا جو اسکی قوم پر آیا تھا اسی جگہ...... تو اسکو یہیں پر دفن کر دیا گیا...... اور اسکی قبر کی نشانی یہ ہے کہ اسکے ساتھ سونے کی ایک چھڑی دفن کی گئی ہے۔ اگر تم اسکی قبر کو کھودو گے تو تم وہ چھڑی وہاں پاؤ گے۔ تو لوگوں نے اسکی قبر پر پہنچ کر اسکی قبر سے شاخ کی طرح سونے کی ایک چھڑی نکال لی۔

شرح الحدیث اور ابو رغال کا تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا جب کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ طائف کی طرف جارہے تھے اور ہمارا گذر ایک قبر پر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ابو رغال کی قبر ہے اور حرم مکہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ یہاں چلا گیا تھا عذاب کو اپنے سے ہٹانے کے لئے، پھر جب حرم سے باہر نکلا تو اس کو بھی اس عذاب نے آپکڑا جو اس کی قوم کو پہنچا تھا اسی جگہ، تو وہ یہاں دفن کر دیا گیا تھا اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ علامت اس کی یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک سونے کی شاخ دفن کی گئی تھی اگر تم اس کی قبر کو کھودو گے تو اس کو اس کے ساتھ پاؤ گے، یہ سن کر صحابہ اس قبر کی طرف دوڑے اور اس قبر کو کھود کر اس میں سے وہ سونے کا سریہ نکال لیا کہا گیا ہے کہ یہ سونے کا سریہ بیس رطل وزن کا تھا۔

ترجمۃ الباب پر تو یہ شبہ ہوتا تھا کہ یہ باب یہاں کا نہیں ہے کتاب الجنائز جو شروع ہونے والی ہے اس میں ہونا چاہئے تھا، لیکن مضمون حدیث سے اس باب کو یہاں لانے کی مناسبت ظاہر ہو گئی مضمون رکاز کا چل رہا ہے اس کی قبر میں بھی چونکہ سونا دبا ہوا تھا

جس کو نکالا گیا تو یہ قبر بمنزلہ رکاز ہو گئی، فللہ در المصنف، ابو رغال کے بارے میں لکھا ہے ہو أبو ثقیف یعنی قبیلہ ثقیف کا جد اعلیٰ یہی تھا اور قوم ثمود سے تھا حضرت صالح علیہ السلام کا عامل تھا، اس کی تاریخ بہت تاریک ہے قیل: کان دلیل الحبشة حین جاء و یہدم الکعبة، یعنی حبشہ کی فوج جو ابرہہ کی امارت میں حدم کعبہ کیلئے آئی تھی اس کا رہبر یہی تھا، ظلم اور نحوست میں ضرب المثل تھا، حاجی لوگ اس کی قبر کا رجم ہمیشہ کرتے چلے آئے ہیں، چنانچہ جریر شاعر کہتا ہے اپنے حریف فرزدق کے حق میں:

إذا مات الفرزدق فارجموه ... کما ترمون قبر أبي رغال [1]

اس کا ذکر سنن ترمذی میں بھی آیا ہے کہ ایک شخص نے جو قبیلہ ثقیف کا تھا اس نے اپنی سب بیویوں کو ایک ساتھ طلاق دیدی، تو حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا: لتراجعنّ نساءك أو لأرجمنّ قبرك كما رجم قبر أبي رغال اھ [2] یہ حدیث اعلام نبوت سے ہے اور اخبار بالمغیبات کے قبیل سے ہے۔

یہ أبواب القطائع و احیاء الموات کتاب الخراج ہی کے ملحقات میں سے ہیں لہذا یہ سمجھئے کہ یہاں آکر کتاب الخراج پوری ہو گئی۔ فللہ الحمد والمنة۔

آخر كتاب الخراج والإمارة

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٤٥

[2] جامع الترمذي – كتاب النكاح – باب ما جاء في الرجل يسلم وعنده عشر نسوة ١١٢٨

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَاب الْجَنَائِز

جنازوں سے متعلق ذخیرۂ احادیث

اس کتاب کی مناسبت کتاب الخراج والفئ سے اس طرح سمجھئے کہ خراج کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ وہ متعلقات وملحقات جہاد سے ہے اور جہاد اور جنائز میں مناسبت ظاہر ہے إذ الجهاد ينبئ عن الموت یعنی جہاد موت کو یاد دلانے والی چیز ہے اور اس کے بہت قریب ہے، جہاد میں اپنی جان کی بازی ہوتی ہے، اور صحیح بخاری اور مسلم میں کتاب الجنائز کتاب الصلاۃ کے بعد متصلاً مذکور ہے، صلوٰۃ الجنازہ کی مناسبت سے جو کہ احکام میت میں سے ہے، اور جامع ترمذی میں یہ کتاب کتاب الحج کے بعد متصلاً ہے یعنی ارکان اربعہ سے فارغ ہونے کے بعد اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ آدمی کا مقصود ان عبادات اور ارکان اسلام کے ادا کرنے سے آخرت کی تیاری ہے، صلاۃ الجنائز کی مشروعیت جیسا کہ أوجز میں لکھا ہے، ۱ھ سے ہے لہذا جن صحابہ کی وفات قبل الہجرۃ مکہ مکرمہ میں ہوئی ان پر نماز نہیں پڑھی گئی، کذا فی ہامش البذل [1]۔

فائدہ تاریخیہ بذل المجهود سے متعلق: نیز حضرت شیخ نے حاشیہ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کا جو آخری سفر حجاز بنیت ہجرت وتکمیل بذل ہوا تو مدینہ منورہ میں پہنچنے کے بعد بتاریخ ۱۳ محرم ۱۳۴۴ھ یوم السبت میں ابو داؤد کی شرح کا باقی حصہ یہاں (کتاب الجنائز) سے لکھنا شروع ہوا، اھ [2] اور بذل المجہود کے آخر میں خود حضرت سہارنپوریؒ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ اس شرح کی تسوید مدینہ منورہ روضۃ من ریاض الجنۃ میں سید ولد آدم بلکہ سید الخلق والعالم کی قبر کے قریب بتاریخ اکیس شعبان ۱۳۴۵ھ میں پوری ہوئی، اھ [3] یعنی کتاب الجنائز سے اخیر تک تقریباً ڈیڑھ سال میں۔

جنائز، جنازہ کی جمع ہے اور جنازہ میں دو لغت ہیں بفتح الجیم وبکسر الجیم، بفتح الجیم میت کو کہتے ہیں اور بکسر الجیم اس نعش یعنی سریر کا نام ہے جس پر میت کو اٹھایا جاتا ہے، وقیل بعکس ذلك، یہ مشتق ہے جَنْز سے بمعنی الستر جو کہ باب ضرب سے ہے بظاہر مجنوز کے معنی میں ہے بمعنی مستور کیونکہ میت کو مستور رکھا جاتا ہے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آدمی کا جب

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٤ ص ٣٨٨، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ٤٥.

[2] دار الکتب العلمیة بیروت سے مطبوعہ نسخہ بذل المجہود میں اس طرح ہے "شرع تسوید البذل من ههنا في البلدة الطاهرة المدينة المنورة ١٣ محرم سنة ١٣٤٥ھ، يوم السبت". (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ٤٥)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٢٠ ص ٢١٩

انتقال ہو جائے تو اس کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا جائے، ویسے بلاضرورت بھی اس کے چہرہ کو کھولنا مناسب نہیں، غسل وغیرہ میں بھی پورے پردے کا لحاظ ضروری ہے۔

١ ۔ بَابُ الْأَمْرَاضِ الْمُكَفِّرَةِ لِلذُّنُوبِ

باب ان امراض کے بارے میں جو گناہوں کے لئے کفارہ ہو جاتے ہیں

امراض چونکہ عام طور سے مقدمۃ الموت ہوتے ہیں اس لئے کتاب الجنائز کی ابتداء اس باب سے فرمائی۔

٣٠٨٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، يُقَالُ لَهُ: أَبُو مَنْظُورٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي، عَنْ عَامِرٍ الرَّامِ، أَخِي الْخُضْرِ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ النُّفَيْلِيُّ: هُوَ الْخُضْرُ، وَلَكِنْ كَذَا قَالَ - قَالَ: إِنِّي لَبِبِلَادِنَا إِذْ رُفِعَتْ لَنَا رَايَاتٌ وَأَلْوِيَةٌ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا لِوَاءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ تَحْتَ شَجَرَةٍ قَدْ بُسِطَ لَهُ كِسَاءٌ، وَهُوَ جَالِسٌ عَلَيْهِ، وَقَدِ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ أَصْحَابُهُ، فَجَلَسْتُ إِلَيْهِمْ، فَذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَسْقَامَ، فَقَالَ: «إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَصَابَهُ السَّقَمُ، ثُمَّ أَعْفَاهُ اللَّهُ مِنْهُ، كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهِ، وَمَوْعِظَةً لَهُ فِيمَا يَسْتَقْبِلُ، وَإِنَّ الْمُنَافِقَ إِذَا مَرِضَ ثُمَّ أُعْفِيَ كَانَ كَالْبَعِيرِ، عَقَلَهُ أَهْلُهُ، ثُمَّ أَرْسَلُوهُ فَلَمْ يَدْرِ لِمَ عَقَلُوهُ، وَلَمْ يَدْرِ لِمَ أَرْسَلُوهُ» فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ حَوْلَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا الْأَسْقَامُ؟ وَاللَّهِ مَا مَرِضْتُ قَطُّ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قُمْ عَنَّا، فَلَسْتَ مِنَّا»، فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ إِذْ أَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ، وَفِي يَدِهِ شَيْءٌ قَدِ الْتَفَّ عَلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي لَمَّا رَأَيْتُكَ أَقْبَلْتُ إِلَيْكَ فَمَرَرْتُ بِغَيْضَةِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِيهَا أَصْوَاتَ فِرَاخِ طَائِرٍ، فَأَخَذْتُهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ فِي كِسَائِي، فَجَاءَتْ أُمُّهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلَى رَأْسِي، فَكَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ، مَعَهُنَّ فَلَفَفْتُهُنَّ بِكِسَائِي، فَهُنَّ أُولَاءِ مَعِي، قَالَ: «ضَعْهُنَّ عَنْكَ» فَوَضَعْتُهُنَّ، وَأَبَتْ أُمُّهُنَّ إِلَّا لُزُومَهُنَّ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: «أَتَعْجَبُونَ لِرُحْمِ أُمِّ الْأَفْرَاخِ فِرَاخَهَا؟» قَالُوا: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللَّهِ [صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]، قَالَ: «فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ، لَلَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ أُمِّ الْأَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا، ارْجِعْ بِهِنَّ حَتَّى تَضَعَهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُنَّ وَأُمُّهُنَّ مَعَهُنَّ» فَرَجَعَ بِهِنَّ.

ترجمہ محمد بن اسحٰق فرماتے ہیں کہ اہل شام کے ایک شخص جن کو ابو منظور کہا جاتا تھا انہوں نے مجھے اپنے چچا سے یہ بیان کیا کہ میرے چچا نے خضر کے بھائی عامر رام سے یہ بات بیان کی امام ابو داؤد فرماتے ہیں (استاد) نفیلی کہتے ہیں کہ وہ لفظ خُضر (خاء کے پیش اور ضاد کے سکون کے ساتھ) ہی ہیں لیکن محمد بن مسلمہ نے اسی طرح خضر خاء کے زبر اور ضاد کے زیر کے ساتھ ذکر کیا عامر رام فرماتے ہیں کہ میں اپنے وطن میں تھا کہ اچانک ہم نے کچھ جھنڈے بلند ہوتے ہوئے دیکھے میں نے کہا کہ یہ کیا ہے لوگوں نے کہا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہے تو میں فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور آپ اسوقت ایک درخت کے نیچے

تشریف فرما تھے ایک چادر آپ کے لئے بچھائی گئی تھی جس پر آپ بیٹھے تھے آپ کے چاروں طرف صحابہ کرام جمع تھے میں بھی ان میں بیٹھ گیا تو اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیماریوں کا تذکرہ فرمارہے تھے آپ نے فرمایا کہ جب مومن کو کوئی بیماری پہنچتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسکو اس سے شفاء عطاء فرماتے ہیں تو یہ بیماری اسکے گزشتہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور آئندہ کیلئے اسکے لئے عبرت کا باعث بن جاتی ہے اسکے بالمقابل جب منافق آدمی بیمار ہوتا ہے پھر وہ اسی سے شفاء پالیتا ہے تو اسکی حالت بمنزلہ اس اونٹ کے ہوتی ہے جس کو اسکا مالک (ایک وقت) باندھ دیتا ہے اور پھر (دوسرے وقت) کھول دیتا ہے تو وہ اونٹ یہ نہیں سمجھتا کہ اسکے مالک نے اس کو کیوں باندھا اور کیوں کھولا۔ پھر اطراف میں موجود لوگوں میں سے ایک شخص نے سوال کیا: یا رسول اللہ! بیماریاں کیا ہوتی ہیں؟ واللہ میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ کہ تم ہماری محبت کے قابل نہیں ہو (راوی کہتے ہیں کہ) ابھی ہم آپ کی مجلس میں ہی بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا جس پر چادر تھی اور اسکے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر چادر کا پلہ ڈال رکھا تھا اسنے عرض کیا کہ جب میری نظر آپ پر پڑی تھی تو میں فوراً آپ کی طرف چل پڑا تھا تو میرا گزر درختوں کے ایک جھنڈ پر ہوا تو میں نے اس میں سے پرندوں کے چوزوں کی آوازیں سنیں تو میں نے ان کو پکڑ لیا اور اپنی چادر میں رکھ لیا تو ان چوزوں کی ماں آئی اور میرے سر پر چکر لگانے لگی میں نے ان پر سے کپڑا ہٹا دیا تو وہ ان پر بیٹھ گئی (اور ہٹتی نہ تھی) تو میں نے ان سب پر اپنی چادر ڈھانپ دی تو وہ سب میرے ساتھ ہی ہیں آپ نے فرمایا کہ ان کو نیچے رکھدو میں نے ان کو نیچے رکھ دیا اسوقت ان کی ماں ان سے چمٹی ہوئی تھی ہٹتی نہ تھی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: کیا تم ان چوزوں کی ماں کے اپنے چوزوں پر ترس کھانے پر تعجب کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دیکر بھیجا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر زیادہ مہربان ہے بہ نسبت چوزوں کی ماں کے اپنے چوزوں پر (پھر اس شخص سے فرمایا) ان کو واپس لے جاؤ اور وہیں رکھ دو جہاں سے تم نے ان کو اٹھایا اور ان کی ماں کو ان کے ساتھ رکھ آؤ تو وہ انہیں واپس لے گئے۔

شرح الحدیث: ابو منظور شامی راوی کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا عامر رام سے روایت کرتے ہوئے جو خضر کے بھائی ہیں، آگے مصنف کہہ رہے ہیں کہ میرے استاد عبد الرحمن بن محمد النفیلی کہتے ہیں کہ یہ لفظ صحیح خضر ہے لیکن میرے استاد یعنی محمد بن سلمٰی نے اسی طرح کہا تھا، یہ عامر رام جن کو عامر رامی بھی کہتے ہیں ان کا شمار صحابہ میں ہے، کما فی التہذیب[1]۔

قَالَ: إِنِّي لَبِبِلَادِنَا إِذْ رُفِعَتْ لَنَا رَايَاتٌ وَأَلْوِيَةٌ مضمون حدیث یہ ہے: عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے شہر میں تھا تو اچانک چند

[1] یہ بڑے تیر انداز تھے اسی لئے ان کو رامی کہا جاتا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۸۴)

جھنڈے بلند ہوتے ہوئے میں نے دیکھے میں نے کہا یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ حضور ﷺ کا جھنڈا ہے تو میں فوراً آپکی خدمت میں گیا، اس وقت آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے، ایک چادر بچھی ہوئی تھی جس پر آپ ﷺ بیٹھے تھے، آپ کے چاروں طرف صحابہ کرام تھے میں بھی ان میں بیٹھ گیا تو اس وقت آپ ﷺ بیماریوں کا تذکرہ فرمارہے تھے اور فرمارہے تھے کہ مومن کو جب کوئی بیماری پہنچتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسکو اس سے شفا عطا فرماتے ہیں تو یہ بیماری اسکے گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے، اور آئندہ کیلئے موجب عبرت، اور اسکے بالمقابل جب منافق آدمی بیمار ہوتا ہے پھر اس سے شفا پاتا ہے تو اس کا حال بمنزلہ اس اونٹ کے ہوتا ہے جس کو اس کا مالک ایک وقت میں باندھتا ہے اور پھر دوسرے وقت میں کھول دیتا ہے تو وہ اونٹ یہ نہیں سمجھتا کہ کیوں اس کے مالک نے اس کو باندھا تھا اور کیوں اب کھول دیا۔ (قال تعالی: أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ [1])۔

آگے روایت میں یہ ہے کہ اس موقع پر حاضرین میں سے ایک شخص نے بے پرواہی کے ساتھ یہ پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ امراض کیا ہوتے ہیں واللہ میں تو کبھی بیمار ہوا نہیں، تو آپ ﷺ کو اس کے اس طرز پر ناگواری ہوئی اور فرمایا: قُمْ عَنَّا، فَلَسْتَ مِنَّا کہ اٹھ یہاں سے تو ہماری صحبت کے قابل نہیں۔

فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ إِذْ أَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ، وَفِي يَدِهِ شَيْءٌ قَدِ الْتَفَّ عَلَيْهِ: راوی کہتا ہے کہ ہم آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا جس پر چادر تھی اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر چادر کا پلہ ڈال رکھا تھا اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ جب میری آپ ﷺ پر نظر پڑی تھی تو میں فوراً آپ کی طرف چل پڑا تھا تو میرا گذر ایک جھاڑ پر کو ہوا (درختوں وغیرہ کا مجموعہ) تو اس جھاڑ میں سے میں نے پرندکے چوزوں کی آواز سنی تو میں نے ان کو پکڑ لیا اور اپنی چادر میں ان کو رکھ لیا تو ان چوزوں کی ماں آئی اپنے بچوں کی وجہ سے اور بالکل میرے سر پر گھومنے لگی اڑتی ہوئی، میں نے ان چوزوں پر سے کپڑا ہٹادیا تو وہ ان پر فوراً بیٹھ گئی ان پر سے ہٹتی نہیں تھی یہاں تک کہ میں نے ان سب پر چادر ڈھانک دی اور کہا کہ وہ سب چوزے وغیرہ میرے ساتھ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ان کو یہاں نیچے رکھ میں نے ان کو نیچے آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا پھر بھی ان کی ماں ان پر سے ہٹ نہیں رہی تھی، سارے صحابہ اس منظر کو دیکھ کر متعجب تھے، اسلئے کہ پرندہ تو آدمی کے قریب نہیں ٹھہرتا۔

حق تعالی شانہ کی اپنے بندوں پر بے پایاں رأفت و رحمت: تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا أَتَعْجَبُونَ لِرُحْمِ أُمِّ الْأَفْرَاخِ فِرَاخَهَا؟ کہ کیا تم ان چوزوں کی ماں کے اپنے چوزوں پر ترس کھانے کی وجہ سے تعجب کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ، لَلَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ أُمِّ الْأَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے

---

[1] وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ (سورۃ الأعراف ۱۷۹)

نبی برحق بنا کر بھیجا ہے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر زیادہ مہربان ہیں بہ نسبت چوزوں کی ماں کے اپنے چوزوں پر، اور پھر آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ جاؤ کہ ان کو جہاں سے اٹھا کر لائے ہو سب کو وہیں رکھ آؤ۔

یہاں پر حاشیہ بذل [1] میں ابوداؤد کے کسی دوسرے نسخہ (ابن العبد اور ابن داسہ) سے ایک حدیث اور نقل کی ہے۔

۳۰۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْمِصِّيصِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ السُّلَمِيُّ - عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ [2] - وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللهِ مَنْزِلَةٌ، لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ابْتَلَاهُ اللهُ فِي جَسَدِهِ، أَوْ فِي مَالِهِ، أَوْ فِي وَلَدِهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ ابْنُ نُفَيْلٍ: «ثُمَّ صَبَّرَهُ عَلَى ذَلِكَ - ثُمَّ اتَّفَقَا - حَتَّى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللهِ تَعَالَى».

ترجمہ: محمد بن خلاد سے روایت ہے۔ امام ابوداؤد کہتے ہیں: ابراہیم بن مہدی نے کہا کہ محمد بن خالد اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا جنہیں نبی اکرم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل تھا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے: جب کسی بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ایسی منزلت اور مرتبہ ہوتا ہے کہ جس تک وہ اپنے عمل کی وجہ سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسم میں یا مال یا اولاد کی آزمائش میں ڈال دیتے ہیں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابن نفیل نے یہ اضافہ بیان کیا ہے: پھر اسکو اس پر صبر کی توفیق عطا فرماتے ہیں یہاں تک کہ اسکو اسکے مرتبہ تک پہنچا دیتے ہیں جو اسکے لئے مقدر ہو چکا تھا۔

شرح الحدیث: جس کا مضمون یہ ہے: محمد بن خالد اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ جب کسی بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ایسی منزلت اور مرتبہ ہوتا ہے کہ جس تک وہ اپنے عمل کی وجہ سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسم میں یا مال یا اولاد کی آزمائش میں ڈال دیتے ہیں اور پھر اس کو اس پر صبر کی توفیق عطا فرماتے ہیں یہاں تک کہ اس کو اسکے مرتبہ تک پہنچا دیتے ہیں جو اسکے لئے مقدر ہو چکا تھا۔

اس حدیث سے مصائب کا رفع درجات کا باعث ہونا واضح ہو رہا ہے، اور دوسری بات یہ بھی سمجھ میں آرہی ہے کہ گو فی الواقع بندہ کو سب کچھ ملتا تو ہے اللہ تعالیٰ کے فضل ہی سے لیکن دنیا دار العمل والاسباب ہے اللہ تعالیٰ نے صورۃً ثواب وعقاب ہر دو کو عمل کے ساتھ مربوط فرما رکھا ہے، قال تعالیٰ: الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا [3]۔

---

[1] یہ اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جو نسخہ محقق محمد محی الدین عبد الحمید میں برقم ۳۰۹۰ موجود ہے۔ (بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٤ ص ٤٨)

[2] والحديث رواه أبو داود ورواه أحمد والطبراني في الكبير والأوسط. كذا في كتاب من روى عن أبيه عن جده للقاسم بن قطلوبغا، وفي تعليقه وقال في مجمع الزوائد ٢ ص ٢٩٢ ومحمد بن خالد وأبوه لم أعرفهما وأورده. الهيثمي كذلك في مجمع البحرين ج ١ ص ٩٩ اه مختصرا وفي هذا التعليق تفصيل من شاء فليرجع اليه.

[3] جس نے بنایا مرنا اور جینا تا کہ تم کو جانچے کون تم میں اچھا کرتا ہے کام (سورۃ الملک: ۲)

٢- بَابُ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ يَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا فَشَغَلَهُ عَنْهُ مَرَضٌ أَوْ سَفَرٌ

جو شخص نیک اعمال (استقامت کے ساتھ) کرتا رہے پھر بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ اعمال نہ کر سکے اسکے بیان میں

۳۰۹۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّكْسَكِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ مَرَّةٍ، وَلَا مَرَّتَيْنِ يَقُولُ: «إِذَا كَانَ الْعَبْدُ يَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا، فَشَغَلَهُ عَنْهُ مَرَضٌ، أَوْ سَفَرٌ، كُتِبَ لَهُ كَصَالِحِ مَا كَانَ يَعْمَلُ، وَهُوَ صَحِيحٌ مُقِيمٌ».

ترجمہ ابو موسیٰ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک یا دو مرتبہ نہیں بلکہ زیادہ بار سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی آدمی کسی عمل صالح کو کیا کرتا ہو پھر وہ کسی بیماری یا سفر کی وجہ سے اسکو نہ کر سکے تو وہ عمل اسکے نامۂ اعمال میں اس کیلئے اسی طرح لکھا جاتا ہے جیسا کہ وہ صحت اور اقامت کی حالت میں کیا کرتا تھا۔

تخریج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٣٤) سنن أبي داود - الجنائز (٣٠٩١) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤١٠/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤١٨/٤)

شرح حدیث ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ سے ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ بارہا سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جب کوئی آدمی کسی عمل صالح کو کیا کرتا ہو اور پھر کسی سفر یا مرض کی وجہ سے اسکو نہ کر سکے تو اسکے نامہ اعمال میں وہ عمل صالح بہت عمدہ کر کے لکھا جاتا ہے جس کو وہ صحت اور اقامت کی حالت میں کرتا تھا۔ والحديث أخرجه البخاري، قاله المنذري۔

٣- بَابُ عِيَادَةِ النِّسَاءِ

عورتوں کی عیادت کرنے کے متعلق باب

۳۰۹۲ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ، قَالَتْ: عَادَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَرِيضَةٌ، فَقَالَ: «أَبْشِرِي يَا أُمَّ الْعَلَاءِ، فَإِنَّ مَرَضَ الْمُسْلِمِ يُذْهِبُ اللهُ بِهِ خَطَايَاهُ، كَمَا تُذْهِبُ النَّارُ خَبَثَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ».

ترجمہ عبد الملک بن عمیر ام العلاء سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت فرمائی اور میں بیماری کی حالت میں تھی پس فرمایا: اے ام العلاء! تم کو بشارت ہو اسلئے کہ مسلمان کی بیماری کا معاملہ ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے ذریعے سے اسکی خطاؤں کو معاف فرمادیتے ہیں جس طرح کہ آگ سونے اور چاندی کے میل اور زنگ کو دور کردیتی ہے۔

شرح الحديث أي عيادة الرجال النساء فالإضافة الى المفعول، چنانچہ حديث الباب میں ہے ام العلاءؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے میری عیادت فرمائی وانا مریضۃ اور عیادت کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام العلاء! خوش ہو جا اس لئے کہ مسلمان کی بیماری اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اس کے گناہوں کو اس طرح زائل فرمادیتے ہیں جس طرح آگ سونے چاندی کے میل کو، یہ ام العلاء حضرت حکیم بن حزامؓ کی پھوپی تھیں۔

٣٠٩٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ بَشَّارٍ - عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْخَزَّازِ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَشَدَّ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ؟ قَالَ: «أَيَّةُ آيَةٍ يَا عَائِشَةُ؟»، قَالَتْ: قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: {مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ [1]}، قَالَ: «أَمَا عَلِمْتِ يَا عَائِشَةُ، أَنَّ الْمُؤْمِنَ تُصِيبُهُ النَّكْبَةُ، أَوِ الشَّوْكَةُ فَيُكَافَأُ بِأَسْوَإِ عَمَلِهِ وَمَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ» قَالَتْ: أَلَيْسَ اللَّهُ يَقُولُ: {فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا [2]}، قَالَ: «ذَاكُمُ الْعَرْضُ، يَا عَائِشَةُ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ عُذِّبَ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ.

ترجمہ ابن ابی ملیکہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اللہ کی کتاب (قرآن) کی سب سے سخت اور خوف دلانے والی آیت کو جانتی ہوں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ کونسی آیت ہے اے عائشہ؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ جو کوئی گناہ کرے گا اسکا اسے بدلہ دیا جائے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تمہیں خبر نہیں ہے کہ مسلمان کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے یا کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کے برے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہو جاتا ہے البتہ جس سے (وہاں) حساب لیا جائے گا وہ عذاب میں ڈالا جائے گا حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ عنقریب ان سے آسان حساب لیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! وہ (حساب) تو محض (اللہ پاک کے دربار میں گناہوں کا) پیش کرنا ہوتا ہے اور جس کے حساب کی پوچھ گچھ شروع ہوگئی تو وہ ضرور عذاب میں ڈالا جائے گا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں اور یہ ابن بشار کے الفاظ ہیں اور انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے حدثنا کے الفاظ نقل کئے۔

تخریج صحيح البخاري - العلم (١٠٣) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦٥٥) صحيح البخاري - الرقاق (٦١٧١) صحيح مسلم - الجنة وصفة نعيمها وأهلها (٢٨٧٦) جامع الترمذي - صفة القيامة والرقائق والورع (٢٤٢٦) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٣٣٧) سنن أبي داود - الجنائز (٣٠٩٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٧/٦)

---

1. جو کوئی برا کام کرے گا اس کی سزا پاوے گا (سورۃ النساء: ١٢٣)
2. تو اس سے حساب لیں گے آسان حساب (سورۃ الانشقاق: ٨)

شرح الحديث: مضمون حدیث یہ ہے: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار حضور ﷺ سے عرض کیا کہ قرآن کریم میں جو آیت سب سے زیادہ سخت ہے (گھبرا دینے والی) وہ میں جانتی ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا کونسی آیت ہے وہ؟ تو انہوں نے عرض کیا مَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا يُجْزَ بِهٖ کہ جو شخص جو بھی برائی کرتا ہے اسکو اسکا بدلہ مل کر رہے گا، اس پر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے عائشہؓ تمہیں خبر نہیں ہے کہ مسلمان کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے یا کانٹا بھی چبھتا ہے تو یہ اسکے برے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہو جاتا ہے (مطلب یہ ہے کہ آیت میں جزاء سے مراد صرف عذاب آخرت ہی نہیں ہے مطلق جزاء مراد ہے دنیا میں ہو یا آخرت میں چنانچہ بہت سے گناہوں کا بدلہ دنیا ہی میں دیدیا جاتا ہے اور پھر آخرت میں اس پر مطالبہ نہیں ہوتا)، وَمَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ البتہ جس سے وہاں حساب لیا جائے گا وہ عذاب سے نہیں بچ سکتا، اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے: فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حساب آسان بھی ہوتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس آیت میں حساب سے مراد نفس عرض ہے یعنی نامہ اعمال کا صرف پیش ہونا، اور میری مراد حساب سے مناقشہ فی الحساب تھا جس کو جرح کہتے ہیں یعنی حساب کے وقت یہ پوچھ لیا جائے ایسا کیوں کیا تھا۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم (من قوله) أليس يقول الله الى آخر الحديث، قاله المنذري۔

وكتب في البذل: هذا الحديث لا مناسبة له بباب عيادة النساء بل له مناسبة بالباب الذي قبله [1] ۔

٤ ـ بَابٌ فِي الْعِيَادَةِ

عیادت کے متعلق حکم

٣٠٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ. فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ عَرَفَ فِيهِ الْمَوْتَ، قَالَ: «قَدْ كُنْتُ أَنْهَاكَ عَنْ حُبِّ يَهُودَ» قَالَ: فَقَدْ أَبْغَضَهُمْ أَسْعَدُ بْنُ زُرَارَةَ فَمَهْ؟ فَلَمَّا مَاتَ أَتَاهُ ابْنُهُ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ قَدْ مَاتَ فَأَعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيهِ. فَنَزَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ.

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عبد اللہ بن ابی (منافق) کی عیادت کرنے تشریف لے گئے اسکے اس مرض میں جس میں اسکی موت واقع ہوئی جب آپ ﷺ اسکے پاس پہنچے تو آپ کو اس پر موت کے آثار معلوم ہو گئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو یہود کی محبت سے منع کیا کرتا تھا وہ وہ کہنے لگے لگا کہ اسعد بن

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٤ ص ٥٤

زرارہ تو یہود سے بغض رکھتے تھے تو ان کو یہ بغض کیا کام آیا؟ اسکے بعد جب وہ مر گیا تو اسکے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! عبد اللہ بن ابی کی وفات ہو چکی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی قمیض عنایت فرمادیجئے کہ اس میں انہیں کفن دے دوں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیض اتار کر ان کو دیدی۔

تخريج: سنن أبي داود - الجنائز (٣٠٩٤) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٠١/٥)

شرح الحديث: مضمون حدیث یہ ہے: حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کے مرض الموت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس عیادت کیلئے تشریف لے گئے، آپ نے اس کو دیکھ کر اس میں علامات موت کو پہچان لیا، اور فرمایا آپ نے اس سے قَدْ كُنْتُ أَنْهَاكَ عَنْ حُبِّ يَهُودَ میں تجھ کو حبِّ یہود سے منع کیا کرتا تھا (اور حبِّ یہود ہی نے تجھ کو اس نفاق میں مبتلا کیا تھا اور اب نفاق کی حالت میں مر رہا ہے، صرف زبانی اسلام لانا تو مفید نہیں)، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر کہا فَقَدْ أَبْغَضَهُمْ سَعْدُ بْنُ زُرَارَةَ فَمَهْ کہ اسعد بن زرارہ تو یہود سے محبت نہیں کرتے تھے بلکہ ان سے بغض رکھتے تھے پس کیا کام آیا اسکے یہ بغضِ یہود، یہ اناڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب ہی نہ سمجھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ تو عذابِ آخرت کی طرف تھا، اس نے سمجھا کہ اصل نفع موت سے بچنے میں ہے اسی لئے کہا کہ اسعد بن زرارہ ہی کون سے بچ گئے موت سے۔

عبد اللہ بن ابی نے اسعد بن زرارہؓ کے بارے میں بغضِ یہود کو ثابت کیا، ان کے بغض کا کوئی خاص واقعہ تو ملا نہیں أصابة وغیرہ میں البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا بغض اس طرح ثابت ہے کہ یہ أول من أسلم من الأنصار على الاطلاق ہیں، یعنی مدینہ جہاں بکثرت یہود بستے تھے وہاں اسلام کی ابتداء ان ہی سے ہوئی علی رغم انف یہود، اور ظاہر ہے کہ مدینہ سے یہود کی جڑ اہل اسلام ہی نے کاٹی ہے نیز ان کی اور بھی بعض خصوصیتیں ہیں فانه أول من جمع الجمعة في المدينة قبل هجرته عليه الصلوة والسلام. كما مر في كتاب الصلوة في باب الجمعة في القرى۔

اس کے بعد روایت میں یہ ہے کہ جب وہ مر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے بیٹے جن کا نام بھی عبد اللہؓ تھا اور اسلام لا چکے تھے انہوں نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا قمیص مجھے عنایت فرمادیجئے تاکہ اپنے باپ کی تکفین اس میں کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیص اتار کر ان کو دیدیا، ابو داؤد کی اس روایت میں تو اتنا ہی ہے اور صحیحین کی روایت میں یہ بھی وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اسکو قبر سے نکلوایا اور اس کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھا اور اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دہن کی ریق مبارک کو ٹپکایا، اور اپنا قمیص اس کو پہنایا۔

بذل [1] میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قمیص دینا اس کے بیٹے کی دلداری کے لئے تھا (کیونکہ وہ مسلمان ہو چکا تھا) باوجود اس کے کہ آپ جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قمیص نفاق کے ساتھ کچھ نفع بخش نہیں ہو سکتا، اور کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قمیص عطا کرنا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ٥٥

اس کے اس احسان کے بدلہ میں تھا کہ اس نے آپ ﷺ کے عم محترم حضرت عباسؓ کو اپنا قمیص دیا تھا، اس لئے کہ حضرت عباسؓ جنگ بدر میں قید کئے گئے تھے اور انؓ کا قمیص پھٹ گیا تھا ان کیلئے قمیص کی ضرورت تھی تو ابن اُبی نے اس وقت اپنا قمیص دیدیا تھا کیونکہ طویل القامت ہونے کی وجہ سے کسی اور کی قمیص ان کو نہیں آتی تھی، پھر اسلام تو وہ بعد میں لائے قبل فتح خیبر علی قول۔

٥- بَابٌ فِي عِيَادَةِ الذِّمِّيِّ

ذمی (معاہد) کی عیادت کے متعلق حکم کے بیان میں

٣٠٩٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ غُلَامًا، مِنَ الْيَهُودِ كَانَ مَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ، وَهُوَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ أَبُوهُ: أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ فَأَسْلَمَ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُولُ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ بِي مِنَ النَّارِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا بیمار ہو گیا تھا تو آپ ﷺ اسکے پاس عیادت کرنے تشریف لائے پھر اسکے سرہانے بیٹھ گئے اور اس سے فرمایا کہ اسلام لے آؤ تو وہ یہودی لڑکا اپنے باپ کو جو اسکے سر کے قریب بیٹھا تھا دیکھنے لگا اس پر اس کے والد نے اس سے کہا کہ ابو القاسم کی اطاعت کرو تو وہ اسلام لے آیا اسکے بعد آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمارہے تھے کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس (لڑکے) کو آگ سے بچالیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٢٩٠) صحيح البخاري - المرضى (٥٣٣٣) سنن أبي داود - الجنائز (٣٠٩٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٧٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٢٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٦٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٨٠)

شرح الحدیث: مضمون یہ ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا بیمار ہوا، آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے سر کی جانب بیٹھ گئے اور اس سے فرمایا کہ اسلام لے آ، اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا وہ بھی وہیں کھڑا تھا، اس نے کہا ہاں ابو القاسم کی اطاعت کر چنانچہ وہ اسلام لے آیا، حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ادا کرتے ہوئے چلے آئے کہ اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے اس کو جہنم سے نجات دیدی۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے فی بَابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ هَلْ يُصَلَّى عَلَيْهِ وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الْإِسْلَامُ اس کے شروع میں اس طرح ہے: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ الحدیث مصنف نے اس حدیث سے عیادت ذمی کا جواز ثابت کیا ہے، حاشیہ بذل میں ہے: ویجوز عیادۃ الذمی عندنا بالإجماع

كذا في الشامي، وعن أحمد فيه روايتان، كما في الشرح الكبير [1]، والحديث أخرجه البخاري والنسائي، قاله المنذري۔

٦ـ بَابُ الْمَشْيِ فِي الْعِيَادَةِ

عیادت کے لئے پیدل چلنے کے متعلق حکم

٣٠٩٦ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ».

ترجمہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ میری عیادت کرنے آتے تو نہ خچر پر سوار ہوتے اور نہ ترکی (غیر عربی) گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لاتے۔

تخریج صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٠١) صحيح البخاري - المرضى (٥٣٢٧) صحيح البخاري - المرضى (٥٣٤٠) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٤٤) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٧٩) صحيح مسلم - الفرائض (١٦١٦) جامع الترمذي - الفرائض (٢٠٩٧) سنن أبي داود - الجنائز (٣٠٩٦) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٢٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠٧/٣)

شرح الحديث حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لاتے تھے (یعنی پیادہ) آپ ﷺ سوار نہ ہوتے تھے نہ خچر پر نہ ترکی گھوڑے پر۔

مصنف نے حدیث کے وہی معنی لئے جو ہم نے ترجمہ کے اندر لکھے، یعنی مطلقاً رکوب کی نفی، حضرت شیخ کے حاشیہ میں ہے: ما ترجم به المصنف عليه حمل الجمهور الحديث، وحمله بعضهم على أنه كان راكبا على غير البغل والبرذون اهـ مختصراً [2]۔

حافظ منذریؒ فرماتے ہیں: حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے سعد بن عبادہ کی عیادت فرمائی راکبا على حمار اور ایک حدیث جابر میں ہے: أتاني النبيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يعودني وأبو بكر وهما ماشيان، لہذا مریض کی عیادت راکبا و ماشیا دونوں طرح مسنون ہے۔ والحديث أخرجه البخاري والترمذي قاله المنذري۔

٧ـ بَابٌ فِي فَضْلِ الْعِيَادَةِ عَلَى وُضُوءٍ

باوضو عیادت کرنے کی فضیلت کے متعلق باب

٣٠٩٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ رَوْحِ بْنِ خُلَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دَلْهَمٍ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٤ ص ٥٦

[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٤ ص ٥٧

الْوُضُوءَ، وَعَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ، مَسِيرَةَ سَبْعِينَ خَرِيفًا» قُلْتُ: يَا أَبَا حَمْزَةَ، وَمَا الْخَرِيفُ؟ قَالَ: «الْعَامُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَالَّذِي تَفَرَّدَ بِهِ الْبَصْرِيُّونَ مِنْهُ الْعِيَادَةُ وَهُوَ مُتَوَضِّئٌ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے وضو کیا اور اچھی طرح کیا پھر ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو وہ جہنم سے ستر سال کی مسافت کے بقدر دور کر دیا جائے گا میں (ثابتؒ بنانی) نے پوچھا: اے ابو حمزہ (حضرت انس) خریف کیا چیز ہے؟ انہوں نے فرمایا: ایک سال۔

شرح الحدیث: ہمارے استاذ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ فرماتے تھے العیادة افضل من العبادة لفظاً و معنیً۔ اس باب میں مصنف نے اولاً حضرت انسؓ کی حدیث ذکر فرمائی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرنے کے بعد اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرے محض ثواب کی نیت سے تو وہ شخص جہنم سے ستر سال کی مسافت کے بقدر دور کر دیا جاتا ہے، اور ثانیاً حضرت علیؓ کی حدیث ذکر کی جس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے صبح کے وقت تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں جو اس کیلئے شام تک استغفار کرتے رہتے ہیں اور جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے شام کے وقت تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں جو اس کیلئے صبح تک استغفار کرتے رہتے ہیں، اور اس کیلئے جنت میں ایک باغ ہو جاتا ہے۔ خریف بمعنی بستان جس کو مخراف بھی کہتے ہیں، اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے من حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ [1] اور اسی روایت کے ایک دوسرے طریق میں یہ زیادتی ہے قِيلَ: مَا خُرْفَةُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: جَنَاهَا [2] یعنی جنت کے پھل، فواکہ، ہمارے استاد محترم حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات ہے تو پھر جس زمانہ میں دن بڑا ہوتا ہے اس وقت عیادت صبح کے وقت کرنی چاہئے اور جب رات بڑی ہو تو اس وقت عیادت کرنی چاہئے شام کے وقت۔

۳۰۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: «مَا مِنْ رَجُلٍ يَعُودُ مَرِيضًا مُمْسِيًا، إِلَّا خَرَجَ مَعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَتَاهُ مُصْبِحًا، خَرَجَ مَعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ حَتَّى يُمْسِيَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ».

ترجمہ: عبد اللہ بن نافع حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کوئی شخص جو شام کو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ نکلتے ہیں جو اسکے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے اور اسکے لئے ایک باغ ہے جنت میں اور جو شخص صبح کے وقت کسی مریض کی عیادت کرے گا تو اسکے ساتھ ستر ہزار

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الجنائز - باب ما جاء في عيادة المريض ٩٦٧

[2] جامع الترمذي - كتاب الجنائز - باب ما جاء في عيادة المريض ٩٦٨

فرشتے نکلتے ہیں جو اسکے لئے شام تک دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اسکے لئے جنت میں ایک باغ ہے۔

۳۰۹۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ لَمْ يَذْكُرِ الْخَرِيفَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مَنْصُورٌ، عَنِ الْحَكَمِ، كَمَا رَوَاهُ شُعْبَةُ.

ترجمہ: حضرت علیؓ نے نبی اکرم ﷺ سے مرفوعا اسی طرح روایت کیا ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اس کو منصور نے حکم ابو حفص سے روایت کیا جس طرح اس کو شعبہ نے روایت کیا ہے یعنی موقوفا۔

۳۱۰۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ نَافِعٍ، قَالَ: وَكَانَ نَافِعٌ غُلَامَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: جَاءَ أَبُو مُوسَى، إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ يَعُودُهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَاقَ مَعْنَى حَدِيثِ شُعْبَةَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أُسْنِدَ هَذَا عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ صَحِيحٍ».

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت حسن بن علیؓ کی عیادت کیلئے آئے اسکے بعد شعبہ کی حدیث کے ہم معنیٰ مفہوم ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مرفوعا متعدد طرق سے مروی ہے اور یہ سند صحیح ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الجنائز (۹٦۹) سنن أبي داود - الجنائز (۳۰۹۸) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱٤٤۲) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۹۷/۱)

۸ - بَابٌ فِي الْعِيَادَةِ مِرَارًا

مریض کی کئی مرتبہ عیادت کرنے کے بیان میں

۳۱۰۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «لَمَّا أُصِيبَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، رَمَاهُ رَجُلٌ فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ فَيَعُودُهُ مِنْ قَرِيبٍ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب حضرت سعدؓ بن معاذ کو خندق کے دن ایک شخص نے ان کے ہاتھ کی رگ میں تیر مارنے سے جو انکو زخم لگا تو رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں ان کے لئے ایک خیمہ بنوا دیا تاکہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٥١) صحيح البخاري - المغازي (۳۸۹٦) صحيح مسلم - الجهاد والسير (۱۷٦۹) سنن النسائي - المساجد (۷۱۰) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۰۱) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱٤۲/٦)

شرح الحدیث: یعنی حضرت سعد بن معاذؓ کے غزوۂ خندق میں کسی کافر نے تیر مارا اکحل میں تو آپ ﷺ نے حضرت سعد

کو مسجد میں ٹھہرا کر ان کے لئے خیمہ نصب کرایا اور مسجد میں اس لئے ان کو ٹھہرایا تاکہ قریب ہونے کی وجہ سے عیادت میں سہولت ہو، اس پر مصنف نے ترجمہ قائم کیا "العيادة مرارا"، مصنفؒ نے گویا اس میں حضرت سعدؓ کو مسجد میں ٹھہرانے کا فائدہ اور مصلحت بیان کیا تاکہ بار بار عیادت کی جاسکے۔

اکحل ایک رگ کا نام ہے جو وسط ذراع میں ہوتی ہے، اور خلیل نے لکھا ہے کہ اکحل عرق حیات کی وہ شاخ ہے جو ہاتھ میں ہوتی ہے، اور جو شاخ اس کی کمر میں ہوتی ہے اس کو ابہر کہتے ہیں اور جو ران میں ہوتی ہے اس کو نسا کہتے ہیں، کہا گیا ہے کہ ہر عضو میں عرق حیات کی ایک شاخ ہوتی ہے اس رگ کا اگر منہ کھل جائے تو خون رکتا نہیں اکحل کو فارسی میں رگ ہفت اندام کہتے ہیں۔

یہ حدیث یہاں پر تو مختصر سی ہے طویل اور مفصل حدیث بخاری کی کتاب المغازی میں ہے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٩۔ بَابٌ فِي الْعِيَادَةِ مِنَ الرَّمَدِ

آشوب چشم کی وجہ سے عیادت کرنے کے بارے میں

غرض المصنف من الترجمة : رمد یعنی آشوب چشم، آنکھ دکھنا، اس تخصیص کے ساتھ ترجمہ قائم کرنے کی بظاہر ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ایک حدیث ہے جس میں تین چیزوں کو عیادت سے مستثنیٰ کیا گیا ہے: ثَلَاثَةٌ لَيْسَ لَهُمْ عِيَادَةٌ الْعَيْنُ وَالدُّمَّلُ وَالضِّرْسُ، أخرجه البيهقي [1]، کہ تین بیماریاں ایسی ہیں کہ ان میں عیادت نہیں، ایک یہی آشوب چشم، دوسری دُمّل پھوڑا پھنسی، تیسرے داڑھ کا درد، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے مرفوع نہیں، اور حدیث الباب جس کو مصنفؒ نے ذکر کیا وہ اصح ہے، یا یہ کہ اس حدیث میں تاکد کی نفی ہے لیکن بعض کتب فقہیہ میں بھی ان تینوں میں عیادت کی نفی مذکور ہے، اس کا جواب بھی یہی دیا گیا ہے کہ تاکد کی نفی مقصود ہے مطلق سنت کی نہیں۔

٣١٠٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: «عَادَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِعَيْنِي».

ترجمہ : حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میری آنکھ میں ہونے والی تکلیف کے باعث میری عیادت فرمائی۔

تخریج : سنن أبي داود - الجنائز (٣١٠٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٧٥)

شرح حدیث : حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت ظاہر ہے۔

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١٠ ص ١١٣

۱۰- بَابُ الْخُرُوجِ مِنَ الطَّاعُونِ

طاعون پھیلنے کے باعث اس جگہ سے نکلنے کے متعلق حکم کے بارے میں

طاعون ایک مشہور بیماری کا نام ہے جو بدن کے مختلف حصوں مثلاً کہنیوں بغلوں یا انگلیوں میں یا سارے ہی بدن میں کچھ پھنسیاں اور زخم سے ہو جاتے ہیں جس کے ساتھ ورم بھی ہوتا ہے اور سخت قسم کی بے چینی اور سوزش، اور ان زخموں کے ارد گرد جگہ سرخ ہو جاتی ہے یا سبزی مائل، جس کے ساتھ دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے اور قی بھی ہوتی ہے، نیز اس کا اطلاق اس وبا اور مرض عام پر بھی ہوتا ہے جس سے فضا فاسد ہو جاتی ہے اور پھر اس کا اثر بدن میں سرایت کرتا ہے۔

۳۱۰۳- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ، فَلَا تُقْدِمُوا [1] عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ» يَعْنِي الطَّاعُونَ.

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی سرزمین میں اس (بیماری) کے متعلق سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی جگہ یہ طاعون کی بیماری پھیلی ہوئی ہو اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے بھاگ کر مت نکلو یعنی طاعون کی بیماری۔

تخریج صحيح البخاري - الطب (٥٣٩٧) صحيح البخاري - الطب (٥٣٩٨) صحيح البخاري - الحيل (٦٥٧٢) صحيح مسلم - السلام (٢٢١٩) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٠٣) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٩٢/١) موطأ مالك - الجامع (١٦٥٥) موطأ مالك - الجامع (١٦٥٧)

شرح الحديث اس بیماری کے بارے میں حضور ﷺ یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ جس بستی میں اس کا ہونا معلوم ہو تو وہاں مت جاؤ، اور اگر اسی جگہ میں پائی جائے جہاں تم ہو تو پھر وہاں سے نکل کر نہ بھاگو یعنی اس بیماری سے بچ کر، معلوم ہوا اگر کسی ضرورت سے جائے تو امر آخر ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں جرأت اور استغناء کے معنی پائے جاتے ہیں اور دوسری صورت میں فرار عن القدر کا شبہ ہوتا ہے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون کفار کے حق میں عذاب الٰہی ہے اور مؤمنین کے حق میں رحمت ہے، اگر اس پر صبر کرے فله اجر شهيد، چنانچہ آگے مستقل باب آرہا ہے بَابٌ فِي فَضْلِ مَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُونِ، جس میں (رقم ۳۱۱۱) یہ آرہا ہے اَلْمَطْعُونُ شَهِيدٌ، حضرت نے بذل میں طاعون کے بارے میں یہ روایات ذکر کی ہیں: ایک حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ میں نے حضور ﷺ سے طاعون کے بارے میں سوال کیا فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَأَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ

[1] بضم التاء من الإقدام. وفي بعض النسخ بفتح التاء والدال، والمحفوظ ضم التاء. (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ٦٤)

الحديث [1]، وأخرجه الشيخان من حديث اسامة بن زيد مرفوعاً: الطَّاعُونُ رِجْسٌ أُرْسِلَ عَلَى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَوْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اه مختصرًا [2]، والحديث أخرجه البخاري ومسلم مطولا، قاله المنذري۔

۱۱ ۔ بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَرِيضِ بِالشِّفَاءِ عِنْدَ الْعِيَادَةِ

عیادت کے وقت بیار شخص کے لئے شفاء کی دعا کرنے کے متعلق حکم

۳۱۰۴ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْجُعَيْدُ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ، أَنَّ أَبَاهَا، قَالَ: اشْتَكَيْتُ بِمَكَّةَ فَجَاءَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي، وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِي، ثُمَّ مَسَحَ صَدْرِي وَبَطْنِي، ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَأَتْمِمْ لَهُ هِجْرَتَهُ».

ترجمہ: حضرت عائشہ بنت سعدؓ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے بتایا کہ میں مکہ میں بیمار ہو گیا تو نبی کریم سرورِ دو عالم ﷺ میری عیادت کرنے کیلئے میرے پاس تشریف لائے اور اپنا دستِ مبارک میری پیشانی پر رکھا پھر میرے سینے اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا پھر دعا فرمائی: اے اللہ! سعد کو شفاء عطا فرمائیے اور ان کی ہجرت کی تکمیل فرما دیجئے۔

تخریج: صحيح البخاري - المرضى (۵۳۳۵) صحيح مسلم - الوصية (۱۶۲۸) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۰۴) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۶۸/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۷۱/۱)

شرح الحدیث: سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جب کہ مکہ میں تھا بیمار ہو گیا، تو حضور ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور میری پیشانی پر اپنا دست مبارک رکھا اور سینہ اور پیٹ پر بھی پھیرا، اور یہ دعا دی: اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَأَتْمِمْ لَهُ هِجْرَتَهُ، اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی مریض کی عیادت کیلئے جائے تو اس کی پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھے (یا اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھے) اور اس کو دعا بھی دے، جیسا کہ آگے مستقل باب میں آرہا ہے۔

آپ ﷺ کی دعا حضرت سعدؓ کے حق میں قبول ہوئی اور وہ شفایاب ہوئے اور اسلام کی بہت خدمت کی، فمات بعد ذلك بالمدينة المنورة ۵۵ھ بعد ما فتح العراق، حضرت سعد کی یہ حدیث کتاب الوصایا [3] میں گذر چکی جس میں یہ تھا قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتَخَلَّفُ عَنْ هِجْرَتِي؟ الخ وہاں اور بھی بہت کچھ لکھا گیا ہے فتذکر۔ والحديث أخرجه البخاري اتم منه، قاله المنذري۔

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الأنبياء - باب أم حسبت أن أصحاب الكهف والرقيم ۳۲۸۷

[2] صحيح البخاري - كتاب الأنبياء - باب أم حسبت أن أصحاب الكهف والرقيم ۳۲۸۶، صحيح مسلم - كتاب السلام - باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها ۲۲۱۸

[3] سنن أبي داود - كتاب الوصايا - باب ما جاء في ما لا يجوز للموصي في ماله؟ ۲۸۶۴

٣١٠٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَعُودُوا الْمَرِيضَ، وَفُكُّوا الْعَانِيَ» قَالَ سُفْيَانُ: وَالْعَانِي الْأَسِيرُ.

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو اور قیدی (مسلمانوں) کو رہائی دلواؤ۔ سفیان فرماتے ہیں کہ عانی قیدی کو کہتے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٨١) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٧٩) صحيح البخاري - الأطعمة (٥٠٥٨) صحيح البخاري - المرضى (٥٣٢٥) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٥٢) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٠٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٩٤/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤٠٦/٤) سنن الدارمي - السير (٢٤٦٥)

شرح الحديث: یعنی بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور مریضوں کی عیادت کیا کرو، اور جہاں تک ہوسکے قیدیوں کو چھڑانے کی کوشش کرو، أي المسلم المحبوس عند الكفار، وكذا المحبوس ظلما، فيجب على المسلمين إنقاذه بالفدية (بذل [1]) اس حدیث کا حوالہ اور ذکر کتاب الفرائض میں بھی گذرا ہے: وأَفُكُّ عَانَهُ الحديث [2] کے تحت، فتذکر۔

١٢ - بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَرِيضِ عِنْدَ الْعِيَادَةِ

عیادت کے وقت بیمار شخص کے لئے دعا کرنے کے متعلق حکم

٣١٠٦ - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ أَبُو خَالِدٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ عَادَ مَرِيضًا، لَمْ يَحْضُرْ أَجَلُهُ فَقَالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مِرَارٍ: أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ، إِلَّا عَافَاهُ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ الْمَرَضِ".

ترجمہ: سعید بن جبیر حضرت ابن عباسؓ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مریض کی عیادت کی ایسا مریض جس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو اور وہ اسکے قریب سات مرتبہ یہ کلمات پڑھے: أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ، تو اللہ تعالیٰ اس (مریض) کو اس بیماری سے شفاء عطاء فرمادیتے ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الطب (٢٠٨٣) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٠٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٩/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٣/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٥٢/١)

شرح الحديث: جو شخص کسی ایسے مریض کی عیادت کرے جس کا ابھی وقت نہیں آیا اور وہ عیادت کرنے والا اس کے پاس بیٹھ کر یہ دعا سات بار پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کو شفاء عطا فرماتے ہیں: أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ۔ والحديث

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ٦٦.

[2] سنن أبي داود - كتاب الفرائض - باب في ميراث ذوي الأرحام ٢٩٠٠

أخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

اور اس کے بعد والی حدیث میں جو عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مرفوعاً مروی ہے اس میں عیادت کے وقت اس دعاء کا پڑھنا مذکور ہے: اللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا، أَوْ يَمْشِي لَكَ إِلَى جَنَازَةٍ، اور ایک نسخہ میں إلی صلاۃ ہے، اے اللہ اپنے اس بندہ کو شفاعطا فرما یہ صحت کے بعد تیرے لئے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرے گا ان کو زخمی کرے گا اور تیرے لئے جنازہ کے ساتھ جائے گا، اس حدیث میں لک لک بار بار ہے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں وہی عمل معتبر ہے جو خالص اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہو، نیز اس حدیث سے جنازوں کے ساتھ جانے کی اہمیت معلوم ہو رہی ہے۔

۳۱۰۷ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حُيَيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ، عَنِ ابْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا جَاءَ الرَّجُلُ يَعُودُ مَرِيضًا، فَلْيَقُلْ: اللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا، أَوْ يَمْشِي لَكَ إِلَى جَنَازَةٍ"، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ ابْنُ السَّرْحِ: إِلَى صَلَاةٍ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم سرور دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کرنے جائے تو یہ دعا پڑھے: اللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا، أَوْ يَمْشِي لَكَ إِلَى جَنَازَةٍ اے اللہ! اپنے اس بندے کو شفاء عطاء فرما یہ صحت کے بعد دشمنوں سے تیرے لئے جہاد کرے گا اور تیری رضا کیلئے جنازہ کے ساتھ جائے گا۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابن سرح نے یہاں "إِلَى صَلَاةٍ" کا لفظ ذکر کیا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۰۷) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۷۲)

۱۳ - بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ تَمَنِّي الْمَوْتِ

موت کی تمنا کی ممانعت کے متعلق حکم

۳۱۰۸ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَدْعُوَنَّ أَحَدُكُمْ بِالْمَوْتِ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ، وَلَكِنْ لِيَقُلْ: اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي".

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی دعا نہ کرے لیکن اسے چاہیئے کہ یہ دعا کرے: اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي..... إلخ اے اللہ! مجھے زندہ رکھیئے جب تک کہ زندہ رہنا میرے لئے بہتر ہے اور مجھے موت دیجئے جب کہ میرے لئے موت بہتر ہو۔

۳۱۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ» فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہرگز موت کی تمنا نہ کرے پھر اسی گزشتہ روایت کی طرح آگے فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - المرضى (٥٣٤٧) صحيح البخاري - الدعوات (٥٩٩٠) صحيح البخاري - التمني (٦٨٠٦) صحيح مسلم - الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار (٢٦٨٠) جامع الترمذي - الجنائز (٩٧١) سنن النسائي - الجنائز (١٨٢٠) سنن ابن ماجه - الزهد (٤٢٦٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠١/٣).

شرح الحدیث: یعنی آدمی کو موت کی تمنا ہرگز نہیں کرنی چاہئے کسی دنیوی ضرر سے پریشان ہو کر، اور اگر ضرر دینی ہو تو اس سے بچنے کے لئے جائز ہے کذا قال العلماء، اب یہ کہ پھر کیا دعا کرنی چاہئے ایسے موقع پر وہ حدیث میں مذکور ہے: اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي۔

زندگی مسلمان کیلئے بہت بڑی نعمت ہے، کسی مصیبت سے گھبرا کر اپنے لئے موت کی بددعا کرنا اس نعمت کی ناقدری ہے، حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان کے لئے تو ہر حال میں خیر ہی خیر ہے مصیبت کی حالت ہو یا راحت کی، مصیبت میں اگر صبر کرتا ہے تو اس کیلئے اجر ہے، اور اگر راحت کی حالت ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے تب بھی اس کیلئے اجر ہے آدمی کی یہی دو حالتیں ہوتی ہیں تو گویا اس کیلئے ہر حال میں نفع اور فائدہ ہی فائدہ ہے۔ الحمد للہ الذی هدانا وجعلنا من المسلمین۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

١٤ ۔ بَابُ مَوْتِ الْفَجْأَةِ

اچانک آجانے والی موت کے بیان میں

فجاءۃ میں دو لغت ہیں بضم الفاء والمد، اور بفتح الفاء واسکان الجیم بلا مد۔

٣١١٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ، أَوْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ السُّلَمِيِّ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ مَرَّةً: عَنْ عُبَيْدٍ، قَالَ: «مَوْتُ الْفَجْأَةِ أَخْذَةُ أَسَفٍ».

ترجمہ: سعد بن عبیدہ نے عبید بن خالد سلمی جو نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص ہیں ان سے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے (مرفوعاً) روایت ہے اور ایک مرتبہ عبید بن خالد سلمی سے موقوفاً روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اچانک موت کا آنا غضب الٰہی کی پکڑ ہے (یعنی اللہ پاک نے ناراض ہو کر اس کی روح قبض فرمائی ہے)۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (٣١١٠) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٢٤/٣) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢١٩/٤)

شرح الحديث مَوْتُ الفَجَاءَةِ أَخْذَةُ أَسِفٍ: أَسِف میں سین کا فتحہ اور کسرہ دونوں پڑھ سکتے ہیں، پہلی صورت میں اسکے معنی غضب کے ہیں اور دوسری صورت میں صفت کا صیغہ ہوگا بمعنی غضبان، یعنی موت فجائی اور اچانک کی موت غصہ کی پکڑ ہے یا غضبان کی پکڑ ہے، لیکن یہ کافر کے حق میں ہے، اور مؤمن کے حق میں ایسا نہیں بلکہ رحمت ہے اس لئے کہ مؤمن کامل ہمیشہ آخرت کیلئے مستعد اور تیاری میں رہتا ہے، (بذل) وفی هامش البذل: وورد أيضا موت الفجاءة راحة المؤمن، وقد توفي فجاءة إبراهيم وداؤد وسليمان على نبينا وعليهم الصلاة والسلام (تفريح الأذكياء في تاريخ الأنبياء) [1]۔

١٥ ۔ بَابٌ فِي فَضْلِ مَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُونِ

باب ہے طاعون کی بیماری سے وفات پانے والے کی فضیلت کے بیان میں

٣١١١ - حَدَّثَنَا القَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ عَتِيكِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَتِيكٍ، وَهُوَ جَدُّ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَبُو أُمِّهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمَّهُ جَابِرَ بْنَ عَتِيكٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ يَعُودُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ ثَابِتٍ، فَوَجَدَهُ قَدْ غُلِبَ، فَصَاحَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يُجِبْهُ فَاسْتَرْجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: غُلِبْنَا عَلَيْكَ يَا أَبَا الرَّبِيعِ، فَصَاحَ النِّسْوَةُ، وَبَكَيْنَ فَجَعَلَ ابْنُ عَتِيكٍ يُسَكِّتُهُنَّ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «دَعْهُنَّ، فَإِذَا وَجَبَ فَلَا تَبْكِيَنَّ بَاكِيَةٌ» قَالُوا: وَمَا الْوُجُوبُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «الْمَوْتُ» قَالَتِ ابْنَتُهُ: وَاللَّهِ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ شَهِيدًا، فَإِنَّكَ كُنْتَ قَدْ قَضَيْتَ جِهَازَكَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَوْقَعَ أَجْرَهُ عَلَى قَدْرِ نِيَّتِهِ، وَمَا تَعُدُّونَ الشَّهَادَةَ؟» قَالُوا: الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ: الْمَطْعُونُ شَهِيدٌ، وَالْغَرِقُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ، وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيدٌ، وَالَّذِي يَمُوتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيدٌ، وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شَهِيدٌ".

ترجمہ جابر بن عتیک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عبد اللہ بن ثابت کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو آپ نے ان کو دیکھا کہ غشی طاری ہے۔ تو آپ نے ان کو پکارا تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو آپ ﷺ نے انا للہ پڑھی اور فرمایا کہ ہم تیرے بارے میں مغلوب ہوگئے اے ابو ربیع اور عورتوں نے آہ وزاری شروع کر دی جابر بن عتیک ان کو خاموش کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چھوڑ ان عورتوں کو ہاں جب واجب ہو جائے پھر کوئی نہ روئے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ واجب ہونا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مراد موت ہے۔ ان کی بیٹی کہنے لگیں: واللہ! ہم تو یہ امید رکھتے تھے کہ تم شہید ہوگے اسلئے کہ تم اسباب جہاد تیار کر چکے تھے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو اس کا اجر عطا فرمادیا

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٧٠

ہے اسکی نیت اور ارادہ کے موافق اور تم کس چیز کو شہادت سمجھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ کے راستے میں قتل ہو جانے کو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: شہادت کے قتل کے علاوہ سات اور اسباب ہیں طاعون سے مرنے والا شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے۔ ذات الجنب کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے اور جلنے سے مرنے والا شہید ہے جو شخص دیوار گرنے سے ہلاک ہو جائے وہ شہید ہے اور وہ عورت جو حاملہ یا باکرہ مر جائے وہ شہید ہے۔

تخریج سنن النسائي - الجنائز (١٨٤٦) سنن أبي داود - الجنائز (٣١١١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٤٦/٥) موطأ مالك - الجنائز (٥٥٢)

شرح الحديث أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ جَاءَ يَعُودُ عَبْدَ اللهِ بْنَ ثَابِتٍ، فَوَجَدَهُ قَدْ غُلِبَ إلخ: یعنی حضور ﷺ عبد اللہ بن ثابتؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، جب آپ ﷺ وہاں پہنچے تو ان کو دیکھا کہ غشی طاری ہے، آپ ﷺ نے ان کو پکارا آواز دی تو وہ اس پر کچھ نہیں بولے، آپ ﷺ نے انا للہ پڑھی اور فرمایا کہ ہم تیرے بارے میں مغلوب ہو گئے، یعنی قضاء وقدر غالب آگئی اور انتقال کا وقت آچکا، جو عورتیں اس گھر میں تھیں وہ آہ وزاری کرنے لگیں، جابر بن عتیکؓ ان کو خاموش کرنے لگے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا چھوڑ ان عورتوں کو یعنی رونے دے، ہاں جب انتقال ہو جائے گا پھر کوئی نہ روئے۔ اس کے بعد روایت میں یہ ہے کہ ان کی بیٹی کہنے لگی افسوس کے ساتھ واللہ ہم تو یہ امید رکھتے تھے کہ تم شہید ہو گے اس لئے کہ تم اسباب جہاد تیار کر چکے تھے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَوْقَعَ أَجْرَهُ عَلَى قَدْرِ نِيَّتِهِ، یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کا اجر عطا فرمادیا ہے اس کی نیت اور ارادہ کے موافق، وَمَا تَعُدُّونَ الشَّهَادَةَ؟ اور آپ ﷺ نے پوچھا تم شہادت کس چیز کو سمجھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل ہو جانے کو، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اسباب شہادت اس کے علاوہ سات اور ہیں: الْمَطْعُونُ شَهِيدٌ، وَالْغَرِقُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ، وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيدٌ، وَالَّذِي يَمُوتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيدٌ، وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شَهِيدٌ۔

شہادت کے اسباب سبعہ کی تشریح: ① مطعون یعنی جو مرض طاعون کے اندر ہلاک ہو، ② ذات الجنب ایک مشہور بیماری ہے جس کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی اور ایک عرفی، حقیقی تو بہت خطرناک مرض ہے جس میں پسلیوں کے اندر کی جانب ورم اور زخم ہو جاتے ہیں اور کھانسی بخار اس کے لئے لازم ہوتا ہے، اور دوسری قسم یہ سمجھئے کہ پسلیوں میں جو ریاحی درد ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں، ترمذی کی کتاب الطب میں اس کا بہت کثرت سے ذکر آیا ہے اور اسی طرح حضور ﷺ کے مرض وفات میں لَدُود کا ذکر جو آپ ﷺ کے گھر والوں نے آپ ﷺ کو ذات الجنب کا مرض سمجھ کر کیا تھا، ③ اور مبطون سے مراد جو پیٹ کے مرض میں مرے یعنی استطلاق البطن (دستوں اور اسہال کا مرض) بذل. وفي العون: أي من إسهال أو استسقاء أو وجع بطن [1]، ④ وصاحب الحريق یعنی آگ میں جل کر مر جائے، ⑤ تحت الهدم، یعنی دیوار کے نیچے، قال القاري: الهدم بفتح

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٤ ص ٧٢. عون المعبود شرح سنن أبي داود – ج ٨ ص ٣٧٨

الدال ویسکن [1]، ⑦ والمرأة تموت بجمع بضم الجيم ويكسر وسكون الميم قاله القاری [2]، قال الخطابي: معناه أن تموت وفي بطنها ولد اھ [3] وقال في النهاية: أي تموت وفي بطنها ولد. وقيل التي تموت بكرا. والجمع بالضم: بمعنى المجموع، كالذخر بمعنى المذخور، وكسر الكسائي الجيم، والمعنى أنها ماتت مع شيء مجموع فيها غير منفصل عنها، من حمل أو بكارة اھ [4]. قال النووی [5]: ضم جیمه اشهر الثلاثة (بذل، عون) یعنی جو عورت حمل کی حالت میں مر جائے یا شادی سے پہلے بکارت کی حالت میں مر جائے، یا حالت نفاس میں بچہ کی پیدائش کے بعد جیسا کہ آگے مسند احمد کی روایت سے آرہا ہے اور ایک قول اس میں یہ ہے کہ جس کا انتقال مزدلفہ میں ہو (اس لئے کہ مزدلفہ کا دوسرا نام جمع بھی ہے) وھو خطأ ظاھر کذا فی ھامش البذل [6]۔

یہ حدیث مختلف الفاظ اور سیاق کے ساتھ وارد ہوئی ہے، مسند احمد کی ایک روایت میں ہے: ان فی القتل شھادۃ وفی الطاعون شھادۃ وفی البطن شھادۃ وفی الغرق شھادۃ وفی النفساء یقتلھا ولدھا جمعا شھادۃ [7]۔

اسباب الشہادۃ کی تعداد: اس حدیث میں اسباب شہادت کا ذکر ہے اور یہ کہ وہ سات ہیں، امام مالکؒ نے موطا میں عنوان قائم کیا ہے: الشُّهَدَاءُ فِي سَبِيلِ اللهِ، حضرت شیخؒ اوجز میں اس کے تحت لکھتے ہیں: وتقدم في أبواب الجنائز أن أسباب الشهادة الواردة في الأحاديث ترتقي إلى قريب من الستين، وتقدم ذكرها [8]، ومع ذلك، فالشهيد الحقيقي هو قتيل المعركة،

---

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ٤ ص ٢٢

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ٤ ص ٣٤

[3] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ١ ص ٣٠١

[4] النهاية في غريب الحديث والأثر — ج ١ ص ٢٩٦

[5] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ١٣ ص ٦٣

[6] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٧٣

[7] عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: عَادَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَمَا تَحَوَّزَ لَهُ عَنْ فِرَاشِهِ فَقَالَ: "مَنْ شُهَدَاءُ أُمَّتِي؟" قَالُوا: قَتْلُ الْمُسْلِمِ شَهَادَةٌ. قَالَ: "إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِي إِذًا لَقَلِيلٌ قَتْلُ الْمُسْلِمِ شَهَادَةٌ. وَالطَّاعُونُ شَهَادَةٌ. وَالْبَطْنُ وَالْغَرَقُ. وَالْمَرْأَةُ يَقْتُلُهَا وَلَدُهَا جَمْعَاءَ". (مسند أحمد — تتمة مسند الأنصار — حديث عبادة بن الصامت ٢٢٦٨٤)

[8] اسباب الشہادۃ بالتفصیل: ففيه تحت حديث جابر بن عتيك رضي الله عنه. فالمذكور في حديث جابر هذا ثمانية أنواع مع الشهادة الحقيقة ولخص الزرقاني تبعًا لشراح البخاري وغيرها الروايات التي أطلق فيها اسم الشهادة، فزاد على هذه الثمانية: ٩- الميت. ١٠- على فراشه في سبيل الله. ١١- وصاحب السيل بكسر المهملة وتشديد اللام. ١٢- ومن قتل دون ماله، أو دينه. ١٣- أو دمه. ١٤- أو أهله. ١٥- أو دون مظلمته. ١٦- ومن وقصه فرسه. ١٧- أو بعيره في سبيل الله. ١٨- أو لدغته هامة. ١٩- أو مات على فراشه على أي حتف شاء الله كما في رواية أبي مالك الأشعري مرفوعاً عند أبي داود والحاكم والطبراني. ٢٠- وموت الغريب. ٢١- والشريق. ٢٢- والذي يفترسه السبع. ٢٣- والخار عن دابته. ٢٤- والمائد في البحر الذي يصيبه القيء له أجر شهيد. ٢٥- ومن طلب الشهادة بنية صادقة يكتب شهيدا. ٢٦- أو من تردى من رؤس الجبال. وفي البخاري من حديث عائشة رضي الله عنها: ٢٧- ليس من أحد يقع ☜

أو من قتله أهل البغي، أو أهل الحرب، أو قطاع الطريق ونحو ذلك، وتقدم حكمه في الجنائز من أنه لا يغسل ويدفن بدمه، واختلف في وجه تسمية الشهيد شهيدا على أقوال تقدم ذكرها في باب العتمة والصبح، وبسطها النووي في شرح مسلم اهـ ❶. علامہ سیوطیؒ کی بھی اس میں مستقل ایک تالیف ہے، "أبواب السعادة في أسباب الشهادة" جس میں انہوں نے اسباب شہادۃ کو ستر تک پہنچادیا ہے۔ والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

الطاعون فيمكث في بلده صابرا محتسبا يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له، إلا كان له مثل أجر شهيد، فهذه سبع وعشرون خصلة سوى القتل في سبيل الله. ذكر الحافظ: أن طرقها جيدة، وأنه وردت خصال أخرى في أحاديث لم أعرج عليها لضعفها اهـ زاد الزرقاني: [28] صاحب الحمى. [29] والميت في السجن وقد حبس ظلما. [30] والميت عشقا. [31] أو طالبا للعلم. وزاد العيني: [32] من حبسه السلطان ظالما. [33] أو ضربه فمات فهو شهيد. [34] والمرابط يموت في فراشه. وحكى عن ابن العربي: [35] وصاحب النظرة وهو المعين [36] والغريب شهيدان. قال: وحديثهما حسن. [37] ومن مات مريضا مات شهيدا. [38] والنفساء. [39] ومن احتسب نفسه على الله. [40] ومن عشق وعف وكتم ومات مات شهيدا. وعند الترمذي وقال حسن غريب: [41] من قال حين يصبح ثلاث مرات: أعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم، وقرأ ثلاث آيات من آخر سورة الحشر، فإن مات من يوم مات شهيدا. وعند غيره: [42] من قرأ آخر سورة الحشر فمات من ليلته مات شهيدا. وعند الآجري: يا أنس إن استطعت أن تكون أبدا على وضوء فافعل، [43] فإن ملك الموت إذا قبض روح العبد وهو على وضوء كتب له شهادة. [44] وعن ابن عمر من صلى الضحى وصام ثلاثة أيام من كل شهر ولم يترك الوتر كتب له أجر شهيد. [45] وورد من مات يوم الجمعة [46] أو ليلة الجمعة أجير من عذاب القبر وجاء يوم القيامة وعليه طابع الشهداء: قال أبو نعيم: غريب من حديث جابر. [47] ومن خرج به خراج في سبيل الله كان عليه طابع الشهداء. وزاد القاري عن "أبواب السعادة" على بعض المذكورين: [48] صاحب السيل أي الدق. [49] والمسافر. [50] والمرعوب على فراشه في سبيل الله. وعن أبي عبيدة بن الجراح رضي الله تعالى عنه قلت: يا رسول الله أي الشهداء أكرم على الله؟ قال: [51] رجل قام إلى إمام جائر فأمره بمعروف ونهاه عن منكر فقتله. وعن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: [52] إن الله كتب الغيرة على النساء، والجهاد على الرجال، فمن صبر منهن كان لها أجر شهيد. وورد [53] من قال في كل يوم خمسا وعشرين مرة: اللهم بارك لي في الموت وفي ما بعد الموت، ثم مات على فراشه أعطاه الله تعالى أجر شهيد. [54] ومنها التمسك بالسنة عند فساد الأمة. [55] والمؤذن المحتسب. [56] ومن عاش مداريا. [57] ومن جلب طعاما إلى المسلمين. [58] ومن سعى على امرأته. [59] وولده. [60] وما ملكت يمينه. وغير ذلك مما يطول ذكره. فكل من كثرت أسباب شهادته زيد له في فتح أبواب سعادته اهـ. قلت: وزاد ابن عابدين: [61] من قال في مرضه: أربعين مرة لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين فمات. [62] ومن يقرأ كل ليلة سورة يسين. [63] ومن بات على طهارة فمات. [64] ومن صلى على النبي صلى الله عليه وسلم مائة مرة. [65] وسئل الحسن عن رجل اغتسل بالثلج، فأصابه البرد فمات؟ فقال: يا لها من شهادة! وهذا كما رأيت ترتقي الشهداء إلى قريب من ستين، وذكر صاحب "مظاهر حق" بعض أنواع أخر، وكذا في "كنز العمال". وفيه قال العيني: وفي التوضيح: الشهداء ثلاثة أقسام: شهيد في الدنيا والآخرة وهو المقتول في حرب الكفار بسبب من الأسباب. وشهيد في الآخرة دون أحكام الدنيا. وهم من ذكروا آنفا، وشهيد في الدنيا دون الآخرة، وهو من غل في الغنيمة، ومن قتل مدبرا، أو ما في معناه اهـ (أوجز المسالك إلى موطأ مالك – ج ٤ ص ٥٤٤ - ٥٤٩)

❶ أوجز المسالك إلى موطأ مالك – ج ٩ ص ٣١٦

١٦ - بَابُ الْمَرِيضِ يُؤْخَذُ مِنْ أَظْفَارِهِ وَعَانَتِهِ

مریض (جو قریب المرگ ہو) اسکے ناخن اور زیر ناف بال کاٹ لئے جانے کا حکم

یعنی مریض کو چاہیئے کہ وہ اپنے اظفار اور زیر ناف بالوں کا خیال رکھے۔

٣١١٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ، حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: " ابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ خُبَيْبًا، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا لِقَتْلِهِ، فَاسْتَعَارَ مِنَ ابْنَةِ الْحَارِثِ مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا، فَأَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ، حَتَّى أَتَتْهُ فَوَجَدَتْهُ مُخْلِيًا وَهُوَ عَلَى فَخِذِهِ، وَالْمُوسَى بِيَدِهِ، فَفَزِعَتْ فَزْعَةً عَرَفَهَا فِيهَا، فَقَالَ: أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذَلِكَ ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذِهِ الْقِصَّةَ شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عِيَاضٍ، أَنَّ ابْنَةَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهُمْ حِينَ اجْتَمَعُوا - يَعْنِي - لِقَتْلِهِ اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوسًى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ.

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں بنو حارث بن عامر بن نوفل نے حضرت خبیبؓ کو خرید لیا اور خبیبؓ نے حارث بن عامر کو بدر کے دن قتل کیا تھا چنانچہ حضرت خبیبؓ ان (کافروں) کے پاس قید تھے یہاں تک کہ وہ سب ان کے قتل کیلئے جمع ہو گئے تو حضرت خبیبؓ نے بنت حارث سے استرا مانگا تا کہ اس سے زیر ناف بال صاف کر لیں اس نے انہیں استرا دے دیا اور اسی وقت اس عورت کا بچہ ان کے پاس آ گیا اور عورت کو خبر بھی نہ تھی جب وہ عورت ان کے پاس آئی تو وہ تنہا تھے اور وہ بچہ ان کی ران پر بیٹھا ہوا تھا اور استرا ان کے ہاتھ میں تھا عورت اس منظر سے خوفزدہ ہو گئی حضرت خبیبؓ نے اس کے خوف کو بھانپ لیا اور کہنے لگے کہ کیا تم اس بات سے ڈرتی ہو کہ میں اسکو قتل نہ کر دوں تو میں کبھی یہ کام نہیں کر سکتا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے نقل کیا تو کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عیاض نے بتلایا کہ حارث کی بیٹی نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ جس وقت کفار (حارث بن عمر کے ورثاء) حضرت خبیبؓ کے قتل کے ارادے سے جمع ہوئے تو حضرت خبیبؓ نے اس (حارث کی بیٹی) سے استرا مانگا تا کہ اس سے زیر ناف بالوں کی صفائی کر لیں تو اس نے انہیں استرا دیدیا۔

شرح الحدیث **حضرت خبیب بن عدی کے قتل کا قصہ:** اس باب میں مصنف نے حضرت خبیب بن عدیؓ کے قتل کا قصہ ذکر کیا ہے، یہ قصہ کتاب الجہاد میں بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسْتَأْسَرُ میں (برقم ٢٦٦٠) بالتفصیل گذر چکا اس کو دیکھ لیا جائے، حضرت خبیبؓ نے اپنے واقعہ قتل سے پہلے بڑے اطمینان کے ساتھ قاتلین ہی سے استرہ طلب کر کے اپنے زیر ناف بال صاف کئے تھے جیسا کہ حدیث الباب میں مذکور ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری والنسائی مطولا، قاله المنذری۔

١٧ ـ بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ حُسْنِ الظَّنِّ بِاللهِ عِنْدَ الْمَوْتِ

موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا چاہیے

٣١١٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَبْلَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ: قَالَ: «لَا يَمُوتُ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللهِ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے تین روز قبل ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھتا ہو۔

تخریج: صحيح مسلم - الجنة وصفة نعيمها وأهلها (٢٨٧٧) سنن أبي داود - الجنائز (٣١١٣) سنن ابن ماجه - الزهد (٤١٦٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٣/٣)

شرح الحدیث: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے تین روز قبل یہ فرمایا کہ موت کے وقت آدمی کو خاص طور سے اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا چاہیے، یعنی یہ خیال کرے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی توقع رکھے نیز ایسے وقت میں مریض کو چاہیے کہ ان آیات اور احادیث میں غور و تدبر کرے جو اللہ تعالیٰ کے کرم اور عفو و رحمت کے بارے میں ہیں، كما قال الله تعالى في الحديث الصحيح القدسي: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي. قال النووي: هذا هو الصواب في معناه وقاله جمهور، وشذ الخطابي فذكر معه تأويلات أخر الخ (بذل [1]) خطابی کی رائے اس میں یہ ہے کہ حسن ظن سے مراد حسن عمل ہے اس لیے کہ حسن ظن باللہ بغیر حسن عمل کے حاصل نہیں ہوتا، امام نوویؒ نے اس کو رد کیا ہے جیسا کہ ابھی گذرا پس صحیح یہی ہے کہ ایسے وقت میں حاضرین اور تیمار داروں کو چاہیے کہ جن آیات میں رحمت و عفو کا ذکر ہے وہ اسکے سامنے پڑھیں نیز اسکے سامنے اسکے اعمال حسنہ کو بھی یاد دلایا جائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن پیدا ہونے کی اس نازک وقت میں یہی آسان صورت ہے، رزقنا الله تعالى حسن الظن به تعالى في هذا الوقت۔ والحديث أخرجه مسلم وابن ماجه. قاله المنذري۔

١٨ ـ بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ تَطْهِيرِ ثِيَابِ الْمَيِّتِ عِنْدَ الْمَوْتِ

باب ہے انتقال کے وقت میت کے کپڑے پاک صاف رکھنا اچھا ہے

یعنی بہتر یہ ہے کہ انتقال کے وقت آدمی کے بدن کے کپڑے پاک صاف ہوں۔

حضرت الشیخؒ اور والد صاحبؒ کا حال عند الوفات: ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا جس روز انتقال ہوا، انتقال تو بعد العصر ہوا تھا انتقال والے دن صبح کے وقت میں آپ نے خادم سے خلاف معمول یہ سوال فرمایا: ابو الحسن میرا بستر پاک

[1] المجموع شرح المهذب - ج ٥ ص ١٠٠ . بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ٧٦

ہے؟ اس نے کہا: جی پاک ہے۔ پھر دوسرے وقت میں بھی ایک بار یہی سوال فرمایا، اور میرے والد نور اللہ مرقدہ جن کو ہمیشہ عمر بھر طہارت اور پاکی کا بڑا اہتمام رہا اخیر تک چنانچہ استنجاء میں اولاً استنجاء بالحجر اور اس کے بعد استنجاء بالماء اپنے اختیار واہتمام سے فرماتے رہے، تقریباً اٹھاسی سال کی عمر میں انتقال ہوا، ایک رات اور نصف یوم غفلت کی حالت میں گذرا اس سے قبل اپنے ہاتھ سے وضوء اور استنجاء وغیرہ کرتے رہے انتقال کے بعد جب بستر پر سے نعش کو اٹھایا گیا تو میں نے قصداً دیکھا کہ بستر کا کیا حال ہے اس لیے کہ تقریباً ٢٤ گھنٹے غفلت کی حالت میں گذرے تھے، دیکھا تو بستر بالکل صاف تھا کسی قسم کا کوئی نشان تک نہیں تھا، تموتون کما تحیون وتحشرون کما تموتون الحدیث۔

٣١١٤ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ دَعَا بِثِيَابٍ جُدُدٍ فَلَبِسَهَا، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ الْمَيِّتَ يُبْعَثُ فِي ثِيَابِهِ الَّتِي يَمُوتُ فِيهَا».

ترجمہ ابو سلمہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو سعید خدریؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگوا کر پہنے پھر فرمایا کہ میں نے سنا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ مرنے والا شخص جن کپڑوں میں مرتا ہے انہی میں اٹھایا جائے گا۔

شرح الحدیث حضرت ابو سعید خدریؓ کی جب وفات کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے نئے کپڑے منگا کر پہنے اور فرمایا کہ میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میت کو قبر سے اس کے ان ہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں وہ مرتا ہے۔

دو حدیثوں کے درمیان تطبیق: یہاں پر ایک مشہور اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث اس حدیث کے خلاف ہے جس میں ہے يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً [1]، اسکا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ ان میں سے ایک حدیث میں بعث کا ذکر ہے اور دوسری میں حشر کا، اور یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں، بعث تو کہتے ہیں قبر سے اٹھنے کو اور حشر میدان حشر میں جمع ہونے کو، اور ان دو وقتوں میں کافی فاصلہ ہو گا، اسلئے کہ یہ بہت لمبا چوڑا دن ہو گا، ہزار برس کے برابر، اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث الباب میں ثیاب سے مراد اعمال ہیں کہ آدمی اپنے اعمال کو لے کر قبر سے اٹھتا ہے وہ جیسے بھی ہوں، لیکن ان صحابیؓ نے اس حدیث میں ثیاب کو ظاہری معنی پر محمول کیا فلا تعارض بین الحدیثین، یہ دوسرا جواب ہی راجح ہے، ایسے ہی کہا گیا ہے کہ آیت کریمہ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ [2] میں ثیاب سے مراد اعمال ہیں، اور علامہ قرطبیؒ کہتے ہیں (في: التذكرة في أحوال الموتى وأمور الآخرة) کہ ہو سکتا ہے کہ حشر فی الاکفان شہداء کے ساتھ خاص ہو (عون) وفی هامش البذل وخصه في الفتاوى الحديثية بالشهيد [3]۔

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها - باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة ٢٨٥٩

[2] اور اپنے کپڑے پاک رکھ (سورۃ المدثر ٤)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ٧٧ . عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ٨ ص ٣٨٤ . الفتاوى الحديثية - ج ١ ص ١٣٣

جامع ترمذی میں ہے: قال ابن المبارك: أحب إلي أن يكفن في ثيابه التي كان يصلي فيها[1]، اور اسکی شرح تحفۃ الأحوذی میں ہے بحوالہ فتح الباری کہ صدیق اکبرؓ نے فرمایا تھا کہ میری تکفین میرے ان دو کپڑوں میں کرنا جن کو پہن کر میں نماز پڑھتا ہوں، اور تذکرۃ الحفاظ سے یہ نقل کیا ہے زہریؒ کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ کا جب وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنا پرانا جبہ صوف منگایا اور فرمایا کہ مجھ کو اسی میں کفنانا اسلئے کہ جنگ بدر میں میں نے اسکو پہنا تھا اور میں نے اسکو اسی وقت کیلئے چھپا کر رکھا تھا[2]، اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے بارے میں آئندہ ابن عباسؓ کی حدیث میں آرہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا جس میں ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قمیص تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، في ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ نَجْرَانِيَّةٍ: الْحُلَّةُ ثَوْبَانِ، وَقَمِيصُهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ[3]، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں روایات میں اختلاف ہے۔

١٩ - بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يُقَالَ عِنْدَ الْمَيِّتِ مِنَ الْكَلَامِ

مرنے والے کے قریب کیا بات کرنی چاہیے؟

٣١١٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَيِّتَ فَقُولُوا خَيْرًا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ» فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَقُولُ؟ قَالَ: «قُولِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَأَعْقِبْنَا عُقْبَى صَالِحَةً» قَالَتْ: فَأَعْقَبَنِي اللهُ تَعَالَى بِهِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ ابو وائل ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی میت کے پاس جاؤ تو اچھی بات ہی منہ سے نکالو اسلئے کہ فرشتے جو کچھ تم کہتے ہو اس پر آمین کہتے ہیں اور (فرماتی ہیں کہ) جب ابو سلمہؓ کا انتقال ہوا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اب میں کیا پڑھوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تم یہ دعا پڑھو: اے اللہ! ان کی مغفرت فرما اور مجھے ان کا نعم البدل عطا فرما۔ فرماتی ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا نعم البدل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں عطا فرمایا۔

تخریج صحيح مسلم - الجنائز (٩١٨) صحيح مسلم - الجنائز (٩١٩) صحيح مسلم - الجنائز (٩٢٠) جامع الترمذي - الجنائز (٩٧٧) سنن النسائي - الجنائز (١٨٢٥) سنن أبي داود - الجنائز (٣١١٥) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٤٧) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٢٧/٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩١/٦) موطأ مالك - الجنائز (٥٥٨)

شرح الحدیث حضرت ام سلمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ جب تم کسی میت کے گھر جاؤ تو وہاں جا کر اچھی ہی بات زبان سے نکالو، اس لئے کہ اس وقت وہاں پر فرشتے موجود ہوتے ہیں اور جو کچھ تم کہتے ہو اس پر وہ آمین کہتے ہیں، لہٰذا وہاں جا کر

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الجنائز - باب ما يستحب من الأكفان ٩٩٤

[2] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي - ج ٤ ص ٧٣

[3] سنن أبي داود - كتاب الجنائز - باب في الكفن ٣١٥٣

بہت احتیاط سے بولنا چاہئے، وہ فرماتی ہیں کہ جب میرے سابق شوہر ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! اب میں کیا پڑھوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پڑھو: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَأَعْقِبْنَا عُقْبَى صَالِحَةً، اے اللہ ان کی مغفرت فرما اور مجھے ان کا نعم البدل عطا فرما، وہ کہتی ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا نعم البدل حضور صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمایا۔

یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے، اس کا سیاق کچھ اس سے مختلف ہے اور اس میں کچھ زیادتی بھی ہے، ولفظہ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ، فَيَقُولُ مَا أَمَرَهُ اللهُ: {إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ [1]} ، اللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا، إِلَّا أَخْلَفَ اللهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا". قَالَتْ: فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ، قُلْتُ: أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ؟ أَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ إِنِّي قُلْتُهَا، اس روایت میں آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے پاس پیغام نکاح بھیجنے کا ذکر ہے۔

یعنی وہ یوں فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھنے کے لئے مجھے فرمایا تو میں یہ سوچتی تھی کہ ان سے بہتر کون ہوگا؟ لیکن پھر بھی میں نے اس دعا کو پڑھا الخ اس روایت کا کچھ حصہ باب فی الاسترجاع میں بھی آرہا ہے۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

۲۰- بَابٌ فِي التَّلْقِينِ

باب (مرتے وقت کچھ پڑھنے کی) تلقین کرنے کے بیان میں

تلقین عند الجمہور مستحب ہے اور تلقین سے مراد یہ ہے کہ اسکے پاس بیٹھ کر کلمہ کو پڑھا جائے نہ یہ کہ اس کو پڑھنے کیلئے کہا جائے، البتہ میت کو اس طرف متوجہ کرنے کیلئے اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ پاس والے آپس میں یہ کہیں کہ اللہ کا نام مبارک ہے آؤ ہم سب اللہ کا ذکر کریں، اور ظاہر حدیث کا تقاضا وجوب تلقین ہے چنانچہ ایک جماعت وجوب ہی کی قائل ہے، بلکہ بعض مالکیہ نے تو وجوب پر اتفاق نقل کیا ہے (بذل عن القاری [2]) وفی الدر المختار: یلقن ندبًا وقیل: وجوبًا بذکر الشہادتین عندہ من غیر أمرہ بہا، ولا یلقن بعد تلحیدہ وإن فعل لاینہی عنہ، وفی الجوہرۃ أنہ مشروع عند أھل السنة (ہامش البذل [3]) یعنی تلقین بعد الدفن اگرچہ حنفیہ کے نزدیک مستحب نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص کرے تو اس کو منع نہ کیا جائے۔

۳۱۱۶- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمِسْمَعِيُّ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ أَبِي عَرِيبٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ

---

[1] اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں (سورۃ البقرۃ: ۱۵۶)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٤ ص ۸۰

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٤ ص ۷۹

دَخَلَ الْجَنَّةَ».

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا آخری کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (٣١١٦) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٣٣/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٤٧/٥)

شرح الحدیث: یہ باب کی پہلی حدیث ہے اور باب کی دوسری حدیث حضرت ابو سعید خدریؓ سے مرفوعاً مروی ہے: لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ قَوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔

پہلی حدیث لا کر مصنف نے اشارہ کیا تلقین کے فائدہ اور غرض کی طرف کہ مقصد یہ ہے کہ مرنے والے کا آخری کلام دنیا سے رخصت ہوتے وقت کلمہ توحید ہو، اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ جب ایک مرتبہ وہ کلمہ پڑھ لے تو پھر تلقین نہ کی جائے الایہ کہ اس کے بعد وہ کوئی دنیوی کلام کرے، اور دوسری حدیث میں موتیٰ سے مراد محتضر ہے مجازاً، یہ مجاز مایؤل کے قبیل سے ہے، کذا قال الطيبي كما في البذل، والامام النووي في شرح مسلم، وكذا في مغني المحتاج في فقه الشافعية (ج ١ ص ٣٣٠)، اور بعض شافعیہ نے میت کو حقیقی معنی پر محمول کرتے ہوئے حدیث کو تلقین بعد الدفن پر محمول کیا ہے، لیکن بذل میں ہے کہ تلقین بعد الدفن امر محدث ہے سلف میں معروف نہ تھی لہذا حدیث کو اس پر محمول کرنا درست نہیں، اس پر حضرت شیخ نے حاشیہ بذل میں لکھا ہے لكنه وارد في الروايات العديدة كما في منتخب كنز العمال (ج ٦ ص ٢٦٠)، نیز علامہ عینی اور حافظ ابن حجرؒ دونوں کے کلام میں یہ ہے کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ سے پورا کلمہ مراد ہے، قال الكرماني: والمراد هي وضميمتها "محمد رسول الله"، زین ابن المنیر کہتے ہیں لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ شرعاً شہادتین کا لقب ہے (عون) اور یہی اوپر در مختار سے گذرا لیکن مغنی المحتاج میں "محمد رسول الله" کی زیادتی کے مسنون ہونے اور نہ ہونے پر بحث کی ہے، ان کا میلان عدم زیادتی کی طرف ہے حدیث ابی سعید رضی اللہ تعالی عنہ أخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣١١٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُمَارَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ قَوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ».

ترجمہ: یحییٰ بن عمارہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعیدؓ خدری سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مُردوں کو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی تلقین کیا کرو۔

تخریج: صحيح مسلم - الجنائز (٩١٦) جامع الترمذي - الجنائز (٩٧٦) سنن النسائي - الجنائز (١٨٢٦) سنن أبي داود - الجنائز (٣١١٧) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٤٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣)

۲۱ ۔ بَابُ تَغْمِيضِ الْمَيِّتِ

باب مرنے والے کی آنکھیں بند کرنے کے متعلق حکم

٣١١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيبٍ أَبُو مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ، وَقَدْ شَقَّ [1] بَصَرُهُ، فَأَغْمَضَهُ، فَصَيَّحَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ، فَقَالَ: «لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ» ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ، وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ رَبَّ الْعَالَمِينَ، اللَّهُمَّ افْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ، وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَتَغْمِيضُ الْمَيِّتِ بَعْدَ خُرُوجِ الرُّوحِ، سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ الْمُقْرِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَيْسَرَةَ رَجُلًا عَابِدًا يَقُولُ: غَمَّضْتُ جَعْفَرًا الْمُعَلِّمَ وَكَانَ رَجُلًا عَابِدًا فِي حَالَةِ الْمَوْتِ، فَرَأَيْتُهُ فِي مَنَامِي لَيْلَةَ مَاتَ، يَقُولُ: أَعْظَمُ مَا كَانَ عَلَيَّ تَغْمِيضُكَ لِي قَبْلَ أَنْ أَمُوتَ".

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو سلمہؓ کے پاس تشریف لائے اور اسوقت ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں اس پر ان کے بعض گھر والے چیخنے چلانے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے لئے سوائے کلمہ خیر کے کوئی بات نہ کہو کیونکہ تم جو کہتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں پھر دعا فرمائی: اے اللہ! ابو سلمہ کی مغفرت فرمادیجئے اور ان کا مرتبہ ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند فرمادیجئے اور ان کے پیچھے رہ جانے والوں میں ان کے جانشین بن جایئے اور ہماری اور ان کی مغفرت فرمادیجئے۔ اے تمام جہانوں کے پالنے والے اے اللہ! ان کی قبر کو کشادہ فرمادیجئے اور اس کو ان کے لئے نور سے بھر دیجئے۔

تخریج: صحيح مسلم - الجنائز (٩١٩) صحيح مسلم - الجنائز (٩٢٠) جامع الترمذي - الجنائز (٩٧٧) سنن النسائي - الجنائز (١٨٢٥) سنن أبي داود - الجنائز (٣١١٨) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٤٧) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٥٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩١/٦)

شرح الحدیث: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ابو سلمہ کے انتقال کے وقت حضور ﷺ تشریف لائے اس وقت ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں آپ ﷺ نے ان کو بند کیا اس پر ان کے بعض گھر والے رونے چیخنے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا، دعائے خیر کرو اسلئے کہ ملائکہ آمین کہتے ہیں تمہاری بات پر، اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ

---

[1] قال النووي: هو بفتح الشين ورفع بصره وهو فاعل شق (أي بقي بصره مفتوحا) هكذا ضبطناه وهو المشهور، وضبطه بعضهم بصره بالنصب وهو صحيح أيضا والشين مفتوحة بلا خلاف (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٦ ص ٢٢٢)

دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ، وَاخْلُفْهُ ❶ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ رَبَّ الْعَالَمِينَ، اللَّهُمَّ افْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ، وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ۔

ابو داؤد کے بعض نسخوں میں یہاں پر ایک زیادتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ابو داؤد فرماتے ہیں کہ تغمیض العین خروج روح کے بعد ہونا چاہیئے، اور پھر آگے یہ واقعہ لکھا ہے کہ میں نے اپنے استاد محمد بن محمد بن نعمان المقری سے سنا وہ فرماتے تھے میں نے ابو میسرہ سے سنا جو عابد وزاہد شخص تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر معلم کی موت کے وقت ان کا تغمیض عین کر دیا تو جس روز ان کا انتقال ہوا اسی کی شب میں میں نے انکو خواب میں دیکھا کہنے لگے أَعْظَمُ مَا كَانَ عَلَيَّ تَغْمِيضُكَ لِي قَبْلَ أَنْ أَمُوتَ کہ بہت زیادہ ناگوار بات مجھ پر یہ گذری تمہارا میری آنکھ کو بند کرنا قبض روح سے پہلے اھ، لہٰذا اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ جب مرنے کا یقین ہو جائے تب ہی تغمیض عین کیا جائے۔

اس حدیث میں اغماض میت مذکور ہے، علماء کا اس کے استحباب پر اجماع ہے جس کی حکمت یہ لکھی ہے کہ میت کی ہیئت نہ بگڑے، اور علامہ طیبیؒ نے لکھا ہے کہ جب روح قبض ہوتی ہے تو آنکھ کی روشنی بھی ساتھ ساتھ چلی جاتی ہے، لہٰذا آنکھ کھلی رہنے میں اب کوئی فائدہ نہیں (هامش بذل ❷) اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ اسی وقت اس کا منہ بھی بند کر دیا جائے۔ والحديث أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه (منہل)۔

۲۲۔ بَابٌ فِي الِاسْتِرْجَاعِ

باب ہے إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھنے کے بیان میں

۳۱۱۹ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَصَابَتْ أَحَدَكُمْ مُصِيبَةٌ فَلْيَقُلْ: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اللَّهُمَّ عِنْدَكَ أَحْتَسِبُ مُصِيبَتِي، فَأْجُرْنِي فِيهَا، وَأَبْدِلْ لِي بِهَا خَيْرًا مِنْهَا".

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو چاہیئے کہ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ الخ پڑھا کرے (ترجمہ) بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے اللہ! میں اپنی مصیبت میں تجھ سے ثواب کی امید رکھتا ہوں تو مجھے اس میں اجر عطا فرما اور اس کا مجھے اس سے بہتر بدلہ عطا فرما۔

تخریج: صحيح مسلم - الجنائز (۹۱۸) صحيح مسلم - الجنائز (۹۱۹) جامع الترمذي - الجنائز (۹۷۷) سنن النسائي - الجنائز (۱۸۲۵) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۱۹) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱٤٤۷) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين

---

❶ یعنی اے اللہ تو خلیفہ ہو جا اس میت کا باقی رہنے والوں میں سے اس کی اولاد کا۔

❷ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٤ ص ۸۱

(٢٧/٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩١/٦) موطأ مالك - الجنائز (٥٥٨)

شرح الحديث حدیث الباب "باب ما يقال عند الميت من الكلام" میں اختلاف سیاق کیساتھ گذر چکی۔ اللَّهُمَّ عِنْدَكَ أَحْتَسِبُ مُصِيبَتِي فَآجرني مثل أكرمني، أومثل فانصرني [1]، دونوں طرح اس کو ضبط کیا گیا ہے۔ اول ایجار سے یعنی اجرت اور عوض دینا اور ثانی اجر سے ماخوذ ہے۔

٢٣ - بَابٌ فِي الْمَيِّتِ يُسَجَّى

باب مردے پر کپڑا ڈالنے کے بیان میں

٣١٢٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُجِّيَ فِي ثَوْبِ حِبَرَةٍ».

ترجمہ ابو سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کو یمنی کپڑے سے (وفات کے بعد) ڈھانپ دیا گیا۔

تخریج صحیح البخاري - اللباس (٥٤٧٧) صحیح مسلم - الجنائز (٩٤٢) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٢٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١١٧/٦)

شرح الحديث یعنی آدمی کے انتقال کے بعد اس پر چادر ڈھانک دینی چاہیے اس کو کھلا نہیں چھوڑنا چاہیے، ظاہر ہے کہ غسل میں تو دیر لگے گی لیکن یہ عمل اسی وقت کر دینا چاہیے، جیسا کہ حدیث الباب میں ہے: عَنْ عَائِشَةَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُجِّيَ فِي ثَوْبِ حِبَرَةٍ»۔ حِبَرَةٍ بوزن عنبة، اس کو وصف اور اضافت دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یعنی یمنی چادر جو دھاری دار ہوتی تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ کو آپ کی وفات کے بعد یمنی چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم شرف و کرم۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم، قاله المنذري۔

٢٤ - بَابُ الْقِرَاءَةِ عِنْدَ الْمَيِّتِ

قریب المرگ آدمی کے قریب قرأت کے متعلق باب

٣١٢١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَكِّيٍّ الْمَرْوَزِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، وَلَيْسَ بِالنَّهْدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْرَءُوا يس عَلَى مَوْتَاكُمْ» وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ الْعَلَاءِ.

---

[1] یعنی بالأجر۔

ترجمة معقل بن یسارؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مرنے والے کے پاس یٰسٓ کی تلاوت کیا کرو۔

تخریج سنن أبي داود - الجنائز (٣١٢١) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٤٨) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٢٦/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٢٧/٥)

شرح الحديث اقْرَءُوا يس عَلَى مَوْتَاكُمْ: یہاں پر موتی سے مراد المحتضر ہے۔ اکثر علماء کی رائے یہی ہے، اور بعض کی رائے یہ ہے کہ سورۂ یٰسین اسکے پاس بیٹھ کر اسکی موت کے بعد پڑھی جائے جبکہ اس پر چادر ڈھکی ہوئی ہو[1]، اور تیسرا قول یہ ہے کہ یقرأ علیه عند القبر، علماء نے اس سورۃ کی قراءت کی حکمت میں لکھا ہے کہ اس وقت آدمی میں تلفظ کی تو طاقت رہتی نہیں انتہائی ضعف کی وجہ سے اس وقت وہ اپنی کسی حاجت کو ظاہر نہیں کر سکتا۔ لیکن مؤمن آدمی کا قلب ایسے وقت میں بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس پر یٰسین اس وقت میں اس لئے پڑھی جاتی ہے تا کہ اس کے ایمان اور قوت قلبیہ میں اضافہ ہو، اس لئے کہ اس سورت میں شریعت کے اُمہات اصول اور وہ بڑے بڑے مسائل جن کو علماء نے اپنی تصنیفات میں بیان کیا ہے مختلف امتوں کے احوال، تقدیر کا اثبات اور یہ کہ بندوں کے افعال کا استناد اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، اور اثبات توحید، نفی شرک اور احوال قیامت، حشر و نشر کا منظر، حساب کتاب، ثواب و عقاب وغیرہ چیزیں مذکور ہیں، نیز حدیث میں ہے کہ ہر چیز کے لئے قلب ہوتا ہے اور قلب قرآن سورۂ یٰسین ہے لہٰذا اس صورت کو اس کے سامنے پڑھنے سے اس کو روحانی قوت اور تسلی ہوگی اور ایمانیات کا استحضار ہوگا، (بشرطیکہ وہ قرآن پاک کا ترجمہ سمجھتا ہو)۔

ہر جمعہ کو اپنے والدین کی قبر پر جاکر سورۂ یسین پڑھنا: اور سورۂ یٰسین کے عند القبر پڑھنے کے بارے میں ایک حدیث میں ہے جس کو ابن عدی وغیرہ نے روایت کیا: مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَرَأَ عِنْدَهُمَا يٰس غُفِرَ لَهُ بِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ مِنْهَا (من البذل[2])۔ والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٢٥ - بَابُ الْجُلُوسِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

مصیبت کے وقت بیٹھ جانے کے متعلق باب

٣١٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «لَمَّا قُتِلَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، وَجَعْفَرٌ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ جَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فِي الْمَسْجِدِ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ الْحُزْنُ» وَذَكَرَ الْقِصَّةَ.

---

[1] لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ فقہاء نے میت کے قریب بیٹھ کر قبل الغسل تلاوت قرآن سے منع کیا ہے۔

[2] الكامل في ضعفاء الرجال — ج ٦ ص ٢٦٠. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٨٥

ترجمہ: عمرہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں وہ فرماتی ہیں کہ جب زید بن حارث اور جعفر اور عبد اللہ بن رواحہ کو شہید کر دیا گیا تو نبی کریم ﷺ مسجد میں بیٹھ گئے آپ ﷺ کے چہرہ انور پر غم کے اثرات نمایاں تھے اور واقعہ آگے بیان کیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٢٣٧) صحيح مسلم - الجنائز (٩٣٥) سنن النسائي - الجنائز (١٨٤٧) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٢٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٧٧/٦)

شرح الحدیث: یعنی موت جیسی کسی مصیبت کے وقت اگر آدمی تھوڑی دیر کیلئے سکون ووقار اور سکوت کے ساتھ بیٹھ جائے جس میں آثار حزن ظاہر ہو رہے ہوں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں، یہ خود جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب غزوہ موتہ میں زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شہید ہو جانے کی خبر حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ مسجد میں بیٹھے آپ کے چہرہ انور سے آثار حزن نمایاں تھے، علامہ طیبیؒ لکھتے ہیں: یعنی آپ نے اپنے رنج وغم کو پی رکھا تھا تو فطری طور پر اس کا جو اثر چہرے پر ہونا چاہئے تھا وہ ظاہر ہوا، علماء نے لکھا ہے کہ اس میں اعتدال کی تعلیم ہے کہ جملہ احوال میں اعتدال مسلک مستقیم ہے، لہٰذا اگر کسی کو کوئی عظیم مصیبت پہنچے تو اس کو چاہئے کہ نہ تو اظہار حزن میں افراط کرے لطم وشق اور نوحہ وغیرہ جو کہ ناجائز اور ممنوع ہے، اور نہ اس کے بارے میں تفریط کرے کہ بے پرواہی اور بہادری دکھائے جو علامت ہے قساوت قلب کی، بلکہ حضور ﷺ کا اتباع کرنا چاہئے، اور اس وقت آپ ﷺ کے جلوس فی المسجد کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کا یہ مسجد میں بیٹھنا حسب معمول اور عادت شریفہ کے مطابق تھا، یعنی اس نیت سے نہیں تھا کہ لوگ آپ ﷺ کے پاس تعزیت کیلئے آئیں، لہٰذا یہ آپ ﷺ کی مجلس مجلس ماتم وسوگ نہیں تھی [1]۔

آگے روایت میں ہے وَذَكَرَ الْقِصَّةَ، یہ قصہ مفصلاً بخاری میں مذکور ہے فی بَابِ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ (بذل)، جس کا مضمون یہ ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ان تینوں حضرات کی شہادت کی اطلاع پر میں نے حضور ﷺ کو مجلس میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور آپ ﷺ کے چہرے سے حزن کے آثار ظاہر ہو رہے تھے اور میں حجرہ کے اندر سے اپنے دروازہ کے دُرز میں سے دیکھ رہی تھی تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا کہ جعفر کے گھر والے چیخ چلا رہے ہیں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جا کر ان کو منع کر دو، وہ گیا اور پھر آیا کہا کہ وہ تو مان نہیں رہے ہیں، آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ جا کر ان کو منع کر دو وہ گیا اور پھر آیا کہنے لگا: یا رسول اللہ! وہ تو ہماری سن نہیں رہے آپ ﷺ نے فرمایا: جا پھر ان کے منہ میں خاک ڈال دے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: میں نے اسکو بلا کر کہا تیرا ناس ہو، نہ تجھ سے وہ کام ہو رہا ہے جو حضور ﷺ فرما رہے ہیں اور نہ تو حضور ﷺ ہی کو مشقت میں ڈالنے سے چھوڑ رہا ہے، مطلب یہ تھا کہ تجھ کو حضور ﷺ سے یہ عرض کر دینا چاہئے کہ یہ کام میرے بس کا نہیں، میں اسکو انجام نہیں دے سکتا لہٰذا آپ ﷺ کسی اور کو بھیج دیں۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي،

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ١٤ ص ٨٥-٨٦

قاله المنذری۔

٢٦۔ بَابٌ فِي التَّعْزِيَةِ

مرنے والے پر اظہار افسوس کرنے کے متعلق باب

تعزیہ عزاءٌ سے مشتق ہے جس کے معنی صبر ہیں، لہذا تعزیت کے معنی ہوئے کسی کو عزاء یعنی صبر پر ابھارنا اور اسکی تلقین کرنا، صبر دلانا، یعنی اس کو اجر وثواب کی دعا دینا تاکہ اس کو اس سے تسلی ہو اور صبر آجائے۔

٣١٢٣ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ سَيْفٍ الْمَعَافِرِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَبَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْنِي - مَيِّتًا فَلَمَّا فَرَغْنَا، انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْصَرَفْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا حَاذَى بَابَهُ وَقَفَ، فَإِذَا نَحْنُ بِامْرَأَةٍ مُقْبِلَةٍ، قَالَ: أَظُنُّهُ عَرَفَهَا فَلَمَّا ذَهَبَتْ، إِذَا هِيَ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَخْرَجَكِ يَا فَاطِمَةُ مِنْ بَيْتِكِ؟»، فَقَالَتْ: أَتَيْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، أَهْلَ هَذَا الْبَيْتِ فَرَحَّمْتُ إِلَيْهِمْ مَيِّتَهُمْ أَوْ عَزَّيْتُهُمْ بِهِ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَلَعَلَّكِ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدَى؟»، قَالَتْ: مَعَاذَ اللهِ، وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَذْكُرُ فِيهَا مَا تَذْكُرُ، قَالَ: «لَوْ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدَى» فَذَكَرَ تَشْدِيدًا فِي ذَلِكَ، فَسَأَلْتُ رَبِيعَةَ عَنِ الْكُدَى؟ فَقَالَ: «الْقُبُورُ فِيمَا أَحْسَبُ».

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک مردے کو دفن کیا جب ہم فارغ ہوگئے تو آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ہمراہ لوٹ آئے پھر جب آپ ﷺ میت کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو ٹھہر گئے تو وہاں سامنے سے ایک عورت آرہی تھی راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو پہچان لیا۔ جب وہ چلی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ فاطمہؓ تھیں آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اے فاطمہ! تمہیں کس چیز نے اپنے گھر سے نکالا؟ فاطمہؓ نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! میں ان گھر والوں کے پاس اسلئے آئی تھی تاکہ ان کے میت کیلئے رخصت کی دعا کروں یا یہ فرمایا کہ اس پر ان سے اظہار افسوس کروں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شاید کہ تم لوگوں کے ساتھ قبرستان تک گئی ہو؟ حضرت فاطمہؓ کہنے لگیں: اللہ کی پناہ (میں کیونکر جاتی) جبکہ میں آپ ﷺ سے اس بارے میں (ممانعت کا) ذکر سن چکی ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم ان کے ساتھ قبرستان چلی جاتیں پھر اس پر سختی کے الفاظ ارشاد فرمائے۔ راوی مفضل کہتے ہیں میں نے ربیعہ سے کدی کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا میرےؒ خیال میں اس سے مراد قبور (قبرستان) ہے۔

تخریج: سنن النسائي - الجنائز (١٨٨٠) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٢٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٦٩/٢)

شرح الحديث: اس حدیث کا مضمون ہمارے یہاں بَابٌ فِي صَفَايَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی پہلی حدیث (برقم ٢٩٦٣) کے ضمن میں آچکا ہے اس کو دیکھ لیا جائے دوبارہ یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔

امام ابو داؤد کی ایک خاص عادت شریفہ سلوک ادب میں: قَالَ: «لَوْ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدَى» فَذَكَرَ تَشْدِيدًا فِي ذَلِكَ: امام ابو داؤد کی اس عادت شریفہ اور ادب پر ہم پہلی جگہ لکھ چکے ہیں، یہاں پر علامہ شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ تعالی اپنی تعلیق میں لکھتے ہیں: وفي الكناية عن بقية الحديث أدب من الإمام أبي داؤد رحمه الله تعالى مع بضعة النبي ﷺ رضي الله تعالى عنها ينبغي الاقتداء به. قال السخاوي رحمه الله تعالى في أواخر "بذل المجهود في ختم سنن ابي داؤد" وهو يعدد مناقب الإمام أبي داؤد: ومن وفور أدبه أنه لما أورد الحديث في رؤية النبي ﷺ ابنته فاطمه رضي الله تعالى عنها في الطريق، وقالت له: إنها كانت تعزي أناساً في ميت لهم ... لم يذكر الكلام الأخير، بل أشار إليه بقوله: فذكر تشديدا في ذلك. وهذا ذكرنا بأدب أئمة آخرين في حديث سرقة المرأة المخزومية، وقوله ﷺ: لو أن فاطمة بنت محمد (ﷺ) ..... فقد رواه ابن ماجه (٢٥٤٧) بسنده قال: مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: سَمِعْتُ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ: «قَدْ أَعَاذَهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تَسْرِقَ، وَكُلُّ مُسْلِمٍ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَقُولَ هَذَا»، اور اس کے بعد حافظؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس حدیث سرقہ کو ذکر کیا تو انہوں نے بھی اس طرح فرمایا: فذكر عضوا شريفا من امرأة شريفة اه[1]۔

آپ ﷺ کے والدین کا حکم اخروی: حضور اقدس ﷺ کے والدین کے ایمان وعدم ایمان کے بارے میں علماء کا اختلاف حضرت سہارنپوری نے بذل میں اس جگہ اور آئندہ "باب في زيارة القبور" میں أَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهِ فَبَكَى، وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهُ کے تحت اور حضرت شیخ نے حاشیہ بذل[2] میں بہت سی کتابوں کے حوالے اور مختصر مختصر عبارات تحریر فرمائی ہیں نیز اہل فترت کے بارے میں اختلاف علماء کا ذکر فرمایا ہے جو دیکھنا چاہے اس کی طرف رجوع کرے، اور یہ احقر اپنے سبق میں یہ کہا کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں تحقیق تو چاہے جو ہو لیکن سچی بات یہ ہے آپ ﷺ کے ایک امتی کے دل کی خواہش یہی ہونی چاہئے کہ کسی طرح ان کا ایمان اور اسلام ثابت ہی ہو تو بہتر ہے، یعنی جب کبھی ان کا ذکر یا خیال آئے۔ آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں تفصیل جلد ثامن میں رقم الحدیث ٤٧١٨ کی شرح میں آرہی ہے۔

---

[1] كتاب السنن – ج ٤ ص ٢٢. فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر – ج ١٢ ص ٩٥

[2] حاشیہ بذل (ج ١٤ ص ٢٠٣) میں علامہ سیوطیؒ کی "دیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج" سے نقل کیا ہے سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں سات رسائل تصنیف کئے ہیں اور انہوں نے حدیث الباب استأذنت ربي تعالى ان استغفر لها فلم يأذن لي، پر کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ مسلم کے بعض نسخوں میں موجود نہیں ہے اور اگر ثابت ہو جائے تو منسوخ ہے الى آخر ما في الحاشية، نیز اس کے بارے میں امام برزنجی کا بہت مشہور رسالہ "سداد الدين وسداد الدين في إثبات النجاة والدرجات للوالدين" ہے اس کو دیکھنا چاہئے، خاص اسی موضوع پر مفصل اور مدلل تصنیف ہے۔

۲۷ ۔ بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ

مصیبت کے وقت صبر کے بیان میں

۳۱۲٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَتَى نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ تَبْكِي عَلَى صَبِيٍّ لَهَا، فَقَالَ لَهَا: اتَّقِي اللهَ، وَاصْبِرِي، فَقَالَتْ: وَمَا تُبَالِي أَنْتَ بِمُصِيبَتِي، فَقِيلَ لَهَا: هَذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَتَتْهُ، فَلَمْ تَجِدْ عَلَى بَابِهِ بَوَّابِينَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَمْ أَعْرِفْكَ، فَقَالَ: "إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى - أَوْ: عِنْدَ أَوَّلِ صَدْمَةٍ -".

ترجمہ حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم سرور دو عالم ﷺ ایک عورت کے پاس تشریف لے گئے جو اپنے بچے کی (وفات کی) وجہ سے رو رہی تھی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور صبر کرو وہ کہنے لگی تم کو میری مصیبت کی کیا پرواہ تو اس کو بتایا گیا کہ یہ تو نبی کریم سرور دو عالم ﷺ تھے چنانچہ وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور آپ ﷺ کے دروازے پر اس نے کوئی دربان نہ پایا تو اس نے (آپ ﷺ سے) عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کو پہچان نہ پائی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صبر تو وہی ہے جو مصیبت کے شروع میں ہو۔

تخریج صحیح البخاري - الجنائز (١١٩٤) صحیح البخاري - الجنائز (١٢٢٣) صحیح البخاري - الجنائز (١٢٤٠) صحیح البخاري - الأحكام (٦٧٣٥) صحیح مسلم - الجنائز (٩٢٦) سنن النسائي - الجنائز (١٨٦٩) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٢٤) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥٩٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٤٣/٣)

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ کا گزر ایک عورت پر ہوا جو اپنے بچہ پر رو رہی تھی، آپ ﷺ نے اس کو صبر تقویٰ کی تلقین فرمائی (وہ چونکہ آپ کو اس وقت شدت رنج کی وجہ سے پہچان نہ سکی تھی اس لئے) اس نے الٹ کر جواب دیا کہ تم کو میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے، اس پر کسی نے بعد میں اس سے کہا کہ اری یہ حضور ﷺ تھے تو وہ فوراً آپ ﷺ کے دولت کدہ پر پہنچی، راوی کہتا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کے دروازہ پر دربان اور چوکیداروں کو نہیں پایا۔ یعنی جیسا کہ دنیوی امراء کے درباروں پر ہوا کرتا ہے۔ تو اس عورت نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں تھا آپ نے اس کی بات کا تو کوئی جواب نہیں دیا البتہ یہ فرمایا: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى، کہ صبر تو وہی ہے جو مصیبت کے شروع میں حاصل ہو۔ (بعد میں تو صبر سب کو آہی جاتا ہے)۔ والحديث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی. قاله المنذری۔

٢٨ - بَابٌ فِي الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ

باب مرنے والے پر رونے کے متعلق حکم کے بارے میں

٣١٢٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ ابْنَةً لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِ وَأَنَا مَعَهُ، وَسَعْدٌ، وَأَحْسَبُ أُبَيًّا: أَنَّ ابْنِي - أَوْ بِنْتِي - قَدْ حُضِرَ فَاشْهَدْنَا، فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ، فَقَالَ: «قُلْ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَمَا أَعْطَى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ، إِلَى أَجَلٍ» فَأَرْسَلَتْ تُقْسِمُ عَلَيْهِ، فَأَتَاهَا فَوُضِعَ الصَّبِيُّ فِي حِجْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: مَا هَذَا؟ قَالَ: «إِنَّهَا رَحْمَةٌ، وَضَعَهَا اللهُ فِي قُلُوبِ مَنْ يَشَاءُ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ».

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کی صاحبزادی نے ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام دیکر بھیجا اور اس وقت میں اور سعد بن عبادہ اور شاید کہ ابیؓ بن کعب بھی آپ ﷺ کے ساتھ مجلس میں موجود تھے ان صاحبزادی نے یہ کہلوایا کہ میرے بیٹے یا میری بیٹی کا وقت آخر آن پہنچا ہے تو آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائیے۔ آپ ﷺ نے ان کو (جوابا) کہلوایا کہ جا کر ان (حضرت زینبؓ) سے سلام کہیئے پھر کہیئے کہ اللہ ہی کا ہے جو اس نے لیا اور جو اس نے دیا اور ہر چیز کے لئے اس کے یہاں وقت مقرر ہے اس پر حضرت زینبؓ نے آپ ﷺ کو قسم دیکر پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیے چنانچہ آپ ﷺ تشریف لے گئے تو بچہ کو آپ ﷺ کی گود میں دی دیا گیا اور اسکی سانس اسوقت اکھڑ رہی تھی تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے یہ دیکھ کر حضرت سعدؓ نے عرض کیا کہ یہ رونا کیسا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ رحمت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں میں سے جس کے قلب میں چاہا رکھ دی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں میں سے ان بندوں پر رحم فرماتے ہیں جو رحمدل ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٢٢٤) صحيح البخاري - المرضى (٥٣٣١) صحيح البخاري - القدر (٦٢٢٨) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٧٩) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٤٢) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠١٠) صحيح مسلم - الجنائز (٩٢٣) سنن النسائي - الجنائز (١٨٦٨) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٢٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٠٦/٥)

شرح الحدیث: حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ آپ کی ایک صاحب زادی (زینب) نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک قاصد کو بلانے کے لئے بھیجا اور اس وقت آپ کے ساتھ میں اور سعد بن عبادہ اور ابی بن کعب مجلس میں بیٹھے تھے قاصد ان کا پیام لایا کہ میرا بیٹا یا بیٹی (شک راوی ہے) کا آخری وقت ہے ہمارے پاس تشریف لے آئے، آپ ﷺ نے قاصد سے فرمایا: جا کر میرا اسلام کہنا اور یہ کہہ دینا لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَمَا أَعْطَى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ، إِلَى أَجَلٍ، قاصد نے جا کر آپ کی بات پہنچا دی، انہوں نے دوبارہ قاصد کو آپ کی خدمت میں قسم دیکر بھیجا اس پر آپ وہاں تشریف لے گئے، اس بچہ کو آپ کی گود میں رکھ دیا گیا جبکہ اس

بچے کی روح پھڑک رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے، اس پر حضرت سعدؓ نے آپ سے عرض کیا کہ یہ رونا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ آنسو رحمت ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جس کے قلب میں چاہتے ہیں ودیعت فرما دیتے ہیں، اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بھی بندوں میں سے اسی پر رحم فرماتے ہیں جو رحم دل ہوتا ہے، حضرت سعد یہ سمجھتے تھے کہ شاید صرف آنسوؤں سے رونا بھی ممنوع ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی وضاحت فرمائی کہ یہ بُکا بکائے منہی عنہ میں داخل نہیں بلکہ یہ تو پسندیدہ ہے رحم دلی کی علامت ہے، علماء نے لکھا ہے کہ کمال تو اِعطاءُ کلِ ذِیْ حَقٍّ حَقَّه میں ہے، اور جو بعض صوفیہ اور زُہاد سے منقول ہے کہ جب ان کو کسی عزیز کی موت کی اطلاع کی گئی تو رضا بالقضاء کے طور پر ہنس دیے، یہ کمال کی بات نہیں۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٣١٢٦ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وُلِدَ لِي اللَّيْلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - قَالَ أَنَسٌ: لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَكِيدُ بِنَفْسِهِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَمَعَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يُرْضِي رَبَّنَا، إِنَّا بِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ».

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج رات میرا ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام میں نے اپنے باپ! ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا ہے۔ پھر حدیث ذکر کی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند) کو نزاع کی حالت میں دیکھا کہ وہ اپنی آخری سال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور دل غمگین ہے اور ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو کہ اے ابراہیم ہمیں تمہارے جانے کا غم ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الجنائز (١٢٤١) صحيح مسلم - الفضائل (٢٣١٥) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٢٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٩٤).

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات میرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے تو میں نے اس کا نام اپنے باپ (جد اعلیٰ) کے نام پر ابراہیم رکھا ہے۔ آگے اس روایت میں کچھ اور ہوگا جس کو مصنفؒ نے اختصاراً حذف کر دیا پھر آگے حدیث میں یہ ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرزند کو جان دیتے ہوئے دیکھا جب کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہنے لگے اور آپ نے یہ اشارہ فرمایا کہ آنکھ آنسو بہاتی ہے اور قلب غمگین ہے اور ہم زبان سے وہی کہیں گے جس قول کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں: إِنَّا بِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ کہ اے ابراہیم ہمیں تیرے جانے کا غم ہے۔

برَضِي یا بُرضِي، پہلی صورت میں ربُّنا فاعل ہونے کی بناپر اور دوسری صورت میں ربَّنا بالنصب حضرت ابراہیمؑ کی ولادت و وفات اور مدت عمر کا بیان کتاب الکسوف میں گذر چکا ہے اور آئندہ یہاں "باب فی الصلاۃ علی الطفل" کے متن میں بھی آرہا ہے۔ والحدیث أخرجه مسلم، وأخرجه البخاري تعليقا، قاله المنذري۔

۲۹۔ بَابٌ فِي النَّوْحِ

انتقال ہو جانے پر بلند آواز میں (مردے کے اوصاف بیان کرکے) رونے کے متعلق حکم کے بیان میں

نوح اور نیاحۃ محاسن میت بیان کرکے رونا یا چیخ پکار کے ساتھ رونا، دونوں تفسیریں کی گئی ہیں اور دونوں ممنوع ہیں بغیر ذکر محاسن کے آنسوؤں سے رونا ثابت ہے۔

۳۱۲۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: «إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ».

ترجمہ: ام عطیہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٢٤٤) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦١٠) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٨٩) صحيح مسلم - الجنائز (٩٣٦) صحيح مسلم - الجنائز (٩٣٧) سنن النسائي - البيعة (٤١٨٠) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٢٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٨٤)

۳۱۲۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: «لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والیوں اور اسکو سننے والیوں پر لعنت فرمائی۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (٣١٢٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٦٥)

شرح الحدیث: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ: یعنی نوحہ کرنے والی عورت اور اس نوحہ کو سننے والی دونوں پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے نائحۃ میں تاء اگر تانیث کیلئے ہے تو عورت کی تخصیص اس لئے ہے کہ زیادہ تر یہ نوحہ عورتوں ہی میں پایا جاتا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ اس میں تاء مبالغہ کیلئے ہو اس صورت میں اشارہ ہوگا اس طرف کہ جو شخص بکثرت ایسا کرے وہی مستحق لعن ہے اور جس سے اتفاقیہ کبھی اس کا صدور ہوا ہو وہ اس میں داخل نہیں۔

۳۱۲۹ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدَةَ، وَأَبِي مُعَاوِيَةَ الْمَعْنَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ» فَذُكِرَ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ: وَهِلَ تَعْنِي ابْنَ عُمَرَ

إِنَّمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ. فَقَالَ: «إِنَّ صَاحِبَ هَذَا لَيُعَذَّبُ وَأَهْلُهُ يَبْكُونَ عَلَيْهِ» ثُمَّ قَرَأَتْ: {وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى[1]} قَالَ: عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَلَى قَبْرِ يَهُودِيٍّ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک مُردے کو اسکے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے جب یہ بات حضرت عائشہؓ کے سامنے بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عمرؓ کو وہم ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک مرتبہ ایک قبر پر ہوا آپ نے فرمایا کہ اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے اور حال یہ ہے کہ اسکے گھر والے اس پر رو رہے ہیں۔ پھر آیت تلاوت فرمائی: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ابو معاویہ سے یہ بات مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک یہودی کی قبر پر یہ بات فرمائی۔

تخریج: صحيح مسلم - الجنائز (۹۲۸) صحيح مسلم - الجنائز (۹۲۹) سنن النسائي - الجنائز (۱۸۵۵) سنن النسائي - الجنائز (۱۸۵۶) سنن النسائي - الجنائز (۱۸۵۸) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۲۹)

شرح الحدیث: **الميت يعذب ببكاء اہله عليه حدیث کی تحقیق اور توجیه:** ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ نے آپ ﷺ کی یہ حدیث نقل کی کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے، حضرت عائشہؓ کے سامنے جب اس حدیث کا ذکر آیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عمرؓ کو وہم ہوا ہے اور نقل کرنے میں غلطی کی ہے، اور صحیحین کی روایت میں ہے: أَمَا إِنَّهُ لَمْ يَكْذِبْ، وَلَكِنَّهُ نَسِيَ أَوْ أَخْطَأَ[2]، اور پھر انہوں نے اپنی طرف سے صحیح حدیث بیان کی کہ اصل حدیث تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کا گذر ایک مرتبہ ایک یہودی کی قبر پر ہوا اسکے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اس صاحب قبر کو عذاب دیا جارہا ہے یعنی اس کے کفر اور فسق کی وجہ سے، اور حال یہ ہے کہ اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں، یعنی پھر یہ اس قابل کہاں کہ اس کو رویا جائے۔ پھر اسکے بعد حضرت عائشہؓ نے ابن عمرؓ والی حدیث کی تردید کیلئے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى، امام خطابیؒ[3] فرماتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ بات اسی طرح ہو جس طرح حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں کہ یہ حدیث ایک یہودی کے بارے میں آپ نے فرمائی تھی: والخبر المفسر أولى من المجمل، اور ہو سکتا ہے ابن عمرؓ کی روایت بھی صحیح ہو لیکن وہ آیت کریمہ کے خلاف نہیں اور یہ اس لئے کہ اہل جاہلیت وصیت کیا کرتے تھے بکاء اور نوحہ کی اور اس صورت میں جو عذاب ہوگا اس کی وصیت کی بنا پر ہوگا جو اس نے زندگی میں کی تھی اور علامہ سندھی "فتح الودود" میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مختلف طرق اور متعدد صحابہ سے ثابت ہے، اور اسکے معنی بھی صحیح اور درست ہیں اس توجیہ کے بعد جو اوپر گذری لہذا اس حدیث پر انکار کی کوئی وجہ نہیں، یہی بات ملا علی قاریؒ نے بھی لکھی ہے کہ یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ اور متعدد روایات سے ابن عمرؓ اور غیر ابن

---

[1] اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا (سورۃ الأنعام: ۱۶٤)

[2] صحيح مسلم - كتاب الجنائز - باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه ۹۳۲

[3] معالم السنن شرح سنن أبي داود - ج ۱ ص ۳۰۲

عمرؓ سے ثابت ہے، لہذا حضرت عائشہؓ کا اعتراض اپنے اجتہاد کے اعتبار سے ہے امام نوویؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کی تاویل جمہور نے یہی کی ہے کہ یہ وصیت پر محمول ہے کہ ایسے شخص کو عذاب ہوتا ہے اس کی وصیت کی وجہ سے اور جس میت پر اس کے اہل بغیر اس کی وصیت کے نوحہ کریں (اور بغیر اس کی رضامندی کے) تو اس کو عذاب نہیں ہوتا، لقوله تعالى: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ اه[1]، اس حدیث کی اور بھی توجیہات کی گئی ہیں۔ حضرت شیخؒ نے أوجز المسالك[2] میں لکھا ہے کہ علامہ عینیؒ نے اس میں علماء کے آٹھ قول لکھے ہیں اور سیوطی نے شرح الصدور میں نو اقوال، اور حضرت نے دوسری شروح حدیث سے ان کے علاوہ بھی لکھے ہیں جن کا مجموعہ چودہ اقوال تک پہنچ جاتا ہے، ہم ان میں سے یہاں چند لکھواتے ہیں: ① المیت یعذب بما نیح علیہ[3]: میں باء سببیہ نہیں ہے بلکہ حال کیلئے ہے أي یعذب في حال بکاء أهله علیه، مطلب یہ ہے کہ میت کو عذاب دیا جاتا ہے (کسی گناہ کی وجہ سے) اس حال میں کہ اسکے گھر والے اس پر بکاء کرتے ہیں یعنی میت کا تو حال وہاں قبر میں یہ ہے کہ اسکے عصیان کی وجہ سے اسکی پٹائی ہو رہی ہے اور یہاں یہ ہو رہا ہے کہ اسکے فراق کی وجہ سے گھر والے رو رہے ہیں، اور یہ مطلب نہیں کہ بکاء کی وجہ سے اسکو تعذیب ہوتی ہے، ② یہ تعذیب خاص ہے کافر کے ساتھ مسلم اس میں داخل نہیں، ③ یہ اس میت کے حق میں ہے جسکا معمول اور طریق زندگی میں نوحہ ہو، امام بخاریؒ نے بھی اسی توجیہ کو اختیار فرمایا ہے جیسا کہ ان کی تبویب سے معلوم ہوتا ہے: بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ، ④ یہ محمول ہے اس شخص پر جو نوحہ کی وصیت کر کے مرا ہو جمہور نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے، ⑤ یہ اس شخص کے حق میں ہے جس نے ترک نوح کی وصیت نہ کی ہو اس قول کی بنا پر ترک نوح کی وصیت کرنا واجب ہوگا، داؤد ظاہری اور ایک جماعت کی رائے یہی ہے، ⑥ مطلب یہ ہے حدیث کا کہ میت کو ان کے صفات اور احوال کی وجہ سے تعذیب ہوتی ہے جن صفات اور احوال کو بیان کر کر کے وہ روتے ہیں، کیونکہ وہ شرعاً مذموم اور ناجائز ہوتے ہیں مثلاً وہ یہ کہا کرتے تھے نوح کے وقت یَا مُرَمِّلَ[4] النِّسَاءِ، یَا مُیَتِّمَ الْأَوْلَادِ، یَا مُخَرِّبَ الدُّوْرِ، یعنی رونے والیوں کے کلام میں جن اوصاف کی طرف اشارہ ہے جو اس میت کے اندر موجود تھے اصل عذاب تو ان صفات کی وجہ سے ہو رہا ہے، اور یہ رونے والیاں بے وقوف ان اوصاف مذمومہ کا مفاخر کے طور پر بیان کر رہی ہیں، یعنی میت کی وہ سیادت اور شجاعت اور تمول جن کو وہ ناحق چیزوں میں استعمال کرتا تھا اور جن کی وجہ سے اس کو آج عذاب ہو رہا ہے یہ انہی اوصاف کو بیان کر کے رو رہی ہیں، ورجح هذا القول الاسماعیلي وهو اختیار ابن حزم وطائفة، ⑦ تعذیب سے مراد عذاب اخروی نہیں ہے بلکہ ملائکہ کی توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ ہے۔ میت کے جن اوصاف کے ساتھ وہ ندبہ کیا کرتے تھے مثلاً آتا ہے روایت

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج٦ ص ٢٢٨

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٤ ص ٥٥٤

[3] سنن ابن ماجه — كتاب الجنائز — باب ما جاء في الميت يعذب بما نيح عليه ١٥٩٣

[4] عورتوں کو أرملة یعنی بیوہ بنانے والا، بچوں کو یتیم کر دینے والا، اور گھروں کو ویران کر دینے والا یعنی جس کے مرنے سے یہ مصائب پیش آئے۔

ہیں کہ جب نائحہ کہتی ہے واعضداہ، واکاسیاہ، واناصراہ[1] تو فرشتہ اس میت کے چونکارتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے أنت عضدھا أنت ناصرھا أنت کاسیھا، کیوں رے تو کیا ایسا ہے اور ایسا ہی ہے، ⑧میت سے مراد محتضر مجازاً، اور تعذیب سے مراد تعذیب فی الدنیا یعنی اس کو گھر والوں کے رونے کی وجہ سے الم اور تکلیف پہنچتی ہے۔ ان سب اقوال میں سب سے زیادہ معروف چوتھا جواب ہے اسی کو اختیار کیا ہے درمختار اور شرح اقناع میں، اور لکھا ہے کہ یہ چیز اہل جاہلیت میں معروف تھی کہ وہ بسا اوقات مرتے وقت نوحہ کی وصیت کرتے تھے چنانچہ طرفہ بن العبد کہتا ہے:

إذَا مِتُّ فَانْعِيْنِي بِمَا أَنَا أَهْلُهُ ؏ وَشُقِّي عَلَيَّ الْجَيْبَ يَا ابْنَةَ مَعْبَدِ[2]

اس سلسلہ میں ائمہ اربعہ کے مذاہب ان کی کتب فروع سے اوجز میں نقل کئے ہیں مجموعی طور پر سبھی مذاہب میں یہ ہے کہ نفس بکاء میں کوئی مضائقہ نہیں نہ قبل الموت نہ بعد الموت، البتہ ندبہ حرام ہے، یعنی محاسن میت بیان کر کے رونا بلفظ النداء مع زیادۃ الالف والھاء جیسے واسیداہ واخلیلاہ، اور لکھا ہے کہ نیاحہ حرام ہے یعنی چیخنا چلانا، اور اظہار جزع و فزع۔ والحدیث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري۔

۳۱۳۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي مُوسَى وَهُوَ ثَقِيلٌ، فَذَهَبَتِ امْرَأَتُهُ لِتَبْكِيَ، أَوْ هَمَّتْ بِهِ، فَقَالَ لَهَا أَبُو مُوسَى: أَمَا سَمِعْتِ مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: بَلَى، قَالَ: فَسَكَتَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو مُوسَى، قَالَ يَزِيدُ: لَقِيتُ الْمَرْأَةَ، فَقُلْتُ لَهَا: مَا قَوْلُ أَبِي مُوسَى لَكِ أَمَا سَمِعْتِ مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سَكَتِّ؟ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَلَقَ وَمَنْ سَلَقَ وَمَنْ خَرَقَ».

ترجمہ: یزید بن اوس سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ابو موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ بیمار تھے ان کی اہلیہ نے رونے کا ارادہ کیا یا رونا شروع کیا تو ابو موسیٰ نے کہا کہ کیا تم نے نہیں سنا رسول اللہ ﷺ نے جو ارشاد فرمایا کہنے لگیں کیوں نہیں پھر وہ خاموش ہو گئیں اور رونا چھوڑ دیا پھر جب ابو موسیٰ کی وفات ہو گئی تو یزید کہتے ہیں کہ میں ان کی اہلیہ سے ملا اور ان سے پوچھا کہ وہ کیا بات تھی جو ابو موسیٰؓ نے کہی تھی کہ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں سنا تو آپ چپ ہو گئیں تھیں فرمانے لگیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو مصیبت کے وقت سر منڈائے اور چیخ کر روئے یا چہرہ کو پیٹے اور کپڑوں کو پھاڑے۔

---

[1] سنن ابن ماجه - كتاب الجنائز - باب ما جاء في الميت يعذب بما نيح عليه ١٥٩٤

[2] شاعر اپنی بیوی کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے اور وصیت کر رہا ہے کہ جب میں مر جاؤں تو میری خبر مرگ کو اس طرح نشر کرنا جس کا میں اہل ہوں، اور میرے مرنے پر رو کر گریبان چاک کر لینا۔

سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۳۰) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٤٠٥)

شرح الحديث: لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَلَقَ وَمَنْ سَلَقَ وَمَنْ خَرَقَ: یعنی ہمارے طریق پر نہیں ہے وہ شخص جو مصیبت کے وقت میں حلقِ شعر کرائے کما ھو عادت الکفار من الھنود اور جو چیخے اور چلائے اور ایسے ہی جو مصیبت کے وقت اپنے کپڑے چاک کرے۔

والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

۳۱۳۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ، عَامِلٌ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَلَى الرَّبَذَةِ، حَدَّثَنِي أَسِيدُ بْنُ أَبِي أَسِيدٍ، عَنِ امْرَأَةٍ، مِنَ الْمُبَايِعَاتِ، قَالَتْ: كَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْرُوفِ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ لَا نَعْصِيَهُ فِيهِ: «أَنْ لَا نَخْمُشَ وَجْهًا، وَلَا نَدْعُوَ وَيْلًا، وَلَا نَشُقَّ جَيْبًا، وَأَنْ لَا نَنْشُرَ شَعَرًا».

ترجمہ: اسید بن ابی اسید رسول اللہ ﷺ سے بیعت ہونے والی ایک خاتون سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ جن باتوں پر رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیعت لی تھی اس میں یہ بات تھی کہ ہم نیک باتوں میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہ کریں گی اور (مصیبت کے وقت) اپنے چہروں کو نہ نوچیں گی اور نہ ہائے واویلا کریں گی اور گریبان چاک نہ کریں گی اور نہ بال بکھیریں گی۔

شرح الحديث: اَسید بن ابی اَسید اس صحابیہ سے روایت کرتے ہیں جو کہ مبایعات میں سے ہیں (قال الحافظ لم اقف علی اسمها) وہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے جن جن چیزوں پر ہم سے بیعت لی تھی اس میں جو یہ بات تھی کہ وہ عورتیں کسی نیک خصلت میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، من جملہ ان نیک خصلتوں کے یہ بھی ہیں کہ مصیبت کے وقت منہ نہ نوچیں گی اور اسی طرح واویلا نہیں کریں گی اور ایسے ہی گریبان چاک نہیں کریں گی اور نہ بال بکھیریں گی۔

ان مہاجر عورتوں سے آپ ﷺ نے جس مضمون پر بیعت لی تھی وہ سورۂ ممتحنہ کی آیت میں مذکور ہیں: يَٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْـًٔا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَٰنٍ يَفْتَرِينَهُۥ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِى مَعْرُوفٍ [1]، اس حدیث میں اس آخری جزء کا ذکر ہے جس کا مصداق انہوں نے اس حدیث میں خمشِ وجہ اور دعا بالویل اور شقِ جیب اور نشرِ شعر کو قرار دیا ہے۔

۳۰ - بَابُ صَنْعَةِ الطَّعَامِ لِأَهْلِ الْمَيِّتِ

میت کے گھر والوں کے لئے کھانے کا انتظام کرنے کے متعلق باب

۳۱۳۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ

[1] اے نبی جب آئیں تیرے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرنے کو اس بات پر کہ شریک نہ ٹھہرائیں اللہ کا کسی کو اور چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں اور اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں اور طوفان نہ لائیں باندھ کر اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں اور تیری نافرمانی نہ کریں کسی بھلے کام میں (سورۃ الممتحنۃ ۱۲)

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اصْنَعُوا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا، فَإِنَّهُ قَدْ أَتَاهُمْ أَمْرٌ شَغَلَهُمْ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جعفرؓ کے گھر والوں کیلئے کھانا تیار کرواسلئے کہ ان پر ایسا حادثہ آیا ہے جس نے ان کو اپنے میں مشغول کر لیا۔

تخریج: جامع الترمذي -- الجنائز (٩٩٨) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٣٢) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٦١٠)

الكلام على الحديث شرحا وفقها: یعنی میت کے گھر والوں کیلئے پہلے دن صبح اور شام کے کھانے کا انتظام کرنا اقرباء اَباعد (دور کے رشتہ دار) اور جیران کیلئے مستحب ہے، فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے اور حدیث الباب ہی سے استدلال کیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کھانے کا انتظام تین دن تک ہونا چاہئے جو کہ مدت تعزیت ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ کھانا بھیجنے والوں کیلئے مناسب ہے کہ باصرار ان کو کھلائیں ایسا نہ ہو کہ فرط جزع یا شرم کی وجہ سے وہ کھانا چھوڑ دیں (بذل ❶)۔

حدیث الباب کا مضمون یہ ہے: حضرت جعفر بن ابی طالب جو غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تھے ان کے بیٹے عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اصْنَعُوا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا، فَإِنَّهُ قَدْ أَتَاهُمْ أَمْرٌ شَغَلَهُمْ، یعنی آل جعفر کے لئے کھانے کا انتظام کرو، اس لئے کہ ان کو ایسا حادثہ پیش آیا ہے جس نے ان کو اپنے میں مشغول کر لیا ہے اور کھانا بنانے کے لئے فارغ نہیں ہیں، اس سے مراد رنج و غم ہے، تجہیز و تکفین نہیں کیونکہ ان کی شہادت تو موتہ میں ہوئی جو ملک شام میں ہے۔

یہ کھانا جو دوسروں کی طرف سے ہوتا ہے صرف اہل میت کیلئے ہوتا ہے، عام دعوت کا کھانا نہیں ہوتا لہذا دوسرے لوگوں کو اپنے اپنے گھر کھانا چاہئے، اور ایسے ہی خود میت کے گھر والوں کی طرف سے ضیافت کا ہونا یہ تو قلب موضوع ہے اور بدعت مستقبحہ ہے قاله ابن الهمام۔ والحديث أخرجه الترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣١ - بَابٌ فِي الشَّهِيدِ يُغَسَّلُ

شہید کو غسل دیئے جانے کے متعلق حکم

غسل شہید کا مسئلہ تو تقریباً اتفاقی ہے کہ اسکو غسل نہیں دیا جاتا، اس میں حسن بصریؒ کا اختلاف ہے وہ غسل شہید کے قائل ہیں، انکی دلیل یہ لکھی ہے: لأن الغسل كرامة لبني آدم، والشهيد يستحق الكرامة، وإنما لم تغسل شهداء أحد تخفيفا على الأحياء لكون أكثر الناس كان مجروحا لما أن ذلك اليوم كان يوم بلاء، وتمحيص فلم يقدروا على غسلهم، اور جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے شہدائے اُحد کے بارے میں فرمایا: زَمِّلُوهُمْ بِكُلُومِهِمْ، وَدِمَائِهِمْ فَإِنَّهُمْ يُبْعَثُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَوْدَاجُهُمْ تَشْخَبُ دَمًا اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالرِّيحُ رِيحُ الْمِسْكِ إلى آخر ما في البدائع ❷۔

---

❶ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ٩٩

❷ بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع — ج ١ ص ٣٢٤

البتہ صلاۃ علی الشہید کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، ائمہ ثلاثہ اسکے قائل نہیں، اور حنفیہ صلاۃ علی الشہید کے قائل ہیں، اور امام احمدؒ سے ایک روایت میں تخییر ہے، حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں شہداء احد کے بارے میں روایات مختلف ہیں، والصواب في المسئلة انه مخير بين الصلاة عليهم وتركها لمجيء الآثار بكل واحد من الامرين، وهذا احدى الروايات عن الامام احمد (عون مختصرا)

صلوۃ علی الشہید کی بحث آگے اسی باب میں آرہی ہے۔

٣١٣٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْجُشَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: "رُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فِي صَدْرِهِ - أَوْ فِي حَلْقِهِ - فَمَاتَ فَأُدْرِجَ فِي ثِيَابِهِ كَمَا هُوَ، قَالَ: وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے سینے یا حلق میں تیر لگا جس سے اسکی وفات ہوگئی تو اس کو اسی حالت میں جیسا وہ تھا کفن میں لپیٹ دیا گیا فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (٣١٣٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٦٧)

شرح الحدیث: یعنی ایک شخص کو جس کے تیر لگا تھا سینہ میں یا حلق میں جس سے اس کی موت واقع ہوگئی تھی تو اس کو اسی طرح اس کے کپڑوں میں دفنا دیا گیا، یعنی بدون غسل کے۔

٣١٣٤ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلَى أُحُدٍ أَنْ يُنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيدُ وَالْجُلُودُ، وَأَنْ يُدْفَنُوا بِدِمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ».

ترجمہ: سعید بن جبیر حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کے بارے میں یہ حکم فرمایا کہ انکے بدن سے لوہے اور چمڑے کے ہتھیار اتار لئے جائیں اور انکو انکے خون اور کپڑوں میں دفنا دیا جائے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (٣١٣٤) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥١٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٤٧)

شرح الحدیث: یعنی شہداء احد کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ ان کے بدنوں سے ہتھیار وغیرہ اتار لئے جائیں اور ایسے ہی پوستین بھی، اور ان کو ان کے دماء اور ثیاب میں دفن کیا جائے، یعنی زائد کپڑوں کو اتار کر باقی میں دفنا[1] دیا جائے۔

---

[1] قال الموفق: وينزع من ثيابه مالم يكن من عامة لباس الناس من الجلود والفراء والحديد قال احمد: لا يترك عليه فرو ولا خف ولا جلد وبهذا قال الشافعي وأبو حنيفة، وقال مالك لا ينزع عنه فرو ولا خف ولا محشو لعموم قوله ﷺ ادفنوهم بثيابهم، وما رويناه أخص فكان أولى اھ اس سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب تو یہی ہے کہ عام لباس کے علاوہ پوستین وغیرہ موزے اور خفین اتار دیئے جائیں، البتہ امام مالکؒ کا اس میں اختلاف ہے ان کے یہاں پوستین اور خفین یہ چیزیں نہیں اتاری جائیں گی، اسی طرح دسوقی میں بھی ہے، چنانچہ اس میں ہے مع خف وقلنسوة ومنطقة قل ثمنها وخاتم فضة قل فصه أي قيمة لا آلة حرب من درع وسلاح اھ، معلوم ہوا کہ ہتھیار وغیرہ اور زرہیں ان کے یہاں بھی اتاری جائیں گی۔

جمہور کا مسلک تو یہی ہے اس میں مالکیہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک سلاح تو اتارے جائیں گے لیکن زائد کپڑے پوستین وغیرہ نہیں اتارے جائیں گے۔ والحديث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

٣١٣٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، وَهَذَا لَفْظُهُ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ، «أَنَّ شُهَدَاءَ أُحُدٍ لَمْ يُغَسَّلُوا، وَدُفِنُوا بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ».

ترجمہ: انس بن مالک نے بتلایا کہ شہداء احد کو غسل نہیں دیا گیا اور انہیں خون آلودہ ہی دفن کیا گیا اور ان پر نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی گئی۔

تخریج: جامع الترمذي - الجنائز (١٠١٦) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٣٥)

شرح الحدیث: **صلوۃ علی الشہید کی بحث**: صلوٰۃ علی الشہید کا مسئلہ جیسا کہ ابھی اوپر گذرا مختلف فیہ ہے، آگے ایک مستقل باب کتاب الجنائز کے اواخر میں آرہا ہے "باب الصلوٰۃ علی القبر بعد حین" جس میں یہ حدیث ہے عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ، صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ» [1]، اور اسی حدیث کے دوسرے طریق میں ہے: صَلَّى عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِي سِنِينَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ [2]، امام بخاریؒ نے بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الشَّهِيدِ میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، ایک یہی عقبہ بن عامرؓ والی اور دوسری حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی، جس کے اخیر میں یہ ہے: وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوا وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ [3]، ابن قدامہ نے ان دو حدیثوں میں سے ایک کو اپنے مسلک کی دلیل ٹھہراتے ہوئے دوسرے حدیث یعنی حدیث عقبہ کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ مخصوص ہے شہداء احد کے ساتھ، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صلاۃ شہداء احد پر صلاۃ علی القبر تھی اور آٹھ سال کے بعد تھی، اور حنفیہ صلاۃ علی القبر کے قائل ہی نہیں، اور جمہور بھی ایک ماہ کے بعد صلاۃ علی القبر کے قائل نہیں، لہذا یہی کہا جائے گا کہ وہ شہدائے احد کے ساتھ خاص ہے، نیز انہوں نے کہا کہ ابن عباسؓ کی یہ حدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی قتلی احد "ضعیف ہے اس لئے کہ اس کے راوی حسن بن عمارہ ہیں جو کہ ضعیف ہیں، وقد أنكر عليه شعبة رواية هذا الحديث اه [4]، اور قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ ابن حزم ظاہری کا مذہب یہ ہے کہ صلاۃ علی الشہید بھی حسن ہے اور ترک صلاۃ بھی حسن ہے، اور انہوں نے استدلال کیا بخاری کی ان ہی دو حدیثوں سے، وقال: ليس يجوز أن يترك أحد الأثرين المذكورين للآخر، بل كلاهما حق مباح، وليس هذا مكان نسخ لأن استعمالهما معًا ممكن

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الجنائز - باب الميت يصلى على قبره بعد حين ٣٢٢٣

[2] سنن أبي داود - كتاب الجنائز - باب الميت يصلى على قبره بعد حين ٣٢٢٤

[3] صحيح البخاري - كتاب الجنائز - باب الصلاة على الشهيد ١٢٧٨

[4] المغني ويليه الشرح الكبير - ج ٢ ص ٤٠٢

اه [1]، وقال العيني: وذهب ابن أبي ليلى والحسن بن يحيى وعبيد الله بن الحسن وسليمان بن موسى وسعيد ابن عبد العزيز والأوزاعي والثوري وأبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد وأحمد في رواية، وإسحاق في رواية: إلى أنه يُصلّي عليه، وهو قول أهل الحجاز أيضا، واحتجّوا على ذلك بحديث عقبة عند البخاري [2]، وقوله فيه: صلاته على الميت، يرد قول من قال: إن الصلاة فيه محمولة على الدعاء، وممّن قال به ابن حبان والبيهقي والنووي [3]، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صلاته على الميت کا مطلب یہ ہے کہ جو دعاء آپ اموات کیلئے مانگتے تھے وہی دعا ان کیلئے مانگی، اور یہ مطلب نہیں کہ ان کیلئے نماز پڑھی، یہی تاویل ابن حبان اور بیہقی نے بھی کی ہے، قال العيني: وهذا عدول عن المعنى الذي يتضمنه هذا اللفظ، لأجل تمشية مذهبه في ذلك، وهذا ليس بإنصاف [4]، واحتجّوا في ذلك أيضا بما رواه ابن ماجه بسنده عن ابن عبّاس، قال: أُتي بهم النبي ﷺ يوم أحد فجعل يُصلّي على عشرة عشرة وحمزة، وهو كما هو يرفعون وهو كما هو موضوع [5]، یعنی دس دس پر نماز پڑھی جاتی اور حمزہؓ پر، نماز کے بعد حمزہ کا جنازہ تو وہیں رکھا رہتا باقی کو اٹھالیا جاتا، الی آخر ما فی الأوجز، وفيه ايضًا: وبسط الزيلعي في "نصب الراية" طرق الصلاة على الشهداء ولخصها الحافظ في الدراية فارجع إليهما لو شئت [6].

اس سلسلہ کی بعض روایات حافظ ابن قیمؒ نے بھی تهذيب السنن میں ذکر کی ہیں، ومنها: حديث أنس أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى على حمزة وحديث أبي مالك الغفاري قال كان قتلي أحد يؤتي منهم بتسعة وعاشرهم حمزة فيصلي عليهم رسول الله صلى الله عليه و سلم ثم يحملون ثم يؤتي بتسعة فيصلي عليهم وحمزة مكانه هذا مرسل صحيح ذكره البيهقي وقال هو أصح ما في الباب، اس روایت کا مقتضی یہ ہے کہ حضرت حمزہؓ پر سات بار نماز پڑھی گئی، باقی سب پر ایک ایک بار، ومنها: وقد روى ابن إسحاق عن رجل من أصحابه عن مقسم عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى على حمزة فكبر سبع تكبيرات ولم يؤت بقتيل إلا صلى عليه معه حتى صلى عليه اثنتين وسبعين صلاة ولكن هذا الحديث له ثلاث علل إلى آخر ما ذكر [7]، یہ آخری روایت اس سے پہلی روایت کے بھی خلاف ہے جو کہ مرسل قوی ہے۔

٣١٣٦ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحُبَابِ، ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ يَعْنِي

[1] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري—ج ٢ ص ٤٤٠
[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري—ج٨ ص١٥٢
[3] عمدة القاري شرح صحيح البخاري—ج٨ ص١٥٦
[4] عمدة القاري شرح صحيح البخاري—ج٨ ص١٥٦
[5] عمدة القاري شرح صحيح البخاري—ج٨ ص١٥٤
[6] أوجز المسالك إلى موطأ مالك—ج ٩ ص ٣٦٩-٣٧١
[7] تهذيب السنن—ج٣ ص١٤٩١-١٤٩٣

الْمَرْوَزِيُّ، عَنْ أُسَامَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْمَعْنَى، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى حَمْزَةَ وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ، فَقَالَ: «لَوْلَا أَنْ تَجِدَ صَفِيَّةُ فِي نَفْسِهَا لَتَرَكْتُهُ حَتَّى تَأْكُلَهُ الْعَافِيَةُ، حَتَّى يُحْشَرَ مِنْ بُطُونِهَا»، وَقَلَّتِ الثِّيَابُ وَكَثُرَتِ الْقَتْلَى، فَكَانَ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالثَّلَاثَةُ يُكَفَّنُونَ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ - زَادَ قُتَيْبَةُ: ثُمَّ يُدْفَنُونَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ - فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ قُرْآنًا فَيُقَدِّمُهُ إِلَى الْقِبْلَةِ.

ترجمہ: زہری انس بن مالک سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہؓ (اپنے چچا) کے پاس سے (احد کے دن) گزرے اور ان کا مثلہ کیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر صفیہ کو غم نہ ہوتا تو میں ان کو اسی طرح پڑا چھوڑ دیتا یہاں تک کہ ان کو درندے کھالیں اور (روز قیامت) وہ ان کے پیٹوں سے نکلیں اور اسوقت حال یہ تھا کہ کپڑے (کفنانے کیلئے) کم تھے اور شہداء زیادہ تھے تو ایک دو اور تین آدمی ایک کپڑے میں کفنائے گئے۔ قتیبہ نے یہ اضافہ کیا کہ پھر وہ ایک ہی قبر میں دفنائے گئے اور رسول اللہ ﷺ پوچھتے جاتے تھے کہ ان میں کون قرآن کا زیادہ حافظ ہے پھر اس کو قبلہ کی طرف آگے کرتے۔

تخریج: جامع الترمذي – الجنائز (١٠١٦) سنن أبي داود – الجنائز (٣١٣٦)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ کا معرکۂ احد میں حضرت حمزہؓ پر گذر ہوا اس حال میں کہ ان کے ساتھ مثلہ کیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے ان کی بہن صفیہ کے رنج کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کو اسی حال میں یہاں چھوڑ دیتا تاکہ درند اور پرند ان کی نعش کو کھا جاتے اور پھر آخرت میں ان حیوانات کے شکم سے ان کے اجزاء کو جمع کر کے حشر کیا جاتا۔

یہ آپ ﷺ نے اس لئے چاہا تاکہ ان کے اجر و ثواب میں اضافہ ہو، اور ان کی شہادت اللہ تعالیٰ کے یہاں خوب نمایاں ہو، آگے روایت میں ہے کہ چونکہ کپڑوں کی قلت تھی اور مقتولین کی کثرت اس لئے دو دو اور تین تین اموات کو ایک ایک کپڑے میں کفنایا گیا، اور پھر ان سب کو ایک ہی قبر میں دفنایا جاتا تھا قبر میں رکھنے کے وقت آپ ﷺ دریافت فرماتے کس کو قرآن زیادہ محفوظ ہے پس اسی کو قبلہ کی طرف بڑھاتے۔

اس روایت میں یہ ہے کہ ثوب واحد میں دو اور تین کی تکفین کی جاتی تھی، لیکن اس صورت میں ایک کا بدن دوسرے سے مس کرے گا جو جائز نہیں، لہذا اسکی تاویل یہ کی جائے گی کہ مثلاً ایک بڑی چادر ہے اس کے دو یا تین ٹکڑے کر کے ہر ایک میت کو الگ الگ ٹکڑوں میں کفنایا جاتا تھا تاکہ الصاق بشر تین نہ ہو، اور یا پھر اس کو ضرورت اور مجبوری پر محمول کیا جائے (بذل [1]) اور مظہر شارح مصابیح نے ثوب واحد کی تاویل قبر واحد سے کی ہے ممکن ہے یہ تاویل دوسری بعض روایات میں چل جائے لیکن ہماری اس روایت میں نہیں چل سکتی اس لئے کہ یہاں اس کے بعد روایت میں آرہا ہے ثُمَّ يُدْفَنُونَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٤ ص ١٠٤

حدیث الباب پر امام ترمذیؒ کا نقد: اس کے بعد آپ یہ سمجھئے کہ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور اس میں اخیر میں یہ زیادتی ہے: قَالَ: فَدَفَنَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ، امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے اور یہ کہ اس حدیث کی سند میں اسامہ بن زید سے خطاواقع ہوئی وہ اس کو اس سند سے روایت کرنے میں متفرد ہیں، اسامہ کے علاوہ زہری کے دوسرے تلامذہ نے اس کو دوسری طرح روایت کیا ہے: فروی اللیث بن سعد، عن ابن شهاب، عن عبد الرحمن بن کعب بن مالك، عن جابر بن عبد الله، اور اسی طرح معمر نے اس کو روایت کیا عن الزهري، عن عبد الله بن ثعلبة، عن جابر، یعنی اسامہ نے اس حدیث کو مسانید انسؓ سے قرار دیا اور اسامہ کے علاوہ لیث بن سعد اور معمر نے مسانید جابرؓ سے۔

۳۱۳۷ - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا أُسَامَةُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِحَمْزَةَ، وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الشُّهَدَاءِ غَيْرِهِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم سرور دوعالم ﷺ حضرت حمزہؓ کے پاس سے گزرے اور ان کا مثلہ کیا گیا تھا اور ان کے علاوہ کسی شہید احد کی نماز جنازہ حضور ﷺ نے نہیں پڑھی۔

تخریج: جامع الترمذي - الجنائز (۱۰۱٦) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۳۷)

شرح الحدیث: اس روایت میں لَمْ يُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ کے بعد غَيْرِهِ کا لفظ ہے جس سے حضرت حمزہؓ کا استثناء ہو رہا ہے کہ ان پر پڑھی ان کے علاوہ کسی پر نہیں پڑھی، امام دار قطنیؒ نے اس زیادتی پر کلام کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: رواہ عثمان بن عمر عن اسامة عن الزهری عن انس وزاد فیه حرفا لم یات به غیرہ فقال ولم یصل علی احد من الشهداء غیرہ ولیس بمحفوظ[1]، لیکن حافظ منذری کو جیسا کہ ان کے کلام کے دیکھنے سے مستفاد ہوتا ہے دار قطنی کے نقد پر انشراح نہیں ہے، اس لئے کہ وہ دار قطنی کا نقد نقل کرنے کے بعد لکھ رہے ہیں: فاما اسامة بن زید فقد احتج به مسلم واستشهد به البخاری، واما عثمان بن عمر فقد اتفق البخاری ومسلم علی الاحتجاج بحدیثه، اور پھر آگے چل کر انہوں نے صلاۃ علی حمزہ جو طریق عثمان میں ہے اس کی تاویل بعض علماء سے یہ نقل کی ہے کہ یہ صلاۃ بمعنی الدعاء ہے۔

فائدہ: یہ حدیث جس میں شہداء احد پر صلوۃ کی نفی اور حضرت حمزہؓ کیلئے اس کا ثبوت مذکور ہے، امام دار قطنیؒ وغیرہ کا اس پر نقد کرنا اور حافظ منذریؒ کا بجائے رد کے اس کی تاویل کرنا کہ اس میں صلوٰۃ علی حمزہ سے دعا مراد ہے، اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ حضرات محدثین جو صلوٰۃ علی الشہید کے قائل نہیں ہیں، ان میں سے بعض حضرت حمزہؓ کا بھی استثناء نہیں تسلیم کرتے ہیں بلکہ علی العموم نفی کے قائل ہیں، وکنت اظن قدیما أن الاختلاف انما هو فی غیر حمزة لا فی حمزة فظهر من هذا خلافه۔

---

[1] سنن الدارقطني - ج ٥ ص ٢٠٥

٣١٣٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ، أَنَّ اللَّيْثَ، حَدَّثَهُمْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ وَيَقُولُ: «أَيُّهُمَا أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟» فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا، قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ، وَقَالَ: «أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسَّلُوا.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شہداء احد میں سے دو دو کو اکٹھا فرماتے اور دریافت فرماتے کہ کون ان میں سے زیادہ حافظ قرآن ہے پھر دونوں میں سے جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اس کو قبر میں آگے رکھتے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ان سب پر روزِ قیامت گواہ ہوں گا اور آپ ﷺ نے ان کو ان کے خون کے ساتھ دفنانے کا حکم فرمایا اور ان کو غسل نہیں دیا گیا۔

٣١٣٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ.

ترجمہ: ابن وہب نے لیث سے اس حدیث کو اسی حدیث کے ہم معنی روایت کیا فرمایا کہ آپ ﷺ دو دو شہداء احد کو ایک کپڑے میں کفناتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٢٧٨) صحيح البخاري - الجنائز (١٢٨٠) صحيح البخاري - الجنائز (١٢٨١) صحيح البخاري - الجنائز (١٢٨٣) صحيح البخاري - الجنائز (١٢٨٨) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٥٢) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٣٦) سنن النسائي - الجنائز (١٩٥٥) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٣٨) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥١٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٩/٣)

شرح الحدیث: یہ وہی طریق ہے جس کو امام ترمذیؒ نے ترجیح دی ہے طریق اسامہ بن زید پر، اور طریق اسامہ کو وہم قرار دیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو داؤدؒ کے نزدیک ہر دو طریق درست ہیں اس لئے کہ انہوں نے حدیث دونوں طریق سے ذکر کی اور سکوت اختیار کیا۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔

٣٢ - بَابٌ فِي سَتْرِ الْمَيِّتِ عِنْدَ غُسْلِهِ

مردے کو غسل دینے کے وقت پردے کے حکم کے بیان میں

اور بعض نسخوں میں "فِي سَتْرِ الْمَيِّتِ" ہے وھو الاوضح۔

٣١٤٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أُخْبِرْتُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُبْرِزْ فَخِذَكَ وَلَا تَنْظُرَنَّ إِلَى فَخِذِ حَيٍّ وَلَا مَيِّتٍ».

ترجمہ: عاصم بن ضمرہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہ تو اپنی ران کھولو اور نہ کسی زندہ یا مردہ کی ران کو دیکھو۔

تخریج: سنن أبي داود- الجنائز (٣١٤٠) سنن ابن ماجه- ماجاء في الجنائز (١٤٦٠) مسند أحمد- مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٤٦/١)

شرح الحدیث: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ستر عورت کے مسئلہ میں میت مثل حی کے ہے، لہذا غسل کے وقت ستر میت کا اہتمام واجب ہے، کما في ترجمة الباب والحديث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

٣١٤١ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تَقُولُ: لَمَّا أَرَادُوا غَسْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: وَاللَّهِ مَا نَدْرِي أَنُجَرِّدُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثِيَابِهِ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا، أَمْ نَغْسِلُهُ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ؟ فَلَمَّا اخْتَلَفُوا أَلْقَى اللَّهُ عَلَيْهِمُ النَّوْمَ حَتَّى مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَذَقْنُهُ فِي صَدْرِهِ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ لَا يَدْرُونَ مَنْ هُوَ: «أَنِ اغْسِلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ، فَقَامُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَسَلُوهُ وَعَلَيْهِ قَمِيصُهُ، يَصُبُّونَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيصِ وَيُدَلِّكُونَهُ بِالْقَمِيصِ دُونَ أَيْدِيهِمْ» ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ: «لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ، مَا غَسَلَهُ إِلَّا نِسَاؤُهُ».

ترجمہ: عبد اللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو صحابہ کرامؓ کہنے لگے کہ بخدا ہمیں نہیں معلوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مردوں کی طرح کپڑے اتار کر غسل دیں یا بغیر لباس اتارے غسل دیدیں جب اس بارے میں ان میں اختلاف ہوا تو یکایک ان سب پر اللہ تعالیٰ نے نیند طاری فرمادی جس کی وجہ سے ہر ایک کی ٹھوڑی سینے سے مل گئی پھر حجرہ مبارکہ کے گوشہ سے کسی کے بولنے کی آواز آئی جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ کون ہے جس نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں کے ساتھ ہی غسل دو تو انہوں نے اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح غسل دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو قمیض زیب تن فرمائے ہوئے تھے اس پر صحابہ پانی بہاتے تھے اور قمیض ہی سے بدن کو ملتے تھے نہ کہ اپنے ہاتھوں سے اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی وہ اگر پہلے معلوم ہو جاتی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل آپ کی بیویاں ہی دیتیں۔

تخریج: سنن أبي داود- الجنائز (٣١٤١) مسند أحمد- باقي مسند الأنصار (٢٦٧/٦)

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو آپس میں کہنے لگے اور سوچنے لگے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے اتار کر آپ کو غسل دیا جائے جیسا کہ ہم عام اموات کے ساتھ کرتے ہیں یا آپ کے لباس اتارے بغیر آپکو غسل دیا جائے؟ ابھی تک کوئی رائے قائم نہیں ہوئی تھی کہ یکایک ان سب پر اللہ تعالیٰ نے نوم طاری فرمادی جس کی وجہ سے ہر ایک کی ٹھوڑی سینہ سے مل گئی، پھر حجرہ شریفہ کے ایک گوشہ سے کسی بولنے والے کی آواز آئی

جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ کون ہے، اس نے یہ کلام کیا کہ حضور ﷺ کو آپ کے کپڑوں کے ساتھ ہی غسل دو، اس کے بعد پھر سب نے ایسا ہی کیا۔

فَغَسَلُوهُ وَعَلَيْهِ قَمِيصُهُ، يَصُبُّونَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيصِ: کہ پانی بہاتے تھے قمیص کے اوپر ہی سے اور آپ ﷺ کے جسم مبارک کو اس قمیص ہی سے ملتے تھے ہاتھوں سے نہیں، اس پر بذل میں لکھا ہے ویستدل بهذا الحديث أن الميت إذا غسل يجب أن لا يمس عورته إلا بلف الثوب على يده [1]۔

كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا: اس پر حضرت شیخؒ نے حاشیہ بذل میں لکھا ہے کہ جمہور علماء ائمہ ثلاث کے یہاں مستحب طریقہ یہی ہے کہ میت کو اس کے کپڑے اتار کر دوسرے کپڑے میں اس کو غسل دیا جائے، اور امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ غسل میت اس کے سابق کپڑوں ہی میں ہونا چاہئے، اور عند الجمہور یہ حدیث خصوصیت پر محمول ہے [2]۔

صدیق اکبرؓ میں قدرۃ آثار خلافت کا پایا جانا: حضور ﷺ کے وصال پر صحابہ کو کئی مسئلوں میں الجھن پیدا ہوئی کہ اس میں کیا کیا جائے؟ اور الجھن کا پیش آنا قرین قیاس بھی تھا اس لئے کہ اصل معلم اور مفتی صحابہ کرامؓ کیلئے سب کچھ آپ ﷺ ہی تھے، اب پوچھیں تو کس سے پوچھیں، اس لئے اس پہلے مسئلہ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی امداد ہوئی، اس کے علاوہ اس کے بعد صحابہ کرام کو جس بات میں بھی تردد ہوا، اس میں حضرت صدیق اکبرؓ نے پوری پوری رہنمائی فرمائی، جس پر صحابہؓ کرام کو تشفی ہوتی رہی، چنانچہ صحابہ کو آپ ﷺ کی نماز جنازہ کے بارے میں بھی تردد ہوا، اور اسی طرح دفن کے بارے میں بھی تردد ہوا، جیسا کہ شمائل ترمذی کی روایت میں موجود ہے، ان سب امور میں حضرت صدیق اکبرؓ نے فیصلہ کن جواب دیا اور صحابہ کرامؓ اسکے مطابق عمل کرتے رہے، سچ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کو جو کام لینا ہوتا ہے وہ خود بخود سامنے آجاتا ہے۔ اور لوگوں کو اس پر اتفاق ہو جاتا ہے۔

وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ، مَا غَسَلَهُ إِلَّا نِسَاؤُهُ: راوی کہتا ہے کہ اماں جی (حضرت عائشہؓ) فرمایا کرتی تھیں کہ جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی اگر پہلے ہی معلوم ہو جاتی تو پھر آپ ﷺ کو غسل آپ کی بیبیاں ہی دیتیں نہ کہ صحابہ، شراح نے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد تعلق نکاح کا باقی رہنا ہے مدت العدت میں یا نکاح کا منقطع نہ ہونا ازواج مطہرات کے حق میں خصوصیت کے ساتھ ہمیشہ کیلئے، یہ دونوں مطلب تو قریب ہی قریب ہیں، یہاں اس جملہ کے مطلب میں دو احتمال اور ہیں جو حضرت شیخؒ نے سبق میں بیان فرمائے تھے، اول یہ کہ اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا کہ بعض لوگ عدم غسل ازواج سے استدلال کریں گے اس پر کہ زوجہ کیلئے غسل زوج جائز نہیں تو پھر ہم ہی آپ ﷺ کو غسل دیتے، دوسرا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ١٠٩

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ١٠٨

احتمال یہ فرمایا کہ حضرت عائشہؓ کو علم ہوا ہو گا کہ بعض علوی حضرات طعن دیتے ہیں کہ جس طرح اباجان یعنی ابو بکرؓ استخلاف کے مسئلہ میں پڑ گئے تھے، آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین کو چھوڑ کر اسی طرح صاحب زادی صاحبہ (عائشہؓ) بھی اس میں مشغول ہوں گی، تو اس پر حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں کہ اگر یہ پہلے سے معلوم ہو جاتا تو پھر آپ ﷺ کی ازواج ہی آپ کو غسل دیتیں اھ۔

احد الزوجین کا آخر کو غسل دینا و مذاہب الائمۃ فیہ: اب رہا مسئلہ یہ کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟ جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو دونوں طرف سے جائز ہے یعنی احد الزوجین آخر کو غسل دے سکتا ہے زوج ہو یا زوجہ، اور حنفیہ اس میں فرق کے قائل ہیں ان کے نزدیک زوجہ کیلئے غسل زوج جائز ہے اس لیے کہ عدت میں فی الجملہ نکاح باقی رہتا ہے اور اس کا عکس جائز نہیں، جمہور کا استدلال غسل علیؓ سے ہے فاطمہ کو کہ حضرت فاطمہؓ کو ان کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ نے غسل دیا تھا، جواب اس کا یہ ہے کہ یہ متفق علیہ امر نہیں ہے کہ فاطمہؓ کو علیؓ نے غسل دیا تھا، فقد قيل غسلتها أم ايمن، ولو سلم فقد أنكر ابن مسعود على عليؓ (بذل [1])۔

مذاہب میں صحیح اسی طرح ہے اور وہ جو بذل میں شوکانی سے منقول ہے کہ امام احمدؒ کے نزدیک زوجہ کیلئے غسل زوج جائز نہیں یہ سہو ہے، حضرت شیخؒ نے اوجز میں حنابلہ کی کتب سے اس کا جواز ہی نقل فرمایا ہے بلکہ اوجز میں شوکانی کے نقل پر نقد بھی کیا ہے کہ یا تو وہ صحیح نہیں یا ہو سکتا ہے امام احمدؒ کی کوئی روایت ہو، اوجز میں یہ مسئلہ موطا کی اس روایت کے ذیل میں لکھا ہے جس میں یہ ہے: أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ امْرَأَةَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، غَسَلَتْ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ، حِينَ تُوُفِّيَ [2]. والحديث أخرجه ابن ماجه منه قول عائشة لو استقبلت الخ. وأخرج ابن ماجه من حديث بريدة بن الحصيب رضي الله تعالى عنه لما اخذ وافى غسل الخ قاله المنذري۔

۳۲۔ بَابُ كَيْفَ غُسْلُ الْمَيِّتِ

میت کو غسل کس طرح دیا جائے؟

۳۱۴۲ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ الْمَعْنَى، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهُ، فَقَالَ: «اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ، بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا، أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي» فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَعْطَانَا حَقْوَهُ، فَقَالَ: «أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ» قَالَ: عَنْ مَالِكٍ، يَعْنِي إِزَارَهُ، وَلَمْ يَقُلْ مُسَدَّدٌ، دَخَلَ عَلَيْنَا.

ترجمہ: محمد بن سیرین ام عطیہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں جب حضور ﷺ کی صاحبزادی کی وفات ہوئی تو

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ١١٠

[2] موطأ مالك – كتاب الجنائز – باب غسل الميت ٧٥٣. أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٤ ص ٤٠٤

آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ جیسی آپ ضرورت سمجھیں تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زائد مرتبہ غسل دیں اور یہ غسل پانی اور بیری کے پتوں سے دیں اور آخری مرتبہ میں کافور ملا دیں یا فرمایا کافور میں سے تھوڑا سا ملا دیں یا پھر جب آپ فارغ ہو جائیں تو مجھے اطلاع دیں پھر جب ہم فارغ ہوئے تو ہم نے آپ کو اطلاع دیدی تو آپ نے ہمیں اپنا تہبند دیا اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس تہبند کو حضرت زینب کے جسم کیساتھ ملا کر رکھ دیں اور امام مالک سے مروی ہے کہ مراد (آپ ﷺ کا) تہبند ہے اور مسدد نے یہ الفاظ نہیں کہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔

٣١٤٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، وَأَبُو كَامِلٍ، بِمَعْنَى الْإِسْنَادِ: أَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ حَفْصَةَ أُخْتِهِ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: مَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ.

ترجمہ ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم نے ان (نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی) کے بالوں کو کنگھی کر کے تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔

شرح الأحاديث ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ کی صاحبزادی کی وفات ہوئی (اور ان کو غسل دیا جا رہا تھا تو) حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور غسل کے بارے میں چند ہدایات آپ ﷺ نے فرمائیں، کہ غسل تین بار یا پانچ بار یا اس سے زائد جیسی ضرورت سمجھیں ویسا کریں نیز بیری کے پتوں سے غسل دیں اور آخری مرتبہ پانی میں کافور ملائیں۔ اس صاحبزادی سے کون سی مراد ہیں؟ بذل میں زینب لکھا ہے اور شیخ کے حاشیہ بذل میں یہ ہے بسط الحافظ في الفتح [1] الكلام على مسمى البنت هذه، وكذا في الأوجز، والأكثر على أنها زينب، وقيل أم كلثوم، ومال أبو الطيب في شرح الترمذي إلى الجمع بينهما اهـ [2]. وقال المنذري هي زينب زوج أبي العاص ابن الربيع وهي أكبر بناته صلى الله تعالى عليه وآله وسلم هذا هو أكثر المروي وذكر بعض أهل السير أنها أم كلثوم وقد ذكره أبو داؤد في ما بعد وفي اسناده مقال والصحيح الاول لان ام كلثوم توفيت ورسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم غائب ببدر اهـ

أغسلن: امر حاضر جمع مؤنث کا صیغہ ہے جسکی اصل مخاطب تو ام عطیہؓ ہیں کیونکہ غسل میت میں یہی بڑی ماہر تھیں۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں حتی کہ آگے کتاب میں آرہا ہے کہ محمد بن سیرین جلیل القدر تابعی غسل میت کا طریقہ ام عطیہؓ ہی سے سیکھتے تھے، زرقانی فرماتے ہیں کہ یہ امر ام عطیہ اور جو ان کے ساتھ انکی معاون تھیں انکو ہے [3]۔

بماء وسدر: پر حاشیہ بذل میں لکھا ہے: وهل الغسلات كلها بماء السدر أو الأشنان فقط كما رجحه ابن الهمام لرواية أبي

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري— ج ٣ ص ١٢٨

[2] بذل المجهود في حل أبي داود— ج ١٤ ص ١١١

[3] بذل المجهود في حل أبي داود— ج ١٤ ص ١١١

داؤد الآتية تقريباً أو الواحدة فقط كما اختاره شيخ الإسلام وصاحب البدائع مختلف فيها، كما في الشامي (۶۳۲) والكبيري (۵۳۵) والبحر الرائق (ج ۲ ص ۱۷۲)۔

نیز یہاں ایک مسئلہ اور مختلف فیہ ہے جو کتاب الطہارۃ میں گذر چکا یعنی طہارۃ بماء مخلوط بشئی طاھر جس کے ائمہ ثلاث عدم جواز کے قائل ہیں اور حنفیہ جواز کے گویا حدیث الباب حنفیہ کی دلیل ہے اس مسئلہ میں والبسط فی الاوجز (ھامش بذل) جمہور کی طرف سے اسکے جوابات باب فی تقبیل المیت میں آرہے ہیں۔

فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي: آپ ﷺ نے غسل دینے والیوں سے فرمایا کہ غسل سے فارغ ہونے کے بعد مجھ کو خبر دینا ہم نے فارغ ہونے کی خبر کی تو آپ ﷺ نے اپنا تہبند ہمیں دیا اور فرمایا کہ شروع میں اس کو اس میں لپیٹنا اور اس کو اس کا شعار بنانا، شعار اسی کپڑے کو کہتے ہیں جو بدن کے بالوں سے لگا رہے اور یہ اس لیے تا کہ اس کی برکت ان کو پہنچے۔

استبراک بآثار الصالحین کا ثبوت واستحباب: اس پر حاشیہ بذل [1] میں لکھا ہے: فیه الاستبراك بآثار الصالحين ويؤيده أيضا حديث البخاري في استعداد الكفن (أوجز)، حدیث بخاری کا مضمون یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں ایک چادر لائی آپ ﷺ نے اس کو قبول فرمالیا اور آپ ﷺ کو اس کی احتیاج بھی تھی آپ ﷺ نے اس کو لنگی کی جگہ استعمال فرمایا آپ ﷺ اس کو باندھ کر نکلے ہی تھے کہ ایک صحابی کو وہ پسند آگئی اس نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ یہ مجھے دیدیجئے آپ ﷺ نے اس کو دیدی، لوگوں نے ان صحابی سے کہا کہ یہ تم نے اچھا نہیں کیا حضور ﷺ کو تو اس کی حاجت تھی پھر بھی تم نے آپ سے اس کا سوال کر لیا جبکہ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ کسی کے سوال کو رد نہیں فرماتے، انہوں نے جواب دیا کہ واللہ میں نے اسکو پہننے کیلئے نہیں لیا، اس کو تو میں نے اپنے کفن کیلئے لیا ہے راوی کہتا ہے کہ پھر وہ ان کے کفن ہی میں کام آئی (اوجز ج ۲ ص ۴۲۷)۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۱۴۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: وَضَفَّرْنَا رَأْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ، ثُمَّ أَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا مُقَدَّمَ رَأْسِهَا وَقَرْنَيْهَا.

ترجمہ: حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم نے ان کے سر کے بالوں کو تین لٹوں میں تقسیم کیا پھر انہیں ان کے پیچھے ڈال دیا ایک لٹ سامنے کی طرف اور دو لٹیں (دائیں بائیں کی)۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (۱۱۹۵) صحيح مسلم - الجنائز (۹۳۹) جامع الترمذي - الجنائز (۹۹۰) سنن النسائي - الجنائز (۱۸۸۱) سنن النسائي - الجنائز (۱۸۸۳) سنن النسائي - الجنائز (۱۸۸۵) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۴۲) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۴۵۹) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۸۴/۵) مسند أحمد - من مسند القبائل (۴۰۷/۶) موطأ مالك - الجنائز (۵۱۸)

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ۱۴ ص ۱۱۱

شرح الحديث **تجہیز کے وقت عورت کے بالوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟** یہ حدیث بنت رسول اللہ ﷺ سے متعلق ہے جو اوپر گذر چکی، اس میں یہ ہے ام عطیہ فرماتی ہیں ہم نے ان کے بالوں میں کنگھی کر کے ان کے تین حصے کر لئے اور پھر پیچھے یعنی کمر کی طرف ان کو ڈال دیا، آگے روایت میں ان بالوں کے تین حصوں کی تفسیر مذکور ہے، پیشانی کے بال اور جانبین کے دائیں جانب اور بائیں۔

عورت کے بالوں میں کنگھی کرنا اور چوٹی کی طرح اس کو بل دے کر کمر کے پیچھے ڈالنا یہ سب کچھ حنفیہ کے یہاں نہیں ہے، امام شافعی و احمد اور ابن حبیب مالکی اسی کے قائل ہیں، ابن القاسم نے اس کا انکار کیا ہے (كذا في هامش البذل عن الأبي [1]) اور حضرت نے بذل میں لکھا ہے کہ یہ سب چیزیں باب زینت سے ہیں اور یہ وقت زینت کا نہیں ہے، اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ ام عطیہ کا فعل ہے، اور حضور ﷺ کی حدیث میں اس کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں اور نہ یہ کہ آپ کو اس کا علم بھی ہوا یا نہیں [2]، وفي الهداية: ولا يسرح شعر الميت ولا لحيته، ولا يقص ظفره ولا شعره؛ لقول عائشة رضي الله تعالى عنها علام تنصون ميتكم، وفي حاشية للسنبلي: من نصوت الرجل إذا مددت ناصيته، والأثر رواه عبد الرزاق عن الثوري عن حماد عن إبراهيم عن عائشه رضي الله تعالى عنها أنها رأت امرأة يكدون رأسها بمشط فقالت: علام تنصون ميتكم [3]، وفيه أيضا: وتلبس المرأة الدرع أولا، ثم يجعل شعرها ضفيرتين على صدرها فوق الدرع [4]۔

٣١٤٥ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُنَّ فِي غُسْلِ ابْنَتِهِ: «ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا، وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا».

ترجمہ ام عطیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی کے غسل کے بارے میں ان عورتوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ ان کے دائیں جانب سے اور وضو کے مواقع سے ابتداء کریں۔

٣١٤٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ، زَادَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، بِنَحْوِ هَذَا وَزَادَتْ فِيهِ أَوْ سَبْعًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّهُ.

ترجمہ ام عطیہ سے مالک کی حدیث کے ہم معنی حدیث مروی ہے اور ام عطیہ کی حدیث جسکو حفصہ بنت سیرین نے روایت کیا ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ زینب پانچ دفعہ پانی بہاؤ یا سات مرتبہ یا اس سے زائد جتنا تم مناسب سمجھو۔

---

[1] صحيح مسلم وإكمال إكمال المعلم ومكمل إكمال الأكمال – ج ٣ ص ٧٧، بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٤ ص ١١٢.

[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٤ ص ١١٣

[3] الهداية شرح بداية المبتدي – ج ٢ ص ١٤٠

[4] الهداية شرح بداية المبتدي – ج ٢ ص ١٤٣

تخريج: صحيح البخاري - الوضوء (١٦٥) صحيح البخاري - الجنائز (١١٩٧) صحيح البخاري - الجنائز (١١٩٨) صحيح مسلم - الجنائز (٩٣٩) سنن النسائي - الجنائز (١٨٨٤) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٤٥) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٠٨)

شرح الحديث: یعنی حضور ﷺ نے غسل دینے والیوں کو فرمایا کہ وہ ابتداء کریں میامن سے اور اعضاء وضوء سے یعنی اعضاء وضوء سے ابتداء کریں اور اس کے ساتھ ابتداء بالیمین کا بھی لحاظ رکھیں تمام غسل میں۔ والحديث أخرجه البخاري و مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣١٤٧ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ الْغُسْلَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، «يَغْسِلُ بِالسِّدْرِ مَرَّتَيْنِ، وَالثَّالِثَةَ بِالْمَاءِ وَالْكَافُورِ».

ترجمہ: قتادہ محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ام عطیہ سے غسل کا طریقہ سیکھا کہ میت کو بیری کے پانی سے دو مرتبہ دھوئیں اور تیسری مرتبہ کافور والے پانی سے۔

٣٤ - بَابٌ فِي الْكَفَنِ

باب میت کو کفن دینے کے متعلق

٣١٤٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَطَبَ يَوْمًا، فَذَكَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ قُبِضَ فَكُفِّنَ فِي كَفَنٍ غَيْرِ طَائِلٍ، وَقُبِرَ لَيْلًا، فَزَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْبَرَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ، حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ يُضْطَرَّ إِنْسَانٌ إِلَى ذَلِكَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهُ».

ترجمہ: ابو زبیر سے روایت ہے کہ انہوں نے جابر بن عبد اللہ سے سنا کہ وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اپنے صحابہ میں سے ایک شخص کا ذکر کیا جس کا انتقال ہو گیا تھا اور جس کو گھٹیا کپڑے میں کفنایا گیا تھا اور رات کے وقت میں دفنا دیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے رات میں دفن کرنے پر نکیر فرمائی جب تک کہ اس کا جنازہ نہ پڑھ لیا جائے سوائے اس صورت کے کہ آدمی ایسا کرنے پر سخت مجبور ہو اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفنائے تو اس کو اچھا کفن دے۔

تخريج: صحيح مسلم - الجنائز (٩٤٣) سنن النسائي - الجنائز (١٨٩٥) سنن النسائي - الجنائز (٢٠١٤) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٤٨) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥٢١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٩٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٢٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٤٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٧٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٨١)

شرح الحديث: مضمون حدیث یہ ہے ایک مرتبہ آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور خطبہ میں آپ ﷺ نے اپنے اصحاب میں

سے ایک شخص کا ذکر کیا جس کا انتقال ہو گیا تھا اور جس کو گھٹیا سے کفن میں کفنایا گیا تھا اور رات میں دفنا دیا گیا تھا، آپ ﷺ نے اپنے اس خطبہ میں رات میں دفن کرنے پر نکیر فرمائی مگر یہ کہ کوئی سخت مجبوری پیش آرہی ہو، اور فرمایا آپ ﷺ نے جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو کفنائے تو اس کو اچھے کپڑے میں کفنائے۔

اس حدیث میں دفن باللیل سے منع کیا گیا ہے، حسن بصری کا مذہب یہی ہے ان کے نزدیک مکروہ ہے، عند الجمہور بلا کراہت جائز ہے، آگے اس پر مستقل باب آرہا ہے: بَابٌ فِي الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ، جمہور کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ نہی ترک صلوٰۃ کی وجہ سے ہے او لقلۃ المصلین، اولاجل اساءۃ الکفن او للجمیع . والحدیث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري.

٣١٤٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «أُدْرِجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ حِبَرَةٍ ثُمَّ أُخِّرَ عَنْهُ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو (وفات کے بعد) یمنی دھاری دار چادر میں کفنایا گیا پھر وہ چادر آپ کے جسم اطہر سے ہٹالی گئی۔

تخریج: صحيح البخاري - اللباس (٥٤٧٧) صحيح مسلم - الجنائز (٩٤٢) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٤٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١١٧)

شرح الحديث: یہ روایت مختصر ہے آگے اس کی تفصیل آرہی ہے۔

٣١٥٠ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَقِيلِ بْنِ مَعْقِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهْبٍ يَعْنِي ابْنَ مُنَبِّهٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا تُوُفِّيَ أَحَدُكُمْ فَوَجَدَ شَيْئًا فَلْيُكَفَّنْ فِي ثَوْبٍ حِبَرَةٍ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی وفات ہو جائے پھر وہ وسعت پائے تو چاہیئے کہ اسے یمنی کپڑوں میں کفنایا جائے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (٣١٥٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٣٥)

شرح الحديث: یعنی تم میں سے جب کسی ایسے شخص کا انتقال ہو جس کے اندر مالی گنجائش ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس کو یمنی چادروں میں کفنایا جائے۔

٣١٥١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ، قَالَتْ: «كُفِّنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيضٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین یمنی خالص سفید چادروں میں کفن دیا گیا ان میں نہ قمیض تھی نہ عمامہ تھا۔

٣١٥٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، مِثْلَهُ زَادَ: مِنْ كُرْسُفٍ، قَالَ: فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ قَوْلُهُمْ: فِي ثَوْبَيْنِ وَبُرْدٍ حِبَرَةٍ، فَقَالَتْ: قَدْ أُتِيَ بِالْبُرْدِ، وَلَكِنَّهُمْ رَدُّوهُ وَلَمْ يُكَفِّنُوهُ فِيهِ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے اسی گزشتہ روایت کے مثل حدیث مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ سوتی کپڑے میں۔ حضرت عائشہؓ سے بعض حضرات کا قول نقل کیا گیا کہ وہ تو کہتے ہیں کہ دو کپڑوں (سفید) اور ایک یمنی چادر میں کفن دیا گیا تو انہوں نے کہا کہ بیشک دھاری دار چادر لائی گئی لیکن کفنانے والوں نے اس کو واپس کر دیا تھا اور اس میں کفن نہیں دیا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٢٠٥) صحيح مسلم - الجنائز (٩٤١) جامع الترمذي - الجنائز (٩٩٦) سنن النسائي - الجنائز (١٨٩٧) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٥١) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٦٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٠/٦) موطأ مالك - الجنائز (٥٢١) موطأ مالك - الجنائز (٥٢٢)

شرح الحديث: یعنی آپ کو خالص سفید یمنی تین کپڑوں میں کفنایا گیا، اور اسکے بعد والی روایت میں زَادَ: مِنْ كُرْسُفٍ کہ وہ تینوں کپڑے سوتی تھے، قَالَ: فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ قَوْلُهُمْ: فِي ثَوْبَيْنِ وَبُرْدٍ حِبَرَةٍ، فَقَالَتْ: قَدْ أُتِيَ بِالْبُرْدِ، وَلَكِنَّهُمْ رَدُّوهُ وَلَمْ يُكَفِّنُوهُ فِيهِ۔

آپ ﷺ کے کفن کی تحقیق میں حضرت عائشہ کی رائے: یعنی حضرت عائشہؓ سے کہا گیا کہ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو کفنایا گیا دو سفید کپڑوں میں اور ایک دھاری دار یمنی چادر میں، (اور آپ فرما رہی ہیں تین سفید کپڑوں میں)، تو انہوں نے جواب دیا: بے شک دھاری دار چادر لائی گئی تھی لیکن کفنانے والوں نے اس کو واپس کر دیا تھا اس میں کفنایا نہیں تھا، اور موطا کی روایت میں ہے: كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ ضمہ سین کے ساتھ اور اس کے اندر فتح بھی آیا ہے، نسبت ہے سحول کی طرف جو یمن میں ایک قریہ ہے، علامہ زرقانیؒ نے ابو داؤد کی اسی روایت کے تحت جس کی حضرت عائشہ نے تردید فرمائی ہے حنفیہ کا مسلک یہ لکھا ہے کہ ان کے نزدیک کفن میں مستحب یہ ہے کہ اس میں ایک ثوب حِبرہ یعنی یمنی چادر ہو، لیکن یہ ان کی نقل صحیح نہیں، حنفیہ کے نزدیک بھی بیاض ہی کو ترجیح ہے، ففي البدائع الافضل ان یکون التكفين بالثياب البيض لرواية جابر مرفوعاً أحب الثياب إلى الله تعالى البيض، فليلبسها أحياؤكم وكفنوا فيها موتاكم [1]۔

کفن الرجل کے مصداق میں ائمہ اربعہ کے مسالک: پھر جاننا چاہئے کہ اس حدیث میں یہ آیا لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ، یہ بَابٌ فِي الْكَفَنِ چل رہا ہے جس میں کفن الرجل کا بیان ہے اس لئے کہ بَابٌ فِي كَفَنِ الْمَرْأَةِ تو آگے مستقل آرہا ہے، کفن رجل ائمہ ثلاث حنفیہ شافعیہ حنابلہ کے نزدیک تین کپڑے ہیں حنفیہ کے نزدیک قمیص، ازار، لفافہ، اور امام

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٤ ص ٤١٢

شافعی واحمد کے نزدیک ثلاث لفائف، یعنی تین چادریں یہ دونوں قمیص کے قائل نہیں، اور امام مالک کے نزدیک مرد کا کفن مسنون بجائے تین کے پانچ کپڑے ہیں حنفیہ کی طرح وہ قمیص کے قائل ہیں اور لفائف ان کے نزدیک دو ہیں اور پانچویں چیز عمامہ ہے یعنی قمیص، ازار، لفافتین، عمامہ۔

حدیث عائشہ ائمہ میں سے کس کی دلیل ہے: یہ حدیث عائشہ جس میں ہے: فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ، ائمہ ثلاث کے مسلک کے عدد ثلاث کے اعتبار سے تو موافق ہے لیکن چونکہ اس میں قمیص کی نفی ہے اسلئے یہ شافعیہ حنابلہ کی دلیل ہوئی، اور حنفیہ ومالکیہ کے خلاف، حنفیہ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ قمیص سے مطلق قمیص کی نفی مراد نہیں ہے، بلکہ جدید یا مخیط کی نفی مراد ہے اس لئے کہ آگے ابن عباسؓ کی حدیث (برقم ۳۱۵۳) میں آرہا ہے: كُفِّنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ نَجْرَانِيَّةٍ: الْحُلَّةُ ثَوْبَانِ، وَقَمِيصُهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، لہٰذا اب یہ حدیث عائشہؓ ہمارے خلاف نہیں، اور یہ حدیث عائشہؓ عدد کفن کے اعتبار سے مالکیہ کے خلاف ہے، وہ اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی مراد یہ ہے کہ ان تین میں یہ دو داخل نہیں بلکہ ان کے علاوہ ہیں لہٰذا کل پانچ ہوئے۔

امام ترمذیؒ نے باب قائم کیا: بَابُ مَا جَاءَ فِي كَمْ كُفِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اور پھر اس میں یہی حدیث عائشہؓ: فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ يَمَانِيَةٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ، وَلَا عِمَامَةٌ، ذکر کرنے کے بعد فرمایا: قال أبو عيسى: «حديث عائشة حديث حسن صحيح»، «وقد روي في كفن النبي صلى الله عليه وسلم روايات مختلفة، وحديث عائشة أصح الأحاديث التي رويت في كفن النبي صلى الله عليه وسلم»، «والعمل على هذا عند أكثر أهل العلم». وقال سفيان الثوري: «يكفن الرجل في ثلاثة أثواب، إن شئت في قميص ولفافتين، وإن شئت في ثلاث لفائف، ويجزي ثوب واحد إن لم يجدوا ثوبين، والثوبان يجزيان، والثلاثة لمن وجد أحب إليهم»، وهو قول الشافعي، وأحمد، وإسحاق، وقالوا: «تكفن المرأة في خمسة أثواب»[1] اور پھر آگے فرماتے ہیں وفي الباب عن علي، وابن عباس، وعبد الله بن مغفل وابن عمر اھ. تحفة الأحوذي میں حدیث علیؓ کے بارے میں لکھا ہے: أخرجه بن أبي شيبة وأحمد والبزار قال كفن النبي صلى الله عليه وسلم في سبعة أثواب وفي إسناده عبد الله بن محمد بن عقيل وهو سيء الحفظ لا يصلح الاحتجاج بحديثه إذا خالف الثقات كما هنا كذا في النيل اھ. حضرت علیؓ کی اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سات کپڑوں میں کفنایا گیا، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، یہ حدیث عائشہؓ جسکے بارے میں امام ترمذیؒ فرمارہے ہیں حدیث حسن صحیح، یہ صحاح ستہ کی روایت ہے چنانچہ تحفة الاحوذی میں ہے أخرجه الجماعة[2]۔

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الجنائز - باب ما جاء في كفن النبي صلى الله عليه وسلم ۹۹۷

[2] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي - ج ٤ ص ٧٥

کفن کے تین درجات ہیں: جاننا چاہیئے کہ کفن کے تین درجات ہیں: ① کفن السنة وہ جو اوپر مذکور ہوا، یعنی تین کپڑے، ② اور کفن الکفایة یعنی دو کپڑے، اور ③ تیسری قسم کفن الضرورة، وھو ما وجد، یعنی مجبوری کی حالت میں جو بھی کچھ مل جائے۔

٣١٥٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "كُفِّنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ نَجْرَانِيَّةٍ: الْحُلَّةُ ثَوْبَانِ، وَقَمِيصُهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ عُثْمَانُ: فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ: حُلَّةٍ حَمْرَاءَ، وَقَمِيصِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا ایک قمیض وشلوار تھی جو دو کپڑے ہوئے اور ایک وہ قمیض جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ عثمان راوی نے کہا کہ تین کپڑوں میں ایک سرخ جوڑا (یعنی دو کپڑے) اور ایک وہ قمیض جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (٣١٥٣) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٧١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٢/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣١٣/١)

شرح الحدیث: یہ حدیث ابھی اوپر ہمارے کلام میں گذر چکی، ورواہ ابن ماجه. قاله المنذري، لیکن اس سے قبل بَابٌ فِي سَتْرِ الْمَيِّتِ عِنْدَ غُسْلِهِ میں جو حدیث گذری ہے اس میں یہ گذرا ہے فَغَسَلُوهُ وَعَلَيْهِ قَمِيصُهُ، يَصُبُّونَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيصِ الخ، ان دونوں میں منافات ہے کہ جس قمیص میں غسل دیا جائے اسی میں پھر کفنایا جائے نیز حدیث ابن عباسؓ ضعیف بھی ہے، ينظر التعليق الممجد فيه دليل الحنفية۔

٣٥ - بَابُ كَرَاهِيَةِ الْمُغَالَاةِ فِي الْكَفَنِ

باب ہے گراں قدر کفن استعمال کرنے کی ناپسندیدگی کے بارے میں

٣١٥٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ هَاشِمٍ أَبُو مَالِكٍ الْجَنْبِيُّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: لَا تُغَالِ لِي فِي كَفَنٍ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تَغَالَوْا فِي الْكَفَنِ، فَإِنَّهُ يُسْلَبُهُ سَلْبًا سَرِيعًا».

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ کفن گراں قیمت اختیار نہ کرو کیونکہ میں نے نبی کریم سرور دوعالم ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کفن میں زیادہ خرچ مت کرو اسلئے کہ کفن بہت جلدی خراب ہو جاتا ہے۔

شرح الحدیث: **حدیث کے ایک مشکل لفظ کی تحقیق:** لاتغالی اس لفظ کے بارے میں بذل میں یہ ہے کہ بصیغة

المجهول في المغالاة [1]. لیکن اس میں یہ اشکال ہے کہ تانیث کی کیا وجہ ہے "لا یُغالی" ہونا چاہئے اور ہمارے استاد مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے "لعله لا تغابی" یعنی باب تفاعل سے مصدر، اور مصری نسخوں میں یہ لفظ اس طرح ہے: لَا تُغَالِ لِي فِي كَفَنٍ، اس صورت میں یہ نہی کا صیغہ ہوگا برائے مخاطب مغالاۃ سے، اور بعض نسخوں میں ہے "لا یُغالی"، قال الشيخ محمد عوامه: وهو أظهر، ليكون كلاما عاما، ليس خاصا لمخاطب معين في حق شخص معين اھ [2]۔

حضرت علیؓ فرمارہے ہیں، کفن میں مغالاۃ نہیں ہونا چاہئے، یعنی گراں قیمت اختیار کرنا، اس لئے کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ کفن گراں قیمت نہ بناؤ اس لئے کہ وہ میت سے بہت جلد سلب کرلیا جاتا ہے، یعنی مٹی اس کو کھاجاتی ہے پھر کیا فائدہ قیمتی بنانے میں۔

٣١٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: إِنَّ مُصْعَبَ بْنَ عُمَيْرٍ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ إِلَّا نَمِرَةٌ، كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَ رِجْلَاهُ، وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ، وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِنَ الْإِذْخِرِ».

ترجمہ: حضرت خبابؓ سے روایت ہے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو احد کے دن شہید کیا گیا اور کفن دینے کیلئے ایک اون کی دھاری دار چادر کے سوا کچھ نہ تھا جب ہم اس سے سر کو ڈھانپتے تو ان کے پیر باہر ہوجاتے اور جب پیر ڈھانپتے تو سر کھل جاتا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس چادر سے ان کا سر ڈھانپ دو اور پیروں پر اذخر کے پتے ڈال دو۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (٣١٥٥) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٣٩٥)

شرح الحديث: یعنی مصعب بن عمیرؓ جنگ احد میں شہید ہوگئے تھے، اور کفن کے لئے کوئی چیز نہیں تھی سوائے ان کی ایک دھاری دار مختصر سی چادر کے جس میں ان کو کفنایا جارہا تھا، اگر اس کو سر کی جانب کرتے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں کی جانب کرتے تو سر کھل جاتا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو سر کی جانب کردیا جائے اور پاؤں پر اذخر کے پتے ڈال دیئے جائیں، یہی ہے وہ جس کو فقہاء نے کفن الضرورہ کہا ہے۔

مصعب بن عمیرؓ کا ذکر: یہ مصعب بن عمیرؓ جن کا یہ واقعہ ہے قرشی ہیں، فضلاء صحابہ میں سے ہیں قدیم الاسلام اور مہاجرین اولین میں سے ہیں، اسلام لانے سے پہلے بچپن میں بڑے ناز پروردہ تھے، نہایت خوش عیش اور خوش پوشاک، لکھا ہے کہ ان کے والدین کو ان سے بڑی محبت تھی اور ان کی والدہ ان کو بہتر سے بہتر لباس پہنایا کرتی تھیں، حضور ﷺ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے اور جنگ احد میں شہید، جیسا کہ اوپر روایت میں مذکور ہے، ترمذی میں انکے بارے میں حضرت علیؓ کی یہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ١٢١

[2] كتاب السنن — ج ٤ ص ٣٥

روایت ہے کہ ایک روز ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک مصعب بن عمیر سامنے آگئے جب کہ انکے جسم پر صرف ایک چادر اور وہ بھی پیوند کار تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس حال میں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے ان کی سابقہ حالت اور موجودہ حالت کا تفاوت دیکھ کر [1]۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

۳۱۵٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ حَاتِمِ بْنِ أَبِي نَصْرٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «خَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ، وَخَيْرُ الْأُضْحِيَةِ الْكَبْشُ الْأَقْرَنُ».

ترجمہ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے بہتر کفن دو کپڑے (ازار اور چادر) ہیں اور سب سے بہتر قربانی سینگ والے دُنبہ کی ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۵٦) سنن ابن ماجه - ماجاء في الجنائز (۱٤۷۳)

شرح الحدیث حلہ تو دو کپڑے ہوتے ہیں ازار ورداء، حالانکہ مسنون بالاتفاق تین کپڑے ہیں، لہذا یہ کہا جائے گا کہ حلہ کی خیریت وافضلیت ثوب واحد کے اعتبار سے ہے، نیز بعض علماء نے اس حدیث کی وجہ سے یہ کہا ہے کہ کفن میں بہتر یہ ہے کہ وہ یمنی چادریں ہوں جو دھاری دار ہوتی ہیں، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: لیکن اصح یہ ہے کہ ابیض افضل ہے حدیث عائشہؓ کی وجہ سے [2]، اسکے بعد حدیث میں ہے بہترین قربانی کا جانور سینگوں والا مینڈھا ہے، یہ لکھا ہے کہ شاید وجہ فضیلت یہ ہے کہ کبش اقرن عامۃً سمین وجسیم ہوتا ہے، یا حسن صورت کے اعتبار سے فرمایا گیا کہ سینگوں والا زیادہ حسین وخوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ (بذل [3]) والحديث أخرجه ابن ماجه مقتصرا منه على ذكر الكفن، قاله المنذري۔

۳٦ - بَابٌ فِي كَفَنِ الْمَرْأَةِ

باب عورت کے کفن کے بیان میں

عورت کے کفن کی تفصیل عند الائمۃ الاربعۃ: عورت کا کفن مسنون پانچ کپڑے ہیں عند الجمهور، ومنهم الائمة الثلاثة، وہ پانچ امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک یہ ہیں: ازار، قمیص، خمار، لفافتین، اور امام مالکؒ کے نزدیک سات ہیں، ان کے نزدیک لفافے بجائے دو کے چار ہیں، ہمارے فقہاء نے ان پانچ کپڑوں کو اس طرح تعبیر کیا ہے، ازار، قمیص، لفافہ، خمار (سر بند) اور خرقہ (سینہ بند) جس کے ذریعہ اسکے ثدیین کو ڈھانپا جائے، اور خمار جو سر پر باندھا جائے، اور پھر اسکے ذریعہ بالوں کو چھپایا جائے

[1] أسد الغابة في معرفة الصحابة — ج ۵ ص ۱۷۵

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ٤ ص ۱۱۰

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۱٤ ص ۱۲۳

جو سینہ پر پڑے ہوتے ہیں، جس کی ترتیب اس طرح لکھی ہے کہ اولاً سریر پر لفافہ بچھایا جائے اسکے اوپر ازار، اسکے اوپر خرقہ، اس کے اوپر خمار اور سب سے اوپر قمیص، اولاً قمیص پہنایا جائے گا بغیر آستین کا، اس کے بعد خمار سے سر کو باندھا جائے گا اور سینہ پر جو بال ہیں ان کو چھپایا جائے گا، اسکے بعد خرقہ سے سینہ کو باندھا جائے گا پھر اسکے بعد ازار لپیٹا جائے گا، پہلے بائیں جانب سے لپیٹا جائے گا اسکے بعد دائیں جانب سے تاکہ دایاں پلہ اوپر رہے پھر اسکے بعد اسی طرح لفافہ لپیٹا جائے گا۔

٣١٥٧ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي نُوحُ بْنُ حَكِيمٍ الثَّقَفِيُّ -وَكَانَ قَارِئًا لِلْقُرْآنِ- عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، يُقَالُ لَهُ: دَاوُدُ، قَدْ وَلَّدَتْهُ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنْ لَيْلَى بِنْتِ قَانِفٍ الثَّقَفِيَّةِ، قَالَتْ: «كُنْتُ فِيمَنْ غَسَّلَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ وَفَاتِهَا، فَكَانَ أَوَّلُ مَا أَعْطَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِقَاءَ، ثُمَّ الدِّرْعَ، ثُمَّ الْخِمَارَ، ثُمَّ الْمِلْحَفَةَ، ثُمَّ أُدْرِجَتْ بَعْدُ فِي الثَّوْبِ الْآخَرِ». قَالَتْ: «وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عِنْدَ الْبَابِ مَعَهُ كَفَنُهَا يُنَاوِلُنَاهَا ثَوْبًا ثَوْبًا».

ترجمہ: نوح بن حکیم ثقفی جو قاری قرآن تھے قبیلہ بنو عروہ کے ایک شخص جن کا نام داؤد تھا اور ان کو ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے جنوایا تھا سے روایت کرتے ہیں اور وہ لیلیٰ بنت قانف صحابیہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں ان عورتوں میں شامل تھی جنہوں نے نبی کریم سرور دوعالم ﷺ کی صاحبزادی ام کلثوم کو ان کی وفات کے وقت غسل دیا تھا تو پہلی چیز جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دی وہ ازار تھی پھر قمیص پھر اوڑھنی پھر لفافہ پھر ایک اور کپڑے میں انہیں لپیٹا گیا وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اسوقت دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس کفن تھا آپ ﷺ ایک ایک کپڑا کر کے دیتے جاتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (٣١٥٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ٣٨٠)

شرح الحديث: یعنی قبیلہ بنو عروہ کا ایک شخص جن کا نام داؤد ہے جس کو ام حبیبہ نے جنوایا تھا یعنی جس کی دایہ جو پیدائش کے وقت پاس ہوتی ہے وہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان تھیں، یہ شخص مذکور روایت کرتے ہیں لیلیٰ بنت قانف سے جو کہ صحابیہ ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں ان میں سے ہوں جنہوں نے حضور اقدس ﷺ کی صاحب زادی ام کلثوم ؓ کو غسل دیا تھا، وہ فرماتی ہیں کہ غسل کے بعد تکفین کے وقت حضور اقدس ﷺ نے جب کہ آپ ﷺ دروازہ پر تشریف فرما تھے، کفنانے کے لئے کفن کے کپڑے اس ترتیب سے عطا فرمائے اولاً حقاء یعنی ازار پھر قمیص پھر خمار پھر ملحفہ (لفافہ) پھر ایک اور کپڑے میں ان کو لپیٹا گیا (لفافہ ثانیہ) وہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ دروازہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے ساتھ ام کلثوم ؓ کا کفن تھا ایک ایک کپڑا اسمیں ترتیب وار دیتے رہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ تو ظاہر ہے عورت کو غسل اور تجہیز و تکفین کرتی تو ہیں عورتیں ہی، لیکن مردوں کو اپنی نگرانی میں عورتوں سے یہ سب کام کرانے چاہئیں۔

٣٧۔ بَابٌ فِي الْمِسْكِ لِلْمَيِّتِ

باب ہے مُردوں کو خوشبو (مشک) لگانے کا بیان

اور امام بخاریؒ نے باب قائم کیا: بَابُ الْحَنُوطِ لِلْمَيِّتِ، اور اس میں ابن عباسؓ کی وہ حدیث ذکر فرمائی جس میں یہ ہے کہ حجۃ الوداع والے سال ایک صحابی عرفات میں اپنی اونٹنی پر سے گر کر جاں بحق ہو گئے تھے ان کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا: وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ کہ ان کے حنوط یعنی خوشبو نہ لگانا اور نہ سر ڈھانپنا یہ شخص قیامت کے دن احرام کی حالت میں اٹھے گا[1]۔

گویا امام بخاریؒ نے اس حدیث کے مفہوم مخالف سے میت غیر محرم کیلئے حنوط ثابت فرمایا، چنانچہ فتح الباری میں ہے: قال البيهقي فيه دليل على أن غير المحرم يحنط كما يخمر رأسه اهـ[2]، اور امام ابو داودؒ نے حدیث الباب أَطْيَبُ طِيبِكُمُ الْمِسْكُ کو لا کر گویا عموم حدیث سے استدلال کیا کہ اس میں حی اور میت دونوں برابر ہیں۔

٣١٥٨ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْمُسْتَمِرُّ بْنُ الرَّيَّانِ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَطْيَبُ طِيبِكُمُ الْمِسْكُ».

ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہاری خوشبوؤں میں سب سے عمدہ خوشبو مشک ہے۔

تخریج صحيح مسلم - الألفاظ من الأدب وغيرها (٢٢٥٢) جامع الترمذي - الجنائز (٩٩١) سنن النسائي - الجنائز (١٩٠٥) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٥٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١/٣)

شرح الحدیث **ترجمة الباب والے مسئلہ میں اختلاف علماء:** امام ترمذیؒ نے بھی بعینہ اسی طرح ترجمۃ الباب اور یہی حدیث ذکر کی اور پھر آگے فرمایا: والعمل على هذا عند بعض أهل العلم، وهو قول أحمد، وإسحاق، وقد كره بعض أهل العلم المسك للميت اهـ، اس پر تحفة الأحوذي میں لکھا ہے: لم أقف على وجه الكراهة والحق هو الجواز اهـ[3]، حضرت شیخ کے حاشیہ بذل میں اس پر تفصیل سے لکھا ہے مختلف شراح سے اس کے بارے میں نقل کیا ہے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ جائز ہے وبه قال مالك والشافعي وأحمد وإسحاق، وكرهه عطا والحسن ومجاهد وقالوا إنه ميتة الخ، نیز شیخ نے إزالة الخفاء[4] سے نقل کیا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ میرے لئے مشک کی خوشبو استعمال نہ کرنا، لا تحنطوني بمسك، قال

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الجنائز - باب الحنوط للميت ١٢٠٧

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٣ ص ١٣٦

[3] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي - ج ٤ ص ٦٩

[4] إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء - ج ٢ ص ٩٨

الشيخ لعله كرهٗ لأنه دليلي الإباحة والحرمة، لیکن اسی إزالة الخفاء میں دوسری جگہ یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ زندگی میں تو مشک کو استعمال فرماتے تھے لیکن وصیت یہ فرمائی کہ میرے بعد میرے لئے اسکو استعمال نہ کرنا، وکان الحسن یکرهه للمیت لاللحی اھ، مشک کی حقیقت چونکہ دم منجمد ہے تو شاید اس وجہ سے بعض لوگوں کو مرنے کے بعد اسکے استعمال میں تردد ہو، حضرت شیخ لکھتے ہیں کہ اگر یہ بات ہوتی تو پھر اس کے حکم میں میت اور حی دونوں یکساں ہونے چاہئیں جبکہ کوئی اور ہی وجہ ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم (ھامش بذل [1])۔ والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

۳۸ - بَابُ التَّعْجِيلِ بِالْجَنَازَةِ وَكَرَاهِيَةِ حَبْسِهَا

باب جنازہ (کی تیاری) کے بارے میں جلدی کرنے کا حکم اور تاخیر کی کراہیت کا بیان

ایک باب چند باب کے بعد اور آرہا ہے "بَابُ الْإِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ" دونوں میں فرق ہے، اس باب میں تعجیل سے مراد تعجیل فی التجهیز والتکفین ہے اور آئندہ باب میں إسراع سے مراد إسراع في المشي جیسا کہ دونوں بابوں کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

۳۱۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ الرُّؤَاسِيُّ أَبُو سُفْيَانَ، وَأَحْمَدُ بْنُ جَنَابٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عِيسَى - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ ابْنُ يُونُسَ - عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُثْمَانَ الْبَلَوِيِّ، عَنْ عَزْرَةَ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيمِ: عُرْوَةَ بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْحُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ، أَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ، مَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَالَ: «إِنِّي لَا أَرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَثَ فِيهِ الْمَوْتُ فَآذِنُونِي بِهِ وَعَجِّلُوا فَإِنَّهُ، لَا يَنْبَغِي لِجِيفَةِ مُسْلِمٍ أَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِهِ».

ترجمہ حصین بن وحوح سے روایت ہے کہ طلحہ بن براءؓ جب بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے تو ارشاد فرمایا میرے خیال میں تو طلحہؓ پر موت کے آثار طاری ہوگئے۔ تو تم لوگ مجھے انکی (موت کی) خبر دینا اور انکی تجہیز وتکفین میں جلدی کرنا اسلئے کہ مسلمان کی میّت کیلئے یہ مناسب نہیں کہ اسکو بغیر تجہیز وتکفین کے اسکے گھر میں پڑا رہنے دیا جائے۔

شرح الحديث یعنی حضرت طلحہ بن البراءؓ جب بیمار ہوئے تو حضور ﷺ ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی موت کا وقت قریب آگیا ہے، پس مجھ کو ان کی خبر دیدینا اور جلدی کرنا یعنی ان کی تیاری میں۔ اس لئے کہ مسلمان کی نعش کیلئے مناسب نہیں کہ اس کو اس کے گھر والوں کے درمیان میں روکا جائے۔

تعجیل میں مصلحت: اس پر علامہ طیبیؒ [2] فرماتے ہیں کہ مومن آدمی عند اللہ اور عند الناس بھی قابل اکرام اور معزز ہوتا

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ١٢٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ١٢٧

ہے لیکن روح نکلنے کے بعد جب وہ جسم بے جان ہو جاتا ہے تو اس حیثیت سے طبائع اس سے متوحش اور متنفر ہوتی ہیں اس وقت وہ ان کی نگاہوں میں مانوس اور مرغوب فیہ نہیں رہتا، اسلئے مناسب یہی ہے کہ اس کو جھٹ پٹ چھپا دیا جائے، سبحان اللہ، احکام شرعیہ کے مصالح دیکھئے۔

۳۹- بَابٌ فِي الْغُسْلِ مِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ

باب جو شخص مردے کو غسل دے اسکے لئے غسل کرنے کے متعلق حکم کا بیان

یعنی جو شخص میت کو غسل دے تو کیا وہ خود بھی بعد میں غسل کرے؟

۳۱٦۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ شَيْبَةَ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ الْعَنَزِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا حَدَّثَتْهُ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ أَرْبَعٍ: مِنَ الْجَنَابَةِ، وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَمِنَ الْحِجَامَةِ، وَغُسْلِ الْمَيِّتِ".

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے انہیں بتایا کہ نبی کریم ﷺ چار باتوں کی وجہ سے غسل فرماتے: ① جنابت کی وجہ سے، ② جمعہ کے دن، ③ پچھنے لگوانے کے بعد، ④ اور میت کو غسل دینے کی وجہ سے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (۳۱٦۰) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۵۲/٦)

شرح الحدیث: یہ حدیث کتاب الطہارۃ باب غسل الجمعۃ میں (برقم ۳٤۸) گذر چکی ہے، اس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ حجامت کی وجہ سے غسل فرماتے تھے اور غسل میت سے بھی، لیکن حجامت کے بعد آپ ﷺ کا غسل کرنا ثابت نہیں، صرف غسل محاجم ثابت ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے مصعب بن شیبہ کی وجہ سے، نیز آپ ﷺ کا کسی میت کو غسل دینا بھی ثابت نہیں، اول تو یہ حدیث ضعیف ہے یا پھر اس کی تاویل یہ کی جائے گی کہ غسل سے مراد امر بالغسل ہے۔

مسئلۃ الباب میں اختلاف علماء: خطابیؒ فرماتے ہیں میرے علم میں نہیں یہ بات کہ کسی فقیہ کے نزدیک غسل میت سے غسل واجب ہوتا ہے [1]، اور اسی طرح نہ حمل میت سے وضو، اور ظاہر یہ ہے کہ امر اس میں استحباب کیلئے ہے جس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ میت کو غسل دینے والا چھینٹ سے مامون و محفوظ نہیں ہوتا اور بسا اوقات میت کے بدن پر نجاست بھی ہوتی ہے تو اس لحاظ سے غاسل کو غسل کا حکم دیا گیا، اور وہ جو حدیث میں ہے: وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ حامل میت

---

① اس پر حافظؒ نے تعقب کیا ہے حیث قال: كأنه ما درى أن الشافعي (في البويطي) علق القول به على صحة الحديث والخلاف فيه ثابت عند المالكية وصار إليه بعض الشافعية اهـ من الاوجز (فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ۳ ص ۱۳۵، أوجز المسالك إلى موطأ مالك ج ٤ ص ٤۰٦-٤۰۷)

یعنی جنازہ برداروں کو چاہئے کہ وہ پہلے سے باوضو رہیں، نماز کی تیاری میں [1]، اور حافظ ابن قیمؒ نے تہذیب السنن میں اس میں تین مذہب لکھے ہیں: ① مطلقاً، یہ مسلک ہے ابن المسیبؒ اور ابن سیرینؒ کا، ② مطلقاً عدم وجوب یہ مسلک ہے ائمہ اربعہ کا، ③ میت کافر کے غسل سے غسل کا واجب ہونا، یہ ایک روایت ہے امام احمد کی اھ [2]، چنانچہ آگے ایک مستقل باب آرہا ہے: بَابُ الرَّجُلِ يَمُوتُ لَهُ قَرَابَةٌ مُشْرِكٌ، جس میں حضرت علیؓ کی یہ حدیث (برقم ۳۲۱۴) مذکور ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور ﷺ کے حکم کے موافق ابو طالب کو دفن کر کے آیا تو آپ ﷺ نے مجھ کو غسل کا حکم دیا، لیکن اس واقعہ میں غسل من غسل المیت الکافر نہیں ہے بلکہ غسل من دفن المیت الکافر ہے، ائمہ اربعہ کے مذاہب اس میں یہ ہیں کہ امام احمدؒ کے نزدیک غسل میت سے غسل سنت ہے کما فی الروض المربع، اور امام مالکؒ سے دو روایتیں ہیں، وجوب اور اور استحباب، امام شافعیؒ کے بھی دو قول ہیں ایک استحباب وھو قول الجدید و القدیم الوجوب، اور ایک روایت امام شافعیؒ سے یہ ہے کہ ان صح الحدیث لقلتُ بوجوبه، اور حنفیہ کے نزدیک أصالةً تو مستحب نہیں ہے البتہ خروجاً [3] عن الخلاف مستحب ہے، اور ترمذی میں ہے: وقد اختلف أهل العلم في الذي يغسل الميت، فقال بعض أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم: إذا غسل ميتا فعليه الغسل، وقال بعضهم: عليه الوضوء، وقال مالك بن أنس: «أستحب الغسل من غسل الميت، ولا أرى ذلك واجبا، وهكذا قال الشافعي» وقال أحمد: «من غسل ميتاً أرجو أن لا يجب عليه الغسل، وأما الوضوء فأقل ما قيل فيه» وقال إسحاق: «لا بد من الوضوء». وقد روي عن عبد الله بن المبارك أنه قال: «لا يغتسل ولا يتوضأ من غسل الميت» اھ [4]، امام ترمذیؒ کے کلام سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں تین مسلک ہیں بعض صحابہ کے نزدیک غسل واجب ہے جیسے ابو ہریرہؓ کما قیل اور بعض علماء جیسے اسحاق بن راہویہ ان کے نزدیک وضو واجب ہے، اور بعض علماء جیسے ابن المبارکؒ ان کا مسلک مطلقاً عدم استحباب ہے لا الغسل ولا الوضوء۔

٣١٦١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ غَسَّلَ الْمَيِّتَ فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو میت کو غسل دے تو وہ خود بھی غسل کرے اور جو جنازہ اٹھائے تو اسے چاہئے کہ وضو کرلے۔

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ١ ص ٣٠٧

[2] تهذيب السنن — ج ٣ ص ١٥٠٢

[3] کیونکہ بعض کے نزدیک واجب ہے ان کی رعایت میں ١٢۔

[4] جامع الترمذي — كتاب الجنائز — باب ما جاء في الغسل من غسل الميت ٩٩٣

٣١٦٢ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ إِسْحَاقَ، مَوْلَى زَائِدَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمَعْنَاهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا مَنْسُوخٌ، سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، وَسُئِلَ عَنِ الْغُسْلِ مِنْ غَسْلِ الْمَيِّتِ؟ فَقَالَ: «يُجْزِيهِ الْوُضُوءُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "أَدْخَلَ أَبُو صَالِحٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ يَعْنِي إِسْحَاقَ مَوْلَى زَائِدَةَ، قَالَ: وَحَدِيثُ مُصْعَبٍ ضَعِيفٌ فِيهِ خِصَالٌ لَيْسَ الْعَمَلُ عَلَيْهِ".

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے اسی حدیث کے ہم معنی روایت کرتے ہیں اور امام ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہے میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے سنا ہے کہ امام احمد سے پوچھا گیا جو شخص میت کو غسل دے اس کیلئے غسل کرنا ضروری ہے؟ تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ ایسے شخص کو وضو کرنا کافی ہے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابو صالح استاد نے اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے پہلے راوی اسحاق مولیٰ زائدہ کو ذکر کیا ہے (ورنہ عموماً ابو صالح حضرت ابو ہریرہؓ سے بلا واسطہ روایت نقل کرتے ہیں)۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ مصعب کی حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کے بعض حصوں پر علماء کا عمل نہیں ہے (یہ مصعب بن شیبہ کی روایت اس باب کی پہلی حدیث میں مروی ہے اس میں چار باتوں کی وجہ سے غسل کرنے کا ذکر ہے پہلے تین غسل تو شریعت میں مشروع اور چوتھے نمبر پر الغسل من غسل المیت پر علماء عمل نہیں کرتے اسی کو مصنفؒ نے غیر معمول بہا فرمایا ہے)۔

تخریج جامع الترمذي - الجنائز (٩٩٣) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٦١) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٦٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٧٢)

شرح حدیث قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَدْخَلَ أَبُو صَالِحٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ يَعْنِي إِسْحَاقَ مَوْلَى زَائِدَةَ: مصنفؒ یہ فرمارہے ہیں کہ اس سند میں ابو صالح نے اپنے اور ابو ہریرہؓ کے درمیان اسحاق مولیٰ زائدہ کا واسطہ ذکر کیا ہے، یعنی اگرچہ وہ ان کے شاگرد ہیں لیکن اسکے باوجود واسطہ ہے، اسکے بعد جاننا چاہئے کہ یہ روایت ترمذی میں بھی ہے اس میں ابو صالح اور ابو ہریرہؓ کے درمیان یہ واسطہ نہیں ہے: عن سهيل بن أبي صالح، عن أبيه، عن أبي هريرة، لہذا یہ ترمذی والی سند منقطع ہوئی، اور امام شافعیؒ کے کلام میں یہ ہے کہ یہ حدیث میرے نزدیک قوی اس بناء پر نہیں ہے کہ یہ حدیث اس طرح مروی ہے: عن سهيل بن أبي صالح، عن أبيه، عن أبي هريرة، اور بعض حفاظ نے اس سند میں ابو صالح اور ابو ہریرہؓ کے درمیان اسحاق کو داخل کر دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ابو صالح نے یہ حدیث ابو ہریرہؓ سے نہیں سنی ہے، كذا في تهذيب السنن لابن القيم [1]۔ حافظ ابن القیمؒ نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

قَالَ: وَحَدِيثُ مُصْعَبٍ ضَعِيفٌ فِيهِ خِصَالٌ لَيْسَ الْعَمَلُ عَلَيْهِ: وفي البذل: وفي حاشية الكانفورية في رواية ابن داسة.

---

[1] تهذيب السنن - ج٣ ص١٤٩٩

حدیث مصعب ضعیف اھ[1] اور ضعف کی وجہ خود یہی مصعب بن شیبہ راوی ہے، اس پر کلام اور جرح کتاب الطھارۃ: باب السواك من الفطرۃ میں گذرا ہے، امام مسلمؒ کے نزدیک یہ ثقہ اور قوی ہیں، اور امام بخاریؒ اور نسائیؒ کے نزدیک ضعیف، مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ اس حدیث پر علماء کا عمل نہیں ہے یعنی اس حدیث کے بعض اجزاء پر کالغسل من غسل المیت ورنہ بعض تو اجماعی ہیں۔

٤٠ - بَابٌ فِي تَقْبِيلِ الْمَيِّتِ

میت کو بوسہ دینے کے متعلق باب

٣١٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُونٍ وَهُوَ مَيِّتٌ، حَتَّى رَأَيْتُ الدُّمُوعَ تَسِيلُ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عثمان بن مظعونؓ کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا جبکہ ان کا انتقال ہو چکا تھا حتی کہ میں نے آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے بھی دیکھے۔

تخریج جامع الترمذي - الجنائز (٩٨٩) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٦٣) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٥٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥٦/٦)

شرح الحدیث یہ عثمان بن مظعونؓ آپ کے رضاعی بھائی تھے ہجرت سے تیس ماہ بعد ان کا مدینہ میں انتقال ہوا، وھو أول من دفن بالبقیع، حضور ﷺ نے ان کی وفات کے بعد ان کی تقبیل فرمائی، صدیق اکبرؓ کے بارے میں بھی آتا ہے کہ انہوں نے بھی حضور ﷺ کی وفات کے بعد بالکل آپ پر جھک کر آپ ﷺ کی تقبیل فرمائی۔

غسل میت کی علت میں علماء کے اقوال: یہاں پر ایک بحث یہ ہے کہ غسل میت کی علت کیا ہے؟ فقیل تعبدی، وقیل للتطہیر من الحدث او النجاسۃ، وقیل للتنظیف، کتاب الطہارۃ میں یہ مسئلہ گذرا ہے، کہ ماء مخلوط بشئی طاھر، یعنی جس پانی میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو جیسے صابون اشنان یا اس کے علاوہ کوئی چیز، جس کی وجہ سے پانی کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی ایک وصف متغیر ہو گیا ہو، اس سے ازالہ حدث جائز ہے یا نہیں، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں ان کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے، حنفیہؒ کے نزدیک جائز ہے وھو روایۃ عن احمد کما فی المغنی، حنفیہ کے دلائل میں ایک دلیل غسل میت بماء وسدر والی روایات بھی ہیں، کیونکہ ظاہر ہے کہ ماء وسدر، ماء مخلوط ہے اور جمہور کے نزدیک اس سے تطہیر جائز نہیں، اسی لئے یہ حضرات اس حدیث کی مختلف توجیہات کرتے ہیں، ایک تاویل یہ کی گئی ہے کہ غسل میت تنظیف کیلئے ہے تطہیر کیلئے ہے ہی

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ١٣٠

نہیں، زین ابن المنیر نے یہی کہا ہے، اور ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ سدر کا استعمال تمام غسلات میں نہیں ہوتا بلکہ ایک مرتبہ شروع میں یا اخیر میں ماء قراح (سادہ پانی) استعمال کرنا مراد ہے، ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ سدر کو پانی میں ڈال کر استعمال کرنا مراد نہیں بلکہ اس کے استعمال کی ایک شکل یہ بھی تو ہے کہ بیری کے پتوں کو پانی میں تر کرکے ان سے بدن کو مل لیا جائے اور پھر بعد میں خالص پانی استعمال کیا جائے، ونحو ذلك من التوجیهات اب اگر غسل کو تنظیف کیلئے مانا جائے تب تو تقبیل میت میں کوئی اشکال ہے نہیں اور اگر تطہیر کیلئے ہے تب اشکال ہو سکتا ہے، اور اس سلسلہ میں حنفیہ کا مذہب حاشیہ لامع[1] میں بدائع سے یہ نقل کیا ہے کہ اس میں محمد بن شجاع بلخی نے تو یہ فرمایا ہے کہ آدمی موت سے نجس نہیں ہوتا کو امتلہ، اس لئے کہ اگر وہ بھی عام حیوانات کی طرح موت کی وجہ سے ناپاک ہو جاتا تو پھر غسل سے پاکی کا حکم نہ دیا جاتا، لیکن ہمارے اکثر مشائخ سے یہ منقول ہے کہ موت کی وجہ سے آدمی بھی ناپاک ہو جاتا ہے لما فیہ من الدم المسفوح جس طرح اور حیوانات ناپاک ہو جاتے ہیں جن میں دم مسفوح ہے لیکن فرق دیگر حیوانات اور آدمی کے درمیان یہ ہے کہ آدمی بعد الموت غسل دینے سے پاک ہو جاتا ہے کذا امتلہ، چنانچہ امام محمد سے منقول ہے کہ میت کنویں میں واقع ہو جائے قبل الغسل تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے بخلاف بعد الغسل کے۔

٤١ ـ بَابٌ فِي الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ

رات کے وقت تدفین کے متعلق حکم کے بیان میں

٣١٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَوْ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: رَأَى نَاسٌ نَارًا فِي الْمَقْبَرَةِ، فَأَتَوْهَا فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ، وَإِذَا هُوَ يَقُولُ: «نَاوِلُونِي صَاحِبَكُمْ» فَإِذَا هُوَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالذِّكْرِ.

ترجمہ: عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ مجھے جابر بن عبداللہ نے بتایا یا میں نے ان سے سنا وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے (رات کو) قبرستان میں روشنی کو دیکھا تو جاکر دیکھا وہاں پر رسول اللہ ﷺ قبر میں اترے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے کہ لاؤ مجھے اپنے ساتھی کو پکڑاؤ یہ وہ شخص ہے جو بلند آواز سے اللہ کا ذکر کرتا تھا۔

شرح الحدیث: **ایک ذکر جہری کرنے والے کی خوش نصیبی:** مضمون حدیث یہ ہے: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ رات کے وقت لوگوں کو دور سے قبرستان میں روشنی نظر آئی لوگ وہاں پہنچے، پہنچنے کے بعد دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بہ نفس نفیس ایک قبر میں اترے ہوئے اور فرما رہے ہیں کہ لایئے میت کو دیجئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے ان صحابی کو خود اپنے دست مبارک سے قبر میں اتارا، اور چونکہ رات کا وقت تھا اسی لئے

[1] لامع الدراری علی جامع البخاری ـ ج ٢ ص ١٠٩

روشنی کی ضرورت پیش آئی جس کا روایت میں ذکر ہے، راوی کہتا ہے (ہم نے جو غور سے دیکھا تو) یہ میت وہی شخص تھا جو بلند آواز سے ذکر کیا کرتا تھا، راوی کے اس کلام سے مستفاد ہو رہا ہے کہ یہ صاحب ذکر جہری میں معروف تھے، اور ہو سکتا ہے ان کو یہ سعادت اسی خصلت کی وجہ سے نصیب ہوئی ہو، دفن باللیل پر کلام اور اختلاف وغیرہ ابھی قریب میں باب فی الکفن کی ایک حدیث کے ذیل میں گذر چکا۔

رات میں دفن کا قصہ چند صحابہ کے ساتھ پیش آیا چنانچہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو رات ہی میں دفنایا، اسی طرح حضرت عثمانؓ، عائشہؓ کی تدفین بھی رات ہی میں ہوئی، ایسے ہی صدیق اکبرؓ، اور خود نبی کریم ﷺ کی تدفین اخیر شب میں ہوئی، (ابن القیم [1]) اور بھی اس کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ کی تدفین رات میں ہوئی اور جس روایت میں دفن لیلاً کی ممانعت آئی ہے اس کی علت میں کہا گیا ہے کہ لرداءة الکفن او لترك الصلاة علی المیت او شفقة علی الدافنین، حدیث الباب ہی کے قریب ترمذی کی ایک روایت میں ہے عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ قَبْرًا لَيْلًا. فَأُسْرِجَ لَهُ سِرَاجٌ. فَأَخَذَهُ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ، وَقَالَ: «رَحِمَكَ اللهُ، إِنْ كُنْتَ لَأَوَّاهًا تَلَّاءً لِلْقُرْآنِ» [2]۔

نزوله صلی الله علیه وسلم فی قبر بعض اصحابه للدفن: ابن القیمؒ فرماتے ہیں: وقد نزل النبي صلى الله عليه وسلم في قبر ذي البجادين ليلاً اهـ [3]، اور حاشیہ بذل [4] میں ہے کہ حافظ نے اصابہ کے اندر ذوالبجادین کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا پانچ صحابہ کی قبر میں نزول ثابت ہے۔

٤٢- بَابٌ فِي الْمَيِّتِ يُحْمَلُ مِنْ أَرْضٍ إِلَى أَرْضٍ وَكَرَاهَةِ ذَلِكَ

میت کو ایک سرزمین سے دوسری سرزمین کی طرف لے جانے کے متعلق حکم کے بیان میں

اسی قسم کا باب آگے بھی آرہا ہے کتاب الجنائز کے اواخر میں: بَابٌ فِي تَحْوِيلِ الْمَيِّتِ مِنْ مَوْضِعِهِ لِلْأَمْرِ يَحْدُثُ، ظاہر یہ ہے کہ اس پہلے باب میں تحویل میت قبل الدفن مراد ہے اور آنے والے باب میں تحویل بعد الدفن۔

نقل میت کے بارے میں مذاہب ائمہ: تحویل میت قبل الدفن وبعدہ امام شافعیؒ ومالکؒ کے نزدیک جائز ہے کسی مصلحت کی وجہ سے کجوار الصالحین یا تقدس [5] ارض کی وجہ سے جیسے مکہ اور مدینہ، لیکن بشرط عدم هتك حرمة المیت۔

---

[1] تهذيب السنن - ج ٣ ص ١٥٠٥ - ١٥٠٦

[2] جامع الترمذي - كتاب الجنائز - باب ما جاء في الدفن بالليل ١٠٥٧

[3] تهذيب السنن - ج ٣ ص ١٥٠٧

[4] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ١٣٢

[5] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبض روح کا واقعہ: چنانچہ امام بخاریؒ نے باب قائم فرمایا: بَابُ مَنْ أَحَبَّ الدَّفْنَ فِي الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ أَوْ نَحْوِهَا، اور اس

ولم يوجد فيه مسلك احمد، اور حنفیہ کے نزدیک یجوز النقل قبل الدفن میلا او میلین، واما بعد الدفن فلا یجوز الا لعذر شرعی، کالدفن فی الأرض المغصوبة، نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ عدم غسل یا عدم صلاۃ علی المیت کی وجہ سے نبش قبر جائز نہیں ایسے ہی اگر میت کو غیر مستقبل القبلہ دفنا دیا گیا تو استقبال قبلہ کے لیے بھی نبش قبر جائز نہیں۔

٣١٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ نُبَيْحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنَّا حَمَلْنَا الْقَتْلَى يَوْمَ أُحُدٍ لِنَدْفِنَهُمْ، فَجَاءَ مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَدْفِنُوا الْقَتْلَى فِي مَضَاجِعِهِمْ» فَرَدَدْنَاهُمْ.

ترجمہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم احد کے دن شہداء کو دوسری جگہ تدفین کے لئے منتقل کر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک منادی نے آکر نداء دی کہ رسول اللہ ﷺ تم کو حکم دیتے ہیں کہ شہداء کو ان کی شہادت گاہ ہی میں دفن کرو تو ہم نے ان کو ادھر لوٹا دیا۔

تخریج جامع الترمذي - الجهاد (١٧١٧) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٦٥) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥١٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٧/٣) سنن الدارمي - المقدمة (٤٥)

شرح الحديث حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں بعض شہداء احد کو ان کے اعزہ بقیع میں دفن کرنے کے لیے

---

[1] میں انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث (برقم ١٢٧٤) ذکر فرمائی: قَالَ أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَام فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ فَرَجَعَ إِلَى رَبِّهِ فَقَالَ أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ اللهُ عَلَيْهِ عَيْنَهُ وَقَالَ ارْجِعْ فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهِ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ أَيْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْآنَ فَسَأَلَ اللهَ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيقِ عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ، یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو آدمی کی صورت میں حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے پاس بھیجا قبض روح کیلئے (تو اس نے جا کر ان سے عرض کیا کہ میں آپ کی روح قبض کرنے کیلئے آیا ہوں، آپ نے اس کو پہچانا نہیں) اس پر آپ نے اس کو ایک طمانچہ مارا جس سے اس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی، وہ فرشتہ لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس گیا اور اس نے جا کر عرض کیا کہ آپ نے مجھے ایسے بندہ کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا، اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ درست کر کے فرمایا کہ اب اس سے جا کر یہ کہہ کہ وہ اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھے تو جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے ہر بال کے بقدر ایک سال کی زندگی بڑھا دی جائے گی (چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اس پر) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب! اس کے بعد پھر کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر موت آئیگی، انہوں نے عرض کیا پھر ابھی لے لیجئے، اور یہ دعاء فرمائی کہ ان کو بیت المقدس کے قریب کر دیں، (اس وقت موسیٰ علیہ السلام وادی تیہ میں تھے) اتنا قریب کر دیجئے کہ اگر ان کی قبر سے کوئی پتھر پھینکنے والا ہاتھ سے پتھر پھینکے تو وہ بیت المقدس تک پہنچے، اس کے بعد حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو میں ان کی قبر تم کو دکھا دیتا راستہ کی جانب سرخ ریت کے ٹیلہ کے قریب، اس واقعہ پر ایک مشہور اشکال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرشتہ کے تھپڑ کیسے مار دیا، اس کا جواب جو حاشیہ بخاری میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت وہ فرشتہ آپ کی خدمت میں بصورت آدمی پہنچا تھا اور جاتے ہی کہہ دیا کہ میں تو قبض روح کے لئے آیا ہوں، جب کہ موسیٰ علیہ السلام کے ذہن میں یہ تھا کہ مجھ کو موت کے وقت اختیار دیا جائے گا اس لئے وہ سمجھ نہ سکے کہ یہ فرشتہ ہے اس لئے ایسا ہوا، اور بھی اس کی توجیہات کی گئی ہیں۔ بخاری کا یہ ترجمۃ الباب اور یہ قصہ ہم نے یہاں اس حیثیت سے ذکر کیا ہے کہ تقدس ارضی بھی ایک امر مطلوب ہے، لا من حیث اصل المسئلة اعنی نقل المیت۔

منتقل کرنے لگے، اس پر حضور ﷺ کی جانب سے ایک منادی نے آکر ندا دی کہ حضور ﷺ حکم فرمارہے ہیں کہ مقتولین کو ان کی شہادت گاہ ہی میں دفن کیا جائے پس ہم نے ان کو ادھر لوٹا دیا۔

اس حدیث سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے نقل میت کے مسئلہ میں، شافعیہ وغیرہ جو جواز کے قائل ہیں وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حکم مختص ہے شہداء کے ساتھ یا یہ کہ یہ حکم ابتداء تھا، اس لیے کہ منقول ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے اپنے والد کو جو جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے احد سے بقیع کی طرف چھ ماہ بعد منتقل کیا تھا یہ روایت خود آگے اسی کتاب میں آرہی ہے۔

والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٤٣۔ بَابٌ فِي الصُّفُوفِ عَلَى الْجَنَازَةِ

جنازہ کیلئے صفیں بنانے کے متعلق باب

اور بعض نسخوں میں ہے الصُّفُوفِ عَلَى الْجَنَازَةِ۔

٣١٦٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَرْثَدٍ الْيَزَنِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيُصَلِّي عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، إِلَّا أَوْجَبَ» . قَالَ: فَكَانَ مَالِكٌ «إِذَا اسْتَقَلَّ أَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَّأَهُمْ ثَلَاثَةَ صُفُوفٍ لِلْحَدِيثِ».

ترجمہ مالک بن ہبیرہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی شخص انتقال پا جائے پھر اسکی نماز جنازہ ادا کی جائے جس میں مسلمانوں کی تین صفیں ہوں تو اسکے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے تو مالک کا طریقہ تھا کہ جب دیکھتے کہ جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کم ہے تو انہیں تین صفوں میں تقسیم فرما دیتے اسی حدیث مبارکہ کے پیش نظر۔

تخریج جامع الترمذي - الجنائز (١٠٢٨) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٦٦) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٩٠) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٧٩/٤)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ جس میت پر نماز پڑھنے والوں کی تین صفیں ہوں تو وہ شخص مستحق جنت ہو جاتا ہے، اس حدیث کے راوی مالک بن ہبیرہ ہیں، فَكَانَ مَالِكٌ «إِذَا اسْتَقَلَّ أَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَّأَهُمْ ثَلَاثَةَ صُفُوفٍ لِلْحَدِيثِ»، یعنی حضرت مالک بن ہبیرہؓ اسی حدیث کے پیش نظر جب دیکھتے تھے کہ نماز پڑھنے والوں کی تعداد بہت کم ہے تو ان کو تین حصوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور ان کی تین صفیں بنا دیتے تھے مثلاً اگر نماز پڑھنے والے کل چھ آدمی ہیں تو دو دو آدمیوں کی تین صفیں بنا دیتے تھے۔

صفوف جنازہ کے بارے میں امام مالکؒ کا مذہب: امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے: بَابُ مَنْ صَفَّ صَفَّيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً عَلَى الْجَنَازَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ، اس باب کے بارے میں حضرت شیخ نے حاشیہ لامع میں اپنی رائے یہ لکھی ہے کہ ممکن ہے امام بخاریؒ

کی غرض ان لوگوں پر رد کرنا ہو جو یوں کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کی تو بس ایک صف ہونی چاہئے، چنانچہ ابن العربیؒ نے امام مالکؒ سے نقل کیا: أنه استحب أن یکون المصلون علی الجنازة سطرا واحدا ولا أعلم لذلك وجها"[1]، اور پھر آگے حضرت شیخ نے ابن قدامہ سے نقل کیا کہ مستحب یہ ہے کہ جنازہ پر تین صفیں قائم کی جائیں اسی مالک بن ہبیرہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے، امام ترمذیؒ نے امام احمدؒ سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ مصلین کی اگر قلت ہو تو تین صفیں بنائی جائیں لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ اگر نماز پڑھنے والے صرف چار ہوں تو پھر کیسے کیا جائے تو فرمایا پھر اس صورت میں صرف دو صفیں بنائی جائیں فی کل صف رجلین، اور تین بنانے کی اجازت نہیں دی کہ اس صورت میں ایک صف میں صرف ایک ہی آدمی رہ جائیگا۔ والحدیث أخرجه الترمذی وابن ماجه. قاله المنذری۔

٤٤۔ بَابُ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

عورتوں کے جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق باب

٣١٦٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: «نُهِينَا أَنْ نَتَّبِعَ الْجَنَائِزَ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا».

ترجمہ ام عطیہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ہمیں جنازہ کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا لیکن سختی کے ساتھ منع نہیں کیا گیا۔

تخریج صحیح البخاري - الحیض (٣٠٧) صحیح البخاري - الجنائز (١٢١٩) صحیح البخاري - الطلاق (٥٠٢٧) صحیح مسلم - الجنائز (٩٣٨) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٦٧) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥٧٧) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٠٨/٦)

شرح الحدیث حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں یعنی عورتوں کو منع کیا گیا ہے جنازوں کیساتھ جانے سے لیکن سختی کیساتھ نہیں منع کیا گیا۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: امام نوویؒ فرماتے ہیں: یعنی آپ ﷺ کی جانب سے اس میں تنزیہا منع ہے نہ کہ تحریما، اور پھر کہا انہوں نے ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ مکروہ ہے حرام نہیں، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں عند الجمہور منع ہے لیکن علماء مدینہ نے اسکو جائز رکھا ہے، وأجازه مالك وكرهه للشابة[2]، اور حنفیہ کا مسلک در مختار میں لکھا ہے: قوله ویکره خروجهن تحریما: لقوله علیه الصلاة والسلام {ارْجِعْنَ مَأْزُورَاتٍ غَيْرَ مَأْجُورَاتٍ} رواه ابن ماجه[3] بسند ضعیف. لکن یعضده المعنی الحادث باختلاف الزمان الذي أشارت إلیه عائشة بقولها: لو أن رسول الله صلی الله علیه وسلم رأی ما

---

[1] عارضة الأحوذي شرح صحیح الترمذي — ج ٤ ص ٢٦٠

[2] المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج — ج ٧ ص ٢

[3] سنن ابن ماجه — کتاب الجنائز — باب ما جاء في اتباع النساء الجنائز ١٥٧٨

أحدث النساء بعده لمنعهن كما منعت نساء بني إسرائيل . وهذا في نساء زمانها. فما ظنك بنساء زماننا. وأما ما في الصحيحين { عن أم عطية (يعني حديث الباب) نهينا عن اتباع الجنائز ولم يعزم علينا } أي أنه نهي تنزيه . فينبغي أن يختص بذلك الزمن حيث كان يباح لهن الخروج للمساجد والأعياد اه [1]، حاشیۂ بذل میں ہے علامہ عینیؒ نے کراہۃ تنزیہہ کو ترجیح دی ہے [2]۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم وابن ماجه. قاله المنذري۔

٤٥ - بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ وَتَشْيِيعِهَا

باب نماز جنازہ پڑھنے کی فضیلت کے بیان میں

٣١٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَرْوِيهِ، قَالَ: «مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَصَلَّى عَلَيْهَا، فَلَهُ قِيرَاطٌ، وَمَنْ تَبِعَهَا حَتَّى يُفْرَغَ مِنْهَا فَلَهُ قِيرَاطَانِ، أَصْغَرُهُمَا مِثْلُ أُحُدٍ - أَوْ أَحَدُهُمَا مِثْلُ أُحُدٍ -».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو جنازہ کے پیچھے چلا پھر اس نے نماز جنازہ پڑھی تو اسکے لئے ایک قیراط (ثواب کا) ہے اور جو شخص (جنازہ پڑھنے کے بعد) اسکے ساتھ (قبر تک) جائے یہاں تک کہ تدفین سے فارغ ہو جائے تو اسکے لئے دو قیراط ہیں اور ان دو قیراط میں سے جو چھوٹا ہے وہ بھی احد پہاڑ کے برابر ہے یا ان دو میں سے ایک احد پہاڑ کے مثل ہے۔

٣١٦٩ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حُسَيْنٍ الْهَرَوِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ وَهُوَ حُمَيْدُ بْنُ زِيَادٍ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُسَيْطٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ دَاوُدَ بْنَ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، إِذْ طَلَعَ خَبَّابٌ صَاحِبُ الْمَقْصُورَةِ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ خَرَجَ مَعَ جَنَازَةٍ مِنْ بَيْتِهَا وَصَلَّى عَلَيْهَا» فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ سُفْيَانَ، فَأَرْسَلَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ: صَدَقَ أَبُو هُرَيْرَةَ.

ترجمہ: داؤد بن عامر بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد عامر بن سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب کے پاس تھے تو ان کے پاس حضرت خبابؓ صاحب المقصورہ تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ اے ابن عمر! کیا آپ نے نہیں سنا ابوہریرہؓ جو فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جنازے کے ہمراہ اس گھر سے چلا اور نماز جنازہ پڑھی پھر سفیان کی حدیث نے ہم معنی حدیث نقل کی اسکے بعد حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کے پاس پیغام بھیجا اس بات کی تصدیق کے لئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت

[1] رد المحتار على الدر المختار — ج ٣ ص ١٣٧

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ١٣٥

ابوہریرہؓ نے سچ کہا۔

تخریج صحيح البخاري - الإيمان (٤٧) صحيح البخاري - الجنائز (١٢٦٠) صحيح مسلم - الجنائز (٩٤٥) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٤٠) سنن النسائي - الجنائز (١٩٩٤) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٥٠٣٢) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٦٨) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥٣٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٣)

شرح الحدیث یعنی جس شخص نے جنازہ کے ساتھ جاکر اس پر صرف نماز پڑھی اور قبرستان تک نہیں گیا تو اس کا اجر بقدر ایک قیراط ہے، اور جو نماز پڑھنے کے بعد اس کے ساتھ قبر تک جائے اور دفن تک وہیں رہے تو اس کیلئے دو قیراط ثواب ہے، اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک قیراط کا ثواب احد پہاڑ کے برابر ہے، ایک قیراط کی مقدار لغۃً تو نصف دانق ہے، اور دانق سدس درہم کو کہتے ہیں لہذا ایک قیراط درہم کا بارہواں حصہ ہوا مگر یہاں حدیث میں لغوی معنی مراد نہیں بلکہ بہت بڑی مقدار مراد ہے جیسا کہ حدیث میں ہے احد پہاڑ کے برابر، وفي البذل: تحت قول فَصَلَّى عَلَيْهَا: فرجع ولم يمش معها إلى القبر حتى يدفن، في هامشه: وقال الطحاوي: في مشكل الآثار إن هذا الأجر مع التشئي لا لمجرد الصلاة الخ اهـ[1]، فليراجع إلى مشكل الآثار۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: یعنی حضرت ابن عمرؓ کو جب حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث پہنچی ایک قیراط اور دو قیراط والی تو انہوں نے اس کی تحقیق کے لئے حضرت عائشہؓ کے پاس آدمی بھیجے جس پر انہوں نے ابوہریرہؓ کی تصدیق کی۔

یہ روایت یہاں مختصر ہے اور ترمذی میں اس پر یہ زیادتی ہے: فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: «لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيطَ كَثِيرَةٍ»، اور مسلم شریف کی ایک روایت میں مزید براں یہ ہے: قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، يُصَلِّي عَلَيْهَا ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَلَمَّا بَلَغَهُ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «لَقَدْ ضَيَّعْنَا قَرَارِيطَ كَثِيرَةً»، یعنی حضرت ابن عمرؓ کا معمول شروع میں صرف نماز جنازہ پڑھنے کا تھا اسکے ساتھ قبرستان جانے کا نہیں تھا، جب ان کو حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث پہنچی اور پھر حضرت عائشہؓ نے بھی اس کی تصدیق فرمادی تو انہوں نے اپنے عمل پر اظہار افسوس فرمایا کہ ہم نے اپنے بہت سے قیراط کا نقصان کر دیا (تحفة الأحوذي) یہ صحابہ کرام کے یقین کی بات ہے یہی تو سب سے بڑی دولت تھی انکے پاس کمال یقین کی وخیر ما القي في القلوب اليقين۔

والحديث أخرجه مسلم بمعناه اتم منه، قاله المنذري۔

٣١٧٠ - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ السَّكُونِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ١٣٦

أَرْبَعُونَ رَجُلًا، لَا يُشْرِكُونَ بِاللهِ شَيْئًا، إِلَّا شُفِّعُوا فِيهِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی مسلمان وفات پاجائے اور پھر اسکے جنازے پر چالیس آدمی ایسے موجود ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں مگر اس کے حق میں ان کی شفاعت قبول کرلی جاتی ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الجنائز (٩٤٨) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٧٠) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٨٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٧٨/١)

شرح الحدیث: یعنی جس شخص کی نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد چالیس تک پہنچ جائے تو ان کی یہ شفاعت اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول کی جاتی ہے، اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں يَبْلُغُونَ مِائَةً ہے [1]، اور اس سے پہلے مالک بن ہبیرہ کی روایت میں ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ آیا ہے جس میں نہ سو کی قید ہے نہ چالیس کی، اس اختلاف عدد کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ اختلاف سوال سائلین پر محمول ہے یعنی یہ حدیثیں آپ ﷺ نے سائلین کے جواب میں ارشاد فرمائیں کسی سائل نے سو کے عدد کے بارے میں سوال کیا اور کسی نے چالیس کے بارے میں، دونوں کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے یعنی اس عدد کی تحدید ابتداء آپ ﷺ کی جانب سے نہیں ہے ممکن ہے اگر اس سے کم کے بارے میں سوال کیا جاتا تو اس پر بھی آپ ﷺ یہی فرماتے، وفي هامش البذل: وجمع بينهما اى بين المائة والاربعين الطحاوى فى مشكل الآثار (ج ٢ ص ١٠٤) بحمل "اربعين" على آخر الزمان اهـ ان شئت التفصيل فارجع اليه. والحديث أخرجه مسلم اتم منه، وأخرجه ابن ماجه بنحوه. قاله المنذري۔

٤٦ - بَابٌ فِي النَّارِ يُتْبَعُ بِهَا الْمَيِّتُ

باب جنازہ کے پیچھے آگ کو لیکر چلنے کے متعلق

٣١٧١ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَرْبٌ يَعْنِي ابْنَ شَدَّادٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنِي بَابُ بْنُ عُمَيْرٍ، حَدَّثَنِي رَجُلٌ، مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُتْبَعُ الْجَنَازَةُ بِصَوْتٍ، وَلَا نَارٍ» زَادَ هَارُونُ: «وَلَا يُمْشَى بَيْنَ يَدَيْهَا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جنازے کے پیچھے نہ تو آواز ہونی چاہیے اور نہ آگ۔ ہارون راوی نے یہ اضافہ کیا اور نہ اس کے آگے چلا جائے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (٣١٧١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٢٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الجنائز - باب من صلى عليه مائة شفعوا فيه ٩٤٧

(٥٢٨/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٣٢/٢)

شرح الحديث حضرت ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جنازہ کے پیچھے اس کے ساتھ نہ آواز ہونی چاہئے اور نہ آگ، آواز سے مراد عام ہے کہ بکاء کی وجہ سے ہو یا ذکر و تلاوت کی وجہ سے، اور آگ سے مراد دھونی کی آگ ہے، قبر کی دھونی دینے کیلئے جیسا کہ اہل کتاب کیا کرتے تھے، اور منع دو وجہ سے ہے لاجل التفاؤل وھو لان النار آلۃ العذاب اور مخالفت اہل کتاب، اور اگر روشنی کے لئے آگ ساتھ لی جائے اس میں کچھ مضائقہ نہیں، وہ تو ثابت ہے ابھی قریب میں حدیث گذری ہے، اور آگے اس روایت میں ہے کہ جنازہ سے آگے نہ چلا جائے اس پر آگے مستقل باب آرہا ہے۔

٤٧ - بَابُ القِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

باب جنازہ کے لئے کھڑے ہونے کے متعلق

٣١٧٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا لَهَا، حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوضَعَ».

ترجمہ عامر بن ربیعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً حدیث روایت کرتے ہیں کہ جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو یہاں تک کہ وہ تمہیں چھوڑ کر آگے نکل جائے یا رکھ دیا جائے۔

تخریج صحيح البخاري - الجنائز (١٢٤٥) صحيح مسلم - الجنائز (٩٥٨) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٤٢) سنن النسائي - الجنائز (١٩١٥) سنن النسائي - الجنائز (١٩١٦) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٧٢) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥٤٢) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٤٥/٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٤٦/٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٤٧/٣)

شرح الحديث یہاں پر دو مسئلے ہیں اور دونوں سے متعلق جو حدیثیں ہیں ان دونوں کو مصنف نے اسی باب میں ذکر فرمایا ہے، اس میں ایک مسئلہ تو وہ ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے، دوسرا مسئلہ وہ ہے جو باب کی آخری حدیث (برقم ٣١٧٦) میں ہے: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ فِي الْجَنَازَةِ حَتَّى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ، فَمَرَّ بِهِ حَبْرٌ مِنَ الْيَهُودِ، فَقَالَ: هَكَذَا نَفْعَلُ، فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: «اجْلِسُوا خَالِفُوهُمْ»۔ اسی لئے امام ترمذیؒ نے دو باب الگ الگ قائم کئے ہیں: بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجُلُوسِ قَبْلَ أَنْ تُوضَعَ اور دوسرا باب مَا جَاءَ فِي الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ، ابو داؤد کی آخری حدیث میں جو مسئلہ مذکور ہے یہ وہی مسئلہ ہے جس کو امام ترمذیؒ نے باب اول میں بیان کیا ہے، اور باب کی پہلی حدیث جو ہم نے شروع میں نقل کی اس میں وہ مسئلہ ہے جس کو امام ترمذیؒ نے باب ثانی میں ذکر فرمایا، مگر امام ابو داؤدؒ نے دونوں قسم کی حدیثوں کو ایک ہی ترجمۃ الباب کے تحت ذکر فرمایا، پھر دوسرے باب کے بعد امام ترمذیؒ نے ایک تیسرا باب قائم کیا جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

(ھھنا مسئلتان) المسئلة الاولى: باب کی اس پہلی حدیث میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ تو یہ ہے کہ جس شخص کے قریب

میں جنازہ گذرے اس کو چاہئے کہ اس کو دیکھ کر کھڑا ہو جائے، یعنی یہ نہیں کہ اپنے کام میں اسی طرح مشغول رہے اور جنازہ گذر نے کی کوئی پرواہ نہ کرے کیونکہ حدیث میں ہے إِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ، جیسا کہ اس باب کی تیسری حدیث (برقم ٣١٧٤) میں ہے، جس کا مضمون یہ ہے: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک جنازہ ہمارے قریب کو گذرا تو آپ ﷺ اس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے تا کہ اس کے اٹھانے میں شریک ہوں، تو معلوم ہوا وہ یہودی کا جنازہ ہے، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ. فَإِذَا رَأَيْتُمْ جَنَازَةً فَقُومُوا. کہ موت گھبراہٹ کی چیز ہے، یعنی دوسرے کے جنازہ کو دیکھ کر اپنی موت یاد آنی چاہئے اور فرمایا کہ جب تم جنازہ کو دیکھا کرو تو کھڑے ہو جایا کرو۔

لیکن یہ حدیث عند الجمہور منسوخ ہے، البتہ امام احمد، اسحاق بن راہویہ، ابن حبیب مالکی اور بعض شافعیہ جس میں امام نووی بھی ہیں، ان حضرات کے نزدیک مرور جنازہ کے وقت قیام مستحب ہے، عند الجمہور یہ منسوخ ہے، چنانچہ اس باب کی چوتھی حدیث (برقم ٣١٧٥) میں آرہا ہے جو حضرت علیؓ سے مرفوعاً مروی ہے: قَامَ فِي الْجَنَائِزِ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدُ کہ آپ شروع میں تو کھڑے ہوتے تھے بعد میں چھوڑ دیا تھا کھڑا ہونا، جمہور کا مسلک یہی ہے وہ اس میں نسخ کے قائل ہیں اور فریق مخالف جو استحباب قیام کے قائل ہیں حنابلہ وغیرہ [1] انہوں نے اس دوسری حدیث کو یعنی نفی کی حدیث کو بیان جواز پر محمول کیا ہے، یعنی آپ ﷺ کبھی قیام نہیں کرتے تھے بیان جواز کیلئے، چنانچہ امام ترمذیؒ نے بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ کے بعد دوسرا باب بَابُ الرُّخْصَةِ فِي تَرْكِ الْقِيَامِ لَهَا قائم کیا جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں حدیث علیؓ کے بعد: والعمل على هذا عند بعض أهل العلم. قال الشافعي: «وهذا أصح شيء في هذا الباب، وهذا الحديث ناسخ للأول إذا رأيتم الجنازة فقوموا». وقال أحمد: إن شاء قام اهـ [2]، وفي تحفة الأحوذي: فعند أحمد حديث علي هذا ليس بناسخ للحديث الأول، پھر انہوں نے حازمی سے بیان مذاہب کے ذیل میں نقل کیا: وقال أحمد بن حنبل إن قام لم أعبه، وإن قعد فلا بأس به. وبه قال إسحاق الحنظلي. وقال أكثر أهل العلم: ليس على أحد القيام للجنازة إلى آخر ما ذكر [3]، امام ترمذیؒ اور حازمی کے کلام سے معلوم ہوا کہ امام احمدؒ کے نزدیک اس مسئلہ میں تخییر ہے، ہم نے اوپر ان کا مسلک استحباب قیام لکھا ہے، ذكره الشيخ في البذل عن الشوكاني، اور حضرت شیخ کے حاشیہ بذل میں ہے: هذا القيام منسوخ عند الأئمة الأربعة. وما حكى أهل الشروح عن الإمام أحمد أنه ليس بمنسوخ عنده يأباه كتب فروعه. نعم يندب عند ابن حزم وغيره [4]. قلت. ومنهم النووي كما سبق.

---

[1] بلکہ صرف ابن حزم، اور حنابلہ کے مذہب کی تحقیق آگے آرہی ہے ١٢۔
[2] جامع الترمذي - كتاب الجنائز - باب الرخصة في ترك القيام لها ١٠٤٤
[3] تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي - ج ٤ ص ١٤٣
[4] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ١٤٣

المسئلة الثانية: اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ جس جنازہ کے ساتھ جاتے تھے تو قبرستان پہنچ کر بیٹھتے تھے: حَتّٰى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ، جب تک میت کو قبر میں نہ رکھ دیا جاتا، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ علماء یہود میں سے ایک شخص گذر رہا تھا اس نے آپ ﷺ کو دیکھ کر کہا: هٰكَذَا نَفْعَلُ کہ ہاں آپ ٹھیک کر رہے ہیں ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ نے کھڑا رہنا چھوڑ دیا اور فرمایا: اِجْلِسُوا خَالِفُوهُمْ، یعنی وضع فی اللحد سے پہلے بیٹھ جایا کرو۔

اس مسئلہ کے جمہور بھی قائل ہیں کہ وضع فی اللحد سے پہلے جلوس میں کوئی حرج نہیں ہے بیٹھ سکتے ہیں، البتہ وضع عن اعناق الرجال سے قبل جلوس مکروہ ہے عند الجمهور خلافا للمالكية فيجوز عندهم، ان دونوں مسئلوں کو الگ الگ اسی طرح سمجھنا چاہئے بسا اوقات ان دونوں کے سمجھنے میں بلکہ بیان کرنے میں بھی جیسا کہ آپ دیکھیں گے غلط ہو جاتا ہے۔

۳۱۷۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا تَبِعْتُمُ الْجَنَازَةَ فَلَا تَجْلِسُوا حَتّٰى تُوضَعَ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ الثَّوْرِيُّ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ فِيهِ: «حَتّٰى تُوضَعَ بِالْأَرْضِ» ، وَرَوَاهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ سُهَيْلٍ، قَالَ: «حَتّٰى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَسُفْيَانُ أَحْفَظُ مِنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ» .

ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنازہ کے پیچھے چلو تو اسوقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ جنازہ نہ رکھ دیا جائے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ نے اس حدیث کو سہیل سے اور سہیل نے اپنے والد سے ان کے والد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا اس میں فرمایا کہ یہاں تک کہ جنازہ زمین پر رکھ دیا جائے اور ابو معاویہ نے اس حدیث کو سہیل سے روایت کیا تو انہوں فرمایا کہ یہاں تک کہ جنازہ کو قبر میں رکھ دیا جائے اور سفیان ثوری ابو معاویہ سے زیادہ حافظہ والے ہیں۔

تخریج صحيح البخاري - الجنائز (١٢٤٧) صحيح مسلم - الجنائز (٩٥٩) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٤٣) سنن النسائي - الجنائز (١٩١٤) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٧٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥/٣)

شرح الحديث قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ الثَّوْرِيُّ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ فِيهِ: «حَتّٰى تُوضَعَ بِالْأَرْضِ» ، وَرَوَاهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ سُهَيْلٍ، قَالَ: «حَتّٰى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسُفْيَانُ أَحْفَظُ مِنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ: اسکی توضیح یہ ہے کہ اس حدیث کو سہیل سے روایت کرنے والے تین ہیں: ① اول زہیر جن کی روایت شروع میں ہے، ② دوسرے ثوری، ③ تیسرے ابو معاویہ، زہیر کی روایت میں تو حَتّٰى تُوضَعَ مطلقاً ہے، اور ثوری کی روایت میں حَتّٰى تُوضَعَ بِالْأَرْضِ ہے، اور ابو معاویہ کی روایت میں حَتّٰى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ ہے، مصنف فرمارہے ہیں کہ سفیان احفظ ہیں ابو معاویہ سے لہٰذا حَتّٰى تُوضَعَ بِالْأَرْضِ اصح ہے، اور مسئلہ بھی اسی طرح ہے، اب اس باب کی جملہ روایات پر مشترک طور پر کلام آگیا، ان احادیث کی تخریج اس طرح

ہے: حدیث عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه.

وحديث أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي من حديث أبي سلمة بن عبد الرحمن بن عوف عن أبي سعيد بنحوه، وأخرجه مسلم من حديث أبي صالح السمان عن أبي سعيد.

وحديث جابر رضي الله تعالى عنه أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وليس في حديثهم "فلما ذهبنا لنحمل".

وحديث علي رضي الله تعالى عنه أخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه بنحوه.

وحديث عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه أخرجه الترمذي وابن ماجه قاله المنذري.

٣١٧٤ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ، حَدَّثَنِي جَابِرٌ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ مَرَّتْ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا، فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَحْمِلَ إِذَا هِيَ جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا هِيَ جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ؟ فَقَالَ: «إِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ جَنَازَةً فَقُومُوا».

ترجمہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے تو اسوقت ہمارے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو آپ ﷺ اسکے لئے کھڑے ہوگئے پھر جب اسکو اٹھانے کیلئے آگے بڑھے تو ایک یہودی کا جنازہ تھا تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موت ایک گھبراہٹ میں ڈالنے والا معاملہ ہے سو جب تم کسی جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔

تخریج صحيح البخاري - الجنائز (١٢٤٩) صحيح مسلم - الجنائز (٩٦٠) سنن النسائي - الجنائز (١٩٢٢) سنن النسائي - الجنائز (١٩٢٨) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٧٤).

٣١٧٥ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ مَسْعُودِ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي الْجَنَائِزِ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدُ».

ترجمہ حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے لیکن پھر بعد میں بیٹھنے لگے (کھڑے ہونے کو ترک فرمادیا)۔

تخریج صحيح مسلم - الجنائز (٩٦٢) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٤٤) سنن النسائي - الجنائز (١٩٩٩) سنن النسائي - الجنائز (٢٠٠٠) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٧٥) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥٤٤) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٨٢/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٣١/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٣٨/١) موطأ مالك - الجنائز (٥٤٩)

٣١٧٦ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ بَهْرَامَ الْمَدَائِنِيُّ، أَخْبَرَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْبَاطِ الْحَارِثِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ فِي الْجَنَازَةِ حَتَّى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ، فَمَرَّ بِهِ حَبْرٌ مِنَ الْيَهُودِ، فَقَالَ: هَكَذَا نَفْعَلُ، فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ:

«اجْلِسُوا خَالِفُوهُمْ».

ترجمہ حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنازہ کیلئے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ جنازہ قبر میں رکھ دیا جاتا پس ایک مرتبہ آپ کے پاس سے ایک یہودی عالم گزرا تو اس نے بتایا کہ ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں تو آپ ﷺ خود بھی بیٹھنے لگے اور فرمادیا کہ تم لوگ بھی یہود کی مخالفت میں بیٹھا کرو۔

تخریج جامع الترمذي- الجنائز (١٠٢٠) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٧٦) سنن ابن ماجه- ما جاء في الجنائز (١٥٤٥)

٤٨ - بَابُ الرُّكُوبِ فِي الْجَنَازَةِ

جنازہ کے ساتھ سواری پر جانے کے متعلق باب

جنازہ کے ساتھ سوار ہوکر جانا بلا عذر کے خلاف اولیٰ ہے اور واپسی کے وقت سوار ہونے میں کچھ حرج نہیں، شافعیہ کے یہاں کراہت کی تصریح ہے وفی مغني المحتاج: ولا يكره الركوب، أي لا بأس به، في الرجوع منها؛ لأنه صلى الله عليه وسلم «رَكِبَ فَرَسًا مُعْرَوْرًى لَمَّا رَجَعَ مِنْ جِنَازَةِ أَبِي الدَّحْدَاحِ» رواه مسلم من حديث جابر بن سمرة. وأما في الذهاب فتقدم أنه يكره إلا لعذر كبعد المكان أو ضعف اه. وهكذا قال النووي [1]۔

٣١٧٧- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ ثَوْبَانَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أُتِيَ بِدَابَّةٍ وَهُوَ مَعَ الْجَنَازَةِ فَأَبَى أَنْ يَرْكَبَهَا، فَلَمَّا انْصَرَفَ أُتِيَ بِدَابَّةٍ فَرَكِبَ، فَقِيلَ لَهُ، فَقَالَ: «إِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَمْشِي، فَلَمْ أَكُنْ لِأَرْكَبَ وَهُمْ يَمْشُونَ، فَلَمَّا ذَهَبُوا رَكِبْتُ».

ترجمہ عبد الرحمن بن عوف ثوبان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سواری کیلئے جانور لایا گیا اور اسوقت آپ ﷺ جنازے کے ہمراہ تھے تو آپ ﷺ نے سواری پر سوار ہونے سے انکار فرمادیا پھر جب لوٹے (جنازہ سے فارغ ہوکر) پھر سواری کا جانور پیش کیا گیا تو سوار ہوگئے تو اس پر آپ ﷺ سے سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ اسوقت پیدل چل رہے تھے تو میں نے سوار ہونا مناسب نہ سمجھا کہ میں سوار ہو جاؤں اس حال میں کہ ملائکہ تو پیدل چل رہے ہوں پھر جب فرشتے چلے گئے تو میں سوار ہوگیا۔

تخریج سنن أبي داود - الجنائز (٣١٧٧) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٨٠)

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لیجارہے تھے لوگوں نے سواری پیش کی آپ ﷺ نے رکوب سے انکار فرمایا اور واپسی میں جب سواری پیش کی گئی تو آپ ﷺ اس پر سوار ہوگئے، کسی صحابی کے سوال پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنازہ کے ساتھ ملائکہ پیدل چل رہے تھے اس لئے میں نے اس وقت رکوب کو مناسب نہ سمجھا، اب جب کہ وہ چلے

[1] مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج- ج ١ ص ٥٣٤

گئے تو میں سوار ہو گیا۔

اور باب کی دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ابن الدحداح پر نماز جنازہ پڑھی (ویقال: ابو الدحداح) پھر گھوڑا لایا گیا آپ ﷺ اس پر سوار ہو گئے، جو آپ کو لیکر دوڑ پڑا، اور ہم آپ ﷺ کے پیچھے پیدل دوڑتے تھے۔

یہ آپ ﷺ کا سوار ہونا واپسی ہی میں تھا، ابو داؤد کی روایت تو گو اس سے ساکت ہے لیکن ترمذی کی روایت میں رجوع کی تصریح ہے، لہذا دونوں روایتوں میں تعارض نہ سمجھا جائے۔

حدیث الباب سے کراہت رکوب خلف الجنازہ کا ثبوت ہو رہا ہے لیکن یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے جو آئندہ باب میں آرہی ہے، مغیرہ بن شعبہ کی حدیث (برقم ۳۱۸۰): الرَّاكِبُ يَسِيرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ، وَالْمَاشِي يَمْشِي خَلْفَهَا، وَأَمَامَهَا، کیونکہ اس سے رکوب خلف الجنازہ کا جواز ثابت ہو رہا ہے اس کے، بذل میں علامہ شوکانی سے دو جواب نقل کئے ہیں: ① اول یہ کہ یہ دوسری حدیث عدم کراہت پر دال نہیں ہے زائد سے زائد جواز پر دلالت کرتی ہے، پس ہو سکتا ہے کہ رکوب جائز مع الکراہۃ ہو، اور یا یہ کہا جائے کہ آپ نے جس رکوب پر نکیر فرمائی ہے وہ مشی ملائکہ کے ساتھ معلل ہے اور ملائکہ کی یہ مشی حضور ﷺ کے ساتھ میں تھی، پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ملائکہ کی معیت اور شرکت ہر جنازہ میں ہو، اھ[1]، ② اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث مغیرہ معذور کے حق میں ہے، اور حدیث الباب غیر معذور کے حق میں حدیث ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ أخرجه البزار. وحديث جابر بن سمرة رضي الله تعالى عنه أخرجه مسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

۳۱۷۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكٍ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، قَالَ: «صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ شُهُودٌ، ثُمَّ أُتِيَ بِفَرَسٍ فَعُقِلَ حَتَّى رَكِبَهُ، فَجَعَلَ يَتَوَقَّصُ بِهِ وَنَحْنُ نَسْعَى حَوْلَهُ».

ترجمہ: جابر بن سمرہؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ابن دحداح کا جنازہ پڑھا تو ہم اسوقت حاضر تھے تو نماز جنازہ پڑھنے کے بعد آپ ﷺ کے پاس گھوڑا لایا گیا آپ نے اسکو باندھا اور اس پر سوار ہو گئے پھر وہ گھوڑا آپ کو لیکر دوڑنے لگا اور ہم آپ کے ارد گرد دوڑ رہے تھے۔

تخریج: صحيح مسلم-الجنائز (۹۶۵) جامع الترمذي-الجنائز (۱۰۱۳) جامع الترمذي-الجنائز (۱۰۱٤) سنن أبي داود-الجنائز (۳۱۷۸) مسند أحمد-أول مسند البصريين (۹۰/۵) مسند أحمد-أول مسند البصريين (۹۵/۵) مسند أحمد-أول مسند البصريين (۹۹/۵)۔

۴۹ - بَابُ الْمَشْيِ أَمَامَ الْجَنَازَةِ

جنازہ کے آگے چلنے کے متعلق باب

۳۱۷۹ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱٤ ص ۱٤٤

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَمْشُونَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ».

ترجمہ: سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو جنازہ کے آگے چلتے ہوئے دیکھا۔

تخریج: جامع الترمذي-الجنائز(١٠٠٧)جامع الترمذي-الجنائز(١٠٠٨)جامع الترمذي-الجنائز(١٠٠٩)سنن النسائي-الجنائز(١٩٤٤) سنن النسائي-الجنائز(١٩٤٥)سنن أبي داود-الجنائز(٣١٧٩)سنن ابن ماجه-ما جاء في الجنائز(١٤٨٢)موطأ مالك-الجنائز(٥٢٤)

شرح الحديث **مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ:** اس میں علماء کے پانچ مذاہب ہیں: ① امام شافعیؒ کے نزدیک مشی امام الجنازہ مطلقاً مستحب ہے، ② اور امام مالکؒ و احمدؒ کے نزدیک راکب اور ماشی میں فرق ہے، راکب کیلئے پیچھے چلنا افضل ہے اور ماشی کیلئے آگے چلنا، ③ اور حنفیہؒ کے نزدیک مطلقاً پیچھے چلنا افضل ہے، ④ اور سفیان ثوری کے نزدیک التخییر بلا ترجیح، یعنی دونوں برابر ہیں، والیه میل البخاری، ⑤ اور پانچواں مذہب یہ ہے إن كان مع الجنازة نساء فالأفضل أمامها وإلا فخلفها (هامش البذل [1])، یہ پانچواں مذہب ابراہیم نخعی کا ہے کما فی الاوجز، یہ اختلاف صرف افضلیت میں ہے اور جواز میںؒ کوئی کلام نہیں فیجوز فی الجهات الاربع بالاتفاق کما فی التعلیق الممجد، حنفیہ کی دلیل ایک تو وہ ہے جو ہمارے یہاں بَابٌ فِي النَّارِ يُتْبَعُ بِهَا الْمَيِّتُ میں (برقم ٣١٧١) گذر گئی جس میں ہے: وَلَا يُمْشَى بَيْنَ يَدَيْهَا، اور ایک وہ ہے جو آئندہ باب کے آخر میں (برقم ٣١٨٤) آرہی ہے: وَالْجَنَازَةُ مَتْبُوعَةٌ. وَلَا تُتْبَعُ لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے ابوماجدہ راوی کی وجہ سے: قال أبو داود: أبو ماجدة، هذا لا يعرف، اور شافعیہ کی دلیل باب کی پہلی حدیث ہے: عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَمْشُونَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ»، لیکن مصنف عبد الرزاق میں ایک طویل حدیث کے ذیل میں اس طرح ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ حضرت علیؓ کی خدمت میں آئے اور سلام کے بعد ان سے یہ سوال کیا کہ مجھے یہ بتلا دیجئے کہ جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے یا پیچھے تو اس پر وہ ترش رو ہوئے اور فرمایا: سُبْحَانَ اللهِ تم جیسا آدمی یہ سوال کرتا ہے، اور پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا کہ جنازہ کے پیچھے چلنے والے کی فضیلت آگے چلنے والے پر ایسی ہے جیسے فرض نماز کی فضیلت نفل پر اس پر حضرت ابو سعید خدریؓ نے عرض کیا کہ میں نے تو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو فلاں انصاری کے جنازہ کے ساتھ آگے آگے چلتے ہوئے دیکھا، اس پر حضرت علیؓ مسکرائے اور فرمایا کہ کیا واقعی ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے تم نے ان کو؟ انہوں نے کہا ہاں، پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس میں ذرا شک نہیں کہ وہ پیچھے چلنے کی فضیلت اسی طرح جانتے تھے جو میں نے بیان کی، لیکن بات یہ ہے کہ اگر وہ جنازہ کے پیچھے چلیں گے تو جنازہ لے جانے والے تنگی میں پڑ جائیں گے، انکے ادب اور احترام میں اسلئے وہ آگے چلتے تھے لوگوں کی سہولت کی رعایت میں اھ مختصراً [2]، بذل المجهود میں یہ روایت مختصر ابدائع کے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ١٤ ص ١٤٥

[2] مصنف عبد الرزاق الصنعاني - كتاب الجنائز - باب المشي أمام الجنازة ٦٢٦٧ (ج ٣ ص ٤٤٧-٤٤٨)

حوالہ سے بھی لکھی ہے۔ وحدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه. قاله المنذری.

٣١٨٠ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، وَأَحْسَبُ أَنَّ أَهْلَ زِيَادٍ أَخْبَرُونِي أَنَّهُ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الرَّاكِبُ يَسِيرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ، وَالْمَاشِي يَمْشِي خَلْفَهَا، وَأَمَامَهَا، وَعَنْ يَمِينِهَا، وَعَنْ يَسَارِهَا قَرِيبًا مِنْهَا، وَالسِّقْطُ يُصَلَّى عَلَيْهِ، وَيُدْعَى لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ».

ترجمہ زیاد بن جبیر اپنے والد سے وہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کرتے ہیں اور راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں زیاد کے گھر والوں نے مجھے یہ بیان کیا کہ زیاد نے مرفوعا نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سوار آدمی جنازہ کے پیچھے چلے اور پیدل چلنے والے کو اختیار ہے کہ وہ جنازہ کے پیچھے چلے یا اسکے آگے یا دائیں اور بائیں جہاں چاہیں اسکے قریب چل سکتے ہیں اور جو بچہ ناقص الخلقت مردہ پیدا ہو تو اسکی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اسکے والدین کے لئے دعائے مغفرت ورحمت کی جائے۔

تخریج جامع الترمذي - الجنائز (١٠٣١) سنن النسائي - الجنائز (١٩٤٢) سنن النسائي - الجنائز (١٩٤٣) سنن النسائي - الجنائز (١٩٤٨) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٨٠) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٨١) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٧/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٩/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٩/٤)

شرح الحدیث **صلوۃ علی الطفل میں مذاہب ائمہ:** مغیرہ بن شعبہؓ کی یہ حدیث ترمذی شریف میں لفظی تغیر کے ساتھ اسطرح ہے: الرَّاكِبُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ، وَالْمَاشِي حَيْثُ شَاءَ مِنْهَا، وَالطِّفْلُ يُصَلَّى عَلَيْهِ. قال ابو عیسی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْأَطْفَالِ میں ذکر کیا ہے، اور امام احمدؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا مذہب یہ بیان کیا کہ ان کے نزدیک طفل پر نماز پڑھی جائے گی اگر چہ پیدائش کے وقت استہلال یعنی آثار حیات نہ پائے گئے ہوں، بَعْدَ أَنْ يُعْلَمَ أَنَّهُ خُلِقَ یعنی بشرطیکہ نفخ روح اس میں ہو چکا ہو جس کی مدت علماء نے چار ماہ دس دن لکھی ہے، اسکے بعد امام ترمذیؒ نے دوسرا باب قائم کیا: بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنِينِ حَتَّى يَسْتَهِلَّ، اور پھر اسکے تحت حضرت جابرؓ کی یہ حدیث مرفوع (برقم ١٠٣٢) ذکر فرمائی: الطِّفْلُ لَا يُصَلَّى عَلَيْهِ، وَلَا يَرِثُ، وَلَا يُورَثُ حَتَّى يَسْتَهِلَّ، لیکن امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی سند میں اضطراب بیان کر کے اس کے وقف کو رفع پر ترجیح دی ہے، لیکن جمہور علماء اور بقیہ ائمہ ثلاث کا مذہب یہی ہے، قال السندی: أخذ الجمهور بحديث جابر ترجيحا للحرمة على الحل عند التعارض. اس مسئلہ کی طرف ہمارے یہاں اشارہ کتاب الفرائض میں إِذَا اسْتَهَلَّ الْمَوْلُودُ وُرِّثَ، حدیث (برقم ٢٩٢٠) کے ذیل میں آچکا ہے۔ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه .... وحدیث ابن ماجه مختصرا. قاله المنذری.

۵۰۔ بَابُ الْإِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ

باب جنازہ کو جلدی لیکر چلنے کے متعلق

اور اس سے پہلے بَابُ التَّعْجِيلِ بِالْجَنَازَةِ گذر چکا اور ان دونوں میں فرق بھی، قال الحافظ: المراد بالإسراع ما فوق المشي المعتاد ویکرہ الإسراع الشدید اھ عون [1]، ابن قدامہ کہتے ہیں کہ یہ امر بالاتفاق استحباب کیلئے ہے، اور ابن حزم کے نزدیک وجوب کیلئے، قال صاحب الھدایة: ویمشون بھا مسرعین دون الخبب اھ بذل [2]، چنانچہ آگے ابن مسعودؓ کی حدیث مرفوع میں (۳۱۸۴) آرہا ہے: فَقَالَ: مَا دُونَ الْخَبَبِ، اور کہا گیا ہے کہ اس حدیث میں اسراع سے مراد اسراع فی التجھیز ہے، قال القرطبي والاول اظھر، وقال النووي: الثاني باطل مردود بقوله في الحديث: تضعونه عن رقابکم (بذل [3]) اور مصنف کے نزدیک تو گویا یہ متعین ہے کہ ان احادیث میں اسراع سے مراد اسراع فی المشی ہے جیسا کہ احادیث الباب سے ظاہر ہو رہا ہے، دوسرے یہ کہ اسراع فی التجھیز کا باب اس سے پہلے بَابُ التَّعْجِيلِ بِالْجَنَازَةِ میں گذر چکا۔

۳۱۸۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ تَكُ سِوَى ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ».

ترجمہ حضرت سعید بن المسیبؒ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنازہ کو لے جانے میں جلدی کرو اسلئے کہ اگر وہ جنازہ نیک (شخص کا) ہے تو اس کیلئے خیر وخوبی ہے تو تم اسکو اس تک پہنچانے میں جلدی کرو اور اگر وہ نیک (شخص) کے علاوہ ہے تو اس کیلئے شر اور برا انجام ہے تو تم اسکو اپنے کندھوں سے اتارنے میں جلدی کرو۔

تخریج صحيح البخاري - الجنائز (۱۲۵۲) صحيح مسلم - الجنائز (۹۴۴) جامع الترمذي - الجنائز (۱۰۱۵) سنن النسائي - الجنائز (۱۹۱۰) سنن النسائي - الجنائز (۱۹۱۱) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۸۱) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۴۷۷) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۴۰) موطأ مالك - الجنائز (۵۷۴)

شرح الحدیث آگے اس حدیث میں اسراع کی حکمت کی طرف اشارہ ہے کہ اگر وہ میت نیک اور صالح آدمی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے لئے وہاں عالم آخرت میں خیر وخوبی ہے تو اس کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو خیر کی طرف جلدی پہنچایا جائے، اور اگر وہ شخص ایسا نہیں ہے تو پھر وہ شر ہے جس کو اپنے کندھوں سے جلد اتارنا ہی بہتر ہے۔

۳۱۸۲ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ فِي جَنَازَةِ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي

---

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود – ج۸ ص۴۶۹
[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۴ ص ۱۴۹
[3] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۱۴ ص ۱۴۹

الْعَاصِ وَكُنَّا نَمْشِي مَشْيًا خَفِيفًا، فَلَحِقَنَا أَبُو بَكْرَةَ فَرَفَعَ سَوْطَهُ، فَقَالَ: «لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَرْمُلُ رَمَلًا».

ترجمہ عیینہ بن عبد الرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عثمان بن ابو العاص کے جنازہ میں موجود تھے فرماتے ہیں کہ ہم آہستہ آہستہ چل رہے تھے تو ابو بکرہؓ پیچھے سے کوڑا اٹھائے ہمارے پاس دوڑے آئے اور فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جنازہ کے ساتھ جاتے تھے تو خوب تیز چلتے تھے۔

۳۱۸۳ - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، ح وحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، عَنْ عُيَيْنَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَا: فِي جَنَازَةِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، وَقَالَ: فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ بَغْلَتَهُ وَأَهْوَى بِالسَّوْطِ.

ترجمہ عیینہ سے وہی گزشتہ حدیث مروی ہے اس میں حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ کے جنازہ میں ہونے کا ذکر ہے اور فرمایا کہ حضرت ابو بکرہؓ نے ان کے پیچھے اپنے خچر کو دوڑایا اور کوڑے سے اشارہ کیا۔

تخریج سنن النسائي - الجنائز (۱۹۱۲) سنن النسائي - الجنائز (۱۹۱۳) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۸۲) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۳٦/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۳۷/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۳۸/٥)

شرح الحديث وَكُنَّا نَمْشِي مَشْيًا خَفِيفًا، فَلَحِقَنَا أَبُو بَكْرَةَ فَرَفَعَ سَوْطَهُ: یعنی ہم جنازہ میں آہستہ چل رہے تھے تو پیچھے سے حضرت ابو بکرہؓ اپنا کوڑا اٹھائے ہمارے پیچھے دوڑے، تنبیہ کیلئے، اور فرمایا کہ جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ جنازہ کے ساتھ جاتے تھے تو خوب تیز چلتے تھے۔ وحديث أبي بكرة أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

۳۱۸٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ يَحْيَى الْمُجَبِّرِ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي مَاجِدَةَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَأَلْنَا نَبِيَّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَشْيِ مَعَ الْجَنَازَةِ، فَقَالَ: «مَا دُونَ الْخَبَبِ إِنْ يَكُنْ خَيْرًا تَعَجَّلَ إِلَيْهِ، وَإِنْ يَكُنْ غَيْرَ ذَلِكَ فَبُعْدًا لِأَهْلِ النَّارِ، وَالْجَنَازَةُ مَتْبُوعَةٌ، وَلَا تُتْبَعُ لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا» : قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ ضَعِيفٌ هُوَ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ وَهُوَ يَحْيَى الْجَابِرُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا كُوفِيٌّ وَأَبُو مَاجِدَةَ بَصْرِيٌّ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "أَبُو مَاجِدَةَ. هَذَا لَا يُعْرَفُ".

ترجمہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ سے جنازہ کے ہمراہ چلنے کے متعلق دریافت کیا (کہ کس رفتار سے چلا جائے)؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خبب (دوڑ کی ایک قسم) سے کچھ کم رفتار اگر وہ نیک آدمی ہو تو ہم اس کو اسکے (اچھے) مقام تک پہنچانے میں جلدی کریں اور اگر اسکے علاوہ جنازہ ہو تو اہل دوزخ کا دور ہونا بہتر ہے اور جنازہ کو آگے رکھا جاتا ہے اور جنازہ لوگوں سے پیچھے نہ ہونا چاہئے اور جو اسکے آگے چلتا ہے وہ گویا اسکے ہمراہ ہی نہیں ہے۔

تخریج جامع الترمذي - الجنائز (۱۰۱۱) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۸٤)

شرح الحديث وَالْجَنَازَةُ مَتْبُوعَةٌ، وَلَا تُتْبَعُ لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا: اس حدیث پر کلام ہمارے یہاں پہلے گذر چکا۔ أخرجه

الترمذي وابن ماجه، وحديث ابن ماجه مختصراً، قاله المنذري۔

۵۰۱۔ بَابُ الْإِمَامِ يُصَلِّي عَلَى مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ

باب: خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ امام پڑھائے گا (یا نہیں؟)

ترجمة الباب والے مسئلہ میں مذاہب ائمہ: یعنی جو شخص خودکشی کرکے مرا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے نزدیک پڑھی جائے گی، امام مالکؒ کی ایک روایت کراہت کی ہے، اور امام احمدؒ کی ایک روایت اہل علم وفضل کیلئے کراہت کی ہے، یعنی صرف عوام کو پڑھنی چاہئے اور بعض علماء جیسے امام اوزاعیؒ وعمر بن عبد العزیزؒ مطلق صلوۃ کے قائل نہیں، حضرت نے بذل میں یہی تحریر فرمایا ہے کہ کبار ائمہ اور علماء کو نہ پڑھنی چاہئے اور حضور ﷺ نے گو بنفس نفیس اس پر نماز نہیں پڑھی لیکن دوسروں کو پڑھنے سے منع نہیں فرمایا[1]، چنانچہ یہاں روایت میں ہے قَالَ: «إِذًا لَا أُصَلِّي عَلَيْهِ»، اور نسائی کی روایت میں ہے: أَمَّا أَنَا فَلَا أُصَلِّي عَلَيْهِ[2]۔

۳۱۸۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ سَمُرَةَ، قَالَ: مَرِضَ رَجُلٌ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَجَاءَ جَارُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: إِنَّهُ قَدْ مَاتَ، قَالَ: «وَمَا يُدْرِيكَ؟» قَالَ: أَنَا رَأَيْتُهُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ» قَالَ: فَرَجَعَ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَجَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ مَاتَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ» فَرَجَعَ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: انْطَلِقْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْهُ، فَقَالَ الرَّجُلُ: اللَّهُمَّ الْعَنْهُ، قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ الرَّجُلُ فَرَآهُ قَدْ نَحَرَ نَفْسَهُ بِمِشْقَصٍ مَعَهُ، فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ، فَقَالَ: «وَمَا يُدْرِيكَ؟» قَالَ: رَأَيْتُهُ يَنْحَرُ نَفْسَهُ بِمَشَاقِصَ مَعَهُ، قَالَ: «أَنْتَ رَأَيْتَهُ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «إِذًا لَا أُصَلِّي عَلَيْهِ».

ترجمہ حضرت جابر بن سمرةؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بیمار ہوا تو اس پر رویا اور چیخا جانے لگا تو اس کا ایک پڑوسی اس رونے دھونے اور چیخ وپکار کو سنکر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور خبر دی کہ وہ تو مر گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے کیا خبر کہ وہ مر گیا اس نے کہا کہ میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ابھی نہیں مرا تو وہ شخص واپس لوٹ آیا پھر اس مریض شخص پر دوبارہ رونے کے آواز سنائی دی تو وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ وہ مر گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نہیں مرا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ وہ پھر لوٹ گیا تو پھر اس مریض شخص پر تیسری دفعہ رونے کی آواز آئی تو اس مریض کی بیوی نے (پڑوسی سے) کہا کہ حضور ﷺ کو اطلاع کردے تو اس پڑوسی نے کہا: اللہ اس پر لعنت کرے فرماتے ہیں کہ پھر وہ شخص گیا تو جاکر دیکھا کہ اس نے تیر کے پیکان سے جو اس کے پاس تھا اپنا گلا کاٹ لیا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ١٥٣

[2] المجتبى من السنن المعروف بالسنن الصغرى للنسائي — كتاب الجنائز — ترك الصلاة على من قتل نفسه ١٩٦٤

اب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی کہ وہ مر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو کیا خبر (کہ وہ مر گیا) اس نے بتایا کہ میں نے دیکھا کہ اس نے تیر کے پیکان سے اپنا گلا کاٹ ڈالا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا تو نے اس کو خود دیکھا ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر میں اس کا جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔

تخریج صحيح مسلم - الجنائز (٩٧٨) سنن النسائي - الجنائز (١٩٦٤) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٨٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٨٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٩١) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٩٤)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مریض تھا اس پر رویا اور چیخا جانے لگا، اس کا جو ایک پڑوسی تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور آپ کو اسکے مرنے کی خبر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے کیا خبر کہ وہ مر گیا؟ اس نے کہا کہ میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ابھی نہیں مرا، یہ شخص آپ کے پاس سے لوٹ آیا، پھر کچھ دیر بعد دوبارہ رونے کی آواز سنائی دی، وہ شخص پھر آپ کے پاس آیا یہی کہنے کیلئے کہ وہ مر گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی نہیں مرا، یہ شخص لوٹ آیا اس کے بعد پھر رونے اور چیخنے کی آواز سنائی دی، تو اس مریض کی بیوی نے اس پڑوسی سے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جاکر اطلاع کر دے تو اس پڑوسی نے اولاً تو اس مرنے والے کو بددعاء دی اللّٰھم العنہ پھر وہ پڑوسی اس مرنے والے کے گھر گیا اور اس کو جاکر کہہ دیا کہ اس نے خودکشی کی ہے تیر کے دھار دار حصہ سے [1]، اسکے بعد وہ پڑوسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ہلاک ہوجانے کی خبر دی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال پر اس نے عرض کیا کہ میں نے خود دیکھا ہے اس کی خودکشی کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیداً اس سے پھر دریافت کیا کہ کیا تو نے ایسا دیکھا ہے اس نے کہا ہاں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی صورت میں اسکی نماز نہیں پڑھوں گا۔ والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه مختصراً بمعناه۔

٥٢ - بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى مَنْ قَتَلَتْهُ الْحُدُودُ

﴿جو شخص حدود شرعیہ میں مارا جائے اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق باب﴾

یعنی جو شخص حد شرعی میں مارا جائے اس کی نماز جنازہ ہوگی یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک ہوگی اور زہری کے نزدیک مرجوم کی نماز نہیں پڑھی جائے گی، اور قصاص کی صورت میں پڑھی جائے گی، اور امام مالکؒ واحمدؒ سے یہ مروی ہے کہ امام خود نماز نہ پڑھے اس کی، البتہ حنفیہ کا مذہب قطاع الطریق اور بغاۃ کے بارے میں یہ ہے کہ ان کی نماز جنازہ مطلقاً نہ پڑھی جائے۔

٣١٨٦ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، حَدَّثَنِي نَفَرٌ، مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ عَلَى مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، وَلَمْ يَنْهَ عَنِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ».

[1] یہ ترجمہ مِشقَص کا ہے جس کو پیکان بھی کہتے ہیں، تیر کی نوک۔

ترجمہ: ابو بشرؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اہل بصرہ کی ایک جماعت نے ابو برزہ اسلمی کے واسطے سے روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز بن مالکؓ کی نماز جنازہ نہ تو خود پڑھی اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا۔

شرح الحدیث: ماعز بن مالک الاسلمی جن کے رجم کا قصہ مشہور ہے، ان کی نماز جنازہ کے بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض میں اثبات ہے بعض میں نفی، نفی تو حدیث الباب میں ہے اور بخاری کی ایک روایت میں ہے بروایت جابرؓ: فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا وَصَلَّى عَلَيْهِ. قال البخاري: لَمْ يَقُلْ يُونُسُ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ فَصَلَّى عَلَيْهِ[1]، اور مسلم کی روایت میں ہے: فَمَا اسْتَغْفَرَ لَهُ وَلَا سَبَّهُ[2]، اور اسی کی ایک روایت میں ہے: فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: فَقَالُوا: غَفَرَ اللهُ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ[3]، حافظؒ نے فتح الباری میں جمع بین الروایتین اس طرح کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دن ان پر نماز نہیں پڑھی اور دوسرے دن پڑھی، جیسا کہ سنن ابی قرہ میں ہے، اس میں ہے: فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَتُصَلِّي عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ، قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ اھ[4]، وقيل المراد بالصلاة الدعاء.

فائدہ: ماعز بن مالکؓ پر نماز پڑھنے کے بارے میں تو روایات مختلف ہیں، لیکن امرأۃ غامدیہ جُهینیہ جس پر مستقل باب کتاب الحدود میں آئیگا، اس پر نماز پڑھنے کے بارے میں سب روایات متفق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اس فرق کی وجہ کیا ہے؟ اس پر امام طحاویؒ نے مشکل الآثار[5] میں اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ امرأۃ جہینہ اپنے اوپر حد جاری کرانے کے قصد سے آئی تھی، ان کی روایت میں تصریح ہے کہ مجھے اپنے اوپر حد جاری کرانی ہے اس گناہ کی وجہ سے، بخلاف حضرت ماعزؓ کے کہ ان کے بارے میں یہ آتا ہے کہ ان سے جب اس گناہ کا صدور ہوا، اور انہوں نے اس کا ذکر اپنے بعض لوگوں سے کیا تو انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ تم اس بات کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر کرو، پس وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس نیت سے گئے تھے کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم توبہ واستغفار کا طریقہ بتلادیں گے، لیکن جب باقاعدہ ان کے اقرار کی وجہ سے زنا کا ثبوت شرعی ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا فیصلہ فرمادیا اور اس پر عمل درآمد شروع ہو گیا تو وہ کہنے لگے غرّنی قومی، کہ مجھے مشورہ دینے والوں نے غلط مشورہ دیا وغیرہ وغیرہ، امام طحاویؒ فرماتے ہیں اس صورت میں ان کی توبہ کا تحقق نہیں ہوا، یہی سبب ہوا دونوں کے بارے میں اختلاف روایت کا۔

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الحدود - باب الرجم بالمصلى ٦٤٣٤

[2] صحيح مسلم - كتاب الحدود - باب من اعترف على نفسه بالزنى ١٦٩٤

[3] صحيح مسلم - كتاب الحدود - باب من اعترف على نفسه بالزنى ١٦٩٥

[4] فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر - ج ١٢ ص ١٣١

[5] شرح مشكل الآثار للطحاوي - ج ١ ص ٣٨٢

۵۳- بَابٌ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الطِّفْلِ

باب نومولود بچے کی نماز جنازہ کس صورت میں پڑھی جائے گی

نومولود کی نماز جنازہ کس صورت میں پڑھی جاتی ہے اور کس میں نہیں یہ مسئلہ بالتفصیل مع اختلاف ائمہ اس سے قبل بَابُ الْمَشْيِ أَمَامَ الْجَنَازَةِ میں وَالسِّقْطُ يُصَلَّى عَلَيْهِ کے تحت (برقم ۳۱۸۰) گزر چکا۔

آپ ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی نماز پڑھی یا نہیں؟ اس باب میں تو مصنف نے صرف ایک ہی مضمون کی حدیث ذکر کی ہے یعنی حضرت ابراہیمؓ آپ ﷺ کے صاحب زادہؓ پر نماز پڑھنے اور نہ پڑھنے کے بارے میں۔

۳۱۸۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْرًا، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات ہوگئی اور وہ اٹھارہ ماہ کے تھے تو آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔

تخریج سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۸۷) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۶/۲۶۷)

شرح الحدیث اسکے بعد مصنف نے دو روایتیں اور ذکر کیں: ① سَمِعْتُ الْبَهِيَّ، قَالَ: «لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَقَاعِدِ»، اور ② دوسری روایت یہ عَنْ عَطَاءٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ ابْنُ سَبْعِينَ لَيْلَةً، ان روایات میں باب کی حدیث اول یعنی حدیث عائشہؓ جو کہ موصولاً ہے اس میں نماز کی نفی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صاحب زادہ پر نماز نہیں پڑھی، اور بعد کی دو روایتیں یعنی مرسل بہی اور مرسل عطاء ان دونوں میں صلاۃ کا اثبات ہے کہ آپ ﷺ نے ان پر نماز پڑھی، علامہ زیلعیؒ نے "نصب الرایۃ" میں اثبات صلاۃ کے بارے میں متعدد احادیث مسندہ و مرسلہ بیان کی ہیں، وہ فرماتے ہیں: فيه أحاديث مسندة. وأحاديث مرسلة. فالمسندة: عن ابن عباس. والبراء بن عازب. وأنس. والخدري، اسکے بعد ان میں سے ہر ایک کو بسندہ ذکر کیا ہے، چنانچہ ابن عباسؓ کی روایت کو ابن ماجہ سے، اور حدیث البراءؓ کو مسند احمد اور بیہقی سے، اور حدیث انسؓ کو مسند ابو یعلی سے، اور حدیث ابو سعید خدریؓ کو مسند بزار سے، اور روایات مرسلہ کے ذیل میں شروع میں یہ ابو داؤد کی دو مرسل روایتیں ذکر کی ہیں، اور پھر آگے لکھا ہے: رواهما البيهقي، وقال: هذه الآثار مرسلة، وهي تشد الموصول، وروايات الإثبات أولى من روايات الترك، اس کے علاوہ اور بھی روایات مرسلہ انہوں نے ذکر کی ہیں، اسکے بعد احادیث الترک میں ابو داؤد کی حدیث عائشہؓ ذکر کی ہے اور پھر

فرماتے ہیں کہ وذکر الخطابي مرسل عطاء، وقال: هذا أولى الأمرين، وإن كان حديث عائشة أحسن إيصالا اه [1]، امام بیہقیؒ، خطابیؒ اور امام زیلعیؒ ان حضرات کا میلان ترجیح اثبات کی طرف ہے، اس کے بعد علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ترک صلاۃ کو تسلیم کرتے ہیں انہوں نے اس کی بعض علل ضعیفہ بیان کی ہیں: ① ایک یہ کہ حضور ﷺ اس روز صلوۃ الکسوف میں مشغول تھے، ② اور ایک یہ کہ وہ بنوۃ نبی (نبی کا صاحب زادہ ہونا) کی فضیلت کی وجہ سے نماز سے، مستغنی تھے، جس طرح شہداء فضیلت شہادۃ کی وجہ سے مستغنی ہوتے ہیں، ③ اور یہ کہ نبی، نبی پر نماز نہیں پڑھتا چونکہ ان کے بارے میں یہ آیا ہے: لَوْ عَاشَ لَكَانَ نَبِيًّا، ④ اور یہ کہ مراد یہ ہے کہ أَنَّهُ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ بِنَفْسِهِ، وَصَلَّى عَلَيْهِ غَيْرُهُ، وَاللهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ [2]۔

حضرت ابراہیم کی مدۃ العمر میں اختلاف روایات: دوسری بات احادیث الباب میں حضرت ابراہیمؓ کی مدۃ العمر کے بارے میں ہے، پہلی حدیث میں اٹھارہ ماہ ہے، اور دوسری حدیث میں سبعین لیلۃ یعنی تقریباً سوا دو ماہ، اس میں پہلی روایت صحیح ہے اور ایک قول اس میں سولہ ماہ کا بھی ہے اور وہ اسلئے کہ ان کی پیدائش ذی الحجہ ۸ھ میں ہے اور وفات دس ربیع الاول ۱۰ھ میں، اس صورت میں ماہ ولادت ووفات دونوں کو مستقل شمار کرنے کی صورت میں پورے سولہ ماہ بن جاتے ہیں: وقد مر في كتاب الصلاة في باب صلاة الكسوف.

٣١٨٨ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ وَائِلِ بْنِ دَاوُدَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَهِيَّ، قَالَ: «لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَقَاعِدِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَرَأْتُ عَلَى سَعِيدِ بْنِ يَعْقُوبَ الطَّالَقَانِيِّ، قِيلَ لَهُ: حَدَّثَكُمُ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ عَطَاءٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ ابْنُ سَبْعِينَ لَيْلَةً.

ترجمہ وائل بن داؤد سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بہیؒ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم صاحبزادہ نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنی نشست گاہ میں ان کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن یعقوب طالقانی کے سامنے پڑھا کہ تم سے عبد اللہ بن مبارک نے یہ حدیث بیان کی ان سے یعقوب بن قعقاع نے ان سے عطاء نے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی نماز جنازہ پڑھی اسوقت وہ ستر دن کے تھے۔

٥٤ - بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

یہ شافعیہ حنابلہ کے نزدیک جائز ہے بلا کراہت، اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک مسجد جماعت میں مکروہ ہے تحریمًا، وقیل تنزیھًا۔

---

[1] نصب الراية لأحاديث الهداية — ج ٢ ص ٢٧٩ - ٢٨٠

[2] نصب الراية لأحاديث الهداية — ج ٢ ص ٢٨٠

٣١٨٩ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ عَجْلَانَ، وَمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «وَاللَّهِ مَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى سُهَيْلِ ابْنِ الْبَيْضَاءِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ بخدا نبی کریم ﷺ نے سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھی۔

تخریج: صحيح مسلم - الجنائز (٩٧٣) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٣٣) سنن النسائي - الجنائز (١٩٦٧) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٨٩) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥١٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٧٩/٦) موطأ مالك - الجنائز (٥٣٨)

شرح الحديث: اور اس کے بعد کی روایت میں ہے: عَلَى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ۔

حضرت عائشہؓ فرمارہی ہیں واللہ حضور ﷺ نے سہیل بن بیضاء اور اس کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھی تھی۔

یہ روایت یہاں مختصر ہے اور صحیح مسلم میں مفصلاً ہے، وہ یہ کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی نماز جنازہ کے بارے میں یوں فرمایا کہ اس کو مسجد میں لے آئیں تا کہ وہ بھی ان پر نماز پڑھ سکیں، لوگوں کو اس پر اشکال ہوا، اس پر انہوں نے فرمایا: مَا أَسْرَعَ مَا نَسِيَ النَّاسُ، «مَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سُهَيْلِ ابْنِ الْبَيْضَاءِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ»۔

شافعیہ حنابلہ کا استدلال باب کی اس پہلی حدیث سے ہے، اور حنفیہ مالکیہ کی دلیل باب کی دوسری حدیث ہے۔

٣١٩٠ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "وَاللَّهِ لَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ: سُهَيْلٍ، وَأَخِيهِ".

ترجمہ: ابو سلمہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیضاء کے بیٹوں سہیل اور اسکے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں ادا فرمائی۔

تخریج: صحيح مسلم - الجنائز (٩٧٣) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٣٣) سنن النسائي - الجنائز (١٩٦٧) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٩٠) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥١٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٧٩/٦) موطأ مالك - الجنائز (٥٣٨)

٣١٩١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، حَدَّثَنِي صَالِحٌ، مَوْلَى التَّوْأَمَةِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی تو اسکے لئے اس نماز جنازہ کا کوئی ثواب نہیں لکھا جائے گا۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (٣١٩١) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥١٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٤٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٥٥/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٠٥/٢)

شرح الحديث: مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ: شافعیہ وغیرہ نے اسکے دو جواب دیئے: ① اول یہ کہ وہ

ضعیف ہے تفرد بہ صالح مولی التوأمة، ② دوسرا یہ کہ ایک روایت میں فلا شیء علیہ ہے، لیکن اگر اس حدیث کا ضعف تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی حدیث عائشہؓ جو کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے وہی کو نسی شافعیہ کے موافق ہے بدو وجہ، اول یہ کہ روایت میں ہے: فانکر الناس علیها، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور سے صحابہ کے ذہنوں میں اسکی کراہت تھی، آخر وہ کیوں تھی، دوسرے اسلئے کہ حضرت عائشہؓ صلاۃ فی المسجد کے بارے میں جو نظیر پیش کر رہی ہیں وہ صرف ایک دو جنازہ کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکا یہ معمول نہیں تھا، خلاف معمول غالبًا کسی عارض کی بنا پر یہ نماز مسجد میں پڑھی، ممکن ہے اعتکاف وغیرہ کی حالت ہو یا زائد سے زائد بیان جواز جو کراہت کے منافی نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، اوجز میں اس پر تفصیلی کلام حضرت شیخ نے کیا ہے اسکو نیچے حاشیہ میں دیکھئے ①۔

سہیل ابن بیضاء میں بیضا سہیل کی والدہ کا لقب ہے، اور نام اس کا دَعد ہے اور سہیل کے باپ کا نام وہب بن ربیعۃ القرشی ہے، قال النووی: وکان سهيل قديم الاسلام هاجر إلى الحبشة ثم عاد إلى مكة ثم هاجر إلى المدينة وشهد بدرًا وغيرها توفى سنة ۹ھ ②، نیز امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ بنو بیضاء تین ہیں: سہل، سہیل اور صفوان اھ۔

٥٥ - بَابُ الدَّفْنِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا

طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت تدفین کے متعلق باب

٣١٩٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ، أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ، قَالَ: "ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ، أَوْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا: حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ

---

① قال ابن رشد: وسبب الخلاف في ذلك حديث عائشة رضي الله تعالى عنها الآتي عند مالك في الموطأ وحديث أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: من صلى على جنازة في المسجد فلا شيء له، وحديث عائشة ثابت، وحديث أبي هريرة غير ثابت، أو غير متفق على ثبوته، لكن إنكار الصحابة على عائشة يدل على اشتهار العمل بخلاف ذلك عندهم، ويشهد لذلك بروزه صلى الله عليه وآله وسلم للمصلى لصلاته على النجاشي اه. قلت: حديث أبي هريرة أخرجه أبو داؤد والطحاوي وابن ماجه وابن أبي شيبة، قال الحلبي: رواه أبو داؤد وابن ماجه عن ابن أبي ذئب عن صالح مولى التوأمة، وصالح قال ابن معين: ثقة لكنه اختلط قبل موته، فمن سمع منه قبل ذلك فهو ثبت حجة، وكلهم على أن ابن أبي ذئب سمع منه قبل الاختلاط اه. قلت: وحديث أبي هريرة عن ابن أبي شيبة فيه زيادة ونصه، قال: وكان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إذا تضايق بهم المكان رجعوا ولم يصلوا. وبسط ابن التركماني في الجوهر النقي: أن صالحا إنما تكلم فيه لاختلاطه، ولا اختلاف في عدالته، وابن أبي ذئب سمع منه قبل الاختلاط، الى آخر ما في الاوجز (ج ٤ ١ ص ٤٧٦ - ٤٧٧)، وفيه أيضا قال محمد في موطئه: وموضع الجنازة بالمدينة خارج المسجد، وهو الموضع الذي كان النبي صلى الله عليه وآله وسلم يصلي على الجنازة فيه (ج ٤ ١ ص ٤٧٧)، وقال الحافظ في الفتح: أن مصلى الجنائز بالمدينة كان لاصقًا بمسجد النبي صلى الله عليه وآله وسلم من ناحية جهة المشرق، ودل حديث ابن عمر على أنه كان للجنائز مكان معد للصلاة عليها، فقد يستفاد منه أن ما وقع من الصلاة على بعض الجنائز في المسجد كان لأمر عارض أو لبيان الجواز اه (ج ٤ ١ ص ٤٧٨).

② المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ٧ ص ٣٩ - ٤٠

بَازِغَةً حَتَّى تَرْتَفِعَ، وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتَّى تَمِيلَ، وَحِينَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتَّى تَغْرُبَ" أَوْ كَمَا، قَالَ.

ترجمہ: عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ تین اوقات (گھڑیاں) ایسے ہیں کہ جن میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جنازہ پڑھنے اور اپنے مردوں کی تدفین کرنے سے منع فرمایا، ① ایک جس وقت کہ آفتاب چمکتا ہوا طلوع ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے ② دوسرے وہ وقت جب کہ سورج عین اونچائی پر ہو یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے ③ اور اسوقت جبکہ سورج غروب ہونے کیلئے جھک جائے یہاں تک کہ غروب ہو جائے یا اسی طرح کچھ الفاظ ارشاد فرمائے۔

تخریج: صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٨٣١) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٣٠) سنن النسائي - المواقيت (٥٦٠) سنن النسائي - المواقيت (٥٦٥) سنن النسائي - الجنائز (٢٠١٣) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٩٢) سنن ابن ماجه - ماجاء في الجنائز (١٥١٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٥٢/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٤٣٢)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے ان اوقات ثلاثہ میں نماز پڑھنے سے اور میت کو دفن کرنے سے منع فرمایا ہے طلوع شمس، عند الاستواء، وعند الغروب، اوقات منہیہ مکروہہ کا بیان کتاب الصلاۃ باب الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ میں الدر المنضود جلد ثالث صفحہ ۲۷۱ پر بالتفصیل گذر چکا۔

اوقات منہیہ میں نماز جنازہ میں کے بارے مذاہب اربعہ: صلاۃ جنازہ کے بارے میں وہاں یہ گزرا ہے کہ بعد العصر اور بعد الفجر تو بالاجماع جائز ہے، اور ان اوقات ثلاثہ مذکور فی الحدیث کے بارے میں حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر جنازہ خاص ان ہی اوقات میں پہنچا ہے تب تو ان اوقات میں پڑھنا جائز ہے بلکہ افضل ہے اور تاخیر نہ کی جائے، کما فی الطحطاوی علی المراقی، ورنہ نہیں، اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان تینوں اوقات میں بلا کراہت جائز ہے اسلئے کہ نماز جنازہ ذات السبب ہے اور نوافل ذوات السبب ان کے یہاں مطلقا تمام اوقات میں جائز ہیں، اور امام احمدؒ کے نزدیک ان تینوں اوقات میں ناجائز ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک ان تین میں سے دو میں ناجائز ہے اور عند الاستواء جائز ہے اسلئے کہ یہ وقت ان کے یہاں اوقات منہیہ میں نہیں ہے۔

اوقات منہیہ میں دفن میت میں اختلاف ائمہ: دوسرا جزء اس حدیث کا دفن فی ہذہ الاوقات ہے، اسکے بارے میں یہ ہے کہ دفن عند الجمہور ان اوقات میں مکروہ نہیں، یہی حنفیہ ومالکیہ کا مذہب ہے، البتہ امام احمدؒ کے یہاں مکروہ ہے کما فی المغنی والروض المربع، اور امام شافعیؒ کا مسلک امام خطابیؒ نے یہ لکھا ہے: وکان الشافعي يرى الصلاة على الجنائز أي ساعة شاء من ليل أو نهار، وكذلك الدفن أي وقت كان من ليل أو نهار[1] یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک صلاۃ اور دفن دونوں کا حکم یکساں ہے یعنی مطلقا جواز فی جمیع الاوقات لہذا خلاصہ یہ نکلا کہ دفن فی هذه الاوقات عند الجمهور ومنهم الائمة الثلاثة

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ١ ص ٣١٣

الحنفية والمالكية والشافعية جائز ہے اور ائمہ میں سے صرف امام احمدؒ کے یہاں مکروہ ہے، لہٰذا یہ حدیث حنابلہ کے نزدیک تو اپنے ظاہر پر رہی، چنانچہ امام ابوداؤدؒ چونکہ حنبلی ہیں انہوں نے اس حدیث کو ظاہر پر رکھ کر باب الدفن قائم کیا اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک مؤول ہے کہ دفن سے مراد صلوۃ علی الجنازہ ہے، اور شافعیہ کے ہر حال میں خلاف ہے کیونکہ ان کے یہاں دونوں جائز ہیں ان کے نزدیک اس کو صلوۃ جنازہ پر محمول کرنا مفید نہیں اسی لئے امام نوویؒ نے ایک اور راہ اختیار کی وہ یہ کہ قبر سے مراد تو دفن ہی ہے لیکن مطلق دفن مراد نہیں بلکہ تعمد الدفن فی هذه الاوقات یعنی قصداً تاخیر کر کے ان اوقات میں پڑھنا، کما صرح هو به فی شرح مسلم فی شرح هذا الحدیث، لیکن امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو صلاۃ پر محمول کرتے ہوئے ترجمہ قائم کیا بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ عَلَى الجَنَازَةِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا، امام ترمذیؒ کے بارے میں مشہور تو یہی ہے کہ وہ شافعی المسلک ہیں لیکن ان کے اس ترجمہ سے مسلک شافعیہ کی تو کوئی موافقت ہو نہیں رہی ہے، ہاں جمہور کی تاویل یہی ہے۔

والحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٥٦ - بَابُ إِذَا حَضَرَ جَنَائِزُ رِجَالٍ وَنِسَاءٍ مَنْ يُقَدَّمُ

جب مرد وعورت دونوں کا جنازہ آجائے تو کس کو آگے رکھا جائے گا؟

یعنی اگر مردوں اور عورتوں دونوں کے جنائز ایک وقت میں جمع ہو جائیں تو کس کو مقدم کیا جائے گا یعنی امام کے قریب۔

٣١٩٣ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ صَبِيحٍ، حَدَّثَنِي عَمَّارٌ، مَوْلَى الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ، أَنَّهُ شَهِدَ جَنَازَةَ أُمِّ كُلْثُومٍ، وَابْنِهَا، فَجُعِلَ الْغُلَامُ مِمَّا يَلِي الْإِمَامَ، فَأَنْكَرْتُ ذَلِكَ، وَفِي الْقَوْمِ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، وَأَبُو قَتَادَةَ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، فَقَالُوا: «هَذِهِ السُّنَّةُ».

ترجمہ: عمار جو حارث بن نوفل کے مولیٰ ہیں ان سے روایت ہے کہ وہ حضرت ام کلثوم اور ان کے صاحبزادے کے جنازہ میں حاضر تھے تو لڑکے کو امام کے آگے رکھا گیا (اور عورت کو فاصلے پر) تو میں نے اس طریقہ پر نکیر کی (یا مجھے یہ طریقہ اوپرا محسوس ہوا) اور لوگوں میں حضرت ابن عباس، ابوسعید خدری ابو قتادہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم بھی تھے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ سنت طریقہ ہے۔

تخریج: سنن النسائي- الجنائز (١٩٧٧) سنن أبي داود- الجنائز (٣١٩٣)

شرح الحدیث: یعنی ام کلثوم بنت علی زوجہ عمرؓ، اور ان کا بیٹا زید بن عمر ان دونوں کا جنازہ لایا گیا اور زید کے جنازہ کو امام کے قریب رکھا گیا، عمار کہتے ہیں میں نے اس پر اشکال کیا، اس وقت جماعت میں حضرت ابن عباسؓ، ابو سعید خدریؓ اور ابو قتادہ اور ابوہریرہؓ بھی موجود تھے، فَقَالُوا: «هَذِهِ السُّنَّةُ» یعنی ان سب نے فرمایا کہ مسنون طریقہ یہی ہے، في الأوجز: وعلى هذا أكثر العلماء، وقول الصحابي: هي السنة، له حكم الرفع، وقال الحسن وسالم والقاسم: النساء مما يلي الإمام والرجال مما يلي

القبلة. قاله الزرقاني، یعنی ان حضرات کے نزدیک ترتیب بالعکس ہے کہ عورت کے جنازہ کو امام کے قریب اور مرد کے جنازہ کو قبلہ کے قریب کیا جائے اور ابن رشد نے اس میں ایک تیسرا قول بھی لکھا ہے وہ یہ کہ دونوں کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھی جائے، مردوں کی الگ عورتوں کی الگ [1]۔ والحدیث أخرجه النسائی، قاله المنذری۔

۵۷- بَابُ أَيْنَ يَقُومُ الْإِمَامُ مِنَ الْمَيِّتِ إِذَا صَلَّى عَلَيْهِ

امام نماز جنازہ پڑھاتے وقت میت کے کس جانب کھڑا ہو؟

یعنی امام کو جنازہ کے کس حصہ کے مقابل کھڑا ہونا چاہیے۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: اس میں مذاہب ائمہ یہ ہیں کہ اگر مرد کا جنازہ ہے تو جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عند صدرہ، اور امام مالکؒ کے نزدیک عند وسطہ، اور اگر جنازہ عورت کا ہے تو اس میں حنفیہ کا مسلک وہی ہے جو مرد کے حق میں ہے یعنی عند صدرہا، اور باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس طرح ہے، عند الشافعی حیال عجیزتها، وعند احمد عند وسطها، وعند مالك حیال منکبها۔

٣١٩٤ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ نَافِعٍ أَبِي غَالِبٍ، قَالَ: كُنْتُ فِي سِكَّةِ الْمِرْبَدِ، فَمَرَّتْ جَنَازَةٌ مَعَهَا نَاسٌ كَثِيرٌ قَالُوا: جَنَازَةُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَيْرٍ، فَتَبِعْتُهَا فَإِذَا أَنَا بِرَجُلٍ عَلَيْهِ كِسَاءٌ رَقِيقٌ عَلَى بُرَيْذِينَتِهِ، وَعَلَى رَأْسِهِ خِرْقَةٌ تَقِيهِ مِنَ الشَّمْسِ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا الدِّهْقَانُ؟ قَالُوا: هَذَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، فَلَمَّا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ قَامَ أَنَسٌ فَصَلَّى عَلَيْهَا، وَأَنَا خَلْفَهُ لَا يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ، فَقَامَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، لَمْ يُطِلْ وَلَمْ يُسْرِعْ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقْعُدُ، فَقَالُوا: يَا أَبَا حَمْزَةَ الْمَرْأَةُ الْأَنْصَارِيَّةُ، فَقَرَّبُوهَا وَعَلَيْهَا نَعْشٌ أَخْضَرُ، فَقَامَ عِنْدَ عَجِيزَتِهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا نَحْوَ صَلَاتِهِ عَلَى الرَّجُلِ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ، يَا أَبَا حَمْزَةَ، «هَكَذَا كَانَ يَفْعَلُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، عَلَى الْجَنَازَةِ كَصَلَاتِكَ يُكَبِّرُ عَلَيْهَا أَرْبَعًا، وَيَقُومُ عِنْدَ رَأْسِ الرَّجُلِ وَعَجِيزَةِ الْمَرْأَةِ»، قَالَ: نَعَمْ قَالَ: يَا أَبَا حَمْزَةَ غَزَوْتَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، غَزَوْتُ مَعَهُ حُنَيْنًا، فَخَرَجَ الْمُشْرِكُونَ فَحَمَلُوا عَلَيْنَا، حَتَّى رَأَيْنَا خَيْلَنَا وَرَاءَ ظُهُورِنَا، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ يَحْمِلُ عَلَيْنَا فَيَدُقُّنَا، وَيَحْطِمُنَا، فَهَزَمَهُمُ اللهُ، وَجَعَلَ يُجَاءُ بِهِمْ فَيُبَايِعُونَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَلَيَّ نَذْرًا: إِنْ جَاءَ اللهُ بِالرَّجُلِ الَّذِي كَانَ مُنْذُ الْيَوْمَ يَحْطِمُنَا لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ، فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجِيءَ بِالرَّجُلِ، فَلَمَّا رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، تُبْتُ إِلَى اللهِ، فَأَمْسَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا يُبَايِعُهُ، لِيَفِيَ الْآخَرُ بِنَذْرِهِ، قَالَ: فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَتَصَدَّى لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٤ ص ٤٨٨

وَسَلَّمَ، لِيَأْمُرَهُ بِقَتْلِهِ، وَجَعَلَ يَهَابُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَقْتُلَهُ، فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَا يَصْنَعُ شَيْئًا بَايَعَهُ، فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللهِ، نَذْرِي؟ فَقَالَ: «إِنِّي لَمْ أُمْسِكْ عَنْهُ مُنْذُ الْيَوْمَ إِلَّا لِتُوفِيَ بِنَذْرِكَ»، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا أَوْمَضْتَ إِلَيَّ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُ لَيْسَ لِنَبِيٍّ أَنْ يُومِضَ» قَالَ أَبُو غَالِبٍ: «فَسَأَلْتُ عَنْ صَنِيعِ أَنَسٍ فِي قِيَامِهِ عَلَى الْمَرْأَةِ عِنْدَ عَجِيزَتِهَا، فَحَدَّثُونِي أَنَّهُ إِنَّمَا كَانَ لِأَنَّهُ لَمْ تَكُنِ النُّعُوشُ، فَكَانَ الْإِمَامُ يَقُومُ حِيَالَ عَجِيزَتِهَا يَسْتُرُهَا مِنَ الْقَوْمِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ» نُسِخَ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ الْوَفَاءُ بِالنَّذْرِ فِي قَتْلِهِ، بِقَوْلِهِ إِنِّي قَدْ تُبْتُ.

ترجمہ نافع ابوغالب سے روایت فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کے ایک علاقہ مقام سکۃ المربد میں تھا تو میرے سامنے سے ایک جنازہ گزرا جس کے ساتھ بڑا مجمع تھا لوگ کہتے تھے کہ یہ عبداللہ بن عمر کا جنازہ ہے تو میں بھی اسکے ساتھ چلنے لگا اچانک میری نظر ایک شخص پر پڑی جو باریک سی چادر اوڑھے ہوئے تھا ایک ترکی گھوڑی پر سوار تھا انہوں نے اپنے سر پر ایک کپڑا ڈال رکھا تھا دھوپ سے بچنے کیلئے تو میں نے پوچھا یہ چودھری صاحب کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ انس بن مالکؓ ہیں پس جب جنازہ رکھا گیا تو حضرت انس بن مالکؓ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کیلئے کھڑے ہوئے میں ان کے پیچھے تھا کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی تو وہ اسکے سر کے پاس کھڑے ہوئے اور چار تکبیرات اسطرح پڑھیں کہ نہ تو تکبیرات کہنے کے بعد لمبا وقفہ کیا اور نہ ہی بہت جلدی جلدی تکبیرات کہیں پھر بیٹھنے لگے تو لوگوں نے عرض کیا: اے ابو حمزہ! یہ ایک انصاری عورت کا جنازہ ہے (اس کا بھی جنازہ پڑھ دیجئے) اور اسکا جنازہ آگے کر دیا جس کو سبز رنگ کی چادر نے ڈھانپا ہوا تھا پھر حضرت انسؓ اسکی سرین کی جانب کھڑے ہو گئے اور جسطرح مرد کا جنازہ پڑھایا تھا ایسے ہی جنازہ پڑھا دیا پھر بیٹھ گئے تو علاء بن زیاد نے دریافت کیا کہ اے ابو حمزہ! کیا اسی طرح رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ پڑھتے تھے جسطرح آپ نے اس جنازہ پر چار تکبیرات پڑھیں اور اسی طرح مرد کے جنازے میں اسکے سرہانے اور عورت کے جنازے میں سرین کی طرف کھڑے ہوتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں انہوں نے پھر سوال کیا: اے ابو حمزہ! کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ کوئی غزوہ لڑا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں آپ ﷺ کے ہمراہ غزوہ حنین میں شریک ہوا تو مشرکین نے ہم پر حملہ کیا تو ہم نے اپنے گھوڑوں کو اپنی پشت پر دیکھا (یعنی ہم مسلمان بھاگ پڑے) اور کفار میں ایک ایسا شخص تھا (جس نے مسلمانوں میں بہت خونریزی کی) کہ وہ تلوار سے حملہ کر کے زخمی کرتا اور مارتا تھا پھر اللہ نے ان مشرکین کو شکست دیدی اور اسکے بعد کافر لوگ قیدیوں کی صورت میں لائے جانے لگے اور آنحضرت ﷺ سے اسلام پر بیعت کرنے لگے اور ایک شخص جو اصحاب رسول میں سے تھے انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ اس شخص کو لے آئے جس نے اس روز ہم پر حملہ کیا (اور مارا) تھا تو میں ضرور بہ ضرور اسکی گردن ماروں گا یہ سنکر آنحضرت ﷺ خاموش رہے اور وہ شخص لایا گیا تو جب آپ ﷺ کو اس نے دیکھا تو کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں نے اللہ سے توبہ کر لی تو آپ ﷺ اس کو بیعت

کرنے سے رکے رہے تاکہ دوسرا شخص اپنی نذر پوری کرلے راوی انس بن مالک فرماتے ہیں کہ وہ صحابی انتظار کرنے لگے کہ آپ ﷺ انہیں اسکے قتل کا حکم فرمائیں اور وہ آپ ﷺ کے رعب سے خود آگے بڑھ کر قتل کرنے کی جرأت نہیں کررہے تھے پھر جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ صحابی کچھ نہیں کررہے تو آپ ﷺ نے اس شخص کو بیعت فرمالیا (اور اسلام میں داخل فرمالیا) اس پر وہ صحابی عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! میری نذر کا کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنا ہاتھ اسی لئے تو روکا تھا کہ تو اپنی نذر پوری کرلیتا تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے میری طرف آنکھ سے اشارہ کیوں نہ فرمادیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نبی اپنی آنکھ سے اس قسم کا اشارہ نہیں کیا کرتا (جس میں ظاہر وباطن کی مطابقت نہ ہو) ابو غالب فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ حضرت انسؓ عورت کے سرین کی جانب کس وجہ سے کھڑے ہوئے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اسوقت میت کیلئے پردہ والے تخت (میت چارپائی) نہ ہوتے تھے تو امام عورت کی سرین کی طرف کھڑا ہوتا کہ مقتدی حضرات سے اس کا پردہ ہوجائے۔

تخریج جامع الترمذي - الجنائز (١٠٣٤) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٩٤) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٩٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٥١/٣)

شرح الحدیث عَنْ نَافِعٍ أَبِي غَالِبٍ، قَالَ: كُنْتُ فِي سِكَّةِ الْمِرْبَدِ الخ: سِكَّةِ الْمِرْبَدِ بصرہ میں ایک جگہ کا نام ہے، ویسے مربد بکری اور اونٹ کے باڑے کو کہتے ہیں، ابوغالب کہتے ہیں کہ میں سِكَّةِ الْمِرْبَدِ میں تھا تو میرے سامنے ایک جنازہ گذرا جس کے ساتھ بڑا مجمع تھا لوگ کہتے تھے کہ یہ عبداللہ بن عمیر کا جنازہ ہے تو میں بھی اس کے ساتھ چلنے لگا، اچانک میری نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جس نے باریک سی چادر اوڑھ رکھی تھی جو ایک ترکی گھوڑی پر سوار تھا، جس نے اپنے سر پر ایک کپڑا ڈال رکھا تھا دھوپ سے بچنے کیلئے، تو میں نے پوچھا کہ یہ چودھری صاحب کون ہیں، لوگوں نے کہا کہ یہ انس بن مالکؓ ہیں پس جب جنازہ رکھا گیا تو حضرت انسؓ اس پر نماز پڑھانے کیلئے اس کے قریب کھڑے ہوئے جس میں انہوں نے چار تکبیرات کہیں، نماز سے فارغ ہو کر جب وہ بیٹھنے لگے تو لوگوں نے عرض کیا کہ یہ ایک انصاری عورت کا جنازہ ہے اس پر بھی نماز پڑھ دیجئے، وَعَلَيْهَا نَعْشٌ أَخْضَرُ جس پر سبز رنگ کا گہوارہ تھا، فَقَامَ عِنْدَ عَجِيزَتِهَا لوگوں نے پوچھا کیا حضور ﷺ اسی طرح نماز جنازہ پڑھاتے تھے؟ یعنی چار تکبیریں اور مرد کے جنازہ میں سر کے قریب اور عورت کے جنازہ میں سرین کے قریب؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں ایسے ہی پڑھاتے تھے۔ اس کے بعد پھر روایت میں حضرت انسؓ نے غزوہ حنین کا ایک خاص واقعہ سنایا جس میں یہ ہے کہ غزوہ حنین میں شروع میں مسلمان بھاگ پڑے تھے اور کفار میں ایک شخص ایسا تھا جس نے بہت ہی مسلمانوں میں خونریزی کررکھی تھی جس کے بارے میں ایک صحابی نے یہ نذر مان لی کہ اگر ہم نے اس کافر پر قابو پالیا تو میں اس کی گردن اڑاؤں گا، پھر جب آخر میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور ان کافروں کو حضور ﷺ کے پاس لایا جارہا تھا بیعت علی الاسلام کیلئے تو ان میں یہ کافر بھی آپ ﷺ کے پاس آیا اور آکر آپ

ﷺ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا ارادہ کیا مگر آپ ﷺ قصداً اس کی بیعت سے رکے رہے تا کہ وہ صحابی اپنی نذر پوری کر لیں، مگر وہ صحابی اس انتظار میں رہے کہ آپ ﷺ ان کو اس کے قتل کا حکم فرمائیں، اور بغیر آپ کی اجازت کے اس کو قتل کرنے کی ان کو ہمت نہ ہوئی، اس میں کچھ وقفہ بھی ہو گیا جب حضور ﷺ نے دیکھا کہ وہ صحابی ویسے ہی کھڑے ہیں اپنی نذر پوری نہیں کر رہے ہیں تو آپ نے اس کو بیعت فرما کر اسلام میں داخل فرما لیا، اس پر وہ صحابی عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! میری نذر کا کیا ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنا ہاتھ اسی لئے تو روکا تھا بیعت سے تا کہ تو اپنی نذر پوری کر لے، تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے میری طرف آنکھ سے اشارہ کیوں نہ فرما دیا، تو آپ نے فرمایا کہ نبی اپنی آنکھ سے اس قسم کا اشارہ نہیں کیا کرتا جس میں ظاہر اور باطن کی مطابقت نہ ہو۔

اس قسم کا واقعہ کتاب الجهاد بَابُ قَتْلِ الْأَسِيرِ وَلَا يُعْرَضُ عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ میں عبد اللہ بن ابی سرح سے متعلق گذر چکا ہے وہاں پر حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد گذرا ہے: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ الْأَعْيُنِ [1]، اور یہاں پر روایت (۳۱۹٤) کے الفاظ یہ ہیں: إِنَّهُ لَيْسَ لِنَبِيٍّ أَنْ يُومِضَ، اس پر ایک سوال اور جواب بھی وہاں گذر چکا۔ یہاں آگے روایت میں یہ ہے: ابو غالب کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے دریافت کیا حضرت انسؓ کے اس عمل کے بارے میں، یعنی عورت کے جنازہ میں اس کے سرین کے قریب کھڑا ہونا۔ تو انہوں نے یہ بیان کیا کہ انہوں نے ایسا اس لئے کیا کہ اس زمانہ میں عورتوں کے جنازوں پر گہوارے نہیں ہوا کرتے تھے اس لئے امام اس کے سرین کے قریب کھڑا ہو جایا کرتا تھا پردہ کیلئے۔ اس پر حضرتؒ نے بذل میں تحریر فرمایا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے جنازہ میں امام کا قیام خیال عجیز ہا خلاف اصل اور عارض کی وجہ سے ہے، اور اصل محل اس کا صدر ہی ہے، لیکن چونکہ صدر اور رأس دونوں قریب قریب ہیں تو ہو سکتا ہے دور سے دیکھنے والا یہ سمجھا ہو کہ سر کے قریب کھڑے ہوں اس لئے اس نے عند رأسه کہہ دیا [2]، لیکن لوگوں کے اس جواب پر یہ اشکال ہے کہ یہاں پر تو روایت میں تصریح ہے گہوارہ ہونے کی وعلیھا نعش أخضر، تو اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ اصل بات تو وہی ہے جو لوگوں نے بیان کی، لیکن حضرت انسؓ چونکہ مطلقاً قیام خیال عجیز ہا کے قائل تھے اس لئے انہوں نے باوجود گہوارہ کے ایسا کیا۔ والحدیث أخرجه الترمذي وابن ماجه. قاله المنذري۔

۳۱۹۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: «صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا لِلصَّلَاةِ وَسَطَهَا».

ترجمہ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے ایک عورت کی نماز جنازہ

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب قتل الأسير ولا يعرض عليه الإسلام ۲٦۸۳

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ١٦٦

پڑھی جو نفاس کی حالت میں وفات پا گئی تھی تو آپ ﷺ اسکی نماز جنازہ پڑھنے کیلئے اس کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔

تخریج صحيح البخاري - الحيض (٣٢٥) صحيح البخاري - الجنائز (١٢٦٦) صحيح مسلم - الجنائز (٩٦٤) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٣٥) سنن النسائي - الجنائز (١٩٧٦) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٩٥) سنن ابن ماجه - ماجاء في الجنائز (١٤٩٣)۔

شرح الحديث فَقَامَ عَلَيْهَا لِلصَّلَاةِ وَسَطَهَا: ہمارے استاد مولانا امیر احمد کاندھلویؒ فرماتے تھے کہ یہ حدیث حنفیہ کے خلاف نہیں اس لئے کہ سینہ بھی وسط ہی ہے، اس لحاظ سے کہ سینہ کے نیچے بھی دو عضو ہیں بطن اور رکبتین (ٹانگیں) اور اوپر بھی دو عضو ہیں سر اور منکبین، اور اگر کوئی پیمائش کے اعتبار سے اشکال کرنے لگے تو ہم کہیں گے کہ دونوں ہاتھوں کو سر کی جانب اٹھا کر پھیلا دیا جائے پھر پیمائش میں بھی برابری ہو جائے گی۔ یہ جواب تو بس ایک لطیفہ ہی ہے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٥٨ - بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ

باب نماز جنازہ پر تکبیرات پڑھنے کے متعلق

نماز جنازہ میں عدد تکبیرات میں روایات مختلف ہیں، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: صحابہ کے آثار اس میں تین سے لیکر نو تک ہیں، لیکن بعد میں چار کے عدد پر فقہاء اور اہل فتوی کا اجماع منعقد ہو گیا احادیث صحیحہ کی بناپر، اور میرے علم میں نہیں کہ کسی فقیہ کے نزدیک اس میں پانچ تکبیرات ہوں سوائے ابن ابی لیلی کے (بذل [1])، حدیث الباب میں صلاۃ علی القبر کا ذکر ہے، صلاۃ علی القبر پر آئندہ مستقل ایک باب آرہا ہے۔

٣١٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ رَطْبٍ فَصَفُّوا عَلَيْهِ، وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا» . فَقُلْتُ لِلشَّعْبِيِّ: مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ: الثِّقَةُ مَنْ شَهِدَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ.

ترجمہ ابو اسحاق نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک تازہ قبر پر گزرے تو اس پر آپ اور صحابہ صف بنا کر کھڑے ہو گئے اور چار تکبیرات کہیں تو میں نے شعبی سے کہا کہ آپ کو کس نے یہ بات بتائی انہوں نے فرمایا کہ ایک معتبر شخص جو وہاں موجود تھے یعنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٨١٩) صحيح البخاري - الجنائز (١١٩٠) صحيح مسلم - الجنائز (٩٥٤) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٣٧) سنن النسائي - الجنائز (٢٠٢٣) سنن النسائي - الجنائز (٢٠٢٤) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٩٦) سنن ابن ماجه - ماجاء في الجنائز (١٥٣٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٣٨/١)

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ١٦٨

٣١٩٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: كَانَ زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ أَرْقَمَ، يُكَبِّرُ عَلَى جَنَائِزِنَا أَرْبَعًا، وَإِنَّهُ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةٍ خَمْسًا، فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُهَا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَأَنَا لِحَدِيثِ ابْنِ الْمُثَنَّى أَتْقَنُ».

ترجمہ: ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ زید یعنی بن ارقم ہمارے جنازوں پر چار تکبیرات پڑھا کرتے تھے اور انہوں نے ایک جنازہ پر پانچ تکبیرات پڑھیں تو میں نے اس بارے میں ان سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ پانچ تکبیرات بھی کہا کرتے تھے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ابن مثنیؒ کی حدیث زیادہ اچھی طرح یاد ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الجنائز (٩٥٧) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٢٣) سنن النسائي - الجنائز (١٩٨٢) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٩٧) سنن ابن ماجه - ماجاء في الجنائز (١٥٠٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٦٨/٤)

شرح الحدیث: ابن ابی لیلیٰ جن کا مسلک اوپر قاضی عیاضؒ کے کلام میں گذرا اس کا ماخذ یہی روایت ہوگی، اور اوپر یہ گذر ہی چکا کہ اس میں اختلاف شروع میں رہا ہے بعد میں چار تکبیرات پر اجماع ہوگیا تھا۔ والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٥٩ - بَابُ مَا يَقْرَأُ عَلَى الْجَنَازَةِ

باب نماز جنازہ میں کیا پڑھنا چاہیے؟

٣١٩٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَى جَنَازَةٍ، فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، فَقَالَ: «إِنَّهَا مِنَ السُّنَّةِ».

ترجمہ: طلحہ بن عبد اللہ بن عوف سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے ہمراہ ایک جنازہ پڑھا تو انہوں نے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ یہ پڑھنا سنت ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٢٧٠) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٢٦) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٢٧) سنن النسائي - الجنائز (١٩٨٧) سنن النسائي - الجنائز (١٩٨٨) سنن أبي داود - الجنائز (٣١٩٨)

شرح الحدیث: نماز جنازہ میں حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک قراءۃ فاتحہ نہیں ہے، امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک ہے، ہمارے فقہاء فرماتے ہیں: والآثار في عدمها أكثر، یعنی بہ نسبت ثبوت کے نفی قراءت میں آثار زیادہ ہیں، حنفیہ کے نزدیک سورۃ فاتحہ بہ نیت ثناء پڑھی جاسکتی ہے بہ نیت قراءت نہیں۔

صلاۃ جنازہ کے ارکان، ائمہ اربعہ کے نزدیک کیا کیا ہیں؟ اسکی تفصیل اوجز[1] میں مذکور ہے، حنفیہ کا مذہب اس میں یہ لکھا ہے کہ

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٤ ص ٤٦١ - ٤٦٢

ان کے نزدیک صرف دو رکن ہیں: ① تکبیرات اربعہ ② اور قیام، لہذا قاعداً بلا عذر جائز نہیں صرف تکبیر اولی میں رفع یدین کیا جائے اور ثناء پڑھی جائے، اور دوسری تکبیر کے بعد صلاۃ علی النبی پڑھا جائے اور تیسری کے بعد دعاء اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام كذا في الدر المختار، وقال ابن الهمام: اما اركانها فالذي يفهم من كلامهم انها الدعاء والقيام والتكبير، الى آخر ما بسط[1]، اور قراءت فاتحہ کو کتب شافعیہ و حنابلہ نے ارکان میں شمار کیا ہے۔

٦٠ - بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ

باب میت کے لئے دعا کرنے کے متعلق

٣١٩٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ».

ترجمہ: ابو سلمہ بن عبد الرحمن حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم کسی شخص کی جنازہ کی نماز پڑھو تو اس کیلئے خلوص سے دعا کرو۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (٣١٩٩) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٩٧)

شرح الحدیث: حضور اقدس ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں کہ جب تم کسی میت پر نماز پڑھو تو تم اس کیلئے اخلاص تام کیساتھ دعاء کرو، اب یہ کہ کیا دعاء پڑھی جائے ان کا ذکر آئندہ آنے والی روایات میں آرہا ہے۔ والحديث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٢٠٠ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَبُو الْجُلَاسِ عُقْبَةُ بْنُ سَيَّارٍ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ شَمَّاخٍ، قَالَ: شَهِدْتُ مَرْوَانَ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ؟ قَالَ: أَمَعَ الَّذِي قُلْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: كَلَامٌ كَانَ بَيْنَهُمَا قَبْلَ ذَلِكَ؟ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: «اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا، وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا، وَأَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْإِسْلَامِ، وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا، جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "أَخْطَأَ شُعْبَةُ فِي اسْمِ عَلِيِّ بْنِ شَمَّاخٍ، قَالَ فِيهِ: عُثْمَانُ بْنُ شَمَّاسٍ، وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ الْمَوْصِلِيَّ يُحَدِّثُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، قَالَ: مَا أَعْلَمُ أَنِّي جَلَسْتُ مِنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ مَجْلِسًا إِلَّا نَهَى فِيهِ عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ، وَجَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ".

ترجمہ: علی بن شماخ فرماتے ہیں کہ میں مروان (امیر مدینہ) کے پاس تھا جبکہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سوال کیا کہ تم نے حضور اکرم ﷺ کو نماز جنازہ میں کونسی دعا پڑھتے ہوئے سنا ہے؟ تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ باوجود اس بات کے جو

---

[1] رد المحتار على الدر المختار - ج ١ ص ٤٢٣

میں نے تجھ سے کی تو مجھ سے سوال کرتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان اس سے پہلے کوئی بات ہو چکی تھی۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے دعا بتلائی: اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا، وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا...... الخ اے اللہ! آپ اس کے پروردگار ہیں اور آپ ہی نے اس کو پیدا فرمایا اور آپ ہی نے اس کو اسلام کا راستہ دکھلایا اور آپ ہی نے اسکی روح قبض فرمائی اور آپ ہی اسکے پوشیدہ اور ظاہر سے واقف ہیں ہم اسکی شفاعت کے لئے حاضر ہیں تو آپ اسکو بخش دیجئے۔

شرح الحديث علی بن شماخ کہتے ہیں کہ میں مروان امیر مدینہ کے پاس موجود تھا جب کہ اس نے سوال کیا حضرت ابوہریرہؓ سے کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جنازہ میں کونسی دعاء پڑھتے ہوئے سنا؟ اس سوال کا جواب آگے آرہا ہے، لیکن جواب دینے سے پہلے حضرت ابوہریرہؓ نے اس سے فرمایا کہ کیا باوجود اس کے تو مجھ سے سوال کرتا ہے جو میں نے کہا تھا اور ہو سکتا ہے یہ خطاب کا صیغہ ہو، یعنی باوجود اس کے جو تو نے کہا تھا، اس کی تشریح راوی یہ کر رہا ہے کہ ان دونوں کے درمیان اس سے قبل کوئی بات پیش آئی تھی، یہ اس کی طرف اشارہ ہے تو حضرت ابوہریرہؓ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ جو بات میرے اور تیرے درمیان پیش آئی تھی اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ تو مجھ سے سوال نہ کرتا، مروان نے جواب دیا کہ ہاں باوجود اس کے سوال کر رہا ہوں جو ہونا تھا ہوا، عند الاحتیاج تو رجوع کرنا ہی پڑتا ہے۔

نماز جنازہ میں جو دعائیں وارد ہیں: آگے اس دعا کا بیان ہے: اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا، وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا، وَأَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْإِسْلَامِ، وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا، جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهُ، اور موطا کی روایت میں ہے ابو سعید مقبری نے حضرت ابوہریرہؓ سے سوال کیا کہ آپ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں جنازہ کے ساتھ اس کے گھر سے چلتا ہوں پھر جب وہ سامنے رکھ دیا جاتا ہے تو تکبیر اولیٰ کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہوں اور دوسری تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کے نبی پر صلاۃ وسلام اور تیسری تکبیر کے بعد یہ پڑھتا ہوں: اللّٰهُمَّ عَبْدُكَ، وَابْنُ عَبْدِكَ، وَابْنُ أَمَتِكَ. كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ. وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ. وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ. اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ مُحْسِناً، فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ. وَإِنْ كَانَ مُسِيئاً، فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهِ. اللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ. وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ[1]، اس دعاء کے بارے میں اوجز میں لکھا ہے کہ مالکیہ کے نزدیک اس دعاء ابوہریرہ کو پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ ان کی کتابوں میں تصریح ہے اھ[2]، اور حنفیہ کی کتابوں میں جو دعاء مذکور ہے وہ آئندہ روایت میں قدرے تفاوت سے آرہی ہے، وفي الأوجز: وروى هذا الدعاء (یعنی جو کتب حنفیہ میں ہے) عن أبي هريرة مرفوعا عند أحمد والترمذي وأبي داود وابن حبان والبيهقي اھ[3]، اور شرح اقناع میں لکھا ہے کہ کامل دعاء یہ ہے اور پھر اس

---

[1] موطأ مالك – كتاب الجنائز – باب ما يقول المصلي على الجنازة ٥٧٧

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك – ج ٤ ص٤٦٥

[3] أوجز المسالك إلى موطأ مالك – ج ٤ ص٤٦٥

کی ابتداء انہوں نے اسی دعاء سے کی جو حنفیہ کی کتابوں میں ہے، اس کے بعد کچھ اور دعائیں ہیں جو اسی دعاء کے ساتھ شامل کر کے ان کے یہاں پڑھی جاتی ہیں [1]، اور صحیح مسلم میں عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ایک نماز جنازہ میں یہ دعاء پڑھتے ہوئے سنا: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ، وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ، وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ - أَوْ مِنْ عَذَابِ النَّارِ -، آگے وہ فرماتے ہیں کہ یہ دعاء سن کر میں یہ تمنا کرنے لگا کہ کاش یہ جنازہ میرا ہوتا [2]، اور حنابلہ کے نزدیک جیسا کہ انکی کتابوں میں لکھا ہے یہ دعاء ہے: اللّٰهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وانثانا انك تعلم منقلبنا ومثوانا وانت على كل شئ قدير. اللّٰهم من احييته منا فاحيه على الاسلام والسنة ومن توفيته فتوفه عليهما اللّٰهم اغفر له وارحمه اور اس کے ساتھ وہ دعاء جو صحیح مسلم سے گزری [3]۔

۳۲۰۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَنَازَةٍ، فَقَالَ: «اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا. اللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِيمَانِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ. اللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ».

ترجمہ: ابو سلمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پڑھا تو یہ دعا پڑھی: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا، وَمَيِّتِنَا، وَصَغِيرِنَا، وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا......الخ اے اللہ! ہمارے زندوں اور مردوں کی مغفرت فرما دیجئے اور چھوٹے اور ہمارے بڑے اور ہمارے مذکر اور ہمارے مونث ہمارے حاضر اور ہمارے غائب کی مغفرت فرما دیجئے اے اللہ ہم میں سے جس کو آپ زندہ رکھیں ایمان پر زندہ رکھیں اور ہم میں جس کو آپ موت دیں اس کو اسلام پر موت دیں اے اللہ ہم لوگوں کو وفات کے صدمہ کے ثواب سے محروم نہ رکھیے اور ہمیں اسکے بعد گمراہ نہ کیجئے۔

شرح الحديث: حديث شماخ أخرجه النسائي في اليوم والليلة، وحديث أبي سلمة أخرجه الترمذي والنسائي. قاله المنذري.

۳۲۰۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، ح وحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ - وَحَدِيثُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَتَمُّ - حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ جَنَاحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ،

---

[1] الإقناع في حل ألفاظ أبي شجاع – ج ۱ ص ۴۱۷-۴۱۸

[2] صحيح مسلم – كتاب الجنائز – باب الدعاء للميت في الصلاة ۹۶۳

[3] العدة شرح العمدة للمقدسي – ص ۱۱۶

قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِي ذِمَّتِكَ، فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ - قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: فِي ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ، فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ - وَعَذَابَ النَّارِ، وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ، اللَّهُمَّ فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ". قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: عَنْ مَرْوَانَ بْنِ جَنَاحٍ.

ترجمہ: واثلہ بن اسقع سے راویت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم مسلمانوں میں سے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھائی تو میں نے آپ ﷺ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا: اللَّهُمَّ إِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِي ذِمَّتِكَ...... الخ کہ اے اللہ! فلاں ابن فلاں آپ کی پناہ میں ہے تو آپ اسکو عذاب قبر سے پناہ میں رکھئے عبد الرحمن راوی کہتے ہیں کہ فرمایا آپ کے ذمہ اور آپ کی پناہ میں ہے تو آپ اسکو عذاب قبر سے بچالیجئے اور عذاب جہنم سے بچالیجئے اور آپ (بندوں سے جو وعدہ فرماتے ہیں اس) وعدہ کو پورا فرمانے والے ہیں اور آپ کی ذات برحق ہے۔ اے اللہ! اس بندے کی مغفرت فرمادیجئے اور اس پر رحم فرمایئے بے شک آپ بخشنے والے مہربان ہیں۔ عبد الرحمن نے مروان سے یہ حدیث بصیغہ عن روایت کی۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٠٢) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٤٩٩) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٩١/٣)

شرح الحديث: أخرجه ابن ماجه، قاله المنذري۔

٦١۔ بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ

باب ہے قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں

اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ: صلاۃ علی القبر کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے، مالکیہ کے نزدیک علی المشہور ناجائز ہے، اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے، کما فی الشروح ففي الأوجز عن الزرقاني: وأما الصلوة على القبر فقال بمشروعيتها الجمهور، منهم: الشافعي، وأحمد، وابن وهب، ومالك، في رواية شاذة، والمشهور عنه منعه، وبه قال أبو حنيفة والنخعي، وجماعة، وعنهم: إن دفن قبل الصلاة شرع وإلا فلا اهـ، وقال الأبي في الإكمال: مشهور قول مالك المنع، والشاذ جوازها فيمن دفن بغير صلاة اهـ[1]، امام مالکؒ کا جو قول شاذ ہے وہی حنفیہ کا مذہب ہے، ففي الهداية: وإن دفن الميت ولم يصل عليه صلى على قبره" لأن النبي عليه الصلاة والسلام صلى على قبر امرأة من الأنصار "ويصلى عليه قبل أن يفسخ" والمعتبر في معرفة ذلك أكبر الرأي هو الصحيح لاختلاف الحال والزمان والمكان، وفي هامشه: احتراز عما روي في الأمالي عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه يصلى على الميت في القبر إلى ثلاثة أيام اهـ[2]، گویا مالکیہ کا مشہور قول تو یہ ہوا کہ مطلقاً ناجائز ہے، اور حنفیہ کے نزدیک صلاۃ علی القبر اس صورت میں جائز ہے جب کہ میت کو بغیر صلاۃ کے دفن کر دیا گیا ہو، اب

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٤ ص ٤٥٣ - ٤٥٤

[2] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ٢ ص ١٤٤ - ١٤٥

یہ کہ کب تک پڑھی جاسکتی ہے اس میں ایک روایت یہ ہے کہ تین دن تک، اور دوسرا قول جس کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا مالم ینتفخ ولم یتفسخ یعنی جب تک ظن غالب یہ ہو کہ میت کا جسم پھولا پھٹا نہیں اسوقت تک پڑھ سکتے ہیں۔

جو لوگ مطلقاً جواز کے قائل ہیں ان کے یہاں بھی اس میں اختلاف ہے کہ کب تک پڑھی جاسکتی ہے، امام احمدؒ و اسحاقؒ کے نزدیک الی شہر، اور شافعیہ کی اسمیں مختلف روایتیں ہیں: ① منہا کقول احمد، ② ومنہا الی ثلاثۃ ایام، ③ ومنہا مالم یبل جسدہ [1]۔

٣٢٠٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ - أَوْ رَجُلًا - كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ، فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَنْهُ، فَقِيلَ: مَاتَ، فَقَالَ: «أَلَا آذَنْتُمُونِي بِهِ؟» قَالَ: «دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ؟» فَدَلُّوهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

ترجمہ: ابو رافع حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت یا مرد مسجد کی جھاڑو دیا کرتا تھا تو ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو غائب پایا تو اسکے بارے میں دریافت فرمایا صحابہ کرامؓ نے بتایا کہ اسکا انتقال ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے مجھے خبر کیوں نہ دی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اسکی قبر کی نشاندہی کرو صحابہؓ نے نشاندہی کی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٤٦) صحيح البخاري - الصلاة (٤٤٨) صحيح البخاري - الجنائز (١٢٧٢) صحيح مسلم - الجنائز (٩٥٦) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٠٣) سنن ابن ماجه - ماجاء في الجنائز (١٥٢٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٥٣/٢)

شرح الحدیث: **حدیث الباب میں اختلاف روایات:** حاشیہ بذل میں حضرت شیخ لکھتے ہیں: قال الحافظ في الفتح (ج ١ ص ٥٥٣): ان الشك من ثابت والصواب "امرأة" اسمها خرقاء وكنيتها ام محجن الخ. وقال ايضا (ج ١ ص ٢٦٨) المذكور في حديث ابن عباس بلفظ مات إنسان كان صلى الله عليه وسلم يعوده وهو طلحة بن البراء رضي الله عنه. ووهم من قال بالأول لتغاير القصتين وكذا قال العيني اھ اور موطأ کی روایت میں ہے، من حديث ابي امامة سهل بن حنيف أَنَّ مِسْكِينَةً مَرِضَتْ، فَأُخْبِرَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِمَرَضِهَا. قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَعُودُ الْمَسَاكِينَ وَيَسْأَلُ عَنْهُمْ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «إِذَا مَاتَتْ فَآذِنُونِي بِهَا». فَأُخْرِجَ بِجَنَازَتِهَا لَيْلًا. فَكَرِهُوا أَنْ يُوقِظُوا رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم. فَلَمَّا أَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أُخْبِرَ بِالَّذِي كَانَ مِنْ شَأْنِهَا (بعد سؤاله عنها كما في رواية ابن أبي شيبة). فَقَالَ: «أَلَمْ آمُرْكُمْ أَنْ تُؤْذِنُونِي بِهَا؟». فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، كَرِهْنَا أَنْ نُخْرِجَكَ لَيْلًا، وَنُوقِظَكَ. قال ابن عبد البر هذا الحديث روى من وجوه كثيرة عن النبي صلى الله عليه وسلم كلها ثابتة من حديث أبي هريرة وعامر بن ربيعة وابن عباس وانس رضي الله تعالى عنهم اھ، وكتب الشيخ في الأوجز، قوله أن مسكينة وفي

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٤ ص ٤٥٤

حديث أبي هريرة في الصحيحين وغيرهما: أن رجلا أسود، أو امرأة سوداء، كان يقم المسجد إلى آخر ما بسط[1].

مضمون حدیث یہ ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت سیاہ رنگ، یا مرد (شک راوی ہے) جو مسجد میں جھاڑو لگایا کرتا تھا، قمّ یقمّ مرادف ہے کنس یکنس کے، قمامہ کہتے ہیں کناسہ کو یعنی وہ کباڑ جو جھاڑو سے اکٹھا کیا گیا، ایک روز جب حضور ﷺ نے اس کو نہ دیکھا تو اس کے بارے میں سوال فرمایا، تو لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا تو رات انتقال ہو گیا تھا، یعنی دفنا دیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے کیوں نہ خبر کی تم نے اس کی، اور پھر فرمایا کہ مجھ کو اس کی قبر بتلاؤ کہ کہاں ہے، صحابہ نے آپ ﷺ کو اس کی قبر کی خبر دی آپ نے اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

اوپر یہ موطا کی روایت سے گذر چکا کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے یہ فرمایا تھا کہ اس کی موت کی خبر مجھے کرنا، مگر صحابہ کرام نے اسی خیال سے آپ ﷺ کو اطلاع نہیں کی تا کہ رات میں آپ کو تکلیف نہ اٹھانی پڑے، بہر حال یہ حدیث حنفیہ مالکیہ کے خلاف ہے، اس حدیث پر مکمل کلام میری ایک تقریر میں اس طرح لکھا ہوا ہے، مفید ہونے کی وجہ سے اس کو نقل کیا جاتا ہے اس میں لکھا ہے: شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک قبر پر نماز مطلقاً پڑھی جاسکتی ہے، اب یہ کہ کب تک؟ اس میں روایات مختلف ہیں، امام احمدؒ کے نزدیک زائد سے زائد ایک ماہ تک، اور شافعیہ کے اس میں متعدد اقوال ہیں، من جملہ ان کے ایک تو یہی ہے، اور ایک قول ہے الی ثلاثة ایام، وقیل: مالم تبل الجثة، ابن عبد البر کہتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ مدت دراز گذرنے کے بعد نہیں پڑھی جائے گی لیکن ایک قول یہ بھی ہے یجوز الی الابد۔

حنفیہ کی طرف سے حدیث الباب کی توجیہ: حنفیہ ومالکیہ کی طرف سے اس روایت کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ ﷺ کی خصوصت ہے اور جن صحابہ نے آپ ﷺ کے ساتھ پڑھی انہوں نے تبعاً پڑھی، اور دلیل خصوصیت یہ ہے کہ صحیح مسلم کی روایت میں ایک زیادتی ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا، وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ[2]. یعنی یہ قبور بالکل تاریک ہوتی ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ میری ان پر نماز کی وجہ سے ان کو روشن کر دیتا ہے، صحیح جواب یہی ہے، ویسے ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ چونکہ حضور ﷺ نے صحابہ کو اطلاع کرنے کا حکم فرمایا تھا اور انہوں نے اطلاع کی نہیں تو گویا وہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی، اور ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے وعدہ کیا تھا سو یہ بمنزلہ نذر کے ہو گیا، یہ جواب اُبیؒ نے شرح مسلم میں دیا ہے، اول کو صحیح قرار دیا ہے، اور ایک جواب حنفیہ کی طرف سے بعض نے یہ بھی دیا ہے کہ عموم بلویٰ میں اخبار آحاد معتبر نہیں، نیز امام مالکؒ نے جواب دیا کہ اس پر عمل اہل مدینہ نہیں، ابن الہمامؒ نے کہا کہ یہ حدیث ہمارے خلاف ہے مگر یہ کہ یوں کہا جائے کہ اس کو بغیر نماز کے دفن کر دیا گیا ہو گا، لیکن یہ

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك – ج ٤ ص ٤٤٨

[2] صحيح مسلم – كتاب الجنائز – باب الصلاة على القبر ٩٥٦

بات صحابہ کرامؓ سے مستبعد ہے اھ من الأوجز [1]۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم وابن ماجه، قاله المنذري۔

٦٢۔ بَابٌ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمُسْلِمِ يَمُوتُ فِي بِلَادِ الشِّرْكِ

مملکت کفار میں مرنے والے مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنے کے حکم کے متعلق باب

اور امام ترمذیؒ نے باب قائم کیا: بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّجَاشِيِّ، مصنف کا اشارہ بھی گو اسی طرف ہے لیکن وصف عام کے ساتھ تاکہ نجاشی کی خصوصیت نہ سمجھی جائے، گویا اس باب میں مصنف صلاۃ علی الغائب کا حکم بیان کر رہے ہیں، اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو پہلے باب میں تھا، شافعیہ حنابلہ کے نزدیک یہ جائز ہے حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک ناجائز، ابن تیمیہ کا مسلک اس میں یہ ہے کہ جس مسلم کا انتقال دار الحرب میں ہو اس کی غائبانہ نماز جنازہ دار الاسلام میں پڑھی جا سکتی ہے اور یہی قید وہ ہے جس کو مصنف نے ترجمۃ الباب میں ذکر کیا ہے، اور بعض علماء (ابن حبان) کے نزدیک یہ اس صورت میں ہے جب کہ میت جہت قبلہ میں ہو اور اگر بلد میت قبلہ کی جانب نہ ہو تب جائز نہیں۔

٣٢٠٤ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى، فَصَفَّ بِهِمْ، وَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ».

ترجمہ سعید بن المسیب حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو نجاشی کے مرنے کی خبر دی اسی دن جس دن کے ان کی وفات ہوئی تھی اور صحابہ کرامؓ کو لیکر جنازہ گاہ تشریف لے گئے پھر صفیں بنائیں اور چار تکبیرات کہیں۔

تخریج صحيح البخاري - الجنائز (١١٨٨) صحيح البخاري - المناقب (٣٦٦٧) صحيح مسلم - الجنائز (٩٥١) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٢٢) سنن النسائي - الجنائز (١٨٧٩) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٠٤) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥٣٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٨١) موطأ مالك - الجنائز (٥٣٠)

شرح الحديث نجاشی کا نام اصحمہ تھا، ویسے نجاشی لقب ہے ہر ملک حبشہ کا ان کی وفات ۹ھ میں ہوئی کما في الخميس والتلقيح وقال ابن الأثير: أسلم في عهد النبي صلى الله عليه وسلم، وتوفي ببلاده قبل فتح مكة اه مختصراً عون [2]، ان کا ذکر ہمارے یہاں کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین میں گذر چکا ہے۔

حدیث الباب میں یہ ہے کہ جس روز نجاشی شاہ حبشہ کا انتقال ہوا اسی دن حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ان کے انتقال کی خبر دی،

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٤ ص ٤٥٤_٤٥٥

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢٢

اور آپ صحابہ کرام کو لیکر مصلیٰ کی طرف تشریف لے گئے اور صحابہ کرام کی باقاعدہ صف قائم کر کے نماز جنازہ آپ ﷺ نے ادا فرمائی چار تکبیرات کے ساتھ۔

مصلی سے مراد حدیث میں مصلی عیدین نہیں ہے بلکہ وہ جگہ مراد ہے جو نماز جنازہ پڑھنے کیلئے معین تھی بقیع الغرقد میں، یہ حدیث حنفیہ مالکیہ کے خلاف ہے جو صلاۃ علی الغائب کے قائل نہیں، مختصراً اسکے دو جواب ہیں: ① یہ حضور ﷺ کی خصوصیت ہے، چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام حجابات آپ ﷺ کے سامنے سے ہٹادیئے گئے تھے اور گویا جنازہ بالکل آپ ﷺ کے سامنے تھا، اور ظاہر بات ہے کہ حضور ﷺ کے علاوہ یہ چیز کسی اور کو حاصل نہیں ہوسکتی، ② یا یہ کہا جائے کہ یہ حضرت نجاشیؓ کی خصوصیت ہے اس لئے کہ آپ ﷺ سے نجاشی کے علاوہ کسی اور میت غائب پر نماز پڑھنا ثابت نہیں [1]۔

والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٢٠٥ - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَنْطَلِقَ إِلَى أَرْضِ النَّجَاشِيِّ - فَذَكَرَ حَدِيثَهُ - قَالَ النَّجَاشِيُّ: أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّهُ الَّذِي بَشَّرَ بِهِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَلَوْلَا مَا أَنَا فِيهِ مِنَ الْمُلْكِ لَأَتَيْتُهُ حَتَّى أَحْمِلَ نَعْلَيْهِ".

ترجمہ حضرت ابوبردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نجاشی کے ملک چلے جائیں پھر انہوں نے آپ ﷺ کی حدیث نقل فرمائی (اس میں ہے کہ) نجاشی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ وہی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی تھی اور اگر میں حکومت کے مشغلہ میں نہ ہوتا تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان کے جوتے اٹھاتا۔

شرح الحدیث ابوبردہ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا تھا ہجرت الی الحبشہ کا یعنی مکہ مکرمہ سے، اس کے بعد ان کے والد نے ان سے اس ہجرت کی تفاصیل بیان کی ہوں گی جو مصنف کی غرض سے علیحدہ ہیں اسی لئے مصنف نے حدیث کو مختصر کرتے ہوئے فرمادیا: فَذَكَرَ حَدِيثَهُ، ان نجاشیؓ کے واقعات مسلمانوں کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کے تاریخ کی کتابوں میں مشہور ہیں۔

حدیث الباب میں اس کے اسلام لانے کا ذکر ہے وہ یہ کہ انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ وہی نبی آخر الزماں ہیں جن کی بشارت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی تھی، اور اسلام لانے کے وقت یہ بھی کہا: وَلَوْلَا

[1] كذا اتذكر من بعض الأساتذة لكن ذكر صاحب عون المعبود: روى أنه صلى الله عليه وسلم صلى على أربعة من الصحابة الأول النجاشي، وقصة في الكتب الستة وغيرها، والثاني معاوية بن معاوية المزني، والثالث والرابع زيد بن حارثة وجعفر بن أبي طالب، ثم بسط الروايات في ذلك وفيه بعد ذكر الروايات والكلام عليها: والحاصل ان الأمر كما قال الحافظ ابن عبد البر والبيهقي والذهبي ان أسانيد هذه الأحاديث ليست بالقوية لكن فيه تفصيل وهو الى آخر ماذكر.

مَا أَنَا فِيهِ مِنَ الْمُلْكِ لَأَتَيْتُهُ حَتَّى أَحْمِلَ نَعْلَيْهِ، اس میں انہوں نے اپنے ترک ہجرت الی المدینہ کا عذر بیان کیا ہے کہ اگر جس ملک اور بادشاہت میں میں اس وقت ہوں اگر اس کے عوارض اور لوازم میں مبتلا نہ ہوتا تو میں ہجرت کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوتا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے نعلین شریفین کو اٹھا کر (سر پر رکھنے کی) سعادت حاصل کرتا رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

جو بادشاہ ہمارے نبی ﷺ کی اس طرح مدح سرائی کر رہا ہو اور ان پر جان نثار ہو رہا ہو ہمیں بھی اس سے محبت ہونی چاہئے، اگرچہ آپ کو کسی بادشاہ یا مخلوق کی مدح اور منقبت کی حاجت نہیں اس لئے کہ آپ ﷺ کے مدح خواں تو خود اللہ رب العالمین ہے، صلی اللہ علیہ وسلم وشرف وکرم ووقر وعظم۔

٦٣- بَابٌ فِي جَمْعِ الْمَوْتَى فِي قَبْرٍ وَالْقَبْرُ يُعَلَّمُ

﴿باب اجتماعی قبر بنانے اور قبر پر نشانی لگانے کے متعلق حکم کے بیان میں﴾

٣٢٠٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سَالِمٍ، ح وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ السِّجِسْتَانِيُّ، حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، بِمَعْنَاهُ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ الْمَدَنِيِّ، عَنِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ: لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ، أُخْرِجَ بِجَنَازَتِهِ فَدُفِنَ، أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا أَنْ يَأْتِيَهُ بِحَجَرٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ حَمْلَهُ، فَقَامَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ، قَالَ كَثِيرٌ: قَالَ الْمُطَّلِبُ: قَالَ الَّذِي يُخْبِرُنِي ذَلِكَ: عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ ذِرَاعَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ حَسَرَ عَنْهُمَا ثُمَّ حَمَلَهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَأْسِهِ، وَقَالَ: «أَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ أَخِي، وَأَدْفِنُ إِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِي».

ترجمہ کثیر بن زید المدنی مطلب سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان بن مظعونؓ کی وفات ہوئی تو ان کا جنازہ اٹھایا گیا اور انہیں دفن کیا گیا تو آپ ﷺ نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ وہ ایک پتھر لیکر آئے مگر وہ اسے اٹھا نہ سکا تو آپ ﷺ خود بہ نفس نفیس تشریف لے گئے اور آپ نے اپنی دونوں آستینیں چڑھا کر اسے اٹھایا کثیر فرماتے ہیں کہ مطلب نے کہا وہ شخص جس نے مجھ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ واقعہ نقل کیا اس نے کہا کہ گویا کہ میں آپ ﷺ کی دونوں کلائیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں جس وقت کہ آپ نے دونوں کلائیوں کو کھولا پھر پتھر اٹھایا اور اسکو حضرت عثمان بن مظعونؓ کے سرہانے رکھ دیا اور فرمایا کہ میں اس پتھر کے ذریعہ اپنے بھائی کی قبر پر نشانی لگا رہا ہوں اور میرے گھر والوں میں سے جب کسی کا انتقال ہوگا تو میں اسکو بھی یہاں دفن کروں گا۔

شرح الحدیث اس باب میں مصنف نے جو حدیث ذکر کی اس کا مضمون یہ ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعونؓ کا انتقال ہوا جو کہ آپ کے رضاعی بھائی تھے، تو جب ان کو دفنا دیا گیا تو آپ ﷺ نے ایک صحابی کو حکم فرمایا کہ کوئی بڑا سا پتھر اٹھا کر لائیں، وہ

گئے لیکن ان سے اٹھ نہ سکا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں آستین چڑھا کر اس پتھر کو اٹھایا اور عثمان بن مظعونؓ کی قبر کے سرہانے اسکو رکھدیا اور فرمایا کہ اس کو میں بطور علامت کے رکھ رہا ہوں، اور یہ بھی فرمایا: اور اسی کے قریب اپنے دوسرے اعزہ کو دفن کروں گا اس سے معلوم ہوا کہ قبر کے سرہانے نشانی کے طور پر کوئی پتھر وغیرہ رکھدینا مناسب ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک خاندان اور گھرانے کے لوگ اگر ایک ہی جگہ اور ایک ہی قبرستان میں دفنائے جائیں تو یہ بہتر ہے، ترجمۃ الباب میں دو جزء تھے، اعلام قبر یعنی قبر پر کوئی علم اور نشان لگادینا، اور دوسرا جزء جمع الموتی فی قبر ہے، حدیث الباب سے جزء ثانی تو ثابت ہو رہا ہے، جزء اول کے ثبوت میں اشکال ہے، مگر یہ کہ یوں کہا جائے کہ ترجمہ میں قبر سے مراد قبرستان اور مقبرہ ہے، چنانچہ بعض نسخوں میں اسی طرح ہے فلا اشکال حینئذ۔

٦٤ - بَابٌ فِي الْحَفَّارِ يَجِدُ الْعَظْمَ هَلْ يَتَنَكَّبُ ذَلِكَ الْمَكَانَ؟

باب اس بیان میں کہ اگر گور کن قبر کھودتے ہوئے کوئی (مردے کی) ہڈی پائے تو کیا وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ قبر کھودے یعنی اگر گور کن کوئی قبر کھود رہا ہو اور پھر اس جگہ میں کسی میت کی ہڈی نکل آئے تو کیا اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ قبر کھودے؟

٣٢٠٧ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ سَعْدٍ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میت کی ہڈی کو توڑنا ایسا (ہی گناہ) ہے جیسا کہ زندہ کی ہڈی توڑنا۔

تخریج سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٠٧) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٦١٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥٨/٦)

شرح الحدیث كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میت کی ہڈی کو توڑنا ایسا ہی برا اور گناہ ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا۔

اس حدیث سے اتنا تو معلوم ہو رہا ہے کہ گور کن کو چاہئے کہ اس ہڈی کو توڑے نہیں لیکن پورا ترجمۃ الباب اس حدیث سے ثابت نہیں ہو رہا ہے، لیکن اس حدیث کا جو سبب ہے یعنی جس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی اس سے ترجمۃ الباب کا حکم معلوم ہو جاتا ہے، اور وہ روایت یہ ہے جس کو حضرت نے بذل [1] میں "درجات مرقاۃ الصعود" سے نقل کیا ہے وہ یہ کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ کے ساتھ قبرستان گئے، جب ہم وہاں پہنچے تو قبر کھودی جا رہی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے پر بیٹھ گئے، گور کن نے قبر کھودتے ہوئے ایک ہڈی نکال کر دکھلائی جس کو وہ توڑنے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو توڑنے سے منع فرمایا وذکر مافی حدیث الباب، اور نیز فرمایا آپ نے اس ہڈی کو اسی قبر میں ایک

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ١٧٨

طرف کو دبادے، اس سے ترجمۃ الباب کا حکم معلوم ہو گیا کہ دوسری جگہ قبر کھودنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہیں اس ہڈی کو چھپادیا جائے، لیکن احترام کے ساتھ توڑا پھوڑا نہ جائے۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذری۔

٦٥۔ بَابٌ فِي اللَّحْدِ

باب ہے بغلی قبر بنانے کے بارے میں

٣٢٠٨۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَكَّامُ بْنُ سَلْمٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا».

ترجمہ حضرت سعید بن جبیر حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لحد ہمارے لئے ہے اور شق دوسروں کے لئے ہے۔

تخریج جامع الترمذي - الجنائز (١٠٤٥) سنن النسائي - الجنائز (٢٠٠٩) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٠٨) سنن ابن ماجه - ماجاء في الجنائز (١٥٥٤)

شرح الحدیث اللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا: قبر کی دو قسمیں ہیں: ① لحد ② اور شق، شق تو وہی جو ہمارے دیار میں رائج ہے یعنی سیدھی قبر، اور لحد بغلی قبر یعنی زمین شق کرنے کے بعد قبلہ کی جانب میں ایک غار گڈھا سا اور کھودتے ہیں اور پھر میت کو اس میں رکھتے ہیں، پیچھے کی طرف سے اسکوپاٹ دیتے ہیں، جہاں کی زمین سخت ہو وہاں یہ قبر بن سکتی ہے، جائز دونوں قسمیں ہیں، صحابہ کرام میں ایک صحابی لاحِد تھے یعنی لحد بناتے تھے ابو طلحہ انصاریؓ، اور ایک صحابی شَقَّاق تھے وہ شق بناتے تھے یعنی ابو عبیدہ بن الجراحؓ۔

لَنَا سے مراد مؤمنین اُمتِ محمدیہ اور غَیْرِنَا سے مومنین امم سابقہ، اور مطلب یہ ہے کہ ہم لحد کو اختیار کرتے ہیں وہ ہمارے لئے اولیٰ ہے شق کے مقابلہ میں، اس صورت میں اس سے مقصود فضیلت لحد کو بیان کرنا ہے، نھی عن الشق مقصود نہیں اس لئے کہ حضرت ابو عبیدہؓ باوجود اپنی جلالت شان کے دین اور امانت میں یہ کام کرتے تھے، نیز اگر شق ممنوع ہوتی تو صحابہ کرام حضور ﷺ کی قبر کے بارے میں یہ فیصلہ نہ فرماتے کہ لاحد اور شقاق ان دونوں میں سے جو پہلے آئے گا اسی کو اختیار کیا جائے گا۔ اور مسند أحمد کی ایک روایت میں: اللَّحْدُ لَنَا، وَالشَّقُّ لِأَهْلِ الْكِتَابِ ہے [1]، شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اگر مراد لنا سے مسلمین اور لغیرنا سے یہود و نصاریٰ ہیں تب تو اس صورت میں لحد کی فضیلت بلکہ کراہیتِ شق پر اس حدیث کی دلالت ظاہر ہے اور اگر مراد لغیرنا سے امم سابقہ ہیں تو اس میں صرف اشارہ ہے افضلیت لحد کی طرف (عون [2]) اور کہا گیا ہے کہ لنا میں ضمیر

---

[1] مسند أحمد - مسند الكوفيين - ومن حديث جرير بن عبد الله الخ ١٩٢١٣

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ٩ ص ٢٥

جمع سے مراد خود متکلم کی ذات ہے یعنی لی یعنی آپ اپنے بارے میں فرمارہے ہیں کہ میں اپنے لئے لحد کو پسند کرتا ہوں اور غیرنا سے مراد دوسرے لوگ، ففی الأوجز: قال الطیبی: یمکن أن یکون علیه الصلاۃ والسلام عنی بضمیر الجمع نفسه أي أوثر اللحد وهو إخبار عن الکائن فیکون معجزۃ، قال السید: هذا التوجیه بعید جداً لقوله السلام: الشق لغیرنا، اور اسکے بعد ایک احتمال یہ لکھا ہے کہ لنا سے مراد معاشر الانبیاء یعنی اللحد لنا معاشر الأنبیاء والشق جائز لغیرنا اھ [1]۔ والحدیث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٦٦۔ بَابُ كَمْ يَدْخُلُ الْقَبْرَ

باب (میت کو رکھنے کے لئے) کتنے آدمی قبر میں اترنے چاہئیں؟

یعنی میت کو قبر میں رکھنے کے لئے کتنے آدمی قبر میں اتریں؟

٣٢٠٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: «غَسَّلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ، وَالْفَضْلُ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَهُمْ أَدْخَلُوهُ قَبْرَهُ» ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُرَحَّبٌ أَوِ ابْنُ أَبِي مُرَحَّبٍ، أَنَّهُمْ أَدْخَلُوا مَعَهُمْ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ، فَلَمَّا فَرَغَ عَلِيٌّ قَالَ: «إِنَّمَا يَلِي الرَّجُلَ أَهْلُهُ».

ترجمہ اسمٰعیل بن ابی خالد، حضرت عامر سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو حضرت علی حضرت فضل اور حضرت اسامہ بن زید نے غسل دیا اور وہی قبر میں اترے اور راوی کہتے ہیں کہ مرحب یا ابن ابی مرحب نے مجھے بتلایا کہ یہ حضرات اترے اور ان کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی تھے۔ پھر جب یہ حضرات تدفین سے فارغ ہو گئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میت کو اسکے گھر والے ہی دفنایا کرتے ہیں۔

شرح الحدیث یعنی حضور ﷺ کو غسل دینے والے یہ تین حضرات تھے: علی، فضل بن عباس، اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اور ان ہی نے آپ ﷺ کو قبر میں اتارا تھا، اور آگے ایک روایت میں ہے کہ ان تینوں نے اپنے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو بھی شامل کر لیا تھا یعنی اصل تو یہ تین آدمی تھے جو گھر کے تھے، اور ان ہی نے ضرورۃً حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو بھی شامل کر لیا تھا۔

قَالَ: إِنَّمَا يَلِي الرَّجُلَ أَهْلُهُ: یعنی جب آپ ﷺ کی تدفین سے یہ حضرات فارغ ہوئے تو چونکہ اور بڑے بڑے حضرات صحابہ کرام جاں نثار کھڑے ہوئے تھے جو اس عمل میں شریک نہیں تھے یعنی غسل اور قبر کے اندر اتارنے میں تو اس لئے حضرت علیؓ نے بطور معذرت یہ جملہ فرمایا کہ میت کو اس کے گھر والے ہی دفنایا کرتے ہیں، مطلب تو ظاہر ہے کہ وہ یہ فرمانا چاہ رہے ہیں کہ

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٤ ص ٥٠٩

اس کام کو کرنے والے ہم اس لئے نہیں ہیں کہ ہم اوروں سے افضل ہیں بلکہ وجہ یہ ہے جو انہوں نے فرمائی دراصل یہ مقام، مقام تنافس تھا اور بڑے شرف کی چیز تھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیب فرمائی اہل بیت میں سے ہونے کی وجہ سے۔

چار آدمیوں کا قبر کے اندر اترنا جو ہمارے یہاں رائج ہے یعنی شق اس میں تو مشکل ہے لیکن لحد میں گنجائش ہوتی ہے۔

۳۲۱۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي مُرَحَّبٍ، "أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ نَزَلَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ أَرْبَعَةً".

ترجمہ: ابو مرحّب سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نبی کریم ﷺ کی قبر شریف میں اترے اور گویا میں دیکھ رہا ہوں ان حضرات کی طرف وہ چار تھے۔

٦٧ - بَابٌ فِي الْمَيِّتِ يُدْخَلُ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ

باب ہے میت کو اسکی قبر میں کس طرح داخل کیا جائے؟

یعنی میت کو قبر میں اتارنے کی کیفیت کیا ہونی چاہئے ؟اس میں دو مذہب ہیں ایک وہ جس کو حنفیہ نے اختیار کیا، وہ یہ کہ میت کو قبر میں قبلہ کی جانب سے اتارا جائے یعنی سریر میت کو قبر کی دائیں جانب اس کے عرض میں رکھا جائے اور پھر اس کے پورے جسم کو ایک ساتھ اس میں داخل کر دیا جائے، دوسرا طریقہ یہ ہے جس کو شافعیہ اور حنابلہ نے اختیار کیا جیسا کہ حدیث الباب میں ہے کہ میت کو قبر کے پائتانہ سے داخل کرنا اولی ہے اس صورت میں سریر میت کو طولاً قبر کے نیچے کی طرف رکھا جائے گا اور پھر بتدریج اس کو قبر میں سر کی جانب سے داخل کیا جائے گا، اور اس میں ایک تیسرا طریقہ ہے جو حضرت امام شافعیؒ کا ایک قول ہے کہ میت کو قبر میں قبر کے سرہانے کی جانب سے داخل کیا جائے لہذا یہ تین قول ہو گئے کذا فی العون عن سبل السلام [1]، علامہ شوکانی وغیرہ نے حنفیہ کی دلیل میں یہ لکھا ہے کہ "انه اليسر" کہ یہ طریقہ داخل کرنے کا زیادہ آسان ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اتباع السنة اولی من الرأی۔ لیکن صاحب سبل السلام نے کہا ہے کہ یہ بات نہیں: قلت: بل ورد به النص كما يأتي في شرح حديث جابر في النهي عن الدفن ليلا فإنه أخرج الترمذي من حديث ابن عباس ما هو نص في إدخال الميت من قبل القبلة ويأتي أنه حديث حسن فيستفاد من المجموع أنه فعل مخير فيه اه [2]، حاشیہ هدایہ میں حضرت مولانا محمد حسن سنبھلیؒ نے اس تخییر کو امام مالکؒ اور ظاہریہ کا مذہب لکھا ہے، یعنی ان کے نزدیک اختیار ہے اور دونوں برابر ہیں یہ حدیث ابن عباسؓ جس کی طرف صاحب السبل نے اشارہ کیا ہے وہ ہے جس کو امام ترمذیؒ نے بَابُ مَا جَاءَ فِي الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ میں ذکر فرمایا ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ قَبْرًا لَيْلًا، فَأُسْرِجَ لَهُ سِرَاجٌ، فَأَخَذَهُ

---

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢٩

[2] سبل السلام الموصلة إلى بلوغ المرام — ج ٣ ص ٣٧٢

مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ، وَقَالَ: «رَحِمَكَ اللهُ، إِنْ كُنْتَ لَأَوَّاهًا تَلَّاءً لِلْقُرْآنِ»، وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَيَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ، وَهُوَ أَخُو زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَكْبَرُ مِنْهُ. : «حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ»، وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هَذَا، وَقَالُوا: يُدْخَلُ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُسَلُّ سَلًّا اهـ [1].

اب رہا یہ مسئلہ کہ خود حضور اقدس ﷺ کو کس طرف سے داخل کیا گیا؟ سو اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں۔ چنانچہ بیہقی میں ہے بروایت ابن عباس وابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما: انهم ادخلوا النبي صلى الله عليه وسلم من قبل القبلة. لكن ضعفه البيهقي، اور مسند شافعی میں ہے ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سل من قبل رأسه، اور مراسیل ابی داؤد میں ہے عن النخعي أَنَّ النَّبِيَّ عليه السلام أُدْخِلَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ، وَلَمْ يُسَلَّ سَلًّا [2]، وفی الهدایه: "ويدخل الميت مما يلي القبلة" خلافا للشافعي رحمه الله فإن عنده يسل سلا لما روي أنه صلى الله عليه وسلم سل سلا ولنا أن جانب القبلة معظم فيستحب الإدخال منه واضطربت الروايات في إدخال النبي صلى الله عليه وسلم اهـ [3]، حضور ﷺ کے بارے میں جو ایک قول ہے جسکا اس کا ایک جواب ہمارے بعض علماء سے یہ منقول ہے کہ حجرہ شریفہ میں جس جگہ آپ کو دفنایا گیا اس میں قبلہ کی جانب قرب حائط کی وجہ سے گنجائش نہیں تھی کہ سریر کو اس جانب رکھا جاتا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، اس موضوع پر مولانا عبدالحیٔ صاحبؒ کی ایک مستقل تالیف ہے: کشف الستر عن إدخال الميت فی القبر [4]۔

٣٢١١- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: أَوْصَى الْحَارِثُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، "فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ أَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ الْقَبْرِ، وَقَالَ: هَذَا مِنَ السُّنَّةِ".

ترجمہ ابو اسحق سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں حارث نے انہیں یہ وصیت فرمائی کہ ان کی نماز جنازہ عبد اللہ بن یزید پڑھائیں پس انہوں نے ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی پھر انہوں نے انہیں قبر میں قبر کے پیروں کی جانب سے داخل کیا اور فرمایا کہ یہ مسنون طریقہ ہے۔

شرح الحدیث امام ترمذیؒ نے اس مسئلہ پر مستقل باب قائم نہیں کیا بلکہ بَابُ مَا جَاءَ فِي الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ کے ذیل میں حدیث ابن عباسؓ جو ہمارے یہاں اوپر گذر چکی ذکر فرما کر اس مسئلہ کو ضمناً اسی باب میں بیان کر دیا ہے، اور ابن ماجہ میں اس مضمون کی دو روایتیں مذکور ہیں: عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: «سَلَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدًا، وَرَشَّ عَلَى قَبْرِهِ مَاءً»، اور دوسری عَنْ

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الجنائز - باب ما جاء في الدفن بالليل ١٠٥٧

[2] نصب الراية لأحاديث الهداية - ج٢ ص٢٩٩

[3] الهداية شرح بداية المبتدي - ج ٢ ص ١٥١ - ١٥٢

[4] رفع الستر عن كيفية إدخال الميت، وتوجيهه إلى القبلة في القبر (مجموعة رسائل عبد الحي اللكنوي - ج ٣ ص ٣٥٧)

أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أُخِذَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ، وَاسْتُقْبِلَ اسْتِقْبَالًا» [1]

٦٨ - بَابُ الْجُلُوسِ عِنْدَ الْقَبْرِ

باب قبر کے قریب کس طرح بیٹھنا چاہیے؟

٣٢١٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: «خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ، وَلَمْ يُلْحَدْ بَعْدُ، فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَجَلَسْنَا مَعَهُ».

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری آدمی کے جنازہ میں نکلے جب وہاں پہنچے تو قبر ابھی کھودی نہیں گئی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی جانب رخ فرما کر بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔

تخریج: سنن النسائي - الجنائز (٢٠٠١) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢١٢) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥٤٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٨٨/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٩٧/٤)

شرح الحدیث: یعنی اگر قبر تیار ہونے میں دیر ہو وہ کھودی جارہی ہو تو ایسی صورت میں لوگوں کو کیا کرنا چاہئے، عام طور سے بات چیت میں اور فضولیات میں لوگ لگ جاتے ہیں، اسکے بارے میں حدیث الباب میں یہ ہے حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری صحابی کے جنازہ میں قبرستان گئے، قبر ابھی تک تیار نہیں ہوئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو بقبلہ ساکت بیٹھ گئے، ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی طرح بیٹھ گئے۔ بذل میں ہے کہ نسائی کی روایت میں یہ زیادتی ہے: وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرَ [2]، بہتر یہ ہے کہ اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے میت کے ایصال ثواب کیلئے تلاوت کی جائے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی ایک صاحب زادی شادی شدہ جس کا جوانی ہی میں انتقال ہو گیا تھا اور حضرت شیخ جنازہ کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے تھے، قبر کھودی جارہی تھی لوگ ایک سائبان کے نیچے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، یہ احقر بھی حضرت شیخ کے پاس ہی بیٹھا تھا تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ سورۂ یٰسین پڑھ، اور حضرت خود بھی مسلسل پڑھتے رہے، یغفر اللہ تعالی لنا ولها۔ والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

---

[1] سنن ابن ماجه - كتاب الجنائز - باب ما جاء في إدخال الميت القبر ١٥٥١ - ١٥٥٢

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ١٨٢

٦٩ ۔ بَابٌ فِي الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ

باب مردے کو جب قبر میں اتاریں تو اسوقت کونسی دعا پڑھی جائے

٣٢١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا وَضَعَ الْمَيِّتَ فِي الْقَبْرِ قَالَ: «بِسْمِ اللهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»، هَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مردے کو قبر میں رکھتے تو پڑھتے: بِسْمِ اللهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یہ مسلم بن ابراہیم استاد کے الفاظ ہیں۔

تخریج جامع الترمذي-الجنائز (١٠٤٦) سنن أبي داود-الجنائز (٣٢١٣) سنن ابن ماجه-ما جاء في الجنائز (١٥٥٠) مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة (٢٧/٢) مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة (٤٠/٢) مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة (٥٩/٢) مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة (٦٩/٢) مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة (١٢٨/٢)

شرح الحدیث یعنی میت کو قبر میں رکھتے وقت کیا دعا پڑھنی چاہئے، حدیث الباب میں حضور ﷺ کا یہ معمول مذکور ہے کہ آپ ﷺ اس وقت: بِسْمِ اللهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پڑھا کرتے تھے۔ والحديث أخرجه النسائي مسندا وموقوفا، قاله المنذري۔

٧٠ ۔ بَابُ الرَّجُلِ يَمُوتُ لَهُ قَرَابَةٌ مُشْرِكٌ

باب کسی (مسلمان) کا کوئی کافر رشتہ دار وفات پا جائے اسکا حکم

یعنی اگر کسی مسلمان کا کافر عزیز و قریب مر جائے تو کیا کیا جائے؟

٣٢١٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ نَاجِيَةَ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ، قَالَ: «اذْهَبْ فَوَارِ أَبَاكَ، ثُمَّ لَا تُحْدِثَنَّ شَيْئًا، حَتَّى تَأْتِيَنِي» فَذَهَبْتُ فَوَارَيْتُهُ وَجِئْتُهُ فَأَمَرَنِي فَاغْتَسَلْتُ وَدَعَا لِي.

ترجمہ حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کے ضعیف العمر چچا کا گمراہی میں انتقال ہو گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ تم اپنے والد کی تدفین کر کے آجاؤ اور جب تک میرے پاس نہ آؤ کوئی اور کام نہ کرنا تو میں گیا اور ان کی تدفین کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے مجھے غسل کا حکم فرمایا میں نے غسل کیا تو آپ نے میرے لئے دعا فرمائی۔

تخریج سنن النسائي - الجنائز (٢٠٠٦) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢١٤)

شرح الحدیث حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے آکر عرض کیا کہ آپ ﷺ کے بوڑھے گمراہ چچا کا انتقال ہو گیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر جا اپنے باپ کو مٹی میں دبادے، اور یہ بھی فرمایا بطور اہتمام کے کہ دبانے کے بعد کسی اور کام میں نہ لگ جانا فوراً مجھ کو آکر اطلاع کرنا (ثُمَّ لَا تُحْدِثَنَّ شَيْئًا) یہ احداث سے ہے جس کے معنی کوئی کام کرنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں فوراً گیا اور ان کو دبا کر آپ ﷺ کے پاس آگیا تو آپ ﷺ نے مجھے غسل کا حکم دیا، اور آپ ﷺ نے میرے لئے دعا فرمائی۔ والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

٧١ - بَابٌ فِي تَعْمِيقِ الْقَبْرِ

باب قبر کو گہرا کھودنے کے متعلق حکم کے بیان میں

یعنی قبر کتنی گہری ہونی چاہیے؟ قالت الحنفية: أن يعمق إلى الصدر، وإلا فإلى السرة (بذل [1]) وفي نور الإيضاح: ويحفر القبر نصف قامة أو إلى الصدر، وإن زيد كان حسناً [2]، اور امام شافعی کے نزدیک بقدر القامة، وقال مالك: لا حد لإعماقه [3].

٣٢١٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَهُمْ عَنْ حُمَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: جَاءَتِ الْأَنْصَارُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ، فَقَالُوا: أَصَابَنَا قَرْحٌ وَجَهْدٌ، فَكَيْفَ تَأْمُرُنَا. قَالَ: «احْفِرُوا وَأَوْسِعُوا، وَاجْعَلُوا الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فِي الْقَبْرِ» قِيلَ: فَأَيُّهُمْ يُقَدَّمُ؟ قَالَ: «أَكْثَرُهُمْ قُرْآنًا» قَالَ: أُصِيبَ أَبِي يَوْمَئِذٍ عَامِرٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ أَوْ قَالَ وَاحِدٌ.

ترجمہ ہشام بن عامرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انصاری حضرات نبی کریم ﷺ کی خدمت میں احد کے دن حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم لوگ زخمی اور مشقت میں ہیں تو آپ ﷺ فرمایئے اب کیا کیا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قبریں خوب گہری اور وسیع کھودلو اور دو دو تین تین کو ایک قبر میں دفنا دو لوگوں نے عرض کیا کہ آگے کس کو رکھیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو۔ ہشام فرماتے ہیں کہ اس روز میرے والد عامر بھی شہید ہو گئے اور انکی دو یا ایک آدمی کے ساتھ تدفین ہوئی۔

٣٢١٦ - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ يَعْنِي الْأَنْطَاكِيَّ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ، عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ زَادَ فِيهِ: وَأَعْمِقُوا.

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ١٨٥

[2] نور الإيضاح — ص ١٩١

[3] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٣٤

ترجمہ: ایوب نے حمید بن ہلال سے اسی گزشتہ حدیث کی سند اور اسی کے ہم معنی روایت نقل کی اور اسمیں یہ اضافہ ہے کہ قبروں کو خوب گہرا کرو۔

۳۲۱۷- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ.

ترجمہ: حمید یعنی ابن ہلال، سعد بن ہشام بن عامر سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الجهاد (۱۷۱۳) سنن النسائي - الجنائز (۲۰۱۱) سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۱۵)

شرح الأحاديث: یعنی جنگ احد میں آپ ﷺ کی خدمت میں بعض انصار آئے، اور آکر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو معلوم ہی ہے کہ ہم لوگ زخمی اور مشقت میں ہیں تو اب کیا کیا جائے، یعنی ستر قبریں کھودنا بڑا مشکل کام ہے، تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قبریں خوب گہری اور وسیع کھودلو اور دو دو تین تین کو ایک ایک قبر میں دفنادو، ہشام کہتے ہیں کہ میرے باپ عامر بھی اس روز شہید ہو گئے تھے جن کو دو کے درمیان دفنایا گیا تھا ایک کے ساتھ اور نسائی کی روایت میں ہے: فَكَانَ أَبِي ثَالِثَ ثَلَاثَةٍ فِي قَبْرٍ [1] بغیر شک کے، یعنی جس قبر میں میرے والد دفنائے گئے تھے تو اس میں دو ان کے علاوہ تھے۔ والحديث أخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۷۲- بَابٌ فِي تَسْوِيَةِ الْقَبْرِ

باب قبر کو برابر کرنے کے متعلق

۳۲۱۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي هَيَّاجٍ الْأَسَدِيِّ، قَالَ: بَعَثَنِي عَلِيٌّ، قَالَ لِي: أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنْ لَا أَدَعَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتُهُ، وَلَا تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتُهُ».

ترجمہ: ابو ہیاج الاسدی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علیؓ نے یہ کہہ کر بھیجا کہ میں تمہیں اس کام کیلئے بھیجتا ہوں جس کام کیلئے رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا کہ میں کوئی اونچی قبر نہ چھوڑوں مگر یہ کہ اسکو برابر کر دوں اور نہ تصویر کو مگر یہ کہ اسکو مٹادوں۔

تخریج: صحيح مسلم - الجنائز (۹۶۹) جامع الترمذي - الجنائز (۱۰۴۹) سنن النسائي - الجنائز (۲۰۳۱) سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۱۸) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۸۹/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۹۶/۱)

شرح الحديث: ابو ہیاج اسدی کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں تم کو اس کام کیلئے بھیجتا ہوں جس کام کیلئے مجھ کو حضور ﷺ نے بھیجا تھا اور پھر آگے وہ کام بتلایا کہ کیا ہے کہ نہ چھوڑوں میں کسی قبر کو جو اونچی ہو مگر یہ کہ اسکو برابر کر دوں یعنی

[1] سنن النسائي - كتاب الجنائز - باب ما يستحب من إعماق القبر - ۲۰۱۰

زمین کے، مراد قرب ہے، اور نہ چھوڑوں کسی تصویر کو مگر یہ کہ اس کو مٹا ڈالوں۔

اس حدیث میں ارتفاع قبر سے روکا گیا ہے کہ قبر زیادہ اونچی نہ بنائی جائے، یہ امر تو مجمع علیہ ہے کہ قبر زیادہ اونچی نہ ہونی چاہیے زمین کے قریب رفع یسیر کے ساتھ ہونی چاہیے، قال النووی: یرفع نحو شبر [1]۔

دوسری چیز جو اس حدیث میں مذکور ہے وہ تسویۃ القبر ہے جیسا کہ ترجمۃ الباب میں ہے، اب یہ کہ تسویہ سے کیا مراد ہے؟ جمہور کہتے ہیں کہ اس سے مراد عدم الرفع الزائد ہے کہ زائد اونچی نہ ہو، اور دوسرا قول اس میں یہ ہے کہ اس سے مراد تسطیح ہے، یعنی قبر کو مسطح بنانا، یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ قبر میں تسنیم اولیٰ ہے یا تسطیح؟ ائمۃ ثلاثۃ ومنہم الحنفیۃ تسنیم قبر کے قائل ہیں یعنی قبر مسنم اور کوہان نما ہونی چاہیے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قبر کا مسطح ہونا اولیٰ ہے۔

حضور ﷺ کی قبر کی بارے میں روایات مختلف ہیں ہدایہ میں ہے: ویسنم القبر ولا یسطح، أي لا یربع لأنه صلى الله عليه وسلم نهى عن تربيع القبور، ومن شاهد قبره عليه الصلاة والسلام أخبر أنه مسنم، یعنی حضور ﷺ کی قبر دیکھنے والوں نے بتایا ہے کہ وہ مسنم ہے، قال الحافظ في الدراية: ويعارضه ما روي من عدة طرق من انها كانت مسطحة، ثم قال: وجمع بينهما الحاكم بانها كانت اولا كذالك اي مسطحة ثم لما سقط الجدار سنمت [2]، یعنی حاکم نے حضور ﷺ کی قبر کے بارے میں اختلاف روایات میں تطبیق اسطرح فرمائی ہے کہ شروع میں تو وہ مسطح ہی تھی (كما قال الشافعي) پھر جب کسی زمانہ میں (في خلافة وليد بن عبد الملك وفي امارة عمر بن عبد العزيز) حجرہ شریفہ کی دیوار ساقط ہو گئی تھی تو اس وقت اسکو مسنم بنا دیا گیا تھا۔ قلت: وأخرج البخاري في صحيحه عن سفيان التمار "أنه رأى قبر النبي صلى الله عليه وسلم مسنما" [3]۔

والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

۳۲۱۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ أَبَا عَلِيٍّ الْهَمْدَانِيَّ حَدَّثَهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ بِرُودِسَ مِنْ أَرْضِ الرُّومِ، فَتُوُفِّيَ صَاحِبٌ لَنَا، فَأَمَرَ فَضَالَةُ بِقَبْرِهِ فَسُوِّيَ، ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَأْمُرُ بِتَسْوِيَتِهَا»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «رُودِسُ جَزِيرَةٌ فِي الْبَحْرِ».

ترجمہ: ابو علی ہمدانی کہتے ہیں کہ ہم حضرت فضالہ بن عبیدؓ کے پاس تھے مقام رودس میں جو ملک روم میں ہے ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا تو حضرت فضالہ نے ان کیلئے قبر بنانے کا حکم دیا تو وہ زمین سے برابر رکھی گئی پھر فرمایا کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا قبر کو برابر رکھنے کا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ رودس ایک جزیرہ ہے بحیرہ روم میں۔

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ۷ ص ۳۶

[2] الدراية في تخريج أحاديث الهداية — ج ۱ ص ۲۴۲

[3] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ۹ ص ۳۹

تخریج: صحيح مسلم - الجنائز (٩٦٨) سنن النسائي - الجنائز (٢٠٣٠) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢١٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢١/٦)

شرح الحدیث: ابو علی ہمدانی کہتے ہیں کہ ہم حضرت فضالہ بن عبید کے پاس تھے مقام روڈس میں جو بلک روم میں ہے، ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا تو حضرت فضالہ نے ان کے لئے قبر بنوائی جس کو زمین سے زیادہ اونچا نہیں رکھا گیا (علی قول الجمہور) یا مسطح بنایا گیا غیر مسنم اور فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ آپ اسی کا حکم فرماتے تھے۔

آگے مصنف فرماتے ہیں کہ روڈس ایک جزیرہ ہے بحر روم میں، روڈس کے ضبط میں بھی کافی اختلاف ہے کہ بضم الراء ہے یا بفتح الراء، نیز واو کے بعد دال مہملہ ہے یا ذال معجمہ، ویسے یہ وہی جگہ ہے جو "روڈس" کے ساتھ مشہور ہے یورپ کے علاقہ میں۔

والحدیث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذری۔

٣٢٢٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ هَانِئٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: يَا أُمَّهِ اكْشِفِي لِي عَنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، «فَكَشَفَتْ لِي عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُورٍ لَا مُشْرِفَةٍ، وَلَا لَاطِئَةٍ مَبْطُوحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ» قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: يُقَالُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَدَّمٌ وَأَبُو بَكْرٍ عِنْدَ رَأْسِهِ، وَعُمَرُ عِنْدَ رِجْلَيْهِ، رَأْسُهُ عِنْدَ رِجْلَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: قاسم بن محمد بن ابی بکر سے روایت ہے میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اماں جان! مجھے آپ ﷺ اور آپ کے صاحبین کی قبریں کھول کر دکھلا دیجئے تو انہوں نے میرے لئے پردہ ہٹا دیا تینوں قبروں سے تو وہ ایسی تھیں کہ نہ تو اونچی تھیں نہ بالکل زمین سے لگی ہوئیں جن پر مقام عرصہ کی سرخ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں ابو علی فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر آگے ہے اور حضرت ابو بکر آپ کے سر مبارک کے قریب ہیں اور حضرت عمر آپ ﷺ کے قدموں کی جانب ہیں کہ حضرت عمر کا سر آنحضرت ﷺ کے قدموں کے نیچے ہے۔

شرح الحدیث: حضرت عائشہ کے بھتیجے حضرت قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت عائشہ کے یہاں گیا (اور چونکہ ان ہی کے حجرہ شریفہ میں حضور ﷺ اور حضرات شیخین کی قبریں ہیں جن کی طرف پردہ پڑا رہتا ہے) اور ان سے عرض کیا کہ اماں جی! مجھے حضور ﷺ اور آپ کے صاحبین کی قبریں کھول کر دکھلا دیجئے، انہوں نے پردہ [1] ہٹا دیا تو میں نے تین قبریں ایسی دیکھیں جو نہ اونچی تھیں نہ بالکل زمین سے لگی ہوئی تھیں، جن پر مقام عرصہ کی سرخ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں مبطوحہ بمعنی مفروشہ، اور عرصہ جگہ کا نام ہے، اور بطحاء بمعنی حصباء اور الحمراء بطحاء کی صفت ہے۔

---

[1] یہ تو اس زمانہ کی بات ہے کہ قبور کی جانب ایک پردہ پڑا ہوتا تھا بعد میں اس حجرہ شریفہ میں مختلف زمانوں میں تعمیری تغیرات ہوتے رہے سقوط حائط کا بھی قصہ پیش آیا جس کا ذکر صحیح بخاری میں بھی ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان قبور ثلاثہ کے ارد گرد اونچی دیوار سے احاطہ کرا دیا تھا، اب تو ان قبور تک پہنچنا بھی ممکن نہیں رہا۔

قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: يُقَالُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَدَّمٌ وَأَبُو بَكْرٍ عِنْدَ رَأْسِهِ، وَعُمَرُ عِنْدَ رِجْلَيْهِ، رَأْسُهُ عِنْدَ رِجْلَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: یعنی ایسے:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
	حضرت أبو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

اور دوسرا قول اس میں یہ ہے کہ عمر فاروقؓ کی قبر صدیق اکبرؓ کے قدمین کے محاذاۃ میں ہے، ھکذا:

	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	حضرت أبو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

٧٣ـ بَابُ الِاسْتِغْفَارِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِلْمَيِّتِ فِي وَقْتِ الِانْصِرَافِ

باب ہے تدفین سے فارغ ہو کر لوٹتے وقت مردہ کے لئے قبر کے پاس بیٹھ کر استغفار کرنے کے متعلق

٣٢٢١ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَحِيرٍ، عَنْ هَانِئٍ، مَوْلَى عُثْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ، وَسَلُوا لَهُ التَّثْبِيتَ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «بَحِيرٌ ابْنُ رَيْسَانَ».

ترجمہ حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دفن میت سے فارغ ہوتے تو قبر پر تھوڑی دیر کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو اور اسکے منکر نکیر کے سوال وجواب کے وقت ثابت قدم رہنے کی دعا کرو اسلئے کہ اس سے اسوقت سوال کیا جائے گا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ راوی بحیر، ریسان کے بیٹے ہیں۔

شرح الحدیث **تدفین کے بعد میت کیلئے دعاء کرنا:** یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ دفن میت سے فارغ ہوتے تو قبر پر تھوڑی دیر کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار اور تثبیت کی دعاء کرو اس لئے کہ اس سے اس وقت سوال کیا جائے گا، "تثبیت کی دعا کرو" یہ اشارہ ہے اس آیت کریمہ کی طرف: يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ [1]، قول ثابت سے مراد کلمہ توحید ہے، ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جن کی وفات

[1] مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (سورۃ ابراھیم ٢٧)

مدینہ منورہ میں ہوئی تھی اور تدفین جنت البقیع میں اہل بیت کے قریب، دفن کے وقت مسجد نبوی کے کئی ائمہ بھی موجود تھے، دفن سے فراغت کے بعد امام مسجد نبوی شیخ عبداللہ خربوش ؒجو قبر کے کنارہ پر اخیر تک بیٹھے رہے تھے، انہوں نے رفع یدین کے ساتھ جہراً شیخ کیلئے دعاء کرائی تھی، اور باقی ائمہ بقیع کے دروازہ پر کھڑے تھے اور ملنے والوں سے تعزیتی جملے استعمال کر رہے تھے، اور اسی طرح حضرت شیخ کی اہلیہ مرحومہ، والدہ مولانا طلحہ جن کا انتقال نظام الدین دہلی میں ہوا تھا اور مسجد کے عقب میں تدفین ہوئی، تدفین کے بعد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اور مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی تھوڑی دیر وہاں قبر پر رک گئے اور دوسرے لوگ بھی، اور حضرت جی نے مولانا افتخار صاحب سے استمزاج کے بعد رفع یدین کے ساتھ اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے دعاء کرائی، یغفر اللہ لنا ولھم۔

۷۴۔ بَابُ كَرَاهِيَةِ الذَّبْحِ عِنْدَ الْقَبْرِ

باب قبر پر جانور ذبح کرنے کے ناپسندیدہ ہونے کا بیان

۳۲۲۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ». قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: «كَانُوا يَعْقِرُونَ عِنْدَ الْقَبْرِ بَقَرَةً أَوْ شَاةً».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام میں عقر نہیں ہے۔ عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ قبروں کے قریب جاکر گائے یا کچھ اور جانور ذبح کیا کرتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۲۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۹۷/۳)

شرح الحدیث: یہ وہی حدیث ہے جس کا حوالہ ہم نے کتاب الأضحیة میں: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُعَاقَرَةِ الْأَعْرَابِ[1] کے ذیل میں دیا تھا۔

اس حدیث کی تفسیر خود کتاب میں راوی کی جانب سے مذکور ہے: كَانُوا يَعْقِرُونَ عِنْدَ الْقَبْرِ، یعنی زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ کسی بڑے آدمی سخی کی قبر پر کوئی جانور ذبح کر کے چھوڑ دیتے تھے گائے وغیرہ ضیافتِ سباع وطیور کی نیت سے، کہ جس طرح یہ لوگوں کی اپنی زندگی میں مہمانی کرتا تھا اسی طرح اس کے مرنے کے بعد بھی ہم اس کی طرف سے جانوروں کی ضیافت کا انتظام کریں، اور بعض اس نیت سے ذبح کرتے تھے جو ان میں سے بعث کے قائل تھے تاکہ اس صاحب قبر کا حشر اس جانور پر سوار ہو کر ہو قیامت کے دن، وإلا فیبعث راجلاً، یعنی اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو اس کو پیدل اٹھ کر جانا پڑے گا، اسی رسم جاہلیت کی تردید میں آپ فرما رہے ہیں: لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ. کتاب الاضحیہ میں ایک اور حدیث گذری ہے: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الضحايا - باب ما جاء في أكل معاقرة الأعراب، ۲۸۲۰

عَنْ شَرِيطَةِ الشَّيْطَانِ [1]، یہ حدیث بھی چونکہ ذبح سے متعلق ہے اس لئے ہم نے اس پر تنبیہ کر دی تا کہ طلبہ کے ذہن میں رہیں یہ حدیثیں، اور امتحان دینے میں سہولت ہو۔

۷۵- بَابُ الْمَيِّتِ يُصَلَّى عَلَى قَبْرِهِ بَعْدَ حِينٍ

باب ہے کچھ مدت گزرنے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق

اور اس سے پہلے بھی ایک باب گذرا ہے: بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ، یہاں "بعد حین" کی قید ہے۔

۳۲۲۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ، صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ».

ترجمہ: ابو الخیر، عقبہ بن عامرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن نکلے اور آپ نے شہداء احد پر نماز پڑھی جیسے آپ ﷺ میت پر جنازہ کی نماز پڑھتے تھے پھر واپس تشریف لے آئے۔

۳۲۲۴ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ- بِهَذَا الْحَدِيثِ- قَالَ: «إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِي سِنِينَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ».

ترجمہ: حیوۃ بن شریح نے یزید بن حبیب سے اس گزشتہ حدیث کو روایت کیا تو فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے شہداء احد کی آٹھ سال بعد نماز پڑھی گویا حضور ﷺ زندوں اور مردوں سے رخصت ہونے والے ہوں۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (۱۲۷۹) صحيح البخاري - المناقب (۳۴۰۱) صحيح البخاري - المغازي (۳۸۱۶) صحيح البخاري - الرقاق (۶۰۶۲) صحيح البخاري - الرقاق (۶۲۱۸) صحيح مسلم - الفضائل (۲۲۹۶) سنن النسائي - الجنائز (۱۹۵۴) سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۲۳) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۴۹/۴)

شرح الحديث: یعنی آپ ﷺ نے ایک مرتبہ شہداء احد کی قبور پر اسی طرح نماز پڑھی جس طرح میت کی پڑھی جاتی ہے، اور اس کے بعد دوسری روایت میں ہے کہ یہ نماز آپ ﷺ نے آٹھ سال بعد پڑھی تھی گویا ۱۱ھ میں۔

اس حدیث کا ذکر ہمارے یہاں بَابٌ فِي الشَّهِيدِ يُغَسَّلُ میں صلاۃ علی الشہید کی بحث میں گذر چکا، آگے روایت میں یہ ہے: كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ یعنی آپ ﷺ کا یہ شہداء احد کی نماز پڑھنا اتنی مدت کے بعد اور اپنے زمانہ وفات کے قریب بطور تودیع ورخصت کے تھا، احیاء کی تودیع بھی اور اموات کی تودیع بھی، احیاء کی تودیع تو آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں بار بار فرمائی: بقوله: خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ لَعَلِّي لَا أَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هَذَا [2]، حجۃ الوداع میں متعدد مقامات پر آپ ﷺ نے یہ جملہ ارشاد

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الضحايا - باب في المبالغة في الذبح ۲۸۲۶

[2] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الحج - باب الإيضاع في وادي محسر ۹۵۲۴

فرمایا، یہ تو ہوئی تودیع احیاء اور یہ شہداء احد کی قبر پر نماز اس کی اَموات کی تودیع سمجھ لیجئے۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٧٦ - بَابٌ فِي الْبِنَاءِ عَلَى الْقَبْرِ

باب ہے قبر پر تعمیر کے متعلق حکم کے بارے میں

٣٢٢٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَهَى أَنْ يُقْعَدَ عَلَى الْقَبْرِ، وَأَنْ يُقَصَّصَ وَيُبْنَى عَلَيْهِ».

ترجمہ: ابو الزبیر نے جابرؓ سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم سرور دو عالم ﷺ سے سنا کہ آپ نے قبر پر بیٹھنے اسکو پختہ کرنے اور اس پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا۔

٣٢٢٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ عُثْمَانُ: أَوْ يُزَادَ عَلَيْهِ، وَزَادَ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى: أَوْ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ: أَوْ يُزَادَ عَلَيْهِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «خَفِيَ عَلَيَّ مِنْ حَدِيثِ مُسَدَّدٍ حَرْفُ وَأَنْ».

ترجمہ: سلیمان بن موسیٰ اور ابو الزبیر نے حضرت جابرؓ سے اس حدیث کو روایت کیا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ عثمان بن ابی شیبہ نے اپنی روایت میں قبر کو ایک بالشت سے زیادہ بلند کرنے کی ممانعت کا بھی ذکر کیا۔ سلیمان بن موسیٰ نے یہ اضافہ بھی بیان کیا کہ اس سے منع کیا کہ قبر پر کچھ تحریر کیا جائے اور مسدد نے اپنی حدیث میں أَوْ يُزَادَ عَلَيْهِ بیان نہیں کیا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ مسدّد کی حدیث میں لفظ وَأَنْ مجھ پر مخفی رہا۔

تخریج: صحيح مسلم - الجنائز (٩٧٠) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٥٢) سنن النسائي - الجنائز (٢٠٢٨) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٢٥) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥٦٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٥/٣)

شرح الحدیث: نَهَى أَنْ يُقْعَدَ عَلَى الْقَبْرِ، وَأَنْ يُقَصَّصَ وَيُبْنَى عَلَيْهِ: یعنی منع فرمایا ہے آپ ﷺ نے قبر پر بیٹھنے کو اسلئے کہ اس میں حق مسلم کا استخفاف ہے اور ترکِ حرمت ہے، اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد جلوس عند القبر للاحداد ہے، یعنی سوگ منانے کیلئے وہیں بیٹھا رہے وہاں سے نہ ہٹے، اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد جلوس للتغوط والحدث ہے، یعنی قبر پر بیٹھ کر استنجاء کرنا یہ امام مالک کی طرف منسوب ہے[1]، حنفیہ کہتے ہیں کہ مطلق جلوس تو مکروہ تنزیہی ہے، اور لاجل الغائط حرام، امام طحاویؒ سے

---

[1] وفي الكوكب: قال بعضهم هو أي الجلوس على ظاهره، وقال الطحاوي: أن الإمام لم يكره الجلوس مطلقا بل هو كناية عن قضاء الحاجة وقال هو المكروه عندنا لا الجلوس بمعناه المشهور اهـ. وفي هامشه: ووافقه مالك فقال في المؤطا: المراد بالقعود الحدث، وقال النووي: هذا تأويل ضعيف أو باطل، والصواب أن المراد بالقعود الجلوس، وهو مذهب الشافعي وجمهور العلماء، وتعقب بأن ما قاله مالك ثبت مرفوعا عن زيد بن ثابت رضي

بھی اس حدیث کے معنی میں قعود لاجل الحدث ہی مروی ہے۔

آگے حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے تقصیص قبر سے بھی منع فرمایا ہے، تقصیص بمعنی تجصیص، جَص یعنی نُورہ اور قَصّہ ایک ہی چیز ہے، یعنی قبر کو چونے سے پختہ بنانا، قال الترمذي بعد تخريج الحديث: وقد رخص بعض أهل العلم منهم: الحسن البصري، في تطيين القبور". وقال الشافعي: لا بأس أن يطين القبر، حاشیۂ کوکب میں ہے کہ حنفیہ کے نزدیک بھی شافعیہ کی طرح ممانعت تجصیص قبر کی ہے تطیین قبر کی نہیں ففي شرح السراج للترمذي عن البرجندي: ينبغي أن لا يجصص القبر، وأما تطيينه ففي الفتاوى المنصورية لا بأس به خلافا لما يقوله الكرخي، وفي المضمرات: المختار أنه لا يكره اه[1] یعنی گارہ سے اگر قبر کی لپائی کر دی جائے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں تاکہ قبر کی مٹی جمی رہے، ہوا اور سیلوں سے ضائع نہ ہو، اور تیسری چیز حدیث میں بناء علی القبر کی ممانعت ہے، بذل[2] میں لکھا ہے نقلا عن القاری کہ نھی عن البناء کراہت کیلئے ہے، بشرطیکہ وہ مقبرہ اپنی ملک ہو، اور اگر مقبرہ موقوفہ ہے تو اس میں حرمت کیلئے ہے، تورپشتی کہتے ہیں کہ بناء علی القبر میں دو معنی کا احتمال ہے یا تو یہ کہ پتھر وغیرہ سے اس پر چنائی کر دی جائے، دوسرا یہ کہ قبر پر خیمہ قائم کیا جائے اور یہ دونوں ممنوع ہیں لعدم الفائدة فيه۔

قَالَ عُثْمَانُ: أَوْ يُزَادَ عَلَيْهِ: یعنی اس جملہ کی زیادتی عثمان کی روایت میں ہے مسدد کی روایت میں نہیں، اس جملہ کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ رفع قبر میں زیادتی کرنا مقدار شبر سے، او ان يكتب عليه، یعنی کسی پتھر وغیرہ پر میت کا نام یا اور کوئی چیز اللہ رسول کا نام برائے برکت لکھ کر اس کو وہاں نصب کرنا مناسب نہیں، قال ابو الطيب السندي في شرح الترمذي يحتمل النهي عن الكتابة مطلقا ككتابة اسم صاحب القبر وتاريخ وفاته، أو كتابة شئ من القرآن وأسماء الله تعالى ونحو ذلك للتبرك لاحتمال ان يوطأ أو يسقط على الارض فيصير تحت الارجل اه، حاشیہ ترمذی میں بھی یہی لکھا ہے کہ علت منع بے حرمتی کا خوف ہے لئلا يبول عليه كلب أو غيره. والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه بنحوه۔

٣٢٢٧ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ».

سعید بن المسیبؒ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ یہود پر

الله تعالى عنه، قال: إنما نهى رسول الله ﷺ عن الجلوس على القبر لحدث غائط أو بول، أخرجه الطحاوي، اسکے بعد پھر ازھار سے یہ نقل کیا ہے کہ اولی یہ ہے کہ دونوں ہی کو ممنوع قرار دیا جائے، جلوس للحدث کو تحریم کیلئے اور مطلق جلوس کو تنزیہہ کے لئے۔ وهذا تفصيل حسن. قاله أبو الطيب (الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ١٩٦)

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ١٩٦

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ١٩٤ـ١٩٥

لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا۔

تخریج: صحیح البخاري - الصلاة (٤٢٦) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٣٠) سنن النسائي - الجنائز (٢٠٤٧) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٢٧) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (٢٨٤/٢)

شرح الحدیث: یعنی اللہ تعالیٰ ناس کرے ان یہود کا کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد بنایا۔ یا تو واقعۃً قبر پر مسجد بنانا مراد ہے اس لئے کہ جب قبر پر مسجد بنائی جائے گی تو قبر مسجد کے اندر ہو جائے گی جس سے صلاۃ الی القبور لازم آئے گا، اور یا یہ کہ بناء مساجد سے مراد ہی یہ ہے قبور انبیاء کی طرف نماز پڑھنا۔

والمصنف حمل الحدیث علی المعنی الأول کما یظهر من الترجمة. کتب الشیخ في البذل: لعنهم رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم علی ذلك لأنه یشابه عبادة الأصنام اھ[1] یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے اور اس میں یہود کے بعد والنصاری کی زیادتی ہے اس پر پھر اشکال ہوتا ہے کہ انبیاء نصاری کی قبر زمین پر کہاں ہے؟ اس کا جواب دیا گیا کہ ایک روایت میں قبور انبیائهم کے بعد وصالحیهم کی زیادتی ہے اس زیادتی سے اشکال حل ہو جاتا ہے، انبیاء کا تعلق یہود سے ہو جائے گا اور صالحین کا تعلق نصاری سے۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

٧٧ - بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْقُعُودِ عَلَى الْقَبْرِ

باب قبروں پر بیٹھنے کے ناپسندیدہ ہونے کا بیان

٣٢٢٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ، حَتَّى تَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص چنگاری پر بیٹھے اور اسکے کپڑے جل جائیں اور اسکا اثر اسکی کھال تک پہنچ جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔

تخریج: صحیح مسلم - الجنائز (٩٧١) سنن النسائي - الجنائز (٢٠٤٤) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٢٨) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥٦٦) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (٣١٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (٣٨٩/٢) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (٤٤٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المکثرین (٥٢٨/٢)

شرح الحدیث: البتہ یہ بات کہ تم میں سے کوئی شخص چنگاری پر بیٹھے اور اسکے کپڑے جل جائیں اور اس کا ضرر اسکی کھال تک پہنچے یہ بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے یعنی انجام اخروی کے اعتبار سے۔ أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٣٢٢٩ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ بُسْرِ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ١٤ ص ١٩٥

بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا مَرْثَدٍ الْغَنَوِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ، وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا».

ترجمہ بسر بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے واثلہ بن اسقع سے سناوہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو مرثد غنوی سے سناوہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبروں پر نہ تو بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔

تخریج صحيح مسلم - الجنائز (٩٧٢) جامع الترمذي - الجنائز (١٠٥٠) سنن النسائي - القبلة (٧٦٠) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٢٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣٥/٤)

شرح الحدیث یعنی نہ تو قبروں پر بیٹھ کر ان کی بے حرمتی کرو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھ کر ان کی بے جا تعظیم، افراط اور تفریط دونوں سے بچئے۔ اخرجہ مسلم والترمذی، والنسائی، قالہ المنذری۔

٧٨ - بَابُ الْمَشْيِ فِي النَّعْلِ بَيْنَ الْقُبُورِ

باب ہے قبرستان میں جوتے پہن کر چلنے کے متعلق

امام احمدؒ کے نزدیک قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا مکروہ ہے اور ابن حزم ظاہری کے نزدیک نعل سبتی پہن کر چلنا مکروہ ہے اس لیے کہ حدیث میں جو نکیر وارد ہے وہ سبتی جوتوں پر ہی ہے، اور جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا بلا کراہت جائز ہے، مصنف نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں حدیث اول سے حنابلہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے اور حدیث ثانی سے جمہور کے مسلک کی یعنی جواز۔

٣٢٣٠ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ سُمَيْرٍ السَّدُوسِيِّ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ بَشِيرٍ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ اسْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ زَحْمُ بْنُ مَعْبَدٍ، فَهَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَا اسْمُكَ؟» قَالَ: زَحْمٌ. قَالَ: «بَلْ، أَنْتَ بَشِيرٌ» ، قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا أُمَاشِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: «لَقَدْ سَبَقَ هَؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا» ثَلَاثًا ثُمَّ مَرَّ بِقُبُورِ الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ: «لَقَدْ أَدْرَكَ هَؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا» وَحَانَتْ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظْرَةٌ، فَإِذَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي الْقُبُورِ عَلَيْهِ نَعْلَانِ، فَقَالَ: «يَا صَاحِبَ السِّبْتِيَّتَيْنِ، وَيْحَكَ أَلْقِ سِبْتِيَّتَيْكَ» فَنَظَرَ الرَّجُلُ فَلَمَّا عَرَفَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَعَهُمَا فَرَمَى بِهِمَا.

ترجمہ بشیر بن نہیک، بشیر سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولی ہیں روایت کرتے ہیں ان کا نام زمانہ جاہلیت میں زحم بن معبد تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر کے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: زحم۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم بشیر ہو وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جا رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر بعض مشرکین کی قبور پر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے پیچھے خیر کثیر چھوڑ کر چلے گئے

آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ فرمایا پھر مسلمانوں کی کچھ قبور پر گزرے تو فرمایا کہ ان لوگوں نے خیر کثیر کو پالیا پھر اچانک آپ ﷺ کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو قبرستان میں جوتے پہنے ہوئے چل رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے جوتوں والے! تیرا ناس ہو اپنے جوتے اتار دے۔ تو اس شخص نے دیکھا جب اس نے پہچانا کہ کہنے والے آپ ﷺ ہیں تو اس نے جوتے اتارے اور پھینک دیئے۔

تخریج سنن النسائي - الجنائز (٢٠٤٨) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٣٠) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥٦٨) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٨٣/٥)

شرح الحدیث بشیر بن معبدؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضور ﷺ کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ آپ ﷺ کا گذر بعض قبور مشرکین پر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ خیر کثیر کو اپنے پیچھے چھوڑ کر اس سے آگے نکل کر چلے گئے یعنی اسکو نہیں حاصل کر سکے، یہ بات آپ ﷺ نے تین بار فرمائی پھر آپ ﷺ کا گذر بعض قبور مسلمین پر ہوا، ان پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے خیر کثیر پایا ہے پھر اچانک آپ ﷺ کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو قبرستان میں جوتے پہنے ہوئے چل رہا تھا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: يَا صَاحِبَ السِّبْتِيَّتَيْنِ، اپنے سبتی جوتے اتار دے تیرا ناس ہو اس نے جب دیکھا کہ کہنے والے آپ ﷺ ہیں فوراً اتار کر پھینک دیئے، أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٣٢٣١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ».

ترجمہ قتادہ حضرت انسؓ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی کو قبر میں رکھنے کے بعد اسکے ساتھی واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کے کھٹ کھٹ کی آواز سنتا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الجنائز (١٢٧٣) صحيح البخاري - الجنائز (١٣٠٨) صحيح مسلم - الجنة وصفة نعيمها وأهلها (٢٨٧٠) سنن النسائي - الجنائز (٢٠٤٩) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٣١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٢٦/٣)

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب میت کو دفن کر کے اس کے متعلقین واپس لوٹتے ہیں، إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ کہ وہ میت قبر میں ہوتے ہوئے ان کے جوتوں کے کھٹ کھٹ کی آواز سنتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشی بین القبور فی النعل جائز ہے کما هو مذهب الجمهور، اور پہلی حدیث کا جواب جمہور کی جانب سے کئی طرح دیا گیا ہے: ① اول یہ کہ وہ بیان اولویت پر محمول ہے اور یہ بیان جواز پر یا یہ کہ اس حدیث میں نہی خیلاء کی وجہ سے تھی کہ وہ شخص سبتی جوتے پہن کر اتراتا ہوا چل رہا تھا اس زمانہ میں سبتی جوتے عمدہ شمار ہوتے تھے یعنی چرمی جوتے صاف جن پر بال نہ ہوں، ② یا یہ کہ وہاں پر نہی لاجل القذر تھی یعنی اس کے جوتوں کو ناپاکی لگ رہی ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

۷۹۔ بَابٌ فِي تَحْوِيلِ الْمَيِّتِ مِنْ مَوْضِعِهِ لِلأَمْرِ يَحْدُثُ

باب مردے کو کسی ضرورت کے تحت اسکی جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا

اس سے پہلے باب گذر چکا ہے: بَابٌ فِي الْمَيِّتِ يُحْمَلُ مِنْ أَرْضٍ إِلَى أَرْضٍ، وتقدم هناك بيان الفرق بين الترجمتين۔

۳۲۳۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ أَبِي مَسْلَمَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «دُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٌ، فَكَانَ فِي نَفْسِي مِنْ ذَلِكَ حَاجَةٌ، فَأَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَمَا أَنْكَرْتُ مِنْهُ شَيْئًا، إِلَّا شُعَيْرَاتٍ كُنَّ فِي لِحْيَتِهِ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ».

ترجمہ: ابو نضرہ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میرے والد صاحب کے ساتھ ایک اور شخص کو دفن کیا گیا اسوجہ سے میرے دل میں احساس تھا تو میں نے چھ ماہ بعد ان کو (قبر کھود کر) نکالا تو میں نے ان کے جسم میں کوئی تغیر نہیں پایا سوائے ان کی داڑھی کے چند بالوں کے جو زمین سے مل رہے تھے۔

شرح الحدیث: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: کہ میرے والد جو کہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے ان کے ساتھ ایک اور میت بھی دفن کی گئی تھی ایک ہی قبر میں، وہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس کا احساس تھا (یعنی وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کے والد اپنی قبر میں تنہا ہوں) وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی نعش کو قبر کھود کر نکالا چھ ماہ کے بعد، تو میں نے ان کے جسم میں کوئی تغیر نہیں پایا سوائے ان کی ڈاڑھی کے چند بالوں کے جو زمین سے مل رہے تھے۔

اس حدیث میں تحویل میت بعد الدفن مذکور ہے، اس میں مذاہب وغیرہ پہلے باب میں گذر چکے۔

۸۰۔ بَابٌ فِي الثَّنَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ

باب مرنے والے کی تعریف بیان کرنے کا بیان

۳۲۳۳ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: مَرُّوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ: «وَجَبَتْ» ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ: «وَجَبَتْ» ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ شُهَدَاءُ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سامنے لوگ ایک جنازہ لیکر گزرے تو حاضرین نے اس کی بھلائی بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (اسکے لئے جنت) واجب ہو گئی پھر لوگ ایک دوسرا جنازہ لیکر گزرے تو لوگوں نے اس کا شر بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا (اسکے لئے جہنم) واجب ہو گئی پھر فرمایا کہ بے شک تم میں سے بعض (مسلمان) دوسرے (مسلمانوں) کے حق میں گواہ ہیں۔

تخریج: سنن النسائي - الجنائز (۱۹۳۳) سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۳۳) سنن ابن ماجه - ماجاء في الجنائز (۱٤۹۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/ ۲٦۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/ ٤٦٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/ ٤۷۰) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/ ٤۹۹) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/ ۵۲۸)

شرح الحدیث: یعنی حضور ﷺ کے سامنے کو لوگ ایک جنازہ لے کر گذرے حاضرین نے اس میت کی بھلائی بیان کی آپ نے فرمایا اس کیلئے جنت واجب ہو چکی، پھر کسی دوسرے وقت ایک دوسرا جنازہ آپ پر گذرا، لوگوں نے اسکا شر ہونا بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا اس کیلئے جہنم واجب ہو چکی، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک بعض مسلمان بعض دوسرے مسلمانوں کے حق میں گواہ ہیں یعنی ایسے گواہ جن کی گواہی عند اللہ معتبر ہے، اور صحیحین کی روایت میں ہے: أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ [1]، وفي رواية: الْمُؤْمِنُونَ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ [2]، اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ أَنْتُمْ سے مراد یا تو صحابہ کرام ہیں یا مومنین (صحابہ ہوں یا غیر صحابی)، وہ فرماتے ہیں کہ ان حضرات نے جنازہ کے بارے میں جو شہادت دی تھی اس پر حضور ﷺ نے ان شاہدین (گواہوں) کا تزکیہ فرمایا تو اب ظاہر بات ہے کہ صحابہ کرام جیسوں کی شہادت ہو، اور پھر حضور ﷺ جیسا شخص ان گواہوں کا تزکیہ کر رہا ہو تو یقیناً اس کا نفع اور اثر مشہود لہ کے حق میں ظاہر ہونا ہی ہے [3]۔

اس سے معلوم ہوا کہ دیانت دار اور نیک لوگوں کی گواہی کسی میت کے بارے میں خیر یا شر کی وہ عند اللہ تعالیٰ معتبر ہے اگرچہ واقعہ کے خلاف ہو، اللہ تعالیٰ مومنین کی شہادت کا لاج رکھتے ہیں (مگر خالص دنیادار قسم کے لوگوں کی شہادت مراد نہیں ہے)، اور اسکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ صحابہ نے ایک جنازہ کی حضور ﷺ کے سامنے تعریف فرمائی، کچھ دیر بعد جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا: یَا مُحَمَّدُ، إِنَّ صَاحِبَكُمْ لَيْسَ كَمَا يَقُولُونَ الخ یعنی یہ میت ایسا نہیں جیسا یہ لوگ اسکے بارے میں کہہ رہے ہیں اس لیے کہ اسکی ظاہری حالت کچھ تھی اور باطنی کچھ اور، وَلَكِنَّ اللهَ صَدَّقَهُمْ فِيمَا يَقُولُونَ: وَغَفَرَ لَهُ مَا لَا يَعْلَمُونَ [4]، یعنی جو بھلائی واقعی اس میت میں تھی جس کو صحابہ نے بیان کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس بھلائی میں صحابہ کرام کی تصدیق فرماتے ہوئے، اور جس چیز کی انکو خبر نہیں تھی اس کو معاف کرتے ہوئے اسکے ساتھ شہادت کے مطابق معاملہ فرمایا (بذل [5])، زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو، یعنی جس کو سبھی اچھا کہتے ہوں تو وہ ان شاء اللہ تعالیٰ اچھا ہی ہے، یا کم از کم اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ اچھوں والا معاملہ فرماتے ہیں۔ والحديث أخرجه النسائي. وقد أخرجه البخاري ومسلم

---

1. صحيح البخاري - كتاب الجنائز - باب ثناء الناس على الميت ۱۳۰۱. صحيح مسلم - كتاب الجنائز - باب فيمن يثني عليه خير أو شر من الموتى ۹٤۹
2. صحيح البخاري - كتاب الشهادات - باب تعديل كم يجوز؟ ۲٤۹۹
3. مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٤ ص ۱۳۲. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱٤ ص ۲۰۱
4. مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٤ ص ۱۳۲
5. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱٤ ص ۲۰۲

والنسائي من حديث ثابت البناني عن أنس رضي الله تعالى عنه قاله المنذري۔

٨١۔ بَابٌ فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ

باب ہے قبرستان جانے کے حکم کے بیان میں

٣٢٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهِ فَبَكَى، وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي تَعَالَى عَلَى أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، فَاسْتَأْذَنْتُ أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِي، فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ بِالْمَوْتِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ رونے لگے اور اطراف میں جو لوگ تھے ان کو بھی حضور ﷺ نے رُلایا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے ان (اپنی والدہ) کیلئے استغفار کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہیں دی پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو اللہ نے مجھے اسکی اجازت عطا فرمادی تو تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو اسلئے کہ یہ موت کو یاد دلانے والی چیز ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الجنائز (٩٧٦) سنن النسائي - الجنائز (٢٠٣٤) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٣٤) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥٦٩) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥٧٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٤١)

٣٢٣٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مُعَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا، فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً».

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں قبرستان جانے سے منع کیا تھا تو اب تم قبرستان جایا کرو اسلئے کہ قبرستان جانے سے موت یاد آتی ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الجنائز (٩٧٧) صحيح مسلم - الأضاحي (١٩٧٧) سنن النسائي - الجنائز (٢٠٣٢) سنن النسائي - الضحايا (٤٤٢٩) سنن النسائي - الأشربة (٥٦٥١) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٣٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٥٠)

شرح الحدیث: اس سلسلہ میں مصنف نے دو باب قائم کئے، یہ پہلا باب فی حق الرجال ہے، دوسرا باب فی حق النساء، اس پہلے باب میں ہیں آپ فرمارہے ہیں: نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا، فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً یعنی آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ میں نے تم سب کو قبرستان جانے سے منع کر دیا تھا لیکن اب کہتا ہوں کہ وہاں جایا کرو اس لئے کہ زیارت قبور میں اپنی موت اور آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

اس حدیث میں ناسخ اور منسوخ دونوں جمع ہیں، پہلے زیارت قبور ممنوع تھی بعد میں آپ ﷺ نے اس کی نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب فرمائی، اور یہ دونوں باتیں خود اسی ایک حدیث میں جمع ہیں، اس حدیث کی شرح میں عام طور سے شراح نے زیارۃ قبور

للرجال کے بارے میں علماء کا اجماع جواز پر لکھا ہے لیکن اس میں کچھ اختلاف ہے جو آگے آئے گا، لیکن عورتوں کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے کہ اس اجازت میں وہ بھی داخل ہیں یا نہیں؟ عند الجمهور ومنهم الشافعي ومالك عورتیں بھی اس میں داخل ہیں، حنفیہ کا اصح قول بھی یہی ہے للعجائز دون الشواب وان قيل بالجواز مطلقا ايضا وسياتي المزيد عليه، امام احمدؒ کی اس میں دو روایتیں ہیں، مصنفؒ نے زیارۃ النساء کا الگ مستقل باب قائم کر کے اس میں جو حدیث ذکر کی ہے وہ منع کی ہے: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ، وَالْمُتَّخِذِينَ الخ، مصنف کا میلان عدم جواز کی طرف معلوم ہوتا ہے، وفي الأوجز: قال الحافظ قال النووي تبعا للعبدري والحازمي وغيرهما: اتفقوا على ان زيارة القبور للرجال جائزة - كذا اطلقوا - وفيه نظر، حافظ کہتے ہیں کہ اس میں مردوں کے حق میں بھی اختلاف مروی ہے چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ابن سیرین ابراہیم نخعی اور شعبی سے کراہت مروی ہے قال الحافظ: وكان هولاء لم يبلغهم الناسخ، اور اس کے بالمقابل ابن حزم کے نزدیک زیارۃ قبور واجب ہے اگرچہ عمر میں ایک ہی مرتبہ ہو، وفي الشرح الكبير من فروع المالكية - جاز زيارة القبور بل هي مندوبة بلا حد بيوم او مقدار ما يمكث عندها، قال الدسوقي: ذكر في المدخل في زيارة النساء للقبور ثلاثة اقوال المنع، والجواز، بشرط الستر والتحفظ والثالث الفرق بين المتجالة والشابة اه وفي الدر المختار لاباس بزيارة القبور ولو للنساء، قال ابن عابدين قوله لاباس بل تندب كما في البحر، وقوله ولو للنساء قيل تحرم عليهن والاصح ان الرخصة ثابتة، وجزم في شرح المنية بالكراهة، وقال الخير الرملي ان كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء على ما جرت به عادتهن فلا تجوز، وعليه حمل حديث اللعن، وان كان للاعتبار والترحم فلاباس اذا كن عجائز ويكره اذا كن شواب كحضور الجماعة في المسجد، قال ابن عابدين: وهو توفيق حسن اه، حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں عورتوں کے حق میں جواز ہی کو ترجیح دی ہے بشرط ارتفاع موانع مثلا جزع فزع التبرج بزينة اور اضاعت حق زوجیت وغیرہ، بعض روایات کی بناء پر چنانچہ مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں زیارت قبور کے وقت کون سی دعا پڑھا کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا: قُولِي: السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ [1]، اور ایسے ہی حاکم کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ اپنے چچا حضرت حمزہؓ کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کرتی تھیں فَتُصَلِّي وَتَبْكِي عِنْدَهُ [2]، حضرت فرماتے ہیں کہ زیارت قبور کی علت حدیث میں تذکر موت بیان کی گئی ہے اور اس کی ضرورت سبھی کو ہے مردوں اور عورتوں دونوں کو [3]۔

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الجنائز - باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها ٩٧٤

[2] المستدرك على الصحيحين للحاكم كتاب الجنائز ١٣٩٦ (ج ١ ص ٥٣٣)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٤ ص ٢٠٥

نیز جاننا چاہئے کہ یہ گفتگو زیارت قبور للنساء کے بارے میں ہے، اور اتباع النساء الجنائز کے بارے میں نہیں (عورتوں کا جنازہ کے ساتھ قبرستان میں جانا) وہ جائز نہیں وقد تقدم باب اتباع النساء الجنائز۔ حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ أخرجہ مسلم والنسائی وابن ماجہ، وحدیث بریدۃ رضی اللہ تعالی عنہ أخرجہ مسلم والنسائی بنحوہ، قالہ المنذری۔

٨٢۔ بَابٌ فِي زِيَارَةِ النِّسَاءِ الْقُبُورَ

باب عورتوں کے لئے قبرستان جانے کے متعلق حکم کا بیان

٣٢٣٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ، وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ».

ترجمہ: محمد بن جحادہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ابوصالح سے انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے حدیث روایت کی کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبرستان جانے والی عورتوں اور قبور کو سجدہ گاہ بنانے والوں اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٣٢٠) سنن النسائي - الجنائز (٢٠٤٣) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٣٦) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (١٥٧٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٩/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٧/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٢٤/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٣٧/١)

٨٣۔ بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا زَارَ الْقُبُورَ أَوْ مَرَّ بِهَا

باب ہے قبرستان سے گزرے تو کیا پڑھے؟

٣٢٣٧ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمَقْبَرَةِ، فَقَالَ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے تو فرمایا: اے مسلمانوں کے گھروالو! تم پر سلامتی ہو اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

تخریج: صحيح مسلم - الطهارة (٢٤٩) سنن النسائي - الطهارة (١٥٠) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٣٧) سنن ابن ماجه - الزهد (٤٣٠٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠٠/٢) موطأ مالك - الطهارة (٦٠)

شرح حدیث: اس دعا میں إن شاء اللہ پر شراح نے کلام کیا ہے کہ یہ استثناء شک کے طور پر نہیں ہے اسلئے کہ موت تو یقینی ہے بلکہ یہ لفظ متکلم تحسین کلام کے طور پر ذکر کرتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ جب قبرستان داخل ہوئے تو آپ ﷺ

کے ساتھ مومنین صادقین بھی تھے اور بعض ایسے بھی تھے جو متہم بالنفاق تھے تو یہ استثناء ان ہی کے لحاظ سے ہے تو گویا یہ لفظ اس قسم کے لوگوں کے بارے میں ان کے ایمان کی توقع پر لایا گیا، اور کہا گیا ہے کہ یہ استثناء نفس موت کے اعتبار سے نہیں بلکہ موت علی الایمان کے اعتبار سے ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی ایمان پر خاتمہ کے بعد تمہارے ہی ساتھ آکر شامل ہو جائیں گے۔

والحديث أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

٨٤۔ بَابُ الْمُحْرِمِ يَمُوتُ كَيْفَ يُصْنَعُ بِهِ

باب جب محرم آدمی کی وفات ہو جائے تو اسکے ساتھ کیا کیا جائے گا

٣٢٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ وَقَصَتْهُ رَاحِلَتُهُ، فَمَاتَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقَالَ: «كَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ، وَاغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّي»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، يَقُولُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ: "خَمْسُ سُنَنٍ، كَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ: أَيْ يُكَفَّنُ الْمَيِّتُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَاغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ: أَيْ إِنَّ فِي الْغَسَلَاتِ كُلِّهَا سِدْرًا، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا، وَكَانَ الْكَفَنُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ".

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس کی گردن سواری (اونٹ) نے توڑ ڈالی تھی جس سے وہ مر گیا تھا اور وہ حالت احرام میں تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسکو اسی کے کپڑوں میں کفن دو اور اسکو بیری کے پانی سے غسل دو اور اسکا سر مت ڈھانپو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو روز قیامت تلبیہ کہتے ہوئے اٹھائیں گے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو فرماتے ہوئے سنا وہ کہتے تھے اس حدیث میں پانچ سنتیں ہیں: ① ایک اسکو دو کپڑوں میں کفنانا یعنی میت کو کفن دو کپڑوں میں دینا بھی صحیح ہے ② دوسرے اسکو بیری والے پانی سے غسل دینا یعنی غسل کا سارا پانی بیری میں پکایا ہوا ہو ③ تیسرے اس کا سر نہ ڈھانپا جائے ④ چوتھے نہ اسکو خوشبو لگائی جائے اور ⑤ پانچویں پورے مال میں سے میت کو کفن دینے کا حکم ہے۔

٣٢٣٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرٍو وَأَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، نَحْوَهُ قَالَ: «وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ سُلَيْمَانُ: قَالَ أَيُّوبُ: «ثَوْبَيْهِ»، وَقَالَ عَمْرٌو: «ثَوْبَيْنِ»، وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ: قَالَ أَيُّوبُ: «فِي ثَوْبَيْنِ»، وَقَالَ عَمْرٌو: «فِي ثَوْبَيْهِ»، زَادَ سُلَيْمَانُ: «وَحْدَهُ وَلَا تُحَنِّطُوهُ».

ترجمہ: سعید بن جبیر حضرت ابن عباسؓ سے اسی گزشتہ حدیث کے مثل روایت کرتے ہیں فرمایا اور اس کو دو کپڑوں میں کفناؤ۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ سلیمان نے کہا کہ ایوب نے ثَوْبَيْهِ (اسکے دو کپڑوں) کا لفظ استعمال کیا اور عمر نے ثَوْبَيْنِ (دو

کپڑوں) کا لفظ کہا اور ابن عبید نے بیان کیا کہ ایوب نے فِي ثَوْبَيْنِ کہا اور عمرو نے فِي ثَوْبَيْهِ کہا اور صرف سلیمان نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اسکو حنوط مت لگاؤ۔

۳۲٤٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، بِمَعْنَى سُلَيْمَانَ فِي ثَوْبَيْنِ

ترجمہ: سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباسؓ سے سلیمان کی حدیث کے ہم معنیٰ بیان کیا ہے یعنی دو کپڑوں میں کفناؤ۔

تخریج: صحيح البخاري - الجنائز (١٢٠٦) صحيح البخاري - الحج (١٧٤٢) صحيح مسلم - الحج (١٢٠٦) جامع الترمذي - الحج (٩٥١) سنن النسائي - الجنائز (١٩٠٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٥٤) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٣٨) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٨٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٥/١) سنن الدارمي - المناسك (١٨٥٢)

شرح الحدیث: یعنی اگر کسی شخص کا حالت احرام میں انتقال ہو جائے تو اب اس کے ساتھ محرم جیسا معاملہ کیا جائے گا یا غیر محرم جیسا؟ شافعیہ و حنابلہ و ظاہریہ کے نزدیک اس کے ساتھ محرم جیسا معاملہ کیا جائے گا، یعنی عدم تطییب اور عدم تخمیر رأس یعنی کفن سے اس کا سر کھلا رکھا جائے گا اور خوشبو بھی اس کے قریب نہیں لائی جائے گی ان دونوں اماموں کا استدلال حدیث الباب سے ہے، جس کا مضمون یہ ہے: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا جس کی گردن کو اس کی سواری نے توڑ دیا تھا یعنی سواری پر سے گر کر ان کی گردن ٹوٹ گئی تھی اور انتقال ہو گیا تھا جبکہ وہ حالت احرام میں تھا آپ ﷺ نے فرمایا اس کو اسی کے احرام کے دونوں کپڑوں میں کفنادو اور غسل دو اور اس کے سر کو مت ڈھاپنا۔ فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّي کہ یہ شخص قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھے گا یعنی حالت احرام میں۔

حنفیہ، مالکیہ کے نزدیک ایسے شخص کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو غیر محرم کے ساتھ کیا جاتا ہے اسلئے کہ احرام ایک عمل ہے اور موت سے تمام ہی اعمال منقطع ہو جاتے ہیں جیسا کہ مشہور حدیث سے ثابت ہے [1]۔ رہی یہ حدیث سو یہ محمول ہے خاص اسی شخص کے حق میں، اور دلیل خصوصیت آپ کا یہ قول: فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُلَبِّي ہے کسی اور محرم کے بارے میں یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ انه يبعث يلبي یہ تو اخبار بالغیب کے قبیل سے ہے، اس حدیث کو مصنف تو لائے ہیں کتاب الجنائز میں اور امام ترمذیؒ کتاب الحج میں اور امام بخاریؒ دونوں جگہ۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

۳۲٤١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ، فَقَتَلَتْهُ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «اغْسِلُوهُ وَكَفِّنُوهُ، وَلَا تُغَطُّوا رَأْسَهُ، وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ».

---

[1] إِذَا مَاتَ ابنُ آدمَ انقطعَ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ. أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ. أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدعُو لَهُ. قال الزيلعي: رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَأَبُو دَاوُد. وَالنَّسَائِيُّ فِي "الْوَصَايَا". وَالتِّرْمِذِيُّ فِي "الْأَحْكَامِ (نصب الراية لأحاديث الهداية ج ٣ ص ١٥٩)

ترجمہ سعید بن جبیر حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک محرم آدمی کی گردن اسکی اونٹنی نے توڑ ڈالی اور اسکو ہلاک کر دیا تو اس شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا اسکو غسل دو اور کفن دو اور اسکا نہ تو سر ڈھکنا نہ اسکو خوشبو لگانا اسلیے کہ یہ تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا۔

تخریج صحیح البخاري - الجنائز (١٢٠٦) صحيح البخاري - الحج (١٧٤٢) صحيح مسلم - الحج (١٢٠٦) جامع الترمذي - الحج (٩٥١) سنن النسائي - الجنائز (١٩٠٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٥٤) سنن أبي داود - الجنائز (٣٢٤١) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٨٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٥/١) سنن الدارمي - المناسك (١٨٥٢)

بحمد اللہ کتاب الجنائز پوری ہو گئی اور اس کا خاتمہ بھی ماشاء اللہ تعالیٰ ایسی حدیث پر ہوا جس میں ایمان پر خاتمہ کی بشارت ہے جو کچھ لکھا اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور ہم سب کا ایمان پر خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین۔

آخر كتاب الجنائز